سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم
کی
نورانیت و بشریت
ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت و بشریت

تصنیف :

محمد نعیم اللہ خاں قادری

بی ایس سی بی ایڈ/ ایم اے اردو۔ پنجابی۔ تاریخ

ناشر :

فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کاموں کے

نام کتاب ———— سرورِ کونین کی نُورانیت و بشریت

تالیف ———— محمد نعیم اللہ خاں قادری
بی ایس سی بی ایڈ
ایم اے اردو۔ پنجابی۔ تاریخ

صفحات ———— ۹۲۸

بارِ اول ———— اکتوبر ۲۰۰۳ء

ناشر ———— فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز کاموںکے

ہدیہ ———— -/280 روپے

ملنے کے پتے :

- سنی کُتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور
- ضیاءالقرآن پبلیکیشنز لاہور
- شبیر برادرز اردو بازار لاہور
- مکتبہ نبویہ لاہور
- رضا و رائٹی لاہور
- مسلم کتابوی لاہور
- فرید بک سٹال لاہور
- مکتبہ قادریہ گوجرانوالہ
- مکتبہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ
- مکتبہ مہریہ رضویہ ڈسکہ
- غوثیہ کتب خانہ گوجرانوالہ

فہرست مضامین

انتساب

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

کے والدین کریمین کے نام منسوب کرنے

کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

؎ گر قبول افتد زہے عز و شرف

مؤلف!

محمد نعیم اللہ خاں قادری

بحضور مفتیانِ کاموںکے

حضرت علامہ مفتی محمد امین الدین صاحب بدایونی
(شاگرد رشید حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی)

حضرت علامہ مفتی حبیب اللہ نقشبندی صاحب
(شاگرد رشید حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب)

حضرت علامہ مفتی محمد شفیع صاحب جماعتی
(شاگرد رشید مناظر اعظم محمد نظام الدین صاحب ملتانی)
(رحمۃ اللہ علیہم)

طالبِ کرم
محمد نعیم اللہ خاں قادری

حصہ اوّل
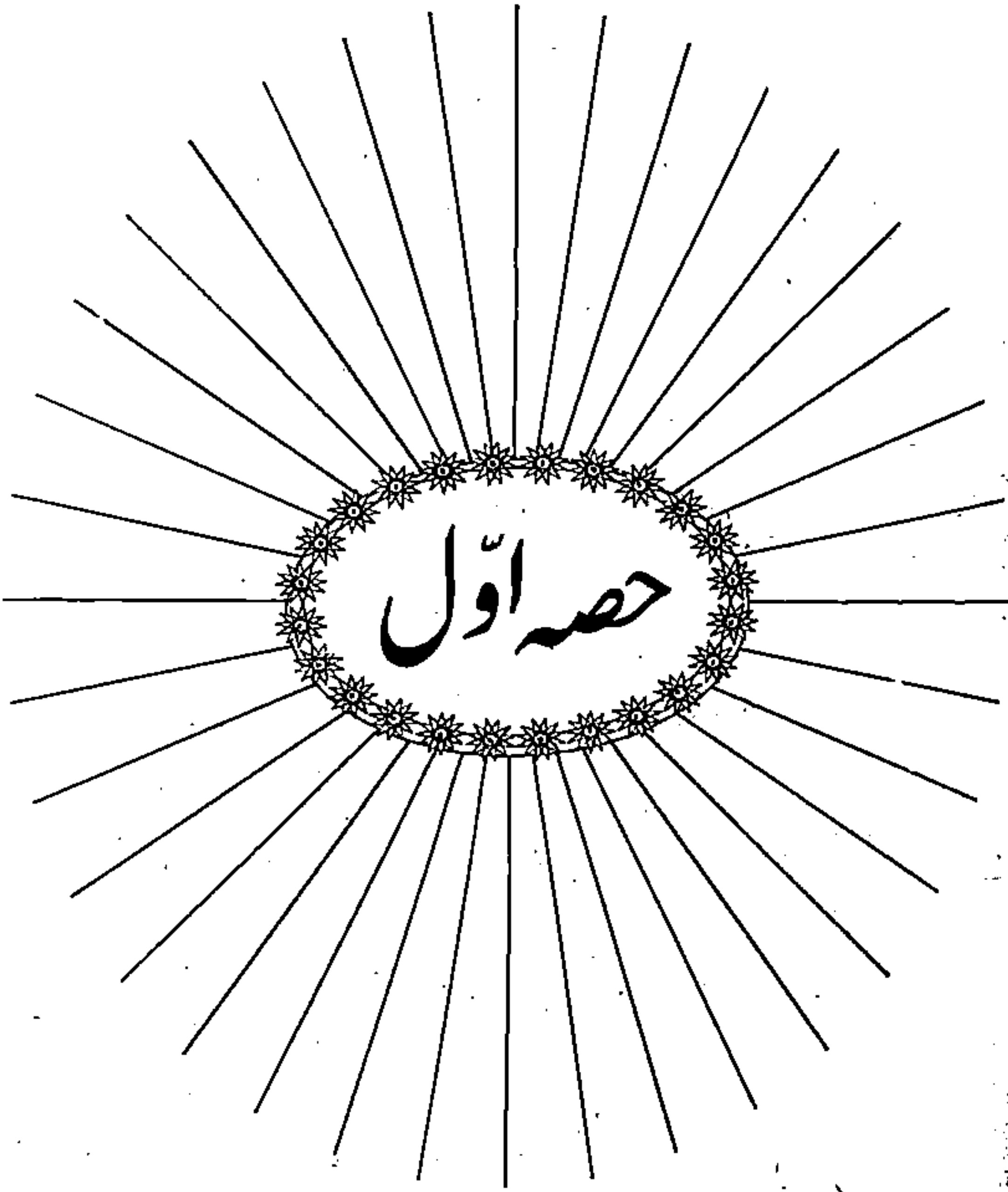
اس کتاب میں ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت و نورانیت'' کے موضوع پر قرآن وحدیث اور معروف مفسرین ومحدثین کی کتب سے بڑی مدلل و مفصل اور اہم تحقیق پیش کی گئی ہے۔ نیز نبی کریم ﷺ کے ''نور وبشر'' کے موضوع پر لکھی گئی تمام دیوبندی وہابی کتب کا مسکت و مدلّل رد و جواب لکھ دیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

میں خادم اہل سُنّت و جماعت اپنی دوسری تصنیف بنام "سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت و نورانیت قرآن و حدیث کی روشنی میں" آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ اُمید ہے کہ بحمدہ تعالیٰ اہل سنت عوام و علماء اس کو پسند فرمائیں گے اور اس کی زیادہ سے زیادہ ترویج و اشاعت کی طرف توجہ دیں گے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ اہل سنت و جماعت علماء اور عوام مذہب حق اہل سنت و جماعت کے دفاع اور اس کی ترویج و اشاعت کیلئے اٹھ کھڑے ہوں کیونکہ اس وقت بد مذہب اور بے دین وھابی، دیوبندی اور جماعت اسلامی، جماعتیں انتہائی تندہی کے ساتھ اہل سنت و جماعت کا نام و نشان مٹانے پر تلی ہوئی ہیں۔ بظاہر انکا اگر کوئی اختلاف ہو بھی تو اندرون خانہ یہ سب ایک ہی ہیں۔

بے شک علمائے اہل سنت و جماعت اس وقت ہر موضوع پر کتابیں لکھ رہے ہیں اور مفید لٹریچر میں اضافہ فرما رہے ہیں لیکن اہل سنت و جماعت کو اس وقت سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس لٹریچر کی مناسب ترویج و اشاعت ہو۔ اہل سنت و جماعت کے منظم اور مضبوط اشاعتی اداروں کی انتہائی کمی ہے اور جو لٹریچر موجود ہے اس کو اہل سنت و جماعت عوام تک پہنچانے کا کوئی مؤثر ذریعہ اور نیٹ ورک موجود نہیں ہے۔ مخالف قوتیں اپنے لٹریچر کو گلی گلی، گاؤں گاؤں، شہر شہر اور تعلیمی و حکومتی اداروں میں پھیلا رہی ہیں جس کی وجہ سے بے دینی میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

الغرض اہل سنت و جماعت کو اپنا مرکزی سیکرٹریٹ قائم کرنا انتہائی ضروری ہے۔ جہاں سے نہ صرف پاکستانی بلکہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے اہل سنت و جماعت عوام سے رابطہ کے لئے موثر نیٹ ورک قائم کیا جائے تا کہ ان کا اہل سنت و جماعت کے عقائد اور تحریری و تقریری سرگرمیوں سے مضبوط تعلق قائم ہو۔

اس وقت علماء کرام اور مبلغین پیدا کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ وہ گاؤں جہاں کبھی ایک

بھی وہابی دیو بندی نہیں ہوتا تھا۔ان کی تبلیغی اور اشاعتی سرگرمیوں کی وجہ سے وہاں بھی ان کے حمایتی پیدا ہو گئے ہیں، نا صرف خود گمراہ ہوئے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔ ہمارے علماء کرام گاؤں میں جانے کے لئے تیار نہیں۔ پہلے جو علماء کرام وہاں ہوتے تھے ان کے وفات پا جانے کے بعد وہ مسجدیں اور مدرسے بے یارومددگار ہو گئے۔ تبلیغی جماعتوں نے وہاں ڈیرے جما لئے اور اب اہلسنت و جماعت کی گاؤں کی مساجد میں آہستہ آہستہ تبلیغی دیو بندی جماعت کا قبضہ ہوتا جارہا ہے کیونکہ گاؤں کے لوگ بہت سادہ ہوتے ہیں۔ وہ ان کی بظاہر پاکیزگی اور پرہیز گاری کے دجل وفریب میں آسانی سے آجاتے ہیں۔ یہ خود بھی خوشامد اور چاپلوسی سے ایسا ان کے دلوں میں گھر کرتے ہیں کہ جب انکو ان کے عقائد سے آگاہ بھی کیا جائے تو بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اس لئے انتہائی ضرورت ہے کہ علماء کرام کثیر تعداد میں مدرسوں میں تیار کئے جائیں اور گاؤں میں ان کو مسلک حق اہل سنت و جماعت کی تبلیغی و دینی خدمت کا جذبہ پیدا کیا جائے۔

اہل سنت و جماعت کی تحصیل لیول، ضلع لیول اور ڈویژن لیول انتظامیہ کو چاہئے کہ وہ گاؤں میں اہل سنت و جماعت کی مساجد کو فوراً اپنی ذمہ داری سے رجسٹرڈ کروائیں تاکہ آئندہ اگر کوئی بد مذہب ان پر قابض ہو بھی جائے تو انہیں خالی کروایا جا سکے۔ نیز مقبوضہ مساجد کی بازیابی کے لئے ایک باقاعدہ تحریک چلائی جائے۔ یہ تو اسی طرح ہے کہ فصل اہل سنت و جماعت نے بوئی اور اس کو کاٹ کاٹ کر بد مذہب لیتے جارہے ہیں۔ آپ یہ خود سوچ سکتے ہیں کہ ایک مسجد کن کن مراحل سے گزر کر پایہ تکمیل کو پہنچتی ہے۔

میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ اہل سنت و جماعت کا ایک مرکزی سیکرٹریٹ ہونا انتہائی ضروری ہے۔ جس کی ملکیت میں اتنا وسیع رقبہ ضرور ہونا چاہئے کہ جہاں دفاتر، پریس، لائبریری، ہسپتال اور اندرون و بیرون ممالک کے لئے علماء تیار کرنے کے لئے وسیع دارالعلوم قائم کیا جا سکے۔ اس سیکرٹریٹ سے علماء اہل سنت و جماعت کی گرانقدر تحقیقی تصانیف شائع ہوں جو کہ ملک کی تمام لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہوں۔ ایسی تصانیف لکھوائی جائیں جو سکول، کالج اور یونیورسٹی لیول کے طلباء کے لئے بہت زیادہ مفید ہوں۔ اور ایسی تصانیف ہوں جو کہ داخل نصاب ہوں۔

اس وقت ہمارے علماء کرام کا اس جانب بالکل خیال ہی نہیں جس کی وجہ سے سکول، کالج اور یونیورسٹی لیول کے طلباء بد مذہبوں اور بے دینوں کی کتب پڑھ رہے ہیں جن میں اپنے علماء کرام کے حوالوں سے عبارتیں لکھتے ہیں جس سے آہستہ آہستہ طالب علموں کے ذہن میں ان کا

ادب واحترام پیدا ہو جاتا ہے۔نصاب سے بد مذہبوں کے اداروں اور علماء کرام کے حالات فوراً نکلوائے جائیں جن کی تعریف میں نصابی کتب بھری ہوئی ہیں۔ان کی بدعقیدگی اور بے دینی پر علماء اہل سنت وجماعت کی درجنوں بلکہ سینکڑوں کتب موجود ہیں۔

دارالعلوم اور دوسرے شعبوں کے انتظام وانصرام کا معقول ومہذب انتظام و بندوبست کیا جائے۔ملک بھر کے مخیر اہل سنت وجماعت حضرات کو خود بھی اس کے لئے ایک معقول ماہانہ چندہ فراہم کرنا چاہئے اور تمام علماء اہل سنت وجماعت کو بھی ایک مقرر شدہ چندہ اپنے حلقہ کے اہل سنت وجماعت سے اکٹھا کر کے مرکزی سیکرٹریٹ بھیجنا چاہئے تاکہ اس طرح اہل سنت وجماعت عوام کو بھی اپنی جماعت کے لئے کام کرنے کا ذوق وشوق پیدا ہو۔مرکزی سیکرٹریٹ کی کارکردگی اس طرح کی ہونی چاہئے کہ عوام وخواص اس سے مطمئن ہوں اور وہ بخوشی اس کے ہر کام اور منصوبے میں شریک ہوں۔

مرکزی سیکرٹریٹ کی طرز پر ڈویژن سیکرٹریٹ اور ضلعی سیکرٹریٹ قائم کئے جائیں اور ان تینوں سیکرٹریٹ سے جو ذہین اور لائق علماء کرام پیدا ہوں ان کو اپنے خرچ پر دنیا کی بڑی اسلامی یونیورسٹیوں میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا جائے تاکہ ورلڈ لیول پر اپنی پہچان ہو۔

مرکزی، ڈویژن اور ضلعی سیکرٹریٹ قائم کرنے کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ کم از کم تمام علماء کرام میں اتحاد واتفاق ہو اور جو مرکزی انتظامیہ تشکیل پائے ان کے فیصلوں پر انتہائی تندہی اور گرمجوشی سے عمل کیا جائے تاکہ یہ منصوبے جلد از جلد پایہ تکمیل کو پہنچ سکیں اور مرکزی انتظامیہ ایسے اشخاص پر مشتمل ہو جن کے اخلاص اور تقویٰ کی اکثریت قائل ہو۔فسادی اور نمود ونمائش کے شوقین اشخاص سے قطعاً پرہیز کیا جائے۔ان کو کسی سطح پر بھی آگے نہ لایا جائے۔

یہ منصوبے اسی وقت پایہ تکمیل کو پہنچ سکتے ہیں جب مذہب حق اہل سنت وجماعت کا درد ہو۔اگر خلوص اور نیک نیتی سے کام کرنے والے حضرات آگے آجائیں تو یہ منصوبے بہت جلد پایہ تکمیل کو پہنچ سکتے ہیں۔میرے خیال میں ہم تو ابھی سوچ رہے ہیں اور ہمارے مخالفین اسی طرز کے منصوبوں کی تکمیل کے آخری مراحل میں ہیں۔

میرے خیال میں جب مرکزی، ڈویژنل اور ضلعی سیکرٹریٹ کی تعمیر شروع کی جائے تو سب سے پہلے اس کا شعبہ نشر واشاعت تعمیر کیا جائے۔جہاں سے اس متعلقہ ڈویژنل اور ضلع کے علماء کرام، تعلیمی اور دوسرے شعبوں کے ملازمین، طالب علم اور دوسرے عوام ہر موضوع پر بآسانی اور کثیر

تعداد میں کتب، رسائل اور دوسرا مفید لٹریچر حاصل کر سکیں۔

اور کوشش یہ کی جائے کہ یہاں چھوٹی سے چھوٹی کتب و رسائل سے لے کر بڑی بڑی کتب عام دستیاب ہوں۔ تمام علماء کرام اور دوسرے حضرات جو کتب تصنیف فرمائیں وہ ضرور یہاں موجود ہوں۔

تمام علمائے اہل سنت اپنے مدارس اور مساجد میں لائبریریاں قائم کریں اور عوام بالخصوص طالب علموں اور پڑھے لکھے حضرات کو کتب کے مطالعہ کا شوق پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے بڑے مفید اور دوررس نتائج واثرات مرتب ہوں گے۔ وہ علماء کرام جن کو معاشی اور دقیق فقہی مسائل پر عبور حاصل نہیں ہوتا وہ بھی مسلسل مطالعہ کی برکت سے نہ صرف خود ان مسائل میں ماہر ہو جائیں گے بلکہ اپنی عوام کے مسائل اور سوالات کے بھی تسلی بخش جوابات دے سکیں گے اگر خود مطمئن نہ کر سکیں تو اس متعلقہ موضوع پر کتاب مہیا کر سکیں گے جس سے اس متعلقہ شخص کی تسلی ہو جائے گی۔

جب ہر مسجد میں لائبریری قائم ہو گی تو جو بھی کتاب چھپے گی اس کی اشاعت بھی زیادہ ہو گی۔ علماء کرام اور عوام کا رابطہ بھی قائم ہو گا۔

سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اہل سنت و جماعت کے مصنفین و محققین کے مذہبی لٹریچر کا علیحدہ شعبہ قائم کروایا جائے اور سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں اور گورنمنٹ پبلک لائبریریوں میں جو فنڈ آئے اس میں باقاعدہ حصہ مقرر ہو اور دو تہائی فنڈ اہل سنت و جماعت کے مذہبی لٹریچر کے لئے مخصوص کروایا جائے اور الماریوں پر باقاعدہ نشاندہی کی جائے اگر کوئی یہ اعتراض کرتا ہے کہ اس طرح فرقہ واریت پیدا ہو گی تو میں پوچھتا ہوں کہ جب ہر محلہ، قصبہ، گاؤں اور شہر میں ہر مسلک کی مساجد اور مدرسے علیحدہ علیحدہ ہیں تو پھر لائبریریوں میں علیحدہ علیحدہ لٹریچر فراہم کیوں نہیں کیا جا سکتا؟ میرے خیال میں تو اس طرح تحقیق کرنے والوں کے لئے بھی آسانی پیدا ہو جائے گی۔

جو ضلعی سیکرٹریٹ قائم کئے جائیں ان میں سرکاری تعلیمی اور دوسرے شعبوں کے ملازمین اور پرائیویٹ اداروں کے ملازمین کا شعبہ قائم کیا جائے۔ جس کے عہدیداران اپنے ممبران سے مسلسل رابطہ رکھیں اور اپنے ممبران کی تعداد میں مسلسل اضافہ کریں۔ میں تو چاہوں گا کہ ہر اہل سنت جو کسی سرکاری یا غیر سرکاری شعبہ میں ملازم ہو اس شعبہ کا ممبر ہو۔ مسلک حق اہل سنت و

جماعت کے فروغ میں یہ ایک اہم قدم ہوگا۔

ضلعی سیکرٹریٹ میں ممتاز علماء کرام اور پروفیسر حضرات تحصیل لیول اور ضلع کونسل لیول کے خطیب حضرات کے تربیتی پروگرام لیں۔ ان پروگراموں میں ہر خطیب کی شرکت کو ضروری بنایا جائے۔ قواعد وضوابط کی سختی سے پابندی کروائی جائے۔

میں نے یہ چند گزارشات پیش کر دی ہیں باقی مکمل لائحہ عمل اہل سنت و جماعت کے مرکزی قائدین اور علماء کرام کو خود ترتیب دینا چاہئے اور ان پر اس طرح سے عمل کرایا جائے جس طرح کہ ہنگامی صورت حال ہو۔ اگر نیک نیتی اور خلوص دل سے کام کیا جائے تو تھوڑے عرصہ میں ان منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جا سکتا ہے۔

میری اللہ تعالیٰ سے انتہائی عاجزانہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر خصوصی برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائے اور ہمیں مخلص قیادت فراہم ہو اور اللہ تعالیٰ جلد از جلد ان منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے اسباب پیدا فرمادے۔ ہمیں بے دینی سے بچائے اور بے دین عناصر اور قوتوں کا قوت ایمانی کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی توفیق فرمائے۔

یا اللہ عزوجل! میری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما اور اسے میری، میرے والدین، میرے اساتذہ کرام اور دوسرے حضرات کی بالخصوص میری زوجہ محترمہ جس کا تعاون ہر حال میں میرے شامل حال رہا۔ مغفرت اور بخشش کا ذریعہ بنا۔ آمین بحرمت نبی المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

بندہ ناچیز حقیر پر تقصیر طالب مغفرت الٰہی وشفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محمد نعیم اللہ خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

س: بشریت کا مفہوم اور اس کے لوازمات بیان کریں؟

ج: لغات عربیہ میں بَشَــر " نوع انسان (چاہے مرد ہو چاہے عورت) ظاہری چمڑے، ظاہری بدن اور جسم پر بولا جاتا ہے۔

بشر، انسان، بنو آدم، آدمی، رجل، ہم معنی الفاظ ہیں۔

کھانا پینا، چلنا پھرنا، بھوک لگنا، پیاس محسوس ہونا، گرمی سردی سے متاثر ہونا، خوش ہونا، ناراض ہونا، تکلیف پہنچنا، زخم آنا، شادی کرنا، ازواج واولاد ہونا، موت آنا، خوف محسوس کرنا، اولاد آدم میں سے ہونا، بھول جانا، بیمار ہونا، عزیز واقارب ہونا، غلطی سرزد ہونا، سونا، فضلات کا اخراج ہونا، وسائل روزگار کے لئے تگ ودو کرنا، سایہ ہونا، بچپن، لڑکپن، جوانی اور بڑھاپے کے مراحل سے گزرنا، غصہ آنا، تھکاوٹ محسوس ہونا، جسم اور روح کا مرکب ہونا، شیطانی وسوسوں میں آجانا وغیرہ لوازمات بشریت ہیں۔

سب لوازمات بشریت کا ایک ہی وقت میں موجود ہونا ضروری نہیں۔ مثلاً ایک انسان جب سو رہا ہوتا ہے تو اس وقت وہ جاگ نہیں رہا ہوتا۔ اسے بھوک محسوس نہیں ہو رہی ہوتی۔ وہ چل پھر نہیں رہا ہوتا بشرطیکہ اسے سوتے میں چلنے پھرنے کی عادت نہ ہو وغیرہ۔ ایک انسان اگر بیمار ہے وہ بوڑھا ہے۔ اسے سردی محسوس ہو رہی ہے۔ بیماری کی وجہ سے تھکاوٹ بھی محسوس ہو رہی ہے۔ اسے پیاس بھی محسوس ہو رہی ہے۔ اس طرح انسان ہونا، بوڑھا ہونا، سردی محسوس ہونا، تھکاوٹ محسوس ہونا، پیاس لگنا، یہ لوازمات بشریت اس میں اکٹھے ہو گئے ہیں لیکن دوسرے لوازمات بشریت مثلاً بچہ یا جوان ہونا، گرمی محسوس ہونا وغیرہ اس وقت نہیں ہیں۔

○○○

س: انبیاء علیہما السلام کی بشریت قرآن مجید سے واضح کریں؟

ج: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بے شمار انواع واقسام کی مخلوق پیدا فرمائی۔ ان ہی مخلوقات میں سے جن، ملائکہ اور انسان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنات کو آگ سے پیدا فرمایا۔ ملائکہ کو

نور اور انسان کو مٹی سے پیدا فرمایا۔

پارہ نمبر ۲۳ سورہ ص آیت نمبر ۷۱ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ○

جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرماتا کہ میں مٹی سے انسان بناؤں گا۔

اس بشر سے یہاں حضرت آدم علیہ السلام مراد ہیں۔

پارہ نمبر ۱۴ سورہ الحجر آیت نمبر ۲۸ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدمی بنانے والا ہوں۔ بجتی مٹی سے جو بدبودار سیاہ گارے سے ہے۔

جب انسان کی تخلیق ہوگئی تو آگے اس کی پیدائش کا ایک طریقہ مقرر فرما دیا جس کی وضاحت پارہ نمبر ۱۹ سورہ الفرقان کی آیت نمبر ۵۴ میں اس طرح ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ○

اور وہی ہے جس نے پانی سے (یعنی نطفہ سے) بنایا آدمی پھر اس کے رشتے اور سسرال مقرر کی اور تمہارا رب قدرت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جنات کو انسان سے پہلے آگ سے تخلیق فرمایا۔

پارہ نمبر ۱۴ سورہ الحجر آیت نمبر ۲۶، ۲۷ میں ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ○

اور بے شک ہم نے آدمی کو بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو اصل میں ایک سیاہ بودار گارا تھی اور جن کو اس سے پہلے بنایا بے دھوئیں کی آگ سے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب بَدْءِ الْخَلْقِ وَ ذِكْرِ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خُلِقَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ وَّ خُلِقَ الْجَآنُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے اور جنات کو خالص آگ سے پیدا کیا ہے۔ (مسلم)

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور انہیں سے یہ سب اولاد آدم

ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ پارہ نمبر۴ سورہ النساء آیت نمبر ۱ میں فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۝

اے لوگو: اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان (حضرت آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اسی (آدم علیہ السلام) میں سے اس کا جوڑا (حضرت حوا علیہ السلام) بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت پھیلا دیئے۔

الغرض تمام انبیاء علیہم السلام حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور بشر ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام اور رسولوں کو دوسرے انسانوں سے ایک بہت ہی بلند اور اعلیٰ مرتبہ سے نوازا۔ کوئی بشر اس بلند مرتبہ و درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ ان کے خصائص و کمالات کی وجہ سے کوئی عام بشر انہیں بالکل اپنے ہی جیسا ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی بشریت کو قرآن مجید میں مختلف مقامات پر بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ پارہ نمبر ۱۵ سورہ بنی اسرائیل (سورہ الاسراء) آیت نمبر ۹۵ میں فرماتا ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم فرماؤ اگر زمین میں فرشتے ہوتے چین سے چلتے تو ان پر ہم رسول بھی فرشتہ اتارتے کیونکہ وہ ان کی جنس سے ہوتا لیکن زمین پر بشر آباد ہیں اس لئے ان کی طرف رسول بھی بشر ہی بنا کر بھیجے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے پارہ نمبر ۳ سورہ ال عمران آیت نمبر ۷۹ مین انبیاء علیہم السلام کی بشریت کو اس طرح بیان کیا ہے۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ ۝

کسی آدمی کو یہ حق نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکم و پیغمبری دے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ ہاں یہ کہے گا کہ اللہ والے ہو جاؤ۔

اس آیت کا شان نزول صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ:

''نجران کے نصاریٰ نے کہا کہ ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا ہے کہ ہم انہیں رب مانیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کی تکذیب کی اور بتایا کہ انبیاء کی شان سے ایسا کہنا ممکن ہی نہیں۔ اس آیت کے شان نزول میں دوسرا قول یہ ہے کہ ابورافع یہودی اور سید نصرانی نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا محمدؐ! آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی عبادت کریں اور آپ کو رب مانیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ کی پناہ کہ میں غیر اللہ کی عبادت کا حکم دوں نہ مجھے اللہ نے اس کا حکم دیا نہ مجھے اس لئے بھیجا۔''

الغرض عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کا اس میں رد ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی دوسرے انبیاء اور رسولوں (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کی طرح اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔

سورہ الاحقاف پ ۲۶ آیت نمبر ۹ میں ہے۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ — تم فرماؤ میں کوئی انوکھا رسول نہیں۔

سورہ آل عمران پ ۴ آیت نمبر ۱۶۴ میں ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

بے شک آپ بشر ہیں لیکن آپ اول الخلق، خاتم الانبیاء، امام الانبیاء، سید الانبیاء، سید البشر، سراج المنیر رحمۃ اللعالمین، محبوب رب العالمین، نور'' (حسی و معنوی) اور شافع روز محشر ہیں۔

○○○

س: اگر تمام انبیاء علیہم السلام بھی بشر ہیں تو وہ بھی لوازمات بشریت سے متصف ہوتے ہوں گے۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام کے لوازمات بشریت بھی بیان کریں؟

ج: (۱) انبیاء علیہم السلام کا اولاد آدم میں سے ہونا:

سورہ مریم پ ۱۶ آیت نمبر ۵۸ میں ہے۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنْ ذُرِّیَّۃِ اٰدَمَ○

یہ وہ (مقدس ہستیاں) ہیں جن پر انعام فرمایا اللہ تعالیٰ نے انبیاء (کرام کے زمرہ) سے یہ آدم کی اولاد ہیں۔

(۲) انبیاء علیہم السلام کا کھانا پینا:

سورہ الفرقان پ۱۸ آیت نمبر۲۰ میں ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّآ اِنَّھُمْ لَیَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَیَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ ط

اور ہم نے تم (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب ایسے ہی تھے، کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے۔

اس آیت میں کفار کے اس طعن کا جواب ہے جو انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا تھا کہ وہ بازاروں میں چلتے ہیں، کھانا کھاتے ہیں۔ یہاں بتایا گیا ہے کہ یہ امور منافی نبوت نہیں بلکہ یہ تمام انبیاء کی عادت مستمرہ تھی لہٰذا یہ طعن محض جہل وعناد ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

سورہ الانبیاء پ۱۷ آیت نمبر۸ میں ہے۔

وَمَا جَعَلْنٰھُمْ جَسَدًا لَّا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا کَانُوْا خٰلِدِیْنَ○

اور ہم نے انہیں (انبیاء علیہم السلام کو) خالی بدن نہ بنایا کہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہیں۔

سورہ الشعرآء پ۱۹ آیت نمبر۷۹ میں ہے۔

وَالَّذِیْ ھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ○

اور وہ (اللہ تعالیٰ ہی ہے) جو مجھے (حضرت ابراہیم علیہ السلام کو) کھلاتا اور پلاتا ہے۔

(۳) انبیاء علیہم السلام کا بیمار ہونا:

سورہ الشعرآء آیت نمبر۸۰ پ۱۹ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کہتے ہیں۔

وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ○

اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔

(۴) انبیاء علیہم السلام کو موت آنا:

سورہ البقرہ پ۱ آیت نمبر۱۳۳ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی موت کا اس طرح سے ذکر ہے۔

اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۔ جب یعقوب کو موت آئی ۔

سورہ الشعراء آیت نمبر ۸۱ پ ۱۹ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام یوں کہتے ہیں۔

وَ الَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ○ اور وہ مجھے وفات دے گا پھر مجھے زندہ کریگا

سورہ سبا پ ۲۲ آیت نمبر ۱۴ میں اللہ تعالیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کے متعلق یوں فرماتا ہے۔

فَلَمَّا قَضَیْنَا عَلَیْهِ الْمَوْتَ مَادَلَّهُمْ عَلٰی مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ○ پھر جب ہم نے اس پر موت کا حکم بھیجا جنوں کو اس کی موت نہ بتائی مگر زمین کی دیمک نے

سورہ الزمر پ ۲۳ آیت نمبر ۳۰ میں ہے۔

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ○ بے شک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور انکو بھی مرنا ہے۔

اس آیت میں کفار کا رد ہے جو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کا انتظار کیا کرتے تھے۔ انہیں فرمایا گیا ہے کہ خود مرنے والے ہو کہ دوسرے کو موت کا انتظار کرنا حماقت ہے۔ کفار تو زندگی میں بھی مرے ہوئے تھے اور انبیاء کی موت ایک آن کے لئے آتی ہے۔ (قبر مبارک میں پردہ فرمانے تک) پھر انہیں حیات عطا فرمائی جاتی ہے۔ اس پر بہت سی شرعی برہانیں قائم ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان)

(۵) انبیاء علیہم السلام کے بیوی بچے ہونا:

سورہ الرعد پ ۱۳ آیت نمبر ۳۸ میں ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِکَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّیَّةً ط اور بے شک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے لئے بی بیاں اور بچے کئے۔

تفسیر خزائن العرفان میں حضرت نعیم الدین مراد آبادی اس کا شان نزول اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

"کافروں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عیب لگایا تھا کہ وہ نکاح کرتے ہیں اگر نبی ہوتے تو دنیا ترک کردیتے۔ بی بی بچے سے کچھ واسطہ نہ رکھتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں بتایا گیا کہ بی بی بچے ہونا نبوت کے منافی نہیں لہذا یہ اعتراض محض بے جا ہے اور پہلے جو رسول آچکے ہیں وہ بھی نکاح کرتے تھے اور ان کے بھی بیبیاں اور بچے تھے۔

سورہ الاحزاب پ ۲۲ آیت نمبر ۵۲ میں ہے۔

لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ — ان (یعنی نو بیبیوں) کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں۔

یہ خصوصیت صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ کسی مسلمان کے لئے ایک وقت میں چار سے زیادہ بیبیاں رکھنا جائز نہیں۔

سورہ الاحزاب پ ۲۲ آیت نمبر ۵۹ میں ہے۔

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَ بَنٰتِکَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ط — اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں۔

اہل تشیع حضرات جو یہ کہتے ہیں کہ آپ کی ایک ہی بیٹی یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اور آپ کی دوسری بیٹیوں حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انکار کرتے ہیں۔ اس آیت سے ان کے اس باطل عقیدے کا بھی رد ہو جاتا ہے۔

(۶) انبیاء علیہم السلام کو دکھ اور تکلیف پہنچنا:

سورہ الانبیاء پ ۱۷ آیت نمبر ۷۶ میں حضرت نوح علیہ السلام کو دکھ تکلیف سے نجات دینے کا اللہ تعالیٰ نے اس طرح ذکر کیا ہے۔

فَنَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْکَرْبِ الْعَظِیْمِ ۝ — اور اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی سختی سے نجات دی۔

سورہ الانبیاء پ ۱۷ آیت نمبر ۸۳ میں حضرت ایوب علیہ السلام کا دکھ تکلیف میں اللہ تعالیٰ کو پکارنے کا تذکرہ اس طرح آیا ہے۔

وَ اَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ — اور ایوب کو (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچی اور تو سب مہر والوں سے بڑھ کر مہر والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا سن لی اور ان کو اس تکلیف سے نجات دیدی۔

سورہ الانبیاء پ ۱۷ آیت نمبر ۸۷، ۸۸ میں حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق یوں آیا ہے کہ:

فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَ كَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

تو اندھروں میں پکارا کہ کوئی معبود نہیں سوا تیرے ، پاکی ہے تجھ کو، بے شک مجھ سے بے جا ہوا۔ تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات بخشی اور ایسی ہی نجات دیں گے مسلمانوں کو

(۷) انبیاء علیہم السلام کا شیطانی وسوسوں میں آنا:

سورہ طٰہٰ پ ۱۶ آیت نمبر ۱۲۰ میں حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق یوں آیا ہے۔

فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ

تو شیطان نے اسے وسوسہ دیا

سورہ الحج پ ۱۷ آیت نمبر ۵۲ میں اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِیَّتِهٖ ۚ فَیَنْسَخُ اللّٰهُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ ثُمَّ یُحْكِمُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ ؕ

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے۔ سب پر کبھی یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب انہوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو مٹا دیتا ہے۔ اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو پھر اللہ اپنی آیتیں پکی کر دیتا ہے۔

(۸) انبیاء علیہم السلام کو غصہ آنا:

سورہ طٰہٰ پارہ نمبر ۱۶ آیت نمبر ۸۶ میں ہے۔

فَرَجَعَ مُوْسٰٓی اِلٰی قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا

تو موسیٰ اپنی قوم کی طرف پلٹا غصہ میں بھرا ہوا افسوس کرتا۔

سورہ الانبیاء پ ۱۷ آیت نمبر ۸۷ میں ہے:

وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا

اور ذوالنون کو (یاد کرو) جب چلا غصہ میں بھرا (ذوالنون یعنی حضرت یونس علیہ السلام)

(۹) انبیاء علیہم السلام کا مسکرانا:

سورہ النمل پ ۱۹ آیت نمبر ۱۸، ۱۹ میں ہے۔

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰی وَادِالنَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ○ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا۔

یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے نالے پر آئے، ایک چیونٹی بولی، اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں۔ سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری میں تو اس کی بات سے مسکرا کر ہنسا۔

نوٹ: انبیاء علیہم السلام کا ہنسا تبسم ہی ہوتا ہے۔ وہ حضرات قہقہہ مار کر نہیں ہنستے۔

(۱۰) انبیاء علیہم السلام کا تھکاوٹ محسوس کرنا:

سورۃ الکہف پ۱۵ آیت نمبر ۶۲ میں ہے۔

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ○

پھر جب وہاں سے گزر گئے۔ موسیٰ نے خادم سے کہا ہمارا صبح کا کھانا لاؤ۔ بے شک ہمیں اپنے سفر میں بڑی مشقت کا سامنا ہوا۔

●●●

س: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لوازمات بشریت آپ کی احادیث مبارکہ کی روشنی میں بیان کریں؟

ج: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل الخلق اور اولاد آدم میں سے ہونا:

جامع ترمذی شریف ابواب المناقب میں ہے۔

عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ اَبِیْ وَدَاعَةَ قَالَ جَآءَ الْعَبَّاسُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ كَاَنَّهٗ سَمِعَ شَیْئًا فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ السَّلَامُ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمْ ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَیْنِ

حضرت مطلب بن وداعہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے گویا کہ انہوں نے کوئی بات سنی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ میں کون ہوں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ پر سلام ہو۔ آپ نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔

فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ فِرْقَۃً ثُمَّ جَعَلَھُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ قَبِیْلَۃً ثُمَّ جَعَلَھُمْ بُیُوْتًا فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ بَیْتًا وَ خَیْرِھِمْ نَفْسًا ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ ٥

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان میں سے بہترین رکھا۔ پھر ان کے دو گروہ (عرب عجم) بنائے تو مجھے اچھے گروہ میں رکھا۔ پھر قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ (قریش) میں رکھا۔ پھر ان کے خاندان بنائے تو مجھے ان سے اچھے خاندان (بنی ہاشم) میں رکھا اور سب سے اچھی شخصیت بنایا۔ یہ حدیث حسن ہے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب فضائل سید المرسلین میں بھی ہے۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف الٰہی:

مشکوٰۃ شریف "بابُ فِیْ سَعَۃِ رَحْمَتِہٖ" کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَنْ یُّنْجِیَ اَحَدًا مِّنْکُمْ عَمَلُہٗ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَ لَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ مِنْہُ بِرَحْمَتِہٖ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاغْدُوْا وَرُوْحُوْا وَشَیْئٌ مِّنَ الدُّلْجَۃِ وَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوْا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کسی کو اس کے عمل کی وجہ سے نجات نہیں ملے گی۔ صحابہ نے عرض کیا نہ آپ کو یا رسول اللہ! نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں! نہ مجھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لے گا لہٰذا اپنے کردار و گفتار کو درست کرو۔ طلب ثواب کرو۔ صبح و شام عمل خیر کرو۔ میانہ روی اختیار کرو تا کہ مقصد (ثواب و نجات) حاصل کرلو (متفق علیہ)

مشکوٰۃ شریف "بَابُ مَا یَقُوْلُ عِنْدَ الصَّبَاحِ وَ الْمَسَاءِ وَ الْمَنَامِ" کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ حُذَیْفَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّنَامَ وَضَعَ یَدَہٗ تَحْتَ رَاْسِہٖ ثُمَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَکَ اَوْ تَبْعَثُ عِبَادَکَ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ رَوَاہُ اَحْمَدُ عَنِ

حضرت خذیفہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو سونے کا ارادہ فرماتے تو ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر لیٹتے پھر کہتے۔ خداوند! مجھے اس دن کے عذاب سے محفوظ فرما۔ جس دن تو بندوں کو جمع فرمائے گا یا یہ کہا کہ بندوں کو اٹھائے گا۔

الْبَرَآءِ) (ترمذی لیکن احمد نے براء سے روایت کیا)

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا پینا:

شمائل ترمذی "بَابُ مَاجَآءَ فِیْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الطَّعَامَ وَبَعْدَ مَا یَفْرُغُ مِنْہُ" میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِہٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ○

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ کلمات فرماتے۔ (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ) تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا اور مسلمان بنایا۔

شمائل ترمذی "بَابُ مَاجَآءَ فِیْ صِفَةِ شُرْبِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" میں ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ سَقَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَھُوَ قَائِمٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آب زمزم پیش کیا تو آپ نے کھڑے ہو کر پیا۔

نوٹ: عام پانی اور مشروبات بیٹھ کر اور تین بار سانس لے کر پینا سنت مبارکہ ہے۔

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سونا جاگنا:

مشکوۃ شریف "بَابُ مَایَقُوْلُ عِنْدَ الصَّبَاحِ وَ الْمَسَاءِ وَ الْمَنَامِ" کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَہٗ مِنَ اللَّیْلِ وَضَعَ یَدَہٗ تَحْتَ خَدِّہٖ ثُمَّ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰ وَاِذَا اسْتَیْقَظَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ عَنِ الْبَرَآءِ)۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بستر پر لیٹتے تو داہنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر کہتے۔ خداوند! تیرا نام لے کر مرتے ہیں اور تیرا نام لے کر زندہ ہوتے ہیں (یعنی تیرا نام لے کر سوتے اور جاگتے ہیں) اور جب نیند سے بیدار ہوتے تو اس طرح کہتے۔ اس رب کی تعریف

ہے جس نے مرنے کے بعد زندگی عطا فرمائی
اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔
(بخاری لیکن امام مسلم نے اس حدیث کو
حضرت براء سے روایت کیا ہے)

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پریشان ہونا:

مشکوٰۃ شریف "بَابُ الدَّعْوَاتِ فِی الْاَوْقَاتِ" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پریشانی کے وقت یہ کلمات پڑھتے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبُّ الْاَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ ٥ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

عظیم اور حلیم خالق کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش عظیم کا رب ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آسمانوں اور زمینوں اور عرش عظیم کا رب ہے۔ (متفق علیہ)

(۶) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زخمی ہونا:

صحیح بخاری شریف کتاب الجہاد والسیر "بَابُ الْمِجَنِّ وَ مَنْ یَّتَتَرَّسُ بِتُرْسِ صَاحِبِهٖ" میں ہے۔

عَنْ سَهْلٍ قَالَ لَمَّا كُسِرَتْ بَیْضَةُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَاْسِهٖ وَاُدْمِیَ وَجْهُهٗ وَ كُسِرَتْ رَبَاعِیَتُهٗ وَ كَانَ عَلِیٌّ یَخْتَلِفُ بِالْمَآءِ فِی الْمِجَنِّ وَ كَانَتْ فَاطِمَةُ تَغْسِلُهٗ فَلَمَّا رَاَتِ الدَّمَ یَزِیْدُ عَلَی الْمَآءِ كَثْرَةً عَمَدَتْ اِلٰی حَصِیْرٍ فَاَحْرَقَتْهَا وَ اَلْصَقَتْهَا عَلٰی جُرْحِهٖ فَرَقَاءَ الدَّمُ۔

حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خود آپ کے سر مبارک پر توڑ دیا گیا۔ آپ کا چہرہ پرنور خون آلود ہو گیا اور سامنے کے دو دندانِ مبارک شہید کر دیے گئے تو حضرت علی اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لائے تھے اور حضرت فاطمہ دھو رہی تھیں۔ جب دیکھا کہ دھونے سے خون اور زیادہ بہنے لگا ہے تو انہوں نے بوریے کا ایک ٹکڑا جلا کر اس کی راکھ زخم پر لگا دی تو خون بند ہو گیا۔
(بخاری کتاب الطب باب حَرْقِ الْحَصِیْرِ لِیُسَدَّ بِهِ الدَّمُ)

اسی مفہوم کی حدیث صحیح بخاری شریف کتاب المغازی "بَابُ مَا اَصَابَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِرَاحِ یَوْمَ اُحُدٍ" میں بھی ہے۔

(۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھول جانا:

صحیح بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ "بَابُ مَاجَآءَ فِی الْقِبْلَۃِ" میں ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الظُّھْرَ خَمْسًا فَقَالُوْا اَزِیْدَ فِی الصَّلٰوۃِ قَالَ وَمَا ذَاکَ قَالُوْا الصَّلَّیْتَ خَمْسًا قَالَ فَثَنٰی رِجْلَہٗ وَ سَجَدَ سَجْدَتَیْنِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھیں۔لوگ عرض گزار ہوئے کہ کیا نماز میں اضافہ ہوگیا ہے۔فرمایا کہ کیا بات ہے؟ عرض گزار ہوئے کہ آپ نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے پیر موڑے اور دو سجدے کئے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام سے احکام الٰہی کے پہنچانے اور رسالت کے متعلق امور کو سرانجام دینے میں ذرا برابر بھی کوتاہی نہیں ہوتی۔اس کتاب کا ترجمہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم اے نے کیا۔عقائد کے موضوع پر یہ نہایت ہی مفید کتاب ہے اور امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے حواشی تو بہت ہی معلوماتی ہیں۔

(۸) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیوی بچے ہونا:

مشکوٰۃ شریف کتاب النکاح "بَابُ الْقَسْمِ" پہلی فصل میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُبِضَ عَنْ تِسْعِ نِسْوَۃٍ وَّکَانَ یُقْسِمُ مِنْھُنَّ لِثَمَانٍ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وصال کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نو ازواج مطہرات تھیں اور ان میں سے آٹھ کی آپ نے باریاں مقرر فرمائی ہوئی تھیں (متفق علیہ)

نوٹ: حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بوڑھی ہوگئی تھیں اور انہوں نے اپنی باری بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی ہوئی تھی۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن "بَابٌ فِیْ اَخْلَاقِہٖ وَ شَمَائِلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" کی

تیسری فصل میں ہے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا كَانَ اَرْحَمَ بِالْعِيَالِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِبْرَاهِيْمُ اِبْنُهُ مُسْتَرْضِعًا فِيْ عَوَالِي الْمَدِيْنَةِ فَكَانَ يَنْطَلِقُ وَ نَحْنُ مَعَهُ فَيَدْخُلُ الْبَيْتَ وَ اِنَّهُ لَيُدَّخَنُ وَ كَانَ ظِئْرُهُ قَيْنًا فَيَاْخُذُهُ فَيُقَبِّلُهُ ثُمَّ يَرْجِعُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

عمرو بن سعید سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو اپنے اہل وعیال پر مہربان نہیں دیکھا۔ آپ کے صاحبزادے حضرات ابراہیم کو مدینہ منورہ کے عوالی میں دودھ پلایا جاتا تھا۔ آپ تشریف لے گئے تو ہم بھی آپؐ کے ساتھ گئے۔ آپؐ اندر داخل ہوئے تو دھواں بھرا ہوا ہوتا کیونکہ اس کا رضائی باپ (ابو یوسف) لوہار تھا۔ آپؐ انہیں لے کر بوسہ دیتے، پھر لوٹ آتے۔ (مسلم)

(۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ مرہ زندگی کے کام کاج کرنا:

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن "بَابٌ" فِيْ اَخْلَاقِهٖ وَ شَمَائِلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْصِفُ نَعْلَهُ وَ يَخِيْطُ ثَوْبَهُ وَ يَعْمَلُ فِيْ بَيْتِهٖ كَمَا يَعْمَلُ اَحَدُكُمْ فِيْ بَيْتِهٖ وَ قَالَتْ كَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ يَفْلِيْ ثَوْبَهُ وَ يَحْلُبُ شَاتَهُ وَ يَخْدُمُ نَفْسَهُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مبارک جوتوں کو گانٹھ لیتے اور اپنے کپڑے کو سی لیتے اور اپنے گھر کا کام کر لیتے جیسے کوئی دوسرا اپنے گھر کا کام کرتا ہے اور فرمایا کہ آپ بھی بشروں میں سے ایک بشر تھے۔ اپنے کپڑوں سے دوسروں کی جوئیں نکال دیتے، اپنی بکری کا دودھ دوہ لیتے اور اپنے ذاتی کام خود کرلیا کرتے۔ (ترمذی)

(۱۰) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حوائج ضروریہ:

صحیح بخاری کتاب الوضوء "بَابُ مَا جَآءَ فِيْ غَسْلِ الْبَوْلِ" میں ہے۔

عطا بن ابو میمونہ سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَبَرَّزَ لِحَاجَتِهِ اَتَيْتُهُ بِمَآءٍ فَيَغْسِلُ بِهٖ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رفع حاجت سے فارغ ہو جاتے تو میں آپ کی خدمت میں پانی پیش کر دیتا تو آپ اس سے استنجا فرما لیتے۔

صحیح بخاری کتاب الدعوات "باب الدُّعَآءِ عِنْدَ الْخَلَآءِ" میں عبدالعزیز بن صہیب نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہونے لگتے تو کہتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

اے اللہ! میں ناپاکی اور ناپاکوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

سنن ابن ماجہ کے اَبْوَابُ الطَّهَارَةِ وَسُنَنِهَا کے باب مَا يَقُوْلُ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے تشریف لاتے تو کہا کرتے۔ غُفْرَانَكَ

(۱۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غسل جنابت:

صحیح بخاری شریف "بَابُ الْغُسْلِ" پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا غْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَاءَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ يَتَوَضَّاءُ كَمَا يَتَوَضَّاءُ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ يُدْخِلُ اَصَابِعَهٗ فِي الْمَآءِ فَيُخَلِّلُ بِهَا اُصُوْلَ شَعْرِهٖ ثُمَّ يَصُبُّ عَلٰى رَأْسِهٖ ثَلٰثَ غَرَفَاتٍ بِيَدَيْهِ ثُمَّ يُفِيْضُ الْمَآءَ عَلٰى جِلْدِهٖ كُلِّهٖ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت فرماتے تو پہلے اپنے ہاتھوں کو دھوتے پھر نماز کا سا وضو کرتے پھر پانی میں انگلیاں ڈال کر پانی لے کر اپنے سر کے بالوں کا خلال کرتے پھر سر پر تین چلو پانی ڈال کر پورے بدن پر پانی بہایا کرتے۔ (متفق علیہ)

صحیح بخاری "کتاب الغسل" میں ہے۔

عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَآءٍ وَّاحِدٍ مِّنْ جَنَابَۃٍ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل جنابت کرلیا کرتے تھے۔

صحیح بخاری شریف کتاب الوضو "بَابُ غَسْلِ الْمَنِیِّ وَفَرْکِہٖ وَغَسْلِ مَایُصِیْبُ مِنَ الْمِرْاَۃِ" میں ہے۔

عَنْ سُلَیْمٰنَ بْنِ یَسَارٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْسِلُ الْجَنَابَۃَ مِنْ ثَوْبِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَخْرُجُ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَاِنَّ بُقَعَ الْمَآءِ فِیْ ثَوْبِہٖ۔

سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے جنابت کو دھویا کرتی۔ آپ نماز کے لئے تشریف لے جاتے اور پانی کی تری آپ کے کپڑے میں باقی رہتی تھی۔

(۱۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکرانا:

شمائل ترمذی "بَابُ مَاجَآءَ فِیْ ضِحْکِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں ہے۔

عَنْ عَبْدِالْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ قَالَ مَارَاَیْتُ اَحَدًا کَثِیْراً مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

حضرت عبدالحارث بن جزء فرماتے ہیں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر تبسم فرمانے والا کوئی نہیں دیکھا۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ مَاکَانَ ضِحْکُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا تَبَسُّمًا۔

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی صرف مسکراہٹ ہوتی تھی۔

(۱۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آنا:

شمائل ترمذی "بَابُ کَیْفَ کَانَ کَلَامُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" میں ہے۔

وَاِذَاغَضِبَ اَعْرَضَ وَاَشَاحَ

جب آپ کو غصہ آتا تو منہ پھیر لیتے اور کنارہ کش ہو جاتے۔

(۱۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وفات پانا:

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن "بَابُ مَنَاقِبِ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں خم نامی چشمے پر خطبہ دینے کھڑے ہوئے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی، وعظ ونصیحت فرمائی، پھر ارشاد ہوا امابعد اے لوگو!

اَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ اَنْ يَّاتِيَنِيْ رَسُوْلُ رَبِّيْ فَاُجِيْبُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

میں بشر ہوں۔ قریب ہے کہ اللہ کا قاصد (ملک الموت) میرے پاس آئے اور میں اسے قبول کرلوں (مسلم)

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن "باب وصال النبی صلی اللہ علیہ وسلم" میں ہے۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَتْلٰى اُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِ سِنِيْنَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْاَحْيَاءِ وَالْاَمْوَاتِ ثُمَّ طَلَعَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ اِنِّيْ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ فَرَطٌ وَّاَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيْدٌ وَّاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ وَاِنِّيْ لَاَنْظُرُ اِلَيْهِ وَاَنَا فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا وَاِنِّيْ قَدْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ وَاِنِّيْ لَسْتُ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ وَلٰكِنِّيْ اَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا وَزَادَ بَعْضُهُمْ فَتَقْتَتِلُوْا فَتَهْلِكُوْا كَمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ سال کے بعد شہیدانِ اُحد پر نماز جنازہ پڑھی۔ جیسے زندوں اور مردوں کو رخصت فرما رہے ہیں۔ پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا، میں بندوبست کرنے کے لئے تم سے پہلے تمہارے اوپر گواہ ہوں اور تمہارے ملنے کی جگہ حوض کوثر ہے اور میں اسے دیکھ رہا ہوں حالانکہ اس جگہ میں ہوں اور یقیناً مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں اور مجھے تمہارے متعلق یہ ڈر نہیں ہے کہ میرے بعد شرک کرو گے بلکہ تمہارے متعلق دنیا کا ڈر ہے کہ اس سے رغبت کرنے لگو گے۔ بعض نے کہا ہے آپس میں ایک دوسرے کو قتل کر کے ہلاک ہو گے جیسے تم سے پہلے لوگ ہلاک ہوئے۔ (متفق علیہ)

صحیح بخاری شریف کتاب الانبیاء میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب وصال ہوا تو آپ کی عمر مبارک تریسٹھ سال تھی۔

س: جب تمام انبیاء علیہم السلام میں تمام لوازمات بشریت پائے جاتے ہیں تو پھر کیا وہ ہمارے جیسے عام بشر (انسان) ہی ہوئے؟
یا کیا عام لوگوں اور پیغمبروں کی بشریت میں کوئی فرق نہیں؟

ج: مشکوٰۃ شریف "بَابُ تَغَیُّرِ النَّاسِ" میں پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَکُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَّ ذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰی لَوْدَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْھُمْ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ الْیَھُوْدَ وَ النَّصَارٰی قَالَ فَمَنْ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں پر ضرور چلو گے بالشت کے ساتھ بالشت اور ہاتھ کے ساتھ ہاتھ۔ یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوں تو تب بھی تم ان کی پیروی کرو گے۔ عرض کی گئی کہ یا رسول اللہؐ! یہود و نصاریٰ کی؟ فرمایا اور کس کی (متفق علیہ)

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الانبیاء "بَابُ مَاذُکِرَ عَنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ" میں ہے
ہر دور کے مشرکین اللہ کے انبیاء اور رسولوں کو صرف اسی وجہ سے ہی جھٹلاتے رہے تھے کہ وہ انبیاء اور رسولوں کو بالکل اپنے جیسا ہی خیال کرتے تھے اور اس چیز کی طرف ان کا خیال ہی نہیں جاتا تھا کہ وہ ہیں تو بشر لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو رسالت و نبوت کے اعلیٰ منصب پر فائز کیا ہے ان کو وحی الٰہی بھی آتی ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے معجزات سے بھی تو نوازا ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے صحیفوں اور کتابوں سے بھی تو نوازا ہے۔

سورہ ابراہیم پ ۱۳ آیت نمبر ۱۰ میں ہے۔

قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ط

بولے تم تو ہمیں جیسے آدمی ہو

سورۃ یٰسٓ پ ۲۲ آیت نمبر ۱۵ میں ہے۔

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَ مَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَکْذِبُوْنَ ۝

بولے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی اور رحمٰن نے کچھ نہیں اتارا تم نرے جھوٹے ہو۔

حضرت صالح علیہ السلام سے کہا۔

مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا — تم تو ہمیں جیسے آدمی ہو۔

(پ ۱۹ سورۃ الشعراء آیت نمبر ۱۵۴)

حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا۔

وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ — تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی، اور بے شک ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔

(پ ۱۹ سورہ الشعر آیت نمبر ۱۸۶)

حضرت نوح علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کی یوں آپس میں ہنسی اڑاتے۔

مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ — یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی چاہتا ہے کہ تمہارا بڑا بنے (پ ۱۸ سورہ المومنون آیت نمبر ۲۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے متعلق یوں کہا۔

فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ۝ — تو بولے کیا ہم ایمان لے آئیں اپنے جیسے دو آدمیوں پر اور ان کی قوم ہماری بندگی (زیر فرمان ہیں) کر رہی ہے تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو ہلاک کیے ہوؤں میں ہو گئے۔

(پ ۱۸ سورہ لاموسنون آیت نمبر ۴۷، ۴۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یوں کہا۔

وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۔ — اور ظالموں نے آپس میں خفیہ مشاورت کی کہ یہ کون ہیں ایک تمہی جیسے آدمی تو ہیں۔

(پ ۱۷ سورہ الانبیاء آیت نمبر ۳)

ان کے جواب میں پیغمبروں نے ہمیشہ اپنی مذکورہ بالا حقیقت کو بیان فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ — تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا۔

(پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۹۳)

ایک اور موقع پر فرمایا۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَیَّ — تم فرماؤ کہ میں تم ہی جیسا بشر ہوں (فرق یہ ہے کہ) مجھے وحی آتی ہے۔

(پ۱۶ سورہ الکہف آیت نمبر ۱۱۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝ — میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی اور اسی نے مجھے نبی بنایا۔

(پ۱۶ سورہ مریم آیت نمبر ۳۰)

سورہ التغابن پ ۲۸ آیت نمبر ۵، ۶ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا ۔ — کیا تمہیں (اے کفار مکہ) ان کی خبر نہ ہوئی جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا اور اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ اس لئے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لاتے تو بولے کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے؟ تو کافر ہوئے۔

سورہ الانعام پ ۷ آیت نمبر ۹۱ میں ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ — اور یہود نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہئے تھی، جب بولے اللہ نے کسی آدمی پر کچھ نہیں اتارا

آج کل جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ انبیاء ہم جیسے بشر ہی تھے۔ جیسے ہم ہیں۔ ویسے ہی وہ تھے تو یہ مقام نبوت و رسالت سے بے بہرا اور پرلے درجے کے گستاخ ہیں۔ انبیاء علیہم السلام جسد عنصری اور لباس بشریت میں ضرور ہوتے ہیں لیکن ان کا مقام ہم جیسے عام بشروں سے بہت اعلیٰ و افضل ہے۔

ایک وہ بشر جو محض بشر ہی ہے اور ایک وہ بشر جس پر وحی الٰہی آئے دونوں کیونکر برابر ہو سکتے ہیں۔ مسلمان اور کافر جو ظاہری بشرہ ایک جیسا ہی رکھتے ہیں۔ بوجہ ایمان اور عدم ایمان دونوں ایک جیسے نہیں۔ افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستون۔

تو نبی اور امتی ایک جیسے کیونکر ہوں؟

قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ اس نے جہاں انبیاء کرام کی بشریت کو بیان فرمایا ہے وہاں انہیں محض بشر نہیں کہا بلکہ وصف رسالت و نبوت کے ساتھ ان کی بشریت کو بیان فرمایا ہے۔ عقل مند خود ہی سمجھ جائے کہ وہ بشر جسے وصف رسالت سے متصف فرمایا وہ عام بشر نہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا۔

مُحَمَّدٌ بَشَرٌ لَا کَالْبَشَرِ　　　یَاقُوتٌ حَجَرٌ لَا کَالْحَجَرِ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بشر ہیں عام بشروں جیسے نہیں یاقوت پتھر ہے مگر عام پتھروں جیسا نہیں۔

کہنے کو سڑکوں پر پڑنے والا بھی پتھر ہے اور بادشاہوں کے تاجوں میں جڑے ہوئے ہیرے بھی پتھر ہی ہیں مگر دونوں ایک جیسے نہیں۔

◎◎◎

س: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند خصائص مختصراً بیان کریں جو آپ کو تمام انبیاء، رسولوں اور بنی نوع انسان سے ممتاز کرتے ہیں اور آپ کو بلند، اعلیٰ و ارفع مقام پر پہنچا دیتے ہیں کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر؟

ج: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اوّل الخلق ہونا:

سورۃ الانعام پ ۸ آیت نمبر ۱۶۲ اور ۱۶۳ میں ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ○

تم فرماؤ۔ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو رب سارے جہان کا۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اولیت اس اعتبار سے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اول مخلوقات ہیں تو ضرور اول المسلمین ہوئے۔

سورۃ الزمر پ ۲۳ آیت نمبر ۱۲ میں ہے۔

وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ

میں حکم کیا گیا ہوں کہ میں سب اسلام لانے والوں میں سے اول ہوں۔

اس آیت کریمہ سے صاف صراحۃً واضح ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اول المسلمین تب ہی ہو سکتے ہیں جب آپ سب مخلوق سے مقدم ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا "میں پیدائش میں تمام نبیوں کا اول ہوں اور مبعوث ہونے میں آخر ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محض نام لے کر خطاب نہیں فرمایا:

یہ آپ کی امتیازی شان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کسی بھی مقام پر آپ کو نام لے کر نہیں پکارا جب کہ دوسرے انبیاء کو ان کے نام سے خطاب کیا۔ مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا۔

يٰاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ — اے آدم! بتا دے انہیں سب (اشیاء کے) نام

(پ۲ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۳۳)

يٰاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ — اے آدم! تو اور تیری بیوی جنت میں رہو۔

(پ۲ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۳۵)

(۲) حضرت نوح علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

يٰا نُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَكٰتٍ — اے نوح! کشتی سے اتر ہماری طرف سے سلام اور برکتوں کے ساتھ۔

(پ۱۱ سورۃ ھود آیت نمبر ۴۸)

(۳) حضرت ذکریا علیہ السلام کو فرمایا۔

يٰا ذَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ — اے ذکریا! ہم آپ کو لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔

(پ۱۶ سورۃ مریم آیت نمبر ۷)

(۴) حضرت یحییٰ علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ — اے یحییٰ! کتاب مضبوط تھام۔

(پ۱۶ سورہ مریم آیت نمبر ۱۲)

(۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

يٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ — اے موسیٰ! بے شک میں ہی ہوں اللہ، رب سارے جہاں کا۔

(پ۲۰ سورۃ القصص آیت نمبر۳۰)

يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ — اے موسیٰ! میں نے تجھے لوگوں سے چن لیا۔

(پ۹ سورۃ الاعراف آیت نمبر۱۴۴)

(۶) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا۔

يَا اِبْرَاهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا — اے ابراہیم! بے شک تو نے خواب سچا کر دکھایا

(پ۲۳ سورۃ الصّٰفّٰت آیت نمبر۱۰۴، ۱۰۵)

(۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ — اے عیسیٰ! میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا

(پ۳ سورۃ آل عمران آیت نمبر۵۵)

لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ اچھے القاب اور خطابات سے یاد فرمایا۔ کہیں آپ کو یَاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ کہہ کر پکارا۔ کہیں یایھا المدثر کہہ کر خطاب کیا کہیں طٰہٰ اور کہیں یٰسٓ جیسے پیارے الفاظ سے خطاب فرمایا۔ مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ۝ قُمِ الَّيْلَ — اے کملی اوڑھنے والے (محبوبؐ) رات میں قیام فرما۔

(پ۲۹ سورۃ المزمل آیت نمبر۱، ۲)

(۲) يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ۝ — اے چادر لپیٹنے والے پیارے اٹھ اور غافلوں کو تنبیہہ فرما۔

(پ۲۹ سورۃ المدثر آیت نمبر۱، ۲)

(۳) طٰهٰ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى۝ — اے محبوب! ہم نے تم پر یہ قرآن اس لئے نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔

(پ۱۶ سورۃ طٰہٰ آیت نمبر۱، ۲)

(۴) يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ۝ — اے رسول! تمہیں غمگین نہ کریں جو کفر پر دوڑتے ہیں۔

(پ۶ سورۃ المائدہ آیت نمبر۴۱)

(۵) يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۝ — اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ کے لئے اللہ کافی ہے اور جو آپؐ کی پیروی کرنے والے مسلمان ہیں ان کے لئے بھی۔

(پ۱۰ سورۃ الانفال آیت نمبر۶۴)

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادب کا قرینہ اس طرح سکھایا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝

(پ۲۶ سورۃ الحجرات آیت نمبر۲)

اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کریم علیہ السلام کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ہی اونچی آواز سے آپؐ کے ساتھ (بے تکلفانہ) بات کرو جس طرح تم ایک دوسرے سے کرتے ہو ورنہ (اس بے ادبی سے) تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں خبر تک نہ ہو گی۔

وَتُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ۔

(سورۃ الفتح پ۲۶ آیت نمبر۹)

اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ

(سورۃ الاعراف پ۹ آیت نمبر۱۵۷)

تو وہ جو اس پر (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں۔

پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر اور ادب و احترام ہر مسلمان پر واجب ہے۔ آپ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی سزا موت ہے۔

سورۃ التوبہ پ۱۰ آیت نمبر۶۱ میں ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝

اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ حکم دے رہا ہے کہ:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط

رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

(سورۃ النور پ۱۸ آیت نمبر۶۳)

کئی مفسرین کرام نے یہاں یہ مطلب لیا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذاتی نام یعنی محمد کہہ کر بلانے سے منع فرمایا ہے۔

اب یہ تو بالکل واضح ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے پکارنے سے منع فرمایا گیا ہے جیسے کہ ہم ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کو کیسے پکارتے ہیں

اور ہمیں اللہ عزوجل نے آپ کو کس طرح مخاطب ہونے کا حکم دیا ہے۔ اب ایک مکتبہ ہائے فکر کہتا ہے کہ آپ کو ''یا محمدؐ'' کہہ کر پکارنے سے منع فرمایا گیا ہے اور اس کے ثبوت میں درج ذیل حدیث ہے۔

حضرت ابن عباس، مجاہد اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ لوگ آپؐ کو یا محمد یا ابا القاسم کہہ کر پکارتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی عظمت کے پیش نظر ایسے پکارنے سے منع کر دیا اور حکم دیا کہ آپؐ کو یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہہ کر پکارا جائے۔

(ابن کثیر ۳:۳۰۶)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ نے ''تجلی الیقین'' میں، مفتی احمد یار خان نعیمی نے ''جاء الحق'' میں، مولانا شفیع اوکاڑوی نے ''الذکر الجمیل'' میں، علامہ سید محمود احمد رضوی نے ''مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' میں، مولانا ابوالبشیر محمد صالح نقشبندی نے ''منہاج القبول فی آداب الرسول'' میں، مولانا افتخار احمد قادری نے ''مقدمہ صحابہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' میں اور ان کے علاوہ اور بہت سے دوسرے جید علماء اہل سنت نے یہی موقف اختیار کیا ہے کہ آپؐ کو یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہہ کر پکارا جائے۔ یہ کتب بازار میں عام دستیاب ہیں۔

سورہ الحجرات پ ۲۶ آیت نمبر ۴، ۵ میں ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○	بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔ ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت سید نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے تفسیر ''خزائن العرفان'' میں اس کا شان نزول یوں بیان فرمایا ہے۔

''یہ آیت وفد بنی تمیم کے حق میں نازل ہوئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم کی خدمت میں دوپہر کے وقت پہنچے جبکہ حضورؐ آرام فرما رہے تھے۔ ان لوگوں نے حجروں کے باہر سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارنا شروع کیا۔ حضورؐ تشریف لے آئے۔ ان لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔''

اور یہ بھی آیا ہے کہ انہوں نے یا محمدؐ، یا محمدؐ کہہ کر پکارا تھا۔
اب ہم روزمرہ زندگی میں اس کی مثالیں لیتے ہیں۔
ایک باپ یا گھر کا کوئی فرد اپنی بیٹی یا عزیزہ کو مخاطب کرتا ہے تو اسے اے (یا) سے مخاطب کرتا ہے جیسے:

اے نائیلہ! تم یہاں کیا کر رہی ہو؟

اے نجیلہ! کھانا پک گیا ہے؟

اے سمعیہ! تم کہاں جا رہی ہو؟

اے سعدیہ! دروازہ بند کرلو۔

اے نورالہدیٰ! سکول کا کام کرلو۔

ان مثالوں سے بھی ثابت ہوا کہ عام روزمرہ زندگی میں بھی ہم اسی طرح ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہیں۔ اس لئے یا محمدؐ (اے محمدؐ) کہہ کر پکارنے سے ہی منع فرمایا گیا ہے۔

ایک دوسرا مکتبہ ہائے فکر آپ کو ''یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' کہنا بھی جائز رکھتا ہے۔ وہ اپنے موقف میں درج ذیل احادیث پیش کرتا ہے۔

(۱) امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اگر کسی کا پاؤں سن ہو جائے تو کیا کہے؟
پھر حدیث نقل کرتے ہیں۔

حَدِرَتْ رِجْلُ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ
(الادب المفرد امام بخاری محمد بن اسماعیل ص ۲۰۸ طبرانی الکبیر ص ۳۲۲ ج ۱، مجمع الزوائد ص ۱۳۸ ج ۱۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہو گیا تو کسی نے ان سے کہا۔ اس کو یاد کرو جو تمہیں سب لوگوں سے پیارا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ''یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' پاؤں اسی وقت ٹھیک ہو گیا۔

اس کے علاوہ امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا پاؤں سن ہو گیا تو انہوں نے یا مُحَمَّدَاهُ کہا۔

(۲) عثمان بن حنیف کہتے ہیں کہ ایک نابینا نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا کریں کہ میری آنکھیں صحیح سالم ہو جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اچھا وضو کرد

اور پھر دو رکعت پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ لِتُقْضٰی لِیْ فَشَفِّعْہُ فِیَّ

(صحیح) امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور بیہقی نے الدلائل والدعوات میں اس کی تصحیح کی ہے۔

اس روایت کو ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، حاکم، بیہقی، طبرانی سب نے نقل کیا ہے۔

ترجمہ: یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے جو نبی رحمت ہیں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

یا محمد میں آپؐ کے وسیلے سے اپنی حاجت کے بارے میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تا کہ میری حاجت پوری کی جائے تو آپؐ میرے بارے میں خدا کے حضور سفارش کر دیجئے۔

چنانچہ اس نابینا نے ایسا ہی کیا، اسی وقت اس کی آنکھیں کھل گئیں۔

(۳) جب مسلیمہ کذاب سے جنگ ہو رہی تھی۔ اس وقت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسلامی فوج کا نشان مقرر کرتے ہوئے آواز دی۔

نَادٰی خَالِد بن الولیدُ بشِعَارُ الْمُسْلِمِیْنَ یَا مُحَمَّدَاہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

(فتوح الشام جلد اول ص ۱۶۰)

ابن اثیر نے البدایہ جلد ۶ صفحہ نمبر ۳۲۴ میں لکھا ہے۔

کان شعارھمہ یومئذٍ یا محمّداہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۴) میدان کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت امام حسین کی لاش مبارک کو خاک وخون میں دیکھ کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں پکارا۔

یَا مُحَمَّدَاہُ یا مُحَمَّدَاہُ صَلّٰی عَلَیْکَ اللّٰہُ وَ مَلِکُ السَّمَاءُ ھٰذا حُسین بِالعَدَاۃُ مُزَمَّلٌ بِالدِمَاہُ مُقَطع الاعضاءَ یا مُحَمَّدَاہُ وَبَنَاتُکَ سَبَایا وَذُرِیتکَ مُقتَلۃٌ تسفِی علیھا الصَّبا، یَا محمّداہُ یا مُحَمَّدَاہُ (البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ۷ صفحہ نمبر ۱۹۳)

آپؐ پر اللہ کا اور آسمان کے فرشتوں کا درود یہ حسین بے گور وکفن پڑے ہیں۔ خون میں لت پت اعضا کٹے ہوئے ہیں یَا مُحَمَّدَاہُ آپؐ کی بیٹیاں قیدی ہیں اور آپکی اولاد کو قتل کر دیا گیا ہے؛ ہوا ان پر خاک ڈال رہی ہے۔

حضرت عبیدہ بن الجراح کی قیادت میں جو اسلامی لشکر حلب میں لڑ رہا تھا۔ اس وقت بھی یہ نعرہ لگایا گیا۔

یَا مُحَمَّد یَا مُحَمَّد یَانَصرَ اللّٰہ اَنزِل

(تاریخ فتوح الشام جلد اول)

(۲) عَنْ ثُوبَانَ مَولٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُنْتُ قَائِمًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَآءَ حِبْرٌ مِّنْ اَحْبَارِ الْیَھُوْدِ، فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ، فَدَفَعْتُهُ دَفْعَةً کَادَ یُصْرَعُ مِنْهَا، فَقَالَ لِمَ تَدْفَعُنِیْ، فَقُلْتُ اَلَا تَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، فَقَالَ الْیَھُوْدُ اِنَّمَا تَدْعُوْهُ بِاسْمِهِ الَّذِیْ سَمَّاهُ بِهٖ اَهْلُهٗ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، اِنَّ اسْمِیْ مُحَمَّدُنِ الَّذِیْ سَمَّانِیْ بِهٖ اَهْلِیْ۔

صحیح مسلم شریف ج ۱ صفحہ ۱۴۶ کتاب الطہارت باب الذکر المستحب عقب الوضو۔

یا محمد کہنے سے منع کرنے والے اسے اپنی دلیل میں پیش کرتے ہیں اور یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہنے والے کہتے ہیں۔ کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو صاف کہہ رہے ہیں کہ بے شک میرا نام جو گھر والوں نے رکھا ہے۔ وہ تو محمد ہی ہے اور ناراضگی کا اظہار بھی نہیں فرمارہے۔

اب عدنان اگر کہتا ہے کہ احتراماً صرف محمد کہنے کی بجائے یا محمد کہنا بہتر ہے اور نجیب اللہ کہتا ہے کہ یا محمد کہنا گناہ ہے تو اس کا فیصلہ کس طرح سے ہو۔ عدنان نے اپنے دلائل پیش کر دیئے، نجیب اللہ نے اپنے دلائل پیش کر دیئے۔

عدنان روزمرہ زندگی سے بھی اس کی اس طرح مثال بھی دیتا ہے۔

عادل میری اس کام میں مدد کرو۔

اے عادل میری اس کام میں مدد کرو۔

عدنان کہتا ہے کہ اوپر والے فقرہ میں حکمیہ انداز لگتا ہے۔ اس لئے دوسرا فقرہ بہتر ہے۔ اس لئے جو صرف محمد کہتے ہیں۔ وہ گستاخی کرتے ہیں۔ اس لئے یا محمد کہنا بہتر ہے۔ ایک مثال اس طرح سے دی جاسکتی ہے۔

محمد کے آخری نبی ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے۔ (اس میں بے ادبی صاف محسوس ہو رہی ہے)

لیکن اگر وہ یہ کہتا ہے کہ:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے تو یہ درست ہے۔ اس میں پورا احترام پایا جاتا ہے۔ یعنی محمد کے ساتھ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اضافہ کرنے سے بے ادبی ختم ہوگئی ہے۔

اگر یا محمد کہنا بے ادبی ہوتا تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، "یا محمد" نہ کہتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نابینا صحابی کو جو دعا تعلیم فرمائی اس میں بھی یا محمد ہے۔ حضرت ثوبان والی حدیث میں بھی آپ کی ناراضگی کا اظہار نہیں۔ نیز قرآن مجید کی وہ سورتیں جو قل سے شروع ہو رہی ہیں وہاں بھی اسی طرح مخاطب کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سورہ نور کی بیان کردہ آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس واضح طور پر فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یا محمد کہہ کر پکارنے سے منع فرمادیا اور یا نبی اللہ، یا رسول اللہ پکارنے کا حکم دیا۔

اب کس طرح سے ان احادیث میں مطابقت ہو کہ دونوں اطراف کی صحیح احادیث کا انکار بھی نہ ہو۔

ایک خیال تو یہ ہے کہ صحابہ کو آپ کو "یا محمد" یا صرف "محمد" پکارنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اسی لئے صحابہ کرامؓ سے مروی احادیث میں یا رسول اللہ جیسے القاب سے ہی خطاب کیا گیا ہے۔ یعنی جب آپ صحابہ کرام کے سامنے ہوتے تو قطعاً "یا محمد" یا صرف "محمد" سے ہرگز مخاطب نہ کرتے تھے۔ صرف یا رسول اللہ، یا نبی اللہ جیسے القاب سے مخاطب کرتے لیکن جب آپؐ ان کے سامنے نہ ہوتے تو وہ آپ کو یا محمد کے لقب سے بھی پکار لیتے جیسے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث میں ہے۔ آپؐ ان کے سامنے نہیں تھے۔ نابینا صحابی کو جو دعا تعلیم فرمائی اس نے جب اس دعا کو پڑھا آپؐ سامنے نہیں تھے۔ جنگ یمامہ والی روایت میں بھی آپ صحابہ کرامؓ کے سامنے نہیں تھے۔

دوسرا موقف یہ ہے کہ ہر حالت میں آپ کے نام کے ساتھ "صلی اللہ علیہ وسلم" کا پڑھنا ضروری ہے۔ اگر صرف محمد کہیں تو ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا ضروری ہے اگر یا محمد کہیں تب بھی ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا ضروری ہے تاکہ قرآن پاک میں جیسے آپس میں بولنے سے منع فرمایا گیا ہے اس کی نفی ہو جائے۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بخیل ہے جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ درود نہ پڑھے۔

میں اپنی اس بحث کو اس حدیث پر ختم کرتا ہوں جو مشکوٰۃ شریف بَابُ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ فَضْلِھَا اور سنن نسائی شریف فَضْلُ التَّسْلِیْمِ عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَآءَ ذَاتَ یَوْمٍ وَ الْبُشْرٰی فِی وَجْھِہٖ فَقَالَ اِنَّہٗ جَآءَنِیْ جِبْرَئِیْلُ فَقَالَ اِنَّ رَبَّکَ یَقُوْلُ اَمَا یُرْضِیْکَ یَا مُحَمَّدُ اَنْ لَّا یُصَلِّیَ عَلَیْکَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِکَ اِلَّا صَلَّیْتُ عَلَیْہِ عَشْرًا وَّلَا یُسَلِّمُ عَلَیْکَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِکَ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَیْہِ عَشْرًا ○

(حَسَن")

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مجمع صحابہ میں) اس انداز میں تشریف لائے کہ آپؐ کے چہرہ مبارک سے مسرت کے آثار نمایاں تھے۔ آپؐ نے فرمایا جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم (یا محمد) کیا آپؐ اس بات سے مسرور نہیں ہونگے کہ اگر آپؐ کا کوئی امتی ایک بار درود شریف پڑھے تو میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں اور ایکبار آپؐ پر سلام پڑھے تو میں اس پر دس بار سلامتی بھیجوں۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ آپ کو یاایھا النبی، یاایھا الرسول جیسے القاب سے مخاطب کرتا رہا ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو یا محمد کے لقب سے بھی مخاطب کیا ہے۔

لہٰذا میں ایک بار پھر کہوں گا کہ تنہا "یا محمد" اور "محمد" نہیں کہنا چاہئے۔ اس کے ساتھ "صلی اللہ علیہ وسلم" کہنا ضروری اور بہت ضروری ہے

نوٹ: قرآن مجید میں حکم باری تعالیٰ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجو اور قرآن مجید میں ہی حکم دیا گیا ہے کہ آپ کو ایسے نہ پکارو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ یا نبی اللہ، یارسول اللہ ہو۔ اس طرح ان دونوں احکام کی تعمیل اس طرح ہوئی کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ، یعنی رسول اللہ، یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

ضمیمہ

ابھی کتاب مکمل نہیں ہوئی تھی کہ مجھے کچھ مواد اس موضوع کے متعلق اور ملا تو میں نے اس کا اضافہ کر دیا۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینے میں داخل ہوئے تو:

فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ فَوْقَ الْبُیُوْتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔

مرد اور عورتیں گھروں پر چڑھ گئے اور بچے اور غلام گلی کوچوں میں بکھر گئے اور یہ نعرے لگاتے تھے یا محمد، یا رسول اللہ، یا محمد، یا رسول اللہ۔

(صحیح مسلم جلد دوم ص ۴۱۹ باب حدیث الھجرۃ)

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد اور یا رسول اللہ پکارنا جائز ہے لیکن ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور پڑھیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم اہل سنت و جماعت جو یہ نعرے لگاتے ہیں کہ

نعرہ رسالت...... یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

اب کوئی یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما چکے تو پھر خطاب، نداء، مکالمہ کی حدیث صحیح پیش کرو تو وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

صحیح بخاری شریف کتاب الجنائز باب الدُّخُوْلِ عَلَی الْمَیِّتِ بَعْدَ الْمَوْتِ اِذَا اُدْرِجَ فِیْ کَفْنِہٖ میں ہے۔

عَنِ الزُّھْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ سَلَمَۃَ اَنَّ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْہُ قَالَتْ اَقْبَلَ اَبُوْ بَکْرٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَلٰی فَرَسِہٖ مِنْ

زہری نے کہا ابو سلمہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں بتاتے ہوئے فرمایا: حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مَسْكَنِہٖ بِالسُّنْحِ حَتّٰی نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ یُکَلِّمِ النَّاسَ حَتّٰی دَخَلَ عَلٰی عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فَتَیَمَّمَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ ھُوَ مُسَجًّی بِبُرْدِ حِبَرَۃٍ فَکَشَفَ عَنْ وَجْھِہٖ ثُمَّ اَکَبَّ عَلَیْہِ فَقَبَّلَہٗ ثُمَّ بَکٰی فَقَالَ بِاَبِیْ اَنْتَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ لَا یَجْمَعُ اللّٰہُ عَلَیْکَ مَوْتَتَیْنِ اَمَّا الْمَوْتَۃُ الَّتِیْ کُتِبَتْ عَلَیْکَ فَقَدْ مُتَّھَا۔

اپنے سخ (جگہ کا نام) والے گھر سے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے، اترے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ لوگوں سے بات نہ کی۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا چاہتے تھے جنہیں یمنی چادر اڑھائی ہوئی تھی۔ چہرہ مبارک کھولا، پھر جھکے اور آپؐ کو بوسہ دیا۔ پھر رو پڑے اور کہا۔''یا نبی اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! اللہ تعالیٰ آپؐ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ جو موت آپؐ کے لئے لکھی گئی وہ وارد ہو چکی۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نداء اس لئے نہیں کرنا چاہئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے اور مردہ نداء اور خطاب نہیں سنتا ہے اور نہ اس کو سمجھ سکتا ہے اگر واقعی حقیقت یہی ہوتی تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب، نداء اور مکالمہ نہ کرتے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے باقاعدہ باتیں کیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کے بعد نداء کرنے کی ایک اور معتبر حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

''حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا کہ''السلام علیک یارسول اللہ......!''میں نے اللہ سے سنا ہے کہ وہ فرماتا ہے کہ اگر انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے تو یہ آپ کے پاس آئیں اور اللہ سے بخشش طلب کریں اور رسول بھی ان کے لئے بخشش طلب کرے تو وہ اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا پائیں گے۔ لہٰذا اب میں اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہوئے اپنے رب کے پاس آپ کو شفیع اور سفارشی بناتے ہوئے آپؐ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہوں۔ پھر اس نے یہ شعر پڑھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے کہ ساری مخلوق سے بہتر جن کا جسم مبارک مٹی میں مدفون ہوا پس ان کی خوشبو سے ٹیلے اور میدان مہک اٹھے۔

میری جان قربان ہو اس قبر انور پر جس میں آپؐ جلوہ افروز ہیں۔ اس قبر میں تو مجسّم پاکیزگی، سخاوت اور شرافت ہے۔ یہ عرض کرنے کے بعد جب وہ اعرابی واپس لوٹا تو حضرت عقبہ رضی اللہ

عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت میری آنکھ لگ گئی اور میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپؐ نے خواب میں فرمایا۔ اے عقبہ! اس اعرابی کو مل کر خوش خبری سناؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما دیا ہے۔"

الغرض آپؐ کی وفات کے بعد آپ کو نداء خطاب کرنا جائز ہے۔ آپؐ کی بارگاہ میں اپنی مشکلات کا پیش کرنا تا کہ آپؐ اللہ تعالیٰ سے ان مشکلات، مصیبتوں کے حل کیلئے دعا کریں۔ جائز ہے اور صحابہ کرام کا یہ عقیدہ تھا کہ آپؐ حیات ہیں اور وہ دور و نزدیک سے سفر کر کے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک صحیح حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ اَبِیْ دَاوُدَ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ قَالَ اَقْبَلَ مَرْوَانَ یَوْمًا فَوَجَدَ رَجُلًا وَاضِعًا وَجْهَهٗ عَلَی الْقَبْرِ فَقَالَ اَتَدْرِیْ مَاتَصْنَعُ فَاَقْبَلَ عَلَیْهِ فَاِذَاهُوَ اَبُوْ اَیُّوْبَ فَقَالَ نَعَمْ جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ آتِ الْحَجَرَ۔

(مسند احمد ص ۴۲۲ ج ۵، مستدرک حاکم ص ۵۱۵ ج ۴ مجمع الزوائد ص ۵ ج ۴)

حضرت ابوداؤد بن ابی صالح سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں ایک دن مروان روضہ رسولؐ پر حاضر ہوا تو دیکھا ایک شخص اپنا چہرہ قبر انور پر رکھے ہوئے ہے۔ مروان نے اس سے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے تم کیا کر رہے ہو۔ اس شخص نے جب اپنا چہرہ اٹھایا تو وہ صحابی رسول حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ انہوں نے فرمایا ہاں! میں جانتا ہوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا۔

حاکم اور امام دین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اسی طرح حضرت بلال جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ملک شام چلے گئے تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اپنی ملاقات کے لئے کہا تو وہ بھی ملک شام سے سفر کر کے فوراً مدینہ منورہ پہنچے اور مزار انور پر حاضری دی اور اس سے لپٹ گئے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مزار انور یا اس کی جالیوں کو ہاتھ لگانا جائز ہے لیکن علماء کرام نے ادب کے لئے منع فرما دیا ہے۔

اسی طرح جب یہودی سرنگ لگا کر مزار انور سے آپ کے جسد مبارک کو چرانے کے لئے کوشش کر رہے تھے تو سلطان نور الدین محمود زنگی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں مطلع فرمایا تو وہ فوراً

طویل سفر طے کر کے مزار پر انور پر حاضر ہوا اور ان یہودیوں کو شناخت کر کے قتل کیا اور روضہ انور کے گرداگرد سیسہ اور دوسری دھاتوں کو پگھلا کر زمین کی گہرائی تک دیواریں بنادیں۔

اس تاریخی واقعہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ اپنے مزار پر انوار میں حیات ہیں اور آپ کے مزار کی طرف سفر کرنا بھی جائز ہے۔

دیو بندیوں کے بڑے پیرو مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اپنی کتاب ضیاء القلوب ص ۴۵ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کے کشف کا ذکر فرماتے ہیں۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مثالیہ کا تصور کر کے درود شریف پڑھے اور داہنی طرف یا احمد اور بائیں طرف یا محمد اور یا رسول اللہ ایک ہزار بار پڑھے۔ انشاء اللہ بیداری یا خواب میں زیارت ہوگی۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہونا صحیح احادیث میں آیا ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ آپؐ اپنے امتیوں کے احوال سے واقف ہوتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں زیارت کرواتے ہیں الغرض منکرین حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں غور کرنا چاہئے۔

نوٹ: اس پر مزید معلومات کیلئے شرح صحیح مسلم صفحہ نمبر ۳۱۰ تا ۳۲۲ کا مطالعہ کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اللہ کا جواب دینا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر جب کوئی جھوٹ باندھتا اور الزام تراشی کرتا تو وہ اپنا دفاع خود کرتے تھے اور مخالفین کا رد کرتے تھے لیکن جب کفار نے آپؐ پر جھوٹ باندھا، آپ کو شاعر، ساحر اور مجنون (استغفر اللہ) کہنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی طرف سے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ کا آپ کی طرف سے جواب دینا اللہ عزوجل کے ہاں آپؐ کے بلند مرتبے اور اللہ تعالیٰ کی آپؐ سے محبت کو ظاہر کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کی طرف سے حکایت کرتے ہوئے فرمایا۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ○

اس کی قوم کے سردار بولے (اے نوح) بے شک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں کہا اے میری قوم! مجھ میں گمراہی کچھ نہیں میں تو رب العالمین کا رسول ہوں

(پ ۸ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۶۰ ، ۶۱)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت ھود علیہ السلام کی طرف سے حکایت کرتے ہوئے فرمایا۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ٥ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥

اس کی قوم کے سردار بولے بے شک ہم تمہیں بے وقوف سمجھتے ہیں اور بے شک ہم تمہیں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں۔ کہا، اے میری قوم! مجھے بے وقوفی سے کیا علاقہ، میں تو پروردگارِ عالم کا رسول ہوں۔

(پ ۸ سورہ الاعراف آیت نمبر ۶۶، ۶۷)

لیکن جب کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر، ساحر اور مجنون (استغفر اللہ) کہنا شروع کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخالفین کا رد نہیں فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا دفاع کرتے ہوئے جواب دیا۔

سورۃ التکویر پ ۳۰ آیت نمبر ۲۲ تا ۲۷ میں ہے۔

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ٥ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ ٥ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ٥ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ٥ فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ ٥ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ٥

اور تمہارے صاحب (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) مجنون نہیں اور بے شک انہوں نے اسے (حضرت جبریل امین کو ان کی اصلی صورت میں) روشن کنارہ (یعنی آفتاب کے جائے طلوع) پر دیکھا اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں اور قرآن مردود شیطان کا قول نہیں پھر کدھر جاتے ہو وہ تو نصیحت ہی ہے سارے جہان کیلئے۔

ایک اور مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جادوگر، مجنون اور شاعر (استغفر اللہ) ہونے کی نفی کرتے ہوئے فرمایا۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّ لَا مَجْنُوْنٍ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۝ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۝

تو اے محبوب تم نصیحت فرماؤ (یعنی کفار مکہ کے کاہن اور مجنون کہنے کی وجہ سے آپ ان کو نصیحت کرنے سے باز نہ رہیں) کہ تم اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہو نہ مجنون۔ یا کہتے ہیں یہ شاعر ہیں ہمیں ان پر حوادث زمانہ کا انتظار ہے تم فرماؤ انتظار کئے جاؤ میں بھی تمہارے انتظار میں ہوں۔

(پ ۲۷ سورہ الطور آیت نمبر ۲۹، ۳۰، ۳۱)

سورہ الحجر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی پوری زندگی کی قسم کھا کر فرمایا کہ جو بدبخت آپ کو ساحر و مجنون جیسے نازیبا الفاظ سے پکارتے ہیں وہ خود گمراہی وضلالت کی وادیوں میں بھٹک رہے ہیں۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

اے محبوب! تمہاری زندگی کی قسم، یہ اپنی (طاقت کے) نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔

(پ ۱۴ سورہ الحجر آیت نمبر ۷۲)

اللہ تعالیٰ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے سوا کسی کی عمر وحیات کی قسم نہیں فرمائی یہ مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہے یہاں یہ حقیقت بھی بیان کردی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی کی طہارت وعصمت اس قابل ہے کہ خود رب ذوالجلال اس کی قسم کھائے۔ اس میں اعلان نبوت سے قبل بسر ہونے والی زندگی کی عصمت کی بھی واضح شہادت میسر آگئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہنے والوں کو توبہ کرنا چاہئے یہ ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا آپ کی حفاظت کا ذمہ لینا:

سورۃ المائدہ پ ۶ آیت نمبر ۶۷ میں ہے)

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے

اس آیت کے نزول سے پہلے بعض صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی خاطر پہرہ دیتے تھے کیونکہ کفار آپ کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے، اس لئے سفروں میں شب کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دیا جاتا تھا لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی تو پہرہ ہٹا دیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہرہ داروں سے فرمایا کہ تم لوگ چلے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت فرمائی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو جو دین اسلام عطا فرمایا اس کی حفاظت کی ذمہ داری کا اعلان اس طرح فرمایا۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ۝ بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انعام یافتہ بندوں کا ذکر فرمایا تو اس میں انبیاء، صدیق، شہداء اور صالحین کو بیان فرمایا۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں میں تو سب سے افضل نبی ہوئے۔ آپؐ سب سے پہلے بڑے صدیق بھی ہوئے۔ آپؐ سب سے بڑے صالح بھی ہوئے لیکن سب سے بڑے شہید کس طرح ہوئے؟ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی حفاظت میں لے لیا تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی آپ کو شہید کر سکے؟

صحیح بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ يَاعَائِشَةُ مَا اَزَالُ اَجِدُ اَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِيْ اَكَلْتُ بِخَيْبَرَ وَهٰذَا اَوَانُ وَجَدْتُ اِنْقِطَاعَ اَبْهَرِيْ مِنْ ذَالِكَ السَّمِّ۝

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جس مرض میں وصال ہوا اس میں فرمایا کرتے تھے۔ اے عائشہ! میں ہمیشہ اس کھانے کی تکلیف پاتا رہا جو خیبر میں کھایا تھا اور یہ وقت تو اس زہر سے میری شہ رگ کٹ جانے کا ہے۔

اس طرح آپ کو شہادت کا جو مرتبہ حاصل ہوا وہ بھی اعلیٰ ترین ہے اور اس میں سری و جہری دونوں شہادتیں پائی جاتی ہیں۔ سری تو زہر کی وجہ سے اور جہری اس طرح سے کہ اس حدیث میں شہ رگ کٹنے کا ذکر بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کا آپ پر درود بھیجنا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیازی خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اور اس کے تمام فرشتے بھی آپؐ پر درود بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے سب اہل ایمان کو بھی آپؐ پر درود و سلام پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔

سورۃ الاحزاب پ ۲۱ آیت نمبر ۵۶ میں ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔ اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو

سورۃ الم نشرح پ ۳۰ آیت نمبر ۴ میں ہے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○

اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا

اللہ تعالیٰ اور اس کے سب فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج رہے ہیں اور ان کا ذکر بلند کر رہے ہیں۔ فرشتے عرش پر، ساتوں آسمانوں میں، زمین پر، ہر طرف آپ علیہ الصلوۃ والسلام پر درود بھیج رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کو بھی درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے تاکہ زمین و آسمان ہر جگہ آپؐ کے نام سے گونج اٹھے۔ اللہ کے درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہر وقت آپؐ پر ہو رہا ہے اور اہل ایمان کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے پر اللہ تعالیٰ ان پر بھی اپنے حبیب کے صدقہ رحمتوں کا نزول کرے گا۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہر وقت آپؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اس لئے یہ واضح ہو گیا ہے کہ اگر کوئی اہل ایمان ہر وقت آپؐ پر درود و سلام بھیجے تو وہ یہ نہ سمجھے کہ اس نے آپؐ پر درود و سلام بھیجنے کا حق ادا کر دیا اور حکم الٰہی کی تعمیل کر دی ہے۔

اب ہم حدیث کی مستند کتابوں سے درود شریف پڑھنے کے فضائل، اہمیت اور تاکید کو بیان کرتے ہیں۔

احادیث مسلم شریف سے درود شریف کی فضیلت، اہمیت اور تاکید:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً وَّاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

مسلم جلد اول ص ۱۷۵۔

یہ حدیث ترمذی شریف ابواب الوتر کے باب ماجاء فی فضل الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ہے۔ امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ (ترمذی جلد اول ص ۱۱۰)

یہ حدیث سنن نسائی باب الفضل فی الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ہے۔(سنن نسائی جلد اول ۱۵۲)

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلھا کی فصل اول میں بھی ہے۔

(۲) مسلم شریف میں ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَایَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّہٗ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ بِھَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰہَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ فَاِنَّھَا مَنْزِلَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ لَاتَنْبَغِیْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰہِ وَ اَرْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ اَنَا ھُوَ فَمَنْ سَاَلَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ حَلَّتْ عَلَیْہِ الشَّفَاعَۃُ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا" جب تم اذان سنو تو ان کلمات کو ادا کرو جو موذن نے کہے ہیں۔ اذان کے بعد مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت بھیجے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ طلب کرو کیونکہ وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے جو کسی کو نہیں ملے گا مگر اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ میں ہوں پس جس نے میرے لئے وسیلہ طلب کیا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی (لازمی ہو جائے گی)

یہ حدیث سنن نسائی اَلصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْاَذَانِ میں بھی ہے۔ یہ حدیث مشکوٰۃ شریف باب فَضْلِ الْاَذَانِ وَاِجَابَۃِ الْمُؤَذِّنِ کی پہلی فصل میں بھی ہے۔

جامع ترمذی شریف سے درود شریف کی فضیلت، اہمیت اور تاکید:

ترمذی شریف اَبْوَابُ صِفَۃِ الْقِیَامَۃِ میں ہے۔

عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اُكْثِرُ الصَّلٰوۃَ عَلَیْكَ فَكَمْ اَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِیْ قَالَ مَاشِئْتُ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ بِهٖ قُلْتُ فَالنِّصْفُ قَالَ مَاشِئْتَ وَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ قُلْتُ فَالثُّلُثَيْنِ قَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ قُلْتُ اَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِیْ كُلَّهَا قَالَ اِذًا تُكْفٰی هَمُّكَ وَ يُغْفَرُ ذَنْبُكَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

(جامع ترمذی جلد دوم ص۷۲)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں آپؐ پر کثرت سے درود شریف پڑھتا ہوں۔ آپؐ فرمائیں کہ میں درود پڑھنے کیلئے کتنا وقت مقرر کرلوں۔ آپؐ نے فرمایا ''جتنا چاہو'' میں نے عرض کیا ''ایک چوتھائی'' آپؐ نے فرمایا'' جتنا چاہو اگر زیادہ کروتو بہتر ہے'' میں نے کہا ''نصف'' آپؐ نے فرمایا'' جتنا چاہو البتہ زیادہ کروتو بہتر ہے۔'' میں نے عرض کیا ''دوتہائی'' آپؐ نے فرمایا'' جتنا چاہو البتہ زیادہ کروتو بہتر ہے'' میں نے عرض کیا میں سارے کا سارا وظیفہ آپؐ کے لئے کیوں نہ کردوں تو آپؐ نے فرمایا ''اب تیرے غموں کی کفایت ہوگی اور گناہ بخش دیئے جائیں گے''۔ یہ حدیث حسن ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ شریف باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلھا کی دوسری فصل میں بھی ہے (مشکوۃ ج اول ص۸۶)

(۲) ترمذی شریف ابواب الدعوات میں ہے

عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَخِيْلُ الَّذِیْ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَیَّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ شریف باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلھا کی تیسری فصل میں بھی ہے۔

(۳) ترمذی شریف ابواب الدعوات میں ہی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ وَ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَیْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ یُّغْفَرَلَهٗ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَکَ عِنْدَهٗ اَبَوَاهُ الْکِبَرَ اَوْ اَحَدُهُمَا فَلَمْ یُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ (صحیح)

(صحیح ترمذی ج دوم ص ۱۹۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جو رمضان شریف کو پائے اور گناہوں کی بخشش حاصل نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ رمضان شریف ختم ہو گیا اور اس شخص کی ناک بھی خاک آلود ہو جس نے اپنے والدین کے بڑھاپے کو پایا اور ان کی خدمت سے دخول جنت کا مستحق نہ بنا۔

یہ حدیث مشکوۃ شریف باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلھا میں بھی ہے۔

(۴) ترمذی شریف ابواب الوتر باب ماجاء فی فضل الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَکْثَرُهُمْ عَلَیَّ صَلٰوةً قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ وَ رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوةً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ بِهَا عَشْرًا وَ کَتَبَ لَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ

(ترمذی شریف جلد اول ص ۱۱۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''قیامت کے دن وہ آدمی میرے زیادہ قریب ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھتا رہا۔'' امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے نیز یہ بھی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں تحریر فرمائے گا۔

یہ حدیث مشکوۃ شریف باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلھا کی دوسری فصل میں بھی ہے۔

(۵) ترمذی شریف ابواب الوتر باب جاء فی فضل الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اِنَّ الدُّعَآءَ مَوْقُوْفٌ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّكَ ۔

(ترمذی شریف جلد اول ص ۱۱۰)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے اور اوپر کی طرف نہیں جاتی (قبول نہیں ہوتی) جب تک کہ تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ بھیجے

یہ روایت مشکوۃ شریف باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلھا کی تیسری فصل میں بھی ہے۔

(۶) ترمذی شریف باب ماذکر فی الثناء علی اللہ والصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل الدعاء میں ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّيْ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبُوْبَكْرٍ وَّ عُمَرُ مَعَهُ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَاْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَى اللّٰهِ ثُمَّ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلْ تُعْطَهْ سَلْ تُعْطَهْ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

(ترمذی شریف جلد اول ص ۱۳۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی وہاں موجود تھے میں (نماز سے فارغ ہو کر دعا کیلئے) بیٹھا تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر بارگاہِ رسالت میں ہدیہ درود بھیجا اور اس کے بعد اپنے لئے دعا مانگی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مانگو تمہیں دیا جائے گا مانگو تمہیں دیا جائے گا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں حدیث عبداللہ حسن صحیح ہے

یہ حدیث مشکوۃ شریف باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلھا کی دوسری فصل میں بھی ہے (مشکوۃ جلد اول ص ۸۷)

(۷) ترمذی شریف ابواب الدعوات باب ماجاء فی القوم یجلسون ولا یذکرن اللہ میں ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْهِ وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّهِمْ اِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةً فَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَآءَ غَفَرَلَهُمْ هٰذَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس منعقدہ مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ بھیجا جائے وہ ان کے لئے نقصان دہ ہے۔ اللہ تعالیٰ

حَدِیْثٌ حَسَنٌ

(بروز قیامت) چاہے تو ان کو عذاب دے اور چاہے تو بخش دے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

(۸) ترمذی شریف ابواب الدعوات میں ہے۔

عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى فَقَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجِلْتَ اَيُّهَا الْمُصَلِّيْ اِذَا صَلَّيْتَ فَقَعَدْتَ فَاحْمَدِ اللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ وَصَلِّ عَلَيَّ ثُمَّ ادْعُهُ قَالَ ثُمَّ صَلّٰى رَجُلٌ اٰخَرُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا الْمُصَلِّيْ اُدْعُ تُجَبْ۔
هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس دوران کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھ کر یہ دعا مانگی ''اے اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم کر'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے نمازی! تو نے (مانگنے میں) جلدی کی جب نماز پڑھ چکو تو بیٹھ جایا کرو پھر اللہ تعالیٰ کے شایان شان اس کی حمد و ثناء کرو پھر مجھ پر درود شریف بھیجو اور پھر دعا مانگو۔ راوی فرماتے ہیں کہ پھر ایک اور آدمی نے نماز پڑھی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا اس پر آنحضرت صلی اللہ نے فرمایا اے نمازی! اب اپنے لئے دعا کرو وہ قبول ہوگی (یہ حدیث حسن ہے)

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلھا کی دوسری فصل میں بھی ہے۔

الحمد اللہ اہل سنت و جماعت کا نماز پڑھنے کے بعد اسی طرح معمول ہے۔

(۹) ترمذی شریف ابواب الدعوات میں ہی ہے۔

عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ يَقُوْلُ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَدْعُوْ فِيْ صَلَاتِهٖ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نماز میں دعا مانگتے ہوئے سنا اور اس نے درود شریف نہیں پڑھا۔ آپ نے فرمایا اس

وَسَلَّمَ عَجَّلَ هٰذَا ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ اَوْلِغَيْرِهٖ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَاْ بِتَحْمِيْدِ اللّٰهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لِيَدْعُ بَعْدُ بِمَا شَآءَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۝ (ترمذی شریف جلد دوم ص۱۸۶)

نے جلدی کی پھر اسے بلایا اور اس سے یا کسی دوسرے آدمی سے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجے اور (پھر) جو چاہے دعا مانگے۔ (یہ حدیث حسن صحیح ہے)

اسی مفہوم کی حدیث سنن نسائی جلد اول باب التجید والصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوٰۃ میں بھی ہے (نسائی شریف جلد اول ص۱۵۱)۔

یہ حدیث سنن ابوداؤد شریف جلد اول باب الدُّعا میں بھی ہے۔

نوٹ:۔ بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ باب ذِکْرِ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ میں ہے۔

اَنَّ اَبَا مَعْبَدٍ مَّوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِيْنَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ كَانَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ اَعْلَمُ اِذَا انْصَرَفُوْا بِذٰلِكَ اِذَا سَمِعْتُهٗ۔

ابو معبد مولیٰ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بتایا کہ بلند آواز سے ذکر کرنا جب کہ لوگ فرض نماز سے فارغ ہو جاتے یہ نبی کریم کے عہد مبارک میں رائج تھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ میں لوگوں کے فارغ ہونے (نماز سے) کو اسی سے جان لیتا جب (کہ اس بلند آواز سے ذکر کرنے) کو سنتا۔

آپ حضرات سے گذارش ہے کہ ذکر اتنی بلند آواز سے بھی نہ کیا جائے کہ دوسروں کی نماز میں خلل واقع ہو جائے۔

سنن نسائی شریف سے درود شریف کی فضیلت اہمیت اور تاکید

(۱) سنن نسائی شریف باب اَلْفَضْلُ فِی الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرَ صَلَوٰاتٍ وَ حُطَّتْ عَنْہُ عَشْرُ خَطِیْئَاتٍ وَّ رُفِعَتْ لَہٗ عَشْرُ دَرَجٰتٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اس کی دس خطائیں معاف فرماتا اور دس درجات بلند فرماتا ہے۔ (صحیح)

(نسائی شریف جلد اول ص۱۵۲)

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف بَابُ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفَضْلِھَا کی دوسری فصل میں بھی ہے۔

(۲) سنن نسائی شریف "فَضْلُ التَّسْلِیْمِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَآءَ ذَاتَ یَوْمٍ وَالْبُشْرٰی فِیْ وَجْھِہٖ فَقُلْنَا اِنَّا لَنَرَی الْبُشْرٰی فِیْ وَجْھِکَ فَقَالَ اِنَّہٗ اَتَانِی الْمَلَکُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ رَبَّکَ یَقُوْلُ اَمَا یُرْضِیْکَ اَنَّہٗ لَا یُصَلِّیْ عَلَیْکَ اَحَدٌ اِلَّا صَلَّیْتُ عَلَیْہِ عَشْرًا وَلَا یُسَلِّمُ عَلَیْکَ اَحَدٌ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَیْہِ عَشْرًا۔

سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے چہرے پر خوشی تھی۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ہم آپ کے چہرہ انور پر خوشی پاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک میرے پاس ایک فرشتہ (حضرت جبریل علیہ السلام) آیا اور بولا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا آپ اس بات پر خوش نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر دس دفعہ رحمت بھیجے گا جو آپ کی بارگاہ مین ایک دفعہ درود شریف بھیجے گا اور جو شخص ایک دفعہ سلام بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ سلام بھیجے گا۔

اسی مفہوم کی حدیث مشکوٰۃ شریف بَابُ الصَّلوٰۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ فَضْلِهَا کی دوسری فصل میں بھی ہے۔

سنن ابن ماجہ شریف میں درود شریف کی فضیلت اور تاکید

ابن ماجہ شریف ''بَابُ الصَّلوٰۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ'' میں ہے۔

عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا صَلَّتْ عَلَیْهِ الْمَلَائِکَةُ مَا صَلّٰی عَلَیَّ فَلْیُقِلَّ الْعَبْدُ مِنْ ذٰلِکَ اَوْلِیُکْثِرْ۔ (حسن)

حضرت عامر بن ربیعہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی مسلمان مجھ پر درود بھیجتا ہے تو درود بھیجنے کی مدت تک فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں اب بندہ کی مرضی ہے چاہے کم بھیجے یا زیادہ

(۲) ابن ماجہ شریف ''بَابُ الصَّلوٰۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ'' میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِیَ الصَّلوٰۃَ عَلَیَّ خَطِیءَ طَرِیْقَ الْجَنَّةِ۔ (صَحِیْحٌ)

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جو مجھ پر درود شریف پڑھنا بھول گیا وہ بہشت کی راہ بھول گیا۔

(۳) ابن ماجہ شریف ''بَابُ الدُّعَآءِ عِنْدَ دُخُوْلِ الْمَسْجِدِ'' میں ہے۔

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ یَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَاِذَا خَرَجَ قَالَ بِسْمِ اللّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِکَ۔ (صَحِیْحٌ)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے ''بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک'' اور جب (مسجد سے) باہر تشریف لاتے تو فرماتے ''بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلک''

یعنی مسجد میں داخل ہونے اور باہر آتے وقت بھی آپ پر سلام بھیجنے کی تعلیم فرمائی گئی ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں درود شریف کی فضیلت اہمیت اور تاکید

مشکوٰۃ شریف "بَابُ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفَضْلِھَا" کی تیسری فصل میں مسند احمد کے حوالے سے درج ذیل حدیثیں ہیں۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی دَخَلَ نَخْلًا فَسَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ حَتّٰی خَشِیْتُ اَنْ یَّکُوْنَ اللّٰہُ تَعَالٰی قَدْ تَوَفَّاہُ قَالَ فَجِئْتُ اَنْظُرُ فَرَفَعَ رَاْسَہٗ فَقَالَ مَالَکَ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لَہٗ قَالَ فَقَالَ اِنَّ جِبْرَئِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لِیْ اَلَا اُبَشِّرُکَ اَنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ لَکَ مَنْ صَلّٰی عَلَیْکَ صَلٰوۃً صَلَّیْتُ عَلَیْہِ وَمَنْ سَلَّمَ عَلَیْکَ سَلَّمْتُ عَلَیْہِ۔ (صَحِیْحٌ)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن دولت سرائے اقدس (گھر) سے باہر آئے اور مدینہ سے باہر ایک نخلستان میں تشریف لے گئے اور مصروف نماز ہوئے اور طویل سجدہ فرمایا یہاں تک کہ موجود صحابہ کو یہ گمان ہوا کہ آپ واصل بحق ہو گئے راوی کہتے ہیں کہ میں اس وقت سرکار کے قریب گیا تو آپ نے سر مبارک اٹھا کر دیکھا اور فرمایا کیا بات ہے؟ تو میں نے اپنے گمان کے بارے میں عرض کیا راوی کہتے ہیں اس وقت آپ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے کیا میں آپ کو یہ بشارت نہ دوں کہ خالق و مالک نے یہ فرمایا ہے کہ جو تم پر (نبی علیہ السلام پر) درود پڑھے گا میں اس پر رحمتیں نازل کروں گا اور جو تم پر سلام بھیجے گا میں اس پر (سلامتی) سلام بھیجوں گا۔

(۲)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَنْ صَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ سَبْعِیْنَ صَلٰوۃً (مشکوٰۃ ج۱ ص۸۷ مسند احمد ج۲ ص۱۸۷)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جس نے نبی کریم ﷺ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس درود خواں کے لیے ستر رحمتیں بھیجتے ہیں۔

(۳)

عَنْ رُوَیْفِعٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ قَالَ اللّٰھُمَّ اَنْزِلْہُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ۔

حضرت رویفع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس نے مجھ پر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ کر یہ کہا خداوندا انہیں قیامت میں اپنا قرب خاص عطا فرما اس درود پڑھنے والے کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

صحیح بخاری شریف میں مسنون درود شریف

(۱) صحیح بخاری شریف کتاب الانبیاء میں ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے کعب بن عجرہ ملے تو انھوں کہا، کیا میں تجھے ایسا تحفہ نہ دوں جو میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے میں نے کہا کیوں نہیں ضرور مجھے ایسا تحفہ دیجیے۔ تو انھوں نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی۔ یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو بتا دیا ہے اب آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر درود شریف کیسے بھیجیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس طرح درود شریف بھیجا کرو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(بخاری شریف جلد اول ص ۴۷۷)

اے اللہ رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور ان کی اولاد پر جس طرح کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد پر رحمت نازل کی۔ بے شک تعریف اور بزرگی تیرے ہی لیے ہے۔ اے اللہ برکتیں نازل فرما نبی اکرم ﷺ پر اور ان کی آل پر جس طرح تو نے برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی اولاد پر۔ بے شک تعریف اور بزرگی تیرے ہی لیے ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الدعوات باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ہے۔

یہ حدیث سنن نسائی شریف باب کیف الصلوۃ علی النبی ﷺ میں بھی ہے۔ (ج ۱ ص ۱۵۱) یہ حدیث سنن ابن ماجہ باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ہے۔ (ج ۱ ص ۶۵) یہ حدیث مشکوۃ شریف باب الصلوۃ علی النبی ﷺ وفضلھا میں بھی ہے (ج ۱ ص ۸۶) اور مسلم شریف جلد اول ص ۱۷۵ میں بھی ہے۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الانبیاء میں ہی ہے۔

ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! ہم آپ پر درود شریف کس طرح پڑھا کریں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّیَّتِهٖ کَمَا

اے اللہ رحمتیں نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی ازواج اولاد پر جیسی تو نے رحمتیں

صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ وَ	نازل فرمائیں آل حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور
بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ	برکتیں نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور
اَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّیَّتِهٖ کَمَا	ان کی ازواج و اولاد پر جیسی کہ تو نے برکتیں نازل
بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ	فرمائیں آل حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بے شک
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ	تو قابل ستائش اور بزرگ ہے۔

یہ حدیث سنن نسائی شریف باب کَیْفَ الصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ میں بھی ہے۔
یہ حدیث سنن ابن ماجہ شریف بَابُ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ میں بھی ہے۔
یہ حدیث سنن ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ بَابُ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ میں بھی ہے۔

(۳) صحیح بخاری شریف کتاب التفسیر "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ کی تفسیر میں ہے۔"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم بارگاہ رسالت میں عرض گزار ہوئے کہ ہمیں آپ کی خدمتِ اقدس میں سلام عرض کرنا تو معلوم ہو چکا ہے لیکن ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یوں کہو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ	اے اللہ! درود بھیج محمد ﷺ پر جو تیرے
رَسُوْلِکَ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ	بندے اور رسول ہیں جیسے تو نے ابراہیم
اِبْرَاهِیْمَ وَ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ	علیہ السلام کی آل پر درود بھیجی اور برکت
عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی	بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آل محمد
اِبْرَاهِیْمَ۔	ﷺ پر جیسے برکت بھیجی تو نے ابراہیم پر۔

یہ حدیث سنن ابن ماجہ شریف باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ہے۔

یہ حدیث سنن نسائی شریف باب کیف الصلوۃ علی النبی ﷺ میں بھی ہے۔

نوٹ:۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس باب کتاب التفسیر میں

ایک درود شریف مروی ہے۔ اور یذید بن حماد سے بھی ایک درود شریف بیان کیا گیا ہے۔

(۴) بخاری شریف کتاب الدعوات بَابُ الصَّلَاۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں ہے۔

''حضرت عبداللہ بن خباب کا بیان ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم عرض گزار ہوئے۔ یارسول اللہ! آپ پر سلام کرنا تو یہ ہے لیکن ہم درود کیسے بھیجیں؟ فرمایا کہ یوں کہا کرو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ رَسُوْلِکَ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ۔	اے اللہ! محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود بھیج جو تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر درود بھیجی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو برکت دے اور آل محمد کو جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم کو برکت دی۔

صحیح مسلم شریف میں مسنون درود شریف

(۱) حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس حضرت سعد بن عبادہ کی مجلس (کے مکان) میں تشریف لائے تو حضرت بشیر بن سعد عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے، پس ہم آپ پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہم آرزو کرنے لگے کہ اس شخص نے سوال ہی نہ کیا ہوتا۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یوں کہو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ	اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور ان کی اولاد پر جس طرح کہ تو نے آل

اِبْرَاهِيْمَ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِى الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (مسلم جلد اول ص ۱۷۵)	ابراہیم پر رحمت نازل کی اور برکتیں نازل فرما حضرت محمد ﷺ اور ان کی آل پر جس طرح تو نے دونوں جہانوں میں آل ابراہیم پر برکتیں نازل فرمائیں بے شک تعریف اور بزرگی تیرے ہی لیے ہے۔

یہ حدیث سنن نسائی شریف بَابُ الْاَمْرِ بِالصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں بھی ہے۔

یہ حدیث سنن ابوداؤد شریف کتاب الصلوٰۃ باب الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں بھی ہے۔

نوٹ:۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی حضرت کعب بن عجرہ سے روایت کیا ہوا درود شریف مسلم شریف کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ علی النبی بعد التشھد میں اس طرح بھی آیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

سنن ابوداؤد شریف میں مسنون درود شریف

(۱) ابوداؤد شریف کتاب الصَّلٰوةِ بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو یہ بات پسند ہو کہ اسے درود شریف پڑھنے کی وجہ پیمانے سے ناپ کر پورا اجر دیا جائے تو اس کو چاہیے کہ اس طرح کہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ وَ اَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ ذُرِّيَّتِهٖ	اے اللہ! درود بھیج حضرت محمد ﷺ پر جو نبی ہیں اور ان کی ازواج مطہرات پر جو

وَ اَھلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ (سنن ابوداؤد جلد اول ص ۱۴۸)

مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان کی اولاد پر اور ان کے گھر والوں پر جیسے درود بھیجی تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر۔ بے شک تو حمد کے لائق بزرگی والا ہے۔

یہ حدیث بَابُ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفَضْلِھَا کی تیسری فصل میں بھی ہے۔

(۲) ابوداؤد شریف کے اسی باب میں محمد بن عبداللہ بن زید نے حضرت عقبہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے درج ذیل درود شریف روایت کیا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

اے اللہ! درود بھیج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو امی نبی ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر۔

سنن نسائی شریف میں مسنون درود شریف

(۱) سنن نسائی شریف جلد اول بَابُ کَیْفَ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کی بارگاہ میں ہدیہ درود شریف کیسے پیش کریں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یوں کہو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(۲) سنن نسائی شریف کے اسی باب میں حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درود شریف کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ”مجھ پر درود شریف بھیجا کرو اور دعا

میں اسے لازم کرلو اور یوں کہو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ (سنن نسائی جلد اول ص ۱۵۲)

اے اللہ! رحمتیں نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی اولاد پر

سنن ابن ماجہ شریف میں مسنون درود شریف:

سنن ابن ماجہ شریف باب الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا کرو تو اچھی طرح بھیجا کرو، تمہیں کیا پتہ شاید وہ حضور کے سامنے پیش کیا جاتا ہو، لوگوں نے عرض کیا تو ہمیں سکھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلٰوتَکَ وَرَحْمَتَکَ وَبَرَکَاتَکَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ اِمَامِ الْخَیْرِ وَقَائِدِ الْخَیْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَۃِ، اَللّٰھُمَّ ابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یَغْبِطُ بِہٖ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اے اللہ! سید المرسلین، امام المتقین اور خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود، رحمتیں اور برکتیں نازل فرما، جو تیرے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں۔ جو امام الخیر (بھلائی کی طرف راہنمائی کرنے والے)، قائد الخیر اور رسول رحمت ہیں۔ اے اللہ! انہیں اس "مقام محمود" تک پہنچا دے جن پر اگلے اور پچھلے رشک کرتے ہیں۔ اے اللہ! رحمت نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر اور ان کی اولاد پر جس طرح کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد پر رحمت نازل کی۔ بے شک تعریف اور بزرگی تیرے ہی لیے ہے۔ اے اللہ! برکتیں نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ

وسلم پر اور ان کی آل پر جس طرح تو نے برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی اولاد پر، بے شک تعریف اور بزرگی تیرے ہی لیے ہے۔

اس حدیث سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ کلمات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اپنے ہیں انھوں نے حضرت محمد ﷺ سے سنے ہوئے نہیں ہیں۔ لہذا یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ درود شریف جن میں آپ کے فضائل و کمالات کو بیان کیا گیا ہو ان کو پڑھنا بھی جائز ہے۔ ان کو بدعت کہنا آپ کے فضائل و کمالات سے انکار ہے۔ اور ان درود شریفوں کو جید علماء کرام نے قبول کیا ہے۔ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' بھی ایک مکمل درود شریف ہے اور یہ مسنون بھی نہیں ہے۔ لیکن اس کو تمام مکتبہ ہائے فکر قبول کرتے ہیں۔ اسی طرح علیہ الصلوۃ والسلام اور علیہ التحیۃ والثناء بھی مختصر درود شریف ہیں۔ اور تمام مکتبہ ہائے فکر کے لوگ ان کو اپنی کتابوں میں استعمال کرتے ہیں۔ اگر وہ ان کو نہ تحریر کریں تو انہیں پورا درود و سلام لکھنا پڑے جو کہ وہ نہیں کر سکتے۔ لیکن دوسرے درود جن میں حضور کے فضائل و کمالات کا ذکر ہے اس کو بدعت کہنے سے بھی باز نہیں آتے اللہ ان کو عقل اور ہدایت دے۔

مسنون سلام:

مسنون سلام جو حدیث کی تقریباً سب کتابوں میں ہے درج ذیل ہے۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔

احادیث میں ہے کہ تم نے جب یہ (الصَّالِحِيْنَ تک) کہہ لیا تو زمین و آسمان کے ہر نیک بندے کو سلام پہنچ گیا۔

جامع ترمذی و دارمی میں ہے۔

وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِب قَالَ	حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
كُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	کہ میں مکہ مکرمہ میں نبی کریم ﷺ کے
وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِی بَعْضِ	ساتھ تھا۔ہم کسی نواحی بستی کی طرف نکلے
نَوَاحِيهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَّلَا	تو کوئی پتھر اور درخت سامنے نہ آتا مگر وہ
شَجَرٌ اِلَّا وَهُوَ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ	یہی کہتا تھا۔
عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ۔	اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ

اسی حدیث کی تصدیق مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

اب سلام کا مختصر طریقہ ہمیں اوپر والے مسنون سلام اور اس حدیث سے اس طرح حاصل ہوتا ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اور اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ۔

کیونکہ قرآن پاک میں صلوٰۃ (درود) اور سلام دونوں کا حکم آیا ہے اس لیے اس طرح پڑھ سکتے ہیں تاکہ حکم خداوندی کی تعمیل ہو سکے۔

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اور اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ۔

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِیَّ اللّٰهِ

حضور ﷺ کے روضہ مطہرہ کی مغربی جانب خوخہ ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ اور باب رحمت کے درمیان دو جگہ تحریر ہے۔

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَامَنْ كَرَّمَهُ اللّٰهُ۔

باب جبرئیل سے اندر داخل ہو کر شمالی جانب دیکھیں حجرہ کی دیوار پر مغربی

جانب تحریر ہے۔

اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَامَنْ شَرَّفَهُ اللّٰهُ۔

دیوار پر شمالی جانب تحریر ہے۔

اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَفِیَّ اللّٰهِ

باب جبریل سے اندر داخل ہو کر پیچھے مڑ کر دیکھیں تو دیوار پر تین جگہ ندائیہ کلمات سے درود پاک تحریر کردہ ملے گا۔

ایک جگہ۔ اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَامَن علمه الله

دوسری جگہ۔ اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَلِیْلَ اللّٰه

تیسری جگہ۔ اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ

علامہ احمد شہاب بن محمد خفاجی مصری (م ۱۰۶۹ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

والمنقول انهم كانوا يقولون فی تحية الصلوٰة والسلام عليك يارسول الله. (نسیم الریاض ص ۴۵۴ جلد ۳)

منقول ہے کہ صحابہ کرام حضور پر تحیہ پیش کرتے ہوئے کہتے تھے۔ اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ۔

نیز حضور ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کرام اپنے اپنے گاؤں میں، گھروں میں شہروں میں نمازیں پڑھتے تھے اور سب کے سب التحیات میں بصیغہ خطاب ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ'' ہی پڑھتے تھے۔

حضرت علامہ محمد ابو المواہب شاذلیؒ (م ۸۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ جب زائر روضہ اقدس پر حاضری دے تو پہلے حمد باری تعالیٰ کرے اس کے بعد یوں عرض کرے۔

اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ

یااکرمک علی الله

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

(افضل الصلوات علی سید السادات از علامہ نبہانی ص ۱۴۲)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں۔

صبح کی نماز کے فرض کا سلام پھیرنے کے بعد اورادِ فتحیہ پڑھنے میں مشغول ہو اور بارگاہِ نبوی میں یوں عرض کرے۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاخَلِیْلَ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَانَبِیَّ اللّٰہ

(انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، اورادفتحیہ ص ۱۴۷)

''اورادِ فتحیہ'' حضرت سید علی ہمدانی کے جمع کردہ اوراد کے مجموعہ کا نام ہے۔ جس کے آخر میں ۲۴ مختلف صیغوں میں یہ درود شریف منقول ہے۔ حضرت مولانا محمد سردار احمد محدث پاکستان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۲ھ) فرماتے ہیں کہ دیوبندیوں اور وہابیوں سے پوچھو کہ تم حدیث پاک پڑھتے وقت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے ہو۔ اس میں صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مبارک پڑھنے کا حکم کتب صحاح ستہ میں کہاں دیا گیا ہے کہ یہ درود شریف پڑھو۔ لہٰذا اگر یہ درود شریف پڑھنا جائز ہے تو

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

پڑھنا بھی جائز ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی: ''جی چاہتا ہے کہ آج درود شریف زیادہ پڑھوں وہ بھی ان الفاظ سے کہ

''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ''

(ظفر احمد تھانوی، شکر النعمۃ بذکر الرحمۃ الرحمہ (حاشیہ) ص ۱۸ طبع کراچی)

مولوی حسین احمد مدنی دیو بندی ''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ'' کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ہمارے مقدس بزرگان دین اس صورت اور جملہ درود شریف کو اگرچہ بصیغہ خطاب ونداء کیوں نہ ہوں مستحب و مستحسن جانتے ہیں اور اپنے متعلقین کو اس کا امر کرتے ہیں اور اس تفصیل کو مختلف تصانیف وفتاوی میں ذکر فرمایا ہے۔

(حسین احمد مدنی، الشہاب الثاقب مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۲۴۴)

مولوی عاشق الٰہی بلند شہری دیو بندی لکھتے ہیں۔

''روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کے وقت سلام کے الفاظ کوئی معین و مقرر نہیں مختلف حضرات نے مختلف الفاظ لکھے ہیں۔ بعض حضرات نے نیچے لکھے ہوئے الفاظ کو پسند فرمایا ہے۔''

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ، اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

(طریقہ حج وعمرہ ص ۱۵۱ بحوالہ درود وسلام از مولانا محمد جعفر ص ۲۹۷)

مولانا محمد ذکریا سہارنپوری دیو بندی لکھتے ہیں۔

جو آدمی عربی الفاظ کا ترجمہ اور مطلب جانتا ہو اور عربی الفاظ پڑھنے میں ذوق کامل پیدا بھی ہو تو بے شک طویل الفاظ میں درود وسلام پیش کرے اور اگر یہ بات نہ ہو تو پھر طوطے کی طرح مزورین (زیارت کرانے والے معلم) کے الفاظ دہرانے سے کوئی فائدہ نہیں، اس لیے بہتر ہے کہ ایسا آدمی انتہائی ذوق وشوق اور غایت سکون وطمانیت اور وقار سے آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر اکر

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

پڑھتا رہے جب تک سرور اور ذوق میں اضافہ پائیں الخ۔ (خلاصہ)

(فضائل حج از مولانا محمد ذکریا سہارنپوری ص ۱۴۴ طبع لاہور)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم نبوت و رسالت ہونا

سورۃ الاحزاب پ ۲۲ آیت نمبر ۴۰ میں ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ — محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں
وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط — ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے
وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ٥ — پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے

خاتم النبیین کا معنی یہ ہے کہ آپ کے بعد قیامت تک کوئی اور نبی نہیں ہے۔ نبی عام ہوتا اور رسول خاص۔ جب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تو پھر آپ کے بعد کوئی رسول کس طرح ہو سکتا ہے۔

خاتم کے معنی ختم کرنے اور مہر لگانے کے ہیں۔ مہر لگانے کا معنی یہ ہے کہ کسی چیز کو اس طرح ڈھانپ دینا اور مضبوطی سے بند کر دینا ہے کہ اس میں باہر سے کسی چیز کے داخلہ کا امکان ہی نہ ہو۔ پہلے زمانہ میں خلفاء، امراء سلاطین وغیرہ اپنے خطوط کو لکھنے کے بعد کسی کاغذ کے لفافہ اور کپڑے کی تھیلی میں رکھ کر سر بمہر کر دیتے کہ جو کچھ لکھا جا چکا ہے اب اس کو سر بمہر کر دیا گیا ہے تا کہ اس مہر کی موجودگی میں اس میں کوئی رد و بدل نہ کر دے اگر کوئی رد و بدل کرے گا تو وہ پہلے مہر توڑے گا تو پکڑا جائے گا۔ اس پر احکامِ سلطانی میں تغیر و تبدل کرنے اور امانت میں خیانت کرنے کے سنگین الزامات میں مقدمہ چلایا جائے گا۔ اس صورت میں خاتم النبیین کا مطلب یہ ہو گا کہ پہلے انبیاء کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ اور اس پر مہر لگا دی گئی تا کہ کوئی کذاب، دجال اس میں داخل نہ ہو سکے۔ اگر کوئی شخص زبردستی اس زمرہ میں گھسنا چاہے گا تو پہلے مہر توڑے گا اور جب مہر توڑے گا تو پکڑا جائے گا اور اسے جہنم کی دھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

مشہور کتب لغت سے اس کا مفہوم جاننے کے لیے پیر محمد کرم شاہ الازھری کی کتاب ''فتنہ انکار ختم نبوت'' کا مطالعہ کریں۔ نیز علامہ غلام رسول سعیدی کی ''شرح صحیح مسلم'' کے باب ''ذِکرِ کَونِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ'' کی شرح ملاحظہ فرمائیں۔

اب ختم نبوت ورسالت کا مفہوم احادیث سے دیکھتے ہیں۔

(۱) صحیح بخاری شریف کتاب الانبیاء باب خَاتِمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مَثَلِیْ وَ مَثَلَ الْاَنْبِیَآءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَہٗ وَ اَجْمَلَہٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَۃٍ مِّنْ زَاوِیَۃٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِہٖ وَ یَعْجَبُوْنَ وَ یَقُوْلُوْنَ ھَلَّا وُضِعَتْ ھٰذِہِ اللَّبِنَۃُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَۃُ وَ اَنَا خَاتِمُ النَّبِیّٖنَ۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین وجمیل بنائی مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹی ہوئی ہے لوگ اس عمارت کے اردگرد پھرتے اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہوتے مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب فَضَائِلِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَوٰتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ کی پہلی فصل میں (وَخُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ کے ساتھ ہے۔)

اور مسلم شریف کتاب الفضائل باب ذِکرِ کَونِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ میں اس مفہوم کی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی تین حدیثیں ہیں اور ایک حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ جِئْتُ فَخَتَمْتُ الْاَنْبِيَاءَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (قصر نبوت کی) وہ آخری اینٹ میں ہوں اور میں نے انبیاء (کی آمد) کو ختم کر دیا ہے۔

الغرض واضح ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قصرِ نبوت ورسالت مکمل ہوگیا اور اس کے دروازے کو مہر لگا کر سیل بند کر دیا گیا۔ اب اس قصرِ نبوت میں کوئی دجال، کذاب داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس مہر کو نہ توڑے۔

نوٹ: اس مفہوم کی حدیث امام ترمذیؒ نے کتاب المناقب اور ابو داؤد طیالسی نے بھی اپنی مسند میں نقل کی ہے۔

(۲) مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن کی دوسری فصل میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَنَّهٗ سَيَكُوْنَ فِيْ اُمَّتِيْ كَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيُّ اللّٰهِ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيْ)

میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

بخاری شریف کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبًا مِّنْ ثَلَاثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک دجال اور کذاب منظر عام پر نہ آ جائیں، جن کی تعداد تیس کے لگ بھاگ ہے ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ جلد دوم ص ۲۹۷ پر بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اسی مفہوم کی حدیث سنن ابوداؤد شریف کِتَابِ الْمَلَاحِمِ بَابِ خَبَرِ ابْنِ الصَّائِدِ میں بھی ہے۔

(۳) صحیح مسلم شریف کتاب المساجد میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِیَآءِ بِسِتٍّ اُعْطِیْتُ جَوَامِعُ الْكَلِمِ وَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَآئِمُ وَ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِداً وَّ طَهُوْراً وَّ اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ كَآفَّةً وَّ خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے چھ باتوں میں انبیاء پر فضیلت دی گئی۔
مجھے جوامع الکلم سے نوازا گیا یعنی الفاظ مختصر اور معانی کا بحر بے پیدا کرنا۔
۲۔ رعب کے ساتھ میری مدد فرمائی گئی۔
۳۔ میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا۔
۴۔ میرے لیے تمام روئے زمین مسجد اور پاک بنادی گئی۔
۵۔ مجھے تمام مخلوق کے لیے رسول بنا کر بھیجا اور
۶۔ میری ذات سے انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف بَابُ فَضَائِلِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ میں بھی ہے۔

بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ بَابِ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِداً وَّطَهُوْراً میں ہے۔

عَنْ جَابِرِ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اُعْطِیْتُ خَمْساً لَمْ یُعْطَهُنَّ اَحَدٌ مِّنَ الْاَنْبِیَآءِ قَبْلِیْ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا فرمائی گئی ہیں جو مجھ

نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ وَّ جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِداً وَّ طُهُوْراً وَّ اَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِيْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ وَ اُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَ كَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَّ بُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَّ اُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ۔

سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں ایک مہینے کی مسافت تک کے رعب سے میری مدد فرمائی گئی اور زمین کو میرے لیے مسجد اور پاک کرنے والی بنا دیا گیا تا کہ میرے امتی کو جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے وہیں پڑھ لے اور میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا اور ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جب کہ مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے اور مجھے شفاعت عطا فرمائی گئی ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ شریف فضائل سید المرسلین کی پہلی فصل میں بھی ہے۔

(۴) مشکوۃ شریف بَابُ اَسْمَاءِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِفَاتِهٖ کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّ لِيْ اَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَ اَنَا اَحْمَدُ وَ اَنَا الْمَاحِيْ الَّذِيْ يَمْحُوا اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَ اَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِيَّ وَ اَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَهٗ نَبِيٌّ۔ (مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جبیر بن معظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:۔ میرے کتنے ہی نام ہیں میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور میں الماحی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹاتا ہے اور میں الحاشر ہوں کہ لوگوں کو میرے قدموں پر اکٹھا کرے گا اور میں اَلْعَاقِبُ ہوں اور اَلْعَاقِبُ وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ (متفق علیہ)

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الانبیاء مَا جَآءَ فِی اَسْمَآءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں ہے۔ اور مسلم شریف کتاب الفضائل باب فی اسمائہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ یہ حدیث بخاری شریف کتاب التفسیر باب مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ میں بھی ہے یہ حدیث ترمذی شریف مَا جَاءَ فِی اَسْمَاءِ النَّبِیِّ ﷺ میں بھی ہے۔

مشکوۃ شریف، کتاب الفتن باب اسماء النبی ﷺ کی پہلی فصل میں ہی ہے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُسَمِّیْ لَنَا نَفْسَہٗ اَسْمَاءً فَقَالَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَ اَحْمَدُ وَ الْمُقَفِّیْ وَالْحَاشِرُ وَ نَبِیُّ التَّوْبَۃِ وَ نَبِیُّ الرَّحْمَۃِ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں اپنے کئی اسمائے گرامی بتاتے ہوئے فرمایا: میں محمد، احمد، مقفی، الحاشر، نبی توبہ اور نبی رحمت ہوں (مسلم)

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الفضائل باب فی اسمائہ ﷺ میں ہے مقفی بمعنی عاقب (آخری نبی) کے ہیں۔

اسماء النبی ﷺ کے بارے میں مزید معلومات اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان بریلویؒ کی کتاب ''ختم النبوۃ'' ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کے نبی توبہ ہونے کی بڑی مفید بحث اس میں کی گئی ہے۔

(۵) احمد و حاکم و بیہقی و ابن حبان عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

اِنِّیْ مَکْتُوْبٌ عِنْدَ اللّٰہِ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَ اِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ۔

بے شک بالیقین میں اللہ کے حضور لوح محفوظ میں خاتم النبیین لکھا تھا اور ہنوز آدم اپنی مٹی میں پڑے تھے۔

مشکوۃ شریف باب فضائل سید المرسلین کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَۃَ عن رسول

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ

ﷲ ﷺ انه قال انی عند الله	سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
مکتوب خاتم النبیین و ان ادم	فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب
لمنجدل فی طینته	نبیوں سے آخری لکھا ہوا تھا جب حضرت
	آدم اپنے خمیر میں گوندھے ہوئے تھے۔

(٦) دارمی اپنی سنن میں بسند صحیح اور بخاری تاریخ اور طبرانی اوسط اور بیہقی سنن میں اور ابونعیم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَلَا فَخْرَ	میں رسولوں کا قائد ہوں اور یہ فخر یہ نہیں کہتا۔ میں
وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَلَا فَخْرَ	نبیوں میں سے آخری ہوں اور یہ فخر کے طور پر
وَ اَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّ مُشَفَّعٍ	نہیں کہتا اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے
وَّلَافَخْرَ	والا اور مقبول الشفاء ہوں اور یہ فخر یہ نہیں کہتا۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب فضائل سید المرسلین کی دوسری فصل میں بھی ہے۔

احمد و بخاری و مسلم و ترمذی حدیث طویل شفاعت میں ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

فَیَاْتُوْنَ مُحَمَّدًا فَیَقُوْلُوْنَ	اولین و آخرین لوگ حضور خاتم النبیین افضل
یَامُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَ	المرسلین ﷺ کے حضور آ کر عرض کریں گے حضور
خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ۔	اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے خاتم ہیں۔ ہمار
	شفاعت فرمائیں

یہ حدیث بخاری شریف کتاب التفسیر سورۂ بنی اسرائیل باب قولہ ذریۃ من حملنا مع نوح انہ کان عبداً شکوراً میں ہے۔

(٧) ترمذی شریف ابواب الرویا باب ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات میں ہے۔

عَنْ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ (ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی۔ (یہ حدیث صحیح ہے)

سرورِ عالم ﷺ کی اس تصریح کے بعد جس کی کوئی تاویل ممکن نہیں کسی بھی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرنا کفر ہے اور کسی کا اس باطل دعوے کو تسلیم کرنا بھی سراسر کفر اور الحاد ہے۔

(۸) ترمذی شریف شمائل ترمذی باب ماجاء فی خاتم النبوۃ میں ہے۔

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ بَیْنَ کَتِفَیْہِ خَاتَمُ النُّبُوَّۃِ وَھُوَ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ (حضور ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے) فرماتے ہیں کہ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے اور آپ خاتم النبیین ہیں۔

(۹) احمد و ترمذی و حاکم بتصحیح و رویانی و طبرانی و ابو یعلیٰ حضرت عقبہ بن عامر اور طبرانی و ابن عساکر اور خطیب کتاب رواۃ مالک میں حضرت عبداللہ بن عمر اور طبرانی حضرت عصمہ بن مالک و حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لَوْ کَانَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ لَکَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ۔

اگر میرے بعد کسی کا نبی ہونا ممکن ہوتا تو عمر بن الخطاب نبی ہوتے۔

ترمذی نے اس حدیث کو ابو المناقب میں روایت کیا ہے اور اسے حسن غریب کہا ہے۔

(۱۰) صحیح بخاری شریف میں اسمٰعیل بن ابی خالد سے ہے۔

قلت لعبد الله بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارایت ابراهیم ابن النبی ﷺ قال مات صغیر او لو قضیٰ ان یکون بعد محمد ﷺ نبی عاش ابنه ابراهیم

میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا آپ نے حضرت ابراہیم صاحبزادہ رسول ﷺ کو دیکھا تھا فرمایا ان کا بچپن میں انتقال ہوا اور اگر مقتدر ہوتا کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی ہو تو حضور کے صاحبزادے ابراہیم زندہ رہتے مگر حضور کے بعد نبی نہیں۔

امام احمد کی روایت انہیں سے یوں ہے میں نے حضرت ابن ابی اوفی کو فرماتے سنا۔

لو کان بعد النبی صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم نبی مامات ابنه ابراهیم

اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہوتا حضور کے صاحبزادے ابراہیم انتقال نہ فرماتے۔

(۱۱) سنن ابن ماجہ شریف باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ ابن مریم میں ایک طویل حدیث میں ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَبْعَثْ نَبِیًّا اِلَّا حَذَّرَ اُمَّتَہُ الدَّجَّالَ وَ اَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِیَآءِ وَ اَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ وَھُوَ خَارِجٌ فِیْکُمْ لَا مُحَالَۃَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو دجال کے خروج سے نہ ڈرایا ہو۔ اب میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ وہ ضرور تمہارے اندر ہی نکلے گا۔

(۱۲) یہ حدیث میں اعلیٰحضرت احمد رضا خان بریلویؒ کی کتاب ختم النبوۃ سے نقل کر رہا ہوں۔

حضرت علیؓ اور ختم نبوت:۔ خاص امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ

الکریم کے بارے میں متواتر حدیثیں ہیں کہ نبوت ختم ہوئی۔ نبوت میں ان کا کچھ حصہ نہیں امام احمد مسند اور بخاری ومسلم وترمذی ونسائی وابن ماجہ صحاح ابن شیبہ سنن ابن جریر تہذیب الآثار میں بطریق عدیدہ کثیرہ سیدنا سعد بن ابی وقاص اور حاکم بتصحیح اسناد مستدرک اور طبرانی معجم کبیر و وسیط اور ابو بکر عاقولی فوائد میں اور ابن مردویہ مطولاً اور بزار بطریق عبداللہ بن ابی بکر عن حکیم بن جبیر عن الحسن بن سعد مولیٰ علی اور ابن عساکر بطریق عبداللہ بن محمد بن عقیل عن ابیہ عن جدہ عقیل امیر المومنین مولیٰ علی اور احمد وحاکم وطبرانی وعقیلی حضرت عبداللہ بن عباس اور احمد حضرت امیر معاویہ اور احمد وبزار وابو جعفر بن محمد طبری وابو بکر مطیری حضرت ابو سعید خدری اور ترمذی بافادۂ تحسین حضرت جابر بن عبداللہ سے مسنداً اور حضرت ابو ھریرہ سے تعلیقاً اور طبرانی کبیر اور خطیب کتاب المتفق والمتفرق میں حضرت عبداللہ بن عمر اور ابو نعیم فضائل الصحابہ میں حضرت سعید بن زید اور طبرانی کبیر میں حضرت براء بن عازب و زید بن ارقم وحبیش بن خبادہ وجابر بن سمرہ ومالک بن حویرث وحضرت ام المومنین ام سلمہ زوجہ امیر المومنین علی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے راوی حضور پرنور ﷺ نے غزوہ تبوک کو تشریف لے جاتے وقت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو مدینے میں چھوڑا۔ امیر المومنین نے عرض کی یارسول اللہ حضور مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں فرمایا اما ترضی ان تکون منی بمنزلة ھارون من موسیٰ غیر انه لا نبی بعدی یعنی کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم یہاں میری نیابت میں ایسے رہو جیسے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنے رب سے کلام کے لیے حاضر ہوئے ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی نیابت میں چھوڑ گئے تھے ہاں یہ فرق ہے کہ ہارون نبی تھے میں جب سے نبی ہوا دوسرے کے لیے نبوت نہیں۔ (مسلم شریف میں یہ حدیث کتاب فضائل صحابہ باب من فضائل علی بن ابی طالب میں ہے)

میں بخاری شریف کے الفاظ جو امام بخاری نے بخاری شریف باب غزوہ تبوک (کتاب المغازی) میں لکھے ہیں ان کو درج کر دیتا ہوں۔

قَالَ اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هٰرُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَیْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ۔	فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی، ماسوائے اس کے کہ میرے بعد نبی کوئی نہیں۔

کاش اہل سنت و جماعت اعلیٰحضرت کی کتابوں کو آسان کر دیں۔

حضور ﷺ کا قیامت تک کے تمام انسانوں کا نبی و رسول ہونا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جتنے بھی پیغمبر اس دنیا میں تشریف لائے وہ ایک خاص قوم کی طرف نبی یا رسول ہوتے اور ان کی نبوت یا رسالت ایک علاقہ تک محدود ہوتی تھی۔ ایک وقت میں کئی پیغمبر موجود رہے۔ لیکن جب آپ تشریف لائے تو آپ تمام انسانوں چاہے وہ کسی بھی قوم یا نسل یا علاقہ سے ہوں کے لیے نبی و رسول بن کر آئے اور قیامت تک جتنے بھی انسان چاہے وہ عربی ہوں یا عجمی، گورے ہوں یا کالے، جو آپ پر ایمان لائیں گے وہ مسلمان کہلائیں گے اور جو ایمان نہ لائیں گے وہ کافر مشرک۔ سورۃ الاعراف پ ۹ آیت نمبر ۱۵۸ میں ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا۔	تم فرماؤ اے لوگو، میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں۔

سورۃ النساء پ ۵ آیت نمبر ۷۹ میں ہے۔

وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا	اور اے محبوب ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لیے رسول بھیجا اور اللہ کافی ہے گواہ

سورۃ الفرقان پ ۱۸ آیت نمبر ۱ میں ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا۔	بڑا برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر (یعنی سید الانبیاء حضرت محمد ﷺ) جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔

سورۃ الانبیاء پ ۱۷ آیت نمبر ۱۰۷ میں ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمت ہونا عام ہے ایمان والوں کے لیے بھی اور اس کے لیے بھی جو ایمان نہ لایا۔ مومن کے لیے تو آپ دنیا و آخرت دونوں میں رحمت ہیں اور جو ایمان نہ لایا اس کے لیے آپ دنیا میں رحمت ہیں کہ آپ کی بدولت تاخیر عذاب ہوئی اور خسف و مسخ اور استیصال کے عذاب اٹھا دیے گئے۔ آپ تمام عالموں عالم ارواح ہو یا عالم اجسام، ذوی العقول ہو یا غیر ذوی العقول، کے لیے رحمت ہیں۔ آپ تمام عالموں میں رحمت جب ہی ہو سکتے ہیں کہ آپ کی رحمت تمام عالم والوں کو پہنچے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ آپ کی نبوت و رسالت قیامت تک کے لیے تمام عالموں میں ہو۔

سورہ سبا پ۲۲ آیت نمبر ۲۸ میں ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ آپ کی رسالت قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے ہے چاہے گورے ہوں یا کالے، عربی ہو یا عجمی ہوں۔

اگرچہ تمام انبیاء دعوت توحید کے لیے آئے لیکن جو وہ دین اور شریعت لے کر آئے ان میں تحریف ہوتی رہی کیونکہ دین اسلام کو قیامت تک باقی رہنا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک مکمل دین اور شریعت دے کر مبعوث فرمایا جس میں کسی قسم کی ترمیم یا اضافہ کی ضرورت نہیں۔ اس لیے اب کسی اور نبی یا رسول کی بھی قطعاً کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔

کیونکہ یہ جامع اور مکمل شریعت ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ بھی خود لیا ہوا ہے کوئی اس میں ردو بدل نہیں کر سکتا۔اوراس کے علاوہ کسی اور کی پیروی قابل قبول نہیں۔

سورہ الاعراف پ ۸ آیت نمبر ۳ میں ہے۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ ۝

اے لوگو، اس پر چلو جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا اور اسے چھوڑ کر اور حاکموں کے پیچھے نہ جاؤ۔ بہت ہی کم سمجھتے ہو۔

سورۃ الاعراف پ ۹ آیت نمبر ۱۵۷ میں ہے۔

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَ عَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

تو وہ جو اس پر (یعنی حضرت محمد ﷺ پر) ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا (یعنی قرآن مجید) وہی بامراد ہوئے۔

سورۃ النساء پ ۶ آیت نمبر ۱۷۴ اور ۱۷۵ میں ہے۔

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ۝ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَاعْتَصَمُوْا بِہٖ فَسَیُدْخِلُھُمْ فِیْ رَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَ فَضْلٍ۔

اے لوگو بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی (یعنی حضرت محمد ﷺ) اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتار (یعنی قرآن مجید) تو وہ جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کی رسی مضبوط تھامی تو عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا۔

سورہ المائدہ پ ۶ آیت نمبر ۳ میں ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔

کیونکہ کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی کہ ترمیم یا اضافہ کی ضرورت ہو اس لیے اب کسی اور نبی کی قطعاً کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

سورہ التوبہ پ۱۰ آیت نمبر۳۳ میں ہے۔

هُوَ الَّذِيٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ۝

وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے، پڑے برا مانیں مشرک۔

حضور علیہ صلی اللہ وسلم کی امت کا آخری امت ہونا:

اللہ تعالیٰ نے روز ازل سب نبیوں اور رسولوں سے یہ عہد لیا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ پر ایمان لائیں گے۔ اگر آپ کے بعد کسی نبی نے آنا ہوتا تو ضرور اس کا بھی عہد لیا جاتا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ تک تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی اور رسول تشریف لائے اور انھوں نے آپ کی آمد، آپ کے آخری نبی ہونے اور آپ پر ایمان لانے کی تصدیق کی۔ سورہ آل عمران پ۳ آیت نمبر۸۱ میں اس عہد کا تذکرہ ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا، کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا، تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد جس کسی کو نبوت عطا فرمائی ان سے سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نسبت عہد لیا اور ان انبیاء نے اپنی قوموں سے عہد لیا کہ اگر ان کی حیات میں سید عالم ﷺ مبعوث ہوں تو آپ ان پر ایمان لائیں اور آپ کی نصرت کریں۔

جب انبیاء اپنی قوموں سے یہ عہد لیتے رہے کہ ان پر ایمان لائیں۔ تو ضرور سب انبیاء کی امت آپ کی امت میں داخل ہو جائیں اور جو اس عہد سے پھر گئے وہ کافر ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور جو آپ پر ایمان لے آئے وہ بامراد ہو گئے۔ جیسا کہ

سورۃ الاعراف پ ۹ آیت نمبر ۱۵۷ میں ہے۔

الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ
الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا
عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ
يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ
الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ
الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ
اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ
كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ
وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥

وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی
امی ہے کہ جن کو لکھا ہوا پاتے ہیں اپنے ہاں تو
رات وانجیل میں۔ وہ حکم دیتے ہیں ان کو نیکی کا
اور منع کرتے ہیں برائی سے اور حلال ٹھہراتے
ہیں ان کے لیے سب پاکیزہ چیزیں اور حرام
ٹھہراتے ہیں ان پر ناپاک چیزیں اور اتارتے
ہیں ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ پابندیاں سخت
جو ان پر تھیں۔ پس جو لوگ ان پر ایمان لائے اور
ان کی تعظیم وتکریم کی اور ان کی مدد واعانت کی اور
تابع ہوئے اس نور کے جو ان کے ساتھ نازل کیا
گیا ہے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

سورۃ الصف پ ۲۸ آیت نمبر ۶ میں ہے۔

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ
يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ
اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ
يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا
بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي
اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۔

اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی
اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں
اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا
اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد
تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔

اور

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ٥

اور اس سے قبل یہودی لوگ آپ کے ساتھ دشمنوں پر فتح طلب کیا کرتے تھے پس جب وہ رسول آ گئے جن کو انھوں نے پہچان رکھا تھا اور پوری پوری معرفت حاصل کر رکھی تھی تو ان کے ساتھ کفر کیا پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے کفر کرنے والوں پر

سورہ یونس پ ۱۱ آیت نمبر ۱۳، ۱۴ میں ہے۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ٥ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ٥

اور بے شک ہم نے تم سے پہلی امتیں ہلاک فرما دیں جب وہ حد سے بڑھے اور ان کے رسول ان کے پاس روشن دلیلیں لے کر آئے۔ اور وہ ایسے تھے ہی نہیں کہ ایمان لاتے ہم یونہی بدلہ دیتے ہیں مجرموں کو پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین میں جانشین کیا کہ دیکھیں تم کیسے کام کرتے ہو۔

اس آیت کریمہ سے صاف واضح ہے کہ تمام امتوں کے پاس رسول آ چکے اور اللہ کا پیغام پہنچا چکے اور وہ ہلاک ہوئے جنھوں نے اس پیغام کو ماننے سے انکار کیا اب اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ امت آخری امت ہے اور آپ آخری نبی ہیں۔ نا اس امت کے بعد کوئی اور امت ہے اور نہ آپ کے بعد کوئی اور نبی ہے۔

اب ہم احادیث مبارکہ سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں

اور آپ کی امت آخری امت ہے۔

(۱) صحیح بخاری شریف کتاب الانبیاء کے آخر میں اور صحیح مسلم شریف کتاب الجمعہ میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بَیْدَ کُلِّ اُمَّةٍ اُوْتُوْا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَ اُوْتِیْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہم سب سے پچھلے (آخر) ہیں اور قیامت کے روز سب سے آگے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ دوسری امتوں کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہمیں ان کے بعد

(۲) صحیح مسلم شریف کتاب الجمعہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَالسَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

ہم آخر ہیں (بعثت کے اعتبار سے) اور قیامت کے دن سب سے سابق ہوں گے۔

(۳) صحیح مسلم شریف کتاب الجمعہ میں ہی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اسی مفہوم کی حدیث اس طرح سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ مِنْ اَهْلِ الدُّنْیَا وَالْاَوَّلُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

ہم دنیا والوں کے اعتبار سے آخر ہیں اور قیامت کے دن سب سے اول ہوں گے۔

(۴) سنن ابن ماجہ شریف باب فِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَخُرُوْجِ عِیْسٰی ابْنِ مَرْیَمَ وَخُرُوْجِ یاجوج وماجوج میں حضرت ابو امامہ باہلی ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَاَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَ اَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ — میں سب انبیاء کے آخیر میں ہوں اور تم سب سے آخری امت ہو۔

(۵) سنن ابن ماجہ شریف باب صِفَةِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں ہے۔

عَنْ بَهْزِ بْنِ حُكَيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُكَمِّلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَبْعِيْنَ اُمَّةً نَحْنُ اٰخِرُهَا وَ خَيْرُهَا۔ — حضرت بھز بن حکیمؒ اپنے باپ حکیم سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم قیامت کے دن ستر امتوں کی تکمیل کریں گے اور ہم سب سے آخری اور سب سے بہتر ہوں گے۔

یہ حدیث ترمذی شریف میں بھی ہے۔

(۶) سنن ابن ماجہ باب صِفَةِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ اٰخِرُ الْاُمَمِ وَ اَوَّلُ مَنْ يُّحَاسَبُ يُقَالُ اَيْنَ الْاُمَّةُ الْاُمِّيَّةُ وَ نَبِيُّهَا فَنَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ۔ — حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم امتوں کے اعتبار سے سب سے آخری امت ہیں اور سب سے پہلے حساب اس امت کا کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہاں ہے امی امت اور اس کے نبی تو ہم اول بھی ہیں اور آخر بھی ہیں۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ اگر کوئی نیا نبی آنا ہوتا تو پھر آپ ایسا کیونکر فرماتے، اس نبی پر ایمان لانے والے تو اس نبی کے امتی ہوتے نیز سب انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے ایک بھی نبی کا انکار کفر ہے تو پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی نبی آنے والا ہو اور آپ اپنی امت کو آخری امت کہہ رہے ہوں۔

لہذا ثابت ہوا کہ آپ ہی آخری نبی ہیں اور امت محمد ﷺ آخری امت ہے۔

اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم:

(۱) سورہ ال عمران پ ۳ کی آیت نمبر ۳۱ اور ۳۲ میں ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تم فرما دو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا، پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر۔

(۲) سورہ النساء پ ۴ آیت نمبر ۶۹ میں ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝

اور جو اللہ اور اس کے رسول (حضرت محمد ﷺ) کا حکم مانے تو (روز قیامت) اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

(۳) سورہ النساء پ ۴ آیت نمبر ۸۰ میں ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔

(۴) سورہ الانفال پ ۹ آیت نمبر ۲۰ میں ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ۔	اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول (حضرت محمد ﷺ) کا حکم مانو اور سن سنا کر اس سے نہ پھرو

(۵) سورۃ النور پ ۱۸ آیت نمبر ۶۲ میں ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ	ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (حضرت محمد ﷺ) پر یقین لائے۔

(۶) سورہ الاحزاب پ ۲۲ آیت نمبر ۷۱ میں ہے۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝	اور جو اللہ اور اس کے رسول (حضرت محمد ﷺ) کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

(۷) سورہ الفتح پ ۲۶ آیت نمبر ۱۷ میں ہے۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ یَّتَوَلَّ یُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝	اور جو اللہ اور اس کے رسول (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم مانے، اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں اور جو پھر جائے گا اسے دردناک عذاب فرمائے گا۔

(۸) سورہ التوبہ پ ۱۰ آیت نمبر ۶۳ میں ہے۔

اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِیْهَا ذٰلِكَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ ۝	کیا انہیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول کا تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا یہی بڑی رسوائی ہے۔

(۹) سورۃ الاحزاب پ ۲۱ آیت نمبر ۲۱ میں ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے، ان کا حکم ماننے اور اطاعت کرنا کا حکم دیا گیا ہے اور جو ایسا نہ کرے اس کے لیے دردناک عذاب کی وعید سنائی جا رہی ہے۔ اگر آپ کے بعد کسی اور نبی نے آنا ہوتا تو ضرور ضرور اس کو ماننے اور اس کی اطاعت کرنے کا بھی حکم دیا جاتا جس طرح کہ آپ سے پہلے انبیاء پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ آپ ہی آخری نبی ہیں۔

نوٹ:۔ اس مفہوم کی آیات قرآن مجید میں بہت زیادہ ہیں۔

ختم نبوت اور محدثیت:

صحیح مسلم شریف کتاب فضائل الصحابۃ باب مِنْ فَضَائِلِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ قَدْ كَانَ يَكُوْنُ فِي الْاُمَمِ قَبْلَكُمْ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ يَكُنْ فِيْ اُمَّتِيْ مِنْهُمْ اَحَدٌ فَاِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنْهُمْ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ تَفْسِيْرُ مُحَدَّثُوْنَ مُلْهَمُوْنَ ٥

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ تم سے پہلے پچھلی امتوں میں محدث ہوتے تھے اگر اس امت میں کوئی محدث ہوگا تو وہ عمر بن الخطاب ہیں۔ ابن وہب نے کہا محدث اس شخص کو کہتے ہیں جس پر الہام کیا جاتا ہو۔

اسی مفہوم کی حدیث بخاری شریف، کتاب الانبیاء باب مَنَاقِبِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّاب میں اس طرح ہے:۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ کَانَ فِیْمَا قَبْلَکُمْ مِنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ یَّکُ فِیْ اُمَّتِیْ اَحَدٌ فَاِنَّهٗ عُمَرُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے۔
(یہ حدیث بخاری شریف کتاب الانبیاءٌ پارہ۔۱۴ میں بھی ہے۔ یہ حدیث ترمذی شریف ابواب المناقب میں بھی ہے۔)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَقَدْ کَانَ فِیْمَن کَانَ قَبْلَکُمْ مِنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ رِجَالٌ یُکَلَّمُوْنَ مِنْ غَیْرِ کُمْ اَنْ یَّکُوْنُوْا اَنْبِیَآءَ فَاِنْ یَّکُنْ مِنْ اُمَّتِیْ مِنْهُمْ اَحَدٌ فَعُمَرُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں یعنی بنی اسرائیل میں ایسے لوگ بھی ہوا کرتے تھے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام فرمایا جاتا تھا حالانکہ وہ نبی نہ تھے اگر ان میں سے میری امت کے اندر بھی کوئی ہے تو وہ عمر ہے۔

اس سے بھی پتا بت ہو کہ محدث کا درجہ بہت بڑا ہوتا ہے لیکن محدث بھی نبی نہیں ہوتا۔اور یہ درجہ اگر آپ کے بعد کسی کو ملتا بھی تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوتے۔لہذا آپ ہی آخری نبی ہیں۔اسی مفہوم کی حدیث جامع ترمذی شریف ابواب المناقب میں بھی ہے۔

ختم نبوت اور خلافت:

(۱) صحیح بخاری شریف کتاب الانبیاء باب مَا ذُکِرَ عَنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ میں ہے
حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

کَانَتْ بَنُوْا اِسْرَآئِیْلَ تَسُوْسُھُمُ الْاَنْبِیَآءُ کُلَّمَا ھَلَکَ نَبِیٌّ خَلَفَهٗ نَبِیٌّ وَّاِنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَ سَیَکُوْنُ خُلَفَآءُ فَیَکْثُرُوْنَ قَالُوْا فَمَا تَامُرُنَا قَالَ: فُوْا بِبَیْعَةِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ اَعْطُوْھُمْ حَقَّھُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ سَائِلُھُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاھُمْ۔

پہلے بنی اسرائیل کے انبیاء لوگوں پر حکمران ہوا کرتے تھے۔ایک نبی کا وصال ہوتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہوتا۔لیکن یادرکھو میرے بعد ہرگز کوئی نبی نہیں ہے ہاں عنقریب خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔لوگ عرض گزار ہوئے، آپ ہمیں ان کے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ فرمایا: یکے بعد دیگرے ہر ایک سے بیعت کرتے رہنا اور ان کی اطاعت کا حق ادا کرتے رہنا۔پس اللہ تعالیٰ نے جو انہیں حکمران بنائے گا وہی حقوق کے بارے میں ان سے باز پرس کرے گا۔

سابق روایات کے مطابق آپ کے بعد نبی آنا ہوتا تو آپ ضرور اس کے متعلق اپنے صحابہ کو آگاہ فرماتے۔آپ نے تو صاف صاف فرمادیا کہ میرے بعد ہرگز کوئی نبی نہیں ہے۔صرف خلفاء ہوں گے۔یعنی سلسلہ نبوت کا خاتمہ ہو گیا ہے اب نبوت کے قائم مقام خلافت ہوگی۔

(۲) صحیح بخاری شریف کتاب الانبیاء باب مناقب قریش میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خلافت قریش میں رہے گی۔

(۳) مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ اَنَّ رَجُلاً قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ رَاَیْتُ کَاَنَّ مِیْزَ اَنًا نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ فَوُزِنْتَ اَنْتَ وَ اَبُوْ بَکْرٍ فَرَجَحْتَ اَنْتَ وَوُزِنَ اَبُوْ بَکْرٍ وَّ عُمَرُ فَرَجَعَ اَبُوْ بَکْرٍ وَّ وُزِنَ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ فَرَجَعَ عُمَرُ ثُمَّ رُفِعَ الْمِیْزَانُ فَاسْتَاءَ لَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَعْنِیْ فَسَاءَ ہٗ ذَالِکَ فَقَالَ خِلَافَۃُ نُبُوَّۃٍ ثُمَّ یُؤْتِی اللّٰہُ الْمُلْکَ مَنْ یَّشَآءُ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْ دَاؤُدَ)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوا: میں نے دیکھا کہ گویا ایک ترازو آسمان سے اتری۔ پس آپ اور حضرت ابوبکر کو تولا یا گیا تو آپ وزنی رہے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو تولا تو حضرت ابوبکر وزنی رہے۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان کو تولا تو حضرت عمر وزنی رہے پھر ترازو اٹھالی گئی رسول اللہ ﷺ کو اس کا صدمہ ہوا اور فرمایا کہ یہ خلافت نبوت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنا ملک جس کو چاہے دے (ترمذی شریف)

(۴) اسی باب میں ہے۔

عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنِّیْ لَا اَدْرِیْ مَا بَقَائِیْ فِیْکُمْ فَاقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ تم میں کتنے دن اور رہوں لہذا میرے بعد والوں میں سے ابوبکر اور عمر کی پیروی کرنا۔ (ترمذی)

(۵)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْخِلَافَةُ بِالْمَدِیْنَةِ وَالْمُلْکُ بِالشَّامِ۔

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خلافت مدینہ منورہ میں اور بادشاہی شام میں ہوگی۔

(مشکوٰۃ کتاب الفتن باب ذِکْرِ الْیَمَنِ وَالشَّامِ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ارشاد ہے کہ میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔ (ابن ماجہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرب قیامت:

(۱) صحیح بخاری شریف کتاب التفسیر باب والنازعات میں ہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ بِاِصْبَعَیْهِ هٰکَذَا بِالْوُسْطٰی وَالَّتِیْ تَلِی الْاِبْهَامَ بُعِثْتُ وَالسَّاعَةَ کَهَاتَیْنِ۔

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنی درمیانی اور انگوٹھے کے پاس والی انگشت مبارک کو اس طرح کر کے فرمایا مجھے قیامت کے ساتھ اس طرح مبعوث فرمایا گیا ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الرقاق میں بھی ہے۔

اسی مفہوم کی حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ میں بھی ہے۔

(۲) صحیح بخاری شریف کتاب الرقاق میں ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ کَهَاتَیْنِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کو ملا کر) فرمایا: مجھے اور قیامت کو ان دونوں کی طرح بھیجا گیا ہے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن ''باب قرب الساعۃ'' کی پہلی فصل میں بھی ہے۔ یہ حدیث مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ میں بھی ہے۔

(۳) صحیح بخاری شریف کتاب الرقاق میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ يَعْنِىْ اِصْبَعَيْنِ۔ مجھے اور قیامت کو اس طرح بھیجا گیا ہے یعنی دو انگلیوں کی طرح۔

ان احادیث سے بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ دو انگلیوں کو ملانے سے واضح ہوتا ہے کہ دونوں بہت ہی قریب ہیں اور ان دونوں کے درمیان کسی دوسرے نبی کی قطعاً قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اب ایک حدیث سنن ابن ماجہ شریف باب اشراط الساعۃ سے ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَجَمَعَ بَيْنَ اَصْبَعَيْهِ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اور قیامت ایسے بھیجے گئے ہیں اور آپ نے دو انگلیوں کو جمع کر کے دکھایا۔

جب حضور ﷺ قیامت تک رونما ہونے والے واقعات کو بیان کرتے ہیں۔ اپنے بعد خلافت، علاماتِ قیامت، فتنوں، دجالوں وغیرہ کا تذکرہ کرتے ہیں تو پھر یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ اگر آپ کے بعد کوئی اور نبی آنا ہوتا اور آپ اپنی امت کو اس کے متعلق آگاہ نہ فرماتے۔

ختم نبوت اور مبشرات:

(۱) صحیح بخاری شریف کتاب التعبیر باب المبشرات میں ہے کہ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ

لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ۔

نبوت میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہا ماسوائے مبشرات کے۔ عرض کی گئی کہ مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا کہ اچھے خواب

اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ کے بعد نبوت ختم ہو چکی۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ صرف اچھے خواب جو کہ نبوت کا ایک حصہ ہیں وہ باقی رہ گئے ہیں۔

صحیح بخاری شریف کتاب التعبیر ''باب رویا الصالحین'' میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

اَلرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ الرَّجُلِ الصَّالِحِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَّ اَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ۔

اچھا خواب جو نیک آدمی دیکھتا ہے وہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

اس مفہوم کی کئی حدیثیں بخاری شریف، سنن ابن ماجہ ابواب تعبیر الرویا اور مسلم شریف کتاب الرویا اور ترمذی شریف ابواب الرویاء میں بھی ہیں صرف ایک حدیث صحیح مسلم شریف کتاب الرویا سے بیان کرتا ہوں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَّ اَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔

نوٹ:۔ علامہ غلام رسول سعیدی نے شرح مسلم شریف جلد نمبر ۶ میں علامہ حلیمیؒ کے حوالے سے نبوت کے چھیالیس اجزاء کو بیان کیا ہوا ہے۔

(۲) سنن ابن ماجہ شریف اَبْوَابُ تَعْبِیرِ الرُّؤْیَا کے باب اَلرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ یَرَاھَا الْمُسْلِمُ اَوْتُرٰی لَہٗ میں ہے۔

عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ ابْنِ اَبِیْ کُرَزِ الْکَعْبِیَّۃِ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ ذَھَبَتِ النُّبُوَّۃُ وَبَقِیَتِ الْمُبَشِّرَاتُ۔

عبداللہ بن ابوکرز، الکعبیہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ نبوت ختم ہوگئی اور صرف مبشرات باقی رہ گئے۔

سنن ابن ماجہ شریف کے اسی باب میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَشَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ السِّتَارَۃَ فِیْ مَرَضِہٖ وَالصُّفُوْفُ خَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَ اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّہٗ لَمْ یَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الرُّؤْیَاءَ الصَّالِحَۃَ یَرَاھَا الْمُسْلِمُ اَوْتُرٰی لَہٗ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے بیماری کی حالت میں گھر کا پردہ اٹھایا تو لوگ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفیں باندھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ لوگو! اب نبوت کی خوشخبریوں میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی سوائے سچے خوابوں کے جو مسلمان دیکھتے ہیں یا اس کے لیے کوئی اور دیکھے

یہ حدیث مسلم شریف اور نسائی شریف میں بھی ہے۔

نوٹ: اس مفہوم کی حدیثیں سنن نسائی شریف، ورسنن ابوداؤد شریف، ترمذی شریف ابواب الرویا میں بھی ہیں۔ آخر میں ایک حدیث اور بیان کرتا ہوں۔

طبرانی معجم کبیر میں حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند صحیح راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''ذھبت النبوۃ فلانبوۃ بعدی الا المبشرات الرؤیا یراھا الرجل اوتریٰ لہٗ. ''نبوت آ گئی اب میرے بعد نبوت نہیں مگر بشارتیں ہیں

اچھا خواب کہ انسان آپ دیکھے یا اس کے لیے دیکھا جائے۔

خاتم الانبیاء اور خاتم مساجد الانبیاء:

صحیح مسلم شریف کتاب الحج باب فَضْلِ الصَّلٰوةِ بِمَسْجِدَیْ مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃِ میں ہے۔

(۱)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاِنِّیْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَ مَسْجِدِیْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد ہے۔

(صحیح مسلم جلد اول ص ۴۴۶)

(۲) سنن نسائی شریف جلد اول کتاب المساجد (فضل مسجد النبی ﷺ والصلوۃ فیہ) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

فَاِنِّیْ آخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَاِنَّہٗ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ۔

کیونکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میری مسجد بھی ان سب (انبیاء کی) مساجد سے آخری ہے۔

(۳) امام بزار نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَنَا خَاتِمُ الْاَنْبِیَاءِ وَ مَسْجِدِیْ خَاتِمُ الْمَسَاجِدِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد خاتم المساجد ہے۔

ان احادیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضور کی مسجد (مسجد نبوی) کے آخر المساجد ہونے کے باوجود دوسری مساجد بن سکتی ہیں تو پھر آپ کے آخر الانبیاء

ہونے کے باوجود دوسرے انبیاء آسکتے ہیں؟ بلکہ یہاں مطلب یہ ہے کہ مسجد نبوی کسی نبی کی تعمیر کی ہوئی آخری مسجد ہے کیونکہ آپ آخری نبی ہیں اس لیے کسی نبی کی تعمیر کردہ مسجد اب نہیں بنے گی اسی لیے اس مفہوم میں اسے آخر المساجد کہا گیا ہے۔

ختم نبوت اور کتب سابقہ:

یہ ہم پڑھ چکے کہ سابق انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کو آپ کی آمد کی بشارتیں دیتے رہے اور انھوں نے آپ کی واضح نشانیاں اپنی اپنی امتوں کو بیان کیں۔ اور قرآن مجید میں بیان ہوا ہے کہ وہ اپنی کتابوں میں آپ کے متعلق لکھا ہوا پاتے تھے۔ اس میں یہود و نصاریٰ کے لیے انکار کی گنجائش ہوتی تو سبھی یہود و نصاریٰ ایک لمحہ کا توقف کیے بغیر حضور نبی کریم ﷺ کے پاس دوڑ کر آتے اور آپ کے غلاموں کو بھی جمع کرتے اور چیلنج دے دیتے کہ یہ ہے تورات و انجیل۔ دکھاؤ کہاں تمہارا ذکر اور تمہارے آنے کی بشارت یا تمہاری کوئی علامت یا نشانی موجود ہے اگر دکھلا دو تو ہم ابھی مسلمان ہوتے ہیں اور اگر کوئی بشارت اور علامت آپ کی ان کتابوں سے نہ مل سکے اور یقیناً نہیں مل سکے گی تو تم دعویٰ نبوت سے باز آؤ اور تمہارے حلقہ غلامی میں آنے والوں کو بھی توبہ کرنی اور تمہارا دامن چھوڑنا لازم ہو۔ یہودی و نصاریٰ صرف اس ایک اعلان کے خلاف واقع ہونے اور کذب و افتراء ہونے کو ثابت کر کے خود بھی محفوظ و مامون ہو سکتے تھے اور اپنے مذہب کا بھی تحفظ کر سکتے تھے اور اسلام کی نشو و نما اور ترقی و اشاعت کو بھی بالکل ختم کر سکتے تھے لیکن وہ قطعاً اس قسم کی جرأت نہ کر سکے اور پڑھے لکھے علماء و فضلاء اور تورات و انجیل کے مدرس و مفسر اس نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کو جھٹلا نہ سکے۔

اب ہم انجیل مقدس سے حضور ﷺ کی ختم نبوت بیان کرتے ہیں۔

(۱) تب اس وقت یسوع نے کہا تحقیق تمہارا کلام مجھ کو کچھ تسلی نہیں دیتا اس

لیے کہ ایک ایسا اندھیرا آنے والا ہے جس میں کہ تم روشنی کی امید ہی کیا کرو گے مگر میری تسلی اس رسول کے آنے میں ہے جو کہ میرے بارہ میں ہر جھوٹے خیال کو محو کر دے گا اور اس کا دین پھیلے گا اور تمام دنیا میں عام ہو جائے گا۔ کیونکہ اللہ نے ہمارے باپ ابراہیم سے یوں ہی وعدہ کیا ہے اور جو چیز مجھ کو تسلی دیتی ہے وہ یہ ہے کہ اس رسول کے دین کی کوئی حد نہیں اس لیے کہ اللہ اس کو درست اور محفوظ رکھے گا کاہن نے جواب میں کہا کیا رسول اللہ کے آنے کے بعد اور رسول بھی آئیں گے یسوع نے جواب دیا اس کے بعد خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے سچے نبی کوئی نہیں آئیں گے مگر جھوٹے نبیوں کی ایک بڑی بھاری تعداد آئے گی اور یہی بات ہے جو کہ مجھے رنج دیتی ہے اس لیے کہ شیطان ان کو عادل اللہ کے حکم سے بھڑکائے گا پس وہ میری انجیل کے دعویٰ کے پردے میں چھپیں گے۔ (برناباس فصل ۹۷ ص ۱۴۵)

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو حضور ﷺ کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔ (انجیل یوحنا ص ۹۹)

اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہیں کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔ (انجیل یوحنا ص ۹۹)

(۳) عورت نے کہا شاید تو ہی مسیا ہے اے سید! تو یسوع نے جواب دیا حق یہ ہے کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی طرف خلاص کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں لیکن میرے بعد جلد ہی مسیا اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا تمام دنیا کے لیے آئے گا۔ وہ مسیا کہ اللہ نے تمام دنیا کو اسی کی وجہ سے پیدا کیا اور اس وقت تمام دنیا میں اللہ کو سجدہ کیا جائے اور رحمت حاصل کی جائے گی (برناباس ص ۱۲۴۔ فصل ۸۲)

نوٹ:۔ تفصیلی مطالعہ کے لیے علامہ محمد اشرف سیالوی کی کتاب ''انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین ﷺ'' کا مطالعہ کریں۔

ختم نبوت اور انبیاء سابق

بریت آدم اور ختم نبوت:۔

طبرانی معجم کبیر میں اور حاکم بافادہ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ جب آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لغزش واقع ہوئی عرض کی یارب اسالک بحق محمد ان غفرت لی الٰہی میں تجھے محمد ﷺ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما۔ ارشاد ہوا: اے آدم تو نے محمد کو کیونکر پہچانا۔ حالانکہ میں نے ابھی اسے پیدا نہ کیا۔ عرض کی الٰہی جب تو نے مجھے اپنی قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے پایوں پر لکھا پایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

تو میں نے جانا تو نے اسی کا نام اپنے نام پاک کے ساتھ ملایا ہوگا جو تجھے تمام جہان سے زیادہ پیارا ہے۔ فرمایا۔

صدقت یا ادم انه لا حب الخلق الی و اذ سالتنی بحقه فقد غفرت لک ولو لا محمّد ما خلقتک زاد الطبرانی وهو اخر الانبیاء من ذریتک.

اے آدم تو نے سچ کہا بے شک وہ مجھے تمام جہان سے زیادہ پیارا ہے اور جب تو نے مجھے اس کا واسطہ دے کر سوال کیا تو میں نے تیرے لیے مغفرت فرمائی۔ اگر محمد نہ ہوتا تو میں تجھے نہ بناتا وہ تیری اولاد میں سب سے پچھلا نبی ہے ﷺ۔

حضرت موسیٰ اور ختم نبوت: ابو نعیم ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

ان موسی لما انزلت علیه التوراة و قراها وجد فیها ذکر هذه الامة فقال یَارَبِّ اِنِّیۡ اَجِدُ فِی الۡاَلۡوَاحِ اُمَّةً هُمُ الۡاٰخِرُوۡنَ السَّابِقُوۡنَ فاجعلها امتی قَالَ تِلۡکَ اُمَّةُ احمد۔

جب موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام پر توریت اتری۔ اسے پڑھا تو اس میں اس امت کا ذکر پایا عرض کیا اے رب میرے میں ان لوحوں میں ایک امت پاتا ہوں کہ وہ زمانے میں سب سے پچھلی اور مرتبے میں سب سے اگلی تو یہ میری امت کر فرمایا یہ امت احمد کی ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت آدم اور سرکار دو عالم:۔ ابن عساکر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو پیدا کیا انہیں ان کے بیٹوں پر مطلع فرمایا۔ وہ ان میں ایک کی دوسرے پر فضیلتیں دیکھا کیے۔ مجھے ان سب کے آخر میں بلند و روشن نور دیکھا۔ عرض کی الٰہی یہ کون ہیں۔ فرمایا یہ تیرا بیٹا احمد ہے یہی اول ہے اور یہی آخر ہے۔ اور یہی سب سے پہلا شفیع اور یہی سب سے پہلا شفاعت مانا گیا صلی اللہ علیہ وسلم۔

نیز بطریق ابی الزبیر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی قال بین کتفی ادم مکتوب محمد رسول الله خاتم النبین۔

آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے دونوں شانوں کے وسط میں قلم قدرت سے لکھا ہوا ہے۔

''محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم''

حضرت ابراہیم اور خاتم الانبیاء کی بشارت:۔ ابن مسعود عامر شعبی سے راوی سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے صحیفوں میں ارشاد ہوا۔ اِنَّهٗ کَائِنٌ مِنۡ

وُلْدِکَ شُعُوْبٌ وَ شُعُوْبٌ حَتّٰی یَأتِیَ النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ خَاتِمَ الْاَنْبِیَاءِ ۔ بے شک تیری اولاد میں قبائل در قبائل ہوں گے یہاں تک کہ نبی امی خاتم الانبیاء جلوہ فرما ہو ﷺ۔

یعقوب علیہ السلام و خاتم الانبیاء:۔ محمد بن کعب قرظی سے راوی اوحی اللہ تعالیٰ الی یعقوب اِنِّیْ اَبْعَثُ مِنْ ذُرِّیَتِکَ مُلُوْکًا وَّاَنْبِیَاءَ حَتّٰی اَبْعَثَ النَّبِیَّ الْحَرَمِیَّ الَّذِیْ تَبْنِیْ اُمَّتُہٗ ھَیْکَلَ بَیْتِ الْمَقْدِسِ وَ ھُوَ خَاتِمُ الْاَنْبِیَاءِ وَاسْمُہٗ اَحْمَدُ۔

اللہ عزوجل نے یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی ۔ میں تیری اولاد سے سلاطین و انبیاء بھیجتا رہوں گا یہاں تک کہ ارسال فرماؤں اس حرم محترم والے نبی کو جس کی امت بیت المقدس کی بلند تعمیر بنائے گی ۔ وہ سب پیغمبروں کا خاتم ہے اور اس کا نام احمد ﷺ۔

ایک حدیث اور ملاحظہ فرمائیں۔

ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و بزار و ابویعلی و بیہقی بطریق ابوالعالیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث طویل اسرا میں راوی ''پھر حضور اقدس ﷺ ارواحِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والثناء سے ملے پیغمبروں نے اپنے رب عزوجل کی حمد کی ۔ ابراہیم پھر موسیٰ پھر داؤد پھر سلیمٰن پھر عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام بہ ترتیب حمد الٰہی بجالائے اور اس کے ضمن میں اپنے فضائل و خصائص بیان فرمائے۔ سب کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب جل جلالہٗ کی ثناء کی اور فرمایا تم سب اپنے رب کی تعریف کر چکے اور اب میں اپنے رب کی حمد کرتا ہوں سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے سارے جہان کے لیے رحمت بھیجا اور تمام آدمیوں کی طرف بشارت دیتا اور ڈر سناتا مبعوث کیا اور مجھ پر قرآن اتارا جس میں ہر شے کا روشن بیان ہے

اور میری امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی اور انہیں عدل و عدالت و اعتدال والی امت کیا اور انہیں کو اول اور انھیں کو آخر رکھا اور میرے واسطے میرا ذکر بلند فرمایا اور مجھے فاتحہ دیوان نبوت و خاتمہ دفتر رسالت بنایا۔ ابراہیم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے فرمایا۔ ان وجوہ سے محمد ﷺ تم سے افضل ہوئے۔ پھر حضور اقدس ﷺ سدرہ تک پہنچے۔ اس وقت رب عز جلالہ نے ان سے کلام کیا اور فرمایا میں نے تجھے اپنا خالص پیارا بنایا اور تیرا نام توریت میں حبیب الرحمٰن لکھا ہے میں نے تیرے لیے تیرا ذکر اونچا کیا کہ میرا ذکر نہ ہو جب تک میرے ساتھ تیری یاد نہ آئے اور میں نے تیری امت کو یہ فضل دیا کہ وہی سب سے اگلے اور وہی سب سے پچھلے اور میں نے تجھے سب پیغمبروں سے پہلے پیدا کیا اور سب کے بعد بھیجا اور تجھے فاتح و خاتم کیا صلی اللہ علیک وسلم۔

اب آخر میں میں ختم نبوت کا جو تعلق امام مہدی، نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور فتنہ دجال سے ہے اس کو بیان کرتا ہوں تاکہ ختم نبوت کے باب میں کوئی بھی کسی قسم کا اعتراض نہ کر سکے۔

امام مہدیؑ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے ظہور تک ہونے والے اہم واقعات اور فتنوں کے بارے میں پوری پوری آگاہی فراہم کی اور صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت نے آپ کے بیان کردہ واقعات اور فتنوں کو بیان کیا ہے اور ہمیں حدیث کی کتابوں سے ان کے متعلق کافی تفصیلی مواد بآسانی مل جاتا ہے آپ نے اپنے بعد امام مہدی، نزول عیسیٰ علیہ السلام اور دجال اکبر کے متعلق معلومات دیں۔ آپ کی وفات سے لے کر اب تک کئی اشخاص امام مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام ہونے کا دعویٰ کر چکے ہیں۔ لیکن احادیث میں امام مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام کی واضح نشانیاں موجود ہیں۔ جن کی وجہ سے ان مدعی مہدویت اور مدعی مسیحیت کے جھوٹا اور

کذاب ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں۔

برصغیر میں سیّد محمد جونپوری (۱۴۴۳ء تا ۱۵۰۴ء) نے دعوے مہدویت کیا۔ سید محمد جونپوری کی مہدوی تحریک کے بارے میں تفصیلی معلومات شیخ محمد اکرام کی کتاب ''رودِ کوثر'' سے حاصل کریں۔ ایران میں مرزا علی محمد باب نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ سوڈان میں مہدی سوڈانی نے مہدویت کا دعویٰ کیا۔ برصغیر میں مرزا غلام احمد قادیانی نے بے شمار دعوے کیے کہ میں مجدد ہیں، میں امام مہدی ہوں۔ پھر مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر مثیل مسیح سے مسیح موعود تک پہنچے اور پھر مسیح موعود سے نبی ہونے تک کے مراحل طے کیے۔ اور نبوت میں بھی نئی قسمیں اختراع کیں کبھی کہا کہ میں غیر تشریعی نبی ہوں۔ پھر تشریعی نبی بھی بن گئے۔ اور کبھی ظلی اور بروزی نبی کی اصطلاحیں اختراع کیں۔ اس کی مکمل تفصیل کے لیے ''مہر منیر'' از مولانا فیض احمد فیض، جامعہ غوثیہ، گولڑہ شریف کا مطالعہ انتہائی مفید ہے۔

ان کے علاوہ محمد بن مرتوت، عبداللہ بن میمون قداح وغیرہ نے بھی امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور رافضی جماعت کے مطابق محمد بن حسن عسکری مہدی موعود ہیں جو اپنی طفولیت کے زمانے میں ہی لوگوں کی نظروں سے غائب ہو کر کسی غار میں چھپ گئے ہوئے ہیں اور یہ جماعت ان کی آمد کی منتظر ہے۔ دیوبندی جماعت کے پیرومرشد سید احمد شہید کو بھی ''مہدی'' ہونے کا زعم تھا، ان کی زندگی میں ہی ان کے متبعین نے انہیں مہدی موعود کہا اور لوگوں کو اس پر راغب کیا۔ مولانا محمد جعفر تھانیسری ''سوانح احمدی'' میں لکھتے ہیں۔

''جب مولانا (شاہ اسمٰعیل) شہید کی پہلی نظر چہرہ مبارک سید صاحب پر پڑی تو فرمایا کہ اگر یہ بزرگ اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کرے تو میں بلا تامل اس کے ہاتھ پر بیعت کرلوں گا۔

ان کے ایک اور عقیدت مند سوانح نگار کا یہ بیان بھی خاصا توجہ طلب ہے۔
''ان (شاہ اسمٰعیل) کی عربی کے علم ادب اور علوم مختلفہ سے عظیم الشان واقفیت نے عام طور پر انہیں اس قابل بنا دیا کہ وہ اپنے پیر کے مہدیت کے لقب کی جس کو انھوں نے خود قبول کر لیا تھا، بہت زور و شور سے تائید کریں اور لوگوں میں منوائیں۔ (حیات طیبہ......مرزا حیرت دہلوی)

ایک ذمہ دار مورخ شیخ محمد اکرام تصدیقاً لکھتے ہیں۔
''سید صاحب کے بعض معتقدین جو انہیں مہدی موعود سمجھتے تھے، یہ خیال کرتے رہے کہ سید صاحب غائب ہو گئے ہیں۔ (موج کوثر)

غلام رسول مہر کی شہادت ملاحظہ کیجئے۔
''صادق پور کے مرکز میں جتنے لوگ پہنچتے تھے انہیں باقاعدہ تلقین کی جاتی تھی کہ سید صاحب کا ظہور قریب ہے وہ امام وقت ہیں'' (سید احمد شہید......غلام رسول مہر)

مولانا جعفر علی تھانیسری کی عقیدت کا رنگ بھی دیکھئے۔
مجھ کو حضرت مرشدنا کی حیات و ظہور کا ایسا یقین ہے جیسے اپنی موت کا''
(سید احمد شہید غلام رسول مہر)

مکاتیب سید احمد شہید مرتبہ مولانا غلام حسین میں شاہ محمد اسمعیل شہید کے حوالہ سے ہے ''جناب امیر المومنین کی خلافت کے منعقد ہونے میں قانون، حدیث، کلام اور فقہ کی رو سے قطعاً کوئی شبہ نہیں ہے۔''

انہی کا ارشاد ہے:
''آنجناب کی اطاعت تمام مسلمین پر واجب ہو گئی جس کسی نے آنجناب کی امامت ابتداً قبول نہ کی یا قبول کرنے سے انکار کیا پس وہی ہے باغی جس کا خون

حلال ہے اور جس کا قتل مثل قتل کفار عین جہاد ہے۔''

مولانا غلام رسول مہر فرماتے ہیں۔

امامت کا کام پورا ہو گیا تو شاہ صاحب نے منکرین امامت کو باغی اور واجب القتل قرار دے دیا۔ (سید احمد شہید از غلام رسول مہر)

نوٹ،۔ یہ معلومات رائے محمد کمال کی لاجواب کتاب ''سازشوں کا دیباچہ'' (قادیانیت) سے لی گئی ہیں۔

اب میں دیوبندیوں کے حنفی المسلک ہونے کے باوجود اہل سنت و جماعت کا جو ان سے اختلاف ہے اس کی وجوہات جو کہ ان کے ان عقائد کی وجہ سے ہے جو ان کی مختلف کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ علامہ ارشد القادری جن کی کتابیں دیو بندیت کے رد میں بہترین ہیں، ان کے رسالہ دعوت انصاف کے ص ۱۷ اور ص ۱۸ کے حوالہ سے پیش کرتا ہوں یہ مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔

(۱) امتی عمل میں انبیاء سے بڑھ جاتے ہیں...... (تحذیر الناس)

(۲) صریح جھوٹ سے انبیاء کا محفوظ رہنا ضروری نہیں ہے۔...... (تصفیۃ العقائد)

(۳) کذب کو شانِ نبوت کے منافی سمجھنا غلط ہے...... (تصفیۃ العقائد)

(۴) انبیاء کو معاصی سے معصوم سمجھنا غلط ہے...... (تصفیۃ العقائد)

(۵) نماز میں حضور اقدس ﷺ کی طرف خیال لے جانے سے نمازی مشرک ہو جاتا ہے (صراط مستقیم)

(۶) نماز میں نبی کا خیال زنا کے خیال اور گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بھی بدتر ہے (صراط مستقیم)

(۷) خدا کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ (یکروزی)

(۸) خدا کو زمان و مکان سے منزہ سمجھنا گمراہی ہے (ایضاح الحق)

(۹) جادوگروں کے شعبدے انبیاء کے معجزات سے بڑھ کر ہوتے ہیں......
(منصب امامت)

(۱۰) صحابہ کرام کو کافر کہنے والا سنت جماعت سے خارج نہیں ہے۔ (فتاوی رشیدیہ)

(۱۱) محمد یا علی جس کا نام ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں...... (تقویۃ الایمان)

(۱۲) ہر مخلوق چھوٹا ہو (جیسے عام بندے) یا بڑا (جیسے انبیاء اولیا) وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہیں۔ (تقویۃ الایمان)

(۱۳) جو حضور اقدس ﷺ کو قیامت کے دن اپنا وکیل اور سفارشی سمجھتا ہے وہ ابو جہل کے برابر مشرک ہے۔ (تقویۃ الایمان)

(۱۴) رسول بخش، نبی بخش، غلام معین الدین اور غلام محی الدین نام رکھنا شرک ہے (تقویۃ الایمان)

(۱۵) رحمۃ للعلمین ہونا حضور ﷺ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ امتی بھی رحمۃ للعلمین ہو سکتے ہیں...... (فتاویٰ رشیدیہ)

(۱۶) بزرگان دین کی فاتحہ کا تبرک کھانے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

(۱۷) حضور ﷺ ہمارے بڑے بھائی ہیں ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں (تقویۃ الایمان)

(۱۸) یہ کہنا کہ خدا اور رسول چاہے گا تو فلاں کام ہو جائے گا شرک ہے (بہشتی زیور)

(۱۹) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے (تقویۃ الایمان)

(۲۰) انسان خودمختار ہے۔ اچھے کام کریں یا نہ کریں اور اللہ کو پہلے اس سے کوئی بھی علم نہیں کہ کیا کریں گے بلکہ اللہ کو ان کے کرنے کے بعد معلوم ہو گا۔ (بلغۃ الحیران)

(۲۱) ''الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص وقطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے۔ (البراہین القاطعہ)

امام مہدیؑ کے ظہور، نام ونسب، حلیہ مبارک، حالات زندگی، برکات اور وفات کے متعلق احادیث حدیث کی کتابوں میں بکھری ہوئی ہیں اکٹھی معلومات کسی ایک کتاب حدیث میں موجود نہیں۔ امام ترمذیؒ نے جامع ترمذی شریف کے باب ماجائی المھدی میں، امام ابوداؤد نے سنن ابوداؤد کے باب اول کتاب المھدی میں اور امام ابن ماجہ نے سنن ابن ماجہ شریف کے باب خروج المھدی میں امام مہدی کے متعلق احادیثیں نقل کی ہیں۔ صحیح مسلم شریف میں بھی امام مہدی کے متعلق واضح اشارے موجود ہیں۔ جو صحیح مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ کی احادیث میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ طبرانی، مسند احمد، مسند ابویعلی، بیہقی ومستدرک اور دوسری کتب احادیث میں بھی امام مہدی کے متعلق احادیث موجود ہیں۔ ان کتب احادیث کا تفصیلی مطالعہ کرنے کے بعد امام مہدی کے ظہور اور ان کی شناخت کے لیے جو علامات بیان کی گئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) قریب ظہور مہدی کے دریائے فرات کھل جائے گا۔ اور اس میں ایک سونے کا پہاڑ ظاہر ہو گا۔

(۲) آسمان سے ندا ہو گی اِلا ان الحق فی اٰل محمّد ۔ اے لوگو حق آل محمد

علیہ وسلم میں ہے۔

(۳) امام مہدی اہل بیت نبوی سے ہوں گے۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ مَسْعُوْد قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَذْھَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَمْلِکَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ بَیْتِیْ یُوَاطِئُ اِسْمُہٗ اِسْمِیْ ۔ (ترمذی، ابوداؤد) دنیا ختم نہ ہوگی جب تک میری اہل بیت سے ایک شخص جس کا نام میرے نام محمد پر ہوگا۔ دنیا کا مالک نہ بن جائے۔ ابوداؤد شریف کی دوسری روایت میں ہے یُوَاطِئُ اِسْمُہٗ اِسْمِیْ اِبِیہ اسم اَبِی۔ اس کا نام میرے نام پر اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا۔ یعنی محمد بن عبداللہ۔ اَلْمَھْدِیُّ مِنْ عِتْرَتِیْ مِنْ وَلَدِ فَاطِمَۃَ (ابوداؤد، حاکم، ابن ماجہ، عن ام سلمہ) مہدی میری نسل اور فاطمہ کی اولاد سے ہوں گے۔ اور ابوداؤد شریف کی دوسری روایت میں ہے کہ امام مہدی حضرت امام حسنؓ کی نسل میں سے ہوں گے۔

(۴) ان کا مولد مدینہ طیبہ ہے۔ رواہ ابونعیم عن علی کرم اللہ وجہہ

(۵) حلیہ ان کا یہ ہے: گندم رنگ کم گوشت۔ میانہ قد۔ اَجْلَی الْجَبْھَۃِ اَقْنَی الْاَنْفِ (ابوداؤد) کشادہ پیشانی، اونچی ناک (ابوداؤد) کمان ابرو، دونوں ابرو میں فرق، بزرگ اور سیاہ چشم، سرگیں آنکھیں، دانت روشن اور جدا جدا۔ دہنے رخسار پر تل سیاہ۔ چہرہ نورانی ایسا روشن جیسا کوکب دری۔ ریش پر انبوہ۔ کشادہ ران، عربی رنگ، اسرائیلی بدن، زبان میں لکنت، جب بات کرنے میں دیر ہوگی تو ران چپ پر ہاتھ ماریں گے۔

(۶) امام مہدی کے سر پر ایک بادل سایہ کرے گا۔ اس میں سے ایک پکارنے والا پکارے گا ھذا المھدی خلیفۃ اللّٰہ فاتبعوہ ۔ یہ مہدی خلیفہ خدا کا ہے۔ اس کا اتباع کرو۔

(۷) ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ، تیغ اور علم ہوں گے۔ یہ نشان بعد

آنحضرت ﷺ کبھی نہ نکلے ہوں گے۔ ان پر لکھا ہوا ہوگا۔

البیعۃ للہ۔ بیعت اللہ کے واسطے ہے۔

(۸) وہ ایک سوکھی شاخ خشک زمین میں لگائیں گے جو اسی وقت ہری ہو جائے گی۔ اور اس میں برگ و بار آئے گا۔

(۹) وہ کعبہ کے خزانوں کو نکال کر تقسیم کریں گے۔

(۱۰) دریا ان کے لیے یوں پھٹ جائے گا جیسا کہ بنی اسرائیل کے لیے پھٹ گیا تھا۔

یہ دس علامات حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحبؒ گولڑہ شریف کی تصنیف لطیف سیف چشتیائی کے صفحہ ۸۲ پر ''علامات ظہور مہدی'' سے نقل کی گئی ہیں۔

(۱۱) وہ اخلاق میں حضور ﷺ کے مشابہ ہوں گے۔ (ابوداؤد شریف)

(۱۲) شام سے ان کے خلاف ایک لشکر بھیجا جائے گا جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان بیداء کے مقام پر زمین میں دھنسا دیا جائے گا (ابوداؤد شریف)

(۱۳) مکہ مکرمہ کے لوگ، شام کے ابدال اور عراق کی جماعتیں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کریں گی (ابوداؤد شریف)

(۱۴) وہ زمین کو عدل و انصاف سے یوں بھر دیں گے جیسے وہ ظلم و ستم سے بھر گئی ہو گی (ابوداؤد شریف) یَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطاً وَّ عَدْلاً کَمَا مُلِئَتْ ظُلْماً وَجَوْراً۔

(۱۵) وہ سات سال یا نو سال حکومت کریں گے۔ (ابوداؤد شریف، سنن ابن ماجہ شریف)

(۱۶) زمین کی پیداوار کی صلاحیت بہت بڑھ جائے (سنن ابن ماجہ)

(۱۷) فتح قسطنطنیہ ان کے عہد میں ہو گی (مسلم شریف کتاب الفتن واشراط

الساعۃ)

(۱۸) دجال کا خروج ہوگا۔

(۱۹) وہ مسلمانوں کی جماعت کی امامت کروانے والے ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔

(۱۰) مال کی فراوانی ہوگی۔ (سنن ابن ماجہ شریف)

حضورﷺ نے امام مہدی کی واضح علامتیں اور نشانیاں بیان فرمادیں تاکہ غلام احمد قادیانی جیسے لوگ جو مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کریں تو ان کے جھوٹا ہونے کو مسلمان بآسانی پہچان سکیں اور اپنا ایمان خراب ہونے سے بچا سکیں۔

نوٹ:۔ پاکستان میں " ریاض احمد گوہر شاہی" نے بھی مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ علماء اہل سنت نے اس کے جھوٹ کا فوری پول کھول دیا تھا۔ اس کی کتابوں پر حکومت کو فوری طور پر پابندی عائد کردینی چاہیے۔

نزول مسیح ابن مریم اور فتنہ دجال

(۱) مشکوٰۃ شریف بَابُ نُزُوْلِ عِیْسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا۔

كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ۔ (بخاری و مسلم)

تمہارا کیا حال ہوگا جب عیسیٰ بن مریم تم میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الانبیاء باب نُزُولِ عِیْسٰی بْنِ مَرْیَمَ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ میں ہے۔

(۲) صحیح بخاری شریف کتاب البیوع باب قَتْلِ الْخِنْزِیْرِ میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمْ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا مُّقْسِطًا فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْجِزْیَةَ وَیُفِیْضُ الْمَالَ حَتّٰی لَا یَقْبَلَهٗ اَحَدٌ۔

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، قریب ہے کہ تم میں حضرت ابن مریم نازل ہوں گے جو انصاف پسند ہوں گے۔ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ موقوف کر دیں گے اور مال اتنا بڑھ جائے گا کہ لینے والا کوئی نہ ہوگا۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب المظالم باب کَسْرِ الصَّلِیْبِ وَقَتْلِ الْخِنْزِیْرِ میں بھی ہے۔

اور بخاری شریف کتاب الانبیاء باب نُزُولِ عِیْسٰی بْنِ مَرْیَمَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ میں اس حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

حَتّٰی تَکُوْنَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا ثُمَّ یَقُوْلُ اَبُوْ هُرَیْرَةَ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَکُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا۔

یہاں تک کہ ایک سجدہ کو دنیا و مافیہا سے بہتر خیال کیا جائے گا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ اور کوئی اہل کتاب ایسا نہیں جو اس کی موت سے قبل اس پر ایمان نہ لے آئے اور قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔ (سورۂ النساء آیت نمبر ۱۵۹)

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب نزول عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام مین بھی ہے۔

(۳) صحیح مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ میں ہے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ اُسَيْدٍ الْغِفَارِيِّ قَالَ اطَّلَعَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْنَا وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ فَقَالَ مَاتَذْكُرُوْنَ قَالُوْا نَذْكُرُ السَّاعَةَ قَالَ اِنَّهَا لَنْ تَقُوْمَ حَتّٰى تَرَوْا قَبْلَهَا عَشَرَ اٰيَاتٍ فَذَكَرَ الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ وَالدَّابَّةَ وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا وَ نُزُوْلَ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ وَيَاجُوْجَ وَ مَاجُوْجَ وَ ثَلٰثَةَ خُسُوْفٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَ خَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَ اٰخِرُ ذَالِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ اِلٰى مَحْشَرِهِمْ وَ فِيْ رِوَايَةٍ نَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِعَدْنٍ تَسُوْقُ النَّاسَ اِلَى الْمَحْشَرِ وَ فِيْ رِوَايَةٍ فِي الْعَاشِرَةِ وَ رِيْحٌ تُلْقِي النَّاسَ فِي الْبَحْرِ۔

حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جس وقت ہم باتیں کر رہے تھے نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، آپ نے پوچھا تم کیا باتیں کر رہے ہو، ہم نے کہا ہم قیامت کے متعلق باتیں کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ تم اس کے متعلق دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ دھواں، دجال، دابہ (یعنی دابۃ الارض جو ایک عجیب وغریب جانور ہوگا)، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، حضرت عیسیٰ ابن مریم کا نزول، یاجوج ماجوج اور تین جگہ زمین کے دھنسنے کا ذکر کیا، مشرق میں دھنسنا، مغرب میں دھنسنا اور جزیرۂ عرب میں زمین کا دھنسنا اور آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہنکا کر محشر کی طرف لے جائے گی۔ دوسری روایت میں ہے کہ قعرعدن سے آگ نکلے گی اور لوگوں کو محشر کی طرف ہانکے گی۔ تیسری روایت میں دسویں نشانی کے متعلق ہے کہ ایک آندھی ہو گی جو لوگوں کو سمندر میں ڈال دے گی۔

یہ حدیث مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب العلامات بین یدی الساعۃ وذکر الدجال میں بھی ہے یہ حدیث سنن ابو داؤد شریف کتاب الملاحم کے باب امارات الساعۃ میں بھی ہے۔ یہ حدیث سنن ابن ماجہ شریف باب الایات میں بھی ہے۔

(۴) صحیح مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ میں ایک طویل حدیث میں ہے ''حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اگر دجال میری موجودگی میں نکلا تو تمہاری طرف سے میں اس کا مقابلہ کروں گا اور اگر میری غیر موجودگی میں نکلا تو ہر شخص اپنی طرف سے حجت قائم کرے گا اور میری خاطر اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کا محافظ ہے۔ دجال نوجوان اور گھونگریالے بالوں والا ہوگا۔ اس کی آنکھ پھولی ہوئی ہوگی۔ میں اس کو عبد العزیٰ بن قطن کے مشابہ قرار دیتا ہوں۔ تم میں سے جو شخص اس کو پائے وہ اس کے سامنے سورہ کہف کی ابتدائی (دس) آیتیں پڑھے، بلاشبہ شام اور عراق کے درمیان سے اس کا خروج ہوگا، وہ اپنے دائیں بائیں (ہر جانب) فساد پھیلائے گا۔ اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا، ہم نے کہا یارسول اللہ! وہ زمین میں کب تک رہے گا؟ آپ نے فرمایا: چالیس دن تک، ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا، ایک دن ایک ماہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی ایام تمہارے عام دنوں کی طرح ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! پس جو دن ایک سال کی طرح ہوگا کیا اس میں ہمیں ایک دن کی نماز پڑھنا کافی ہوگا؟ آپ نے فرمایا نہیں، تم اس کے لیے ایک سال کی نمازوں کا اندازہ کر لینا، ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! وہ زمین پر کس قدر تیز چلے گا؟ آپ نے فرمایا: اس بارش کی طرح جس کو پیچھے سے ہوا دھکیل رہی ہو، وہ ایک قوم کے پاس جا کر ان کو ایمان کی دعوت دے گا وہ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کی دعوت قبول کر لیں گے، وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ پانی برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ سبزہ اگائے گی، ان کے چرنے والے جانور شام کو آئیں گے تو ان کے کوہان پہلے سے لمبے، تھن بڑے اور کوکھیں دراز ہوں گی۔ پھر وہ دوسری قوم کے پاس جا کر ان کو دعوت دے گا، وہ اس کی دعوت کو مسترد کر دیں گے، وہ ان کے

پاس سے لوٹ جائے گا، ان پر قحط اور خشک سالی آئے گی اور ان کے پاس ان کے مالوں سے کچھ نہیں رہے گا پھر وہ ایک بنجر زمین کے پاس سے گزرے گا اور زمین سے کہے گا کہ اپنے خزانے نکال دو، تو زمین کے خزانے اس کے پاس ایسے آئیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سرداروں کے پاس جاتی ہیں پھر وہ ایک کڑیل جوان کو بلائے گا اور تلوار مار کر اس کے دو ٹکڑے کر دے گا، جیسے نشانہ پر کوئی چیز لگتی ہے، پھر وہ اس کو بلائے گا تو وہ (زندہ ہو کر) دمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہنستا ہوا آئے گا، دجال کے اسی معمول کے دوران اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم کو بھیجے گا، وہ دمشق کے مشرق میں سفید مینار کے پاس دو زرد رنگ کے حلے پہنے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہوں گے، جب حضرت عیسیٰ اپنا سر جھکائیں گے تو پانی کے قطرے گریں گے۔ اور جب سر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح قطرے گریں گے، جس کافر تک بھی ان کی خوشبو پہنچے گی اس کا زندہ رہنا ممکن نہ ہوگا، اور ان کی خوشبو حد نگاہ تک پہنچے گی، وہ دجال کو تلاش کریں گے حتیٰ کہ باب لد پر اس کو موجود پا کر قتل کر دیں گے۔ پھر حضرت مسیح ابن مریم کے پاس ایک ایسی قوم آئے گی جس کو اللہ تعالیٰ نے دجال سے محفوظ رکھا تھا، ...... وہ ان کے چہروں پر دست شفقت پھیریں گے اور انہیں جنت میں ان کے درجات کی خبر دیں گے، ابھی وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ کی طرف وحی فرمائے گا، میں نے اپنے کچھ بندوں کو نکالا ہے جن سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے، تم میرے ان بندوں کو طور کی طرف اکٹھا کرو، اور اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کو بھیجے گا، اور وہ ہر بلندی سے بہ سرعت پھسلتے ہوئے آئیں گے، ان کی پہلی جماعتیں بحیرہ طبریہ سے گزریں گی اور وہاں کا تمام پانی پی لیں گی، پھر جب دوسری جماعتیں وہاں سے گزریں گی تو وہ کہیں گی یہاں پر کسی وقت پانی تھا، اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب محصور ہو جائیں گے

حتی کہ ان میں سے کسی ایک کے نزدیک بیل کی سری بھی تم میں سے کسی ایک کے سو دینار سے افضل ہوگی، پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب دعا کریں گے، تب اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا تو صبح کو وہ سب یک لخت مر جائیں گے، پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب زمین پر اتریں گے مگر زمین پر ایک بالشت برابر جگہ بھی ان کی گندگی اور بدبو سے خالی نہیں ہوگی، پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے، تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں کی مانند پرندے بھیجے گا یہ پرندے ان لاشوں کو اٹھائیں گے اور جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا وہاں پھینک دیں گے پھر اللہ تعالیٰ ایک بارش بھیجے گا جو زمین کو دھو دے گی اور ہر گھر خواہ وہ مٹی کا مکان ہو یا کھال کا خیمہ وہ آئینہ کی طرح صاف ہو جائے گا، پھر زمین سے کہا جائے گا تم اپنے پھل اگاؤ اور اپنی برکتیں لوٹاؤ، سو اس دن ان کی ایک جماعت ایک انار کو (سیر ہوکر) کھالے گی، اور ایک دودھ دینے والی گائے لوگوں کے ایک قبیلہ کے لیے کافی ہوگی اور دودھ دینے والی بکری ایک گھر والوں کے لیے کافی ہوگی، اسی دوران اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے لگے گی اور وہ ہر مومن اور ہر مسلم کی روح قبض کرے گی، اور برے لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح کھلے عام جماع کریں گے اور انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔

یہ حدیث جامع ترمذی شریف ابواب الفتن کے باب مَاجَاءَ فِي فِتْنَةِ الدَّجَّالِ میں بھی ہے۔

یہ حدیث سنن ابن ماجہ شریف باب فِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَخُرُوجِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَخُرُوجِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ میں بھی ہے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن بَابُ الْعَلَامَاتِ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ وَذِكْرِ

الدَّجَّالِ کی پہلی فصل میں بھی ہے۔

(۵) سنن ابوداؤد شریف کِتَابِ الْمَلَاحِم باب خُرُوجِ الدَّجَّالِ میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ يَعْنِيْ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ نَبِيٌّ وَاِنَّهٗ نَازِلٌ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَاعْرِفُوْهُ رَجُلٌ مَرْبُوْعٌ اِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ بَيْنَ مُمَصَّرَتَيْنِ كَاَنَّ رَاْسَهٗ يَقْطُرُ وَاِنْ لَمْ يُصِبْهُ بَلَلٌ فَيُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَى الْاِسْلَامِ فَيَدُقُّ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيُهْلِكُ اللّٰهُ فِيْ زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا اِلَّا الْاِسْلَامَ وَيُهْلِكُ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ثُمَّ يُتَوَفّٰى فَيُصَلِّيْ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ۔ (صحیح)

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے اور ان یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور وہ نازل ہونے والے ہیں۔ جب تم انہیں دیکھو تو یوں پہچان لینا کہ وہ درمیانے قد کے آدمی ہیں اور رنگ ان کا سرخی وسفیدی کے درمیان ہے یوں محسوس ہوگا جیسے ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے حالانکہ ان کے سر کوتری پہنچی نہیں ہوگی۔ وہ لوگوں سے اسلام کے لیے لڑیں گے۔ صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ خدائے تعالیٰ ان کے زمانہ میں تمام مذاہب کو محو کردے گا صرف اسلام باقی رہے گا۔ وہ دجال کو ہلاک کریں گے اور زمین پر چالیس سال تک قیام فرمائیں گے اور پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔

(۶) مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب نُزُولِ عِیْسٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ ظَاھِرِیْنَ اِلٰی یَوْمَ الْقِیَامَةِ قَالَ فَیَنْزِلُ عِیْسیٰ ابْنُ مَرْیَمَ فَیَقُوْلُ اَمِیْرُھُمْ تَعَالٰی صَلِّ لَنَا فَیَقُوْلُ لَا اِنَّ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ اُمَرَآءُ تَکْرِمَةَ اللّٰهِ ھٰذِهِ الْاُمَّةَ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کا ایک گروہ قیامت تک غلبے کے ساتھ ہمیشہ حق کی خاطر لڑتا رہے گا فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے تو ان کا امیر کہے گا: آیئے ہمیں نماز پڑھایئے۔ وہ فرمائیں گے: نہیں، تم ہی آپس میں ایک دوسرے کے امام ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عزت بخشی ہے۔ (مسلم)

(۷) سنن ابن ماجہ شریف باب فِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَخُرُوْجِ عِیْسیٰ ابْنِ مَرْیَمَ وَخُرُوْجِ یَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ میں ہے۔

''حضرت ابو امامہ باھلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور ایک لمبی تقریر فرمائی اس میں دجال کا حال بھی بیان کیا۔ آپ نے فرمایا، جب سے اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو پیدا کیا ہے اس وقت سے اب تک دجال کے فتنے سے بڑھ کر کوئی فتنہ پیدا نہیں فرمایا۔ تمام انبیاء اپنی امتوں کو دجال سے خوف دلاتے رہے ہیں چونکہ تمام انبیاء کے آخیر میں ہوں اور تم بھی آخری امت ہو اس لیے دجال تمہیں لوگوں میں پیدا ہوگا اگر وہ میری زندگی میں ظاہر ہوجاتا تو میں تم سب کی جانب سے اس کا مقابلہ کرتا لیکن چونکہ وہ میرے بعد ظاہر ہوگا اس لیے ہر شخص اپنے نفس کی جانب سے اپنا بچاؤ کرے گا۔ اللہ میری جانب سے اس کا محافظ ہوگا۔ سنو دجال شام وعراق کے مابین مقام خلہ سے ہوگا اور اپنے دائیں بائیں (ہر طرف) ملکوں میں فساد پھیلائے گا۔ اے اللہ کے بندو! ایمان پر ثابت قدم رہنا میں تمہیں اس کی وہ حالت سناتا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نے بیان نہیں کی۔ پہلے تو وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا اور پھر کہے گا کہ میں خدا ہوں (نعوذ باللہ) تم مرنے سے پہلے

خدا کو نہیں دیکھ سکتے (پھر دجال کیسے خدا ہوا) اس کے علاوہ وہ کانا ہوگا اور تمہارا رب کانا نہیں اس کی پیشانی پر کافر لکھا ہوگا جسے ہر مومن خواہ عالم ہو یا جاہل، سب پڑھیں گے۔اس کے ساتھ دوزخ اور جنت بھی ہوگی لیکن حقیقت میں جنت دوزخ ہوگی اور دوزخ جنت ہوگی تو جو شخص اس کی دوزخ میں ڈالا جائے اسے چاہیے کہ سورۂ کہف کی ابتدائی آیتیں پڑھے تو وہ دوزخ اس کے لیے ایسا ہی باغ ہو جائے گا جیسے ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی تھی اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہے کہ وہ ایک دیہاتی سے کہے گا اگر میں تیرے ماں باپ کو زندہ کر دوں تو کیا تو مجھے خدا مانے گا وہ کہے گا ہاں۔تو دو شیطان اس کے ماں باپ کی صورت بنا کر آئیں گے۔اور اس سے کہیں گے کہ بیٹا اس کی اطاعت کرو۔یہ تیرا رب ہے۔ایک فتنہ یہ ہے کہ ایک شخص کو مار کر اور چیر کر دو ٹکڑے کر دے گا اور کہے گا دیکھو میں اس بندے کو اب جلاتا ہوں کیا اس کے بعد بھی میرے علاوہ کوئی دوسرے رب کو مانے گا۔خدا تعالیٰ اس دجال کا فتنہ پورا کرنے کے لیے اسے دوبارہ زندہ کر دے گا۔دجال اس سے پوچھے گا تیرا رب کون ہے تو وہ کہے گا میرا رب اللہ ہے اور تو خدا کا دشمن دجال ہے خدا کی قسم اب تو مجھے تیرے دجال ہونے کا پورا یقین ہو گیا ہے............... دجال کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ آسمان کو پانی برسانے اور زمین کو اناج اگانے کا حکم دے گا اور اس روز چرنے والے جانور خوب موٹے تازے ہوں گے کوکھیں بھری ہوئی تھن دودھ سے لبریز ہوں گے سوائے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے کوئی خطہ زمین کا ایسا نہ ہوگا جہاں دجال نہ پہنچا ہوگا۔مکہ اور مدینہ میں داخل ہوتے وقت فرشتے اسے برہنہ تلواروں سے روکیں گے۔دجال ایک چھوٹی سرخ پہاڑی کے قریب مقیم ہو جائے گا جو کھاری زمین کے قریب ہے اس وقت مدینہ میں تین مرتبہ زلزلہ آئے گا جس کی وجہ سے مدینہ میں جتنے مرد اور عورتیں منافق ہوں گے وہ اس کے پاس چلے جائیں گے اور

مدینہ میل کو ایسے نکال کر پھینک دے گا جیسے لوہے کے میل کو بھٹی نکال دیتی ہے اس دن کا نام یوم الخلاص ہوگا ام شریک بنت ابی العسکر نے عرض کیا یا رسول اللہ اس روز عرب جو بہادری اور شوق شہادت میں ضرب المثل ہیں کہاں ہوں گے آپ نے فرمایا عرب کے مومنین اس روز بہت کم ہوں گے اور ان عرب مومنین میں سے اکثر لوگ بیت المقدس میں ایک امام کے ماتحت ہوں گے ایک روز ان کا امام لوگوں کو صبح کی نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہوگا کہ اتنے میں حضرت عیسیٰ نزول فرمائیں گے وہ امام آپ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنا چاہے گا تا کہ حضرت عیسیٰ امامت کر سکیں حضرت عیسیٰ ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے یہ حق تمہارا ہی ہے اس لیے کہ تمہارے ہی لیے تکبیر کہی گئی ہے تم ہی نماز پڑھاؤ وہ امام لوگوں کو نماز پڑھائیں گے۔ بعد فراغت نماز حضرت عیسیٰ علیہ السلام قلعہ والوں سے فرمائیں گے دروازہ کھولو، اس وقت دجال ستر ہزار یہودیوں کے ساتھ شہر کا محاصرہ کیے ہوگا۔ ہر یہودی کے پاس ایک تلوار مع ساز و سامان کے ہوگی اور ایک ایک چادر ہوگی جب یہ دجال حضرت عیسیٰ کو دیکھے گا تو اس طرح پگھل جائے گا، جس طرح پانی میں نمک پگھل جاتا ہے اور آپ کو دیکھ کر بھاگے گا۔ حضرت عیسیٰ اس سے فرمائیں گے تجھے میرے ہاتھ سے ضرب کھانی ہے تو بھاگ کر کہاں جائے گا آخر کار حضرت عیسیٰ اسے باب لد کے پاس پکڑ لیں گے اور قتل کر دیں گے پھر اللہ تعالیٰ یہودیوں کو شکست عطا فرمائے گا اور خدا کی مخلوقات میں سے کوئی شے ایسی نہ ہوگی جس کے پیچھے یہودی چھپا ہوگا چاہے وہ درخت ہو یا پتھر یا جانور یا دیوار، ہر شے یہ کہے گی اے اللہ کے بندے اے مسلم یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے اسے آ کر قتل کر دے سوائے غرقد کے کہ ایک درخت کا نام ہے غالباً تھور کر بولتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دجال چالیس سال تک رہے گا جس میں سے ایک برس چھ ماہ کے برابر ایک برس ایک مہینہ کے برابر، ایک مہینہ ایک ہفتہ کے

برابر اور باقی دن ایسے گزر جائیں گے جیسے ہوا میں چنگاری اڑ جاتی ہے اگر تم میں سے کوئی مدینہ کے ایک دروازہ پر ہوگا تو اسے دوسرے دروازے پر پہنچتے پہنچتے شام ہو جائے گی۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اتنے چھوٹے دنوں میں ہم نماز کس طرح پڑھیں گے آپ نے فرمایا: جس طرح بڑے دنوں میں حساب کر کے پڑھتے ہو اسی طرح ان دنوں میں حساب کر کے پڑھنا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت عیسیٰ اس وقت ایک حاکم عادل کی طرح احکام جاری فرمائیں گے اور صلیب کو توڑ دیں گے، سوروں کو قتل کریں گے جزیہ اٹھا دیں گے، صدقہ لینا معاف کر دیں گے تو نہ بکری پر زکوٰۃ ہوگی، نہ اونٹ پر۔ لوگوں کے دلوں سے کینہ حسد اور بغض بالکل اٹھ جائے گا۔ ہر قسم کے زہریلے جانور کا زہر جاتا رہے گا حتیٰ کہ اگر بچہ سانپ کے منہ میں ہاتھ دے گا تو اسے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ ایک چھوٹی سی بچی شیر کو بھگا دے گی۔ بکریوں میں بھیڑیا اسی طرح رہے گا جس طرح محافظ کتا بکریوں میں رہتا ہے۔ تمام زمین صلح اور انصاف سے ایسے بھر جائے گی جیسے برتن پانی سے بھر جاتا ہے تمام لوگوں کا ایک کلمہ ہوگا۔ دنیا سے لڑائی اٹھ جائے گی۔ قریش کی سلطنت جاتی رہے گی۔ زمین ایک چاند کی طشتری کی طرح ہوگی اور اپنے میوے ایسے اگائے گی جس طرح آدم کے عہد میں اگایا کرتی تھی اگر انگور کے ایک خوشے پر ایک جماعت جمع ہو جائے گی تو سب شکم سیر ہو جائیں گے ایک انار کو بہت سے آدمی پیٹ بھر کر کھائیں گے۔ بیل مہنگے ہوں گے گھوڑے چند درہموں میں ملیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! گھوڑے کیوں سستے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: چونکہ جنگ وغیرہ کوئی نہ ہو گی اس لیے گھوڑے کی کوئی وقعت نہ ہوگی۔ انھوں نے عرض کیا بیل کیوں مہنگا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: تمام زمین میں کھیتی ہوگی۔ کہیں بنجر زمین نہ ہوگی اور دجال کے ظہور سے پہلے تین سال تک قحط ہوگا۔ پہلے سال اللہ تعالیٰ آسمان کو تہائی بارش روکنے اور

زمین کو تہائی پیداوار روکنے کا حکم دے گا۔ دوسرے سال دو تہائی بارش روکنے اور دو تہائی پیداوار روکنے کا حکم دے گا۔ تیسرے سال یہ حکم ہوگا۔ کہ پانی کا ایک قطرہ زمین پر نہ برسے اور نہ زمین کچھ اگائے۔ ایسے ہی ہوگا اور تمام چوپائے ہلاک ہو جائیں گے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر لوگ کس طرح زندہ رہیں گے؟ آپ نے فرمایا، مومنین کے لیے تسبیح ،تہلیل اور تکبیر غذا کا کام دیں گی۔ کسی مومن کو کھانے کی ضرورت نہ ہوگی۔''

صحیح بخاری شریف اور مسلم شریف میں اس طویل حدیث کے مختلف حصوں کے تائید کی بہت سی احادیث موجود ہیں جو آپ کی معلومات کے لئے پیش کی جا رہی ہیں۔ تاکہ آپ کو یہ قطعی یقین ہو جائے کہ ایسا ہونا تواتر سے ثابت ہے اور ضرور ضرور ایسے ہی ہوگا جیسے کہ چودہ سو سال تک کے حالات بتاتے ہیں کہ آپ کی بہت ساری پیشین گوئیاں اب تک پوری ہو چکی ہیں۔

صحیح بخاری شریف کتاب المغازی باب حجۃ الوداع میں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کا ذکر کر رہے تھے اور نبی کریم ﷺ ہمارے پیچھے کھڑے تھے اور ہم حجۃ الوداع کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ پس آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور اس کے بعد مسیح دجال کا ذکر فرمایا اور تفصیلاً ذکر فرمایا۔ یہ بھی فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں جس نے اپنی امت کو اس سے نہ ڈرایا ہو۔ خواہ وہ حضرت نوح ہوں یا ان کے بعد والے انبیاء کرام۔ وہ تم میں ضرور آئے گا۔ تم پر اس کی نشانیاں پوشیدہ نہیں ہیں۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ تمہارا رب کانا نہیں ہے جبکہ وہ داہنی آنکھ سے کانا ہوگا اور اس کی وہ آنکھ پھولے ہوئے انگور کی طرح ہوگی۔ اسی مفہوم کی حدیث مسلم شریف باب ذکر الدجال میں بھی ہے اسی مفہوم کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث بخاری شریف

کتاب الانبیاء حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر عذاب کے باب میں بھی ہے۔ اسی باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں دجال کے بارے میں ایسی بات نہ بتا دوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی۔ بے شک دجال کانا ہے اور وہ اپنے ساتھ جنت اور دوزخ کی شبیہ لائے گا لیکن جسے جنت کہے گا وہ جہنم ہوگی اور بے شک میں تمہیں اس کے پھندے میں پھنسنے سے ڈراتا ہوں جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔

صحیح بخاری شریف کتاب بدء الخلق باب ''اِذَا قَالَ اَحَدُکُمْ اٰمِیْنَ وَالْمَلٰئِکَۃُ ......'' میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ گندمی رنگ، دراز قد اور گھنگریالے بالوں والے ہیں، گویا کہ قبیلہ شنوہ کے ایک فرد ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ میانہ قد، میانہ جسم، رنگ کے سرخ وسفید اور سیدھے بالوں والے ہیں۔ پھر میں نے مالک داروغہ جہنم اور دجال کو دیکھا۔ یہ ان نشانیوں میں سے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھائیں۔ پس آپ کے دیکھنے پر تجھے شک نہیں ہونا چاہیے۔ ابو بکرہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ مدینہ منورہ کی دجال سے فرشتے حفاظت کریں گے۔

بخاری شریف کتاب الانبیاء باب مَاذُکِرَ عَنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ میں ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دجال کے ساتھ پانی ہوگا اور آگ بھی۔ پس جس کو لوگ دیکھیں گے کہ یہ آگ ہے وہ حقیقت میں ٹھنڈا پانی ہوگا اور جس کو لوگ ٹھنڈا پانی

سمجھیں گے وہ جلانے والی آگ ہوگی پس جو کوئی تم میں سے اس کے ہتھے چڑھ جائے تو وہ اس کی آگ میں چلا جائے کیونکہ وہ میٹھا اور ٹھنڈا پانی ہوگا۔ صحیح مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ کے باب ذِکرِ الدَّجَّالِ میں اسی مفہوم کی چار پانچ حدیثیں ہیں۔

صحیح بخاری شریف بَابُ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ فِی الْاِسْلَام میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم یہودیوں سے لڑائی کرو گے تو ان پر غالب آ جاؤ گے، یہاں تک کہ پتھر بھی کہے گا کہ اے مسلم! یہ میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے اسے قتل کر دے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی اسی مفہوم کی حدیث بخاری شریف کتاب الجہاد والسیر کے باب قِتَالِ الْیَهُوْدِ میں بھی ہے اور اسی باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم یہود سے جنگ نہ کر لو۔ حتیٰ کہ جس پتھر کے پیچھے یہودی ہوگا وہ پتھر بھی کہے گا، اے مسلم! یہ میرے پیچھے یہودی ہے اسے قتل کر دو۔

صحیح مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ مسلمان یہودیوں کو قتل کر دیں حتیٰ کہ یہودی درخت اور پتھر کے پیچھے چھپیں گے اور پتھر اور درخت یہ کہے گا!: اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے ہے آ اس کو قتل کر دے۔ ہاں درخت غرقد نہیں کہے گا کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی اور پر مذکورہ مفہوم کی تین حدیثیں مسلم

شریف نے یہیں ''کتاب الفتن واشراط الساعۃ'' میں نقل کی ہیں۔

مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ کے باب ذکر الدجال میں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی نے اپنی امت کو کانے عذاب سے خبردار کیا ہے سنو! وہ بلاشبہ کانا ہوگا اور تمہارا رب کانا نہیں ہے اس کی دو آنکھوں کے درمیان کفر لکھا ہوا ہوگا۔ اسی باب میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دجال کی ایک آنکھ کانی ہوگی اور اس کی دو آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا۔ پھر آپ نے اس کے ہجے کیے ک ف ر، اس کو ہر مسلمان پڑھ لے گا۔

اسی باب میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے آخر میں ہے کہ اس کی دو آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا، اس کو ہر مومن پڑھے گا خواہ اس کو لکھنا آتا ہو یا نہ آتا ہو۔

صحیح مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ کے باب ذکر الدجال میں ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دجال کے متعلق بہت طویل حدیث بیان کی۔ اس حدیث کے اثناء میں آپ نے یہ فرمایا: دجال نکلے گا اور مدینہ کی گھاٹیوں میں داخل ہونا اس پر حرام ہوگا وہ مدینہ کے قریب بعض بنجر زمینوں میں چلا جائے گا، ایک دن اس کے پاس ایک ایسا شخص آئے گا جو سب لوگوں سے بہتر ہوگا، وہ یہ کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو دجال ہے جس کے متعلق ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بتایا تھا، دجال یہ کہے گا یہ بتاؤ کہ اگر میں اس شخص کو قتل کر کے پھر زندہ کردوں تو کیا تم میرے متعلق شک کرو گے، لوگ کہیں گے نہیں۔ راوی کہتے ہیں وہ اس کو قتل کر کے پھر زندہ کر دے گا جب دجال

اس کو زندہ کر دے گا تو وہ شخص کہے گا بہ خدا مجھے تیرے متعلق جتنی بصیرت اب ہے پہلے کبھی نہیں تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر دجال اس کو قتل کرنے کا ارادہ کرے گا، تو اس پر قابو نہ پا سکے گا۔ ابو اسحٰق نے کہا، کہا جاتا ہے وہ شخص حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے۔

صحیح مسلم شریف کے اسی باب میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ مجھ سے زیادہ کسی شخص نے نبی کریم ﷺ سے دجال کے متعلق اتنے سوال نہیں کیے جتنے میں نے۔ آپ نے فرمایا تم کیوں اس کے متعلق فکر مند ہو وہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ طعام اور دریا ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ ذلیل ہے۔ اور اس سے اگلی حدیث میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹی اور گوشت کے پہاڑ اور پانی کے دریا ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: وہ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ ذلیل ہے۔

صحیح مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ کے باب فی بقیۃ من احادیث الدجال میں حضرت انس بن مالک سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اصفہان کے یہودیوں میں سے ستر ہزار یہودی طیالسی (سبز) چادریں اوڑھے ہوئے دجال کی پیروی کریں گے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب العلامات بین یدی الساعۃ وذکر الدجال میں بھی ہے صحیح مسلم شریف کے اسی باب میں حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا لوگ دجال سے پہاڑوں میں بھاگیں گے۔ حضرت ام شریک نے کہا، یارسول اللہ! اس وقت عرب کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: وہ بہت کم ہوں گے۔

اسی باب میں ایک حدیث میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کوئی مخلوق دجال سے (جسامت میں) بڑی نہیں ہے۔

صحیح مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ کے باب قصۃ الجساسۃ میں ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مکہ اور مدینہ کے علاوہ ہر شہر میں دجال جائے گا اور اس کے راستوں میں سے ہر راستہ پر فرشتے صف باندھے ہوئے پہرہ دے رہے ہوں گے۔ پھر وہ دلدلی زمین میں اترے گا اور مدینہ تین مرتبہ لرزے گا اور اس سے ہر کافر اور منافق نکل کر دجال کے پاس چلا جائے گا۔

مشکوۃ شریف کتاب الفتن بَابُ الْعَلَامَاتِ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ وَذِکْرِ الدَّجَّالِ کی پہلی فصل میں ہے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دجال کا رعب مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوگا۔ ان دنوں اس کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے۔ (بخاری شریف)

صحیح مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ میں ہے۔
حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی نیند سے بیدار ہوئے تو آپ یہ فرمارہے تھے، لَآ اِلٰہَ اِلا اللہ عرب اس شر کی وجہ سے ہلاک ہوگئے جو اب قریب آپہنچا ہے، آج یاجوج ماجوج کی دیوار اتنی کھل گئی ہے، سفیان نے اپنے ہاتھ سے دس کا عدد باندھا، میں نے کہا یارسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے؟ حالانکہ ہم میں صالحین موجود ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب خبیثوں کی کثرت ہوگی۔

امام مسلم نے اس حدیث کے آگے اسی سند کے ساتھ ایک اور حدیث بھی بیان کی ہے جو اسی مفہوم کی ہے۔

بخاری شریف کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام میں بھی اسی مفہوم کی حدیث موجود ہے اگر اسی طویل حدیث کی تشریح میں دوسری تمام کتب احادیث

سے حدیثیں نقل کی جائیں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے۔ اس کو یہیں پر ختم کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مزید چند حدیثیں نقل کرتا ہوں۔

(۸) سنن ابن ماجہ شریف باب فِتْنَۃِ الدَّجَّالِ وَخُرُوجِ عِیْسٰی ابْنِ مَرْیَمَ وَخُرُوجِ یَاجُوجَ وَمَاجُوجَ میں ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب معراج ہوئی تو آپ نے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ سے ملاقات کی اور ان کے درمیان قیامت کا تذکرہ ہوا۔ سب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قیامت کے متعلق سوال کیا تو انہیں کچھ معلوم نہ تھا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا تو انہیں بھی معلوم نہ تھا تو پھر سب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا۔ انھوں نے فرمایا قیامت سے پہلے نزول کا وعدہ کیا گیا ہے لیکن اس کا وقت اللہ ہی کو معلوم ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دجال کے ظہور کا تذکرہ کیا اور فرمایا: میں نازل ہو کر اسے قتل کروں گا۔ لوگ جب اپنے شہروں کو لوٹیں گے تو یاجوج اور ماجوج ہر طرف سے نکل آئیں گے۔ وہ جس پانی سے گزریں گے اسے پی جائیں گے۔ اور جس چیز کو دیکھیں گے اسے تباہ کر دیں گے۔ خدا کے بندے اللہ سے دعا کرنے کی درخواست کریں گے۔ میں اللہ سے دعا کروں گا وہ سب مر جائیں گے ان کی لاشوں سے تمام زمین بدبودار ہو جائے گی۔ لوگ پھر مجھ سے دعا کی استدعا کریں گے۔ میں دعا کروں گا تو اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا۔ جس سے ان کی لاشیں بہہ کر سمندر میں چلی جائیں گی اور بدبو ختم ہو جائے گی۔ اس کے بعد پہاڑ اڑا دیئے جائیں گے اور زمین کھچ کر چمڑے کی طرح دراز ہو جائے گی اور صاف ہموار ہو کر ٹیلے وغیرہ کا کوئی نشان باقی نہ رہے گا پھر مجھے بتایا گیا ہے کہ اس کے بعد قیامت بہت قریب ہے اور اچانک آئے گی جس طرح حاملہ عورت کے

حمل کا زمانہ پورا ہو گیا ہو اور لوگ اس کے انتظار میں ہوں کہ کب ولادت کا وقت آئے گا اور اس کا صحیح وقت کسی کو معلوم نہ ہو۔ لوگ کہتے ہوں اب ہوا۔ اب ہوا۔ اللہ اس کی تصدیق میں فرماتا ہے۔ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ۔

اسی مفہوم کی حدیث مسند احمد میں بھی ہے۔ اور امام شوکانی نے اسے متواتر کہا ہے۔

(۹) مسند احمد میں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال تک قیام فرمادیں گے اگر وہ پتھریلی زمین سے کہہ دیں کہ شہد ہو کر بہہ جاوہ بہہ چلے۔

امام شوکانی نے کتاب التوضیح میں اس حدیث کو متواتر کہا ہے۔

(۱۰) حضرت مجمع بن جاریہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، دجال کو باب لد کے پاس قتل کریں گے۔ (یہ حدیث صحیح ہے)

(۱۱) سنن نسائی شریف کتاب الجہاد باب غَزْوَةُ الْهِنْد میں ہے۔

حضرت ثوبانؓ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے دو گروہوں کو اللہ رب العزت دوزخ کے عذاب سے بچائے گا۔ ان میں سے ایک ہندوستان میں جہاد کرے گا اور دوسرا جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے ساتھ ہو گا۔

(۱۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وفات پانے کے بعد حضور ﷺ کے حجرہ میں دفن ہونے کے متعلق حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑا شریف نے شمس الہدایہ ص ۲۳ اور ص ۲۴ پر جو روایات بیان کی ہیں وہ ملاحظہ ہوں۔

(۱) بخاری نے اپنی تاریخ میں اخراج کیا ہے اور طبرانی نے عبداللہ بن سلام

سے کہ وہ فرماتے ہیں عیسیٰ بن مریم، محمد ﷺ اور شیخین کے پاس دفن کیے جائیں گے اور ان کی قبر چوتھی ہوگی۔

(۲) ترمذی نے اس حدیث کو اخراج کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے کہ عبد اللہ بن سلام نے فرمایا محمد ﷺ کی صفت توراۃ میں موجود ہے اور یہ بھی توراۃ میں ہے کہ عیسیٰ بن مریم، خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ مدفون ہوں گے۔ (یہ حدیث مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین کی دوسری فصل میں بھی ہے)

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی، اگر اجازت ہو تو میں آپ کے پاس مدفون ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس تو ابوبکر اور عمر اور عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے سوا اور جگہ نہیں۔

(۴) روایت کیا ابن جوزی نے بیچ کتاب الوفا کے عبد اللہ بن عمرو سے کہا انھوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اتریں گے عیسیٰ بن مریم آسمان سے پس نکاح کریں گے اور صاحب ولد ہوں گے۔ جب فوت ہوں گے مدفون ہوں گے ساتھ میرے۔ پس کھڑے ہوں گے ہم دونوں ایک قبر (یعنی مقبرہ) درمیان ابوبکر اور عمر کے۔

(۱۳) صحیح مسلم شریف اور مستدرک حاکم میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: عیسیٰ میری قبر پر آکر مجھے سلام کریں گے اور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔

حضرت امام مہدی کا ظہور، نزول مسیح علیہ السلام اور فتنہ دجال ابھی تک ظاہر نہیں ہوا۔ اب کس طرح یہ تسلیم کیا جائے کہ یہ واقعات اسی طرح رونما ہوں گے۔ اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ آپ ﷺ نے قیامت تک کی معلومات

اور واقعات صحابہ کرام کو بتائے تھے۔ کیا وہ واقعات آپ کی پیشین گوئیوں کے مطابق رونما ہو رہے ہیں یا نہیں۔ اگر اب تک بہت سی پیشین گوئیاں درست ثابت ہو چکی ہیں تو پھر لازماً تسلیم کرنا پڑے گا کہ آئندہ یہ واقعات بھی اپنے اپنے وقت پر ضرور ضرور وقوع پذیر ہوں گے۔ اور اسی طرح ہوں گے جس طرح آپ نے بیان فرمائے۔ اب میں حضور ﷺ کی چند پیشین گوئیاں اور قیامت کی علامت جو آپ نے بیان فرمائی ہیں مختصراً بیان کرتا ہوں تا کہ اہل اسلام کو یقین حاصل ہو کہ حضور ﷺ نے جو کچھ فرمایا وہ اللہ کے حکم سے فرمایا اور سچ فرمایا اور مرزا قادیانی جیسے جھوٹے دعویدار نبوت و مسیح موعود واقعی جھوٹے ہیں۔

(۱) ترمذی شریف ابواب الفتن باب مَاجَآءَ فِي الْخَلَافَةِ میں ہے۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اَلْخِلَافَةُ فِيْ اُمَّتِيْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ مُلْكٌ ‏ میرے امت میں خلافت تیس سال رہے گی اسکے بعد بادشاہت ہوگی۔

بلاشبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تک خلافت کے تیس سال پورے ہو گئے اور اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بادشاہت شروع ہو گئی۔

(۲) صحیح بخاری شریف کتاب الانبیاء باب مناقب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں ہے۔

عَنْ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُنِيْ عَلٰى قَلِيْبٍ عَلَيْهَا دَلْوٌ فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَاشَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ اَبِيْ قُحَافَةَ فَنَزَعَ بِهَا ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَيْنِ وَ فِيْ نَزْعِهٖ ضَعْفٌ وَاللّٰهُ يَغْفِرُلَهٗ ضَعْفَهٗ ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَاَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ فَلَمْ اَرَعَبْقَرِيًّا مِّنَ النَّاسِ يَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں سویا ہوا تھا کہ خود کو ایک کنوئیں پر دیکھا جس پر ڈول بھی تھا۔ میں نے اس سے اتنے ڈول نکالے جتنے اللہ تعالیٰ نے چاہے۔ پھر ابن ابو قحافہ (ابوبکرؓ) نے ایک یا دو ڈول نکالے اور ان کے نکالنے میں کمزوری تھی، اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے۔ پھر وہ ڈول چرس بن گیا اور ابن خطاب نے سنبھال لیا میں نے کسی جوانمرد کو عمر کی طرح چرس کھینچتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ سب کو سیراب کر دیا۔

یہ حدیث امام بخاریؒ نے اسی باب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کی ہے۔ یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ میں بھی ہے۔ اس حدیث میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔

(۳) مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب مَنَاقِبِ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنِّيْ لَآ اَدْرِيْ مَا بَقَائِيْ فِيْكُمْ فَاقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ تم میں کتنے دن اور رہوں لہذا میرے بعد والوں میں سے ابوبکر اور عمر کی پیروی کرنا۔

(۴) مشکوٰۃ شریف باب مناقب هٰؤُلَاءِ الثَّلٰثَةِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ کی پہلی فصل میں

ہے۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَعِدَ اُحُدًا وَّ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ وَ عُثْمَانَ فَرَجَفَ بِھِمْ فَضَرَبَہٗ بِرِجْلِہٖ فَقَالَ اُثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ نَبِیٌّ وَّ صِدِّیْقٌ وَّ شَھِیْدَانِ۔(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ، حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کو ہِ احد پر چڑھے اور وہ ان کے ساتھ ہلا۔ آپ نے ٹھوکر مار کر فرمایا: احد ٹھہر جا کیونکہ تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الانبیاء باب مناقب ابو بکر رضی اللہ عنہ اور مناقب عمر بن الخطاب میں بھی ہے۔ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشین گوئی فرمائی جو بالکل سچ ثابت ہوئی۔

(۵) مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب الملاحم کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ھَلَکَ کِسْرٰی فَلَایَکُوْنُ کِسْرٰی بَعْدَہٗ وَ قَیْصَرُ لَیَھْلِکَنَّ ثُمَّ لَایَکُوْنُ قَیْصَرُ بَعْدَہٗ وَلَتُقْسَمَنَّ کُنُوْزُ ھُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسریٰ ہلاک ہوگیا اور اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا۔ قیصر بھی ضرور ہلاک ہوگا اور اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا۔ تم ان دونوں کے خزانوں کو ضرور اللہ کی راہ میں تقسیم کرو گے۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الفتن و اشراط الساعۃ میں ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الانبیاء باب عَلَامَاتِ النُّبُوَّۃِ فِی الْاِسْلَام میں ہے اس حدیث میں کسریٰ اور قیصر کی سلطنتوں کی فتح کی پیشین گوئی تھی جو بالکل سچ ثابت ہوئی۔ صحیح بخاری شریف کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام میں ہی ہے۔

''حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی

خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے آ کر فاقے کی شکایت کی۔ پھر دوسرا شخص آیا اور ڈاکہ زنی کا شکوہ کیا۔ پس آپ نے فرمایا:۔ اے عدی! کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے؟ میں نے کہا، دیکھا تو نہیں لیکن سنا ضرور ہے۔ فرمایا، اگر تمہاری عمر نے وفا کی تو تم ضرور دیکھ لو گے کہ ایک بڑھیا حیرہ سے چلے گی اور خانہ کعبہ کا طواف کرے گی لیکن اسے خدا کے سوا کسی دوسرے کا خوف نہیں ہوگا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اس وقت قبیلہ طے کے ڈاکوؤں کو کیا ہو جائے گا۔ جنھوں نے آج شہروں میں آگ لگا رکھی ہے۔ پھر فرمایا: اگر تمہاری عمر نے وفا کی تو ضرور تم کسریٰ کے خزانوں پر قابض و جاؤ گے۔ میں عرض گزار ہوا: کیا کسریٰ بن ہرمز کے؟ فرمایا: ہاں کسریٰ بن ہرمز کے، اس حدیث کے آخر میں حضرت عدی فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھ لیا کہ ایک بڑھیا نے حیرہ سے چل کر خانہ کعبہ کا طواف کیا اور اسے خدا کے سوا اور کسی کا خوف نہ تھا اور میں ان حضرات میں خود شامل تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو فتح کیا تھا۔''

یہ حدیث مشکوٰۃ کتاب الفتن باب علامات النبوۃ میں بھی ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب الملاحم کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت نافع بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تم جزیرۂ عرب سے جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دے گا۔ پھر ایران سے تو اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دے گا، پھر روم سے تو اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دے گا۔ پھر دجال سے اور اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دے گا۔

(صحیح مسلم شریف کتاب الفتن)

(٦) مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب مناقب عثمان رضی اللہ عنہ کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ یَا عُثْمَانُ اِنَّهٗ لَعَلَّ اللّٰهُ یُقَمِّصُکَ قَمِیْصاً فَاِنْ اَرَادُوْکَ عَلٰی خَلْعِهٖ فَلَا تَخْلَعْهُ لَهُمْ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عثمان! شاید اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے۔ اگر لوگ اسے اتارنا چاہیں تو تم نہ اتار دینا۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

یہ پیشین گوئی بالکل درست ثابت ہوئی۔ اور آپ کو خلافت سے ہٹانے کے لیے بھرپور کوششیں کی گئیں اور آپ نے حضور ﷺ کے فرمان کے پیش نظر اس سے انکار کر دیا۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هَلَکَةُ اُمَّتِیْ عَلٰی یَدَیْ غِلْمَةٍ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کی ہلاکت قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں ہے۔ (بخاری)

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام میں ہے۔

یہ پیشین گوئی خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی میدان کربلا میں شہادت کے متعلق بھی ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی میدان کربلا میں شہادت کی علیحدہ واضح پیشین گوئیاں بھی موجود ہیں۔ جو کہ بالکل صحیح ثابت ہوئیں۔

(۷) بخاری شریف کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام میں ہے۔

عَنْ اَبَا هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَاتَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی۔ جب تک کہ تمہاری دو جماعتیں آپس میں جنگ نہ کر لیں حالانکہ دونوں کا موقف ایک ہوگا۔

اسی مفہوم کی حدیث صحیح مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ میں بھی ہے۔
حضور ﷺ کی یہ پیشین گوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہؓ کی باہمی جنگ کے متعلق ہے۔

(۸) مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن بَابُ مَنَاقِبِ اَھْلِ بَیْتِ النَّبِیِّ ﷺ کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ عَلَی الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ اِلٰی جَنْبِہٖ وَھُوَ یُقْبِلُ عَلَی النَّاسِ مَرَّۃً وَّعَلَیْہِ اُخْرٰی وَ یَقُوْلُ اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَّلَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر جلوہ افروز تھے اور حضرت حسن بن علی آپ کے پہلو میں تھے کبھی آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی ان کی طرف اور فرما رہے تھے۔ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑی جماعتوں (گروہوں) میں صلح کرا دے گا۔ (بخاری)

بخاری شریف میں یہ حدیث کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام میں ہے۔
بخاری شریف میں یہ حدیث کتاب المناقب بَابُ مَنَاقِبِ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ میں بھی ہے۔

یہ حدیث ترمذی شریف ابواب المناقب میں بھی ہے۔

یہ پیشین گوئی اس وقت سچ ثابت ہو گئی جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حامی مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کی آپس میں صلح کروادی۔

(۹) صحیح مسلم شریف کتاب فضائل الصحابۃ باب ذکر کذاب ثقیف ومبیر ھا میں ہے ابونوفل بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو مدینہ کی گھاٹی میں (سولی پر لٹکا ہوا) دیکھا، اس جگہ سے قریش اور دوسرے لوگ گذر رہے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا وہاں سے گزر ہوا۔ وہ وہاں ٹھہر گئے اور کہا: السلام علیک اباخبیب، السلام علیک اباخبیب، السلام علیک اباخبیب، میں آپ کو اس (خلافت کے) اقدام سے منع کرتا تھا، سنیے بہ خدا میں آپ کو اس سے منع کرتا تھا، بہ خدا میں آپ کو اس سے منع کرتا تھا، سنیے بخدا آپ بکثرت روزے رکھنے والے، بہت قیام کرنے والے، بہت صلہ رحمی کرنے والے تھے، بخدا (دشمنوں کے زعم میں) آپ کی جو جماعت بری تھی وہ (درحقیقت) بہت اچھی تھی، اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہاں سے چلے گئے، جب حجاج کو حضرت ابن عمر کے وہاں کھڑے ہونے اور آپ کے اس کلام کی خبر ہوئی تو اس نے حضرت عبداللہ بن زبیر کی نعش کے پاس کسی کو بھیجا اور ان کی نعش کو سولی سے اتروایا اور یہود کے قبرستان میں پھنکوا دیا۔ پھر ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کو بلوایا۔ انھوں نے اس کے پاس جانے سے انکار کر دیا، اس نے دوبارہ پیغام بھیجا کہ میرے پاس آؤ ورنہ میں کسی شخص کو بھیجوں گا جو تم کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا میرے پاس لے آئے گا۔ حضرت اسماء نے انکار کیا اور فرمایا بخدا میں اس وقت تک تیرے پاس نہیں آؤں گی جب تک تو مجھے بالوں سے پکڑوا کر گھسٹوا کر نہیں

بلائے گا۔ حجاج نے کہا، میری جوتیاں لاؤ، پھر اس نے جوتیاں پہنیں اور اکڑتا ہوا حضرت اسماء رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور کہنے لگا ''تو نے دیکھا میں نے اللہ کے دشمن کو کیسے قتل کیا، انھوں نے فرمایا: تم نے اس کی دنیا خراب کی اور اس نے تیری عاقبت برباد کر دی۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو اس کو دو کمر بندوں والی کا بیٹا کہتا ہے۔ تو سن! بخدا! میں دو کمر بندوں والی ہوں۔ کمر بند کے ایک ٹکڑے کے ساتھ تو میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے طعام کو سواری کے ساتھ باندھا تھا اور دوسرا ٹکڑا وہ ہے جس سے کوئی عورت مستغنی نہیں ہوتی، اور سن! رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ حدیث بیان فرمائی کہ ثقیف میں ایک کذاب اور ظالم ہوگا۔ کذاب (مختار ثقفی) کو تو ہم پہلے دیکھ چکے ہیں اور رہا ظالم تو میرے گمان میں وہ صرف تو ہی ہو سکتا ہے۔ راوی کہتا ہے پھر حجاج وہاں سے چلا گیا اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

(۱۰) مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق باب الانذار والتحذیر کی تیسری فصل میں ہے۔ ''حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نبوت تم میں رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھا لے گا۔ پھر نبوت کے طریقے پر خلافت ہوگی اور رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا پھر اللہ تعالیٰ اسے بھی اٹھا لے گا۔ پھر ہوگی بادشاہی کاٹ کھانے والی، رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھا لے گا۔ پھر زبردستی کی بادشاہی ہوگی اور رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر نبوت کے طریقے پر خلافت ہوگی۔ پھر آپ خاموش ہو گئے۔ حبیب راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنائے گئے تو میں نے یاد کروانے کے لیے یہ حدیث انہیں لکھ بھیجی اور کہا کہ مجھے امید ہے کہ آپ کاٹ کھانے والے بادشاہوں اور جابروں کے بعد

امیر المومنین ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز خوش ہوئے اور انہیں یہ بات بہت پسند آئی۔ روایت کیا اسے بیہقی نے دلائل النبوۃ میں۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زبردستی کی بادشاہی کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے طریقہ پر خلافت کی بھی پیشین گوئی کر دی گئی ہوئی ہے۔

(۱۱) مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق باب تغیر الناس کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتُلُوْا اِمَامَكُمْ وَ تَجْتَلِدُوْا بِاَسْيَافِكُمْ وَ يَرِثُ دُنْيَاكُمْ شِرَارُكُمْ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہو گی۔ یہاں تک کہ تم لوگ اپنے امام (امیر المومنین) کو قتل کرو گے اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تلواروں سے جنگ کرو گے اور تمہارے بدترین لوگ تمہاری دنیا کے وارث ہوں گے۔ (ترمذی باب امر بالمعروف)

حضور ﷺ کی یہ پیشین گوئی بھی امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے شہید کیے جانے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں جنگ صفین و جنگ جمل سے پوری ہو چکی ہے۔ اور اس میں یزید جو کہ بدترین لوگوں میں سے تھا اس کے حکمران ہونے کی بھی پیشین گوئی موجود ہے۔

(۱۲) مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب الملاحم کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ وَحَتّٰی تُقَاتِلُوْا التُّرْكَ صِغَارَ الْاَعْیُنِ حُمْرَالْوُجُوْہِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے. انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت نہیں قائم ہوگی یہاں تک کہ تم (مسلمان) ایک ایسی قوم سے جنگ کروگے جن کے جوتے بال کے ہوں گے اور یہاں تک کہ تم لوگ ترکوں سے جنگ کروگے جن کی آنکھیں چھوٹی جن کے چہرے سرخ، جن کی ناکیں پست ہوں گی گویا ان کے چہرے تہ بہ تہ کھال چڑھائی ہوئی ڈھال ہوں گے۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعہ میں ہے۔ اور بخاری شریف کتاب الانبیاء و باب علامات النبوۃ فی الاسلام میں ہے۔

حضور ﷺ کی یہ پیشین گوئی بھی پوری ہو چکی ہے مسلمانوں کی ترکوں سے جنگوں کا آپ تاریخ کی کتب سے تفصیلی مطالعہ کر سکتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب الملاحم میں یہ حدیث بھی ہے۔ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تم خوز اور کرمان والے عجمیوں سے جنگ نہ کرلو۔ ان کے چہرے سرخ، ناکیں چپٹی، آنکھیں چھوٹی، چہرے کٹی ہوئی ڈھالوں جیسے اور ان کے جوتے بالوں جیسے ہوں گے (بخاری شریف)

(۱۴) مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب الملاحم کی دوسری فصل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ ایک پست زمین میں اتریں گے جس کا نام بصرہ ہے اس نہر کے پاس جس کو دجلہ کہا جاتا ہے اس نہر پر ایک پل ہوگا اور اس شہر کی آبادی بہت زیادہ ہوگی اور یہ مسلمانوں کے شہروں میں سے ایک شہر ہوگا۔ جب آخری زمانہ آئے گا تو قنطورا کی

اولاد (تا تاری قوم) چوڑے چوڑے چہروں والے، چھوٹی چھوٹی آنکھوں والے حملے کے لیے آ کر اس نہر کے کنارے پڑاؤ کریں گے۔ اس وقت بصرہ والوں کے تین گروہ ہو جائیں گے ایک گروہ تو بیلوں کی دم پکڑے ہوئے بیابانوں میں پناہ لے گا اور یہ سب ہلاک ہو جائیں گے اور ایک گروہ اپنی ذات کے لیے امان لے گا یہ سب بھی ہلاک ہو جائیں گے اور ایک گروہ اپنے بال بچوں کو اپنی پیٹھ کر کے (اپنے پیچھے رکھتے ہوتے) ان لوگوں سے جنگ کرے گا اور یہ لوگ ''شہداء'' ہوں گے۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے بھی نقل فرمایا ہے۔ اس حدیث میں قنطورا کی اولاد سے مراد ترکی اور تا تاری قومیں ہیں۔ قنطورا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باندی کا نام ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جولڑکے قنطورا کے شکم سے پیدا ہوئے تھے ان کی اولاد میں ترکی اور تا تاری اقوام ہیں (مرقاۃ ج ۵ ص ۱۵۶)

اس حدیث میں بصرہ سے مراد شہر بغداد ہے چونکہ زمانہ رسالت میں بغداد شہر آباد نہیں ہوا تھا۔ اور بغداد بصرہ ہی کے قرب و جوار میں ہے اس لیے بغداد کی جگہ حضور ﷺ نے بصرہ کا نام لیا۔ اس حدیث میں فتنہ تا تار اور ہلاکو خان کے بغداد پر حملہ کرنے کی پیشین گوئی کی گئی تھی جو حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی۔

مزید تفصیل کے لیے علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی کی کتاب ''جہنم کے خطرات و قیامت کب آئے گی'' کا مطالعہ کریں۔ اس کتاب میں آپ نے علامات قیامت بیان کی ہیں اور ہر علامت کی مفید تشریح بھی کر دی ہے۔

(۱۴) مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَاتَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَخْرُجَ نَارٌ مِّنْ اَرْضِ الْحِجَازِ تُضِیْءُ اَعْنَاقَ الْاِبِلِ بِبُصْرٰی. (مُتفقٌ علیہ)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ سرزمین حجاز سے ایک آگ نکلے گی جس سے بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں بھی چمک اٹھیں گی (متفق علیہ)

تبصرہ علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی:۔ قیامت کی یہ نشانی ظاہر ہوچکی ۶۵۴ھ میں یہ آگ قبیلہ قریظہ کے قریب سے ناگہاں خودبخود نمودار ہوئی اور اس کی روشنی میں لوگوں نے رات کے وقت بصریٰ میں اونٹوں کی گردنوں کو دیکھ لیا۔ پچاس دنوں تک یہ آگ روشن رہی پھر خودبخود بجھ گئی (تاریخ الخلاف ۳۲۴،وغیرہ) یہ حدیث مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ میں ہے۔

(۱۵) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ سُوْءُ الْجِوَارِ وَ قَطِیْعَۃُ الْاَرْحَامِ وَ اَنْ یُّعَطَّلَ السَّیْفُ مِنَ الْجِھَادِ وَ اِنْ تَخْتَلَّ الدُّنْیَا بِالدِّیْنِ. (حجۃ اللہ ج۲ ص ۸۳۱ بحوالہ ابن مردویہ)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت کی علامتوں میں یہ ہیں۔ (۱) پڑوسیوں کے ساتھ برا سلوک کرنا۔ (۲) رشتہ داریوں کو کاٹ دینا۔ (۳) تلوار کا جہاد سے معطل ہو جانا۔ (۴) دین کے ذریعے دنیا کمانا۔

قیامت کی مذکورہ بالا چاروں نشانیاں تمام دنیا میں علی الاعلان ظاہر ہوچکی ہیں۔

(۱۶) عَنِ الْحَسَنِ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَكُوْنُ حَدِيْثُهُمْ فِيْ مَسَاجِدِهِمْ فِيْ اَمْرِ دُنْيَاهُمْ فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ فَلَيْسَ لِلّٰهِ فِيْهِمْ حَاجَةٌ. (حجة اللّٰه ج ۲ ص ۸۳۲ بحواله بيهقي

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ان کی مسجدوں میں ان کی دنیاوی باتیں ہوں گی۔ لہذا تم لوگ ایسے لوگوں کی صحبت میں نہ بیٹھو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں کی کوئی پرواہ نہیں۔

قیامت کی یہ نشانی پوری ہوچکی ہے)

(۱۷) صحیح مسلم شریف کتاب الفتن وَاَشْرَاطِ السَّاعَۃِ میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَكْثُرَ الْهَرْجُ قَالُوْا وَمَا الْهَرْجُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ بہت زیادہ ہرج نہ ہو، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ہرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، قتل، قتل

حضور ﷺ کی یہ پیشین گوئی پوری ہوچکی ہے۔

(۱۸) مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ میں ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَةِ كَذَّابِیْنَ فَاحْذَرُوْهُمْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:۔ قیامت سے پہلے بہت ہی جھوٹ بولنے والے بھی ہوں گے۔ ان سے دور رہنا۔ (مسلم)

واقعی آج کے دور میں جھوٹ بہت ہی عام ہوچکا ہے۔

(۱۹) مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ بَیْنَمَا النَّبِیُّ ﷺ یُحَدِّثُ اِذْجَآءَ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ مَتَی السَّاعَةُ قَالَ اِذَا ضُیِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ قَالَ کَیْفَ اِضَاعَتُهَا قَالَ اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ارشاد فرمارہے تھے کہ ایک اعرابی حاضر بارگاہ ہوکرعرض گزار ہوا۔ قیامت کب ہے؟ فرمایا کہ جب امانت ضائع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔ عرض کی کہ ضائع کس طرح کر دی جائے؟ فرمایا کہ جب کار جہانبانی نااہل لوگوں کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔ (بخاری شریف)

قیامت کی نشانیوں میں سے یہ نشانی بھی پوری ہو چکی ہے۔

(۲۰) مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ کی دوسری فصل میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت غنیمت کو ذاتی دولت، امانت کو مال غنیمت اور زکوۃ کو تاوان شمار کیا جائے۔ آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے۔ اپنے دوست سے نزدیک اور اپنے باپ سے دور رہے، مسجدوں میں آوازیں بلند ہوں، قبیلے کا سردار ان میں سے بدکردار ہو، قوم میں ذلیل آدمی معزز شمار ہوں۔ آدمی کی عزت اس کے شر سے ڈرتے ہوئے کی جائے، گانے بجانے والی عورتیں ظاہر ہو جائیں شرابیں پی جائیں، اس امت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں، اس وقت سرخ آندھیوں، زلزلوں، زمین میں دھنسنے، شکل بدلنے، پتھر برسنے کا انتظار کرنا اور ایسی نشانیوں کا جو اس طرح متواتر آئیں گی۔ جیسے لڑی کا دھاگا ٹوٹنے پر دانے متواتر گرتے ہیں۔ (ترمذی)

تبصرہ علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمیؒ:۔ قیامت کی مذکورہ بالا تمام نشانیاں ظاہر ہو چکی ہیں۔ سرخ آندھیاں، زلزلے، زمین میں دھنسنا، صورت کا بگڑ جانا، پتھروں کی

بارش، یہ سب نشانیاں بارہا ظاہر ہو چکی ہیں اور جس قدر قیامت قریب ہوتی جائے گی۔ یہ نشانیاں اور ان کے سوا دوسری علامات اور نشانیاں لگا تار ظاہر ہوتی رہیں گی۔ مزید تفصیل کے لیے مذکورہ کتاب سے رجوع کریں۔

(۲۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَاتَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَتَبَاھَی النَّاسُ فِی الْمَسَاجِدِ۔
(حجۃ اللہ علی العالمین ج۲ ص۸۳۰) بحوالہ مسند امام احمد،

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت نہیں قائم ہوگی یہاں تک کہ لوگ مسجدوں کے بارے میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔

یعنی مسلمان ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر بڑی بڑی شاندار مسجدیں بنائیں گے یہ نشانی پوری ہو چکی ہے۔ مشکوۃ شریف میں یہ حدیث باب المساجد و مواضع الصلوۃ کی دوسری فصل میں ہے

(۲۲) مشکوۃ شریف کتاب الفتن بَابُ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ اَنْ یُّرْفَعَ الْعِلْمُ وَیَکْثُرَ الْجَھْلُ وَیَکْثُرَ الزِّنَا وَیَکْثُرَ شُرْبُ الْخَمْرِ وَیَقِلَّ الرِّجَالُ وَیَکْثُرَ النِّسَاءُ حَتّٰی یَکُوْنَ لِخَمْسِیْنَ امْرَاَۃً اَلْقَیِّمُ الْوَاحِدُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ یَقِلُّ الْعِلْمُ وَیَظْھَرَ الْجَھْلُ
(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ یقیناً قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہیں کہ علم اٹھالیا جائے گا اور جہالت کی کثرت ہو جائے گی اور زنا کاری بڑھ جائے گی اور بکثرت شراب پی جائے گی اور مردوں کی تعداد کم ہو جائے گی اور بکثرت شراب پی جائے گی اور مردوں کی تعداد کم ہو جائے گی اور عورتوں کی تعداد بڑھ جائے گی یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا انتظام کرنے والا اکیلا ایک مرد ہوگا۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب العلم باب رفع العلم وظہور الجہل میں ہے۔
(متفق علیہ)

باقی پیشین گوئیاں پوری ہو چکی ہیں آخری پوری ہونا باقی ہے یہ کہ رفتہ رفتہ یہ حال ہو جائے گا کہ ایک ایک مرد اپنے عزیز و اقارب یعنی دادی، نانی، خالہ، بہنیں، بھتیجیاں، بھانجیاں وغیرہ پچاس پچاس عورتوں کی پرورش، نگہداشت اور ان کے سامان زندگی کا انتظام کرے گا۔

(۲۳) مشکوۃ شریف کتاب الرقاق باب تغیر الناس کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَکُوْنَ اَسْعَدَ النَّاسِ بِالدُّنْیَا لُکَعُ بْنُ لُکَعٍ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِی وَ الْبَیْھَقِی فِی دلائلِ النبوۃ)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ کمینے کا بیٹا کمینہ سب سے زیادہ دنیا میں خوش حال ہوگا۔

امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

حضور ﷺ کی یہ پیشین گوئی بھی ظاہر ہو چکی ہے۔ کہ پشتہا پشت کے شریف زادگان علماء صلحاء دیندار مسلمان آج غربت و افلاس کا شکار اور دنیا میں ہر طرف ذلیل نظر آ رہے ہیں اور کئی کئی پشتوں کے چور، ڈاکو، لچے، لفنگے اور بدمعاش عیش و عشرت کی جنت میں رہ رہے ہیں۔

(۲۴) عَنْ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یُقْتَلُ فِیْہِ الْعُلَمَاءُ کَمَا یُقْتَلُ الْکِلَابُ فَیَالَیْتَ الْعُلَمَاءَ فِیْ ذٰلِکَ الزَّمَانِ تَحَامَقُوْا۔ (حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۲۹ بحوالہ دیلمی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں علماء کتوں کی طرح قتل کیے جائیں گے تو کاش علماء اس زمانہ میں بیوقوف بن جاتے (تا کہ قتل سے بچ جاتے)

یہ پیشین گوئی پوری ہو چکی ہے اس لیے کہ کئی دور ایسے گزر چکے ہیں کہ ظالم حکمرانوں نے بلاقصور کتوں کی طرح علماء کرام کو قتل کرایا۔ بالخصوص بنی امیہ کے دور حکومت میں حجاج بن یوسف ثقفی نے ہزاروں علماء کرام کو قتل کیا اور حکومت عباسیہ کے زمانہ میں معتصم باللہ کے دور حکومت میں ہزاروں علماء کی گردنیں ماری گئیں۔

(۲۵) مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان کی پہلی فصل میں حضرت جبرئیل کے سوالات والی طویل حدیث میں ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنْ اَمَارَتِهَا قَالَ اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا وَ اَنْ تَرَی الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَآءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِی الْبُنْيَانِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا) کہ یارسول اللہ آپ مجھے قیامت کی نشانیوں کے بارے میں خبر دیجئے تو آپ نے فرمایا یہ ہے کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی اور ننگے پاؤں والے، ننگے بدن والے محتاجوں، بکریوں کے چرواہوں کو تم محلوں میں فخر کرتے ہوئے دیکھو گے۔

تشریح علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی:۔ یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جس کے راوی امیرالمومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ حدیث بخاری و مسلم و ترمذی میں بھی ہے اس حدیث میں قیامت کی دو نشانیوں کا بیان ہے۔

اول:۔ یہ کہ لونڈی کے پیٹ سے اس کے آقا پیدا ہوں گے یعنی نافرمان اولاد پیدا ہوگی جو اپنی ماؤں کے ساتھ اتنا خراب سلوک کریں گے جیسا کہ مالک اور آقا اپنی باندیوں اور لونڈیوں کے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں۔

اس حدیث کی دوسری تشریحات بھی ہیں لیکن ہم نے جو مطلب تحریر کیا ہے وہ بالکل عام فہم اور بہت زیادہ واضح ہے۔

دوم:۔ یہ کہ بکریوں کے چرواہے جو ننگے پاؤں، ننگے بدن، محتاجی اور مفلسی کی

حالت میں دربدر پھرتے رہتے تھے وہ قربِ قیامت کے وقت اونچے اونچے محلوں اور شاندار بلڈنگوں میں فخر وغرور کے ساتھ عیش وعشرت کی زندگی بسر کریں گے۔
قیامت کی مذکورہ بالا دونوں نشانیاں پوری ہو چکی ہیں۔
(۲۶) مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا تَذْهَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَاْتِیَ عَلَی النَّاسِ یَوْمٌ لَّا یَدْرِی الْقَاتِلُ فِیْمَ قَتَلَ وَلَا الْمَقْتُوْلُ فِیْمَ قُتِلَ فَقِیْلَ کَیْفَ یَکُوْنُ ذَالِکَ قَالَ الْهَرْجُ الْقَاتِلُ الْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، دنیا ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ لوگوں پر ایسا زمانہ نہ آ جائے کہ قاتل نہیں جانے گا کہ اس نے کیوں قتل کیا اور مقتول کو معلوم نہیں ہوگا کہ اسے کیوں قتل کیا گیا، عرض کیا گیا کہ ایسا کیوں ہوگا؟ فرمایا کہ قتل عام کے باعث قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہوں گے۔ (مسلم)

مقتول کے جہنمی ہونے کی وجہ ایک اور حدیث میں یہ بیان کی گئی ہے کہ اس نے بھی اپنے ساتھی کے قتل کا ارادہ کیا ہوا تھا۔
(۲۷) مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق باب الریاء والسمعۃ کی تیسری فصل میں ہے۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ اَقْوَامٌ اِخْوَانُ الْعَلَانِیَةِ اَعْدَاءُ السَّرِیْرَةِ فَقِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَکَیْفَ یَکُوْنُ ذَالِکَ قَالَ ذَالِکَ بِرَغْبَةِ بَعْضِهِمْ اِلٰی بَعْضٍ وَّرَهْبَةِ بَعْضِهِمْ مِّنْ بَعْضٍ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے رایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو ظاہر میں بھائی اور باطن میں دشمن ہوں گے۔ عرض کی گئی کہ یارسول اللہ! یہ کیسے ہوگا؟ فرمایا کہ بعض سے طمع (لالچ) اور بعض سے خوف رکھنے کے باعث۔ (احمد)

یہ پیشین گوئی بھی پوری ہو چکی ہے۔

(۲۹) مشکوۃ شریف کتاب الرقاق باب الریاء والسمعۃ کی تیسری فصل میں ہی ہے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ روئے تو ان سے کہا گیا کہ کیوں روئے؟ فرمایا کہ ایک بات میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ وہ مجھے یاد آ گئی تو اس نے مجھے رلایا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میں اپنی امت پر شرک اور خفیہ شہوت سے ڈرتا ہوں۔ میں عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی؟ فرمایا، ہاں لیکن وہ سورج یا چاند یا پتھروں یا بتوں کو نہیں پوجیں گے بلکہ اپنے اعمال کو دکھائیں گے اور خفیہ شہوت یہ ہے کہ تم میں سے کوئی روزے کی حالت میں صبح کرے گا لیکن اپنی شہوت کے باعث روزہ توڑ دے گا۔

روایت کیا اسے احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

حضور ﷺ کی یہ پیشین گوئیاں بھی پوری ہو چکی ہیں۔

(۳۵) مشکوۃ شریف باب تغیر الناس (کتاب الرقاق) کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَکُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَّذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰی لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْ هُمْ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَلْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی قَالَ فَمَنْ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں پر ضرور چلو گے، بالشت کے ساتھ بالشت اور ہاتھ کے ساتھ ہاتھ۔ یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوں تو تب بھی تم ان کی پیروی کرو گے۔ عرض کی گئی کہ یارسول اللہ! یہود و نصاریٰ کی؟ فرمایا اور کس کی (متفق علیہ)

حضور ﷺ کی یہ پیشین گوئی بھی پوری ہو چکی ہے۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب العلم میں ہے۔

(۳۱) مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق باب تغیر الناس کی دوسری فصل میں ہے۔

''محمد بن کعب قرظی کا بیان ہے کہ مجھ سے اس شخص نے حدیث بیان کی جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ میں مسجد میں رسول اللہ ﷺ کے حضور بیٹھا تھا۔ تو حضرت مصعب بن عمیر آتے ہوئے دکھائی دیئے، جن کے اوپر صرف پیوندوں والی چادر تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو رونے لگے کہ ایسے ناز و نعمت کا دلدادہ آج کس حالت میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم ایک جوڑا صبح کو پہنو گے اور شام کو دوسرا جوڑا پہنو گے۔ اس کے سامنے ایک تھالی رکھی جائے گی اور دوسری اٹھالی جائے گی۔ گھروں کو یوں کپڑے پہناؤ گے جیسے کعبہ کو۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ! کیا ہم ان دنوں آج کل سے اچھے ہوں گے کہ عبادت کے لیے فارغ ہوں گے اور محنت سے بچ جائیں گے؟ فرمایا: نہیں آج تم اس روز سے بہتر ہو۔'' (ترمذی شریف)

حضور ﷺ کی یہ پیشین گوئیاں سچ ثابت ہو چکی ہے۔

(۳۲) مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق باب تغیر الناس کی دوسری فصل میں ہی ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ اَلصَّابِرُ فِيْهِمْ عَلٰى دِيْنِهٖ كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِسْنَادًا)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا جس میں اپنے دین پر قائم رہنے والا مٹھی میں چنگاری لینے والے کی طرح ہوگا۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور اس حدیث کی اسناد غریب ہے)

آج کے دور میں کتنے ہی فتنے اٹھ چکے ہیں کہیں اشتراکیت ہے تو کہیں سرمایہ داری۔ کہیں مغربی جمہوریت ہے تو کہیں فسطائیت۔ مسلمانوں میں ہی ان کے حمایتی

پیدا ہو چکے ہیں۔ دین اسلام کو نا قابل عمل سمجھا جانے لگا ہے۔ اسلامی سزاؤں پر بحث و تکرار کی جاتی ہے۔ الغرض خالص دین اسلام کے حمایتی بہت ہی کم ہیں۔

(۴۳) مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق باب تغیر الناس کی دوسری فصل میں ہی حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قریب ہے کہ دیگر امتیں تم پر چڑھنے کے لیے ایسے ایک دوسری کو بلائیں گی جیسے کھانے والا پیالے کی طرف۔ کوئی عرض گزار ہوا کہ کیا ان دنوں ہم کم ہوں گے؟ فرمایا بلکہ ان دنوں تمہاری تعداد بہت زیادہ ہو گی لیکن سیلاب کی جھاگ کی طرح ہو گے اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں سستی ڈال دے گا۔ کوئی عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! الوھن کیا ہے؟ فرمایا کہ دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔ روایت کیا اسے ابو داؤد اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں۔ حضور ﷺ کی یہ پیشین گوئی بھی پوری ہو چکی ہے۔ اس کی حالیہ مثال عراق پر یورپی اتحادیوں کا حملہ ہے۔

(۴۴) مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق باب الریاء والسمعۃ کی دوسری فصل میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخری زمانے میں ایسے لوگ نکلیں گے جو دین کے بدلے دنیا طلب کریں گے۔ لوگوں کو دکھانے کے لیے نرمی کے باعث بھیڑ کی کھال پہن لیں گے۔ ان کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہوں گی اور ان کے دل گویا بھیڑیوں کے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھے غرور دکھاتے ہیں یا مجھ پر جرأت کرتے ہیں؟ میں اپنی قسم یاد فرماتا ہوں کہ ان پر فتنہ مسلط کر دوں گا جس سے ان کا عقلمند آدمی بھی حیران رہ جائے گا۔

حضور ﷺ کی یہ پیشین گوئی بھی پوری ہو چکی ہے۔ خود ہی ملاحظہ فرمالیں کہ کون سے لوگ بڑی شیریں بیانی سے دین کی تبلیغ کر رہے ہیں اور دین پر جرأت بھی کر

رہے ہیں۔ حضور علیہ السلام کی گستاخیاں بھی کر رہے ہیں۔

(۳۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُرْضَخَ رُؤُسُ اَقْوَامٍ بِكَوَاكِبَ مِنَ السَّمَآءِ بِاسْتِحْلَالِهِمْ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ۔ (حجة الله ج ۲ ص ۸۲۹ بحواله ديلمی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ کچھ قوموں کے سر آسمان کے ستاروں سے کچل دیئے جائیں گے اس لیے کہ وہ قوم لوط کے عمل (طواطت) کو حلال سمجھنے لگیں گے۔

تبصرہ علامہ عبد المصطفیٰ اعظمیؒ:۔ قیامت کی اس نشانی کا ظہور بھی ہو چکا ہے چنانچہ ۳۲۳ھ میں جب کہ عباسی خلیفہ راضی باللہ کا دور حکومت تھا۔ رات بھر تارے ٹوٹ ٹوٹ کر زمین پر گرتے رہے اور اس کے بعد بھی کئی بار آسمان سے شہاب ثاقب گرتے رہے اور انسانوں کے سر کچل کچل کر انہیں ہلاک کرتے رہے۔ (حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۲۹)

(۳۶) مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن بَابُ الْمَلَاحِمِ کی دوسری فصل میں حضرت عوف بن مالک سے روایت ہے کہ میں غزوۂ تبوک کے موقع پر نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ ایک چمڑے کے خیمے میں تھے تو آپ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے تم چھ (نشانیاں) کو گن لو (۱) میری وفات (۲) پھر بیت المقدس کی فتح (۳) پھر ایک وبا (طاعون) تم کو پکڑے گی جو بکریوں کی گلٹی کی بیماری کی طرح ہو گی۔ (۴) پھر مال کی اس قدر زیادتی ہو گی کہ کسی آدمی کو ایک سو دینار دیئے جائیں گے پھر بھی وہ (اس کو کم سمجھ کر) ناراض ہی رہے گا۔ (۵) پھر ایک ایسا فتنہ ہو گا جو عرب کے ہر گھر میں داخل ہو جائے گا۔ (٦) پھر تمہارے اور رومیوں کے درمیان ایک صلح ہو گی۔ مگر رومی کفار بد عہدی کریں گے اور اتنا بڑا لشکر لے کر تم پر

حملہ آور ہوں گے کہ اس لشکر میں اسی جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ بارہ ہزار فوجیں ہوں گی۔

تبصرہ علامہ عبدالمصطفیٰ:۔ قیامت کی یہ نشانیاں تقریباً سبھی ظاہر ہو چکی ہیں۔

پہلی نشانی:۔ یعنی حضور ﷺ کا اس عالم دنیا سے عالم آخرت کا سفر فرمانا یہ ۱۱ھ میں ہو چکا۔

دوسری نشانی:۔ بیت المقدس کا فتح ہونا۔ یہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں واقع ہوا۔

تیسری نشانی:۔ طاعون کی وباء یہ علامت بھی حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ایام میں ظہور پذیر ہوئی زمانہ اسلام میں یہ سب سے پہلا طاعون ہے۔ اس وبا میں تین دن کے اندر ستر ہزار آدمی مر گئے۔ چونکہ اس وقت اسلامی لشکروں کا پڑاؤ بیت المقدس کے قریب ایک گاؤں عمواس میں تھا۔ اس لیے تاریخوں میں اس وباء کا نام طاعون عمواس پڑ گیا۔

طاعون:۔ ایک وبائی بیماری ہے جس کو انگریزی میں ''پلیگ'' کہتے ہیں اس بیماری میں شدید بخار آتا ہے اور گردن یا بغلوں یا رانوں کی جڑوں میں کبوتر کے انڈے کے برابر گلٹیاں نکلتی ہیں جس میں ناقابل برداشت درد کے ساتھ سخت جلن ہوتی ہے۔ اس مرض میں بہت جلد آدمی مر جاتا ہے اور بہت کم لوگ اس بیماری سے شفایاب ہوتے ہیں۔ پہلے ملک میں تقریباً ہر سال یہ وباء آتی تھی مگر چالیس سال سے یہ وباء نہیں آئی ہے۔

چوتھی نشانی:۔ یعنی مال و دولت کی کثرت و فراوانی۔ اس نشانی کا ظہور تاریخ اسلام میں سب سے پہلے حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوا اور اس کے بعد برابر ہی مالداری کی کثرت میں زیادتی ہی ہوتی گئی اور ہوتی جارہی

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَتَقَارَبَ الزَّمَانُ فَتَکُوْنُ السَّنَةُ کَالشَّھْرِ وَالشَّھْرُ کَالْجُمُعَةِ وَتَکُوْنُ الْجُمُعَةُ کَالْیَوْمِ وَیَکُوْنُ الْیَوْمُ کَالسَّاعَةِ وَتَکُوْنُ السَّاعَةُ کَالضَّرْمَةِ بِالنَّارِ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔ قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ زمانے نزدیک ہوجائیں گے۔ یہاں تک کہ سال مہینے سے، مہینے ہفتے جیسے، ہفتے دن جیسے، دن گھنٹے جیسے اور گھنٹے شعلے کی چمک جتنی دیر کے برابر ہوں گے۔ (ترمذی)

بے شک اب وقت بہت تیزی سے گزر رہا ہے۔ یہ میں نے خود کئی دفعہ سنا ہے کہ مہینہ گزر بھی گیا، سال گزر بھی گیا۔ اور جیسے جیسے قیامت قریب آئے گی یہ پیشین گوئی اور واضح طور پر پوری ہو جائے گی۔

(۴۰) مشکوٰۃ شریف کتاب البیوع باب الرّبٰو کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لَیَاْتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی اَحَدٌ اِلَّا اٰکِلَ الرِّبٰو فَاِنْ لَّمْ یَاْکُلْہُ اَصَابَہٗ مِنْ بُخَارِہٖ وَیُرْوٰی مِنْ غُبَارِہٖ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ ضرور آئے گا جبکہ سود کھانے سے کوئی نہیں بچے گا۔ اگر نہیں کھائے گا تو اس کے بخارات ضرور پہنچ جائیں گے اور ایک روایت میں ہے اس کا غبار پہنچ جائے گا۔

یہ پیشین گوئی پوری پوری سچ ثابت ہو چکی ہے۔ آج ہر کاروبار اور حکومت کا ہر

لین دین سود پر ہوتا ہے۔ فیکٹریاں، کارخانے سود پر قرض لے کر لگائے جاتے ہیں۔ گورنمنٹ ملازمین کی تنخواہ سے زبردستی جی پی فنڈ کی کٹوتی کی جاتی ہے۔ اور اس پر ہر سال سود دیا جاتا ہے۔ جس کو نفع کا نام بھی دے دیا جاتا ہے۔ علمائے کرام تو کہہ دیتے ہیں کہ زبردستی کٹوتی کی جاتی ہے اس لیے اس کو سود نہیں کہیں گے کیونکہ ریٹائرمنٹ کے وقت اگر یہ پیسے اسی طرح واپس کئے جائیں تو پھر تو ملازمین کو بہت نقصان ہے۔ اگر اس نے بیس سال پہلے سو روپے کٹوائے تو بیس سال بعد اسے سو روپے ہی ملیں تو یہ زیادتی ہے اس وقت تک تو روپے کی قیمت بھی بہت گر چکی ہو گی۔ اس طرح سود کا غبار ان تک بھی پہنچ رہا ہے۔ تفصیلی معلومات کے لیے وقار الفتاویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

(۴۱) مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن بَابُ فِی الْمُعْجِزَات کی پہلی فصل کے آخر میں صحیح مسلم شریف کے حوالہ سے ہے۔

"حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔ عنقریب تم مصر کو فتح کرو گے اور ایسی زمین ہے جس میں قیراط کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جب تم اسے فتح کر لو تو اس کے باشندوں سے حسن سلوک کرنا کیونکہ ان کے لیے امان اور رحم کا رشتہ ہے یا فرمایا کہ امان اور سسرالی رشتہ ہے۔ جب تم اس میں دو آدمیوں کو ایک اینٹ بھر جگہ پر جھگڑتے دیکھو تو اس سے نکل آنا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرحمٰن بن شرجیل بن حسنہ اور اس کے بھائی ربیعہ کو ایک اینٹ جتنی جگہ پر جھگڑتے ہوئے دیکھا تو میں اس سے نکل آیا۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب فضائل الصحابۃ باب وصیۃ النبی ﷺ باھل مصر میں ہے۔

(۴۲) صحیح بخاری شریف کتاب الاستئذان کے آخر میں باب ماجاء فی البناء

میں ہے۔

قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اِذَا تَطَاوَلَ رِعَاءُ الْبَهْمِ فِي الْبُنْيَانِ ۔	حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے جانوروں کے چرانے والے عمارتوں پر فخر کریں گے

حضور ﷺ کی یہ پیشین گوئی پوری ہو چکی ہے۔ یہ چیز عام روزمرہ زندگی کے مشاہدہ میں واضح ہے۔

(۴۳) بخاری شریف ابواب الاستقاء بَابُ مَاقِيْلَ فِي الزَّلَازِلِ وَالْاٰيَاتُ میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَ فِيْ يَمَنِنَا قَالَ قَالُوْا وَفِيْ نَجْدِنَا قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا وَفِيْ يَمَنِنَا قَالَ قَالُوْا وَ فِيْ نَجْدِنَا قَالَ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَ بِهَا يَطْلَعُ قَرْنُ الشَّيْطَانُ ۔	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگی پس کہا کہ اے اللہ تو برکت نازل فرما ہمارے لیے شام میں ہمارے یمن میں۔ راوی کہتے ہیں (بعض نے) کہا ہمارے نجد میں آپ نے (پھر دعا مانگی) اے اللہ برکت نازل فرما ہمارے لیے ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں۔ راوی کہتے ہیں (بعض نے) کہا اور ہمارے نجد میں۔ آپ نے فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

یہ حدیث ترمذی شریف ابواب المناقب باب فی فَضْلِ الشَّامِ وَالْيَمَنِ میں بھی ہے اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

حضور ﷺ کی یہ پیشین گوئی بھی پوری ہو چکی ہے۔ نجد سے نجدی فتنہ کا ظہور ہو چکا ہے۔ اس کے پیروکار وہابی کہلاتے ہیں جو کہ اس کے نام کی نسبت سے ہے ان کی پاکستان میں ایک شاخ کے چند فتنے ملاحظہ ہوں۔

(۱) صحابہ کرام حضور ﷺ کی سنت پر سب سے زیادہ عمل کرنے والے تھے اس لیے حضور ﷺ کی کسی سنت کی صحیح پہچان اس طرح ہو جاتی کہ انھوں نے اس پر کس طرح عمل کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں بیس رکعت تراویح کو رائج کیا اور تیرہ سو سال تک پوری دنیا میں مسلمان اسی پر عمل کرتے رہے اور کر رہے ہیں۔ وہابیوں نے بیس رکعت تراویح کو ماننے سے انکار کر دیا اور آٹھ رکعت تراویح اپنے مقلدین میں رائج کی کیونکہ وہابیوں کو حدیث کا علم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام سے زیادہ ہے؟ اگر آٹھ رکعت تراویح کی حدیث ملتی بھی ہے تو اس پر عمل ہوگا جس پر صحابہ کرام عمل کرتے رہے نا کہ وہابی صاحب کی تحقیق پر۔ اسی طرح انھوں نے مسلمانوں میں فتنہ و انتشار پھیلایا اور مسلمانوں کو فرقوں میں تقسیم کر دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

(۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ایک وقت کی تین طلاقوں کو تین قرار دیا اور وہابی فتنہ سے پہلے تک اسی پر عمل ہوتا رہا۔ وہابی صاحب نے ایک وقت کی تین طلاقوں کو ایک قرار دے دیا اور ہزاروں لوگوں کو زنا جیسے قبیح فعل اور گناہ کبیرہ میں مبتلا کر دیا ہے۔ حتی کہ ان کے جید علماء کرام بھی اس کا ارتکاب کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں۔

یہ تو اسی طرح ہے کہ ایک وقت میں سو گالیاں دو اور ان کو ایک ہی شمار کرنا۔

(۳) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں عورتوں کو مسجدوں میں نماز ادا کرنے سے روک دیا اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس فتویٰ

کی تصدیق کی کہ حضور ﷺ کی حیات میں اگر ایسے حالات ہوتے (نومسلموں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی اور وہ ابھی اسلام پر پوری طرح عامل نہ تھے۔) تو وہ یہی حکم صادر فرماتے۔لیکن وہابی صاحب پھر عورتوں کو مسجدوں اور عیدگاہوں میں لے گئے ہیں۔کیا اس دور کے وہابی صحابہ کرام سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہیں؟

بخاری شریف کتاب الصلوۃ باب خروج النساء الی المساجد اللیل والغلس میں عمرہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر رسول اللہ ﷺ دیکھ لیتے جو بعد میں عورتوں نے کیا تو انہیں مسجدوں سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں تھیں میں (یحیٰی) نے عمرہ سے کہا: کیا وہ منع کی گئی تھیں۔فرمایا ہاں

(۴) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وتر کی ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا تو امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ دم کٹی نماز تو نے کیوں پڑھی شفع اور اس کے ساتھ ملا ورنہ میں تجھے پیٹوں گا۔ایسے ہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو اسی بارہ میں خوب ڈانٹا۔سبعہ فقہا کا مذہب ہے کہ وتر تین رکعات ایک سلام سے ثابت ہے حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ سلف کا اجماع وتر تین رکعت معہ ایک سلام پر ہے۔جب اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور کی رات کی نماز کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے بھی یہ ہی فرمایا کہ حضور ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت ادا فرماتے تھے یعنی ۸ رکعت نماز تہجد کی اور تین رکعت وتر کی۔

وتر کی ایک، تین، پانچ، سات، نو، گیارہ، تیرہ رکعت کا ثبوت ملتا ہے تو وہابی صاحب نے ایک رکعت وتر کو ہی کیوں اپنایا؟

حضور ﷺ تو فرمائیں، علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین۔

یعنی میری اور خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوط پکڑو۔ لیکن وہابی صاحب خلفاء راشدین کی ہر سنت کو قبول کرنے پر تیار نہیں۔

وہابی صاحب یہ اعتراض کریں گے کہ حضور آٹھ رکعت تراویح ادا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر رات کی عبادت (نماز تہجد) فرض یا واجب قرار دی تو بقول وہابی صاحب اگر یہ آٹھ رکعت نماز تراویح کی تھیں تو پھر غیر رمضان کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا ہے؟ اگر اس نماز تہجد کو تراویح کی گنتی میں شمار کرنا ہے جو کہ نفل نماز ہے تو کیا آپ نے فرض یا واجب کو چھوڑ کر حکم الٰہی کی خلاف ورزی کی؟ ہرگز نہیں نماز تراویح علیحدہ ہے اور نماز تہجد علیحدہ ہے۔

اگر بقول تمہارے آٹھ رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے تو حدیث میں جو غیر رمضان کا لفظ آیا ہے اس کو مانتے ہوئے غیر رمضان میں بھی تین وتر ادا کیا کرو۔

یہ حدیث میں بیان کر چکا ہوں کہ حضور ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے امت کا محدث قرار دیا۔ اب وہابی صاحب ان سے اختلاف کر کے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بڑے محدث ہیں (معاذ اللہ)

(۵) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دو خلافت میں جمعہ کی دوسری اذان کو رائج کیا۔ لیکن وہابی صاحب کے نزدیک خلفاء راشدین کی سنت بدعت ہو گی اس لیے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

نجدی فتنہ کے ظہور سے پہلے برصغیر پاک و ہند میں کوئی وہابی نہ تھا۔ سب مسلمانوں میں اتفاق اور ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔ وہابی صاحب نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا۔ اب پورے برصغیر پاک و ہند میں ہر بڑے شہر کے مسلمان فرقہ ورانہ تعصب کی بنا پر ایک دوسرے سے عداوت رکھتے ہیں۔ لاتفرقوا کے حکم کی

خلاف ورزی کس نے کی؟ یہ سب کو معلوم ہے۔ وہابی صاحب ہر اس عمل پر مسلمانوں کو مشرک، کافر اور بدعتی کہتے ہیں جو کہ وہ مستحب یا مباح سمجھ کر کرتے ہیں۔ کسی مسلمان نے فرض، واجب یا سنت میں کوئی بدعت ایجاد نہیں کی ہے لیکن وہابی صاحب مسلمانوں پر فرض واجب یا سنت کے بدعتی والا فتویٰ جاری کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر اہل ایمان کو وہابی فتنہ کے شر سے محفوظ رکھے کیونکہ اس کی نشاندہی حضور نبی کریم ﷺ نے چودہ سو سال پہلے ہی فرما دی تھی اور ان کی دوسری بہت سی نشانیاں بھی بیان فرما دیں تھیں جو کہ علمائے اسلام بیان فرماتے رہتے ہیں۔

صحیح بخاری شریف کتاب المغازی باب بعث علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ و خالد بن الولید رضی اللہ عنہ الی الیمن قبل حجۃ الوداع میں ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے یمن سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چمڑے کے تھیلے میں بھر کر کچھ سونا بھیجا، جس سے ابھی مٹی بھی صاف نہیں کی گئی تھی۔ حضور ﷺ نے وہ سونا چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا یعنی عینیہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید بن خیل اور چوتھے علقمہ یا عامر بن طفیل کے درمیان۔ اس پر آپ کے اصحاب میں سے کسی نے کہا: ان لوگوں سے تو ہم زیادہ حقدار تھے۔ جب یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: کیا تم مجھے امانتدار شمار نہیں کرتے حالانکہ آسمان والے کے نزدیک تو میں امین ہوں اس کی خبریں تو صبح وشام میرے پاس آتی رہتی ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر ایک آدمی کھڑا ہو گیا، جس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں، رخساروں کی ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں، اونچی پیشانی، گھنی داڑھی، سر منڈا ہوا اور اونچا تہ بند باندھے ہوئے تھے، وہ کہنے لگا:۔ اے اللہ کے رسول! خدا سے ڈرو۔ آپ نے فرمایا۔ تیری خرابی ہو، کیا میں خدا سے ڈرنے کا تمام اہل زمین سے زیادہ مستحق نہیں ہوں؟ پھر وہ آدمی چلا گیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ! کیا میں اس کی گردن اڑا دوں؟ فرمایا ایسا نہ کرو۔ شاید یہ غازی ہو۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے کہ ایسی غازی بھی تو ہو سکتے ہیں کہ جو کچھ ان کی زبان پر ہے وہ دل میں نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ لوگوں کے دلوں میں نقب لگاؤں اور ان کے پیٹ چاک کر دوں۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے پھر اس کی جانب توجہ فرمائی اور وہ پیٹھ پھیر کر جا رہا تھا اس وقت فرمایا کہ اس کی پشت سے ایسی قوم پیدا ہوگی جو اللہ کی کتاب کو بڑے مزے سے پڑھے گی، لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ دین سے اس طرح نکلے ہوئے ہوں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔ اسی سے ملتی جلتی حدیث بخاری شریف کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام میں بھی ہے۔ اور مختصراً بخاری شریف کتاب التفسیر باب "قولہ والمولفۃ قلوبھم۔ میں ہے آپ نے فرمایا کہ یَخْرُجُ مِنَ الدِّیْنِ کَمَا سَھْمِ مِنَ الـــرَّمِیَّۃِ یعنی دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔ یہ بات ہر کسی کو عجیب معلوم ہوگی کہ نماز، روزہ اور تلاوت وغیرہ عبادات میں امتیازی شان رکھنے کے باوجود وہ دین سے نکلے ہوئے کیوں قرار پائے ان کے دین سے نکلنے کی وجہ سے یہ ہوگی کہ وہ توہین و تنقیص رسالت کی بیماری میں مبتلا ہوں گے جس کے باعث ایک جانب آدمی ایمان کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے تو دوسری طرف اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں لہذا ضائع شدہ اعمال و عبادات کا ظاہری حسن و جمال اس صورت میں انسان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

اہل حدیث ہر جگہ اپنا یہ نعرہ لکھتے اور پکارتے ہیں کہ۔

اہل حدیث کے دو اصول۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ

اس نعرے میں وہ قرآن کے ایک اصول کو چھوڑ گئے ہیں کیونکہ قرآن پاک میں تو ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔

یعنی اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں۔ اسی لیے اہل سنت و جماعت کئی ایک امور جو اولی الامر کے تحت آتے ہیں اور اہل سنت و جماعت کے جید علماء کرام کی ایک کثیر تعداد نے ان کو تسلیم کیا، ان پر عمل کرتے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الامارۃ والقضاء کی پہلی فصل میں ہے۔

''حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میرا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کا حکم مانا تو اس نے میرا حکم مانا اور جس نے امیر کی نافرمانی کی تو اس نے میری نافرمانی کی کیونکہ امام ایک ڈھال ہے جس کے پیچھے جہاد کیا جاتا ہے اور جس کی آڑ لی جاتی ہے اور وہ اللہ سے ڈرتے ہوئے انصاف سے حکم دے تو اس کا اسے ثواب ملے گا اور اگر اس کے برعکس ہے تو اس کا گناہ اس پر ہو گا۔ (متفق علیہ)

(۴۴) بخاری شریف کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَعَا النَّبِيُّ ﷺ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ فِي شَكْوَاهُ الَّذِي قُبِضَ فِيْهِ فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَبَكَتْ ثُمَّ دَعَاهَا فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَضَحِكَتْ فَسَأَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَتْ سَارَّنِي النَّبِيُّ ﷺ اَنَّهُ يُقْبَضُ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيْهِ فَبَكَيْتُ ثُمَّ سَارَّنِي فَاَخْبَرَنِي اَنِّي اَوَّلُ اَهْلِهِ يَتْبَعُهُ فَضَحِكْتُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے مرض وصال میں حضرت فاطمہ علیہا السلام کو بلایا اور ان کے ساتھ سرگوشی فرمائی تو وہ ہنس پڑیں۔ ہم نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو بتایا پہلی مرتبہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے یہ سرگوشی فرمائی تھی کہ میرا اس مرض کے اندر ہی وصال ہو جائے گا۔ اس پر میں رونے لگی، دوبارہ آپ نے سرگوشی فرمائی تو مجھے یہ خبر دی کہ میرے اہل بیت سے تم سب سے پہلے میرے پیچھے آؤ گی۔ اس پر میں ہنس پڑی۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام میں بھی ہے اور کتاب المناقب میں بھی ہے۔ حضور ﷺ کی یہ پیشین گوئی بھی درست ثابت

ہوئی۔

(۴۵) مشکوۃ شریف کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِی رَافِعٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا اُلْفِیَنَّ اَحَدَکُمْ مُتَّکِئًا عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ یَاْتِیْہِ الْاَمْرُ مِنْ اَمْرِیْ مِمَّا اَمَرْتُ بِہٖ اَوْ نَہَیْتُ عَنْہُ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ مَا وَجَدْنَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ اتَّبَعْنَاہُ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ دَلَائِلِ النُّبُوَّۃِ)

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم میں سے کسی شخص کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ وہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے آرام کرتا ہو اور اس کے پاس میرے احکام میں سے کوئی حکم بیان کیا جائے یا کسی بات کو کرنے سے منع کیا ہو اور وہ اس کے جواب میں یہ کہے کہ میں اسے نہیں جانتا۔ ہم تو جو کتاب اللہ میں پائیں گے وہی کریں گے۔

عَنِ الْمِقْدَامِ ابْنِ مَعْدِيْ كَرِبَ قَالَ حَرَّمَ النبی ﷺ اشیاء یوم خیبر، منها الحمار الاهلی وغیره فقال رسول الله ﷺ: یوشک ان یقعد الرجل منکم علی اریکته یحدث بحدیثی فیقول بینی و بینکم کتاب الله فما وجدنا فیه حلالا استحللناه وما فیه حراما حرمناه. وان ما حرم رسول الله کما حرم الله. (وهذا حدیث صحیح رواه احمد فی مسنده من وجهین مختلفین و رواه الدارمی وابو داؤد والترمذی وابن ماجه)

حضرت مقدام بن معدی کرب نے کہا کہ خیبر کے دن نبی کریم ﷺ نے اہلی گدھے کو اور دوسری چیزوں کو حرام کیا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: عنقریب تم میں سے ہی ایک آدمی اپنی مزین چارپائی پر بیٹھے گا اور جب اس کے سامنے میری حدیث بیان کی جائے گی تو کہے گا میرے اور تمہارے درمیان صرف قرآن ہے جس چیز کو ہم نے قرآن میں حلال پایا اسے حلال سمجھیں گے اور جس کو اس میں حرام پایا اسے حرام سمجھیں گے۔ (پھر فرمایا) یقیناً جس چیز کو اللہ تعالیٰ کے رسول نے حرام کیا وہ اسی طرح حرام ہے جیسے اسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو (کیونکہ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی صرف اسی نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ نیز رسول جس چیز کو حرام کرتا ہے وہ اپنے رب کے حکم سے حرام کرتا ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى)

اور یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے امام احمد، دارمی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے صحیح اسناد سے روایت کیا ہے

الغرض حضور ﷺ نے منکرین حدیث رسول اللہ ﷺ کی واضح پیشین گوئی کر دی۔ اور یہ پیشین گوئی پوری ہو چکی ہے۔

ایک اور حدیث منکرین حدیث کے متعلق پیش کرتا ہوں تاکہ اہل ایمان کو پختگی حاصل ہو۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنِ الْعِرْبَاضِ ابْنِ سَارِيَةَ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اَيَحْسِبُ اَحَدُكُمْ مُتَّكِئًا عَلٰی اَرِيْكَتِهٖ يَظُنُّ اَنَّ اللّٰهَ لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئًا اِلَّا مَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اَلَا وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ قَدْ اَمَرْتُ وَوَعَظْتُ وَنَهَيْتُ عَنْ اَشْيَاءَ اِنَّهَا لَمِثْلُ الْقُرْاٰنِ ۔	حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ میں فرمایا تم میں سے کوئی شخص مسہری پر لیٹا ہوا یہ گمان کرتا ہے کہ نہیں حرام کی اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز مگر جو اس قرآن میں موجود ہے۔ خبردار ہو جاؤ بلاشک خدا کی قسم میں نے حکم دیا، نصیحت کی اور منع کیا بہت سی باتوں سے وہ (حرمت میں) بمنزلہ قرآن مجید کے ہیں

اس موضوع پر تفصیلی معلومات کے لیے پیر کرم شاہ الازہری کی کتاب ''سنت خیر الانام'' اور علامہ بدر القادری کی کتاب ''سنت کی آئینی حیثیت'' کا مطالعہ کریں۔

(۴۶) جامع ترمذی شریف ابواب الفتن کے باب فی لزوم الجماعۃ میں ہے۔

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقام جابیہ میں کھڑے ہو کر ہمیں خطبہ دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے لوگو! میں تمہارے درمیان اسی طرح کھڑا ہوں جس طرح ہمارے درمیان حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا:۔ میں تمہیں اپنے صحابہ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں پھر ان لوگوں کے بارے میں جو ان سے متصل ہیں پھر وہ جو ان سے متصل ہیں (صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین) پھر جھوٹ عام ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ قسم لیے بغیر لوگ قسمیں کھائیں گے اور بلا طلب شہادت، شہادت دیں گے۔ آگاہ رہو! کوئی شخص جب کسی عورت کے ساتھ علیحدگی میں ہوتا ہے وہاں

تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ جماعت کو لازم پکڑو اور علیحدگی سے بچو" (یہ حدیث حسن غریب ہے)

(۴۷) جامع ترمذی شریف ابواب الفتن کے باب ماجاء فی نزول العذاب اذالم یغیر المنکر میں ہے۔ "حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو۔ "یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لا الایه"

(اے ایمان والو! اپنی حفاظت کرو کوئی گمراہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا اگر تم ہدایت پر ہو)

او میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جب لوگ ظالم کو (ظلم کرتے) دیکھیں اور اسے (ظلم سے) نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو عذاب میں مبتلا کر دے۔"

(۴۸) جامع ترمذی شریف ابواب الفتن کے باب ماجاء فی رفع الامانۃ میں ہے۔

"حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے دو باتیں بیان فرمائیں۔ جن میں سے ایک کو میں نے دیکھ لیا اور دوسری کا انتظار کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: امانت لوگوں کے وسط قلوب میں نازل ہوئی پھر قرآن پاک اترا تو انھوں نے اسے قرآن سے سیکھا اور حدیث سے بھی سیکھا" پھر حضور نے ہم سے امانت کے اٹھ جانے کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ایک آدمی سویا ہوگا اور اس کے دل سے امانت نکال لی جائے گی تو اس کا چھوٹا سا نشان رہ جائے گا پھر وہ حالت نیند میں ہوگا اور اس کے دل سے امانت قبض کر لی جائے گی تو اس کا نشان آبلہ (چھالے) کی طرح رہ جائے گا۔ جس طرح ایک پتھر سے پاؤں میں نشان پڑ جاتا ہے پھر وہ پھولتا ہوا دیکھو گے حالانکہ اس کے اندر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اس کے بعد آپ

نے ایک کنکری لے کر اپنے پائے اقدس پر لڑھکائی اور فرمایا (رفع امانت کی وجہ سے لوگوں کا حال یہ ہوگا) لوگ خرید و فروخت کریں گے لیکن کوئی بھی امانت کی ادائیگی نہیں کرے گا یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ فلاں قبیلے میں ایک شخص امین ہے۔ اور یہاں تک کہ کسی کے متعلق کہا جائے گا کہ وہ کس قدر چالاک، عقلمند اور ہوشیار ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی کے ایک دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا (یعنی دنیاوی معاملات میں ہوشیاری قابل تعریف بن جائے گی اور بہت کم لوگ امانتدار ہوں گے)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جس دوسری بات کا انتظار کر رہے تھے وہ بھی پوری ہو چکی ہے۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث کتاب الفتن کی پہلی فصل میں ہے اور اس کو متفق علیہ لکھا ہے۔

(۴۹) جامع ترمذی شریف ابواب الفتن باب ماجاء فی الھرج میں ہے۔

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِيْ اُمَّتِيْ لَمْ يُرْفَعْ عَنْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری امت میں تلوار رکھ دی جائیگی تو تا قیامت اس سے نہیں اٹھائی جائے گی (یعنی جب ایک مرتبہ خونریزی شروع ہوگی تو پھر کبھی بھی ختم نہیں ہوگی) یہ حدیث صحیح ہے

(۵۰) جامع ترمذی شریف ابواب الفتن بَابُ مَاجَاءَ فِي الْقَرْنِ الثَّالِثِ میں ہے۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِيْ بُعِثْتُ فِيْهِمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ وَلَا أَعْلَمُ أَذَكَرَ الثَّالِثَ أَمْ لَا ثُمَّ يَنْشَؤُ أَقْوَامٌ يَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَيَفْشُوْ فِيْهِمُ السِّمَنُ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔	حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میری امت میں میرے زمانہ بعثت کے لوگ بہتر ہیں۔ پھر ان سے متصل زمانے کے لوگ۔ راوی کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ تیسرے زمانے کا بھی ذکر فرمایا یا نہیں؟ آپ نے فرمایا: پھر ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو بغیر کہے شہادت دیں گے امانت میں خیانت کریں گے اور ان میں موٹاپا عام ہو گا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۵۱) مشکوۃ شریف کتاب الفتن کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّمَا أَخَافُ عَلٰى أُمَّتِيَ الْأَئِمَّةَ الْمُضِلِّيْنَ ۔	حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔ مجھے اپنی امت کے متعلق گمراہ کرنے والے لیڈروں کا ڈر ہے

(۵۲) جامع ترمذی شریف ابواب الفتن میں ہے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّكُمْ فِيْ زَمَانٍ مَنْ تَرَكَ مِنْكُمْ عُشْرَ مَا أُمِرَ بِهٖ هَلَكَ ثُمَّ يَأْتِيْ زَمَانٌ مَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ بِعُشْرِ مَا أُمِرَ بِهٖ نَجَا هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم ایسے زمانے میں ہو کہ اگر تم میں سے کوئی اس کام کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دے جس کے کرنے کا حکم ہے تو ہلاک ہوا پھر وہ زمانہ آئے گا کہ اگر کوئی حکم کئے گئے کام دسواں حصہ بھی ادا کرے گا نجات پائے گا۔ یہ حدیث غریب ہے۔

(۵۳) ترمذی شریف ابواب الفتن میں ہے۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ عَلَيْكُمْ اَئِمَّةٌ تَعْرِفُوْنَ وَ تُنْكِرُوْنَ فَمَنْ اَنْكَرَ فَقَدْ بَرِئَ وَ مَنْ كَرِهَ فَقَدْ سَلِمَ وَ لٰكِنْ مَنْ رَضِيَ وَ تَابَعَ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نُقَاتِلُهُمْ قَالَ لَا مَا صَلَّوْا هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب تم پر ایسے بادشاہ مسلط ہوں گے جن سے تم نیکی بھی دیکھو گے اور برائی بھی۔ پس جن نے ان کی برائی کو برا کہا وہ عہدہ برا ہوا اور جس نے برا سمجھا وہ بھی سلامت رہا۔ لیکن جو ان پر راضی ہوا اور ان کی اتباع کی وہ ہلاک ہوا۔ عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم ان سے لڑیں؟ آپ نے فرمایا ''نہیں'' جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اسی مفہوم کی حدیث مسلم شریف کتاب الامارۃ میں بھی ہے۔

(۵۴) مشکوٰۃ شریف کتاب البیوع بابُ الْکَسْبِ وَطَلَبِ الْحَلَالِ کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَّا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا اَخَذَ مِنْهُ اَمِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔ لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا جبکہ آدمی پروانہیں کرے گا کہ وہ جو حاصل کر رہا ہے وہ حلال سے ہے یا حرام سے۔ (بخاری)

(۵۵) مشکوٰۃ شریف کتاب العلم کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَّنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَّقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَّالًا

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ لوگوں سے علم کو جب واپس لینا چاہے گا تو ان سے چھینے گا نہیں بلکہ علم کو اس طرح واپس لے گا کہ اہل علم کو اپنے یہاں بلالے گا اور جب دنیا میں عالم باقی نہ رہیں گے تو لوگ اپنا سردار جہلاء کو بنالیں گے اور جب ان سے فتویٰ طلب

فَسُئِلُوْا فَافْتَوْا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَ اَضَلُّوْا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دے کر خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

ترمذی شریف میں یہ حدیث ابواب العلم میں ہے۔
یہ حدیث بخاری شریف کتاب العلم باب کَیْفَ یُقْبَضُ الْعِلْمُ...... میں ہے۔
(۵۶) مشکوٰۃ شریف کتاب العلم کی تیسری فصل میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اُنَاسًا مِّنْ اُمَّتِیْ سَیَتَفَقَّھُوْنَ فِی الدِّیْنِ وَ یَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ یَقُوْلُوْنَ نَاْتِی الْاُمَرَآءَ فَنُصِیْبُ مِنْ دُنْیَاھُمْ وَ نَعْتَزِلُھُمْ بِدِیْنِنَا وَلَا یَکُوْنُ ذٰلِکَ کَمَا لَا یُجْتَنٰی مِنَ الْقَتَادِ اِلَّا الشَّوْکُ کَذٰلِکَ لَا یُجْتَنٰی مِنْ قُرْبِھِمْ اِلَّا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ کَاَنَّہٗ یَعْنِی الْخَطَایَا۔ (رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ دین کی سمجھ اور قرآنی علوم حاصل کر کے یہ کہیں گے کہ ہم امراء کی صحبت حاصل کر کے ان کے ذریعہ دنیا تک رسائی حاصل کریں گے اور اپنے دین کو محفوظ رکھیں گے لیکن ایسا ممکن نہ ہوگا کیونکہ خار دار درخت سے کانٹا ہی حاصل کیا جا سکتا ہے اس طرح ان کے قریب سے کانٹے ہی چنے جائیں گے۔ اس موقع پر محمد بن صباح نے کہا ہے۔ کہ وہ اس سے گناہوں کو مراد لیتے تھے۔ (ابن ماجہ)

(۵۷) مشکوٰۃ شریف کتاب العلم کی تیسری فصل میں ہی ہے۔

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُوْشِکُ اَنْ یَّاْتِیَ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُہٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُہٗ

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قریب ہے کہ لوگوں پر ایسا دور آئے گا جس میں اسلام نام کے لیے باقی رہ جائے گا اور قرآن کریم کی رسم باقی رہ جائے گی۔ مسجدیں آباد تو ہوں گی لیکن ہدایت

مَسَاجِدُ هُمْ عَامِرَةٌ وَّهِیَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰی عُلَمَآئُهُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَ فِیْهِمْ تَعُوْدُ۔ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

سے خالی ہوں گی اور اس دور کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے ان سے فتنے ظاہر ہوں گے اور وہ فتنے انہیں پر لوٹیں گے۔ (اسے بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے)

(۵۸) مشکوٰۃ شریف کتاب العلم کی تیسری فصل میں ہی ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَ عَلِّمُوْهُ النَّاسَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَ عَلِّمُوْهَا النَّاسَ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ وَ عَلِّمُوْهُ النَّاسَ فَاِنِّیْ امْرُءٌ مَّقْبُوْضٌ وَالْعِلْمُ سَیَنْقُصُ وَ یَظْهَرُ الْفِتَنُ حَتّٰی یَخْتَلِفَ اثْنَانِ فِیْ فَرِیْضَةٍ لَّا یَجِدَانِ اَحَدًا یَّفْصِلُ بَیْنَهُمَا (رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ وَالدَّارَقُطْنِیُّ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔ فرائض (تقسیم ترکہ) کا علم حاصل کرو اور دوسروں کو بتاؤ۔ قرآن پڑھو اور دوسروں کو پڑھاؤ کیونکہ میرا وصال ہونے والا ہے۔ علم کم ہوتا جائے گا اس کے بعد فتنے ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ دو شخص فرض کے بارے میں اختلاف کریں گے اور کوئی ان کے درمیان فیصلہ کرنے والا نہ ہوگا۔ (دارمی۔ دارقطنی)

(۵۹) مشکوٰۃ شریف کتاب العلم کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ فِیْمَا

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ روایت کرتے ہیں کہ

اَعْلَمُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)	میں جو کچھ بھی رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ سے جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر سو سال کے بعد ایسے شخص کو پیدا فرمائے گا جو ان کے لیے ان کے دین کو تازہ کر دے گا (ابوداؤد).

(۶۰) ترمذی شریف ابواب الفتن میں ہے۔

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا مَشَتْ اُمَّتِیْ الْمَطِيْطَاءَ وَ خَدَمَهَا اَبْنَاءُ الْمُلُوْكِ اَبْنَاءُ فَارِسٍ وَالرُّوْمِ سُلِّطَ شِرَارُهَا عَلٰى خِيَارِهَا هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میری امت متکبر کی چال اختیار کرے گی اور ایران اور روم کے بادشاہوں کے بیٹے ان کی خدمت کریں گے تو اس وقت (امت کے) شریر لوگ اچھے لوگوں پر مسلط کئے جائیں گے۔ یہ حدیث غریب ہے۔

(۶۱) ترمذی شریف ابواب الایمان کے باب ماجاء ان الاسلام بدا غریبا و سیعود غریبا میں ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْاِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيْبًا وَ سَيَعُوْدُ غَرِيْبًا كَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ (هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ)	حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام غربت کے ساتھ شروع ہوا اور عنقریب غریبوں ہی کی طرف لوٹ (کر رہ) جائے گا جیسے اس کا آغاز ہوا پس غرباء کے لیے (جنت کی) خوشخبری ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے

اسی باب میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دین (اسلام) حجاز کی طرف اس طرح سمٹ جائے گا جس طرح سانپ اپنے سوراخ میں سمٹ جاتا ہے اور دین حجاز میں اس طرح پناہ لے گا جس طرح پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی پر پناہ لیتی ہے۔ دین غریبوں سے شروع ہوا اور انہی کی طرف لوٹے گا پس غرباء کے لیے خوشخبری ہے جو میرے بعد میری بگڑی ہوئی سنت کی اصلاح کریں گے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

(۶۲) جامع ترمذی شریف ابواب الایمان ''باب افتراق ھذہ الامۃ'' میں ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيَاتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِيْ مَا اَتٰى عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ وَاِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَنَا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت پر وہ کچھ ضرور آئے گا جو بنی اسرائیل پر آیا جس طرح ایک جوتی دوسری جوتی کے برابر ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی اپنی ماں کے پاس علانیہ آیا ہوگا (یعنی زنا گیا ہوگا) تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو یہ حرکت کریں گے۔ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے۔ ایک کے سوا باقی سب جہنمی ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ نجات پانے والے کون ہیں؟ آپ نے فرمایا جو میرے اور صحابہ کرام کے راستے پر ہوں گے (یعنی اہل سنت وجماعت)

عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِیْ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ مُفَسَّرٌ ۔

یہ حدیث حسن غریب مفسر ہے

☆ اس حدیث سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرقہ اہل حدیث نجات پانے والوں میں سے نہیں کیونکہ وہ صحابہ کرام کے طریقہ پر ہے ہی نہیں اس کی مختصر سی تفصیل ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں۔

(۶۳) مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ تُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَ یُمْسِیْ كَافِرًا وَ یُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَ یُصْبِحُ كَافِرًا یَبِیْعُ دِیْنَهٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْیَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اندھیری رات کے حصوں جیسے فتنوں سے پہلے اعمال میں جلدی کرلو، جن میں آدمی صبح کو مومن اور شام کو کافر ہو گا۔ شام ایمان کی حالت میں کی اور صبح کو کافر ہو جائے گا۔ اپنے دین کو لوگ دنیاوی مال کے بدلے بیچ دیں گے۔

مشکوٰۃ شریف کے اسی باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔ عنقریب فتنے ہوں گے جن میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہو گا، کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہو گا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہو گا۔ جو ان کی طرف جھانکے گا وہ اسے کھینچ لیں گے، جس کو کوئی ٹھکانہ یا پناہ گاہ مل جائے تو اس کی پناہ حاصل کرے (متفق علیہ) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ ایسے فتنے ہوں گے جس میں سونے والا جاگنے والے سے بہتر ہو گا اور جاگنے والا کھڑا ہونے والے سے بہتر ہو گا اور کھڑا ہونے والا دوڑنے والے سے بہتر ہو گا، جس کو کوئی ٹھکانہ یا پناہ گاہ ملے تو اس کی پناہ حاصل کرلے۔ (یہ

حدیثیں مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ میں ہیں) مشکوٰۃ شریف کے اسی باب میں حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔ عنقریب فتنے ہوں گے۔ آگاہ رہو کہ پھر فتنے ہوں گے، آگاہ رہو کہ پھر فتنے ہوں گے۔ بیٹھنے والا ان میں چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا ان کی طرف دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ آگاہ رہو کہ جب واقع ہو جائے تو جس کے پاس اونٹ ہے وہ اپنے اونٹوں میں چلا جائے جس کے پاس بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں میں چلا جائے اور جس کے پاس زمین ہو وہ اپنی زمین میں چلا جائے۔ ایک شخص عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! جس کے پاس اونٹ، بکریاں اور زمین کچھ نہ ہو؟ فرمایا کہ اپنی تلوار کو لے کر اس کی دھار پتھر پر مارے اور ہو سکے تو بھاگ کر نجات حاصل کرلے۔ تین دفعہ کہا: اے اللہ! میں نے حکم پہنچا دیا؟ ایک شخص عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! اگر میں ناپسند کروں لیکن دونوں گروہوں میں سے ایک مجھے لے جائے، یہاں تک کہ آدمی مجھ پر تلوار سے وار کرے یا مجھے تیر آلگے کہ میں مر جاؤں؟ فرمایا کہ وہ اپنا اور تیرا گناہ لے کر لوٹا اور وہ جہنمیوں میں ہے۔ (مسلم)

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ میں ہے۔

اس حدیث میں آنے والے زمانے کے فتنوں کی طرف اشارۃً بتایا گیا ہے

(۶۴) مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن کی پہلی فصل میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے متعلق پوچھتے اور میں شر کے بارے میں پوچھا کرتا، اس خوف سے کہ مبادا وہ مجھے پہنچ جائے۔ میں عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! دورِ جاہلیت کے اندر ہم شر میں تھے تو اللہ تعالیٰ اس خیر کو لے آیا کیا اس خیر کے بعد بھی شر ہے؟ فرمایا، ہاں، میں عرض گزار ہوا کہ کیا اس شر کے بعد خیر ہے؟ فرمایا ہاں لیکن اس میں دھواں ہوگا۔ میں عرض گزار ہوا کہ اس کا دھواں کیا

ہے؟ فرمایا کہ لوگ میرے طریقے کے سوا دوسرا طریقہ اور میری عادت کے سوا دوسری عادت اختیار کریں گے۔ ان کی بعض باتیں اچھی اور بعض بری ہوں گی۔ میں عرض گزار ہوا کہ کیا اس خیر کے بعد بھی شر ہے؟ فرمایا، ہاں جہنم کے دروازے پر بلانے والے ہوں گے۔ جو ان کی مانے گا اسے اس میں ڈال دیں گے۔ ہماری ہی بولی بولیں گے۔ عرض کی کہ اگر میں انہیں پاؤں تو کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام سے وابستہ رہنا۔ عرض گزار ہوا کہ اگر ان کی جماعت اور امام نہ ہو؟ فرمایا تو ان تمام فرقوں سے جدا رہنا، خواہ تمہیں کسی درخت کی جڑ چبانی پڑے، یہاں تک کہ اسی حالت میں موت آجائے (متفق علیہ)

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الامارۃ میں ہے۔ اسی مفہوم کی اور حدیثیں بھی اسی باب میں ہیں۔

(۶۵) مشکوٰۃ شریف اٰدابُ التِّلَاوَۃِ کی تیسری فصل میں ہے۔

عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِقْرَأُ وَالْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَ اَصْوَاتِھَا وَ اِیَّاکُمْ وَلُحُوْنَ اَھْلِ الْعِشْقِ وَلُحُوْنَ اَھْلِ الْکِتَابَیْنِ وَسَیَجِیْٓئُ بَعْدِیْ قَوْمٌ یُّرَجِّعُوْنَ بِالْقُرْاٰنِ تَرْجِیْعَ الْغِنَاۗءِ وَالنَّوْحِ لَا یُجَاوِزُ حَنَاجِرَھُمْ مَفْتُوْنَۃٌ قُلُوْبُھُمْ وَ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ یُعْجِبُھُمْ شَاْنُھُمْ۔ (رَوَاہُ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن کریم کو عربوں کے لہجہ اور انداز میں پڑھو گویوں اور اہل کتاب یعنی تورات وانجیل کے ماننے والوں کے انداز میں نہ پڑھو اور میری حیات ظاہری کے بعد ایک ایسی قوم آئے گی جو تلاوت قرآن گویوں اور نوحہ خوانوں کے انداز میں پڑھے گی اور ان کا حال یہ ہوگا کہ قرآن کریم ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا اور ان کے دل فتنہ میں مبتلا ہوں گے اس کے علاوہ جو لوگ ان کی تلاوت کو پسند کریں گے ان کے دل بھی مبتلائے فتنہ ہوں

اَلْبَیْھَقِیُّ فِی شُعَبِ الْاِیْمَانِ   گے۔
وَ رَزِیْنٌ فِی کِتَابِہٖ)

(۶۶) مشکوۃ شریف ''اختلاف قراءت کا بیان'' کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَیْنٍ اَنَّہٗ مَرَّ عَلٰی قَاصٍّ یَّقْرَأُ ثُمَّ یَسْاَلُ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَلْیَسْاَلِ اللّٰہَ بِہٖ فَاِنَّہٗ سَیَجِیْئُ اَقْوَامٌ یَّقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ یَسْاَلُوْنَ بِہِ النَّاسَ۔(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِیُّ)	حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میرا گزر ایک قصہ گو پر ہوا جو تلاوت قرآن کر کے بھیک مانگ رہا تھا۔ اس وقت جناب عمران نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور یہ کہا کہ میں نے نبی علیہ السلام سے سنا ہے آپ نے فرمایا قرآن کریم کی تلاوت کر کے اللہ سے مانگو اور عنقریب ایک ایسی قوم آئے گی جو قرآن پڑھ کر بندوں سے طلب کرے گی۔ (احمد وترمذی)

اس پیشین گوئی کی صداقت کی تصدیق آئے دن بسوں وغیرہ میں مانگنے والوں سے ہوتی رہتی ہے۔

(۶۷) صحیح مسلم شریف کتاب العلم باب رفع العلم وقبضہ وظھور الجھل والفتن فی اخر الزمان میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَیُقْبَضُ الْعِلْمُ وَ تَظْھَرُ الْفِتَنُ وَیُلْقَی الشُّحُّ وَ یَکْثُرُ الْھَرْجُ قَالُوْا وَ مَا الْھَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ۔	حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمانہ قریب ہو جائے گا اور علم اٹھ جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے (دلوں میں) بخل ڈال دیا جائے گا، ہرج بکثرت ہوگا، صحابہ نے پوچھا ہرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کشت وخون

حضرت علامہ حافظ قاضی عبد الرزاق بھترالوی حطاروی کی کتاب ''قرآن و

حدیث کی رو سے اسلام میں عورت کا مقام' کا مطالعہ کرتے ہوئے دو مزید پیشین گویاں ملیں۔ وہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

(۶۸) صحیح مسلم شریف کتاب اللباس والزینۃ "بَابُ النِّسَآءِ الْکَاسِیَاتِ الْعَارِیَاتِ الْمَائِلَاتِ الْمُمِیْلَاتِ" میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ صِنْفَانِ مِنْ اَھْلِ النَّارِ لَمْ اَرَھُمَا قَوْمٌ مَعَھُمْ سِیَاطٌ کَاَذْنَابِ الْبَقَرِ یَضْرِبُوْنَ بِھَا النَّاسَ وَ نِسَآءٌ کَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ مُمِیْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُءُوْسُھُنَّ کَاَسْنِمَۃِ الْبُخْتِ الْمَائِلَۃِ لَایَدْخُلْنَ الْجَنَّۃَ وَلَا یَجِدْنَ رِیْحَھَا وَاِنَّ رِیْحَھَا لَیُوْجَدُ مِنْ مَّسِیْرَۃِ کَذَا وَ کَذَا۔

دو قسم کے لوگ جہنمی ہوں گے جن کو میں نے دیکھا نہیں (یعنی وہ بعد میں آئیں گے ابھی موجود نہیں) ایک وہ قوم جن کے پاس گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے جن سے لوگوں کو ماریں گے اور دوسری قسم وہ عورتیں ہوں گی جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی اور نازو ادا سے جھکتی اور جھکاتی ہوں گی ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ہوں گے۔ یہ عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی اور نہ ہی جنت کی انہیں ہوا لگے گی حالانکہ جنت کی ہوا اتنے اتنے دور دراز فاصلے سے آئے گی۔

تبصرہ حافظ عبدالرزاق بھر الوی صاحب:۔ ھذا الحدیث من معجزات النبوۃ فقد وقع ہذان الصنفان وھما موجودان۔ یہ حدیث نبی کریم ﷺ کے معجزات سے ہے کیونکہ آپ نے جو خبر دی ہے وہ واقع ہو چکی ہے کیونکہ یہ دونوں قسمیں موجود ہیں۔

راقم کے خیال میں پہلی قسم سے مراد آج کی پولیس ہے۔ کیونکہ ظالم اور درندہ لوگ ان میں زیادہ پائے جاتے ہیں شرفاء اور نیک کم۔ پیسے لے کر قاتل کو چھوڑ دیتے ہیں اور دوسرے لوگوں پر مظالم ڈھاتے رہتے ہیں۔ چوروں کو چھوڑ دیتے ہیں

شرفاء کو پکڑ لیتے ہیں۔ ہر وقت ان کے پاس گائے کی دم کی طرح ڈنڈا موجود رہتا ہے۔

اسی طرح ان سے مراد چور، ڈاکو بھی ہو سکتے ہیں جو اپنے ہاتھوں میں رائفلیں، کلاشنکوف لیے پھرتے ہیں اور لوگوں کو مار مار کر لوٹ رہے ہیں۔

بدقماش لوگ، جو اباز گلی کوچوں میں لوگوں پر ظلم کرنے والے بھی ایسے ہی لوگ ہیں، ان پر بھی حدیث پاک کا صادق آنا واضح ہے وہ بھی شرفاء پر مظالم ڈھانے میں کم نہیں۔ سرداری نظام میں نام نہاد سردار، وڈیرے جو غرباء کو ناجائز طریقہ سے تنگ کرتے ہیں وہ بھی اسی ضمن میں آتے ہیں۔

دوسری قسم کی تفصیل علامہ نووی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے عورتوں کو ڈھانپا ہوگا لیکن وہ شکر کرنے سے عاری ہوں گی کیونکہ انھوں نے اپنے بعض بدن ڈھانپ رکھے ہوں گے اور بعض بدن کو اپنا جمال ظاہر کرنے کے لیے ننگا رکھا ہوگا، اگر کل لباس پہنا ہوا بھی ہوگا تو اتنا باریک ہوگا کہ ان کے جسم کا رنگ نظر آرہا ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور فرائض کی بجا آوری سے ہٹ کر ایک طرف میلان کرنے والی ہوں گی یعنی فرائض پر عمل کرنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی کر رہی ہوں گی اور دوسری عورتوں کو بھی اپنی بری حرکات کی طرف راغب کر رہی ہوں گی۔ اسی طرح کندھوں کو ناز نخرہ سے ہلا ہلا کر، فاحشہ بن کر چل رہی ہوں گی اور دوسری عورتوں کو بھی یہی سبق سکھا رہی ہوں گی، تکبرانہ انداز پر سروں کو بختی اونٹوں کی کوہانوں کی طرح ایک طرف جھکائے ہوئے چلیں گی اور سروں پر پگڑی نما اشیاء رکھ کر سروں کو اونٹوں کی کوہانوں کی طرح بلند کیے ہوں گی۔

اب آپ دیکھیں کہ ہماری فیشن پرست لڑکیاں جو لباس پہنتی ہیں کیا وہ اس لباس کے باوجود ننگی نہیں ہوتیں، وہ کس طرح مٹک مٹک کر چلتی ہیں اور سروں پر جو

انھوں نے مصنوعی جوڑے (وگ) رکھے ہوتے ہیں کیا وہ اونٹ کی کوہان کی طرح نظر نہیں آتے؟ وہ اپنا انجام دیکھ لیں حضور ﷺ نے اپنے نور نبوت سے چودہ سو سال پہلے ہی آج کی مغربی تہذیب کی دلدادہ عورت کی کس طرح نشاندہی فرما دی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شرم وحیاء عطا فرمائے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق باب تغیر الناس کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا کَانَ اُمَرَاءُ کُمْ خِیَارَکُمْ وَ اَغْنِیَاءُ کُمْ سُمَحَاءَ کُمْ وَ اُمُوْرُ کُمْ شُوْرٰی بَیْنَکُمْ فَظَهْرُ الْاَرْضِ خَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ بَطْنِهَا وَ اِذَا کَانَ اُمَرَاءُ کُمْ شِرَارَ کُمْ وَ اَغْنِیَاءُ کُمْ بُخَلَاءَ کُمْ وَ اُمُوْرُ کُمْ اِلٰی نِسَآءِ کُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَیْرٌ لَّکُمْ مِّنْ ظَهْرِهَا۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔ جب تمہارے حکام تم سے بہتر ہوں (نیک، صالح، متقی، پرہیز گار ہوں) اور تمہارے غنی لوگ سخی ہوں اور تمہارے معاملات مشاورت سے طے ہوں تو تمہارے لیے زمین کے اوپر کا حصہ اندر کے حصہ سے بہتر ہے۔ اور جب تمہارے حکام برے ہوں (ظالم، راشی، فاسق و فاجر، قومی خزانے کے لٹیرے، یہود و ہنود کو راضی رکھنے والے) اور تمہارے غنی لوگ کنجوس ہوں اور تمہارے معاملات تمہاری عورتوں کے سپرد ہوں تو تمہارے لیے زمین کے اندر کا حصہ اوپر کے حصہ سے بہتر ہے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث غریب ہے)

(۶۹) البدایۃ والنھایۃ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

لَایزال امر هذه الامة قائما بالقسط حتی یکون اول من یثلمه رجل من بنی امیة یقال له یذید (البداية والنهاية ج۸ ص ۲۳۱)

میری اس امت کے معاملات عدل و انصاف پر قائم رہیں گے، یہاں تک کہ پہلا شخص جو اس (عدل و انصاف) کو تباہ کرے گا وہ بنی امیہ سے ہوگا۔ اسے یزید کہا جائے گا۔

اور البدایۃ والنھایۃ میں ہی ہے۔

عن ابن سعید الخدری یقول سمعت رسول الله ﷺ یقول یکون خلف من بعد ستین اضاعوا الصلوة واتبعوا الشهوات فسوف یلقون غیاً. (البداية والنهاية ج۸ ص ۲۳۰)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ۶۰ ھ کے بعد ایسے لوگ خلیفہ بن جائیں گے جو نمازوں کو ضائع کریں گے، خواہشات کی تابعداری کریں گے، وہ عنقریب (جہنم کی وادی) غی میں ڈال دیئے جائیں گے۔

یزید ۶۰ ھ میں خلیفہ بنا اور ۶۴ ھ تک رہا پھر مر گیا۔

یزید نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو میدان کربلا میں شہید کروایا۔ مدینہ طیبہ کو تین دنوں کے لیے اپنی فوج کے لیے مباح قرار دے دیا۔ اس دوران میدان طیبہ میں کتنے مظالم اور برائیوں (جبر زنا تک) کا ارتکاب ہوا ان کی حد نہیں۔ خانہ کعبہ پر سنگباری کروائی۔

اے اہل سنت و جماعت تم ہر نماز میں حضرت محمد ﷺ اور ان کی آل پر درود شریف بھیجتے ہو اس لیے جو یزید پلید کو حضرت یزید کہتے اور مانتے ہیں ان سے الگ

ہو جاؤ اسی میں تمہاری دنیا و آخرت میں بہتری ہے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے ''میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں لڑکوں کی حکومت سے'' صحابہ کرام نے پوچھا لڑکوں کی حکومت کیسے ہوگی؟ آپ نے فرمایا اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو وہ تمہارے دین کو برباد کردیں گے اور اگر تم نے ان کی نافرمانی کی تو وہ تمہیں ہلاک کر کے یا مال برباد کر کے یا مال اور جان دونوں ہلاک کر کے تمہاری دنیا برباد کریں گے۔

(۷۰) صحیح مسلم شریف کتاب الامارۃ ''باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق لایضرھم من خالفھم'' میں ہے۔''عبدالرحمٰن بن شماسہ مھری بیان کرتے ہیں کہ میں مسلمہ بن مخلد کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور ان کی مجلس میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص بیٹھے تھے، حضرت عبداللہ نے کہا قیامت صرف بد ترین مخلوق پر قائم ہوگی۔ جو زمانہ جاہلیت کے لوگوں سے بھی بدتر لوگ ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ سے جس چیز کی بھی دعا کریں گے اللہ تعالیٰ اس کو رد کردے گا اسی اثناء گفتگو میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بھی آگئے مسلمہ نے کہا اے عقبہ سنیئے عبداللہ کیا بیان کررہے ہیں، حضرت عقبہ نے کہا وہ زیادہ جانتے ہیں لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم کی خاطر لڑتا رہے گا اور اپنے دشمنوں پر غالب رہے گا اور دشمنوں کی مخالفت ان کو ضرر نہیں دے گی، وہ (ہمیشہ) اسی حال میں رہیں گے حتی کہ قیامت آجائے گی، حضرت عبداللہ نے کہا ہاں، اللہ تعالیٰ ایک ایسی ہوا بھیجے گا جس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی اور چھونے میں ریشم کی طرح ہوگی، اور جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ ہوا اس ایمان کو قبض کرلے گی، پھر بدترین لوگ رہ جائیں گے اور انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔

اور اسی باب میں آٹھ حدیثیں اسی مفہوم کی ہیں ایک اور ملاحظہ فرمائیں۔

عَنِ الْمُغِیْرَةِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ لَنْ یَّزَالَ قَوْمٌ مِّنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَی النَّاسِ حَتّٰی یَاْتِیَهُمْ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے ''میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ لوگوں پر غالب رہے گا حتی کہ قیامت ان جائے گی درآں حالیکہ وہ غالب ہوں گے۔

(۷۱)

عَنْ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَزُوْلَ الْجِبَالُ عَنْ اَمَاکِنِهَا۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت نہیں قائم ہوگی۔ یہاں تک کہ پہاڑ اپنی جگہوں سے ٹل جائیں گے۔

(حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۲۵ بحوالہ طبرانی)

تبصرہ علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ:۔ قیامت کی یہ نشانی ظاہر ہو چکی ہے کیونکہ زلزلوں میں پہاڑوں کا اپنی جگہوں سے ٹل جانا بارہا واقع ہو چکا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل دو واقعات تاریخوں میں مذکور ہیں جو بہت ہی مستند اور مشہور ہیں جن کو علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے اس کا ترجمہ علامہ شمش بریلوی نے کیا ہے اور پروگریسو بکس والوں نے شائع کیا ہے علامہ شمش بریلوی (نامور عالم دین اور مترجم) کے دوسرے تراجم بھی انھوں نے شائع کیے ہیں۔

(۱) ۲۴۲ھ میں متوکل عباسی کے دور حکومت میں یمن کا ایک پہاڑ جس پر کچھ لوگوں کی کھیتیاں تھیں وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر دوسرے لوگوں کے کھیتوں میں چلا گیا۔

(حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۲۵)

(۲) اسی طرح ۳۰۰ھ میں شہر دینور کا ایک پہاڑ زمین کے اندر دھنس کر بالکل

ہی غائب ہو گیا اور وہاں سے اس قدر زیادہ پانی نکل پڑا کہ بہت سی بستیاں غرق ہو گئیں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۲۵)

نوٹ:۔ علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی پندرہ سے زیادہ کتب بازار میں عام دستیاب ہیں جو کہ انتہائی معلوماتی ہیں ان کا مطالعہ ضرور کریں۔

(۷۴)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یُرْفَعَ الرُّکْنُ رَوَاہُ السِّجْزِیُّ۔

(حجۃ اللہ العالمین ج ۲ ص ۸۳۹)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قیامت نہیں قائم ہو گی۔ یہاں تک کہ رکن (حجر اسود) کو (اس کی جگہ سے) اٹھا لیا جائے گا۔ اس حدیث کو سجزی محدث نے روایت کیا ہے۔

تبصرہ علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ:۔ قیامت کی یہ نشانی ظاہر ہو چکی ہے کیونکہ خلافت عباسیہ کے دور میں ایک ملحد اور باغی ابو طاہر قرمطی نے مکہ معظمہ پر چڑھائی کر کے اس مقدس شہر پر قبضہ کر لیا اور خاص ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ کو مسجد حرام کے اندر ہزاروں حاجیوں کو قتل کر ڈالا اور حجر اسود پر اپنا گرز مار کر اس مقدس پتھر کو توڑ ڈالا پھر اس کو اکھاڑ کر وہ اپنے دارالسلطنت "ہجر" میں لے گیا اور بیس سال تک حجر اسود کعبہ معظمہ سے جدا ہو کر "ہجر" میں پڑا رہا۔ پھر عباسی خلیفہ "مطیع" کے زمانے میں جب ابو طاہر قرمطی کے متبعین مغلوب ہو گئے تو حجر اسود شریف ہجر سے لا کر پھر کعبہ معظمہ کے ایک کونے میں بدستور سابق دیوار میں جوڑ دیا گیا۔

روایت ہے کہ جب ابو طاہر قرمطی اس مقدس پتھر کو اونٹ پر لاد کر ہجر لے جانے لگا تو جس اونٹ پر اس کو لادا جاتا وہ اونٹ مر جاتا تھا یہاں تک کہ مکہ مکرمہ سے ہجر تک کا راستہ طے کرنے میں چالیس اونٹ مر گئے اور جب اس مقدس پتھر کو ہجر

سے مکہ معظمہ بیس سال کے بعد لایا گیا۔ تو ایک لاغر اونٹنی پر اس کو لادا گیا اور وہی ایک اونٹنی اس کو مکہ معظمہ لے کر چلی آئی اور اس کی برکت سے مکہ مکرمہ پہنچ کر یہ اونٹنی خوب فربہ ہوگئی۔ ابو طاہر قرمطی اپنے وقت کا فرعون تھا محمد بن ربیع بن سلیمان کا بیان ہے کہ جس سال قرامطہ کا مکہ مکرمہ پر غلبہ ہو گیا میں مکہ مکرمہ میں موجود تھا میں نے یہ دیکھا کہ ان لوگوں میں کا ایک آدمی کعبہ پر چڑھ گیا اور کعبہ کا پرنالہ جو چاندی کا بنا ہوا ہے اس کو اکھاڑنے لگا۔ میں یہ منظر دیکھ کر تڑپ گیا اور مجھ سے صبر نہ ہو سکا تو میں نے یہ کہا کہ اے میرے پروردگار! تو کیا ہی حلیم ہے۔ میرے منہ سے یہ لفظ نکلا ہی تھا کہ وہ شخص سر کے بل زمین پر گر پڑا اور مر گیا۔ اور محمد بن ربیع کہتے ہیں کہ ابو طاہر قرمطی مسجد حرام کے منبر پر چڑھ کر یہ کہنے لگا کہ میں خدا کی قسم! مخلوق کو پیدا بھی کرتا ہوں اور ان کو فنا بھی کرتا ہوں اس کے بعد ہی ابو طاہر کو ایسی خطرناک چیچک نکلی کہ اس کا سارا بدن سڑ گل کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۲۹) بخاری شریف کتاب المناسک باب ھدم الکعبۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: گویا میں اس کالے آدمی کو دیکھ رہا ہوں جو کعبہ کے ایک ایک پتھر کو اکھاڑ پھینکے گا۔

۷۳۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الآداب باب البیان والشعر کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَخْرُجَ قَوْمٌ یَاْکُلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ کَمَا تَاْکُلُ الْبَقَرَةُ بِاَلْسِنَتِهَا۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ ایسے لوگ نکل آئیں جو اپنی زبانوں سے کھائیں گے جیسے گائے اپنی زبان سے کھاتی ہے۔ (احمد)

یعنی ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زبان کی کمائی کھائیں گے۔ ان سے مراد لمبی لمبی تقریریں کرنے والے مقررین، واعظین اور لیڈر حضرات بھی ہو سکتے ہیں۔ اور

اگر ہاتھوں کی بجائے زبان سے کھانے والوں کا ذکر ہے تو ایسے لوگ بھی موجود ہیں۔

۷۴۔ مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ (کتاب الایمان) کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ یَاْتُوْنَکُمْ مِّنَ الْاَحَادِیْثِ بِمَالَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاءُکُمْ فَاِیَّاکُمْ وَ اِیَّاهُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخری زمانے میں ایسے جھوٹے دجال ہو گے جو ایسی احادیث بیان کریں گے (جو تمہیں وہ باتیں سنائیں گے) جو تم نے کبھی نہ سنی ہوں گی اور نہ تمہارے آباؤ اجداد نے۔ لہذا تم ان سے بچو اور خود کو ان سے بچاؤ تاکہ نہ تو وہ تم کو گمراہ کریں اور نہ فتنہ میں ڈالیں۔ (مسلم)

اس طرح کے جھوٹے دجال ہو چکے ہیں۔ مرزا کذاب قادیانی انہیں میں سے ایک تھا۔ جو اپنے الہامات سنایا کرتا تھا۔ اور بہت سی آیات اور احادیث کے اس نے معنی ہی بدل دیئے۔ اور وہ باتیں کیں جو آج سے پہلے علماء کرام نے ان آیات اور احادیث کے متعلق کسی نے بیان نہیں کی تھیں۔ وہ خود بھی گمراہ ہوا اور اپنے چیلوں کو بھی گمراہ کیا۔

(۷۵) مشکوٰۃ شریف کتاب الاطعمہ ''بَابُ النَّقِیْعِ وَالْاَنْبِذَةِ'' کی دوسری فصل میں ہے:

عَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ لَیَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِیْ الْخَمْرَ یُسَمُّوْنَهَا بِغَیْرِ اِسْمِهَا۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:۔ میری امت کے کچھ لوگ شراب پیئں گے اور اس کا کوئی دوسرا نام رکھ لیں گے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۷۶) مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ وَاللّٰہِ مَا اَدْرِیْ اَنَسِیَ اَصْحَابِیْ اَمْ تَنَاسَوْا وَاللّٰہِ مَا تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مِنْ قَائِدِ فِتْنَۃٍ اِلٰی اَنْ تَنْقَضِیَ الدُّنْیَا یَبْلُغُ مَنْ مَعَہٗ ثَلٰثَ مِائَۃٍ فَصَاعِدًا اِلَّا قَدْ سَمَّاہُ لَنَا بِاسْمِہٖ وَاسْمِ اَبِیْہِ وَاسْمِ قَبِیْلَتِہٖ۔
(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤٗدَ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ میرے ساتھی بھول گئے یا بھولے بن بیٹھے۔ خدا کی قسم، رسول اللہ ﷺ نے دنیا کے ختم ہونے تک کسی فتنے کے قائد کو نہیں چھوڑا جس کے ساتھیوں کی تعداد تین سو تک پہنچے یا اس سے زیادہ مگر ہمیں اس کا نام بتا دیا اور اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلے کا نام۔

بے شک حضور ﷺ کے دور سے لے کر موجودہ دور تک بے شمار فتنے پیدا ہو چکے ہیں اور قیامت تک اور بھی ہوں گے۔

(۷۷) حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بلاشبہ لوگوں پر ایسا زمانہ ضرور آئے گا کہ صرف دینار و درہم ہی نفع دیں گے۔“ (رواہ احمد)

(۷۸) بخاری شریف کتاب العلم ”باب رفع العلم وظہور الجہل“ میں ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ اَنْ یُّرْفَعَ الْعِلْمُ وَ یَثْبُتَ الْجَھْلُ وَ تُشْرَبَ الْخَمْرُ وَ یَظْھَرَ الزِّنَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ علم اٹھ جائے گا، جہالت مسلط ہو جائے گی، شراب پی جانے لگے گی اور بدکاری عام ہو جائے گی۔

(۷۹) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اپنا رسالہ ''قیامت'' میں ان علامات کو خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے لیکن اس رسالہ کی بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ نے قیامت کے متعلق قرآن مجید کی آیات کی بڑے جامع انداز میں بیان کر دیا ہے۔ جس بات کو سمجھانے کے لیے ایک بڑی کتاب چاہیے تھی وہ اس رسالہ نے پوری کر دی۔اب میں اس رسالہ سے چند احادیث کو پیش کرتا ہوں اور انہیں کے انداز میں

☆ قیامت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہیں......

☆ ایمان والا اپنے خاندان میں بھیڑ بکری سے زیادہ کمزور اور ذلیل ہو کر رہ جائے گا۔

☆ محرابیں سجائی جائیں گی اور دل ویران ہوں گے۔

☆ پولیس والے زیادہ ہو جائیں گے۔

☆ عیب چیں، غیبت کرنے والے اور طعنہ دینے والے بکثرت ہوں گے۔

(کنز العمال ج ۷ ص ۱۷۷)

☆ ایسا دور بھی آ کر رہے گا جب آدمی کو صرف پیٹ کی فکر ہو گی اور وہ خواہش ہی کو دین سمجھے گا۔ (کتاب الرقاق لابن مبارک، ص ۳۱۷)

☆ قرب قیامت کی ۷۲ نشانیوں میں سے یہ بھی ہیں۔

☆ لوگ نماز چھوڑ دیں۔

☆ امانت ضائع کریں۔

☆ سود کھائیں۔

☆ جھوٹ کو حلال کر لیں۔

☆ قتل کو معمولی چیز سمجھیں

☆ اونچی اونچی عمارتیں بنائیں۔

☆ دین بیچ کر دنیا کمائیں۔

☆ رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی کریں۔

☆ انصاف کمزور ہو جائے۔

☆ جھوٹ سچ بن جائے۔

☆ ظلم، طلاق اور اچانک موت عام ہو جائے۔

☆ تہمت تراشی عام ہو جائے۔

☆ کمینے بکثرت ہو جائیں۔

☆ شریفوں کا ناک میں دم ہو جائے۔

☆ حاکم جھوٹ بولیں۔

☆ چودھری اور بڑے لوگ ظالم ہو جائیں۔

☆ امن کم ہو جائے۔

☆ قرآن مجید کو مزین کیا جائے۔

☆ مسجدوں میں نقش و نگار بنائے جائیں۔

☆ اونچے اونچے مینار بنائے جائیں۔

☆ زندگی کی دوڑ اور کاروبار تجارت میں مرد کے ساتھ عورتیں شریک ہوں۔

☆ ظلم پر فخر کیا جائے۔

☆ انصاف فروخت ہونے لگے۔

☆ قرآن کو گا گا کر پڑھا جائے۔

(درمنثور ج ۶ ص ۵۲)

☆ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے کہ قرآن کو تیر کی طرح درست کریں گے اور ان کا مقصد قرآن پڑھنے سے دنیا حاصل کرنا ہوگا۔ (بیہقی)

☆ ظالم کو ظالم کہنے سے ڈرنے لگیں گے۔(مستدرک ج ۴ ص ۴۶۵)

☆ زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہو جائے گا اور زمین سکڑ جائے گی (طبرانی کبیر)

☆ جھوٹ کی کثرت ہو گی اور بازار اور زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں گے۔(مسند احمد)

☆ کوئی شخص بیع کرے گا تو کہے گا ''ٹھہرو پہلے فلاں جگہ کے تاجر سے مشورہ کر لوں''(نسائی شریف ج ۲ ص ۱۸۷)

☆ عنقریب ایسی کانیں ہوں گی جن کا انتظام بدترین لوگ سنبھالیں گے۔ (مسند امام احمد جزء ۵ ص ۴۳۰)

☆ سلام، جان پہچان والوں سے رہ جائے گی، مساجد کو راستہ بنالیا جائے گا۔ (طبرانی کبیر)

☆ پہلی رات کے چاند کو صاف دیکھا جائے گا تو کہا جائے گا کہ یہ دو راتوں کا ہے۔(طبرانی صغیر)

☆ دین بگڑ جائے گا اور خون بہے گا اور سجاوٹ ظاہر ہو گی اور عمارتوں کو معزز بنایا جائے گا۔(المستدرک ج ۴ ص ۵۱۳)

☆ فالج اور ہارٹ اٹیک عام ہو جائے گا۔(مجالسہ)

☆ بیوقوفوں کی حکومت اور پولیس کی کثرت ہو گی (طبرانی کبیر)

☆ یہ رواج بنالو گے، چھوٹے کی خوب دیکھ بھال کرو گے اور بڑے کو بڈھا کھوس بنا دو گے، اگر کوئی اس کے خلاف کرے گا تو کہا جائے گا تو نے رواج کے خلاف کیا (المستدرک ج ۴ ص ۵۱۴)

☆ بازاروں میں اس طرح چلیں گے کہ ان کی رانیں ظاہر ہوں گی۔(مسلم

شریف ج ۲ ص ۳۴۰، ترمذی شریف ص ۳۲۱)

☆ میری امت طرح طرح کے خوبصورت چمڑے کے جوتے پہنے گی اور انہیں خوب چمکائے گی خواہ مرد ہوں یا عورت (طبرانی)

☆ باتیں رہ جائیں گی اور عمل ختم ہو جائیں گے...... زبانیں بدل جائیں گی اور دلوں میں بغض ہو جائے گا اور لوگ صلہ رحمی ترک کر دیں گے (طبرانی کبیر)

☆ مرد ایسی زینت کریں گے جیسے ایک عورت اپنے شوہر کے لیے کرتی ہے...... وہ عورتوں کی طرح سنگھار کریں گے۔ (البدع)

☆ ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں علماء کم ہوں گے اور واعظین زیادہ ہوں گے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۵)

☆ اللہ تعالیٰ اسلام کی تائید ایسے لوگوں سے کرائے گا جو خود مسلمان نہ ہوں گے۔ (طبرانی کبیر)

☆ مرد عورتوں سے مشابہت کریں گے اور عورتیں مردوں کے مشابہ ہو جائیں گی۔ (ابو نعیم، حلیہ)

☆ میری امت کے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو طرح طرح کے کھانے کھائیں گے، قسم قسم کے شربت پئیں گے، مختلف رنگوں کے کپڑے پہنا کریں گے اور باتیں بڑھ چڑھ کر کیا کریں گے...... یہ میری امت کے شریر لوگ ہوں گے۔ (طبرانی کبیر)

☆ قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ
☆ کتاب اللہ کو عار سمجھا جائے گا۔
☆ زمانہ باہم قریب ہو جائے گا۔
☆ محبت و خلوص کم ہو جائے گا۔

☆ خائنوں کو امین بنایا جائے گا۔

☆ امینوں پر تہمت لگائی جائے گی۔

☆ جھوٹے کو سچا کہا جائے گا اور سچے کو جھوٹا کہا جائے گا۔

☆ لوٹ مار، قتل کی کثرت ہوگی۔

☆ بغاوت، حسد اور کینہ بڑھے گا۔

☆ لوگ مختلف امور میں اختلاف رکھیں گے۔

☆ خواہش کی اتباع کی جائے گی۔

☆ ظن پر فیصلہ کیا جائے گا۔

☆ قلم اٹھالیا جائے گا، جہالت بڑھے گی۔

(طبرانی)

☆ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو ہلاک کرنے والوں کی تو عزت کریں گے اور عبادت کرنے والوں کو ذلیل سمجھیں گے (طبرانی)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے اور بھی بہت سی علامات بیان فرمائی ہیں جو کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔

اہل سنت و جماعت کے ہر نوجوان اور دینی کتب پڑھنے کا شوق رکھنے والوں سے میری پر زور درخواست ہے کہ وہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی کتابوں اور رسالوں کا مطالعہ کریں۔ یہ کتابیں اور رسالے انتہائی مفید اور معلوماتی ہیں۔

بخاری شریف ابواب الاستقاء باب ما قیل فی الزلازل والایات سے ایک حدیث بیان کر کے آگے بڑھتے ہیں۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ علم قبض فرمالیا جائے، زلزلے کثرت سے آئیں، وقت ایک دوسرے کے قریب ہو جائے، فتنے ظاہر ہوں اور ہرج بڑھ جائے اور وہ قتل ہے۔ مال کی کثرت ہوگی کہ وہ ابل پڑے۔''

الغرض حضور ﷺ کی بے شمار پیشین گوئیاں جو ہر زمانے اور ہر دور کے متعلق تھیں پوری ہو چکی ہیں یا تکمیل کے آخری مراحل میں ہیں۔تو پھر یہ ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نے دجال، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے آئندہ زمانے میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات کی جو پیشین گوئیاں کی ہیں وہ بھی بفضل تعالیٰ ضرور بضرور پوری ہوں گی۔

الغرض یہ ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی واقعی جھوٹا ہے۔مرزا کذاب قادیانی کے پیروکاروں کو اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہیے اور سچے دل سے توبہ کر کے قادیانیت سے کنارہ کش ہو جانا چاہیے اب ہم قادیانیوں کی معلومات کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مرزا کذاب قادیانی کے حالات کا مختصر سا جائزہ پیش کرتے ہیں۔

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے حضرت مریم علیہ السلام کے بطن سے پیدا ہوئے۔	(۱) مرزا کذاب قادیانی کے والد کا نام مرزا غلام مرتضیٰ اور والدہ کا نام چراغ بی بی۔
(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیغمبروں کی نسل سے ہیں۔آپ کے نانا عمران علیہ السلام تھے۔	(۲) مرزا کذاب قادیانی مغل برلاس تھے۔اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ان کی نسل میں کوئی پیغمبر نہیں ہوا۔
(۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی پیدائش کے ابتدائی ایام میں لوگوں سے کلام کیا اور بتایا کہ میں اللہ کا نبی ہوں۔	(۳) مرزا کذاب قادیانی اپنے جھوٹے دعووں کے اطراف زمانہ میں پھیلنے تک گمنام حیثیت کے مالک تھے۔

(۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتے، برص کے بیمار کو شفا یاب کر دیتے، اندھے کو بینائی عطا کر دیتے، مٹی کی چڑیا بنا کر اس میں جان ڈال دیتے، لوگوں کے گھروں میں چھپی ہوئی چیزوں کو بغیر دیکھے بتا دیتے۔

(۴) مرزا کذاب قادیانی ہسٹریا، ذیابیطس اور کثرت بول کا مریض تھا۔ کیونکہ انہیں بار بار بول کے لیے جانا پڑتا تھا اس لیے مٹی کے ڈھیلے ہر وقت جیب میں رکھتے تھے۔ اور ہیضہ سے وفات پائی۔ مرزا صاحب نے خود تسلیم کیا ہے کہ میں ایک دائم المرض آدمی ہوں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ بعض وقت سو سو دفعہ دن میں پیشاب آتا ہے۔

(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جوانی میں آسمانوں پر اٹھالیا گیا اور آپ عالم جوانی میں ہی دوبارہ دمشق کے منارہ پر نزول فرمائیں گے۔

(۵) مرزا کذاب قادیانی نے اپنے بچپن سے جوانی اور بوڑھاپے کے مراحل طے کیے۔ نہ انہیں آسمانوں پر اٹھایا گیا تھا اور نہ وہ دمشق کے منارہ پر نازل ہوئے بلکہ قادیاں میں پیدا ہوئے اور ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۸ء تک چار سال سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں معمولی تنخواہ پر ملازمت کرتے رہے۔

(۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر شادی کیے اٹھالیے گئے تھے اور اپنے نزول کے بعد دنیا میں نکاح کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی۔ ان کا نکاح قبیلہ جذام میں ہوگا۔ قبیلہ جذام قوم شعیب کی ایک شاخ ہے یعنی قوم شعیب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سسرال ہوگی۔

(۶) مرزا کذاب قادیانی کا نکاح اپنے خاندان یعنی مغل قوم میں ہوا۔

(۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نصرانیت اور یہودیت کا خاتمہ ہو جائے گا اور صرف دین اسلام باقی رہ جائے گا۔

(۷) مرزا کذاب قادیانی کے دور حیات اور وفات کے بعد بھی نہ صرف نصرانیت اور یہودیت موجود ہیں بلکہ ترقی کی منازل طے کر رہی ہیں۔ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ "میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید و حمایت میں گزرا ہے۔"

(۸) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نزول کے بعد حج یا عمرہ یا دونوں کریں گے اور حضورﷺ کے روضہ اقدس پر بھی حاضری دیں گے۔

(۸) مرزا کذاب قادیانی نے ساری عمر میں نہ حج کیا نہ عمرہ نہ ہی اسے حضورﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت نصیب ہوئی۔

(۹) حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو اس وقت دجال رونما ہو چکا ہوگا اور آپ اسے مقام لد پر قتل کریں گے۔ جو کہ فلسطین میں ہے۔

(۹) مرزا کذاب قادیانی کے دور میں کوئی ایسا واقع رونما نہ ہو جو کہ دجال کے متعلق ہے۔

(۱۰) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہر قسم کی دینی اور دنیوی برکات نازل ہوں گی۔ پوری دنیا امن وامان سے بھر جائے گی۔ زمین کی پیداواری صلاحیت بڑھ جائے گی۔ پھل بڑے ہو جائیں گے۔ دودھ دینے والے جانور بہت زیادہ دودھ دیں گے۔ درندے کسی کو تکلیف نہ پہنچائیں گے۔

(۱۰) مرزا کذاب قادیانی کے زمانے میں مسلمان طرح طرح کے مصائب و مشکلات میں گھرے ہوئے تھے۔ اور ایسی برکات ان کی وفات کے بعد بھی اب تک نازل نہیں ہوئیں۔

(۱۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہی یاجوج ماجوج نکلیں گے۔ جو تمام دنیا کو گھیر لیں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو لے کر پہاڑ طور چلے جائیں گے اور ان کی دعا سے ہی یاجوج ماجوج کا خاتمہ ہوگا۔

(۱۱) مرزا کذاب قادیانی کے دور میں کوئی ایسے حالات پیدا نہ ہوئے۔ نہ تو یاجوج ماجوج نکلے اور نہ ان کا خاتمہ ہوا۔

مرزا کذاب قادیانی نے دین اسلام کو انتہائی نقصان پہنچایا۔ اس نے قرآنی آیات، ارکانِ اسلام اور احادیث مبارکہ میں طرح طرح سے تحریف ہے۔ ان کی اپنی مرضی کے مطابق تشریح وتوضیح کی۔ اب میں اس کے چند ایک نمونے یہاں پیش کرتا ہوں۔

(۱) مرزا صاحب نے اپنی کتاب ''توضیح المرام'' میں اس ذات پاک کے لیے جو لیس کمشکہ شی ہے تیندوے اور اس کی تمثیل اس طرح پیش کی۔

''ہم تخیلی طور پر فرض کر سکتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے جس کے بے شمار ہاتھ، بے شمار پیر، اور ہر عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لاانتہا عرض وبلد رکھتا ہے۔ تیندوے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں جو صفحہ ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں اور کشش کا کام دے رہی ہیں۔ (توضیح المرام، ص ۷۵)

(۲) ''آئینہ کمالات'' میں لکھتے ہیں ''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اللہ تعالیٰ کا عین ہوں اور یقین کرلیا کہ میں واقعی اللہ ہوں اور پھر میں نے آسمان بنایا اور زمین بنائی۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴، ۵۶۵)

(۳) البشریٰ جلد دوم میں ہے ''اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا۔ جاگتا ہوں اور سوتا ہوں۔'' (البشریٰ ج ۲ ص ۷۹)

(۴) دافع البلاء میں لکھتے ہیں۔ ''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا''

(۵) انجام آتھم میں لکھتے ہیں ''یحمدک اللّٰہ من عرشہ و یمشی الیک'' اللہ تعالیٰ اپنے عرش سے تیری تعریف بیان کرتا ہے اور تیری طرف آتا ہے۔ (انجام آتھم ص ۵۱)

(۶) خاطبنی اللہ بقولہ ''اِسْمَع ولدی'' اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ کہہ کر خطاب کیا، اے میرے بیٹے بات سن (البشریٰ جلد ا ص ۴۹ بحوالہ قادیانی مذہب)

ایک دوسرا الہام ہے: انت منی بمنزلۃ ولدی (تو میرے لیے بیٹے کی طرح ہے)

(۷) حضرت مسیح موعود نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ (مرزا قادیانی) عورت ہیں اور اللہ

تعالیٰ نے رجولیت کی قوت کا اظہار فرمایا۔ (ٹریکٹ نمبر ۳۴......اسلامی قربانی مصنفہ قاضی یار احمد قادیانی)

(۸) مرزا صاحب نے اپنی کتاب ''ایک غلطی کا ازالہ'' میں لکھا۔ ''میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت ''وَآخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ'' بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔''

(۹) خطبہ الہامیہ میں ہے۔

مَنْ فَرَّقَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ الْمُصْطَفٰی مَا عَرَفَنِیْ وَ مَا رَاٰنِیْ'' جس نے میرے اور محمد مصطفیٰ کے درمیان فرق کیا اور دونوں کو الگ الگ سمجھا اس نے نہ مجھے شناخت کیا اور نہ پہچانا اور نہ ہی دیکھا نہ سمجھا۔''

(۱۰) ''میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اسی نے میری تصدیق کے لیے بڑے بڑے نشان ظاہر کیے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸)۔

(۱۱) ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔

(دافع البلاء ص ۲۰)

(۱۲) مرزا صاحب ''کشتی نوح'' میں لکھتے ہیں۔

''مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرا دیا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔''

(۱۳) ''خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود (مرزا کذاب قادیانی) بھیجا جو

اس سے پہلے مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہے......
مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز دکھلا نہ سکتا (حقیقۃ الوحی مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

(۱۴) مرزا صاحب نے اپنی ایک کتاب ''اربعین نمبر۴'' میں لکھا۔

''مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن پر''

ایک دوسرے کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھا:

میرے پاس ائیل آیا (اس جگہ ائیل خدائے تعالیٰ نے جبرئیل کا نام لکھا ہے اس لیے کہ بار بار رجوع کرتا ہے۔ حاشیہ) اور اس نے مجھے چن لیا اور اپنی انگلی کو گردش دی اور یہ اشارہ کیا کہ خدا کا وعدہ آ گیا۔ پس مبارک وہ جو اس کو پاوے اور دیکھے'' (ترجمہ)......اور خدا کا کلام اس قدر مجھ پر نازل ہوا کہ اگر وہ تمام لکھا جائے تو بیس جزو سے کم نہیں ہوگا'' (مرزا صاحب کے مجموعہ وحی والہامات کو ان کے پیرو ''الکتاب المبین'' کے نام سے یاد کرتے ہیں)

(۱۵) ''خدا نے مجھے مسیح موعود بنا کر بھیجا ہے اور مجھے بتلایا ہے کہ فلاں حدیث سچی ہے اور فلاں جھوٹی اور قرآن کے صحیح معنوں سے مجھے اطلاع بخشی ہے۔ (اربعین نمبر۴)

(۱۶) ''جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اس کو اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کر دے'' (تحفہ گولڑویہ از مرزا قادیانی)

(۱۷) ''یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے، جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب

شریعت ہو گیا اور میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی'' (اربعین نمبر ۴)

(۱۸) ''اس جگہ (قادیان) نفلی حج سے ثواب زیادہ ہے اور غافل رہنے میں نقصان اور خطرہ کیونکہ سلسلہ آسمانی ہے اور حکم ربانی۔''

(آئینہ کمالات اسلام مصنفہ مرزا غلام احمد)

(۱۹) مرزا صاحب نے اس زمانہ میں جب کہ عیسائی حکومتیں خصوصاً انگلستان، فرانس اور روس، اسلامی سلطنتوں کو تہ و بالا کر رہی تھیں، جہاد بالسیف کو تمام مسلمانوں پر حرام قرار دے دیا اور اہل اسلام، احادیث کے حوالہ سے جس مہدی اور مسیح کے منتظر تھے انہیں خونی مہدی اور خونی مسیح کہا۔

ے اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آ گیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نور خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(اعلان مرزا صاحب مندرجہ تبلیغ رسالت جلد نہم)

''اللہ تعالیٰ نے بتدریج جہاد کی شدت کو کم کر دیا ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کا قتل ممنوع قرار پایا اور اب میرے زمانہ میں جہاد کو قطعی طور پر منسوخ کر دیا گیا ہے۔'' (اربعین نمبر ۴ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

مرزا صاحب ''تریاق القلوب'' میں لکھتے ہیں۔

''میں نے ممانعتِ جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اگر وہ اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ان کتابوں کو تمام ممالک عرب، مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دینے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں۔ ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔''

(۲۰) مرزا غلام احمد قادیانی ''ازالہ اوہام'' میں آنحضرت ﷺ کے معراج جسمانی کے متعلق لکھتے ہیں کہ معراج (معاذ اللہ) اس جسم کثیف سے نہ تھی بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا اور اس قسم کے کشفوں میں مولف (یعنی مرزا صاحب) خود، صاحب تجربہ ہے۔

(۲۱) ''اور یاجوج ماجوج کی نسبت تو فیصلہ ہو چکا ہے جو یہ دنیا کی دو بلند اقبال قومیں ہیں جن میں سے ایک انگریز اور دوسرے روس ہیں۔ یہ دونوں قومیں بلندی سے نیچے کی طرف کر رہی ہیں یعنی اپنی خداداد طاقتوں سے فتح یاب ہوتی ہیں۔''

(ازالہ اوہام ص ۲۰۹)

(۲۲) تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے مکہ اور مدینہ اور قادیان (ازالہ اوہام ص ۳۴)

(۲۳) مرزا صاحب نے جب دیکھا کہ ان کو نبی ماننے والوں کی تعداد بہت کم ہے تو انھوں نے اپنے نہ ماننے والوں کو کافر قرار دے دیا۔ فرمایا ''خدائے تعالیٰ نے میرے اوپر ظاہر کیا ہے کہ ہر وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔ (ارشاد مرزا صاحب مندرجہ رسالہ الذکر الحکیم نمبر ۴)

''جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے'' (الہام مرزا صاحب تبلیغ رسالت جلد نہم)

''پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے اوپر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔''

(اربعین نمبر ۳ ص ۳۴ حاشیہ)

''حضرت (مرزا) صاحب نے اپنے بیٹے (فضل احمد) کا جنازہ محض اس لیے نہیں پڑھا کہ وہ غیر احمدی تھا۔'' (اخبار ''الفضل'' ......۱۵ دسمبر ۱۹۲۱)

(۲۴) مرزا صاحب ''نزول مسیح'' میں لکھتے ہیں۔

''افسوس یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ قرآن نے تو امام حسینؓ کو ابنیت کا حق بھی نہیں دیا بلکہ نام تک مذکور نہیں۔ ان سے تو زید ہی اچھا رہا جس کا نام قرآن شریف میں موجود ہے۔''

(۲۵) ''اور ہم پہلے بھی تحریر کر آئے ہیں کہ عیسائی واعظوں کا گروہ بلاشبہ دجال معہود ہے۔'' (ازالہ اوہام ص ۲۹۴)

مرزا قادیانی جس طرح قرآن مجید کی آیات کو اپنے اوپر چسپاں کرتا رہا اسی طرح اس نے اپنے گاؤں ''قادیاں'' کو ''مکۃ المسیح'' قرار دیا۔ اپنی مسجد میں ایک مینارہ بنا کر اس کا نام منارۃ المسیح رکھا۔ اور اپنے گاؤں قادیاں میں ایک قبرستان بنا کر اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا اور اعلان کیا کہ جو بھی اس میں دفن ہوگا وہ بہشتی ہوگا۔ اور اس میں دفن ہونے کی ایک بھاری قیمت وصول کی جاتی۔

قادیانیت کا تفصیلی مطالعہ کرنے کے لیے حضرت سید مہر علی شاہ صاحب کی

کتابیں ''سیف چشتیائی'' اور ''شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح علیہ السلام'' اور ان کی سوانح حیات ''مہر منیر'' بہت ہی مفید ہیں۔ لیکن یہ کسی عالم سے ہی سمجھی جا سکتی ہیں۔ عام اردو داں طبقہ کے لیے سازشوں کا دیباچہ (قادیانیت) از رائے محمد کمال بہت ہی مفید ہے۔ اس کا انداز انتہائی مسحور کن ہے۔

پیر سید مہر علی شاہ صاحب نے اپنی کتاب ''سیف چشتیائی'' میں ۷۱ پر ''مرزا صاحب کی پیشین گوئیاں''

کے عنوان سے مرزا قادیانی احمد کی چند پیشین گوئیوں کا حال بیان کیا ہے ان میں سے چند ملاحظہ فرمائیں۔

اجی مرزا صاحب بس رہنے دیجیے۔ خلق اللہ تیس سال تک آپ کے نمونے دیکھتے دیکھتے سیر ہو گئی ہے۔

(۱) کسی شخص کے بیٹا پیدا ہونے کے لیے آپ نے بہتیرا سر مارا بلکہ ایک معقول رقم بھی اس سے پھٹکار لی مگر بیٹا اب تک ندارد۔

(۲) عبداللہ آتھم کے لیے از حد گڑگڑائے مگر وہ میعاد معینہ میں نہ مرا۔

(۳) ملا محمد بخش وغیرہ کی بربادی کے لیے ہزار آہ وزاری کی مگر اس کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔

(۴) لیکھرام کے لیے ہر چند سر پٹکا۔ مگر اس کی موت نے آخر آپ کو ہی مشتبہ کیا۔

(۵) آسمانی منکوحہ کے لیے آپ کا چہرہ بھی خشک ہو گیا مگر حسرت ہی رہی۔ (مرزا صاحب نے اپنے ایک رشتہ دار مرزا احمد بیگ کی صاحبزادی محمدی بیگم سے نکاح کی پیشین گوئی کی اور اسے اپنی صداقت کی دلیل ٹھہرایا لیکن مرزا صاحب کی یہ پیشین گوئی ان کی موت تک پوری نہ ہوئی ادھر محمدی بیگم کی شادی بھی اور اس کی

اولاد بھی ہوئی۔)

(۶) کسی شخص کی بیوی کے اچھا ہونے کے لیے بہتیرے جوڑ توڑ کیے مگر وہ بیمار ہو کر چل ہی بسی۔

(۷) اپنے جس لڑکے کو موعود قرار دیا اور اپنے لیے اور دنیا کے لیے باعث برکت سمجھا وہ بھی آپ کو مفارقت دے گیا (مرزا صاحب کی زندگی میں ہی وفات پا گیا)

(۸) جس قدر مباحثے آپ نے کیے شکست ہی کھا کر بھاگے۔اب مباحثہ کے نام سے بھی اوسان خطا ہوتے ہیں۔

(۹) جن آدمیوں نے آپ کو بالمقابل دعا کرنے کے لیے بلایا۔آپ ایک دن بھی سامنے نہ ہوئے۔

(۱۰) آپ کہتے ہیں کہ شاہان یورپ کو اسلام کی دعوت کی اور اپنی تصانیف بھیجیں۔مگر ایک عیسائی بھی آپ پر ایمان لاتے نہیں دیکھا۔

(۱۱) آپ نے کہا سب خلقت مجھے قبول کرے گی۔مگر سب آپ سے متنفر اور بیزار ہی رہے سوائے معدودے چند اشخاص کے جو کسی شمار میں نہیں آسکتے۔

(۱۲) آپ نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر دعویٰ سے لکھی۔لوگوں نے اس کے پرخچے اڑائے۔(خود پیر مہر علی شاہ صاحب نے اپنی اس تصنیف شمس الہدایہ میں اس کے پرخچے اڑا دیے ہیں۔)

(۱۳) آپ نے منشی الٰہی بخش صاحب کی نسبت گیارہ کا ہندسہ ظاہر کر کے الہام شائع کیا بفضلہٖ تعالیٰ اب گیارہ ماہ قریب الاختتام ہیں مگر ان کی عصائے موسیٰ نے آپ کو سارا بنا بنایا کھیل درہم برہم کر دیا۔

(۱۴) پیر مہر علی شاہ صاحب کے لیے آپ ہر چند دانت پیتے رہے۔مگر ان کی

شہرت ہی شہرت اور عزت ہی عزت ہوتی رہی۔

اس کی تفصیل ''مہر منیر'' سے حاصل کریں۔

(۱۵) سینکڑوں اشخاص کے لیے آپ دعا کرتے رہے ہیں مگر کوئی اثر یا نتیجہ نہیں نکلتا۔ اور پھر آپ کہتے ہیں کہ دعا کرانے والے کو یہ کرنا چاہیے وہ کرنا چاہیے۔ دعا کرنے والے سے تعلق پیدا کرنا چاہیے وغیرہ۔ مرزا جی کیا یہ دعائیں مشتے نمونہ از خروارے کافی نہیں ہیں۔ پھر آپ کو بار بار اعلان کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے نبوت کے رد میں رسالہ ''السو العقاب علی المسیح الکذاب'' لکھا اور اس میں اس کے دس کفر بیان کیے۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اپنے رسالہ ''فتنہ انکار ختم نبوت'' میں قادیانیت کے متعلق مفید معلومات بہم پہنچائی ہیں۔

دوسرے کئی ایک علماء کرام کے قادیانیت پر مفید رسائل اور کتب بازار میں عام دستیاب ہیں آج ہی انکا مطالعہ کریں اور اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔

کیونکہ علامات قیامت کا موضوع تقریباً مکمل طور پر بیان ہو چکا ہے صرف چند ایک علامات کا ذکر باقی رہتا ہے جو کہ ابھی ظہور پذیر نہیں ہوئیں۔ اس لیے میں نے یہ بہتر سمجھا کہ ان چند علامات کا ذکر بھی کر ہی دیا جائے تا کہ علامات قیامت کے موضوع پر آپکو مکمل معلومات حاصل ہوں۔ جیسے جیسے یہ علامات رونما ہوں آپ کے ایمان مین اضافہ ہو۔

مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب الملاحم کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَخْرُجَ رَجُلٌ مِّنْ قَحْطَانَ یَسُوْقُ النَّاسَ بِعَصَاہُ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ قحطان قبیلے سے ایک آدمی نکلے گا جو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا۔ (متفق علیہ)

مسلم شریف میں یہ حدیث کتاب الفتن واشراط الساعۃ میں ہے۔

تشریح علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی:۔ ''قحطان'' یا تو یمنی اقوام کے مورث اعلیٰ کا نام ہے یا یمنی قبائل میں سے ایک قبیلہ کا نام ہے۔ بہر حال اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ خاندان قحطان کا ایک بادشاہ ہوگا جو اپنی لاٹھی کے زور سے لوگوں پر اس طرح حکومت کرے گا جس طرح کوئی آدمی اپنی لاٹھی سے جانوروں کو ہانک کر جہاں اور جدھر چاہتا ہے لے جاتا ہے۔ اور کوئی جانور سرتابی نہیں کر سکتا۔ اسی طرح یہ ظالم بادشاہ امیر وغریب اور شریف ورذیل سب کو اپنی ایک ہی لاٹھی سے ہانکے گا۔ اور اس لاٹھی کے ڈر سے کوئی شخص چون و چرا کرنے کی مجال نہ رکھے گا۔ جب تک یہ بادشاہ نہ ہوگا قیامت نہیں آئے گی۔

تبصرہ علامہ اعظمی صاحب:۔ تاریخ عرب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بہت سے اس قسم کے ظالم بادشاہ عرب میں پیدا ہو چکے لیکن ''جہجاہ'' نام والا جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے عرب میں اب تک کوئی بادشاہ نہیں ہوا۔ اس لیے میرے علم میں قیامت کی یہ نشانی ابھی عالم وجود میں نہیں آئی ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

بعض محدثین نے فرمایا کہ یہ بادشاہ کسی عرب کا آزاد کردہ غلام ہوگا اور اس کا نام ''جہجاہ'' ہوگا (مرقاۃ ج ۵ ص ۱۵۷) کیونکہ مشکوٰۃ شریف کے باب الملاحم میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دن

اور رات کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا یہاں تک کہ ایک شخص بادشاہ ہوگا جس کو جہجاہ کہا جائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ موالی میں سے ایک بادشاہ ہوگا۔ جس کو جہجاہ کہا جائے گا۔ (مسلم کتاب الفتن واشراط الساعۃ)

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن ''باب الملاحم'' کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اتْرُكُوا الْحَبَشَةَ مَا تَرَكُوْكُمْ فَاِنَّهٗ لَا يَسْتَخْرِجُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ اِلَّا ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حبشیوں کو چھوڑے رکھنا جب تک وہ تمہیں چھوڑے رہیں کیونکہ نہیں نکالے گا خانہ کعبہ کے خزانے کو مگر دو چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی۔ (ابوداؤد)

اور مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ میں ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو پتلی پتلی (چھوٹی چھوٹی) پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو برباد کرے گا۔ (گرادے گا)

بخاری شریف میں اسی مفہوم کی حدیث کتاب المناسک باب ہدم الکعبۃ میں ہے۔

تبصرہ علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی:۔ علامت قیامت کی اس پیشین گوئی کا مصداق ابھی تک ظہور میں نہیں آیا ہے۔ اور اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ انتہائی ہولناک واقعہ کب اور کس زمانہ میں وقوع پذیر ہوگا۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یہ سانحہ درپیش ہوگا اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس لوگ فریاد لے کر آئیں گے تو آپ آٹھ یا نو آدمیوں کی

ایک جماعت کو تفتیش کے لیے مکہ شریف روانہ فرمائیں گے اور کعبہ کے برباد ہونے سے پہلے یاجوج ماجوج کی ہلاکت کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے لوگ حج وعمرہ ادا کر چکے ہوں گے واللہ تعالیٰ اعلم (حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۴۳)

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَكْثُرَ الْمَالُ وَ یَفِیْضَ حَتّٰی یُخْرِجَ الرَّجُلُ زَكٰوةَ مَالِهٖ فَلَا یَجِدُ اَحَدًا یَقْبَلُهَا مِنْهُ وَحَتّٰی تَعُوْدَ اَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوْجًا وَّاَنْهَارًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ فِیْ رِوَایَةٍ لَهٗ قَالَ تَبْلُغُ الْمَسَاكِنُ اِهَابَ اَوْ یَهَابَ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ مال بڑھ کر عام ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ ایک آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ لے کر نکلے گا لیکن اسے کوئی نہیں ملے گا جو اسے قبول کرے یہاں تک کہ سرزمین عرب بھی چراگاہوں اور نہروں میں تبدیل ہو جائے گی (مسلم)

اور اسی کی ایک روایت میں فرمایا: مکانات اہاب یا یہاب تک پہنچ جائیں گے۔

تشریح علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی صاحب:۔

اھاب اور یہاب یہ دونوں مدینہ طیبہ کے قرب و جوار میں دو گاؤں کے نام ہیں۔ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ قرب قیامت میں مال و دولت کی کثرت و فراوانی اس قدر بڑھ جائے گی کہ ہر آدمی دولت مند ہو جائے گا اور کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں ملے گا۔ اور عرب کی ریگستانی اور بنجر زمین جو پانی کے قطرہ قطرہ کے لیے اور گھاس اور سبزہ کے لیے ترستی ہے اس زمین میں قسم قسم کے باغات اور ہری بھری چراگاہیں اور پانی کی نہریں جاری ہو جائیں گی اور مدینہ طیبہ کی آبادی اس قدر بڑھ جائے گی کہ اس شہر کے مکانات اھاب یا یہاب گاؤں تک پہنچ جائیں گے۔

میرے خیال میں یہ پیشین گوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں پوری ہو

گی اور مشکوٰۃ شریف کے اسی باب میں ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ خَلِيْفَةٌ يَقْسِمُ الْمَالَ وَلَا يَعُدُّهٗ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخری زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا کہ مال تقسیم کرے گا اور اس کو شمار نہیں کرے گا۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ میں ہے۔
میرے خیال میں وہ خلیفہ امام مہدی علیہ السلام ہوں گے۔
مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن بَابُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ کی پہلی فصل میں ہی ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُوْشِكُ الْفُرَاتُ اَنْ يَّحْسُرَ عَنْ كَنْزٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَمَنْ حَضَرَ فَلَا يَاْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قریب ہے کہ دریائے فرات سونے کے خزانے سے کھل جائے گا جو موجود ہو تو اس میں سے کچھ بھی نہ لے۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ میں ہے۔
مشکوٰۃ شریف باب اشراط الساعۃ کی پہلی فصل میں ہی ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَحْسُرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِّنْ ذَهَبٍ يَقْتَتِلُ النَّاسُ عَلَيْهِ فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ وَيَقُوْلُ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ لَعَلِّيْ اَكُوْنُ الَّذِيْ اَنْجُوْ۔ (مسلم کتاب الفتن واشراط الساعۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ دریائے فرات سے ایک سونے کا پہاڑ نہ نکل آئے۔ جس پر لوگوں کا قتال ہوگا اور ہر سو آدمیوں میں سے ننانوے آدمی مارے جائیں گے اور ان میں سے ہر شخص یہ سوچے گا کہ شاید میں ہی وہ شخص ہوں جس کو نجات مل جائے (جو بچ جائے)

اس نشانی کا ابھی تک ظہور نہیں ہوا۔ نہر فرات سے سونے کا پہاڑ اس طرح

نمودار ہوگا کہ اس نہر کا پانی خود بخود خشک ہو جائے گا اور زمین پھٹ جائے گی۔ اور سونے چاندی وغیرہ کی کانیں نظر آنے لگیں گی۔ اسی طرح جا بجا زمین میں بڑے بڑے شگاف ہو جائیں گے اور زمین میں گڑے ہوئے دفینے اور خزانے زمین کے اوپر آ جائیں گے۔ اس کی وضاحت مشکوٰۃ شریف باب اشراط الساعۃ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَـقِیْءُ الْاَرْضُ اَفْلَاذَ کَبِدِهَا اَمْثَالَ الْاُسْطُوَانَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ فَیَجِیْءُ الْقَاتِلُ فَیَقُوْلُ فِیْ هٰذَا قَتَلْتُ وَ یَجِیْءُ الْقَاطِعُ فَیَقُوْلُ فِیْ هٰذَا قَطَعْتُ رَحِمِیْ وَ یَجِیْءُ السَّارِقُ فَیَقُوْلُ فِیْ هٰذَا قُطِعَتْ یَدِیْ ثُمَّ یَدَعُوْنَهٗ فَلَا یَاْخُذُوْنَ مِنْهُ شَیْئًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔ زمین اپنے جگر کے ٹکڑے اگل دے گی جو سونے چاندی کے ستون ہوں گے۔ قاتل آ کر کہے گا کہ میں نے اس کی خاطر قتل کیا۔ قاطع آ کر کہے گا کہ میں نے اس کی خاطر قطع رحمی کی۔ چور آ کر کہے گا کہ اس کی خاطر میرا ہاتھ کاٹا گیا۔ پھر اسے چھوڑ دیں گے اور اس میں سے کچھ نہیں لیں گے۔ (مسلم)

یہ پیشین گوئی بھی ابھی تک پوری نہیں ہوئی۔
مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تُکَلِّمَ السِّبَاعُ الْاِنْسَ وَحَتّٰی تُکَلِّمَ الرَّجُلَ عَذَبَةُ سَوْطِهٖ وَشِرَاکُ نَعْلِهٖ وَ یُخْبِرُهٗ فَخِذُهٗ بِمَا اَحْدَثَ اَهْلُهٗ بَعْدَهٗ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، قیامت قائم نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ درندے انسانوں سے باتیں نہ کرنے لگیں اور یہاں تک کہ آدمی سے اس کے کوڑے کا پھندنا باتیں کرے گا اور اس کے جوتے کا تسمہ بھی اور اس کی ران بتائے گی جو اس کے گھر والوں نے اس کے بعد کیا (ترمذی)

یہ حدیث ترمذی شریف ابوابُ الفِتَن بابُ مَاجَآءَ فِی کَلَامِ السِّبَاعُ میں ہے اور امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

قربِ قیامت کی یہ نشانی ابھی ظاہر نہیں ہوئی۔ لیکن عنقریب ظاہر ہو کر رہے گی۔ کیونکہ دوسری بہت سی نشانیاں جن کو کوئی پہلے سوچ بھی نہیں سکتا تھا وہ علی الاعلان کچھ ظہور میں آ چکیں اور کچھ ظاہر ہو رہی ہیں۔

مسلم شریف کتاب الفتن واَشْرَاطِ السَّاعَۃِ میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَاتَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَضْطَرِبَ اَلْیَاتُ نِسَآءِ دَوْسٍ حَوْلَ ذِی الْخَلَصَۃِ وَکَانَتْ صَنَمًا تَعْبُدُھَا دَوْسٌ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ بِتَبَالَۃَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تک دوس کی عورتیں سیرین ذوالخلصہ کا طواف نہ کریں قیامت نہیں آئے گی، ذوالخلصہ بتالہ میں ایک بت تھا جس کی زمانہ جاہلیت میں عورتیں عبادت کرتی تھیں۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ قربِ قیامت میں عرب کے ایک قبیلہ دوس کے لوگ بتوں کا طواف اوران کی پرستش کرنے لگیں گے۔

ابھی تک یہ نشانی ظاہر نہیں ہوئی ہے اور عرب میں کہیں بھی اب تک بت پرستی نہیں ہو رہی ہے۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ کی تیسری فصل میں ہے۔

"حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے برسوں میں جس سال ان کی وفات ہوئی۔ ٹڈیاں ناپید ہوگئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی وجہ سے غمگین ہو گئے اور انھوں نے ایک سوار یمن کی طرف ایک سوار عراق کی جانب اور ایک سوار شام کی طرف بھیجا اور ٹڈیوں کے بارے میں لوگوں سے پوچھ گچھ کرنے لگے پھر یمن کی طرف جانے

والا سوار ایک مٹھی ٹڈیاں لے کر آیا اور ان کو آپ کے سامنے بکھیر دیا جب آپ نے ان ٹڈیوں کو دیکھا تو نعرۂ تکبیر بلند کیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار جاندار مخلوق کو پیدا فرمایا ہے جن میں سے چھ ہزار سمندر میں اور چار ہزار خشکی میں ہیں اور سب سے پہلے ان جاندار مخلوقات میں سے ٹڈیاں ہلاک ہوں گی پھر ان کے بعد دوسری جاندار مخلوقات کی ہلاکت لگاتار اس طرح ہونے لگی گی جس طرح موتیوں کی لڑی کا دھاگہ کٹ جائے تو موتی لگاتار گرنے لگتے ہیں۔ (روایت کیا اسے بیہقی نے شعب الایمان میں)

ابھی تک ٹڈیوں کا وجود دنیا سے ختم نہیں ہوا۔ ہاں ان کی تعداد بہت کم ہوگئی ہے۔ جس دن ٹڈیوں کی نسل دنیا سے فنا ہو جائے گی اس دن قیامت کی یہ نشانی بھی پوری ہو جائے گی۔ علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ العالمین کے حوالہ سے اپنی کتاب ''قیامت کب آئے گی'' میں درج ذیل حدیثیں بھی درج کی ہیں جن کا ظہور ابھی نہیں ہوا۔

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَسَافَدَ النَّاسُ تَسَافُدَ الْبَهَائِمِ فِي الطُّرُقِ۔ (حجة الله ج ۲ ص ۳۸۱ بحواله ديلمی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قیامت نہیں قائم ہوگی یہاں تک کہ لوگ جانوروں کی طرح راستہ میں جفتی کریں گے۔

اس نشانی کے واضح آثار ظاہر ہو چکے ہیں اور جلد ہی پوری ہو جائے گی۔

(۲) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُسْرٰى عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ لَيْلًا فَيُصْبِحُ النَّاسُ وَلَيْسَ مِنْهُ اٰيَةٌ وَلَا حَرْفٌ فِيْ جَوْفٍ اِلَّا نُسِخَتْ۔ (حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۴۷ بحوالہ ابن ماجہ ص ۳۰۳)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن پر ایک رات گزرے گی کہ لوگ صبح کریں گے تو ہر جگہ سے قرآن کی آیت اور حرف مٹا دیئے گئے ہوں گے۔

تشریح:۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قیامت سے پہلے ایک رات ایسی آئے گی کہ اچانک قرآن پاک کی تمام آیتیں اور حروف قرآن مجید کی جلدوں سے بھی اور حافظوں کے سینوں سے بھی مٹ جائیں گے۔ چنانچہ ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ قرآن مجید جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ کر چلا جائے گا اور عرش کے گرد شہد کی مکھی کی طرح آواز کرے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے؟ تو قرآن کہے گا کہ میں تیرے پاس سے نکلا تھا اور اب تیرے ہی پاس لوٹ کر چلا آیا ہوں کیونکہ لوگ میری تلاوت تو کرتے ہیں مگر میرے احکام پر عمل نہیں کرتے۔ (حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۴۷)

تبصرہ:۔ ابھی تک قیامت کی اس نشانی کا ظہور نہیں ہوا ہے یہ بالکل ہی قرب قیامت میں ہوگا۔

معراج النبی ﷺ:۔

سفرِ معراج حضور ﷺ کی ایسی خصوصیت ہے جو آپ کے علاوہ کسی اور نبی کو عطا نہیں کی گئی۔

مکہ سے بیت المقدس تک اور بیت المقدس سے آسمان اور مکان و لامکان کے سفر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن اکرامات سے نوازا ان میں آپ کا بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کرنا، اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھنا، اللہ تعالیٰ سے کلام کرنا، جبرئیل علیہ السلام کو اس کی اصل صورت میں دیکھنا اور قلموں (کہ جن سے نامہ اعمال لکھے جا رہے تھے) کے چلنے کی آواز سننا وغیرہ شامل ہے۔

معراج میں آپ ﷺ کو جو وحی کیا گیا اسے نہ تو کوئی فرشتہ جانتا ہے اور نہ ہی کوئی نبی اور رسول اور جو کچھ آپ نے دیکھا اس کی نہ تو آپ کے دل نے تکذیب کی اور نہ ہی آپ کی چشمانِ مقدس دائیں بائیں ہوئیں۔

محدثین ومفسرین کی اصطلاح میں حضور علیہ ﷺ کا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک تشریف لے جانا اسراء کہلاتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کو لفظ اسراء سے تعبیر فرمایا ہے اور مسجد اقصیٰ سے آسمانوں کی طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عروج فرمانا معراج کہلاتا ہے اس لیے کہ اس کے لیے معراج اور عروج کے لفظ احادیث صحیحہ میں وارد ہوئے ہیں۔

شرح عقائد۔ نبراس ص ۴۷۴ میں ہے۔

اسراء یعنی مسجد حرام سے بیت المقدس تک تشریف لے جانا قطعی اور یقینی ہے جس کا منکر مسلمان نہیں۔ اور زمین سے آسمان کی طرف معراج ہونا احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اس کا منکر فاسق اور ضال ومضل ہے۔ پھر آسمانوں سے جنت کی طرف اور عرش یا عرش کے علاوہ فوق العرش تک یا لامکاں تک اخبار احاد سے ثابت ہے جس کا منکر سخت آثم اور گنہگار ہے۔

مکہ سے بیت المقدس تک کے سفر کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس طرح بیان فرمایا۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔

پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس عظیم واقعہ کو لفظ سبحان سے شروع فرما کر معراج جسمانی پر ہونے والے ہر اعتراض کا جواب دے دیا ہے۔ گویا یوں فرمایا کہ اے منکرو! خبردار! میرے حبیب علیہ ﷺ نے معراج کرنے، مسجد اقصیٰ جانے یا آسمانوں پر خود جانے کا دعویٰ نہیں کیا۔ یہ دعویٰ تو میرا ہے کہ میں اپنے حبیب علیہ ﷺ کو لے گیا۔

اللہ تعالیٰ نے عبدہٖ فرما کر اس حقیقت کو روشن سے روشن تر فرما دیا کہ معراج صرف روح کو نہیں ہوئی بلکہ روح مع الجسد کو ہے کیونکہ قرآن وحدیث اور کلام عرب میں کوئی استعمال ایسا موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ لفظ عبد سے صرف روح مراد ہو۔ بلکہ روح مع الجسد ہی مراد لیا گیا ہے۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا۔

فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلاً — اے موسیٰ! میرے بندوں کو رات میں لے جا (سورہ دخان پ ۲۵)

یہاں بھی لفظ عبد سے روح مع الجسد اور اسراء سے اسراء جسمانی مراد ہے نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَرَأَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْداً اِذَا صَلّٰی — کیا تو نے اسے دیکھا جو روکتا ہے عبد (مقدس محمد مصطفیٰ ﷺ) کو جب وہ نماز پڑھے

دیکھئے یہاں بھی عبد سے جسم و روح کا مجموعہ مراد ہے۔

لیلا اسراء کے معنی رات کو لے جانے کے ہیں۔ اس کے باوجود لفظ اسریٰ کے بعد لیلا فرمایا تا کہ ظاہر ہو جائے کہ معراج تمام رات نہیں ہوئی بلکہ رات کے بہت تھوڑے حصے میں ہوئی ہے۔

لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا:۔ ان آیات سے آسمانی آیات مراد ہیں اور معنی یہ ہیں تا کہ ہم انہیں آسمانوں پر لے جا کر وہاں کی عجیب وغریب نشانیاں دکھائیں اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ میں اسراء اور معراج دونوں کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ میں مسجد اقصیٰ کا ذکر خصوصی طور پر کیا ہے اور آسمان پر لے جانے کا ذکر خصوصی طور پر نہ فرمانا اس کی صداقت پر لاجواب دلیل قائم کرنا تھا۔ کیونکہ آسمان وغیرہ تو مشرکینِ مکہ نے دیکھے ہوئے نہیں تھے کہ جن کی علامتیں اور نشانیاں دریافت

فرماتے۔ لیکن مسجد اقصیٰ کی تمام علامتیں ان کے ذہن میں محفوظ تھیں جب انھوں نے پوچھیں تو حضور ﷺ نے ٹھیک ٹھیک بیان فرما دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ کو آپ کے سامنے کر دیا تھا۔ اس طرح جب حضور ﷺ کا مسجد اقصیٰ جانا ثابت ہو گیا تو آسمانوں کی معراج بھی سچی ثابت ہو گئی۔ اس لیے کہ جس طرح آسمانوں پر جانا محال ہے بالکل اسی طرح رات کے تھوڑے سے حصہ میں مکہ سے مسجد اقصیٰ جا کر واپس آ جانا بھی محال ہے۔ جب یہ جانا اور آنا محال نہ رہا تو آسمانوں پر جا کر واپس آنا ان کے لیے کیونکر محال ہو سکتا ہے؟ غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب معراج النبی ﷺ میں فرماتے ہیں کہ

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ سے لے کر الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ تک اسریٰ کا تفصیلی بیان ہے لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا میں تمام آسمانی سفر کا اجمالی ذکر ہے اور اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ میں اللہ تعالیٰ کے قرب خاص میں اس سے کلام سننے اور جمال دیکھنے کا بیان ہے۔

اب زمین سے آسمان کی طرف معراج ہونے کی صحیح حدیث ملاحظہ فرمائیں صحیح بخاری شریف کتاب الصلوۃ باب کیف فرضت الصلوۃ فی الاسراء میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں مکہ مکرمہ میں تھا کہ میرے مکان کی چھت کھولی گئی اور جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ میرا سینہ کھولا گیا، پھر اسے آب زم زم سے دھویا گیا، پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جو حکمت و ایمان سے بھرا ہوا تھا، اور وہ میرے سینے میں انڈیل دیا گیا، اسے بند کر دیا، پھر میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آسمان کی طرف لے چڑھے۔ جب میں آسمان دنیا پر پہنچا تو جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کے خازن سے کھولنے کے لیے کہا اس نے کہا: کون ہو؟ کہا: میں جبرئیل ہوں۔ اس نے کہا: کیا تمہارے ساتھ کوئی اور ہے؟ کہا ہاں میرے ساتھ محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

کہا:۔ کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا، ہاں۔ جب کھولا تو ہم آسمان دنیا کے اوپر گئے۔ وہاں ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ جس کے دائیں اور بائیں بہت سے لوگ تھے۔ جب وہ اپنی دائیں جانب دیکھتا تو ہنستا اور جب بائیں جانب دیکھتا تو روتا۔ اس نے کہا: صالح نبی اور صالح بیٹے خوش آمدید۔

میں نے جبرئیل سے کہا یہ کون ہیں؟ کہا کہ یہ حضرت آدم ہیں اور دائیں بائیں جو یہ صورتیں ہیں یہ ان کی اولاد ہے۔ دائیں والے جنتی ہیں اور بائیں والے جہنمی ہیں جب یہ دائیں جانب دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں یہاں تک کہ مجھے دوسرے آسمان تک لے گئے اور اس کے خازن سے کھولنے کے لیے کہا اور اس کے خازن سے وہی گفتگو ہوئی جو پہلے سے ہوئی تھی۔ اس نے کھول دیا۔ حضرت انس نے فرمایا کہ انھوں نے بیان کیا کہ حضور نے آسمانوں میں حضرت آدم، حضرت ادریس، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم سے ملاقات کی اور ان کے مقامات یاد نہیں رہے ہاں حضرت آدم آسمان دنیا پر ملے اور حضرت ابراہیم چھٹے آسمان پر۔ حضرت انس نے فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ کو لے کر حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت ادریس کے پاس سے گزرے تو انھوں نے کہا: صالح نبی اور صالح بھائی خوش آمدید۔ میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ کہا کہ یہ حضرت ادریس ہیں۔ پھر میں حضرت موسیٰ کے پاس سے گزرا تو انھوں نے کہا: صالح نبی اور صالح بھائی خوش آمدید۔ میں نے کہا کہ یہ کون ہیں؟ کہا کہ یہ حضرت موسیٰ ہیں۔ پھر میں حضرت عیسیٰ کے پاس سے گزرا انھوں نے کہا: صالح نبی اور صالح بھائی خوش آمدید۔ میں نے کہا یہ کون ہیں؟ کہا کہ یہ حضرت عیسیٰ ہیں۔ پھر میں حضرت ابراہیم کے پاس سے گزرا۔ انھوں نے کہا کہ صالح نبی اور صالح بیٹے خوش آمدید۔ میں نے کہا کہ یہ کون ہیں؟ کہا کہ یہ حضرت ابراہیم ہیں۔

ابن شہاب کا بیان ہے کہ مجھے ابن حزم نے بتایا کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابوحبہ انصاری دونوں کہا کرتے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پھر مجھے لے کر چڑھے یہاں تک کہ میں بہت بلند مقام پر پہنچ گیا۔ جس میں قلموں کی آواز سنتا تھا۔ ابن حزم اور حضرت انس بن مالک نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پس اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ میں ان کے ساتھ لوٹا اور حضرت موسیٰ کے پاس سے گزرا۔ انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر آپ کی امت کے لیے کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا کہ پچاس نمازیں۔ انھوں نے کہا کہ اپنے رب کی طرف واپس جائیے کیونکہ آپ کی امت میں یہ طاقت نہیں ہے۔ میں واپس لوٹا تو ان کا ایک حصہ کم کر دیا گیا۔ میں حضرت موسیٰ کی طرف لوٹا اور کہا کہ ایک حصہ کم کر دیا گیا ہے۔ انھوں نے کہ اپنے رب کی طرف پھر جائیے کیونکہ آپ کی امت میں ان کی طاقت نہیں ہے پس میں واپس گیا تو ایک حصہ مزید کم کر دیا گیا۔ میں ان کی طرف آیا تو انھوں نے کہا کہ اپنے رب کی طرف جائیے کیونکہ آپ کی امت میں ان کی طاقت بھی نہیں ہے۔ میں واپس لوٹا تو فرمایا کہ یہ پانچ ہیں اور یہی پچاس ہیں۔ میرے نزدیک بات تبدیل نہیں ہوا کرتی۔ میں حضرت موسیٰ کے پاس آیا تو انھوں نے کہا: اپنے رب کی طرف جائیے۔ میں نے کہا کہ مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے۔ پھر مجھے لے کر چلے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے جس پر رنگ چھائے ہوئے تھے، نہیں معلوم کہ وہ کیا ہیں۔ پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا جس میں موتیوں کے ہار ہیں اور اس کی مٹی مشک ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بخاری شریف کتاب الانبیاء باب ذکر ادریس علیہ السلام میں بھی ہے۔

بخاری شریف کتاب بدء الخلق باب ذکر الملائکۃ میں انس بن مالک، حضرت مالک بن صعصہ رضی اللہ عنہما سے جو حدیث معراج کے متعلق روایت کرتے ہیں اس

میں واقعہ معراج کو کافی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ مسلم شریف کی روایت میں آسمان پر جانے سے پہلے بیت المقدس تشریف لے جانے کا ذکر اس طرح وارد ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں براق میں سوار ہو کر بیت المقدس آیا اور میں نے اپنی سواری کو اسی حلقے میں باندھ دیا جس میں انبیاء علیہم السلام اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔ پھر میں مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا (مسلم شریف ص ۹۱) اور مسلم شریف کی دوسری روایت میں ہے ''کہ پھر نماز کا وقت آگیا اور میں نے انبیاء علیہم السلام کی امامت کی'' (مسلم شریف ص ۹۶) پچاس نمازوں کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے سے تخفیف کرانے سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ظاہری حیات کے بعد بھی ہم دنیا والوں کے لیے فائدہ کا وسیلہ بن گئے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث معراج میں ہے۔

''ہم آسمان دنیا کے اوپر گئے۔ وہاں ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا جس کے دائیں اور بائیں بہت سے لوگ تھے۔ جب وہ اپنی دائیں جانب دیکھتا تو ہنستا اور جب بائیں جانب دیکھتا تو روتا۔ اس نے کہا، صالح نبی اور صالح بیٹے خوش آمدید۔ میں نے جبرئیل سے کہا کہ یہ کون ہیں؟ کہا کہ یہ حضرت آدم ہیں اور دائیں بائیں جو یہ صورتیں یہ ہیں ان کی اولاد ہے دائیں والے جنتی ہیں اور بائیں والے جہنمی ہیں۔ جب یہ دائیں جانب دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور بائیں جانب دیکھتے ہیں تو روتے ہیں''۔

اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی ساری اولاد کا علم ہے۔ اور یہ بھی پتہ ہے کہ کون جنتی ہے اور کون جہنمی ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث میں ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حیاتی خیر لکم تحدّثون واحدث لکم و وفاتی خیر لکم تعرض علّی اعمالکم فما رایت من خیر حمدت اللّٰہ علیہ و مارایت من شر استغفرت اللّٰہ لکم۔

میری زندگی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ تم مجھ سے (حلال وحرام) پوچھتے ہو۔ وہ تمہیں (بذریعہ وحی) احکام سناتا ہوں اور میری وفات بھی تمہارے حق میں بہتر ہے تمہارے اعمال میرے سامنے پیش ہوا کریں گے۔ میں اچھے عملوں کو دیکھ کر اللہ کا شکر کروں گا اور برے عملوں کو دیکھ کر تمہارے واسطے مغفرت کی دعا کیا کروں گا۔

حافظ نور الدین الہیثمی نے (مجمع الزوائد) میں فرمایا کہ اس حدیث کے راوی ''صحیح'' والے راوی ہیں۔ اور اسی طرح علامہ قسطلانی نے شرح بخاری اور حافظ علامہ جلال الدین السیوطی نے خصائص کبریٰ میں فرمایا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اور یہی کلمات ملا علی قاری اور امام شہاب خفاجی نے قاضی عیاض کی شفاء شریف کی شروحات میں کہے ہیں۔

اس حدیث کی سند کا تفصیلی مطالعہ کرنے کے لیے امام عبد اللہ محمد بن الصدیق الغماری کی تصنیف ''کفایۃ الامال فی صحۃ وشرح حدیث عرض الاعمال'' جس کا ترجمہ علامہ رسول بخش سعیدی نے ''نگاہِ نبوت اور مشاہدہ اعمال امت'' کے نام سے کیا ہے ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ قرآن مجید سے اس کی صحت کے ثبوت کے لیے درج ذیل آیت کافی ہے۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيدًا۔
(پ۵ سورہ النساء آیت نمبر ۴۱)

اور (ان نافرمانوں کا) کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لے آئیں گے اور (اے حبیب ﷺ) ان سب پر آپ کو گواہ (بنا کر لائیں گے)

قرآن مجید میں اس مفہوم کی اور بھی بہت آیات موجود ہیں۔

مشکوٰۃ شریف بَابُ الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلٰوۃِ کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عُرِضَتْ عَلَیَّ اَعْمَالُ اُمَّتِیْ حَسَنُهَا وَ سَیِّئُهَا فَوَجَدْتُّ فِیْ مَحَاسِنِ اَعْمَالِهَا الْاَذٰی یُمَاطُ عَنِ الطَّرِیْقِ وَ وَجَدْتُّ فِیْ مَسَاوِیْ اَعْمَالِهَا النُّخَاعَةَ تَكُوْنُ فِی الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر میری امت کے اچھے اور برے اعمال پیش کیے گئے۔ اچھے اعمال میں سے یہ ہے کہ راستہ سے اذیت دینے والی چیز کو ہٹا دیا جائے اور برے اعمال میں مسجد میں وہ تھوک ہے جس کو دفن نہیں کیا جاتا۔ (مسلم)

مشکوٰۃ شریف باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عُرِضَتْ عَلَیَّ اُجُوْرُ اُمَّتِیْ حَتّٰی الْقَذَاةُ یُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَ عُرِضَتْ عَلَیَّ ذُنُوْبُ اُمَّتِیْ فَلَمْ اَرَ ذَنْبًا اَعْظَمَ مِنْ سُوْرَةٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اَوْ اٰیَةٍ اُوْتِیْهَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِیَهَا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے سامنے میری امت کے اعمال خیر پیش کیے گئے یہاں تک کہ یہ کام بھی جو کہ کوڑا یا مٹی مسجد سے کوئی نکالتا ہے اور میرے سامنے میرے امتیوں کے گناہ بھی پیش کیے گئے لیکن اس سے بڑا گناہ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی شخص نے کسی سورۃ یا آیت کو یاد کر کے اس کو بھلا دیا ہو۔ (ترمذی، ابوداؤد)

احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بفضل الٰہی آپ کو اپنے امتیوں کا پتہ ہے اور ان کے اعمال سے بھی آگاہ ہیں۔ اس لیے آپ کو آپ کا جو امتی مصائب و مشکلات، غم واندوہ، دکھ تکلیفوں میں پکارتا ہے آپ کو درود و سلام کے تحفے بھیجتا ہے یا یوں کہتا

ہے۔

؎ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اُنْظُرْ حَالَنَا
یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ اِسْمَعْ قَالَنَا
اِنَّنِیْ فِیْ بَحْرِ ھَمٍّ مُّغْرَقٌ
خُذْ یَدِیْ سَھِّلْ لَنَا اِشْکَالَنَا

تو وہ آپ کی بارگاہ میں بفضل الٰہی پیش ہوتا ہے اور آپ اللہ تعالیٰ سے اپنے اس امتی کے حق میں اس کی اس مشکل، مصیبت، تکلیف، غم اور دکھ کے دور کرنے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کو شرف قبولیت بخشتا ہے۔ اور آپ کے اس امتی کی مشکل آسان ہو جاتی ہے۔

نوٹ:۔ یہ مشکل، مصیبت اور غم میں رسول اللہ کو پکارنا اصل میں اللہ تعالیٰ کو ہی پکارنا ہے۔ لیکن اس کا فائدہ یہ ہے کہ ہم گنہگار بندے ہیں ہماری دعاؤں کو تو اللہ تعالیٰ سنتا ضرور ہے لیکن قبول نہ جانے کب فرمائے لیکن رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ سے اس دکھ تکلیف کے آگاہ ہونے سے اور آپ ﷺ کے ہمارے حق میں دعائے مغفرت سے جلد شرف قبولیت کی توقع ہوتی ہے۔ اس لیے المدد یا رسول اللہ کہنا اصل میں المدد یا اللہ عزوجل ہی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدۃ النعمان میں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''قصیدہ اطیب النغم'' اور بہت سے دیوبندی علماء کرام نے بھی آپ ﷺ کو مصیبت، دکھ، تکلیف سے نجات کے لیے پکارا ہے۔

نوٹ:۔ ''قصیدہ النعمان'' کا ترجمہ و شرح مولانا محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے اور قصیدہ اطیب النغم کا ترجمہ و شرح پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

اس ضمن بحث کے بعد ہم پھر معراج النبی ﷺ کی طرف آتے ہیں۔ پیچھے مذکورہ قرآنی آیت اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث معراج جو کہ واقعہ معراج کا سب سے مستند ماخذ ہیں ان میں کہیں بھی یہ نہیں آیا کہ آپ کو معراج خواب میں ہوئی۔ کچھ لوگ آپ ﷺ کی معراج جسمانی کے قائل نہیں وہ اپنے شکوک وشبہات بیان کرتے ہیں۔ اب ان شکوک و شبہات کا بھی سرسری جائزہ لے لیتے ہیں۔ تاکہ آپ کی معراج جسمانی پر وارد اعتراضات وشبہات دور ہوجائیں اور حق واضح ہوجائے۔

سورہ بنی اسرائیل (سورہ اسراء) پ ۱۵ کی آیت نمبر ۶۰ میں ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔

اور نہیں کیا ہم نے اس رویا کو جو آپ کو دکھائی (اے محبوب ﷺ) لیکن آزمائش لوگوں کے لیے ہے۔

بعض مفسرین نے اس آیہ کریمہ کو معراج پر محمول کیا ہے۔

'عام طور پر رویا کے معنی ''خواب'' کے ہیں لہذا جو معراج کے خواب میں ہونے کے قائل ہیں وہ اس آیت کو بطور ثبوت کے پیش کرتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ رویاء ''خواب'' کے معنی کے علاوہ رویت بصری کے معنی میں آتا ہے۔ خصوصا رات میں جسمانی آنکھ سے دیکھنے کے معنی میں۔ یہ لفظ اکثر استعمال ہوتا ہے۔ نیز صحیح بخاری کتاب التفسیر کے باب وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ کی تفسیر میں ہے۔

عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ مَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِیْ اَرَیْنَاکَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ قَالَ هِیَ رُؤْیَا عَیْنٍ اُرِیْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِهٖ۔

عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آیت ''ہم نے جو رویا تجھ کو دیکھایا اس کو نہیں بنایا لیکن لوگوں کے لیے آزمائش'' کے بارے میں انھوں نے فرمایا۔ یہ چشم سر سے دیکھنا ہے (خواب نہیں) کہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ کو شب اسراء میں دکھایا گیا۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب المناقب باب المعراج میں بھی ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب القدر باب وماجعلنا الرویا التی اریناک الافتنۃ للناس میں بھی ہے۔رویاء عربی زبان میں ''دکھاوا'' کو کہتے ہیں یعنی ''جو دیکھنے میں آئے'' اسی لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کا درج ذیل ترجمہ کیا ہے۔

''اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو''

اور صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ ''یعنی اہلِ مکہ کی (آزمائش کو) چنانچہ جب سید عالم ﷺ نے انہیں واقعہ معراج کی خبر دی تو انھوں نے اس کی تکذیب کی (جھٹلایا) اور بعض مرتد ہوگئے اور تمسخر سے عمارت بیت المقدس کا نقشہ دریافت کرنے لگے۔ حضور ﷺ نے سارا نقشہ (بفضل الٰہی) بنا دیا اس پر کفار آپ کو ساحر کہنے لگے۔''

اس سے واضح ہوگیا کہ خواب میں معراج ہونے کے قائلین کا مدعا قطعی باطل ہے۔اور معراج بلاشبہ جسمانی ہی ہوئی۔

اس کے علاوہ جمہور علماء کا مذہب یہی ہے کہ معراج جسمانی ہے اور خواب کی

حالت میں نہ تھی۔ اس کے لیے چند عقلی دلیلیں بھی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) یہ ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں کہ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ میں لفظ عبدہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ معراج جسمانی ہوئی کیونکہ عبدہ کا اطلاق جسم اور روح دونوں پر ہوتا ہے۔

(۲) اگر معراج واقعی خواب میں ہوئی ہوتی اور آپ نے خواب میں معراج ہونے کا دعویٰ کیا ہوتا تو کفار آپ کی تکذیب کیوں کرتے کیونکہ خواب میں انسان جو چاہے دیکھ اور کر سکتا ہے اور کوئی اس سے انکار بھی نہیں کر سکتا۔

(۳) اور آیہ کریمہ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (مگر لوگوں کی آزمائش کو) بھی معراج جسمانی کی دلیل ہے۔ کیونکہ اگر معراج عام خواب ہی ہوتی تو اس میں لوگوں کی آزمائش کا کیا مطلب ہے؟

(۴) اللہ تعالیٰ نے واقعہ معراج کو قرآن مجید میں بیان فرمایا اگر یہ خواب میں یا روحانی طور پر ہوتی تو اسے اتنے اہتمام سے بیان نہ کیا جاتا۔

(۵) واقعات معراج میں آپ کا براق پر سوار ہونا، دودھ کا پیالہ پینا وغیرہ جو مذکور ہے اس سے بھی معراج جسمانی ثابت ہوتی ہے کیونکہ یہ جسم کے لیے ہے نہ کہ روح کے لیے، روح کو تو کھانے پینے کی کچھ بھی حاجت نہیں ہوتی اور روح تو کہیں بھی جا سکتی ہے اس لیے براق کا اہتمام کرنے کی کیا ضرورت؟

جو یہ کہتے ہیں کہ معراج صرف روح کو ہوئی تو انہیں خدا کی قدرت پر اعتبار نہیں؟ ان کا شاید یہ خیال ہے کہ اللہ ایسے کرنے پر قادر نہیں؟

بے شک! اللہ قدرت والا ہے۔

''اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْ ٍٔ قَدِیْرٌ''

نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جو روایتیں منقول ہیں کہ

(۱) مَا فَقَدَتْ جَسَدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ

معراج کی رات میں نے رسول اللہ ﷺ کا جسم مبارک گم نہیں پایا۔

(۲) مَافُقِدَ جَسَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ

معراج کی رات حضور ﷺ کا جسد اقدس (گویا) کہیں گیا ہی نہیں تھا۔

یہ دونوں روایتیں صحیح نہیں ہیں۔

معراج رسول اللہ ﷺ کو ہجرت سے پہلے ہوئی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آپ سے شادی مبارک ہجرت کے بعد ہوئی۔ نیز ان سے یہ مطلب بھی نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معراج کا سفر اتنے کم وقت میں کرا دیا گویا کہ جسم مبارک گم ہونے ہی نہیں پایا۔ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے اور قرآن مجید کی آیات اس پر شاہد (گواہ) ہیں۔ اصحاب کہف جن پر اللہ تعالیٰ نے نیند طاری کر دی تو جب مدت دراز کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو جگایا تو وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں۔

قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ.
(سورۃ الکہف پ ۱۵ آیت نمبر ۱۹)

ان میں ایک کہنے والا بولا تم یہاں کتنی دیر رہے، کچھ بولے کہ ایک دن رہے یا دن سے کم۔

اور حضرت عزیر علیہ السلام کے قصے میں قرآن مجید میں ہے کہ

فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ۔
(سورۃ البقرۃ پارہ نمبر ۳ سورہ نمبر ۲۵۹)

پھر اللہ نے اسے مردہ رکھا سو برس پھر زندہ کر دیا۔ فرمایا تو یہاں کتنا ٹھہرا عرض کی دن بھر ٹھہرا ہوں گا یا کچھ کم فرمایا نہیں تجھے سو برس گزر گئے۔

اب بالکل واضح ہو گیا کہ واقعہ معراج اللہ تعالیٰ نے رات کے تھوڑے سے حصہ میں آپ کو کروایا۔

آخر میں میں حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑا شریف کی کتاب سیف چشتیائی کے

ص ۴۲ سے معراج کے بارے میں ایک اقتباس درج کرتا ہوں۔

''ہاں بعض احادیث کے الفاظ سے مثل بین النائم والیقظان یاھو نائم اور واستیقظت معلوم ہوتا ہے کہ معراج شریف بحالت منام ہوا ہے۔ سو اس کی نسبت قاضی عیاض اور احمد عسقلانی فرماتے ہیں کہ ان الفاظ میں کوئی حجت نہیں کیونکہ محتمل ہے کہ جبرائیل کے آنے کے قوت یا اسراء کے شروع میں آنحضرت ﷺ سوئے ہوئے ہوں۔ اور ان احادیث سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آپ تمام اسراء میں سوئے رہے ہوں۔ ہاں ثم استیقظت کا لفظ دلالت کرتا ہے اسراء کے وقوع پر بحالت منام و نیند کے۔ لیکن اس کے معنی صبح کرنے کے بھی ہیں یا محتمل ہے کہ اسراء کے بعد گھر میں سو گئے ہوں۔ اور محتمل ہے کہ یقظہ بمعنی ہوشیاری و افاقہ کے ہو جو اہل اللہ کو بعد از استغراق حاصل ہوتا ہے انتہی ملخص قولہما۔

اور انہی الفاظ مذکورہ کی طرح اختلافِ روایات کا بہ نسبت تعین مکان اسراء کے موجب تشتت و اضطراب معلوم ہوتا ہے مگر مرقاۃ اور لمعات میں وجہ بین الروایات اس طرح بیان کی گئی ہے کہ آں حضرت ﷺ شب اسراء میں ام ہانی کے گھر سوئے ہوئے تھے۔ اور ام ہانی کا گھر ابی طالب کے کوچہ میں تھا۔ پھر اس کے گھر کی چھت کھل گئی اور آں حضرت ﷺ نے بہ سبب اس کے کہ اس میں رہا کرتے تھے اس کو اپنا گھر کہا۔ اور اسی سے فرشتہ اترا اور آں حضرت ﷺ کو اس گھر سے نکال کر مسجد کعبہ کی طرف لے گیا۔ در حالیکہ آنحضرت ﷺ ام ہانی کے گھر آرام فرما رہے تھے اور نیند کا اثر باقی تھا۔ پھر حطیم سے باب مسجد میں لا کر آنحضرت ﷺ کو براق پر سوار کرایا۔ اور مکہ میں ہونا اس غرض سے بیان فرمایا کہ یہ واقعہ مکہ میں ہوا نہ مدینہ میں۔'' رئیس المکاشفین محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فتوحات کے باب ۳۶۷ میں لکھا ہے آں حضرت ﷺ کے لیے ۳۴ معراج ہوئے جن میں سے ایک

جسمی تھا اور باقی روحی عالم خواب میں۔

بے شک راویوں نے واقعات اسراءات روحی وجسمی کو ایک دوسرے سے جدا گانہ بیان کرنے میں تساہل کیا ہے جس کی وجہ سے یہ اختلاف واقع ہوا ہے۔

حضور ﷺ کا جامع المعجزات ہونا:

حضور ﷺ عالمِ انسانیت پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان ہیں۔ (سورہ ال عمرآن پ۴ آیت نمبر ۱۶۴) اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنی نوانسان کے تمام زمانوں سے بہتر زمانے میں مبعوث فرمایا (بخاری ومسلم) اسی طرح آپ کو بے مثل معجزات عطا فرمائے۔ آپ جامع المعجزات ہیں۔ جو جو معجزے دوسرے انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوئے۔ وہ تمام معجزے اور بہت سے دوسرے معجزے آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے۔ جیسے شق القمر، سورج کا روکنا، انگلیوں سے پانی جاری کرنا، تھوڑے کھانے کو زیادہ کرنا، (زمین پر ایڑی مار کر) چشمہ جاری کرنا، درخت کا گفتگو کرنا، کھجور کے تنے کا فراق میں رونا، (جو بقول امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ (مردوں کے زندہ کرنا) سے بڑا معجزہ ہے۔ یہاں ہماری مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مرتبہ گھٹانا ہرگز نہیں ہے۔) جمادات وحیوانات کا سلام کرنا، مریضوں کو شفا دینا، دعا کا قبول ہونا اور تھوڑے پانی سے پورے لشکر کو سیراب کرنا وغیرہ۔

آپ کے معجزات اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔ سابق انبیاء علیہم السلام ایک مخصوص طبقہ یا ایک مخصوص قوم کی طرف مبعوث ہوتے رہے اور ایک وقت میں کئی کئی انبیاء موجود تھے لیکن آپ کے زمانہ میں دوسرا کوئی نبی نہیں تھا اور آپ کو تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا جیسے بخاری ومسلم شریف میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

بعثت الی الناس عامة — مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔

قرآن مجید فرقان حمید بھی اس کا گواہ ہے۔ سورہ النساء پ ۵ آیت نمبر ۷۹ میں ہے۔

وَاَرْسَلْنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًاo	اور اے محبوب ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لیے رسول بھیجا اور اللہ کافی ہے گواہ

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَo	اور ہم نے آپ کو تمام عالموں (جہانوں) کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

الغرض آپ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کی طرف نبی اور رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق مختلف عالموں میں ہے اور ہر عالم کی مخلوق آپ کو نبی آخر الزمان جانتی اور مانتی ہے۔ جس طرح توحید پر تمام عالم گواہ ہیں اسی طرح آپ کی نبوت و رسالت پر بھی تمام عالم گواہ ہیں۔ اسی طرح آپ کی رحمت، تصرف اور معجزات کا ظہور بھی بحکم الٰہی ان تمام عالموں میں ہوا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ عالم میں کس کس قسم کی چیزیں داخل ہیں۔ تاکہ معلوم ہو کہ حضرت کے دستِ تصرف سے کوئی قسم باہر تو نہیں رہ گئی۔ ورنہ یہ دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کہ عالم میں کوئی شے ایسی نہیں جس پر بحکم خداوندی آپ کی رحمت اور دستِ تصرف نہ پہنچتا ہو۔ پس جاننا چاہیے کہ عالم دو قسم کا ہے۔

(۱) عالم معانی (۲) عالم اعیان

عالم معانی میں وہ چیزیں داخل ہیں جو بذات خود قائم نہیں، دوسری چیزوں میں ہو کر پائی جاتی ہیں اور انہیں عرض کہتے ہیں۔ جیسے علم و کلام اور رنگ و بو وغیرہ۔

عالم اعیان میں وہ چیزیں داخل ہیں جو بذات خود قائم ہیں اور انہیں جوہر بھی کہتے ہیں جیسے زمین، آسمان، آدمی، درخت وغیرہ

پھر عالم اعیان کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ذوی العقول (۲) غیر ذوی العقول

ذوی العقول وہ جو عقل رکھتے ہیں مثلاً ملائکہ، انسان، جنات وغیرہ

غیر ذوی العقول وہ جو عقل نہیں رکھتے ہیں مثلاً جمادات وحیوانات۔

پھر عالم ذوی العقول کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) عالم ملائکہ (۲) عالم انسان (۳) عالم جنات

عالم غیر ذوی العقول، اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) عالم علوی (۲) عالم سفلی

عالم علوی جیسے آسمان اور ستارے وغیرہ۔

عالم سفلی یعنی وہ اجسام جو آسمان کے تلے ہیں۔ جیسے زمین

پھر عالم سفلی بھی دو قسم پر ہے۔

(۱) عالمِ بسائط جیسے عناصر اربعہ یعنی آب وآتش اور ہوا وخاک

(۲) عالم مرکبات یعنی جمادات، حیوانات، نباتات جنہیں موالید ثلاثہ کہتے ہیں یعنی عالم مرکبات کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) عالم جمادات (۲) عالم حیوانات (۳) عالم نباتات

اس بیان سے معلوم ہوا کہ عالم کے کل اقسام نو ہوئے۔

(۱) عالم معانی (۲) عالم ملائکہ (۳) عالم انسان (۴) عالم جنات (۵) عالم علوی (۶) عالم بسائط (۷) عالمِ حیوانات (۸) عالمِ نباتات (۹) عالمِ جمادات

حضور ﷺ کا عالم معانی میں تصرف اور معجزات

(۱) عالم معانی میں سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے جو سات ہزار سات سو معجزوں پر مشتمل ہے۔ من جملہ ان کے ایک معجزہ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت

ہے باوجودیکہ آپ ﷺ امی تھے اور عرب کے لوگوں میں بڑے فصیح و بلیغ کلام کرنے والے بھی تھے لیکن جب آپ نے فاتوا بسورۃ من مثلہ کا ڈنکا بجایا تو کسی کی مجال نہ ہوئی کہ ایک ڈیڑھ سطر کی سورت، سورۃ کوثر کے مثل، تو بنا کر پیش کرتے۔

ایسے تھے آپ امی، کھولی زبان جس دم
دم بھر میں بے زبان تھے سارے زبان والے

قصیدہ اطیب النغم میں ہے۔

وَرَاعَتْ بَلِيْغُ الْآيٖ كُلَّ مُجَادِلٍ
خَصِيْمٍ تَمَادٰى فِيْ مُرَاءِ الْمَطَالِبِ

ترجمہ:۔قرآن کریم کی فصیح و بلیغ آیات نے ہر جھگڑالو مخالف کو خوفزدہ کر دیا۔ جو مباحث علمیہ میں جھگڑا کرنے میں حد سے تجاوز کر جایا کرتا تھا۔

اس کے علاوہ عالم معانی کے اندر علماء نے حضور ﷺ کے صدہا معجزات کا بیان فرمایا ہے۔ شاید ہی کوئی دن جاتا ہوگا جس میں اس باب میں کوئی نہ کوئی معجزہ واقع نہ ہوا ہوگا۔ پس ایسے معجزات کو کہاں تک بیان کیا جا سکتا ہے۔ البتہ چند حدیثیں عرض کروں گا۔ جن کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

(۲) صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ (متفق علیہ)

اگر دین ثریا پر بھی لٹکا ہوا ہوگا تو بھی بعض لوگ اسے پالیں گے۔

اس حدیث میں حضور ﷺ نے خبر دی کہ فارس کے لوگوں میں بھی بڑے دین دار اور ذی علم ہوں گے کہ اگر حدیث کی مراد واقعی کو دریافت کرنے کے لیے اتنے غور و فکر کی مشقت برداشت کرنی پڑے گی جس قدر آسمان پر ثریا کے پاس جانے میں

ہوتی ہے تب بھی وہ اس کی مراد واقعی کو پالیں گے سو مطابق اس کے واقع ہوا۔
حضرت امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ جو نوشیرواں بادشاہ فارس کی اولاد سے ہیں اتنے بڑے دیندار عالم ہوئے کہ ان سے باعتبار دین کے اس امت مرحومہ کو فائدہ عظیم پہنچا۔

نوٹ: یہ حدیث مشکوٰۃ شریف باب جامع المناقب کی پہلی فصل میں بھی ہے۔ اور بخاری شریف کتاب التفسیر ''باب الجمعۃ'' میں بھی ہے۔

(۳) حاکم نے صحیح سند سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''عنقریب ایسا ہونے والا ہے کہ لوگ دور دراز سے علم کی طلب میں سفر کریں گے اور نہ پائیں گے کوئی زیادہ علم والا مدینہ کے عالم سے'' سو مطابق اس حدیث کے امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کا ظہور ہوا۔

اور حضرت سفیان بن عینیہ نے اس حدیث کا انطباق ان پر کیا۔ اسی مفہوم کی حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب العلم کی دوسری مفصل میں بھی ہے۔

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''قریش میں ایک بہت بڑا عالم ہوگا کہ زمین (والوں) کو علم سے مالا مال کر دے گا۔'' (بیہقی)

ابوداؤد میں ابن مسعودؓ سے بھی یہ روایت ہے۔ سو مطابق اس حدیث کے امام شافعیؒ ہوئے۔

امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کا انطباق امام شافعی پر کیا۔

(۵) بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ ازواج مطہرات کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا میری وفات

کے بعد تم میں سے سب سے پہلے وہ مجھ سے ملاقات کرے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔

قَالَتْ فَكُنَّ يَتَطَاوَلْنَ اَيَّتُهَا اَطْوَلُ يَدًا قَالَتْ فَكَانَتْ اَطْوَلَنَا يَدًا زَيْنَبُ لِاَنَّهَا كَانَتْ تَعْمَلُ بِيَدِهَا وَ تَصَدَّقُ ۔(مسلم باب من فضائل زینب ام المومنین رضی اللہ عنہا، بخاری کتاب الزکوٰۃ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں پھر ہم سب اپنے اپنے ہاتھ ناپنے لگیں کہ کس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہیں، لیکن سب سے زیادہ لمبے ہاتھ حضرت زینب کے تھے، کیونکہ وہ اپنے ہاتھوں سے کام کاج کرتی تھیں اور صدقہ و خیرات کرتی تھیں۔

حضرت زینب کی وفات کے بعد ازواج مطہرات سمجھیں کہ اطولکن یدا سے مراد مجازی معنی تھے نہ کہ حقیقی۔

بحر حال یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور حضرت ام المساکین نے سب سے پہلے آپ سے ملاقات کی۔

(۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ ﷺ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَ اَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَ نَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ ۔(صحیح بخاری کتاب بدا الخلق پارہ ۱۳)

نبی رحمت ﷺ نے ہمارے ساتھ ایک ایسی نشست فرمائی جس میں آپ نے ہمیں ابتدائے خلق سے لے کر اہل جنت کے جنت میں داخل ہونے اور اہل دوزخ کے دوزخ میں داخل ہونے تک کی خبریں دیں۔ اور یاد کرنے والوں نے اسے یاد کرلیا اور بھولنے والے بھول گئے۔

(۷) حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا نِ الْفَجْرَ وَ صَعِدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرِ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَ بِمَا هُوَ كَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا۔ (مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ مشکوٰۃ، باب فی المعجزات تیسری فصل)

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر جلوہ افروز ہو گئے اور ہمیں خطاب فرمانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ پس آپ نیچے تشریف لائے اور نماز (ظہر) پڑھی پھر آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ہمیں خطاب فرمانا شروع کیا یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا۔ آپ پھر (منبر سے) نیچے تشریف لائے اور نماز پڑھی آپ پھر منبر پر جلوہ افروز ہو گئے اور ہمیں خطاب فرمانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ حضور ﷺ نے ہمیں (فجر سے غروب شمس تک) مکان و ما یکون کی خبر دی۔ پس ہم نے خوب جان لیا اور اچھی طرح یاد کر لیا۔

(۸) صحیح مسلم شریف کتاب الفتن وَاَشْرَاطِ السَّاعَةِ میں ہے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهٖ ذٰلِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ وَ نَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ قَدْ عَلِمَهٗ اَصْحَابِيْ هٰؤُلَاءِ وَ اِنَّهٗ لَيَكُوْنُ مِنْهُ الشَّيْءُ قَدْ نَسِيْتُهٗ فَاَرَاهُ فَاَذْكُرُهٗ كَمَا يَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ اِذَا غَابَ عَنْهُ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہمارے سامنے کھڑے ہوئے اور آپ نے اس وقت سے لے کر قیامت تک ہونے والی تمام چیزوں کو بیان کر دیا، جس نے ان کو یاد رکھا، اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا، اس واقعہ کو میرے یہ اصحاب

ثُمَّ اِذَا رَاٰہُ عَرَفَہٗ۔

جانتے ہیں۔ بعض چیزوں کو میں بھول گیا لیکن جب میں نے ان کو دیکھا تو وہ یاد آ گئیں، جس طرح کوئی شخص کسی کا چہرہ دیکھ کر بھول جاتا ہے اور جب وہ سامنے آتا ہے تو اس کو پہچان لیتا ہے

اب یہاں کوئی یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ حضور ﷺ کو قیامت تک کا علم کس طرح سے حاصل ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب بتا رہا ہے کہ میرے علاوہ کسی کو علم غیب نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے۔ اس کے علاوہ کسی کو علم غیب حاصل نہیں۔ اور جو کسی کو علم غیب حاصل ہے تو وہ اللہ کے عطا کرنے سے ہی ہے۔ کسی کے پاس اپنا ذاتی علم نہیں۔ اور وہ جس کو جتنا چاہے عطا کرسکتا ہے جو حضور ﷺ کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں تو شاید انہیں یہ شبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو علم غیب عطا کرنے پر قادر ہی نہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب کے لیے یہ انتہائی معمولی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ عالم الغیب کا علم تو لامحدود اور ذاتی ہے۔ اس کے لیے کوئی چیز غیب ہے ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب کے علم کی مثال اس سمندر کی سی ہے جس کی کوئی حد ہی نہیں جس کے کنارے ہی نہیں پھر اس کی وسعت کا اندازہ کس طرح ہوسکتا ہے؟ یہ ناممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ عالم الغیب نے حضور ﷺ کو جو علم غیب عطا فرمایا ہوا ہے وہ اللہ کے علم کے بحر بے پیدا کنار کا ایک قطرہ کہہ لیں یا وہ ایک قطرہ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ بلاشبہ اس چیز پر قادر ہے کہ وہ جس کو جتنا چاہے علم غیب عطا فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے جب قلم کو پیدا فرمایا تو اسے کہا "لکھ" تو اس قلم کو روزِ ازل سے لے کر روزِ آخر تک کی تمام چیزوں، تمام انسانوں، تمام مخلوقات کا علم صرف اللہ کے ایک ہی دفعہ کہنے سے

حاصل ہو گیا یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ہر چیز اور ہر انسان کے مکمل حالات علیحدہ علیحدہ کر کے لکھائے ہوں۔

شیطان نے گمراہ کرنے کا اختیار مانگا تو ایک ہی دفعہ میں یہ اختیار دے دیا۔

وہ پوری دنیا میں ہر انسان کو گمراہ کر سکتا ہے۔ راہ راست سے ہٹا سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس سے محفوظ فرما دیتا ہے۔

اب چند حدیثیں بھی اسی مفہوم کی ملاحظہ فرمالیں۔

صحیح بخاری شریف کتاب الصلوۃ باب التشہد فی الاخرۃ میں نماز کی آخری رکعت میں تشہد میں پڑھا جانے والا مسنون سلام اس طرح سے ہے۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ۔	تمام زبانی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں سلام ہو آپ پر اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر

اس کے بعد حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔

فَاِنَّكُمْ اِذَا قُلْتُمُوْهَا اَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلّٰهِ صَالِحٍ فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔	جب تم اس طرح کہو گے تو یہ سلام اللہ تعالیٰ کے ہر نیک بندے کو پہنچ جائے گا خواہ وہ آسمان میں ہو یا زمین میں

جب اللہ تعالیٰ یہ سلام زمین و آسمان کے ہر نیک بندے (جو اربوں میں ہیں) تک پہنچا سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ رسول پاک ﷺ کو ما کان و ما یکون کا علم کیوں نہیں عطا فرما سکتا؟ ضرور عطا فرما سکتا ہے اور اس نے آپ کو عطا فرمایا ہوا ہے۔

امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مَلَكًا اَعْطَاهُ اَسْمَاءَ الْخَلَائِقِ قَائِمٌ عَلٰى	بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی اسماع (یعنی سب کی

قَبْرِیْ مَا مِنْ اَحَدٍ یُّصَلِّیْ عَلَیَّ صَلٰوۃً اِلَّا بَلَغَنِیْھَا۔

آوازیں سننے کی طاقت) عطا فرمائی ہے اور وہ میری قبر انور پر مقرر ہے تو کوئی درود بھیجنے والا کسی وقت، کہیں سے مجھ پر درود نہیں بھیجتا مگر وہ فرشتہ اس کا درود مجھے پہنچا دیتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو مخلوقات کی اسماع کی طاقت عطا کر سکتا ہے تو پھر حضور کو ما کان وما یکون کا علم کیوں نہیں عطا کر سکتا ہے؟ ضرور کر سکتا ہے۔

حضور علیہ السلام کے علم غیب کے منکرین لوگوں کو وہ آیتیں سنا سنا کر گمراہ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ عالم الغیب نے اپنے ذاتی اور لامحدود علم غیب کے لیے بیان فرمائی ہوئی ہیں۔ حالانکہ ہم ان کے قطعی منکر نہیں ہیں۔ ہم عطائی اور محدود کا ذکر کرتے ہیں اور اسے کے قائل ہیں نا کہ ذاتی اور لامحدود کے۔ ہم قطعی طور پر اس علم کے عطا کرنے کا دعویٰ نہیں کرتے جو کہ اللہ تعالیٰ نے عطا ہی نہیں کیا ہوا۔

اور یہ جو ہم ما کان وما یکون (جو ہو چکا اور جو ہونے والا) کا علم حضور علیہ السلام کے لیے مانتے ہیں تو یہ وہی علم ہے جو اللہ نے آپ کو عطا کیا اور جو اللہ تعالیٰ عالم الغیب نے آپ کو عطا نہیں کیا اس کو قطعاً اس میں شامل نہیں کرتے۔

ترمذی شریف ابواب القدر کے باب ماجاء ان اللہ کتب کتابا لاھل الجنۃ واھل النار میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں (ایک دن) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، آپ کے دستِ مبارک میں دو کتابیں تھیں آپ نے فرمایا کیا تم ان دو کتابوں کے بارے میں جانتے ہو؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم ناواقف ہیں لہذا آپ ہمیں بتا دیں۔ فرمایا کہ یہ کتابیں اللہ رب العالمین کی طرف سے ہیں داہنے ہاتھ والی کتاب میں اہل جنت کے نام مع ولدیت وقبائل کی تفصیل کے ساتھ درج ہیں پھر آخر میں ان کی اجمالی تعداد درج کی گئی ہے جس میں قیامت تک اضافہ اور کمی ممکن نہیں پھر بائیں ہاتھ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا اس میں دوزخیوں کے نام ان کے آباؤ اجداد اور قبائل کے نام درج ہیں پھر ان کا اجمال

بھی آخر میں موجود ہے جس میں قیامت تک اضافہ اور کمی ممکن نہیں یہ سن کر صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ اب عمل کی کیا ضرورت ہے جب سب کچھ لکھا جا چکا ہے اور امر مقدر ہو گیا ہے سرکار نے فرمایا: تم اپنے اعمال کو درست کر کے تقرب الٰہی حاصل کرو کیونکہ جنتی کا خاتمہ نیک عمل پر ہی ہوتا ہے اگر چہ درمیان میں کیسے ہی کام کرتا رہے اور دوزخی کا خاتمہ بھی بداعمالی پر ہی ہوگا اگر چہ وہ اس درمیانی عرصہ میں کتنے ہی نیک کام کرتا رہا ہو اس کے بعد سرکار نے ان کتابوں کو پس پشت ڈال کر فرمایا تمہارا رب اپنے بندوں سے فارغ ہو گیا ایک جماعت جنتی ہے اور ایک دوزخ میں جائے گی۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف بَابُ الْاِیْمَانِ بِالْقَدَرِ کی دوسری فصل میں بھی ہے
مشکوٰۃ شریف باب المساجد ومواضع الصلوۃ کی تیسری فصل میں ہے

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نماز فجر میں رسول اللہ ﷺ اتنی دیر سے تشریف لائے کہ ہمیں یہ ڈر ہونے لگا کہ اب سورج طلوع ہو جائے گا آپ عجلت سے تشریف لائے اقامت کہی گئی اور حضور نے اختصار کے ساتھ قرأت کر کے نماز پڑھائی نماز کے بعد آپ نے فرمایا کہ تم لوگ ایسے ہی بیٹھے رہو جس طرح نماز میں بیٹھے تھے پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا میں تمہیں آج کی تاخیر سے آمد کی وجہ بتاتا ہوں۔ میں رات کو عبادت کے لیے کھڑا ہوا وضو کیا اور نماز پڑھی جتنی کہ مقدور ہو چکی تھی۔ پھر مجھے نماز میں اونگھ آئی اور جسم بھاری ہو گیا تو میں نے رب تعالیٰ کو اس کی شان کے مطابق اچھی صورت میں دیکھا۔ رب کریم نے فرمایا ''یا محمد'' میں نے عرض کیا میرے رب میں حاضر ہوں۔

رب کریم نے فرمایا کہ ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس بات میں مصروف بحث ہیں میں نے عرض کیا مجھے علم نہیں رب کریم نے اس جملہ کا تین بار اعادہ فرمایا اور میں نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا تو میں نے دیکھا کہ رب کریم نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کاندھوں کے درمیان رکھا اور دست قدرت کی انگلیوں کی ٹھنڈک میں نے

اپنے سینے میں محسوس کی اس کے بعد ہر چیز مجھ پر عیاں ہوگئی اور تمام علوم حاصل ہو گئے اور میں نے سب کو پہچان لیا اس کے بعد پھر رب تعالیٰ نے فرمایا ''یا محمد'' میں نے کہا اے رب میں حاضر ہوں پھر رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس بارے میں مصروف گفتگو ہیں میں نے عرض کیا کہ کفارات کے بارے میں۔ رب کریم نے دریافت فرمایا وہ کیا ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ پیدل نماز باجماعت کے لیے مسجد جانا نماز کے بعد مسجدوں میں انتظار نماز کرنا اور ناگواری کے وقت مکمل وضو کرنا۔ اس کے بعد رب تعالیٰ نے فرمایا اس کے علاوہ کس چیز میں مصروف بحث ہیں. میں نے کہا درجات کے بارے میں۔ رب کریم نے فرمایا وہ کیا ہیں میں نے جواب دیا کہ غریبوں کو کھانا کھلانا، نرم گفتگو کرنا، جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو نماز پڑھنا پھر رب تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا مانگو جو کچھ مانگنا ہے میں نے کہا خداوندا میں تجھ سے اچھے کاموں کے کرنے برائیوں سے بچنے اور مساکین سے محبت کا سوال کرتا ہوں تو میرے لیے مغفرت اور رحم فرما اور جب تو کسی قوم کو آزمائش میں مبتلا کرے تو مجھے اس میں مبتلا فرمائے بغیر اپنی طرف بلالے۔ خداوندا میں تیری محبت اور اس کی محبت جو تجھ کو محبوب رکھتا ہو اور ایسے عمل کی محبت جو تیرے قرب خاص کا سبب بنے ان کا سوال کرتا ہوں اور جو خواب کہ میں نے نقل کیا ہے درست ہے۔ اس کو سیکھو اور دوسروں کو بتاؤ (احمد و ترمذی) امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن اور صحیح ہے اور میں نے محمد بن اسماعیل سے اس کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

منکرین علم غیب مصطفیٰ ﷺ بعطائے الٰہی اس صحیح حدیث کو پڑھ کر مان لو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام علوم عطا فرمادیے۔

اب میں مشکوٰۃ شریف باب الایمان بالقدر کی پہلی فصل کی ایک اور صحیح حدیث پیش کرتا ہوں۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت آدم و موسیٰ علیہما السلام آپس میں رب تعالیٰ کے سامنے مصروف مذاکرہ ہوئے اور اس مذاکرہ میں جناب آدم موسیٰ پر غالب ہوئے جناب موسیٰ نے حضرت آدم سے کہا اے آدمؑ آپ وہ شخصیت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اپنی روح پھونکی پھر فرشتوں کا مسجود بنایا اپنی جنت میں رکھا لیکن آپ کی لغزش کی وجہ سے بندوں کو زمین کی طرف اتار دیا جناب آدم نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ اے موسیٰ آپ بھی وہ شخصیت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور کلام کے شرف سے مشرف فرمایا آپ کو الواح توریت ملیں جن میں ہر چیز کا بیان تھا اور سرگوشی کے لیے آپ کو تقرب عطا ہوا اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ میری تخلیق سے کتنے سال قبل اللہ رب العالمین نے الواح توریت لکھیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا چالیس سال تب آدم علیہ السلام نے جناب موسیٰ سے دریافت کیا کہ آپ کو توریت میں یہ آیت نہ ملی و عصیٰ ادم ربہ فغوی۔

جناب موسیٰ نے فرمایا یہ آیت ملی ہے تب جناب آدم نے فرمایا کیا آپ مجھے ایسے عمل پر ملامت کرتے ہیں جو میری تخلیق سے چالیس سال قبل کہا جا چکا ہے اور اللہ نے لکھ دیا تھا کہ میں یہ کام کروں گا سرکار نے فرمایا کہ آدم موسیٰ پر غالب آئے (مسلم شریف) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ الواح توریت میں ہر چیز کا بیان تھا۔ یہ مجھے معلوم نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور تک کی ہر چیز کا بیان تھا کہ آئندہ کا بھی بیان تھا۔ لیکن قرآن مجید میں ہر چیز کا بیان ہے اور یہ قیامت تک کی ہر چیز کا بیان ہے۔ قرآنی آیات ملاحظہ فرمائیں۔

پ ۷ سورہ الانعام آیت نمبر ۳۸ میں ہے۔

مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ۔ — ہم نے کتاب میں بیان کرنے سے کوئی چیز نہیں چھوڑی

(پ ۷ سورہ الانعام آیت نمبر ۵۹) میں ہے۔

لَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ○

نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک مگر وہ ایک کھلی کتاب میں ہے

(پ ۱۴ سورہ النحل آیت نمبر ۸۹) میں ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ۔

اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ (ترجمہ اعلیٰ حضرت)

ہم نے آپ پر یہ قرآن اتارا ہے جو کہ تمام باتوں کا بیان کرنے والا ہے۔ (ترجمہ مولوی اشرف علی)

پ ۱۳ سورہ یوسف آیت نمبر ۱۱۱ میں ہے۔

مَا کَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَلٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ وَتَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ

یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں لیکن اپنے سے اگلے کاموں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کا مفصل بیان (ترجمہ اعلیحضرت)

یہ (قرآن) کچھ بنائی ہوئی بات نہیں لیکن موافق ہے اس کلام کے جو اس سے پہلے ہے اور بیان ہر چیز کا (ترجمہ مولوی محمود حسن دیوبند)

پ ۲۰ سورہ النمل آیت نمبر ۷۵ میں ہے۔

اور کوئی چیز نہیں جو غائب ہو آسمان اور زمین میں مگر موجود ہے کھلی کتاب میں (ترجمہ مولوی محمود حسن)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن مجید فرقان مجید میں ہر چیز بیان کر دی گئی ہے اور حضور ﷺ مفسر قرآن ہیں۔ تو ان کو بھی ہر چیز کا علم ہو گیا۔ قرآن کہتا ہے اقیموا الصلوۃ (نماز قائم کرو) لیکن اس کا طریقہ، اس کے اوقات کون سے امور سے نماز ٹوٹ جائے اور کن سے نہ ٹوٹے اور اسی طرح دوسرے احکام حضور ﷺ نے بیان فرمائے یعنی اقیموا الصلوۃ کی صحیح تفسیر اور اس میں کیا کچھ چھپا ہوا ہے آپ کو ہی معلوم تھا۔

اے منکر علم غیب مصطفیٰ ﷺ بعطائے الٰہی مان جا مان جا کیوں قرآنی آیات کا منکر ہو رہا ہے کیوں صحیح احادیث کا منکر ہو رہا ہے کیوں اپنی آخرت برباد کر رہا ہے۔ سوچ نہ، صرف ایمان لا۔ نکتہ چینی نہ کر صرف ایمان لا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومنوں کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ بن دیکھے ایمان لاتے ہیں۔ حضور ﷺ کے علم غیب عطائی کو عقل سے نہ پرکھ ایمان لا اور یہ پختہ عقیدہ رکھ کر اللہ تعالیٰ کے بعد کسی کو جو بھی فضل، خوبی، علم، فضیلت، بزرگی، شان حاصل ہے حضور ﷺ میں ان سب سے بڑھ کر وہ فضل، خوبی، علم، فضیلت، بزرگی اور شان ہے۔ کسی بھی چیز کا مرتبہ، رتبہ، فضیلت حضور ﷺ کے مرتبہ، رتبہ، فضیلت سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اگر کسی چیز میں کوئی علم، خوبی ہو تو حضور ﷺ میں اس سے بڑھ کر اس کے ہونے کا ایمان اور عقیدہ رکھ اور اس کو عقل کے پیمانے سے نہ پرکھ۔

مشکوٰۃ شریف کتاب العلم کی تیسری فصل میں صحیح حدیث ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وِعَائَیْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهٗ فِیْكُمْ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهٗ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ یَعْنِیْ مَجْرَی الطَّعَامِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ سے دو قسم کا علم حاصل کیا ہے ان میں سے ایک تو لوگوں کے سامنے پیش کر دیا ہے لیکن اگر دوسرا بھی پیش کر دوں تو میرا گلا کاٹ دیا جائے یعنی کھانا کھانے کی رگیں (بخاری)

یہ حدیث بخاری شریف کتاب العلم "باب حفظ العلم" میں ہے منکرین علم غیب رسول اللہ ﷺ بعطائے الٰہی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم دیا ہے اس کو مان لو، تمہارے پاس بھی اسی ایک قسم کا علم پہنچا ہے۔ حضور ﷺ کو تمام قسم کا علم جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا وہ تو تم کو معلوم ہی نہیں، وہ تم تک پہنچا ہی نہیں، پھر اعتراضات کیوں کرتے ہو۔ اگر کسی چیز کا علم نہ ہونے کی حدیثیں جو تم پیش کرتے ہو اگر پہلے اس کا علم نہیں بھی تھا تو بعد میں جب اللہ تعالیٰ کے بتانے سے اس کا علم حاصل ہو گیا تو پھر اس چیز کا علم تو حاصل ہو گیا نا، پھر اعتراض کا ہے کا رہا۔

حضور ﷺ کے علم غیب عطائی، محدود کے متعلق علماء اہل سنت و جماعت نے

بہت سی کتب اور رسالے تصنیف فرمائے ہیں آپ کی معلومات کے لیے ان میں سے کچھ یہاں درج کر دیتا ہوں تا کہ آپ ان سے تفصیلی مطالعہ کر سکیں۔

(۱) الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۲) علم غیب رسول اللہ ﷺ۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۳) الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ۔ صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

(۴) علم غیب النبی ﷺ۔ علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

(۵) علوم نبوت۔ از افادات پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

(۶) علم غیب رسول اللہ ﷺ۔ علامہ سید محمود احمد رضوی

(۷) مسئلہ علم غیب وتوسل۔ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

(۸) علم خیر الانام۔ مولانا عبدالباسط محمد عبدالسلام رضوی نقشبندی

(۹) علم الرسول ﷺ۔ علامہ فیض احمد اویسی

(۱۰) غیب کی خبریں۔ مفتی حافظ محمد نعیم اختر نقشبندی

(۱۱) علم غیب۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

(۱۲) زلزلہ۔ علامہ ارشد القادری

حضور ﷺ کا عالم ملائکہ میں تصرف اور معجزات

(۱) مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب فی المعجزات کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَاَیْتُ عَنْ یَمِیْنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَعَنْ شِمَالِہٖ یَوْمَ اُحُدٍ رَجُلَیْنِ عَلَیْھِمَا ثِیَابٌ بِیْضٌ یُقَاتِلَانِ کَاَشَدِّ الْقِتَالِ مَارَاَیْتُھُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ یَعْنِیْ جِبْرَئِیْلَ وَ مِیْکَائِیْلَ۔ (متفق علیہ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے احد کے روز رسول اللہ ﷺ کی داہنی اور بائیں جانب دو شخص سپید پوش (سفید کپڑے پہنے ہوئے) دیکھے کہ خوب قتال کر رہے ہیں اور انہیں میں نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا نہ بعد اس کے کبھی دیکھا یعنی حضرت جبرئیل و حضرت میکائیل

(بخاری شریف کتاب المغازی باب "اِذْ ھَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْکُمْ ......")

ملائکہ کا حضور ﷺ کی مدد کے لیے آنا یہ ایک واقعہ نہیں ہے اکثر غزوات میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی مدد کے لیے ملائکہ کو بھیجا ہے۔ چنانچہ جنگ بدر میں پانچ ہزار فرشتے مدد کو آئے جن کا کلام مجید میں ذکر ہے اسی طرح جنگ احد اور جنگ حنین میں بھی مدد کی۔

(۲) مشکوٰۃ شریف باب علامات النبوۃ کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ اَبُوْ جَھْلٍ ھَلْ یُعَفِّرُ مُحَمَّدٌ وَّجْھَہٗ بَیْنَ اَظْھُرِکُمْ فَقِیْلَ نَعَمْ فَقَالَ وَ اللَّاتِ وَالْعُزّٰی لَئِنْ رَاَیْتُہٗ یَفْعَلُ ذَالِکَ لَاَطَاَنَّ عَلٰی رَقَبَتِہٖ فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَھُوَ یُصَلِّیْ زَعَمَ لِیَطَأَ عَلٰی رَقَبَتِہٖ فَمَا فَجِئَھُمْ مِنْہُ اِلَّا وَ ھُوَ یَنْکُصُ عَلٰی عَقِبَیْہِ وَ یَتَّقِیْ بِیَدَیْہِ فَقِیْلَ لَہٗ مَالَکَ فَقَالَ اِنَّ بَیْنِیْ وَ بَیْنَہٗ لَخَنْدَقًا مِّنْ نَّارٍ وَّ ھَوْلًا وَ اَجْنِحَۃً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَوْدَنَا مِنِّیْ لَاخْتَطَفَتْہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ عُضْوًا عُضْوًا (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو جہل نے کہا: کیا محمد ﷺ تمہاری موجودگی میں اپنے چہرے کو خاک آلود کرتا ہے؟ کہا گیا: ہاں۔ اس نے کہا: قسم لات و عزیٰ کی، جب میں محمد ﷺ کو اپنا منہ خاک آلود کرتے دیکھوں گا (یعنی نماز پڑھتے) تو میں ان کی گردن کو پاؤں سے روند ڈالوں گا (کچل ڈالوں گا) وہ آیا اور رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے تو گمان کیا کہ حضور ﷺ کی گردن روند ڈالے۔ اپنے اسی ناپاک ارادے سے حضور کی طرف بڑھا اور فوراً ہی الٹے پاؤں پھرا اور ہاتھوں سے کسی چیز کو روکتا تھا۔ لوگوں نے پوچھا کہ "تجھے کیا ہوا"؟ کہنے لگا "میں نے اپنے اور محمد ﷺ کے درمیان آگ کی خندق دیکھی اور ڈر کی چیز اور پر (یعنی فرشتوں کے پر) آنحضرت ﷺ نے فرمایا، آگے بڑھتا تو فرشتے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے لے جاتے

(۳) صحیح بخاری شریف کتاب بدء الخلق باب ذکر الملائکۃ میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَهَا يَا عَائِشَةُ هٰذَا جِبْرِيْلُ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ فَقَالَتْ وَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ تَرٰى مَا لَا اَرٰى. تُرِيْدُ النَّبِيَّ ﷺ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبرئیل ہیں، جو تمہیں سلام کہہ رہے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ یا نبی اللہ! آپ انہیں دیکھ رہے ہیں لیکن مجھے نظر نہیں آتے۔

(۴) مشکوۃ شریف کتاب الرقاق بَابُ الْبُکَاءِ وَالْخَوْفِ کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنِّيْ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ وَ اَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءُ وَ حُقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا فِيْهَا مَوْضَعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَ مَلَكٌ وَّاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِلّٰهِ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّ لَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَّ مَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَآءِ عَلَى الْفُرُشَاتِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْاَرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَہْ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان چر چراتا ہے اور اس کا حق ہے کہ چر چرائے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اس پر چار انگل جگہ نہیں مگر اس پر کسی فرشتے نے اپنی پیشانی اللہ کے لیے سجدے میں رکھی ہوئی ہے۔ اگر تم جانتے جو میں جانتا ہوں تو کم ہنستے اور زیادہ روتے اور عورتوں سے بستروں پر کم لذت یاب ہوتے اور اللہ کی پناہ ڈھونڈنے جنگلوں میں نکل جاتے۔ حضرت ابوذر نے کہا: کاش! میں ایک کٹا ہوا درخت ہوتا۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

یاب

اس سے واضح ہے کہ حضور ﷺ سارے آسمان کو دیکھ رہے ہیں اور ان

فرشتوں کو بھی جو آسمان پر سجدہ ریز ہیں۔

یہ نگاہ مصطفیٰ ﷺ کی شان ہے کہ زمین و آسمان کی وسعتوں تک اس کی رسائی ہے۔

منکرین علم غیب رسول اللہ ﷺ کے لیے اس حدیث میں مقامِ غور ہے۔

حضور ﷺ کے عالمِ انسان میں معجزات وتصرفات:

(۱) صحیح مسلم شریف کتاب فضائل الصحابۃ باب من فضائل ابی ھریرہ الدوسی رضی اللہ عنہ میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ كُنْتُ اَدْعُوْا اُمِّیْ اِلَی الْاِسْلَامِ وَهِیَ مُشْرِكَةٌ فَدَعَوْتُهَا یَوْمًا فَاسْمَعَتْنِیْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا اَكْرَهُ فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَ اَنَا اَبْكِیْ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ یَّهْدِیَ اُمَّ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ اُمَّ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فَخَرَجْتُ مُسْتَبْشِرًا بِدَعْوَةِ النَّبِیِّ ﷺ فَلَمَّا جِئْتُ اِلَی الْبَابِ فَاِذَا هُوَ مُجَافٌ فَسَمِعَتْ اُمِّیْ خَشْفَ قَدَمَیَّ فَقَالَتْ مَكَانَكَ یَا اَبَاهُرَیْرَةَ وَ سَمِعْتُ خَضْخَضَةَ الْمَآءِ فَاغْتَسَلَتْ فَلَبِسَتْ دِرْعَهَا وَ عَجِلَتْ عَنْ خِمَارِهَا فَفَتَحَتِ الْبَابَ ثُمَّ قَالَتْ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ”میں اپنی ماں کو اسلام کی طرف دعوت کرتا تھا اور وہ مشرکہ تھی ایک دن میں نے اسے اسلام کے لیے کہا، اس نے حضور ﷺ کی شان میں کچھ گستاخی کی جو مجھے بہت ہی ناگوار گزری۔ میں روتا ہوا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ حضور ﷺ میری ماں کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت فرمائے۔ آپ نے فرمایا۔ ”اے اللہ ابوھریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔“ جب میں نے یہ دعا سنی تو خوش ہوتا ہوا گھر آیا، دیکھا دروازہ بند ہے، میری ماں نے پاؤں کی آواز سن کر کہا کہ ”وہیں ٹھہرو“ تو میں نے پانی کی آواز سنی، یہ معلوم ہوا کہ وہ نہا رہی تھیں۔ جب نہا کر ماں نے دروازہ کھولا تو انھوں نے کہا کہ ”اے ابوھریرہ! اشھد ان لا الہ الا اللہ

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَرَجَعْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ اَنَا اَبْكِیْ مِنَ الْفَرْحِ فَحَمِدَ اللّٰهَ۔

واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ میں خوش ہو کر شدت خوشی سے روتا ہوا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی ماں کے اسلام قبول کرنے کی خبر دی۔ حضور ﷺ حمد الٰہی بجالائے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف باب فی المعجزات کی پہلی فصل میں بھی ہے۔

سبحان اللہ! کیسی جلدی حضور ﷺ کی دعا نے تاثیر دکھائی اور کیسا کچھ آپ کا تصرف ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کے دل پر ظاہر ہوا کہ یا ایسی کافرہ شدید العناد تھی کہ حضور ﷺ کی جناب میں گستاخیاں کیا کرتی تھی یا دعا کرنی تھی کہ مسلمان ہو گئی۔

(۲) صحیح بخاری شریف کتاب الانبیاء میں ہے۔

عَنْ اَبُوْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ سَمِعْتُ مِنْكَ حَدِیْثاً كَثِیْرًا فَاَنْسَاهُ قَالَ اُبْسُطْ رِدَاءَكَ فَبَسَطْتُ فَغَرَفَ بِیَدِهٖ فِیْهِ ثُمَّ قَالَ ضُمَّهٗ ضَمَمْتُهٗ فَمَا نَسِیْتُ حَدِیْثاً بَعْدَهٗ۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! میں نے آپ کی بہت ساری حدیثیں سنی ہیں لیکن یاد کچھ بھی نہیں رہتا۔ فرمایا، اپنی چادر پھیلاؤ۔ میں نے پھیلا دی آپ نے اپنے ہاتھوں سے اس میں لپ بھر کر ڈالی اور فرمایا کہ اسے اپنے جسم سے لگا لو۔ پس میں نے لگا لی۔ تو اس کے بعد میں کبھی کسی حدیث کو نہیں بھولا۔

اسی مفہوم کی حدیث صحیح مسلم شریف کتاب فضائل الصحابۃ باب من فضائل ابی ھریرۃ الدوسی رضی اللہ عنہ میں بھی ہے۔

(۳) عائذ بن عمرو جنگ حنین میں زخمی ہوئے، حضور ﷺ نے ان کے چہرے سے خون پونچھا تو ان کی پیشانی آپ کے دست مبارک کے اثر سے روشن ہو گئی اور پھر ہمیشہ اتنی جگہ روشن رہی (طبرانی)

(۴) مشکوٰۃ شریف باب فی المعجزات کی دوسری فصل میں ہے۔

وَعَنْ اَبِی الْعَلَاءِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نَتَدَاوَلُ مِنْ قَصْعَةٍ مِنْ غُدْوَةٍ حَتَّى اللَّيْلِ يَقُوْمُ عَشَرَةٌ وَّيَقْعُدُ عَشَرَةٌ قُلْنَا فَمَا كَانَتْ تُمَدُّ قَالَ مِنْ اَيِّ شَيْئٍ تَعْجَبُ مَا كَانَتْ تُمَدُّ اِلَّا مِنْ هٰهُنَا وَ اَشَارَ بِيَدِهٖ اِلَى السَّمَآءِ۔ (رواہ الترمذی والدارمی)

ابو العلاء سے روایت ہے کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک پیالے سے صبح سے شام کھاتے رہے کہ دس اٹھتے اور دس بیٹھتے تھے۔ ہم عرض گزار ہوئے کہ کیا چیز بڑھا دیتی تھی؟ حضرت سمرہؓ نے فرمایا کہ تم کس بات پر تعجب کرتے ہو؟ اس میں اضافہ نہیں کیا جاتا تھا مگر ادھر سے اور اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ (ترمذی، دارمی)

(۵) مشکوٰۃ شریف باب جامع المناقب کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اُمِّ سُلَيْمٍ اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَسٌ خَادِمُكَ اُدْعُ اللّٰهَ لَهٗ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَ بَارِكْ لَهٗ فِيْمَا اَعْطَيْتَهٗ قَالَ اَنَسٌ فَوَاللّٰهِ اِنَّ مَالِيْ لَكَثِيْرٌ وَّاِنَّ وَلَدِيْ وَوَلَدَ وَلَدِيْ لَيَتَعَادُّوْنَ عَلٰى نَحْوِ الْمِائَةِ الْيَوْمَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ام سلیم (حضرت انس کی والدہ) سے روایت ہے کہ وہ عرض گزار ہوئیں یا رسول اللہ! انس آپ کا خادم ہے، اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے۔ آپ نے دعا فرمائی، اے اللہ! اسے مال و اولاد کی کثرت دینا اور جو عطا فرمائے اس میں برکت دینا۔ حضرت انس نے فرمایا کہ خدا کی قسم میرے پاس کثرت سے مال ہے۔ نیز آج میرے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد سو سے تجاوز کر گئی ہے۔ (متفق علیہ)

(۶) مسلم شریف کتاب اللباس والزینۃ میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک جبہ نکالا اور کہا۔

وَكَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَلْبَسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى يُسْتَشْفٰى بِهَا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس جبہ کو پہنتے تھے، ہم اس جبہ کو دھو کر اس کا پانی بیماروں کو پلاتے ہیں اور اس جبہ سے ان کے لیے شفا طلب کرتے ہیں۔

اس کا اثر یہ ہوتا کہ بیماروں کو شفا ہو جاتی۔

(۷) عقبہ کی زوجہ کہتی ہیں کہ ''ہم عقبہ کی تین بیویاں تھیں اور ہمیشہ اچھی خوشبو لگاتی تھیں مگر عقبہ کے بدن کی خوشبو ہمیشہ ہماری خوشبو پر غالب رہتی تھی۔ ایک روز ہم نے پوچھا کہ ''اس کی وجہ کیا ہے کہ ہماری خوشبو پر تمہاری خوشبو غالب ہی رہتی ہے۔'' انھوں نے بتلایا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں بیمار ہو گیا تھا، جب درگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سامنے بٹھا کر میرے کپڑے اتروائے اور آبِ دہن مبارک ہتھیلیوں پر لگا کر میری پیٹھ اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا تھا، یہ خوش بو وہ ہے''۔

سبحان اللہ کیا برکت آبِ دہن اور دستِ مبارک کی ہے کہ ساری عمر عقبہ کے بدن کی خوشبو بن گئی بلکہ ہر خوشبو پر ان کی خوشبو غالب ہی رہی۔

(۸) مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب مناقب العشرۃ رضی اللہ عنہم کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ اِذَا دَعَاكَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! سعد کی دعا کو قبول فرمانا جب بھی دعا کرے۔ (ترمذی)

اس کا اثر یہ ہوا کہ حضرت سعدؓ کی کوئی دعا رد نہ ہوئی سب قبول ہوئیں۔

(۹) صحیح بخاری شریف میں اور مشکوٰۃ شریف باب مناقب اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَمَّنِيَ النَّبِيُّ ﷺ اِلٰی صَدْرِہٖ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْحِکْمَۃَ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اپنے مبارک سینے سے لگا کر کہا، اے اللہ! اسے حکمت سکھا دے دوسری روایت میں ہے کہ اسے کتاب سکھا دے۔

اس دعا کی برکت سے حضرت ابن عباس رئیس المفسرین اور حبر الامت بن گئے۔ حبر معنی بڑا علم والا۔

(۱۰) صحیح بخاری شریف کتاب المغازی ''باب قتل ابی رافع عبداللہ بن ابی الحقیق'' میں ہے۔ عبداللہ بن عتیک کا قصہ تو بہت بڑا ہے، میں صرف اس کا وہ حصہ عرض کرتا ہوں جو میرے بیان کے مناسب ہے۔ زینہ پر سے اترتے ہوئے ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی تھی۔ حاضر خدمت ہوئے۔ اور جو گزری تھی اس کو بیان کرتے ہوئے اپنی پنڈلی کے ٹوٹنے کا ذکر کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''اپنا پاؤں پھیلاؤ''۔ جب ٹانگ پھیلائی تو

فَمَسَحَهَا فَکَاَنَّمَا لَمْ اَشْتَکِهَا قَطُّ۔

حضور ﷺ نے دست مبارک پھیرا تو یہ حال ہوا کہ گویا دکھا ہی نہ تھا۔

اس قسم کے معجزے بکثرت ظہور میں آئے۔

(۱۱) عثمان بن حنیف کہتے ہیں کہ ایک نابینا نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ حضور ﷺ دعا کریں کہ میری آنکھیں صحیح سالم ہو جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''اچھا وضو کرو اور پھر دو رکعت پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھ:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ لِتُقْضٰی لِیْ فَشَفِّعْہُ فِیَّ۔

یا اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے پیارے نبی محمد ﷺ کے وسیلے سے جو نبی رحمت ہیں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں یا محمد (ﷺ) میں آپ کے وسیلے سے اپنی حاجت کے بارے میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میری حاجت پوری کی جائے تو آپ

(صَحِیْحٌ) میرے بارے میں خدا کے حضور سفارش کر دیجئے۔

چنانچہ اس نابینا نے ایسا ہی کیا، اسی وقت اس کی آنکھیں کھل گئیں۔

عثمان بن حنیف اور ان کے صاحبزادے اس طریقہ کو قضائے حاجت کے لیے بتلاتے تھے اور اس دعا کی برکت سے بہت سے لوگوں کی حاجتیں روا ہوئی ہیں۔ یہ عمل قضائے حاجت کے لیے مجرب ہے۔

(۱۲) مسلم شریف کتاب الاشربہ میں ہے۔

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَکْوَعِ اَنَّ رَجُلاً اَکَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِشِمَالِهٖ فَقَالَ کُلْ بِیَمِیْنِکَ قَالَ لَا اَسْتَطِیْعُ قَالَ لَا اسْتَطَعْتَ مَا مَنَعَهٗ اِلَّا الْکِبْرُ، قَالَ فَمَا رَفَعَهَا اِلٰی فِیْهِ۔ (رواہ المسلم فی کتاب الاشربہ، ۲:۱۷۲)

سلمہ بن ارکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک ایک آدمی نے حضور ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا۔ تو آپ نے فرمایا اپنے دائیں ہاتھ سے کہا۔ اس نے جواب دیا میں ایسا نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا تو طاقت نہ رکھے، اس آدمی کو اس کام سے فقط تکبر وغرور نے روکا۔ راوی نے کہا کہ وہ آدمی اپنے دائیں ہاتھ کو پھر اپنے منہ تک نہ لے جا سکا۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف باب فی المعجزات کی پہلی فصل میں بھی ہے۔

(۱۳) صحیح بخاری شریف کتاب المغازی باب غزوہ خیبر میں ہے۔

اَخْبَرَنِیْ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ یَوْمَ خَیْبَرَ لَاُعْطِیَنَّ هٰذِهِ الرَّایَةَ غَدًا رَجُلاً یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰی یَدَیْهِ یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ قَالَ فَبَاتَ النَّاسُ یَدُوْکُوْنَ لَیْلَتَهُمْ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے روز فرمایا کہ کل یہ جھنڈا میں ایسے شخص کو دوں گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اسے دوست رکھتے ہیں راوی کا بیان ہے کہ لوگوں نے رات بڑی بے چینی کے ساتھ گزاری کہ دیکھئے جھنڈا کس کو عطا

اَیُّھُمْ یُعْطَاھَا فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ کُلُّھُمْ یَرْجُوْا اَنْ یُّعْطَاھَا فَقَالَ اَیْنَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقِیْلَ ھُوَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ یَشْتَکِیْ عَیْنَیْہِ قَالَ فَاَرْسِلُوْا اِلَیْہِ فَاُتِیَ بِہٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ عَیْنَیْہِ وَ دَعَالَہٗ فَبَرَأَ کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِہٖ وَجَعٌ فَاَعْطَاہُ الرَّایَۃَ۔

فرمایا جاتا ہے جب صبح ہوئی تو لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ سارے یہی تمنا لے کر آئے تھے کہ جھنڈا مجھے مل جائے پس آپ نے فرمایا۔ علی بن ابو طالب کہاں ہیں؟ عرض کی گئی، یارسول اللہ! ان کی آنکھیں دکھتی ہیں راوی کا بیان ہے کہ پھر انہیں بلایا گیا وہ حاضر خدمت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی دونوں آنکھوں میں لعاب دہن لگا دیا اور ان کے لیے دعا کی پس وہ ایسے شفایاب ہوئے گویا انہیں سرے سے تکلیف ہوئی ہی نہ تھی پس جھنڈا انہیں عطا فرما دیا گیا۔

نوٹ:۔ اسی مفہوم کی حدیث بخاری شریف کتاب المناقب ''باب مناقب علی بن ابی طالب'' میں بھی ہے۔

(۱۴) صحیح بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ باب عظۃ الامام الناس فی اتمام الصلوٰۃ وذکر القبلۃ میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ ھَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ ھٰھُنَا فَوَاللّٰہِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ خُشُوْعُکُمْ وَلَا رُکُوْعُکُمْ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِّنْ وَّرَآءِ ظَھْرِیْ۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کیا یہی دیکھتے ہو کہ میرا منہ ادھر ہے؟ خدا کی قسم، مجھ پر نہ تمہارا خشوع وخضوع پوشیدہ ہے اور نہ تمہارا رکوع۔ میں تمہیں پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

اسی مفہوم کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی متفق علیہ حدیث مشکوٰۃ شریف باب الرکوع مین بھی ہے۔

(۱۵) صحیح بخاری شریف ابواب المغازی باب غزوہ خیبر میں ہے۔

عَنْ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ شَهِدْنَا خَيْبَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِرَجُلٍ مِّمَّنْ مَّعَهُ يَدَّعِي الْاِسْلَامَ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ اَشَدَّ الْقِتَالِ حَتّٰى كَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحَةُ فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ يَرْتَابُ فَوَجَدَ الرَّجُلُ اَلَمَ الْجِرَاحَةِ فَاَهْوٰى بِيَدِهٖ اِلٰى كِنَانَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهَا اَسْهُمًا فَنَحَرَبِهَا نَفْسَهُ فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِيْثَكَ اِنْتَحَرَ فُلَانٌ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ قُمْ يَا فُلَانُ فَاَذِّنْ اَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِنٌ اِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ۔	حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ خیبر میں موجود تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان کے بارے میں فرمایا کہ وہ جہنمی ہے جب میدان کازار گرم ہوا تو اس آدمی نے خوب جوانمردی دکھائی آخر کار سخت زخمی ہو گیا پس بعض حضرات کو فرمان رسالت میں شک گزرنے لگا لیکن جب اس آدمی کو زخموں کی تکلیف نے بے قرار کیا تو اس نے اپنے ترکش میں ہاتھ ڈال کر تیر نکالا اور اسے اپنے گلے میں گھونپ لیا تو کچھ مسلمان تیزی سے بارگاہ رسالت کی جانب دوڑے اور عرض گزار ہوئے، یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ارشاد گرامی کو سچا کر دکھایا ہے۔ فلاں شخص نے اپنے گلے میں تیر گھونپ کر خودکشی کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا اے فلاں! کھڑے ہو کر لوگوں میں یہ اعلان کر دو کہ جنت میں کوئی داخل نہیں ہوگا مگر ایمان والا بے شک اللہ تعالیٰ فاجر آدمی کے ذریعے بھی دین کی مدد فرماتا ہے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف باب فی المعجزات کی فصل اول میں بھی ہے۔ یہ حدیث بخاری شریف کتاب الجہاد والسیر باب ان اللہ یوید الدین بالرجل الفاجر میں بھی ہے۔

(۱۶) مشکوٰۃ شریف باب فی المعجزات کی پہلی فصل میں ہے۔

حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِیْ عُبَيْدٍ قَالَ رَاَيْتُ اَثَرَ ضَرْبَةٍ فِیْ سَاقِ سَلَمَةَ فَقُلْتُ يَا اَبَا مُسْلِمٍ مَاهٰذِهِ الضَّرْبَةُ فَقَالَ هٰذِهِ ضَرْبَةٌ اَصَابَتْنِیْ يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ النَّاسُ اُصِيْبَ سَلَمَةُ فَاَتَيْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَنَفَثَ فِيْهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

یزید بن ابوعبید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کی پنڈلی پر زخم کا ایک نشان دیکھا تو دریافت کیا کہ اے ابومسلم! یہ نشان کیسا ہے؟ فرمایا، یہ مجھے غزوہ خیبر میں زخم آیا تھا۔ لوگ تو یہی کہنے لگے تھے کہ سلمہ کا آخری وقت آ پہنچا ہے۔ لیکن میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔ پس آپ نے اس پر تین مرتبہ دم فرمایا تو مجھے اب تک کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ (بخاری)

یہ حدیث صحیح بخاری ابواب المغازی باب غزوہ خیبر میں ہے۔

(۱۷) مشکوٰۃ شریف باب فی المعجزات کی پہلی فصل میں ہے کہ جنگ بدر میں حضور ﷺ نے مشرکین مکہ کے ڈھیر ہونے کی جگہوں پر نشان لگاتے ہوئے فرمایا۔

هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَّيَضَعُ يَدَهٗ عَلَى الْاَرْضِ هٰهُنَا وَ هٰهُنَا قَالَ فَمَا مَاطَ اَحَدُهُمْ عَنْ مَّوْضَعِ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

یہ فلاں کے ڈھیر ہونے کی جگہ ہے اور دست مبارک زمین پر رکھتے ہوئے بتایا کہ یہاں اور یہاں۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک رکھنے کی جگہ سے کوئی ادھر ادھر نہ ہوا۔ (مسلم)

(۱۸) مشکوٰۃ شریف باب فی المعجزات کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِعَمَّارٍ حِيْنَ يَحْفِرُ الْخَنْدَقَ فَجَعَلَ يَمْسَحُ رَاْسَهٗ وَيَقُوْلُ بُؤْسَ ابْنِ سُمَيَّةَ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمارؓ سے فرمایا جبکہ وہ خندق کھود رہے تھے آپ ان کے سر پر دست مبارک پھیرتے اور فرماتے جاتے تھے۔ ابن سمیہ کی سختی کہ تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔ (مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ)

اور یہ پیشین گوئی بالکل درست ثابت ہوئی۔

قال عبد الرزاق في "المصنف" ابن جريج قال: اخبرني عكرمة بن خالد ان ابابكر بن عبد الرحمن ابن الحارث اُخبره: أنَّ امراةً جاءت الى امراةٍ فَقَالَت: ان فلانة تستعيرك حليا، وهي كاذبة فاعارتها اياه فمكثت لاتَرى حُلِيَّهَا، (فقالت: ما استَعرت مِنكِ حُلِيًّا، فَرَفَعت الى الاخرى فسألتها حُلِيًّا، فانكرت ان تكون استعارك منها شيئًا) فجاءت النبي ﷺ، والذي بعثك بالحق نبيا ما اُستعرتُ منها شيئًا فقال اذهبو افخذوه من تحت فراشها، فأَخَذُوا، (وأمَرَ) بها فَقُطِعَت هذا مرسل صحيح الاسناد، وورد ايضاً من مرسل سعيد بن المسيَّب، فصار صحيحاً على مذهب الشافي وغيره

عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں ابن جریج سے روایت کیا ہے مجھے خبر دی عکرمہ بن خالد نے کہا ابو بکر بن عبدالرحمٰن بن حارث نے اسے خبر دی کہ ایک عورت کسی دوسری عورت کے پاس آئی اور کہا کہ فلاں عورت تجھ سے تیرا (زیور) ادھار مانگتی ہے اس نے یہ بات اپنی طرف سے جھوٹ کہی تھی۔ اس عورت نے اسے عاریۃً زیور دے دیا۔ عرصہ تک انتظار کے باوجود اسے اپنا زیور واپس نظر نہ آیا۔ (ادھار لینے والی نے) کہا کہ میں نے تو تیرا زیور ادھار نہیں لیا۔ وہ دوسری کے پاس پہنچی، اس سے زیور کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے بھی انکار کر دیا کہ میں نے تجھ سے کچھ نہیں لیا۔ وہ اپنا معاملہ لے کے نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اس دوسری کو طلب فرمایا۔ اس نے کہا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبی بنا کر حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، میں نے اس سے کوئی چیز ادھار نہیں لی ہے آپ نے فرمایا۔ جاؤ اور اس کے بستر کے نیچے سے وہ زیور لے آؤ۔ لوگ لے آئے اور آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا۔

یہ حدیث مرسل ہے اور صحیح الاسناد ہے یہ سعید بن میتب سے بھی مرسلا وارد

ہوئی ہے اس بناء پر یہ امام شافعیؒ اور دیگر آئمہ کی رائے کے مطابق صحیح کے درجہ پر فائز ہوگئی ہے۔

(۲۰) یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جس کو ابو بکر بن ابی شیبہ اور احمد بن منیع نے اپنی اپنی مسند میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے ایک شخص گزرا۔ لوگوں نے اس کے بارے میں بات چیت شروع کردی اور اس کی بڑی تعریف کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے کون قتل کرے گا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں۔ وہ گئے تو دیکھا کہ وہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ اور اس نے اپنے گرد ایک خط کھینچا ہوا ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ واپس آ گئے اور اسے قتل نہ کیا۔ اس کی نماز کی حالت کی وجہ سے۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا: اسے کون قتل کرے گا؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اسے قتل کروں گا۔ وہ گئے اور اسے اپنے کھینچے ہوئے دائرے میں نماز پڑھتے دیکھا تو واپس آ گئے۔ اور اسے قتل نہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا: کون اسے قتل کرے گا؟ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اسے قتل کروں گا۔ فرمایا: ہاں تو اس کے لیے ہے مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ تو اسے پا نہ سکے گا۔ وہ گئے مگر دیکھا کہ وہ جا چکا تھا۔

ابن منیع کی سند میں مذکورہ حدیث کی سند، مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے اس لیے کہ یزید بن ہارون اور عوام بن حوشب صحیحین کے راویوں میں سے ہیں۔ جبکہ ابو سفیان، طلحہ بن نافع مسلم کے راویوں میں سے ہیں۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو کسی کے قتل کروانے کے لیے وجہ بتانا بھی ضروری نہیں بلکہ اگر آپ وجہ بتائے بغیر کسی کے قتل کا حکم فرمائیں تو وہ مباح الدم ہو جاتا ہے اور لوگوں پر آپ کے اس حکم کی اطاعت لازمی ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ آپ کوئی ایسا حکم فرماتے ہی نہیں جو خود بارگاہ الٰہی سے صادر نہ ہو چکا ہو۔ اس کے

ثبوت کے لیے ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

(۲۱) امام نسائی نے حاطب بن حارث سے روایت کیا، کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا۔ آپ نے فرمایا: اسے قتل کر دو لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس نے چوری کی ہے۔ فرمایا: اسے قتل کر دو۔ لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس نے چوری کی ہے۔ فرمایا: اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ راوی کہتے ہیں کہ اس نے پھر چوری کی تو اس کا پاؤں کاٹ دیا گیا۔ پھر عہد ابی بکر رضی اللہ عنہ میں بھی اسی طرح چوری کرتا رہا حتی کہ اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کٹ گئے۔ جب اس نے پانچویں مرتبہ چوری کی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت ہی اس کے سارے معاملے سے آگاہ ہو چکے تھے۔ جب آپ نے فرمایا تھا کہ اسے قتل کر ڈالو۔ پھر انھوں نے اس کو قریش کے جوانوں کے ایک گروہ کے حوالے کر دیا تا کہ اسے قتل کر ڈالیں۔ ان میں عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان کا رجحان امارت کی طرف بہت ہوتا تھا۔ چنانچہ کہنے لگے کہ (انفرادی حیثیت میں رہنے کی بجائے بہتر ہے کہ) مجھے اپنا امیر بنا لو (چونکہ باصلاحیت بھی تھے) اس لیے انھوں نے آپ کو اپنا امیر بنا لیا۔ پس آپ نے اسے پہلی ضرب لگائی پھر ان سب نے مل کر ضربیں لگائیں۔ یہاں تک کہ اسے مار ڈالا۔ اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں یوں بیان کیا، اور اسے صحیح قرار دیا۔

علامہ ضیاء مقدسی نے اس کو صحیح قرار دیا اور اسے المختارۃ میں بیان کیا ہے۔
الغرض حضور مختار ہیں چاہیں تو علم ظاہر پر فیصلہ کریں اور چاہیں تو علم باطن پر فیصلہ کریں۔

اگر کوئی جاہل خیال کرے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے اجتہاد کی بنا پر قتل کیا تو یہ خیال عظیم جہالت پر مبنی ہو گا۔ کیونکہ خود حضرت ابو بکر صدیق

رضی اللہ عنہ نے بصراحت اس کے قتل کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا۔ پس جب نص موجود ہو تو اس کے ساتھ اجتہاد نہیں ہوتا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کسی کو قتل کرنے کا جواز فقط تین وجوہات کی بنا پر ہوتا۔

(۱) کسی شخص کا ایمان لانے کے بعد کفر کرنا۔

(۲) شادی شدہ کا زنا کرنا۔

(۳) کسی کو بلا قصاص قتل کرنا

(۲۲) مشکوٰۃ شریف کتاب آداب السفر باب قسمۃ الغنائم والغلول فیھا کی پہلی فصل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کو تحفے کے طور پر ایک غلام دیا جس کو مدعم کہا جاتا تھا۔ جب مدعم رسول اللہ ﷺ کا کجاوہ اتار رہا تھا تو اسے ایک نامعلوم تیر لگا اور وہ جاں بحق ہو گیا۔ لوگوں نے کہا کہ اسے جنت مبارک ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، وہ چادر جو خیبر کے روز اس نے غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے لی، وہ اس پر آگ بن کر بھڑکے گی۔ جب لوگوں نے یہ بات سنی تو ایک آدمی تسمہ یا دو تسمے لے کر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ فرمایا کہ ایک تسمہ آگ سے ہے دو تسمے آگ سے ہیں یہ حدیث بخاری شریف کتاب المغازی میں ہے۔ (متفق علیہ)

(۲۳) مشکوٰۃ شریف کے اسی باب میں ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍ وَقَالَ كَانَ عَلٰى ثَقَلِ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ كَرْكَرَةُ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هُوَ فِي النَّارِ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے سامان پر ایک آدمی تھا جس کو کرکرہ کہا جاتا تھا، وہ فوت ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ جہنم میں ہے۔ لوگ دیکھنے کے لیے گئے تو انھوں نے ایک کمبل پایا

فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ فَوَجَدُوْا عَبَاءَةً قَدْغَلَّهَا (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)	جو اس نے مال غنیمت سے چھپا لیا تھا۔ (بخاری)

(۲۴) مشکوٰۃ شریف کے اسی باب کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خَالِدٍ اَنَّ رَجُلاً مِّنْ اَصْحٰبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم تُوُفِّیَ يَوْمَ خَيْبَرَ فَذَكَرُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ فَتَغَيَّرَتْ وُجُوْهُ النَّاسِ لِذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّ صَاحِبَكُمْ غَلَّ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَفَتَّشْنَا مَتَاعَهٗ فَوَجَدْنَا خَرَزاً مِّنْ خَرَزِ يَهُوْدَ لَا يُسَاوِیْ دِرْهَمَيْنِ. (رَوَاهُ مَالِكٌ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِیُّ)	حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے ایک کا خیبر کے روز انتقال ہو گیا تو لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ فرمایا کہ تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھ لو۔ اس پر لوگوں کے چہروں کے رنگ اڑ گئے۔ فرمایا کہ تمہارے ساتھی نے مال غنیمت میں خیانت کی تھی۔ پس ہم نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو ہم نے یہود کے منکوں سے کچھ منکے پائے جن کی قیمت دو درہم کے برابر نہیں تھی۔ (مالک، ابوداود، نسائی)

(۲۵) مشکوٰۃ شریف کے اسی باب کی تیسری فصل میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُمَرُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ اَقْبَلَ نَفَرٌ مِّنْ صَحَابَةِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالُوْا فُلَانٌ شَهِيْدٌ وَّ فُلَانٌ شَهِيْدٌ حَتّٰى مَرُّوْا عَلٰى رَجُلٍ فَقَالُوْا فُلَانٌ شَهِيْدٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَلَّا اِنِّیْ رَاَيْتُهٗ	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ مجھ سے حدیث بیان کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب خیبر کا روز ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ آئے اور انھوں نے کہا کہ فلاں شہید ہے فلاں شہید ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایک شخص کے پاس سے گزرے اور کہا فلاں شہید ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ ہرگز نہیں، میں نے اسے

فِي النَّارِ فِي بُرْدَةٍ غَلَّهَا أَوْ عَبَاءَةٍ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اذْهَبْ فَنَادِ فِي النَّاسِ إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ ثَلَاثًا قَالَ فَخَرَجْتُ فَنَادَيْتُ أَلَا إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ ثَلَاثًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

دوزخ میں دیکھا ہے اس چادر یا کمبل کے باعث جو اس نے چرایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابن خطاب! جاؤ اور لوگوں میں تین دفعہ اعلان کر دو کہ جنت میں داخل نہیں ہوگا مگر ایمان والے۔ پس میں نکلا اور تین دفعہ میں نے اعلان کیا کہ جنت میں کوئی داخل نہیں ہوگا ماسوائے ایمان والوں کے (مسلم)۔

(۲۶) صحیح مسلم شریف کتاب الامارۃ ''باب فضل الغزو فی البحر'' میں ہے۔

''حضرت انس بن مالک کی خالہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اور قیلولہ فرمایا پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، آپ کس وجہ سے ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا مجھے (خواب میں) میری امت کا ایک گروہ دکھایا گیا جو بادشاہوں کے تختوں کی مثل پر سمندر میں سفر کر رہا تھا میں نے عرض کیا: آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کر دے۔ آپ نے فرمایا: تم بھی انہیں میں سے ہو۔ حضرت ام حرام کہتی ہیں کہ آپ پھر سو گئے اور دوبارہ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے اور میں نے پھر آپ سے سوال کیا اور آپ نے پہلے کی طرح جواب دیا۔ میں نے عرض کیا: آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کر دے۔ آپ نے فرمایا تم پہلے گروہ میں سے ہو، پھر اس کے بعد حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا، انھوں نے سمندر کے راستے جہاد کیا اور حضرت ام حرام کو اپنے ساتھ لے گئے، جب وہ واپس لوٹیں تو ان

کے پاس ایک خچر لایا گیا وہ اس پر سوار ہوئیں لیکن خچر نے ان کو گرا دیا جس سے ان کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی (اور وہ وفات پا گئیں)

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الجہاد والسیر "باب رکوب البحر" میں بھی ہے۔

(۲۷) بخاری شریف کتاب الجہاد والسیر کی ایک حدیث میں ہے۔

"نبی کریم ﷺ نے مجھے (حضرت علی رضی اللہ عنہ) اور حضرت زبیر کو روضہ خاخ کی جانب روانہ کرتے ہوئے فرمایا: اس باغ میں جاؤ۔ وہاں تمہیں ایک عورت ملے گی، جس کو حاطب نے ایک خط دیا ہے ہم اس باغ میں گئے اور اس سے خط مانگا۔ اس نے انکار کر دیا تو ہم نے کہا کہ نکال کر دے دو ورنہ ہم تمہیں ننگا کرنے سے بھی گریز نہیں کریں گے اس نے اپنے جوڑے سے وہ خط نکال دیا۔ پھر حاطب کو بلایا گیا تو وہ عرض گزار ہوئے۔ میرے بارے میں جلدی سے کام نہ لینا۔ میں نے کفر نہیں کیا اور اسلام کے ساتھ میری محبت میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ بات درحقیقت یہ ہے کہ آپ کے اصحاب میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس کا مکہ مکرمہ میں کوئی نہ ہو۔ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس کے جان و مال کی حفاظت فرماتا ہے جبکہ میرا وہاں کوئی بھی نہیں ہے (اس غرض سے) میں نے چاہا کہ ان پر احسان کر دوں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے بیان کی تصدیق فرمائی۔

(۲۸) صحیح بخاری شریف کتاب المغازی میں ہے۔

"حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اس مرض میں میری عیادت فرمائی جس نے مجھے موت کے نزدیک پہنچا دیا تھا، میں عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! تکلیف کے باعث میں جس حال میں پہنچ چکا ہوں وہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں، جبکہ میں ایک مالدار آدمی ہوں اور ایک لڑکی کے سوا میرا کوئی وارث نہیں تو کیا میں اپنے دو تہائی مال کی وصیت کر دوں؟ فرمایا: نہیں، میں نے کہا، کیا آدھے مال کی؟ فرمایا نہیں، میں عرض گزار ہوا

کہ تہائی کی؟ فرمایا تہائی بھی زیادہ ہے۔ اگر تم اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں محتاج چھوڑ کر جاؤ کہ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور جو کچھ تم رضائے الٰہی کے لیے خرچ کرو گے، اس کا تمہیں اجر ملے گا، یہاں تک کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں دو گے اس کا بھی۔ پھر میں عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! کیا میرے ساتھی مجھے یہاں چھوڑ جائیں گے؟ فرمایا۔ تم یہاں نہیں چھوڑے جاؤ گے، بلکہ تم ایسا عمل کرو گے جس سے رضائے الٰہی مقصود ہو گی اور جس کے باعث تمہارے مقام و منصب میں اضافہ ہوگا اور شاید تم کتنے ہی لوگوں سے پیچھے دنیا میں زندہ رہو، یہاں تک کہ تمہاری ذات سے بعض لوگوں کو نفع پہنچے اور بعض کو نقصان۔"

یہ حدیث بخاری شریف کتاب المناقب میں بھی ہے۔

حضور ﷺ کا عالم جنات میں تصرف اور معجزات:۔

یہ تو آپ نے سنا ہی ہوگا کہ جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے تو جنوں کا آسمان کے قریب جانا ہی بند کر دیا گیا تھا اور جو جاتا تھا اس کو شعلے مارے جاتے تھے۔ جس کی خود جنوں نے خبر دی۔ بتوں کے اندر سے حضور ﷺ کی بعثت کی بشارتیں سنی جانے لگی تھیں اور جوق در جوق جنات کی جماعتیں خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو رہی تھیں۔

عالم جنات میں آپ کے تصرف اور معجزات کو بیان کرنے سے پہلے قرآن و حدیث سے جنات کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کر لینا بہتر ہے۔

سورہ الرحمٰن پ ۲۷ آیت نمبر ۱۴، ۱۵ میں ہے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ وَ خَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝	اس نے آدمی کو بنایا بجتی مٹی سے جیسے ٹھیکری اور جن کو پیدا فرمایا آگ کے لو کے (لپیٹ) سے

سورہ الحجر پ ۱۴ آیت نمبر ۲۶، ۲۷ میں ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ وَالْجَانَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝

اور بے شک ہم نے آدمی کو بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو اصل میں ایک سیاہ بودار گارا تھی اور جن کو اس سے پہلے بنایا بے دھوئیں کی آگ سے

دوسری آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جنات انسانوں سے پہلے بنائے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے جنات کو زمین پر بسایا اور ان کی ہدایت کے لیے انہیں میں سے رسول بھی بھیجے۔

سورہ الانعام پ ۸ آیت نمبر ۱۳۰ میں ہے۔

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ وَیُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا قَالُوْا شَھِدْنَا عَلٰٓی اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْھُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا وَشَھِدُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ اَنَّھُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ ۝

اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ کیا تمہارے پاس تم میں کے رسول نہ آئے تھے تم پر میری آیتیں پڑھتے اور تمہیں یہ دن (یعنی روز قیامت) دیکھنے سے ڈراتے۔ (کافر جن اور انسان) کہیں گے ہم نے اپنی جانوں پر گواہی دی۔ اور انہیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا اور خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔

اوپر والی آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جن کافر اور مسلمان بھی ہوتے ہیں۔ کافر جن بھی جہنم میں جائیں گے جیسے کہ قرآنی آیات سے ثابت ہے۔

سورہ الاعراف پ ۹ آیت نمبر ۱۷۹ میں ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَھَنَّمَ کَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ ۔

اور بے شک ہم نے جہنم کے لیے پیدا کئے بہت جن اور آدمی۔

سورہ السجدہ پ ۲۱ آیت نمبر ۱۳ میں ہے۔

لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۝

میں جہنم کو بھر دوں گا ان جنوں اور آدمیوں سب سے (جنھوں نے کفر اختیار کیا)

سورہ الجن پ ۲۹ آیت نمبر ۱۴، ۱۵ میں ہے۔

وَ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ○ وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ○

اور یہ کہ ہم میں کچھ مسلمان ہیں اور کچھ ظالم تو جو ایمان لائے انھوں نے بھلائی سوچی اور رہے ظالم، وہ جہنم کے ایندھن ہوئے

اللہ تعالیٰ نے جن اور انسان کی تخلیق کا ایک ہی مقصد بیان کیا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ (پ ۲۷ سورۃ الذاریات آیت نمبر ۵۶)

اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی لیے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

اللہ تعالیٰ نے جنوں اور شیطانوں کو بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا اور یہ ان کی اس دعا کی قبولیت کا نتیجہ تھا جو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کی تھی کہ۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ○ (سورۃ ص پ ۲۳ آیت نمبر ۳۵)

عرض کی اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو۔

قرآن مجید فرقان حمید کی سورہ سبا میں ہے۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ وَ اَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ وَ مِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَ مَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ○ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا

اور سلیمان کے بس میں ہوا کر دی اس کی صبح کی منزل ایک مہینہ کی راہ اور شام کی منزل ایک مہینہ کی راہ، اور ہم نے اس کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہایا اور جنوں میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے اس کے رب کے حکم سے اور جو ان میں ہمارے حکم سے پھرے ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے

يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَ تَمَاثِيْلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ (سورة سبا پ ۲۲ آیت نمبر ۱۲، ۱۳)

اس کے لیے بناتے جو وہ چاہتا، اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے حوض کے برابر لگن اور لنگر دار دیگیں۔

ملکہ سبا کے تخت لانے کے واقعہ میں بھی ایک جن کا تذکرہ ملتا ہے۔

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَ اِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ۝ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ (پ ۱۹ سورۃ النمل آیت نمبر ۳۹، ۴۰)

ایک بڑا خبیث جن بولا کہ میں وہ تخت حضور میں حاضر کروں گا قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخاست کریں اور میں بے شک اس پر قوت والا امانت دار ہوں۔ اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کردوں گا ایک پل مارنے سے پہلے، پھر جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔

اس آیت سے بھی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں کو کیسی کیسی صلاحیتوں اور طاقتوں سے نوازا ہے۔ یعنی وہ منٹوں، سیکنڈوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ سکتے ہیں۔

جنوں کے دین اسلام کے علاوہ سابق انبیاء کے دین پر ایمان ہونے کا بھی پتہ چلتا ہے۔

جیسے سورہ الاحقاف پ ۲۶ آیت نمبر ۳۰ سے ثابت ہے۔

قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى

بولے، اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب (قرآن مجید) سنی کہ موسیٰ کے بعد اتاری گئی

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَ اِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی، حق اور سیدھی راہ دکھاتی

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ جن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین پر تھے۔ اس آیت کے حاشیہ میں حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ لکھتے ہیں۔

''عطاء نے کہا چونکہ وہ جن دین یہودیت پر تھے اس لیے انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کتاب کا نام نہ لیا۔ بعض مفسرین نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کتاب کا نام نہ لینے کا باعث یہ ہے کہ اس میں صرف مواعظ ہیں احکام بہت ہی کم ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو جن اور انسان تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور اس بات کا ثبوت قرآن مجید میں موجود ہے کہ جن اسلام قبول کرتے رہے۔

چنانچہ سورہ جن پ ۲۹ آیت نمبر ۱، ۲ میں ہے۔

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ○ ۙ

تم (اے محمد ﷺ) فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا تو بولے (وہ جن اپنی قوم میں جا کر) ہم نے ایک عجیب قرآن سنا کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔

نبی کریم ﷺ کو قرآن پڑھتے ہوئے سننے والی اس جماعت کا قصہ بخاری اور مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہوا ہے۔

اس واقعہ کو امام بخاری نے کتاب الاذان باب الجھر بقراۃ الصلوۃ الفجر میں اور کتاب التفسیر میں سورۂ جن کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ جو اس طرح ہے ''حضرت

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بعض اصحاب کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر بازار عکاظ کی جانب تشریف لے گئے۔ اس وقت آسمانی خبروں اور شیطانوں کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی تھی اور ان پر چنگاریاں ماری جاتی تھیں۔ شیطان جب واپس لوٹے تو لوگ کہنے لگے کہ تم خبریں لا کر نہیں دیتے۔

انھوں نے کہا کہ ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی ہے۔ اور ہمیں چنگاریاں ماری جاتی ہیں۔ ایک کہنے گا کہ یہ جو ہمارا آسمانی خبریں معلوم کرنا روکا گیا ہے تو کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہوگا۔ پس زمین کو مشرق سے مغرب تک دیکھو کہ کون سا نیا واقعہ ظہور پذیر ہوا ہے۔ پس وہ مشرقوں اور مغربوں تک دیکھتے پھرے کہ کس نئے واقع کے باعث ہمیں آسمانی خبروں سے روکا گیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ جو حضرات رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تہامہ کی جانب بازارِ عکاظ کے ارادے سے گئے تھے ابھی وہ نخلہ کے مقام تھے۔ چنانچہ حضور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ فجر کی نماز ادا کر رہے تھے جب (شیطان جنوں) نے قرآن سنا تو اسے غور سے سننے لگے، پھر انھوں نے کہا کہ یہ ہے وہ چیز جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہوئی ہے پس اسی وقت وہ اپنی قوم کی طرف لوٹے اور کہا، اے ہماری قوم! ہم نے ایک عجیب قرآن سنا کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے'' (آیت نمبر ۱،۲) اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر وحی نازل فرمائی۔ ''تم فرماؤ، مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا اور جنات نے جو کہا وہ آپ کو بذریعہ وحی بتا دیا گیا۔

اس کے بعد جنوں کے وفد نبی کریم ﷺ سے دین اسلام کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے جوق در جوق آنے لگے۔ آپ نے بھی ان کو اپنا وقت دیا۔ اللہ کی طرف سے سکھائی ہوئی باتیں بتائیں اور قرآن کی تعلیم دی۔

صحیح مسلم اور مسند احمد میں علقمہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ

بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تم میں سے کوئی شخص لیلۃ الجن (جنوں سے ملاقات کی رات) میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا؟ انھوں نے کہا: ہم میں سے کوئی بھی آپ کے ساتھ نہیں تھا۔ لیکن ہوا یہ کہ ایک رات ہم نے آپ کو مکہ میں گم پایا۔ ہم لوگ کہنے لگے: کہیں آپ کو غفلت میں قتل تو نہیں کر دیا گیا، اغواء تو نہیں کیا گیا؟ آخر آپ کہاں گئے؟ ابن مسعود کہتے ہیں کہ وہ رات ہم نے انتہائی پریشانی کے عالم میں گزاری۔ جب سپیدۂ صبح نمودار ہوا، یا ابن مسعود نے یہ کہا کہ جب سحر ہوئی تو ہم نے اچانک نبی کریم ﷺ کو دیکھا آپ غار حرا کی طرف سے آ رہے ہیں ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول اور آپ سے تمام پریشانی بیان کر دی۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس جنوں میں سے ایک شخص بلانے آیا تھا میں ان کے پاس گیا اور قرآن کی تلاوت کی۔ ابن مسعود نے کہا کہ آپ گئے اور ہم کو ان کے اور ان کی آگ کے نشانات دکھائے۔

جامع ترمذی شریف ابواب تفسیر القرآن "تفسیر سورہ رحمٰن میں حضرت جابر رضی اللہ سے روایت ہے (ایک دن) نبی اکرم ﷺ، صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے اور ان کے سامنے سورۂ رحمٰن اول سے آخر تک پڑھی۔ وہ خاموش رہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے لیلۃ الجن میں یہ سورت جنوں پر پڑھی تو وہ جواب لوٹانے میں تم سے اچھے رہے جب میں آیت کریمہ "فبای الا ربکما تکذبن" پر پہنچتا وہ کہتے۔

لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ	ہم اپنے رب کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے (اے اللہ) تیری ہی لیے تعریف ہے۔
(ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)	(یہ حدیث غریب ہے)

صحیح بخاری شریف کی بعض روایات میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس جو جن آئے تھے ان میں بعض ملک یمن کے "نصیبین" نامی شہر سے تعلق رکھتے تھے۔

بخاری شریف کتاب المناقب ''باب ذکر الجن'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے۔

وَاِنَّهُ اَتَانِیْ وَفْدُ جِنِّ نَصِیْبِیْنَ وَنِعْمَ الْجِنُّ فَسَاَلُوْنِی الزَّادَ فَدَعَوْتُ اللّٰهَ لَهُمْ اَنْ لَّا یَمُرُّوْا بِعَظْمٍ وَلَا بِرَوْثَةٍ اِلَّا وَجَدُوْا عَلَیْهَا طَعَامًا۔

میرے پاس نصیبین کے جنوں کا ایک وفد آیا تھا اور وہ بہت اچھے جن تھے انھوں نے اپنی خوراک کے بارے میں مجھ سے مطالبہ کیا۔ میں نے ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یہ جس ہڈی یا لید کے پاس سے گزریں تو اس پر اپنی خوراک پائیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنوں کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) ایک قسم وہ ہے جو ہوا میں اڑتی ہے۔

(۲) ایک قسم وہ ہے جو سانپ اور کتوں کی شکل میں ہوتی ہے۔

(۳) ایک قسم وہ ہے جو سفر اور قیام کرتی ہے یعنی بھوت وغیرہ

اس کو طبرانی، حاکم اور بیہقی نے ''الاسماء والصفات'' میں صحیح سند کے ساتھ بیان کیا۔ جنات سانپوں کی شکل بدل کر لوگوں کے سامنے آتے ہیں اسی لیے نبی کریم ﷺ نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے ایسا نہ ہو کہ یہ مقتول کوئی مسلمان جن ہو۔

موطا امام مالک ''بَابُ مَاجَاءَ فِی قَتْلِ الْحَیَّاتِ وَمَا یُقَالُ فِی ذٰلِکَ'' میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ الْمَدِیْنَةَ جِنًّا قَدْ اَسْلَمُوْا فَاِذَا رَاَیْتُمْ مِنْهُمْ شَیْئًا فَاٰذِنُوْهُ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ فَاِنْ بَدَا لَکُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاقْتُلُوْهُ فَاِنَّمَا هُوَ شَیْطَانٌ ۝

مدینہ منورہ کے جن مسلمان ہو چکے ہیں جب تم انہیں دیکھو تو تین دن کی مہلت دو۔ اگر اس کے بعد نظر آئے تو مار دو کیونکہ وہ شیطان ہے۔

موطا امام مالک کے اسی باب میں ہے۔

وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ سَائِبَةَ، مَوْلَاةٍ لِعَائِشَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ قَتْلِ الْجِنَّانِ الَّتِي فِي الْبُيُوْتِ اِلَّا ذَا الطُّفْيَتَيْنِ وَالْاَبْتَرَ فَاِنَّهُمَا يَخْطِفَانِ الْبَصَرَ وَيَطْرَحَانِ مَا فِيْ بُطُوْنِ النِّسَآءِ۔

سائبہ مولاۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنان سانپوں کے مارنے سے منع فرمایا جو گھروں میں رہتے ہیں مگر دو دھاریوں والے اور دم کٹے سانپوں کو کیونکہ ان کے کاٹنے سے عورتوں کا حمل گر جاتا ہے۔

امام مسلم اور امام احمد نے عبداللہ (ابن مسعود) سے روایت کیا وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک ہمزاد جن مقرر کر دیا گیا ہے اور ایک ہمزاد فرشتہ بھی، لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا، میرے ساتھ بھی، لیکن اللہ نے اس کے مقابلے میں میری مدد کی وہ میرا تابع ہو گیا ہے اب سوائے خیر کے وہ مجھے کسی چیز کا حکم نہیں دیتا۔''

حضرت عائشہ کی مسلم والی روایت میں ہے کہ ''میرے رب نے میری اس کے خلاف مدد کی وہ مسلمان ہو گیا ہے۔'' (یہ حدیث مشکوٰۃ شریف باب فی الوسوسۃ کی پہلی فصل میں ہے)

مکہ معظمہ میں ایک پہاڑ ہے جس کو جبل ابوقبیس کہتے ہیں ایک دفعہ اس پہاڑ پر کسی خبیث جن نے چلانا شروع کیا اور چند شعر اسلام کی ہجو میں پڑھے، بعض اشعار کا مضمون یہ تھا، ''مسلمانوں کو جلد مار ڈالو اور بت پرستی ہرگز نہ چھوڑنا'' جس کو سن کر کفار بڑے خوش ہوئے اور مسلمانوں سے کہنے لگے ''لو سن لو، غیب سے بھی تمہارے قتل اور شہر بدر کرنے کا حکم ہو رہا ہے۔''

مسلمانوں کو اس سے بڑا رنج ہوا اور خدمت اقدس میں آکر یہ واقعہ بیان کیا۔
آپ نے فرمایا تم خاطر جمع رکھو، یہ آوازہ کرنے والا ایک شیطان ہے جس کا نام "مسعر" ہے عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو اس کی سزا دینے والا ہے۔ چنانچہ اس کے تیسرے ہی دن آپ نے مسلمان کو بشارت دی کہ آج ہماری خدمت میں ایک قوی ہیکل جن آکر مسلمان ہوا ہے جس کا نام ہم نے عبداللہ رکھا ہے۔ اس نے مجھ سے اجازت مانگی ہے مسعر کے قتل کرنے کی، اور ہم نے اس کو اجازت دے دی ہے۔ آج شام کو مسعر مارا جائے گا۔"

مسلمان خوش ہوئے اور منتظر رہے شام کو اسی مقام سے ایک سخت آواز میں شعر سنائی دیئے جن کا مضمون یہ تھا کہ:

"ہم نے مسعر کو مار ڈالا ہے اس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی اور حق کی حقارت کی اور باطل پر جمنے کی لوگوں کو ترغیب دی، اس لیے ہم نے اپنی شمشیر سے اس کا کام تمام کر دیا۔"

مشکوۃ شریف "باب فی المعجزات" کی دوسری فصل میں ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ امْرَاَةً جَاءَتْ بِابْنٍ لَهَا اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنِيْ بِهٖ جُنُوْنٌ وَّاِنَّهٗ لَيَاْخُذُهٗ عِنْدَ غَدَائِنَا وَعَشَائِنَا فَمَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَدْرَهٗ وَدَعَا فَثَعَّ ثَعَّةً وَّخَرَجَ مِنْ جَوْفِهٖ مِثْلُ الْجِرْوِ الْاَسْوَدِ يَسْعٰى۔ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنے بیٹے کو لے کر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی: یارسول اللہ! میرے بیٹے کو جنون ہے اور صبح وشام کھانے کے وقت دورہ ہوتا ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس کے سینے پر دست مبارک پھیرا تو اس نے زور سے قے کی اور کتے کے پلے جیسی کوئی چیز باہر نکلی جو چلتی تھی۔ (دارمی)

پس ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی حکومت اور تصرف کا دائرہ کار صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں بلکہ جنات پر بھی حاوی ہے۔ اب آخر میں ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

صحیح بخاری شریف کتاب الصلوۃ باب الاسیر او الغریم یربط فی المسجد میں ہے۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ عِفْرِیْتاً مِّنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَیَّ الْبَارِحَةَ اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا لِیَقْطَعَ عَلَیَّ الصَّلٰوةَ فَاَمْكَنَنِی اللّٰهُ مِنْهُ وَاَرَدْتُّ اَنْ اَرْبِطَهٗ اِلٰی سَارِیَةٍ مِّنْ سَوَارِی الْمَسْجِدِ حَتّٰی تُصْبِحُوْا وَتَنْظُرُوْا اِلَیْهِ كُلُّكُمْ فَذَكَرْتُ قَوْلَ اَخِی سُلَیْمَانَ رَبِّ هَبْ لِیْ مُلْكاً لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ قَالَ رَوْحٌ فَرَدَّهٗ خَاسِئاً۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: گزشتہ رات ایک سرکش جن اچانک میرے سامنے آ گیا یا ایسا ہی لفظ فرمایا تاکہ میری نماز توڑ دے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر تسلط دیا تو میں نے چاہا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون سے باندھ دوں تاکہ صبح کے وقت تم سارے اسے دیکھتے لیکن مجھے اپنے بھائی سلیمان کا قول یاد آ گیا کہ اے اللہ! مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی کو نہ دی جائے۔ روح کا بیان ہے کہ اسے ذلیل کر کے بھگا دیا۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب التفسیر باب ھب لی ملکا لاینبغی لاحد من بعدی کی تفسیر میں بھی ہے۔ یہ حدیث صحیح مسلم شریف کتاب المساجد کے باب جواز لعن الشیطن فی اثنا الصلوۃ میں بھی ہے۔

علامہ غلام رسول سعیدی نے شرح مسلم شریف میں اس حدیث کی شرح میں جنات کے متعلق کافی تفصیلی معلومات دی ہیں۔ ضرور مطالعہ کریں۔

حضور ﷺ کا عالم علوی میں تصرف اور معجزات

(1) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ ان النَّبِیَّ ﷺ امر الشمس فتاخر ساعة من نهار

(رَوَاهُ طِبْرَانِیّ)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا بے شک مالک کون ومکان حضور ﷺ نے سورج کو حکم فرمایا تو وہ فوراً دن کا ایک حصہ متاخر ہو گیا۔

وَفِیْ روایة اسماء بن عمیس ان النبی ﷺ کان یوحی الیه وراسه فی حجر علی فلم یصل العصر حتی غربت الشمس فقال النبی ﷺ أصلیت یاعلی ؟ قال لافقال اللّٰهم انه کان فی طاعتک وطاعة رسولک فاردد علیه الشمس قالت اسماء فرأیتها غربت ثم رأیتها طلعت بعد ماغربت

(رواہ الطحاوی فی مشکل الآثار)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بے شک نبی کریم ﷺ کی طرف وحی کی گئی اس حال میں کہ آپ کا سر اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا پس حضرت علی نے عصر کی نماز ادا نہ فرمائی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ پس حضور ﷺ نے فرمایا! اے علی تو نے نماز ادا نہیں کی۔ عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا اے اللہ! بے شک علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا۔ پس اس پر سورج کو لوٹا دے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے سورج کو غروب ہوتے ہوئے دیکھا پھر میں نے اسکو غروب کے بعد طلوع ہوتے دیکھا۔

بہت سے محدثین نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور کچھ نے اعتراضات بھی کیے ہیں۔

2 :- صحیح بخاری شریف کتاب الانبیاء باب سئوال المشرکین اَنْ یُرِیَهم النبی ﷺ ایة فَاَراهُمْ انشقاق القمر میں ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ شِقَّتَیْنِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اشْھَدُوْا

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چاند کے شق ہونے کا واقعہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ہوا، یعنی دو ٹکڑے ہو گئے۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس پر گواہ رہنا۔

یہ حدیث شریف صحیح بخاری کتاب التفسیر اب اقتربت الساعۃ میں بھی ہے۔
اس مفہوم کی حدیث ترمذی شریف ابواب تفسیر القرآن "تفسیر سورۃ القمر" میں بھی ہے۔

(3)

صحیح بخاری شریف کتاب المناقب باب انشقاق القمر میں ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ اَھْلَ مَکَّۃَ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَنْ یُّرِیَھُمْ اٰیَۃً فَاَرَاھُمُ الْقَمَرَ شِقَّتَیْنِ حَتّٰی رَاَوْ احِرَآءً بَیْنَھُمَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ انہیں کوئی معجزہ دکھایا جائے تو آپ نے انہیں چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھا دیئے۔ یہاں تک کہ کوہ حرا (جبل نور) ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان آ گیا تھا۔

یہ حدیث شریف صحیح بخاری کتاب الانبیاء اور کتاب التفسیر باب اقتربت الساعۃ میں بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس معجزہ کا ذکر قرآن مجید میں بھی کیا ہے۔

نوٹ:۔ شق القمر کی مزید حدیثیں ترمذی شریف ابواب تفسیر القرآن ''تفسیر سورۃ قمر'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

(4)

مشکوٰۃ شریف باب جامع المناقب کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ يَقُوْلُ اهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ وَ فِیْ رِوَايَةٍ اِهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ (مُتَفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا۔ سعد بن معاذ کی وفات پر عرش بھی ہل گیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ سعد بن معاذ کی وفات سے رحمٰن کا عرش بھی ہل گیا۔ (متفق علیہ)

یہ حدیث مسلم شریف کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ میں ہے۔

یعنی آپ زمین سے اللہ تعالیٰ کے عرش کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

(۵)

سفر معراج بھی آپکا عالم علوی میں عظیم الشان معجزہ ہے۔ اس کا تفصیلی ذکر پیچھے ہو چکا ہے۔

حضور ﷺ کا عالم خاک میں تصرف اور معجزات

مشکوٰۃ شریف باب فی المعجزات کی پہلی فصل میں ہے۔

(۱) مکہ شریف سے مدینہ منورہ ہجرت کرتے وقت اور اثنائے سفر میں حضور ﷺ کے جو تصرفات اور معجزات وقوع میں آئے ان میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک واقعہ کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ "سراقہ بن مالک نے ہمارا پیچھا کیا تو میں نے اسے دیکھ کر حضور ﷺ سے عرض کی کہ سراقہ نے تو ہمیں آلیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا

لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فَدَعَاعَلَیْہِ النَّبِیُّ ﷺ فَارْتَطَمَتْ بِہٖ فَرَسُہٗ اِلٰی بَطْنِھَا فِیْ جَلَدٍ مِّنَ ا لْاَرْضِ فَقَالَ اِنِّی اَرٰکُمَا دَعَوْتُمَا عَلَیَّ فَادْعُوَ اِلَیْ فَاللّٰہُ لَکُمَا اَنْ اَرُدَّ عَنْکُمَا الطَّلَبَ فَدَعَا لَہٗ النَّبِیُّ ﷺ فَنَجَا فَجَعَلَ لَا یَلْقٰی اَحَدًا اِلَّا قَالَ کُفِیتُمْ مَا ھٰھُنَافَلَا یَلْقٰی اَحَدً اِلَّا رَدَّہٗ

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

کچھ غم نہ کھاؤ، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پس نبی کریم ﷺ نے اس کے خلاف دعا کی تو اس کے ساتھ اس کا گھوڑا بھی پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ عرض گزار ہوا کہ میرے خیال میں آپ نے میرے خلاف دعا کی ہے۔ اب میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائے خیر کیجیے۔ میں تلاش کرنے والوں کو آپ کی طرف سے پھیر دوں گا۔ پس نبی کریم ﷺ نے ان کیلئے دعا فرمائی اور وہ نجات پا گئے۔ جب بھی کوئی اس کو ملتا تو کہتے کہ ادھر ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں۔ پس جو بھی انہیں ملتا اسے اسی طرح لوٹا دیتے۔ (متفق علیہ)

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام میں بھی ہے۔

(6)

مشکوٰۃ شریف باب فی المعجزات کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ رَجُلاً کَانَ یَکْتُبُ لِلنَّبِیِّ ﷺ فَارْتَدَّ عَنِ الْاِسْلَامِ وَ لَحِقَ بِالْمُشْرِکِیْنَ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ الْاَرْضَ لَاتَقْبَلُہٗ فَاَخْبَرَنِیْ اَبُوْ طَلْحَۃَ اَنَّہٗ اَتَی الْاَرْضَ الَّتِیْ مَاتَ فِیْھَا فَوَجَدَہٗ مَنْبُوْذًا فَقَالَ مَاشَانُ ھٰذَا فَقَالُوْا دَفَنَّاہُ مِرَارًا فَلَمْ تَقْبَلْہُ الْاَرْضُ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) (رواہ البغوی فی شرح السنۃ فی کتاب الفضائل و رواہ الامام احمد بن حنبل فی مسندہٗ)	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی رسول کریم ﷺ کے پاس ایک کاتب وحی تھا۔ وہ اسلام سے پھر گیا اور مشرکین سے جاملا۔ تو سید کون ومکان ﷺ نے فرمایا کہ اسے زمین قبول نہیں کرے گی۔ مجھے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ وہ اس زمین میں گئے جہاں وہ مرا تھا اسے مردہ حالت میں باہر پھینکا ہوا پایا۔ پوچھا اس میت کا کیا حال ہے تو لوگوں نے کہا، ہم نے اس کو بار بار دفن کیا۔ زمین نے اس کو قبول نہ کیا۔ (متفق علیہ)

بخاری شریف میں اسی مفہوم کی حدیث کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام میں بھی ہے۔

عالم آتش میں حضور ﷺ کا تصرف اور معجزہ

مشکوۃ شریف "بَابُ فِی الْمُعْجِزَاتِ" کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ہم خندق کھود رہے تھے اس میں ایک ایسا سخت پتھر نکلا کہ کسی سے نہ ٹوٹ سکا۔ لوگوں نے واقعہ خدمت اقدس میں عرض کیا۔ فرمایا "کہ میں اترتا ہوں" ____ اور آپ ﷺ اٹھے تو ہم نے دیکھا بھوک کی وجہ سے آپ کی شکم مبارک پر پتھر بندھے ہوئے ہیں۔ کہ تین دن گزر گئے تھے اور ہم نے کچھ چکھا نہ تھا۔ آپ ﷺ نے کدال ہاتھ میں لی اور پتھر پر ماری تو وہ پتھر ریت کی طرح ہوگیا۔

میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور کہا ____ "کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو سخت بھوک میں دیکھا ہے۔ انہوں نے ایک تھیلی نکالی جس میں ایک صاع (تقریباً ڈھائی سیر) جو تھے۔ اور ہمارے پاس بکری کا ایک بچہ تھا۔۔ جس کو ذبح کرلیا۔ اور جو پیس لیے۔ یہاں تک کہ گوشت ہانڈی میں ڈال دیا۔ پھر میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر چپکے سے عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ ﷺ میں نے بکری کا ایک بچہ ذبحہ کیا ہے۔ اور ایک صاع جو پیسے ہیں۔ لہٰذا چند حضرات کو لے کر تشریف لے چلئے۔ نبی کریم ﷺ نے باآواز بلند فرمایا "اے خندق والو! جابر نے تمہارے لئے ضیافت کا بندوبست کیا ہے، آؤ جلدی کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی ہانڈی کو چولہے سے نیچے نہ اتارنا اور آٹے کی روٹیاں نہ پکانا۔ یہاں تک کہ میں آجاؤں۔ آپ ﷺ تشریف لائے تو میں نے آٹا آپ کے حضور پیش کردیا آپ نے اس میں لعاب دہن ڈالا۔ اور دعائے برکت فرمائی۔ پھر ہماری ہانڈی کے پاس تشریف لائے اس میں لعاب دہن ڈالا اور دعائے برکت فرمائی۔ پھر فرمایا کہ روٹیاں پکانے والی کو بلاؤ۔ کہ تمہارے ساتھ روٹیاں پکائے ہانڈی میں گوشت نکالتے رہنا اور اسے نیچے نہ اتارنا۔ وہ ایک ہزار تھے خدا کی قسم انہوں نے کھالیا اور باقی چھوڑ کر چلے گئے جبکہ ہماری ہانڈی اسی طرح جوش مار رہی تھی اور روٹیاں پکانے کے باوجود آٹا اتنا ہی تھا۔ (متفق علیہ)

اس معجزے میں علاوہ اس کے کہ آگ نہ شوربے اور گوشت کو جلا سکی اور نہ اسے کم کر سکی اور بھی کئی معجزوں پر یہ معجزہ شامل ہے۔ جس کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔

یہ حدیث بخاری شریف ابواب المغازی باب غزوة الخندق وھی الاحزاب میں ہے۔

حضور ﷺ کا عالم آب (پانی) میں تصرف اور معجزات

(۱)

صحیح بخاری شریف ابواب المغازی بَابُ غَزْوَةِ الْحُدَيْبِيَةِ میں ہے

عَنْ جَابِرٍ قَالَ عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّاَ مِنْهَا ثُمَّ اَقْبَلَ النَّاسُ نَحْوَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَالَكُمْ قَالُوْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ عِنْدَنَا مَآءٌ نَتَوَضَّأُ بِهٖ وَلَانَشْرَبُ اِلَّا مَافِيْ رَكْوَتِكَ قَالَ فَوَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهٗ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَآءُ يَفُوْرُ مِنْ اَصَابِعِهٖ كَاَمْثَالِ الْعُيُوْنِ قَالَ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا فَقُلْتُ لِجَابِرٍ كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ اَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً ـ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے روز لوگ پیاس سے دوچار ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے حضور ایک برتن رکھا ہوا تھا جس سے وضو فرما رہے تھے جب لوگ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ عرض گزار ہوئے یارسول اللہ ﷺ ہمارے پاس وضو کرنے اور پینے کیلئے پانی نہیں ہے بس یہی تھا جو اس برتن کے اندر حضور کی خدمت میں پیش کر دیا تھا راوی کا بیان ہے کہ آپ نے برتن میں اپنا دست کرم رکھ دیا تو آپ کی انگشت ہائے مبارک سے چشموں کی طرح پانی پھوٹ نکلا یہ فرماتے ہیں کہ ہم پانی پیتے اور وضو کرتے رہے پس میں (سالم بن ابو الجعد) نے حضرت جابر سے دریافت کیا کہ اس روز آپ کتنے حضرات تھے؟ فرمایا اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تو پانی سب کیلئے کافی ہو جاتا لیکن ہم پندرہ سو تھے۔

انگلیوں سے پانی جاری کرنے کے معجزات اور بھی ہیں جو کتب حدیث میں آئے

ہیں۔

بخاری شریف کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

(۲)

صحیحین میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے تو لوگوں نے پیاس کی آپ ﷺ سے شکایت کی۔ آپ ﷺ سواری سے اترے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے شخص کو بلایا۔ فرمایا جاؤ اور پانی تلاش کرو۔ وہ گئے تو ایک عورت ملی جو پانی کے دو چھوٹے یا بڑے مشکیزوں کے درمیان تھی۔ پس اسے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں لائے۔ اسے اونٹ سے اتارا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے ایک برتن منگوایا اور مشکیزوں کے منہ اس میں کھول دیئے اور لوگوں میں اعلان کر دیا کہ خود پیو اور پلاؤ۔

قَالَ فَشَرِبْنَا عِطَاشًا اَرْبَعِيْنَ رَجُلًا حَتّٰى رَوِيْنَا فَمَلَأْنَا كُلَّ قِرْبَةٍ مَعَنَا وَاِدَاوَةٍ وَ اَيْمُ اللّٰهِ لَقَدْ اُقْلِعَ عَنْهَا وَاِنَّهٗ لَيُخَيَّلُ اِلَيْنَا اَنَّهَا اَشَدُّ مِلْئَةً مِّنْهَا حِيْنَ ابْتَدَاَ

راوی کا بیان ہے کہ ہم چالیس پیاسے آدمیوں نے پیا کر شکم سیر ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہمارے پاس جو برتن تھے وہ بھی بھر گئے۔ خدا کی قسم، جب ہم ان سے جدا ہوئے تو ہمارے خیال میں ابتداء کرنے کی نسبت وہ اب زیادہ بھرے ہوئے تھے۔

حوالہ: (مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب فی المعجزات اور بخاری شریف کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

(۱۳) مشکوۃ شریف باب فی المعجزات کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَعُدُّ الْاٰيَاتِ بَرَكَةً وَ اَنْتُمْ تَعُدُّوْنَهَا تَخْوِيْفًا كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ سَفَرٍ فَقَلَّ الْمَآءُ فَقَالَ اطْلُبُوْا فَضْلَةً مِّنْ مَّآءٍ فَجَآءُوْا بِاِنَاءٍ فِيْهِ مَاءٌ قَلِيْلٌ فَاَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الطَّهُوْرِ الْمُبَارَكِ وَالْبَرَكَةِ مِنَ اللّٰهِ وَلَقَدْ رَاَيْتُ الْمَآءَ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيْحَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُؤْكَلُ ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم معجزات کو برکت کیلئے شمار کرتے ہیں اور تم خوف دلانے کیلئے ۔ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ پانی کی قلت ہوگئی۔فرمایا کہ بچا ہوا پانی لے آؤ۔لوگ تھوڑا سا پانی ایک برتن میں لے آئے۔آپ ﷺ نے برتن میں دست مبارک داخل کیا اور فرمایا،آؤ پانی کی طرف جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پاک ،مبارک اور برکت والا ہے۔میں نے دیکھا کہ پانی رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں مبارک سے پھوٹ رہا تھا اور ہم کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے جبکہ وہ کھایا کرتے تھے۔ (بخاری)

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الانبیاء باب عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ فِی الْاِسْلَامِ میں ہے۔

اسی مفہوم کی حدیث ترمذی شریف ابواب المناقب میں بھی ہے۔

حضور ﷺ کا ہوا میں تصرف و معجزات

(۱)

مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب فی المعجزات کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَصَابَتِ النَّاسَ سُنَّةٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَبَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَامَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَمَانَرٰى فِى السَّمَاءِ قَزْعَةً فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَاوَضَعَهَا حَتّٰى ثَارَا السَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهٖ حَتّٰى رَاَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذَالِكَ وَمِنَ الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ حَتّٰى الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى وَقَامَ ذَالِكَ الْاَعْرَابِيُّ اَوْ غَيْرُهٗ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَاعَلَيْنَا فَمَا يُشِيْرُ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِنَ السَّحَابِ اِلَّا انْفَرَجَتْ وَصَارَتِ الْمَدِيْنَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ وَسَالَ الْوَادِيْ قَنَاةُ شَهْرًا وَّلَمْ يَجِيْءُ اَحَدٌ مِّنْ نَاحِيَةٍ اِلَّاحَدَّثَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں لوگوں پر قحط آیا تو جمعہ کے روز نبی کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک اعرابی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ ﷺ! مال برباد ہو گیا، بچے بھوکوں مر گئے، لہذا اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے۔ آپ ﷺ نے دست مبارک اٹھائے اور اس وقت آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نہ تھا۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ دست مبارک ابھی نیچے نہیں کیئے تھے کہ پہاڑوں جیسے بادل اٹھ آئے اور منبر سے اترے نہیں تھے کہ ریش مبارک سے بارش کے قطرے ٹپکتے دیکھے۔ بارش اس روز اور اگلے روز ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ اگلا جمعہ آ گیا۔ وہی اعرابی یا کوئی دوسرا کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا:۔ یا رسول اللہ ﷺ! مکانات گر گئے اور مال ڈوب گیا۔ ہمارے لیئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے۔ آپ ﷺ نے دست مبارک

بِالْجَوْدِ وَ فِیْ رِوَایَةٍ قَالَ اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَاعَلَیْنَا اَللّٰھُمَّ عَلَی الْاٰکَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِیَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَاَقْلَعَتْ وَ خَرَجْنَا نَمْشِیْ فِی الشَّمْسِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

اٹھائے اور کہا:۔اے اللہ ﷻ !ہمارے اردگرد اور ہم پر نہیں ۔آپ ﷺ جس جانب بادلوں کو اشارہ کرتے ادھر سے پھٹ جاتے اور مدینہ جوہڑ کی طرح ہو گیا اور قناۃ نالہ ایک مہینے تک چلتا رہا اور جس گوشے سے کوئی آدمی آتا وہ زبردست بارش کی خبر دیتا۔ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے کہا:اے اللہ ﷻ !ہمارے اردگرد اور ہم پر نہ برسا۔اے اللہ ﷻ ! ٹیلوں، پہاڑیوں، نالوں کے اندر اور درختوں کے اگنے والی جگہوں پر برسا۔ راوی کا بیان ہے کہ بادل کھل گئے اور ہم دھوپ میں چلنے لگے۔ (متفق علیہ)

اس معجزے سے ہوا کے علاوہ بادلوں پر بھی حکومت نظر آرہی ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الانبیاء بَابُ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ فِی الْاِسْلَامِ میں ہے۔

فاضل شہیر مولٰناعبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری بخاری شریف میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں: "قربان جائیں اس تاجدار دوجہاں، سرورکون ومکاں ﷺ پر جس کے حکم کو بادل بھی محسوس کر لیتے اور تعمیل ارشاد کرتے تھے۔ اللہ رب العزت نے فرمایامَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ الله فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۔یعنی جس نے رسول اللہ ﷺ کا حکم مانا تو یقیناً اس نے اللہ کا حکم مانا۔لہذا آیئے سب مل جل کر کہیں:۔

؎ عرش تافرش ہے جس کے زیر نگیں
اس کی قاھرریاست پہ لاکھوں سلام

اور سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قَصِیْدَۃُ النُّعْمَان میں فرماتے ہیں۔

وَدَعَوْتَ عَامَ الْقَحْطِ رَبَّکَ مُعْلِنًا!

فَانْهَلَّ قَطْرُ السُّحْبِ حِیْنَ دُعَاكَا

معنے بیت از مولانامحمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ:۔ قحط سالی میں لوگوں کی التجا پر آپ ﷺ نے پروردگار کی جناب میں دعا کی تو بارش ہوئی اور قحط دور ہو گیا

؎ تیری کرامت تھی شہا جو دودھ بکری نے دیا
کی قحط میں تو نے دعا بارش ہوئی بے انتہا

(۲)

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب فی المعجزات کی پہلی فصل میں ہی ہے

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حُنَيْنًا فَوَلّٰى صَحَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا غَشُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَزَلَ عَنِ الْبَغْلَةِ ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً مِّنْ تُرَابٍ مِّنَ الْاَرْضِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ بِهٖ وُجُوْهَهُمْ فَقَالَ شَاهَتِ الْوُجُوْهُ فَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْهُمْ اِنْسَانًا اِلَّا مَلَاَ عَيْنَيْهِ تُرَابًا بِتِلْكَ الْقَبْضَةِ فَوَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ فَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ وَقَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ غَنَائِمَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ ٥ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ہم نے غزوہ حنین کیا تو رسول اللہ ﷺ کے بعض صحابہ پیٹھ پھیر گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ کا گھیراؤ کیا گیا تو آپ ﷺ خچر سے اتر پڑے پھر زمین سے ایک مٹھی مٹی لی اور ان کے چہروں پر ماری اور فرمایا:۔ چہرے بگڑ گئے۔ پس ان میں سے اللہ نے کوئی آدمی پیدا نہ کیا مگر اس کی آنکھوں میں وہ مٹھی والی مٹی پہنچی تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دی اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے مال غنیمت کو مسلمانوں میں تقسیم فرمایا۔ (مسلم)

یہ مٹی ہوا کے ذریعے ہی کافروں کی آنکھوں میں پہنچی تھی۔ اس سے بھی حضور ﷺ کا ہوا میں تصرف کا پتہ چلتا ہے۔

غزوہ بدر میں بھی اسی طرح مٹھی بھر کنکریاں پھینکیں تو سب کفار کی آنکھوں میں پہنچیں۔

حضور ﷺ کا عالم جمادات میں تصرف اور معجزات

(۱)

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب علامات النبوۃ کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنِّی لَاَعْرِفُ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَیَّ قَبْلَ اَنْ اُبْعَثَ اِنِّیْ لَاَعْرِفُهُ الْاٰنَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں مکہ مکرمہ کے اس پتھر کو اچھی طرح جانتا ہوں جو میری بعثت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا اور اسے اب بھی جانتا ہوں (مسلم)

(۲)

جامع ترمذی و دارمی میں ہے۔

عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِیْ بَعْضِ نَوَاحِيْهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَّلَاشَجَرٌ اِلَّا وَهُوَيَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مکہ مکرمہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا ہم کسی نواحی بستی کی طرف نکلے تو کوئی درخت اور پتھر سامنے نہ آتا مگر وہ یہی کہتا تھا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

یہ حدیث مشکوۃ شریف کتاب الفتن بَابُ فِی الْمُعْجِزَات کی دوسری فصل میں ہے۔

اس معجزہ میں جمادات یعنی پہاڑوں کے علاوہ نباتات یعنی درختوں کی نیازمندی بھی ظاہر ہوئی۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ اَطِیْبُ النَّغمِ میں فرماتے ہیں۔

وَکَلَّمَہُ الْاَحْجَارُ وَالْعُجْمُ وَ الْحَصٰی

وَتَکْلِمُ ھٰذَا النَّوْعِ لَیْسَ بَرَائِبٖ

ترجمہ پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ:۔حضور ﷺ سے پتھروں نے اور عجمیوں نے اور سنگریزوں نے گفتگو کی اور اس قسم کی گفتگو عام عادات کے مطابق نہیں ہے۔

۴

خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت نصب تھے جن کی کفار قریش پوجا کرتے تھے۔ جب مکہ فتح ہوا تو آپ ﷺ خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے۔آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں ایک چھڑی تھی جو آپ ﷺ ان بتوں کو مارتے جاتے تھے اور یہ آیت پڑھتے جاتے تھے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔

سورہ بنی اسرائیل

اور بخاری شریف کتاب المغازی ''باب این رکذ النبی ﷺ الرایۃ یوم الفتح ''میں ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ دَخَلَ النَّبِیُّ ﷺ مَکَّۃَ یَوْمَ الْفَتْحِ وَحَوْلَ الْبَیْتِ سِتُّوْنَ وَثَلٰثُ مِائَۃِ نُصُبٍ فَجَعَلَ یَطْعُنُھَا بِعُوْدٍ فِیْ یَدِہٖ وَیَقُوْلُ ۔جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے روز جب نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو خانہ کعبہ کے گرد اگرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے آپ ﷺ انہیں چھڑی مارتے جاتے جو دست مبارک میں تھی اور

وَمَایُعِیْدُ۔ فرماتے جاتے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا اور باطل نہ اب نئے سرے سے کھڑا ہوگا اور نہ لوٹ کر آئے گا۔

اور فاکہی میں بروایت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور طبرانی وابونعیم میں بروایت حضرت ابن عباس سے ہے کہ آپ ﷺ چھڑی سے جس بت کی اشارہ کرتے وہ بے چھوئے دھم سے گر پڑتا تھا۔

فاکہی کی روایت کو ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

اور جو بت خانہ کعبہ کے اندر تھے آپ ﷺ نے ان کے نکالنے کا حکم فرمایا تو انہیں نکال دیا گیا۔ پھر آپ ﷺ بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے اور اس کے گوشوں میں تکبیر کہی لیکن اس کے اندر نماز پڑھے بغیر باہر نکل آئے۔

(۴)

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَاعَائِشَۃَ لَوْشِئْتَ لسارت مَعِی جبَال الذھب۔ (رَوَاہُ الْبغَوِی فِی شَرْحِ السُّنَہ فِی کتابِ الفضائل ۲۴۸:۱۳)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو یقیناً میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ کو پہاڑوں (جمادات) کو سونے میں تبدیل کرنے کے اختیارات ہیں اور ان پہاڑوں کو اپنے ساتھ چلانے پر بھی قدرت رکھتے ہیں۔

(۵)

مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب مناقب ھٰؤُلَاءِ الثَّلٰثَۃِ رَضِیَ اللّٰہُ

عَنْهُمْ کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَعِدَ اُحُدًا وَ اَبُوْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ فَرَجَفَ بِهِمْ فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ فَقَالَ اُثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَيْکَ نَبِیٌّ وَّ صِدِّيْقٌ وَّ شَهِيْدَانِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کوہ احد پر چڑھے اور وہ ان کے ساتھ ہلا۔ آپ ﷺ نے ٹھوکر مار کر فرمایا: احد! ٹھہر جا کیونکہ تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(بخاری)

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الانبیاء میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دونوں کے مناقب میں بیان کی ہوئی ہے۔

اس حدیث سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا تصرف وحکومت پہاڑوں پر بھی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم نباتات میں تصرف و معجزات

(1)

مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب فی المعجزات کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم حَتّٰى نَزَلْنَا وَادِيًا اَفْيَحَ فَذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْضِي حَاجَتَهُ فَلَمْ يَرَ شَيْئًا يَسْتَتِرُ بِهٖ وَاِذَا شَجَرَتَيْنِ بِشَاطِئِ الْوَادِيْ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِلٰى اِحْدٰهُمَا فَاَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْ اَغْصَانِهَا فَقَالَ اِنْقَادِيْ عَلَيَّ بِاِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَانْقَادَتْ مَعَهٗ كَالْبَعِيْرِ الْمَخْشُوْشِ الَّذِيْ يُصَانِعُ قَائِدَهٗ حَتّٰى اَتَى الشَّجَرَةَ الْاُخْرٰى فَاَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْ اَغْصَانِهَا فَقَالَ انْقَادِيْ عَلَيَّ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَانْقَادَتْ مَعَهٗ كَذٰلِكَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِالْمَنْصَفِ مِمَّا بَيْنَهُمَا قَالَ الْتَئِمَا عَلَيَّ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَالْتَاَمَتَا فَجَلَسْتُ اُحَدِّثُ نَفْسِيْ فَحَانَتْ مِنِّيْ لَفْتَةٌ فَاِذَا اَنَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مُقْبِلًا وَ اِذَا الشَّجَرَتَانِ قَدِ افْتَرَقَتَا فَقَامَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا عَلٰى سَاقٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے ۔ یہاں تک کہ ایک فراخ وادی میں اترے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کیلئے تشریف لے گئے ۔لیکن آڑ لینے کیلئے کوئی چیز نظر نہ آئی ۔جبکہ وادی کے کنارے پر دو درخت تھے ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک کے پاس گئے اور اس کی ٹہنی پکڑ کر فرمایا کہ اللہ کے حکم سے میری اطاعت کرو۔ وہ مطیع ہو کر چل دیا۔ جیسے نکیل والے اونٹ کو اس کا چلانے والا چلاتا ہے۔ یہاں تک کہ دوسرے درخت کے پاس تشریف فرما ہوئے اور اس کی ٹہنی پکڑ کر فرمایا کہ اللہ کے حکم سے میری فرمانبرداری کرو۔ وہ بھی مطیع ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی طرح چل دیا ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے درمیاں ہو گئے اور فرمایا کہ اللہ کے حکم سے دونوں میرے لئے مل جاؤ۔ پس وہ مل گئے ۔ میں بیٹھ گیا اور اپنے دل میں کچھ سوچنے لگا کہ میری ادھر

سے توجہ ہٹ گئی دیکھا تو رسول اللہ ﷺ

سامنے سے تشریف لا رہے تھے اور دونوں

درخت جدا ہو گئے اور ہر ایک اپنی جگہ پر

جا کھڑا ہوا تھا (مسلم)

یہ حدیث بڑے واضح انداز میں حضور ﷺ کے عالم نباتات میں اختیارات وتصرفات پر دلالت کرتی ہے۔

(۲)

مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب فی المعجزات کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا خَطَبَ اسْتَنَدَ اِلٰى جِذْعِ نَخْلَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَلَمَّا صُنِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ فَاسْتَوٰى عَلَيْهِ صَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِيْ كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتّٰى كَادَتْ اَنْ تَنْشَقَّ فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى اَخَذَهَا فَضَمَّهَا اِلَيْهِ فَجَعَلَتْ تَئِنُّ اَنِيْنَ الصَّبِيِّ الَّذِيْ يُسَكَّتُ حَتَّى اسْتَقَرَّتْ قَالَ بَكَتْ عَلٰى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب خطبہ دیتے تو مسجد کے ستونوں میں سے کھجور کے ایک تنے سے ٹیک لگالیا کرتے۔ جب آپ ﷺ کیلئے منبر تیار کردیا گیا تو اس پر جلوہ افروز ہوئے۔ وہ تنا چیخا چلایا جس کے پاس آپ خطبہ دیا کرتے تھے یہاں تک کہ پھٹنے والا ہوگیا پس نبی کریم ﷺ نیچے اترے اسے پکڑا اور سینے سے لگالیا۔ وہ ایسے سسکیاں لے رہا تھا جیسے بچہ سسکیاں لیتا ہے جس کو چپ کرایا جاتا ہے یہاں تک کہ قرار پکڑ گیا راوی کا بیان ہے وہ اس لئے رویا کہ ذکر سنا کرتا تھا۔ (بخاری)

بخاری شریف کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام میں یہ

حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدۃ النعمان میں فرمایا

وَعَلَیْکَ ظَلَّلَتِ الْغَمَامَۃُ فِی الْوَریٰ
وَالْجِذْعِ حَنَّ اِلٰی کَرِیْمِ لِقَاکَا

معنے بیت: مولانا محمّد اعظم رحمۃ اللّٰہ میرووال :۔اور بادلوں نے آپ پر سایہ کیا اور ستون آپ کے ہجر میں رویا۔

ے جب دھوپ میں سوئے حرا تشریف فرما تو ہوا
بدلی نے آسایہ کیا تھا اس کو یہ حکم خدا
جب تو نے اے نور ہدا منبر پہ خطبہ پڑھا
تو وہ ستون رونے لگا جو تکیہ گہ پہلے سے تھا

۳

مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب فی المعجزات کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ بِمَا اَعْرِفُ اَنَّکَ نَبِیٌّ قَالَ اِنْ دَعَوْتُ ھٰذَا الْعِذْقَ مِنْ ھٰذِہِ النَّخْلَۃَ یَشْھَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَدَعَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَجَعَلَ یَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَۃِ حَتّٰی سَقَطَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ ثُمَّ قَالَ ارْجِعْ فَعَادَ فَاَسْلَمَ الْاَعْرَابِیُّ ۔
(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ میں کس چیز سے پہچانوں کہ آپ نبی ہیں؟ فرمایا اگر میں اس کھجور کے اس خوشے کو بلاؤں اور وہ گواہی دے کہ میں اللہ کا رسول ہوں ۔پس رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا تو وہ کھجور سے اترنے لگا اور نبی کریم ﷺ کے پاس آگرا۔فرمایا کہ چلے جاؤ تو واپس

صَحَّحَهُ) چلا گیا۔ پس اعرابی مسلمان ہو گیا۔
(اسے ترمذی نے روایت کیا اور صحیح بتایا)

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ النعمان میں فرماتے ہیں۔

وَدَعَوْتَ اَشْجَارًا اَتَتْكَ مَطِيْعَةً
وَسَعَتْ اِلَيْكَ مُجِيْبَةً لِنِدَاكَا

معنے بیت:۔ اور آپ نے درختوں سے اپنی صداقت پر استشہاد کیا تو انہوں نے گواہی دی اور جب آپ ﷺ نے کسی درخت کو اپنی طرف بلایا تو بلا تامل قبولیت تمام دوڑتا آیا۔

بھولے تیرے احسان کو لازم نہیں انسان کو
ٹالے تیرے فرمان کو یہ تاب کس کی ہے بھلا
تو نے درختوں کو شہا جب حکم آنے کا دیا
لائے تیرا فرمان بجا سب آئے اور کلمہ پڑھا

دارمی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ ایک اعرابی آیا آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تو گواہی دیتا ہے کہ کوئی معبود نہیں۔ مگر ایک اللہ اور اس کا کوئی شریک نہیں اور میں اس کا بندہ اور رسول ہوں اس نے کہا کہ آپ کی رسالت من اللہ کا کون گواہ ہے؟ فرمایا یہ سلم کا درخت جو کنارہ میدان میں نظر آتا ہے اور اسے بلایا وہ زمین چیرتا ہوا آپ ﷺ کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ آپ ﷺ نے اس سے تین بار گواہی لی۔ اس ہر سہ بار گواہی دی کہ آپ ﷺ سچے ہیں۔ اور پھر باجازت بدستور سابق اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ صحیحین میں ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جن آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے آپ سے سوال کیا کہ اور کون گواہی دیتا ہے کہ آپ ﷺ رسول خدا ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ درخت۔ اور بعد اس کے اس درخت کو بلایا وہ اپنی جڑوں کو

گھسیٹتا ہوا چلا آیا آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔

قصیدہ بردہ شریف الفصل الخامس "فی ذکر یمن دعوتہ ﷺ"
میں علامہ شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جَآءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَةً
تَمْشِيْ اِلَيْهِ عَلٰى سَاقٍ بِلَا قَدَمٖ

معنے بیت:۔ آپ ﷺ کے بلانے پر درخت سجدہ کرتے ہوئے آئے اپنی پنڈلیوں پر بغیر پاؤں کے چل کر آئے۔

(۴)

جنگ احد میں حضرت عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی۔

فَاَعْطَاهُ النَّبِيُّ ﷺ عَسِيْبًا مِنْ نَّخْلٍ فَرَجَعَ فِيْ يَدِهٖ سَيْفًا (شفا شریف خصائص کبرای۔ بیہقی)

تو حضور ﷺ نے ان کو ایک کھجور کی شاخ عطا فرمائی جب وہ ان کے ہاتھ میں گئی تو ایک نہایت عمدہ تلوار تھی۔ (جس کو عرجون کہتے ہیں اور وہ عمر بھر اسی سے جہاد کرتے رہے)

(۵)

بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ اور کتاب الانبیاء میں ہے۔

قَالَ اَنَسٌ اَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ اَحَدُهُمَا عِبَادُ بْنُ بَشْرٍ وَّ اَحْسِبُ الثَّانِيَ اُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ فِيْ لَيْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ وَ مَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَيْنِ يُضِيْئَانِ بَيْنَ اَيْدِيْهِمَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے دو حضرات نبی کریم ﷺ کے پاس سے باہر نکلے جن میں سے ایک حضرت عباد بن بشیر تھے اور میرے خیال میں دوسرے حضرت اسید بن حضیر تھے۔ رات اندھیری

فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَمَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا وَاحِدٌ حَتّٰى اَتٰى اَهْلَهٗ۔

تھی اوران کے ساتھ چراغ جیسی چیزیں تھی۔جوان کے ہاتھوں میں چمک رہی تھیں۔جب وہ جدا ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ علیحدہ علیحدہ شمع تھی۔یہاں تک کہ وہ اپنے گھر والوں میں پہنچ گئے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب المناقب باب منقبة اسید بن حضیر وعباد بن بشیر رضی اللہ عنہما میں بھی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم حیوانات میں تصرف اور معجزات

(۱)

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن بَابُ فِی الْمُعْجِزَاتِ کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَزِعُوْا مَرَّةً فَرَكِبَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَرَسًا لِاَبِيْ طَلْحَةَ بَطِيْئًا وَّكَانَ يَقْطِفُ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ وَجَدْنَا فَرَسَكُمْ هٰذَا بَحْرًا فَكَانَ بَعْدَ ذَالِكَ لَايُجَارٰى وَفِيْ رِوَايَةٍ فَمَا سُبِقَ بَعْدَ ذَالِكَ الْيَوْمِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک دفعہ اہل مدینہ کو خطرہ محسوس ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے جو سست رفتار اور اڑیل تھا جب واپس لوٹے تو فرمایا۔ ہم نے تو تمہارے گھوڑے کو دریا پایا ہے، اس کے بعد اس کا مقابلہ نہیں کیا جاتا تھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس روز کے بعد کوئی اس سے سبقت نہیں لے جا سکا۔ (بخاری)

یہ حدیث بخاری شریف کتابُ الْجِهاد وَالسّیر ''باب الفرس القطوف'' میں ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف ''کتاب الجهاد و السّیر باب السرعة والرکض فی الفزع'' میں بھی ہے۔

(۲)

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن بَابُ فِی الْمُعْجِزَاتِ کی پہلی فصل میں ہی ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاَنَا عَلٰى نَاضِحٍ قَدْ اَعْيٰى فَلَايَكَادُ يَسِيْرُ فَتَلَاحَقَ بِيَ النَّبِيُّ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کیا اور میں اونٹ پر سوار تھا جو تھک

ﷺ فَقَالَ مَالِبَعِيْرِكَ قُلْتُ قَدْ عِيِيَ فَتَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَزَجَرَهُ فَدَعَا لَهُ فَمَازَا لَ بَيْنَ يَدَيِ الْاِبِلِ قُدَّامَهَا يَسِيْرُ فَقَالَ لِيْ كَيْفَ تَرٰى بَعِيْرُكَ قُلْتُ بِخَيْرٍ قَدْاَصَابَتْهُ بَرَكَتُكَ قَالَ اَفَتَبِيْعُنِيْهِ بِوُقِيَّةٍ فَبِعْتُهُ عَلٰى اَنَّ لِيْ فَقَارَظَهْرِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ غَدَوْتُ عَلَيْهِ بِالْبَعِيْرِ فَاَعْطَانِيْ ثَمَنَهٗ وَرَدَّهٗ عَلَيَّ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

گیا تھا اور اس سے چلا نہیں جا رہا تھا۔ کہ نبی کریم ﷺ مجھ سے آ ملے اور فرمایا:۔ تمہارے اونٹ کو کیا ہوا؟ عرض گزار ہوا کہ تھک گیا ہے پس رسول اللہ ﷺ پیچھے ہوئے ،ڈانٹا اور دعائے برکت فرمائی۔ اس وقت سے وہ اونٹوں کے آگے چلنے لگا۔ چنانچہ مجھ سے فرمایا کہ تم اپنے اونٹ کو کیسا پاتے ہو؟ عرض گزار ہوا بہت بہتر کیونکہ آپ کی برکت اسے پہنچ گئی ہے۔ فرمایا کہ کیا تم اسے ایک اوقیہ کے بدلے میرے ہاتھوں فروخت کرتے ہو؟ میں نے اس شرط پر بیچ دیا کہ مدینہ منورہ تک اس اونٹ کی پیٹھ پر سوار رہوں گا۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوئے تو اگلے روز میں اونٹ کو آپ کی خدمت میں لے گیا۔ آپ ﷺ نے قیمت عطا فرمادی اور وہ بھی مجھے واپس دے دیا۔ (متفق علیہ)

(۳)

ثعلبہ ابن مالک سے اَبُوْ نَعَیم نے جابر ابن عبداللہ سے احمد، دارمی، بزار اور بیہقی نے اور عبداللہ بن جعفر سے مسلم اور ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ کسی باغ میں ایک اونٹ تھا جو دماغی خلل میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اس کی دہشت سے لوگ اس باغ میں نہیں جاتے

تھے۔ایک دن حضور انور ﷺ اس باغ میں تشریف لے گئے۔جیسے ہی حضور ﷺ نے اس اونٹ کو آواز دی وہ دوڑتا ہوا آیا اور حضور ﷺ کے سامنے اپنا ہونٹ زمین پر رکھ دیا۔حضور ﷺ نے اسے مہار لگادی۔اور ارشاد فرمایا کہ نافرمان جن وانس کے علاوہ زمین وآسمان کی کوئی مخلوق ایسی نہیں جو مجھے نہ جانتی ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

(۴۲

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب فی المعجزات کی دوسری فصل میں حضرت یعلی بن مرہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ چلے جاتے تھے کہ اونٹ نے آپ ﷺ کے سامنے سر رکھ دیا اور گلے میں کچھ آواز کی۔آپ ﷺ نے اس کے مالک کو بلا کر فرمایا کہ یہ اونٹ شکایت کرتا ہے کہ مجھ سے محنت زیادہ لی جاتی ہے اور دانہ کم ملتا ہے۔

سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ النعمان میں فرماتے ہیں۔

وَكَذَا الْوُحُوْشُ اَتَتْ اِلَيْكَ وَسَلَّمَتْ

وَشَكَا الْبَعِيْرُ اِلَيْكَ حِيْنَ رَاٰكَا

معنے بیت:۔اسی وحشی جانوروں نے آپ کو سلام کیا اور اونٹ نے جب آپ ﷺ کو دیکھا تو اپنے حال کی شکایت کی۔

؎ کی وحشیوں نے بھی آپ کی تصدیق اے حق کے نبی

تیرے سلامی تھے سبھی اے بادشاہ دوسرا

کی اونٹ نے تجھ سے بیاں دکھ درد کی سب داستاں

دیکھا جو تجھ کو مہرباں شکوہ مصیبت کا کیا

حضور ﷺ کا عالم برزخ میں تصرف اور معجزات

(۱)

صحیح مسلم شریف کتاب الجنائز میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ امْرَاَةً سَوْدَآءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ اَوْ شَابًّا فَفَقَدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَسَاَلَهَا عَنْهَا اَوْ عَنْهُ فَقَالُوْا مَاتَ قَالَ اَفَلَا كُنْتُمْ اٰذَنْتُمُوْنِیْ قَالَ فَكَاَنَّهُمْ صَغَّرُوْا اَمْرَهَا اَوْ اَمْرَهٗ فَقَالَ دُلُّوْنِیْ عَلٰی قَبْرِهٖ فَدَلُّوْهُ فَصَلّٰی عَلَیْهَا ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ ظُلْمَةً عَلٰی اَهْلِهَا وَ اِنَّ اللّٰهَ یُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلٰوتِیْ عَلَیْهِمْ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک حبشی عورت یا حبشی جوان مسجد کی صفائی کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو نہیں دیکھا تو اس کے متعلق پوچھا ۔صحابہ نے عرض کی وہ فوت ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھے کیوں نہیں خبر دی؟ راوی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے اس معاملے کو معمولی سمجھا تھا آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس کی قبر دکھاؤ۔ آپ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی ،پھر فرمایا۔ یہ قبریں اندھیروں سے بھری ہوئی ہیں۔ اور میری نماز کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان قبروں کو روشن کر دیتا ہے۔

(۲) بخاری شریف کتاب المناقب باب قصة ابی طالب میں ہے

عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لِلنَّبِیِّ ﷺ مَا اَغْنَیْتَ عَنْ عَمِّكَ فَاِنَّهٗ كَانَ یَحُوْطُكَ وَ یَغْضَبُ لَكَ قَالَ هُوَ فِیْ ضَحْضَاحٍ مِّنْ نَارٍ وَلَوْ لَا اَنَا لَكَانَ فِی الدَّرْكِ

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا:۔ کہ اپنے چچا (ابو طالب) کو آپ ﷺ نے کیا نفع پہنچایا جبکہ وہ آپ کی حمایت کیا کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ

الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔

کی خاطر لوگوں کا غصہ مول لیا کرتے تھے؟ فرمایا، اب وہ صرف ٹخنوں تک آگ میں ہیں اور اگر میں (درمیان میں) نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتے۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الایمان میں بھی ہے۔

(۳)

مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان باب اثبات عذاب القبر کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ زَیْدِ ابْنِ ثَابِتٍ قَالَ بَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ حَآئِطٍ لِبَنِی النَّجَّارِ عَلٰی بَغْلَةٍ لَهٗ وَ نَحْنُ مَعَهٗ اِذْحَادَتْ بِهٖ فَکَادَتْ تُلْقِیْهِ وَاِذَا اَقْبُرٌ سِتَّةٌ اَوْ خَمْسَةٌ فَقَالَ مَنْ یَّعْرِفُ اَصْحَابَ هٰذِهِ الْاَقْبُرِ قَالَ رَجُلٌ اَنَا قَالَ فَمَتٰی مَاتُوْا قَالَ فِی الشِّرْکِ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ تُبْتَلٰی فِیْ قُبُوْرِهَا فَلَوْلَا اَنْ لَّا تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ یُّسْمِعَکُمْ مِّنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِیْ اَسْمَعُ مِنْهُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۔حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ بنی نجار کے باغ کے قریب تھے سرکار اس وقت خچر پر سوار تھے جو انتہائی شوخی کر رہا تھا قریب تھا کہ سرکار خچر سے گر جائیں۔ وہاں پانچ یا چھ قبریں تھیں۔ سرکار نے دریافت فرمایا کوئی ان قبر والوں سے واقف ہے ایک صاحب نے کہا میں واقف ہوں۔ سرکار نے معلوم کیا کہ یہ کب مرے تھے انہوں نے کہا کہ یہ حالت شرک میں مرے تھے۔ تب سرکار نے فرمایا یہ امت قبر میں آزمائی جائے گی اگر مجھے یہ یقین نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ تم کو بھی عذاب قبر سنا دے جس کو میں سنتا ہوں۔ (مُسلِمؒ)

حضور ﷺ کے روزِ آخرت کے امتیازی خصائص

(۱)

حضور ﷺ کا گواہ ہونا:۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو سابقہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں پر گواہ بنایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝

(پ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۴۵، ۴۶)

اے نبی (مکرم) ہم نے آپ کو گواہ، خوشخبری سنانے والا، اور بروقت ڈرانے والا اور اللہ کی طرف اس کے اذن سے بلانے والا اور روشن کردینے والا آفتاب بنا کر بھیجا۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝ (پ ۵ سورۃ نسآء آیت نمبر ۴۱)

اور (ان نافرمانوں) کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لے آئیں گے اور (اے حبیب ﷺ) ان سب پر آپ ﷺ کو گواہ (بنا کر لائیں گے)

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔

(پارہ ۱۴ سورۃ النحل آیت نمبر ۸۹)

اور وہ دن بڑا ہولناک ہوگا جب ہم ہر امت سے انہیں میں سے ان پر ایک گواہ اٹھائیں گے اور آپ کو ان سب پر بطور گواہ لائیں گے۔ اور ہم نے آپ پر یہ ایسی کتاب اتاری ہے جس میں ہر چیز کا تفصیلی بیان ہے

ہر امت پر ان کے انبیاء گواہ لائیں جائیں گے۔ وہ اپنی امت کے ایمان و کفر و نفاق اور تمام افعال پر گواہی دیں گے کیونکہ انبیاء اپنی امتوں کے اعمال سے باخبر ہوتے ہیں اور حضور ﷺ کیونکہ سارے عالم کے نبی ہیں اس لئے ان سب پر آپ کو گواہ لایا جائے گا۔ حضور ﷺ جسمانی طور پر تو اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور روحانی طور پر آپ مشاہدہ کائنات فرما رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میرے حبیب کی اس خصوصیت و امتیاز سے اختلاف کرنے والے بھی ہوں گے ان منکرین کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا کہ ہم نے آپ ﷺ پر ایسی کتاب (قرآن مجید) اتاری ہے جس میں ہر چیز کا تفصیلی بیان ہے۔ منکرین کو چاہیئے کہ وہ قرآن کا بھی انکار کردیں کیونکہ ان کے خیال کے مطابق تو قرآن مجید فرقان حمید میں ہر چیز کا تفصیلی بیان نہیں ہے۔ جیسی مثالیں وہ حضور ﷺ کی اس خصوصیت کے رد کیلئے بیان کرتے ہیں ایسی ہی وہ قرآن مجید کیلئے پیش کرسکتے ہیں۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ وہ ایسا کریں تاکہ ان کا اصلی چہرہ واضح طور پر نظر آجائے اور لوگ ان سے اپنے ایمان کی حفاظت کرسکیں

کیا ان کا خیال ہے کہ اللہ ایسے کرنے پر قادر نہیں ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کسی کو ہر انسان کا علم نہیں دے سکتا؟ بلاشبہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کے ثبوت کیلئے میں قرآن مجید فرقان حمید سے مثال پیش کرتا ہوں۔

سورۃ الزلزال پ ۳۰ آیت نمبر ۴ میں ہے

یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝ — اس روز زمین اپنے اوپر کئے ہوئے تمام عملوں کو (بطور سلطانی گواہ کے) ظاہر کردے گی۔

کیا زمین کو تمام روئے زمین پر پیدا ہونے والے تمام انسانوں پر گواہ نہیں بنایا گیا؟ کیا وہ علم کے بغیر ہی گواہی دے دے گی؟

بخاری شریف الجنائز بَابُ الصَّلٰوۃ عَلَی الشَّہِیْد میں حضرت عقبہ بن

عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن آپ ﷺ نے شہدائے احد پر نماز جنازہ پڑھی۔ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ارشاد فرمایا

اِنِّی فَرَطٌ لَّکُمْ وَاَنَا شَہِیْدٌ عَلَیْکُمْ وَاِنِّی لَاَ نْظُرُ اِلٰی حَوْضِی الْاٰنَ وَاِنِّی اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنَ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ اِنِّی وَاللّٰہُ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْ ابَعْدِیْ وَلٰکِنِّی اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْ فِیْھَا۔

میں پہلے جا کر تمہارے کام درست کرنے والا ہوں اور تمہارے اوپر گواہ ہوں اور میں اپنے حوض کوثر کو اب بھی دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں مرحمت فرمائی گئیں ہیں۔ خدا کی قسم! مجھے یہ مطلقاً تمہارے متعلق ڈر نہیں کہ میرے بعد شرک کرنے لگ جاؤ گے۔ بلکہ ڈر تو اس بات کا ہے کہ کہیں دنیا میں نہ پھنس جاؤ۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب المغازی میں بھی ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الرقاق میں بھی ہے۔

اوپر مذکورہ قرآنی آیت میں ہے کہ زمین تمام انسانوں کے اعمال کی گواہی دے گی اور زمین کی چابیاں کس کے پاس ہیں؟ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے مان جاؤ کہ زمین کی چابیاں حضور ﷺ کے پاس ہیں۔ شک نہ کر۔ عیب نہ نکال۔ نہیں تو ایمان ضائع ہو جائے گا۔ اسی طرح ایمان لے آ۔ جس طرح اللہ تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے کہ اس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے کہ اور قرآن کس پر نازل ہوا؟ حضور ﷺ پر۔ قرآن کا سب سے زیادہ علم کس کو ہے؟ بلاشبہ حضور ﷺ کو۔

اب بھی مان جاؤ ورنہ ایمان ضائع کر بیٹھو گے۔ پھر روزِ حساب پچھتاؤ گے۔

شائد حضور ﷺ کی اس خصوصیت کے منکرین کا خیال ہے کہ کل کائنات صرف زمین ہی ہے۔ اور جس کو اس ساری زمین کا علم ہو گیا۔ تو اسکا علم اور مشاہدہ اللہ تعالیٰ کے علم اور مشاہدہ سے مل گیا۔ برابر ہو گیا (معاذ اللہ) ہماری زمین تو کائنات کے بڑے بڑے

ستاروں اور سیاروں کے مقابلہ میں ذرۂ بے مقدار ہے۔ سورج ہماری زمین سے کئی گناہ بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم، مشاہدہ ذاتی لامحدود ہے۔ اس کے مقابلہ میں حضور ﷺ کا علم، مشاہدہ سمندر کے ایک قطرے کے برابر بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم اور مشاہدہ کے سمندر کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ ان کا تو اندازہ ہی نہیں لگایا جاسکتا اور اپنے اس علم اور مشاہدہ میں سے معمولی سا جو علم اور مشاہدہ حضور ﷺ کو عطا فرمایا ہے وہ پھر اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم اور مشاہدہ کے برابر کس طرح ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ تمہیں فرق سمجھنے کی توفیق دے (آمین)

ترمذی شریف ابواب صفة الجنة بَابُ مَاجَاءَ فِيْ رُؤْيَةِ الرَّبِّ تَبَارَكَ تَعَالىٰ میں حضرت سویر فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا آپ نے نبی کریم ﷺ کا ارشاد بیان کیا کہ

اِنَّ اَدْنٰی اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً لَمَنْ يَنْظُرُ اِلٰی جِنَانِهٖ وَ اَزْوَاجِهٖ وَ نَعِيْمِهٖ وَ خَدَمِهٖ وَ سُرُرِهٖ مَسِيْرَةَ اَلْفِ سَنَةٍ وَّ اَكْرَمُهُمْ عَلَی اللّٰهِ مَنْ يَّنْظُرُ اِلٰی وَجْهِهٖ وَ غُدْوَةً وَّ عَشِيَّةً ثُمَّ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ وَّ قَدْ رُوِیَ۔

ادنٰی درجے کا جنتی وہ ہے جو اپنے باغات، بیویوں، نعمتوں، خدام، اور تختوں کو ہزار سال کی مسافت سے دیکھے گا۔ اور ان میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو صبح شام اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوگا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے آیت کریمہ پڑھی۔

(ترجمہ) "اس دن بعض چہرے تروتازہ ہوں گے (اور) اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔"

یہ حدیث غیر مرفوع ہے۔

یہ ادنٰی درجے کے جنتی کا درجہ ہے تو اعلیٰ درجہ کا جنتی کا درجہ کیا ہوگا؟

اور حضور ﷺ کے مقام اور درجہ کو خود ہی سمجھ سکتے ہو۔

صرف صحیح بخاری کے ماننے والوں کیلئے صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث اور بیان کرتا ہوں تا کہ ان کی تسلی ہوجائے۔

عن ابی هریرہ ان النبی ﷺ قال مامن مومن الا وانا اولی بہ فی الدنیا والاخرۃ و اقرأ وان شئتم النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم

(اخرجہ البخاری ص ۳۲۳ واحمد بن حنبل فی مسندہ ص ۳۳۴ ، ص ۳۲۸ ج ۲)

ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہر مومن کے ساتھ میں اس کی جان سے زیادہ اس کے ساتھ دنیا اور آخرت میں قریب ہوں اور اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ

کیا اب بھی اہلِ سُنّت و جماعت کے عقیدہ ''حضور ﷺ کے گواہ و حاضر و ناظر'' ہونے پر ایمان نہیں لاؤ گے؟ اگر اس عقیدہ پر یقین کرو گے تو اپنا ہی ایمان ضائع کرو گے اور قرآن و حدیث کے منکر ٹھہرو گے اور روز قیامت پچھتاؤ گے۔ اگر اس وقت ایمان لے بھی آؤ گے تو کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

مشکوۃ شریف کتاب الرقاق باب البکاء و الخوف کی دوسری فصل میں ہے

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنِّی اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَ اَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءُ وَ حَقَّ لَھَا اَنْ تَاَطَّ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَافِیْھَا مَوْضَعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَ مَلَکٌ وَّاضِعٌ جَبْھَتَہٗ سَاجِدًا لِلّٰہِ وَاللّٰہِ لَوْتَعْلَمُوْنَ مَااَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَّ لَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا وَّ مَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَآءِ عَلَی الْفُرُشَاتِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَی الصُّعُدَاتِ تَجْاَرُوْنَ اِلَی اللّٰہِ۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِیُّ وَ اِبْنِ مَاجَۃَ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان چر چراتا ہے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اس پر چار انگل جگہ نہیں مگر اس پر کسی فرشتے نے اپنی پیشانی اللہ کیلئے سجدے میں رکھی ہوئی ہے اگر تم جانتے جو میں جانتا ہوں تو کم ہنستے اور زیادہ روتے اور عورتوں سے بستروں پر کم لذت یاب ہوتے اور اللہ کی پناہ ڈھونڈنے جنگلوں میں نکل جاتے ہیں۔

مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب الحشر کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم هٰذِهِ الْاٰيَةَ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُهَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ وَّ اَمَةٍ بِمَا عَمَلَ عَلٰى ظَهْرِهَا اَنْ تَقُوْلَ عَمِلَ عَلَيَّ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَهٰذِهٖ اَخْبَارُهَا۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمَذِيُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی :۔ اس روز زمین اپنی خبریں بیان کرے گی ۔ فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اسکی خبریں کیا ہیں؟ لوگ عرض گزار ہوئے کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا اس کی خبریں یہ ہیں کہ اس کی پیٹھ پر ہر مرد اور عورت نے جو عمل کئے ہوں گے ان کی گواہی دے گی اور کہے گی کہ مجھ پر فلاں فلاں روز فلاں فلاں کام کئے تھے یہی اس کی خبریں ہیں۔
(روایت کیا اسے احمد اور ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔)

صحیح بخاری شریف کتاب الرقاق باب التواضع میں ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم : اِنَّ اللّٰهَ قَالَ مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے :۔ جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ ایسی کسی چیز کے ذریعے قرب حاصل نہیں کرتا جو مجھے پسند ہیں اور میں نے اس پر فرض کی ہیں بلکہ میرا بندہ برابر نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے

يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِيْ لَاُعْطِيَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَاُعِيْذَنَّهٗ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ اَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِيْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَاَنَا اَكْرَهُ مَسَاءَتَهٗ ۔

یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کی سماعت (کان) بن جاتا ہوں جس کے ذریعے وہ سنتا ہے اور اسکی بصارت (آنکھیں) بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں (پیر) بن جاتا ہوں جس کے ذریعے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں ضرور اسے عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ پکڑے (مانگے) تو ضرور میں اسے پناہ دیتا ہوں اور کسی کام میں مجھے تردد نہیں ہوتا۔ جسکو میں کرتا ہوں مگر مومن کی موت کو برا سمجھنے میں کیونکہ میں اس کے اس برا سمجھنے کو برا سمجھتا ہوں۔

امام فخر الدین رازی اس حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور ولی کے کان بن گیا تو وہ قریب و بعید کو سنے گا، اور جب وہ نور اس کی آنکھیں بن گیا تو وہ قریب و بعید کو دیکھے گا اور جب وہ نور اس کا ہاتھ بن گیا تو وہ مشکل اور آسان کام اور قریب و بعید میں تصرف کرے گا۔''

تفسیر کبیر (طبع جدید مصر) ج۱ص۸۹۱

جب اولیا کرام کے افعال عام لوگوں سے ممتاز ہیں تو یقیناً انبیاء کرام کے افعال اولیاءاللہ سے بدرجہا افضل و اعلیٰ اور بلند و بالا ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اسی روحانی قوت اور نور کی وجہ سے انبیاء کرام سے معجزات اور اولیاء کرام سے کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔ اس مذکورہ بالا حدیث کی تشریح میں چند مثالیں اشارۃً پیش کرتا ہوں۔

ا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر اور چیونٹی کی گفتگو۔

۲۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا کا ملک سبا سے ملکہ بلقیس کا تخت، جس کی لمبائی اسی گز اور چوڑائی چالیس گز تھی، آنکھ جھپکنے سے پہلے لا کر پیش کرنا۔

۳۔ حضور ﷺ کا ہاتھ کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے کرنا اور سورج واپس کرنا

۴۔ حضور ﷺ کا ہاتھ بڑھا کر جنت کے پھل توڑنے لگنا

۵۔ حضور ﷺ کا جنگ موتہ میں شہداء کا حال مدینہ میں بتانا۔

۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خیبر کا دروازہ اکھیڑنا۔

۷۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دریائے نیل کو خط لکھنا۔

۸۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ دیتے ہوئے یا ساریۃ الجبل الجبل (اے ساریہ! پہاڑ کی پناہ لو، پہاڑ کی) پکارنا جب کہ اسلامی لشکر مقام نہاوند پر تھا

اور اس کی تائید میں حضور نبی کریم ﷺ کی ایک اور حدیث بیان فرماتا ہوں۔

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ۔ مومن کی فراست سے بچو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

(ترمذی شریف کتابُ التّفسیر)

۲

حضور ﷺ کا روزِ قیامت سب سے پہلے اٹھایا جانا، امامُ الانبیاء ہونا، تمام انبیاء کا آپ کے جھنڈے کے نیچے ہونا، حمد کا جھنڈا عطا ہونا، سب سے پہلے پُل صراط پر سے گزرنا، مقام

محمود عطا ہونا، وسیلہ عطا ہونا، سب سے پہلے شفاعت کرنا، اور سب سے پہلے آپ کی شفاعت کا قبول ہونا، حوض کوثر عطا ہونا ،سب سے پہلے جنّت کے دروازے کو کھٹکھٹانا، اور سب سے پہلے جنّت میں داخل ہونا، آپ کے پیروکاروں کا سب انبیاء کے پیروکاروں سے زیادہ ہونا، اور حضور ﷺ کیلئے عرش کے دائیں جانب کرسی ہونا، یہ سب آپ کے امتیازی خصائص ہیں اور احادیث سے ثابت ہیں۔ احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب فضائل سید المرسلین صلوٰتُ اللّٰہ وسلامه عليه کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاَوَّلُ مَنْ یَّنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَّ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ۔
(مسلم کتاب الفضائل)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز اولاد آدم کا سردار میں ہوں سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت منظور ہوگی۔
(مسلم)

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قصیدة النعمان میں فرماتے ہیں۔

اَنْتَ الَّذِیْ فِیْنَا سَاَلْتَ شِفَاعَةً
لَبَّاکَ رَبُّکَ لَمْ تَکُنْ لِسِوَاکَا

معنے بیت:۔ آپ وہ ہیں کہ آپ نے ہمارے واسطے شفیع ہونا خدا سے طلب کیا تو آپ

کے رب نے پکار کر کہہ دیا کہ یہ مرتبہ سوائے آپ کے کسی اور کیلئے نہیں ہوگا۔

؎ جب تونے لے والانسب فخر عجم فخر عرب
حق سے شفاعت کی طلب فرمان یہ نازل ہوا
ہاں ہاں اجازت ہے تجھے آج عزت ہے تجھے
زیبا شفاعت ہے تجھے بے شک یہ حصہ ہے تیرا

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ اطیب النغم میں فرماتے ہیں۔

اِذَا مَا اَتَوْا نُوْحًا وَ مُوْسٰی وَ آدَمًا
وَقَدْهَا لَهُمْ اِبْصَارُ تِلْكَ الصَّعَائِبِ

ترجمہ پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ :۔ جب ساری دنیا شفاعت کیلئے حضرت نوح، حضور موسیٰ اور حضرت آدم علیہم السلام کے پاس آئے گی تو اس دن کی دشواریوں اور تکلیفوں کو دیکھ کر یہ حضرات خود بھی خوفزدہ ہوں گے۔

فَمَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ عِنْدَهٰذِهٖ
نَبِيٌّ وَلَمْ يَظْفِرْهُمْ بِالْمَآرِبِ

ترجمہ پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ :۔ لوگوں کی ان انبیاء کرام کی خدمت میں حاضری انہیں کوئی نفع نہیں پہنچائے گی اور نہ ہی وہ اپنے مقاصد کے حصول میں ان کو کامیاب کریں گے یعنی کسی کو مجال دم زدن نہ ہوگی کوئی بارگاہ الہی میں لوگوں کی شفاعت کیلئے لب کشائی کی جرأت نہیں کرے گا۔

هُنَاكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَنْحُو لِرَبِّهٖ
شَفِيْعًا وَفَتَّاحًا لِبَابِ الْمَوَاهِبِ

ترجمہ پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ :۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کا محبوب رسول گنہ گاروں کی شفاعت کیلئے اور بخششوں کے دروازوں کو کھولنے کیلئے بارگاہ الہی

میں حاضری کا قصد کرے گا۔

فَیَرْجِعُ مَسْرُوْرًا بِنَیْلِ طِلَابِہٖ
اَصَابَ مِنَ الرَّحْمٰنِ اَعْلَی الْمَرَاتِبِ

ترجمہ پیرکرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ :۔پس حضور ﷺ اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد شاداں وفرحاں واپس تشریف لائیں گے اور خداوند رحمٰن کی بارگاہ سے آپ کو اعلیٰ مراتب ارزانی ہوئے ہوں گے۔

اور قصیدہ بردہ شریف الفصل الثالث "فی مدح رسول اللہ ﷺ" میں ہے۔

هُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ
لِکُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

ترجمہ مولانا محمد الطاف نیروی:۔وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے حبیب دوست ہیں کہ ان ہی سے شفاعت کی امید ہے ہر خوف کے وقت اور جو بھی آنے والے خوف ہیں۔

مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب فضائل سید المرسلین صلوٰت اللہ و سلامہ علیہ کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا فَخْرَ وَ بِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَّبِیٍّ یَوْمَئِذٍ اٰدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا تَحْتَ لِوَآءِ یْ وَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز اولاد آدم کا سردار میں ہوں گا اور یہ فخریہ نہیں کہتا اور لواء الحمد (حمد کا جھنڈا) میرے ہاتھ میں ہوگا۔مگر فخریہ نہیں کہتا اور اس روز کوئی نبی خواہ وہ حضرت آدم ہوں یا کوئی دوسرا اگر میرے جھنڈے کے نیچے ہو گا۔اور میں ہوں جس کی قبر سب سے پہلے شق ہوگی مگر فخریہ نہیں کہتا (ترمذی)

یہ حدیث ترمذی شریف ابواب المناقب میں ہے اور یہ حدیث حسن ہے۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قصیدۃ النعمان میں فرماتے ہیں۔

وَالْاَنْبِیَاءُ وَکُلُّ خَلْقٍ فِی الْوَرٰی
وَالرُّسُلُ وَالْاَمْلَاکُ تَحْتَ لِوَاکَا

معنے بیت حضرت مولانا محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ میرووال: تمام انبیاء اور دنیا کی تمام مخلوق اور سب رسول اور فرشتے آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

جس وقت حشر ہو بپا اعمال کو جانچے خدا
ممتاز ہو اچھا برا ہو نفسی نفسی کی صدا
تو ازراہ لطف و عطا بہر شفاعت ہو کھڑا
سب تکتے ہوں گے منہ ترا کیا انبیاء کیا اولیاء

مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب فضائل سیدالمرسلین صلوٰت اللّٰہ وسلامہ علیہ کی دوسری فصل میں ہی ہے۔

عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِذَا کَانَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کُنْتُ اِمَامَ النَّبِیِّیْنَ وَ خَطِیْبَھُمْ وَ صَاحِبَ شِفَاعَتِھِمْ غَیْرَ فَخْرٍ۔
(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز میں نبیوں کا امام سب کا خطیب اور ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا اور یہ فخریہ نہیں کہتا۔ (ترمذی)

یہ حدیث ترمذی شریف ابواب المناقب میں ہے اور یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تمام انبیاء سمیت تمام مخلوق میں آپ ﷺ کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مقام محمود عطا فرمائے گا جس پر تمام مخلوق آپ ﷺ کی تعریف کرے گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○

اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

(پ ۱۵ سورۃ الاسراء (بنی اسرائیل) آیت نمبر ۷۹)

مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب فضائل سید المرسلین صلوٰت اللّٰہ وسلامہ علیہ کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فَاُكْسٰى حُلَّةً مِّنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْخَلَائِقِ يَقُوْمُ ذَالِكَ الْمَقَامَ غَيْرِىْ۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے جنت کے جوڑوں میں سے ایک جوڑا پہنایا جائے گا۔ پھر میں عرش کے دائیں جانب کھڑا ہو جاؤں گا اور اس مقام پر مخلوق کا کوئی فرد میرے سوا کھڑا نہیں ہوگا۔

یہ حدیث جامع ترمذی شریف ابواب المناقب میں ہے اور یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

مشکوۃ شریف کے اسی باب کی دوسری فصل میں ہی ہے۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ قَالَ اَعْلٰى دَرَجَةٍ فِى الْجَنَّةِ لَايَنَالُهَا اِلَّا رَجُلٌ وَّاحِدٌ وَّ اَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَنَاهُوَ۔

(ترمذی)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا کرو۔ لوگ عرض گزار ہوئے یارسول اللہ ﷺ! وسیلہ کیا ہے؟ فرمایا کہ جنت میں سب سے اونچا درجہ ہے جو ایک ہی شخص کو

حاصل ہوگا اور مجھے امید ہے کہ وہ میں

ہوں۔

یہ حدیث جامع ترمذی شریف ابواب المناقب میں ہے اور یہ حدیث

غریب ہے۔

مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب فضائل سیّد المرسلین صلوٰت اللہ

و سلامه علیه کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنَا اَكْثَرُ الْاَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ يَّقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز میرے امتی تمام نبیوں سے زیادہ ہوں گے اور سب سے پہلے میں ہوں گا جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الایمان میں ہے۔

مشکوۃ شریف کے اسی باب میں ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اٰتِيْ بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَسْتَفْتِحُ فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَيَقُوْلُ بِكَ اُمِرْتُ اَنْ لَّا اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔ قیامت کے روز میں دروازہ جنت کے پاس جا کر اسے کھولنے کیلئے کہوں گا۔ خازن کہے گا کہ آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا کہ محمد ہوں ۔پس وہ کہے گا:۔ مجھے حکم فرمایا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کیلئے بھی نہ کھولوں ۔ (مسلم)

مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب الحوض والشفاعة کی پہلی فصل میں حضرت

ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے۔

يُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ جَهَنَّمَ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يَّجُوْزُ مِنَ الرُّسُلِ بِاُمَّتِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

جہنم کی پشت پر پل صراط رکھ دیا جائے گا اور رسولوں میں سے اپنی امت کے ساتھ سب سے پہلے گزرنے والا میں ہوں گا۔ (متفق علیہ)

مشکوٰۃ شریف کے اسی باب کی فصل اول میں ہی ہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنِّيْ فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ مَنْ مَرَّ عَلَيَّ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ اَبَدًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں حوض کوثر پر تمہارا پیش رو ہوں گا۔ جو میرے پاس سے گزرے گا وہ پیئے گا اور جو پی لے گا اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الرقاق باب فی الحوض میں ہے اور مسلم شریف کتاب الفضائل میں ہے۔

مشکوٰۃ شریف باب الحوض و الشفاعۃ میں ہی ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَوْضِيْ مَسِيْرَةُ شَهْرٍ وَزَوَايَاهُ سَوَآءٌ وَمَآؤُهٗ اَبْيَضُ مِنَ اللَّبَنِ وَرِيْحُهٗ اَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَكِيْزَانُهٗ كَنُجُوْمِ السَّمَآءِ مَنْ يَّشْرَبُ مِنْهَا فَلَا يَظْمَأُ اَبَدًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا حوض ایک مہینے کی مسافت کے برابر ہے اس کے زاویے برابر ہیں۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور اس کی خوشبو مشک سے بھی پاکیزہ ہے اور اس کے آبخورے آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں جو اس میں سے ایک دفعہ پی لے تو اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ (متفق علیہ)

بخاری شریف میں یہ حدیث کتاب الرقاق باب فی الحوض میں ہے۔

صحیح بخاری شریف کتاب الرقاق بَابٌ فِی الْحَوْضِ میں ہی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

مَابَیْنَ بَیْتِیْ وَ مِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ وَ مِنْبَرِیْ۔

میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر حوض کوثر پر ہے۔

حضور ﷺ کی چشم مبارک کی امتیازی خصوصیات

ہر انسان صرف اپنے سامنے کی چیز دیکھ سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو سامنے اور پیچھے دیکھنے کی یکساں طاقت عنایت فرمائی۔

بخاری شریف کتاب الصلوۃ میں ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلّٰى لَنَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ فِي الصَّلٰوةِ وَ فِي الرُّكُوْعِ اِنِّيْ لَاَ رَاكُمْ مِّنْ وَّرَائِيْ كَمَا اَرَاكُمْ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر منبر پر جلوہ افروز ہوکر نماز اور رکوع کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: میں تمہیں پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جیسے سامنے سے دیکھتا ہوں۔

صحیح بخاری شریف کتاب الصلوۃ باب الخشوع فی الصلوۃ میں ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِيْ هٰهُنَا فَوَاللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ خُشُوْعُكُمْ وَلَا رُكُوْعُكُمْ اِنِّيْ لَاَ رَاكُمْ مِّنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کیا یہی دیکھتے ہو کہ میرا منہ ادھر ہے ؟ خدا کی قسم! مجھ پر نہ تمہارا خشوع وخضوع پوشیدہ ہے اور نہ تمہارے رکوع۔ میں تمہیں پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار جناب رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ظہر کی نماز پڑھائی اس میں ایک شخص نے جو آخری صف میں شامل تھا نماز میں کچھ کوتاہی کی۔ آپ ﷺ نے جب سلام پھیرا تو اسکو آواز دے کر فرمایا۔ اے فلاں! اللہ سے ڈرتا نہیں؟ دیکھتا نہیں کیسی نماز پڑھتا ہے تم لوگوں کا خیال شاید یہ ہوگا کہ جو حرکتیں تم کرتے ہو، وہ مجھ سے پوشیدہ رہتی ہیں۔ بخدا جیسا میں اپنے سامنے سے دیکھتا ہوں اسی طرح پشت

کی جانب سے بھی دیکھتا ہوں (احمد)

جن کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، انہیں اپنے اس عقیدے کی اصلاح کرنی چاہیے اور اپنے بڑوں کی گستاخیوں کی بھی توبہ کرنی چاہیے۔

صحیح بخاری شریف کتاب الاذان باب ''رفع البصر الی الامام فِی الصلٰوۃ......'' میں ہے

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ ﷺ فَصَلّٰی قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَیْنَاکَ تَنَاوَلْتَ شَیْئًا فِیْ مَقَامِکَ ثُمَّ رَاَیْنَاکَ تَکَعْکَعْتَ فَقَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُهٗ لَاَکَلْتُمْ مِنْهُ مَابَقِیَتِ الدُّنْیَا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں سورج کو گرہن لگا تو آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ نے اپنی جگہ پر کوئی چیز پکڑی تھی؟ پھر ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ پیچھے ہٹے۔ فرمایا کہ میں نے جنت دیکھی تو اس میں سے ایک خوشہ پکڑنے لگا تھا اور اگر میں اسے لے لیتا تو تم اس میں سے رہتی دنیا تک کھاتے رہتے۔

الغرض نگاہ مصطفیٰ ﷺ کے سامنے دور اور نزدیک کا معاملہ یکساں ہے۔ جس طرح آپ ﷺ نزدیک کی چیزوں کو دیکھتے تھے اسی طرح دور کی چیزوں کا بھی مشاہدہ فرمالیا کرتے تھے۔ اور دور کی چیزوں میں تصرف بھی فرماسکتے تھے۔

بخاری شریف کتاب المغازی ''باب غزوۃ موتۃ من ارض الشام'' میں ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَلَیْهِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَعٰی زَیْدًا وَّ جَعْفَرًا وَابْنِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت زید، حضرت

رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ يَّاتِيَهُمْ خَبَرُ هُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِيْبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتّٰى اَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔

جعفر اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی خبر آنے سے پہلے ان کے شہید ہو جانے کے متعلق لوگوں کو پہلے ہی بتا دیا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب جھنڈا زید نے سنبھالا ہوا ہے لیکن وہ شہید ہو گئے ہیں پھر جعفر نے جھنڈا سنبھال لیا تو وہ بھی شہید ہو گئے پھر ابن رواحہ نے جھنڈا سنبھالا ہے اور وہ جام شہادت نوش کر گئے۔ یہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ کی چشمان مبارک اشک بار تھیں یہاں تک کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا سنبھال لیا ہے اور اس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے کافروں پر فتح مرحمت فرمادی۔

یعنی مادی رکاوٹیں نگاہ مصطفیٰ ﷺ کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ اور دور اور نزدیک کا ان کیلئے کوئی فرق نہیں۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الجنائز میں بھی ہے۔

صحیح بخاری شریف کتاب الجنائز'' باب الجرید علی القبر.....''میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ مَرَّ بِقَبْرَیْنِ یُعَذَّبَانِ فَقَالَ اِنَّهُمَا لَیُعَذَّبَانِ وَمَا یُعَذَّبَانِ فِیْ كَبِیْرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخِرُ فَكَانَ یَمْشِیْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے جن کو عذاب دیا جا رہا تھا۔ فرمایا کہ ان کو عذاب دیا جا رہا ہے کبیرہ گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں

بِالنَّمِیْمَۃِ ثُمَّ اَخَذَ جَرِیْدَۃً رَطْبَۃً فَشَقَّھَا بِنِصْفَیْنِ ثُمَّ غَرَزَفِیْ کُلِّ قَبْرٍوَّاحِدَۃٍ فَقَالُوْایَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لِمَ صَنَعْتَ ھٰذَا؟ فَقَالَ لَعَلَّہٗ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْھُمَا مَالَمْ یَیْبَسَا۔

ہے۔ایک پیشاب کی چھینٹوں سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغلی کھایا کرتا تھا۔پھر آپ ﷺ نے ایک سبز ٹہنی لی اور اس کے دو حصے کیے پھر ہر قبر پر ایک حصہ گاڑ دیا۔لوگ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ کیوں کیا؟ فرمایا کہ شاید ان کے عذاب میں تخفیف رہے جب تک یہ سوکھ نہ جائیں

نگاہ مصطفیٰ ﷺ کی یہ امتیازی شان ہے کہ ان دونوں شخصیتوں کو جو عذاب قبر ہورہا تھا۔آپ ﷺ نے اس کا مشاہدہ فرمالیا۔

صحیح مسلم شریف کتاب الفضائل میں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ عِنْدَالْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ وَھُوَقَائِمٌ یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ۔

میں معراج کی شب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا جو سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

حیات الانبیاء کے منکرین کو صحیح مسلم شریف کی اس حدیث کو پڑھ کر اپنے غلط نظریہ سے توبہ کرلینی چاہیئے۔

صحیح بخاری شریف کتاب الجنائز ''بَابُ التَّکْبِیْرِ عَلَی الْجَنَازَۃِ اربعا.....''میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ نَعَی النَّجَاشِیَّ فِیْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کے

اَلْيَوْمِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْهِ وَ خَرَجَ بِهِمْ اِلَی الْمُصَلّٰی فَصَفَّ بِهِمْ وَ كَبَّرَ عَلَيْهِ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ۔

فوت ہونے کی اسی روز خبر دی جس روز کے وہ فوت ہوئے اور لوگوں کے ساتھ عید گاہ کیطرف نکلے تو لوگ صف بستہ ہو گئے اور آپ ﷺ نے اس پر چار تکبیریں کہیں۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الجنائز میں بھی ہے۔اور بخاری شریف کتاب الجنائز ''بَابُ الرَّجُل ينعی اِلَی اَهْل الميّت بنفسه''میں بھی ہے۔بخاری شریف کتاب المناقب باب موت النجاشی میں بھی ہے۔

صحیح بخاری شریف کتاب الجهاد و السیر اور بخاری شریف کتاب الرقاق میں ہے۔

عَنْ اَنَسَ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ اُمَّ الرَّبِيْعِ بِنْتَ الْبَرَاءِ وَهِیَ اُمُّ حَارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ اَتَتِ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَتْ يَا نَبِیَّ اللّٰهِ اَلَا تُحَدِّثُنِیْ عَنْ حَارِثَةَ وَكَانَ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ اَصَابَهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَاِنْ كَانَ فِی الْجَنَّةِ صَبَرْتُ وَاِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ اجْتَهَدْتُ عَلَيْهِ فِی الْبُكَاءِ قَالَ يَا اُمَّ حَارِثَةَ اِنَّهَا جِنَانٌ فِی الْجَنَّةِ وَاَنَّ ابْنَكِ اَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حارثہ بن سراقہ کی والدۂ محترمہ حضرت ام الربیع بنت براء دربار نبوت میں حاضر ہوکر عرض ہوئیں، یا نبی اللہ ﷺ! مجھے حارثہ کا حال بتایئے جو بدر کی لڑائی میں مارا گیا تھا جبکہ اسے نامعلوم تیر لگا تھا۔اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر سے کام لوں۔اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو میں دل کھول کر اس پر گریہ زاری کروں؟ ارشاد فرمایا:۔اے ام حارثہ! وہ جنت کے باغوں میں ہے اور بے شک تیرے لخت جگر نے فردوس اعلیٰ پائی ہے۔

سبحان اللہ! کیا بات ہے نگاہ مصطفیٰ ﷺ کی کہ زمین پر ہوتے ہوئے جنت کا مشاہدہ فرمالیا کرتے تھے اور یہ بھی بتا دیا کرتے تھے کہ فلاں شخص جنت کے کون سے درجے میں ہے۔

احمد، ترمذی، ابن ماجہ و مشکوۃ شریف میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَاتَسْمَعُوْنَ ـ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں سنتا ہوں جو کچھ تم نہیں سنتے۔

صحیح مسلم شریف کتاب الفتن واشراط والساعۃ میں ہے۔

عَنْ ثَوْبَانَ اَنَّ النَّبِیَّ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ حَتّٰی رَاَیْتُ مَشَارِقَھَاوَ مَغَارِبَھَا ـ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا حتیٰ کہ میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَ اِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ ـ

بے شک اللہ نے میرے لئے دنیا کے پردے اٹھا دیئے ہیں تو میں دنیا کو اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھتا ہوں جیسے کہ اپنی ہتھیلی کو۔

(طبرانی ،بیہقی ،دارمی ،زرقانی علی المواہب جلد ۷ ص ۲۰۴)

ترمذی شریف ابواب تفسیر القرآن میں ہے۔

رَاٰیِ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ جِبْرَئِیْلَ فِیْ حُلَّۃٍ مِنْ رَفْرَفٍ قَدْ مَلَاَمَابَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ ـ

نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو رفرف کے جوڑے میں دیکھا جس نے زمین و آسمان کے درمیان کی جگہ بھر رکھی تھی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

بخاری شریف ابوابُ الِاسْتَسْقَاء "باب ماقیل فی الزلازل والایات"میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَامِنَاوَ فِیْ یَمَنِنَاقَالَ قَالُوْ ا وَفِیْ نَجْدِنَا قَالَ قَالَ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَامِنَا وَفِیْ یَمَنِنَا قَالَ قَالُوْا وَفِیْ نَجْدِ نَا قَالَ ھُنَاکَ الزَّلَازِلُ الْفِتَنُ وَبِھَا یَطْلَعُ قَرْنُ الشَّیْطَانُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (دعا مانگی) پس کہا کہ اے اللہ تو برکت نازل فرما ہمارے لیئے ہمارے شام میں ہمارے یمن میں۔ راوی کہتے ہیں (بعض نے) کہا ہمارے نجد میں۔آپ ﷺ نے (پھر دعا مانگی) اے اللہ برکت نازل فرما ہمارے لئے ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں۔ راوی کہتے ہیں (بعض نے) کہا اور ہمارے نجد میں۔آپ ﷺ نے فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

قربان جایئے حضور ﷺ کی نگاہ کی شان پر کہ نجدی فتنہ کو صدیوں پہلے ملاحظہ فرمالیا اس کا ظہور ہو چکا ہے اور پاکستان میں بھی فتنے پھیلا رہا ہے ان لوگوں بد قسمتی اور تیرہ بختی پر افسوس ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی صحیح احادیث کو جانتے ہوئے بھی اس فتنہ کا ساتھ دے رہے ہیں۔

مشکوۃ شریف کتاب الفتن بَابُ بدءِ الخَلْق و ذِکرِ الْاَنْبِیاءِ عَلَیْھِمْ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ بَیْنَ مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃِ فَمَرَرْنَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے

بِوَادٍ فَقَالَ اَیُّ وَادٍ هٰذَافَقَالُوْا وَادِیْ الْاَزْرَقِ قَالَ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی مُوْسٰی فَذَکَرَ مِنْ لَوْنِهٖ وَ شَعْرِهٖ شَیْئًا وَاضِعًا اِصْبَعَیْهِ فِیْ اُذُنَیْهِ لَهٗ جُوَارٌ اِلَی اللّٰهِ بِالتَّلْبِیَةِ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِیْ قَالَ ثُمَّ سِرْنَا حَتّٰی اَتَیْنَا عَلٰی ثَنِیَّةٍ فَقَالَ اَیُّ ثَنِیَّةٍ هٰذِهٖ قَالُوْا هَرْشَا اَوْلِفْتٌ فَقَالَ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی یُوْنُسَ عَلٰی نَاقَةٍ حَمْرَاءَ عَلَیْهِ جُبَّةٌ صُوْفٍ خِطَامُ نَاقَتِهٖ خُلْبَةٌ مَارًّا بِهٰذَاالْوَادِیْ مُلَبِّیًا۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ساتھ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان سفر کررہے تھے کہ ایک وادی کے پاس گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔یہ کون سی وادی ہے؟ عرض گزار ہوئے کہ وادی ازرق ۔فرمایا کہ گویا میں حضرت موسیٰ کی طرف دیکھ رہا ہوں پھر ان کے رنگ اور بالوں کا کچھ ذکر کرکے فرمایا انہوں نے دونوں کانوں میں انگلیاں دے رکھی ہیں قرب خداوندی کیلئے تلبیہ کہتے ہوئے اس وادی سے گزررہے ہیں پھر ہم چلتے رہے یہاں تک کہ ثنیہ کے مقام پر پہنچے فرمایا کہ یہ کونسی گھاٹی ہے؟ عرض گزار ہوئے کہ ہرشا یالفت ۔فرمایا کہ گویا میں حضرت یونس کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنے سرخ اونٹ پر ہیں انہوں نے صوف کا (اونی) جبہ پہن رکھا ہے ان کی اونٹنی کی مہار پوست خرما کی ہے اور تلبیہ کہتے ہوئے اس جنگل سے گزررہے ہیں
(مسلم)

حضور ﷺ کا حضرت موسیٰ کے رنگ اور بالوں کا ذکر کرنا اور حضرت یونس علیہ السلام کے اونٹ جبہ اور اونٹنی کی مہار کا ذکر کرنا اس لئے تھا کہ آپ ﷺ نے واقعی انہیں ہی دیکھا تھا۔اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام اپنی حیات برزخی میں ایک جگہ سے دوسری

جگہ جاسکتے ہیں۔ اور منکرین حیات الانبیاء کا اس میں قطعی رد ہے۔ نیز آپ ﷺ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام کا دیکھنا نگاہ مصطفیٰ ﷺ کی شان و عظمت کا واضح ثبوت ہے۔

صحیح بخاری شریف کتاب المناسک "بَابُ التَّلْبِيَةِ إِذَا انْحَدَرَ الْوَادِيَ" میں ہے۔

قَالَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمْ أَسْمَعْهُ وَلٰكِنَّهُ قَالَ أَمَّا مُوسٰى كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِيْ يُلَبِّيْ۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ میں نے نہیں سنا لیکن آپ ﷺ نے فرمایا:۔ رہے حضرت موسیٰ تو جب وادی میں اترتے ہیں تو گویا میں انہیں تلبیہ کہتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

یہ تلبیہ کہنا اعمال عمرہ وحج میں سے ہے گویا برزخی زندگی میں ان کے یہاں کے بعض اعمال برابر جاری ہیں۔ معراج کی رات آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر مبارک میں نماز پڑھتے ہوئے بھی دیکھا اور یہ نماز پڑھنا جسد مثالی کے ساتھ نہیں بلکہ جسد اصلی کے ساتھ ہے۔

مسند ابی یعلی اور حیات الانبیاء للامام بیہقی میں ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ۔ (صَحِيْح)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔

علامہ سمہودی نے وفاالوفاء میں اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے کہ روایت ابو یعلی کے راوی ثقہ ہیں اور بیہقی نے اسے مع التصحیح نقل کیا ہے اس کے شواہد سے صحیح مسلم میں روایت حضرت انس ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں (شب معراج میں)

موسیٰ علیہ السلام پر گزرا وہ اپنی قبر میں نماز پڑھتے تھے۔

ابویعلی وطبرانی میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ حج کے موقع پر وادی عسفان کے قریب سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام اونٹوں پر سوار ان کے قریب سے گزرے ہیں۔

حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کو درج کر کے لکھا ہے کہ ''اسناد حسن'' (البدایہ والنہایہ ج 1 ص ۱۳۸)

نوٹ:۔انبیاء شہداء اپنی قبروں میں زندہ ہیں تو یہ حیات جسمانی برزخی بھی ہے اور روحانی برزخی بھی۔ کیونکہ روح تو ہوتی ہی زندہ ہے خواہ وہ مسلمان کی ہو یا کافر کی۔اس لیئے زندہ کہتے ہی اسے ہیں جس کے جسم میں حیات ہو اگر یہ کہا جائے کہ وہ جسمانی حیات کی طرح کھاتے پیتے چلتے پھرتے کیوں نہیں تو جواباً عرض ہے کہ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا------ولکن لاتشعرون (لیکن تمہیں پتہ نہیں چلتا) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سمجھ میں بھی نہیں آیا تو انہیں مرغ زندہ کر کے دکھائے۔

اور سورہ آل عمران پ۴ آیت نمبر ۱۶۹، ۱۷۰ اور ۱۷۱ میں ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں رزق پاتے ہیں شاد ہیں۔اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے، کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔خوشیاں مناتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل کی اور یہ کہ اللہ ضائع نہیں کرتا اجر مسلمانوں کا۔

انہیں رزق دیا جاتا ہے تو یہ ان کی جسمانی حیات ہوئی لیکن ہمیں اس کا ادراک نہیں تو پھر لازمی بات ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بھی جسمانی ہے۔

اگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں آثار حیات نہیں اور اپنی قبروں میں زندہ نہیں تو پھر یہ فرشتوں کی تقرری اور صلوۃ وسلام کا پہنچانا کس لئے ہے؟

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو حیات جسمانی اور روحانی دونوں حاصل ہے ان کی حیات ہماری دنیوی حیات سے بہت قوی ہے۔

اور بزار نے صحیح راویوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

حیاتی خیرلکم تحدثون و احدث لکم ووفاتی خیرلکم تعرض علی اعمالکم فما رایت من خیرحمدت اللہ لکم علیه ومارایت من شر استغفرت اللہ لکم

میری زندگی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ تم مجھ سے (حلال وحرام) پوچھتے ہو میں تمہیں (بذریعہ وحی) احکام سناتا ہوں۔ اور میری وفات بھی تمہارے حق میں بہتر ہے تمہارے اعمال میرے سامنے پیش ہوا کریں گے۔ میں اچھے عملوں کو دیکھ کر اللہ کا شکر کروں گا اور برے عملوں کو دیکھ کر تمہارے واسطے مغفرت کی دعا کیا کروں گا۔

صحیح بخاری شریف کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام میں ہے

عَنْ اُسَامَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ اَشْرَفَ النَّبِیُّ ﷺ عَلٰی اُطُمٍ مِنَ الْاٰطَامِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰی اِنِّی اَرَی الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُیُوْتِکُمْ مَوَاقِعَ الْقَطْرِ۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کے ایک ٹیلے پر چڑھ کر فرمایا:۔ کیا تم دیکھ رہے ہو جو کچھ مجھے نظر آرہا ہے؟ بے شک میں فتنوں کو تمہارے گھروں پر اس طرح برستے ہوئے دیکھ رہا ہوں

جیسے بارش برستی ہے۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ میں بھی ہے۔

آخر میں ایک حدیث مشکوۃ شریف کتاب الرقاق بَابُ الْبَکاء والخوف سے ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنِّی اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءُ وَ حُقَّ لَهَا اَنْ تَأَطَّ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَافِیْهَا مَوْضَعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَکٌ وَّ اضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِلّٰهِ وَ اللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَّ لَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا وَّ مَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَآءِ عَلَی الْفُرُشَاتِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَی الصُّعُدَاتِ تَجْاَرُوْنَ اِلَی اللّٰهِ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمَذِیُّ وَ اِبْنِ مَاجَةَ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان چرچراتا ہے اور اس کا حق ہے کہ چرچرائے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اس پر چار انگل جگہ نہیں مگر اس پر کسی فرشتے نے اپنی پیشانی اللہ کیلئے سجدے میں رکھی ہوئی ہے۔ اگر تم جانتے جو میں جانتا ہوں تو کم ہنستے اور زیادہ روتے اور عورتوں سے بستروں پر کم لذت یاب ہوتے اور اللہ کی پناہ ڈھونڈنے جنگلوں میں نکل جاتے۔ حضرت ابوذر نے کہا۔ کاش! میں ایک کٹا ہوا درخت ہوتا۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

یہ نگاہ مصطفیٰ ﷺ کی شان ملاحظہ فرمائیں کہ زمین وآسمان کی وسعتوں تک اسکی رسائی ہے

حضور ﷺ کے پسینہ مبارک کی امتیازی خصوصیات

حضور ﷺ کا پسینہ عام بشروں کے پسینوں سے ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ آپ ﷺ کا پسینہ مبارک عرب کے مشہور و معروف عطروں کو شرمندہ کرتا تھا۔ آپ ﷺ کی ذات اور پسینہ کی خوشبو سے راستے معطر ہو جاتے تھے۔ ورنہ پسینہ جسم کے ان فضلات میں سے ہے جس میں عام طور پر بدبو ہوتی ہے۔ خصوصاً گرمی کے موسم میں مگر آپ کا پسینہ مشک و عنبر کو شرمندہ کرتا تھا۔ اب احادیث ملاحظہ فرمائیں ا

مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب اسماء النبی ﷺ وصفاتہ کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَزْهَرَ اللَّوْنِ کَاَنَّ عَرَقَهُ اللُّؤْلُؤُ اِذَا مَشٰی تَکَفَّاَ وَمَا مَسِسْتُ دِیْبَاجَةً وَ لَا حَرِیْرًا اَلْیَنَ مِنْ کَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَا شَمِمْتُ مِسْکًا وَّ لَا عَنْبَرَةً اَطْیَبَ مِنْ رَّائِحَةِ النَّبِیِّ ﷺ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)	حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ چمک دار رنگ والے تھے اور پسینہ مبارک موتیوں جیسا ہوتا تھا۔ جھک کر چلتے تھے۔ میں نے دیبا اور ریشم کو ہاتھ لگا کر رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم محسوس نہیں کیا۔ اور میں نے مشک اور عنبر سے بھی وہ خوشبو نہیں سونگھی جو نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر سے آتی تھی۔ (متفق علیہ)

(۲)

مشکوۃ شریف کتاب الفتن بَابُ اَسْمَاءِ النَّبِیِّ ﷺ و صفاتہٖ کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَمْ یَسْلُکْ طَرِیْقًا فَیَتْبَعُهُ اَحَدٌ اِلَّا عَرَفَ اَنَّهُ قَدْ سَلَکَهُ مِنْ طِیْبِ عَرْقِهٖ اَوْ قَالَ مِنْ	حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم جب کسی راستے سے گزرتے تو اگر کوئی آپ ﷺ کے بعد

رِیحِ عَرَقِہٖ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

گزرتا وہ پسینے کی خوشبو کے باعث جان لیتا کہ آپ ﷺ ادھر سے گزرے ہیں۔
(ترمذی)

(۳)

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب اَسْمَاءِ النَّبِیِّ ﷺ وصفاتہٖ کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اُمِّ سُلَیْمٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَأْتِیْھَا فَیَقِلُ عِنْدَھَا فَتَبْسُطُ نِطْعًا فَیَقِیْلُ عَلَیْہِ وَکَانَ کَثِیْرَ الْعَرَقِ فَکَانَتْ تَجْمَعُ عَرَقَہٗ فَتَجْعَلُہٗ فِی الطِّیْبِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ یَا اُمَّ سُلَیْمٍ مَا ھٰذَا! قَالَتْ عَرَقُکَ نَجْعَلُہٗ فِیْ طِیْبِنَا وَھُوَ مِنْ اَطْیَبِ الطِّیْبِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نَرْجُوْ بَرَکَتَہٗ لِصِبْیَانِنَا قَالَ اَصَبْتِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لایا کرتے اور قیلولہ فرماتے۔ وہ چمڑے کا بستر بچھا دیتیں۔ تو اس پر قیلولہ فرماتے۔ آپ ﷺ کو پسینہ بہت آتا تھا۔ لہٰذا یہ آپ ﷺ کا پسینہ جمع کر لیتیں اور اسے خوشبو میں ڈال لیتیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔ اے ام سلیم! یہ کیا ہے؟ عرض گزار ہوئیں کہ آپ ﷺ کا پسینہ ہے اور میں نے خوشبو میں ڈال لیا ہے اور یہ خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ عرض گزار ہوئیں:۔ یا رسول اللہ ﷺ! ہم اس سے اپنے بچوں کیلئے برکت کی امید رکھتے ہیں۔ فرمایا کہ تم نے اچھا کیا۔ (متفق علیہ)

۴

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن بَابُ اَسْمَاءِ النَّبِیِّ ﷺ کی پہلی فصل میں

ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةَ الْاُوْلٰى ثُمَّ خَرَجَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَ خَرَجْتُ مَعَهٗ اسْتَقْبَلَهٗ وِلْدَانٌ فَجَعَلَ يَمْسَحُ خَدَّیْ اَحَدِهِمْ وَاحِدًا وَاحِدًا وَاَمَّا اَنَا فَمَسَحَ خَدِّیْ فَوَجَدْتُّ لِيَدِهٖ بَرْدًا اَوْرِيْحًا كَاَنَّمَا اَخْرَجَهَا مِنْ جُوْنَةِ عَطَّارٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز فجر ادا کی پھر آپ ﷺ گھر والوں کی طرف نکلے اور آپ ﷺ کے ساتھ میں بھی نکلا۔ آگے آپ ﷺ کو بچے ملے تو آپ ان میں سے ایک ایک کے رخسار پر دست کرم پھیرنے لگے۔ رہا میں تو میرے رخسار پر بھی پھیرا۔ میں نے آپ کے دست اقدس میں وہ ٹھنڈک اور خوشبو پائی کہ گویا عطار کی پٹاری سے نکالا ہے۔

(مسلم)

حضور ﷺ کے لعاب دہن کی امتیازی خصوصیات

لعاب دہن مبارکہ کے معجزانہ کرشمے تو احادیث کی کتابوں میں بہت زیادہ ہیں ان میں سے چند ایک پیچھے ''حضور ﷺ کا جامع المعجزات ہونا'' میں بیان کئے۔ مثلاً لعاب دہن لگانے سے بعض صحابہ کا آشوب چشم اسی طرح صاف ہوگیا جیسے کبھی کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ جیسے جنگ خیبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کر چکے ہیں۔ اور بعض صحابہ کی شکستہ ہڈی اس طرح جڑ گئی جیسے کبھی اس میں نقصان ہی نہ ہوا تھا۔ اور بعض دفعہ لعاب دہن کی برکت سے چیز میں ایسی برکت پیدا ہوئی کہ ختم ہی نہ ہوئی۔ جیسے جنگ خندق کا واقعہ بیان کیا گیا کہ ہانڈی میں لعاب دہن ڈالا تو ہانڈی میں کچھ کمی واقع نہ ہوئی۔ اب میں ایک دو اور واقعات بیان کرتا ہوں۔

(۱)

مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب مناقب ابی بکر کی تیسری فصل میں طویل حدیث میں ہے کہ غار ثور میں جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں سانپ نے ڈس لیا تو

فَسَقَطَتْ دُمُوْعُهُ عَلٰى وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ مَالَكَ يَا اَبَا بَكْرٍ قَالَ لُدِغْتُ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ فَتَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَذَهَبَ مَا يَجِدُهٗ

حضرت ابو بکر کے آنسو آپ ﷺ کے چہرہ انور پر گرے تو آپ ﷺ نے فرمایا! اے ابو بکر کیا ہوا؟ عرض کیا، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں مجھے ڈس لیا گیا ہے۔ پس آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن مبارک سانپ کے ڈسنے کی جگہ لگایا تو انکی تکلیف جاتی رہی۔

(۲)

حضور ﷺ کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں ایک کنواں تھا۔ آپ

ﷺ نے اپنا لعاب دہن مبارک اس کنویں میں ڈال دیا۔ جس سے اس کا پانی ایسا شیریں ہو گیا کہ تمام مدینہ منورہ میں اس کنویں سے بڑھ کر میٹھا کوئی کنواں نہ تھا۔

(۳)

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ النعمان میں فرماتے ہیں۔

وَعَلِیَّانِ الْمُرْمَدَ اِذَا دَا وُ یتَهٗ !

فِیْ خَیْبَرٍ فَشَفٰی بِطِیْبِ لَمَاکَا!

معنے بیت :۔ اور خیبر کی لڑائی میں جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آشوب چشم ہوا تو آپ ﷺ کے لب مبارک لگانے سے صحت ہوئی۔

؎ حضرت علی خیبر میں تھے آشوب سے عاجز ہوئے

حاصل ہوئی انکو ترے اک لب لگانے سے شفا

حضور ﷺ کی قوت ذائقہ کی امتیازی خصوصیت

تلخ وشیریں کا احساس تو عام بشر کی زبانیں بھی کر لیتیں ہیں مگر نبی و رسول وہ ہوتے ہیں جنکی زبان حلال وحرام کا بھی احساس کرتی ہے۔

(۱)

مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب فی المعجزات کی تیسری فصل میں ہے۔

عاصم بن کلیب نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے کہ انصار میں ایک آدمی نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازے میں گئے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ قبر پر بیٹھ کر گورکن کو ہدایات دے رہے ہیں کہ پیروں کی جانب سے اور کھلی کرو، سر کی جانب سے اور کھلی کرو۔ جب واپس لوٹے تو اس کی بیوی کی طرف سے دعوت میں بلانے والا ملا۔ آپ ﷺ نے دعوت قبول فرمائی اور ہم آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ پس کھانا لایا گیا تو آپ ﷺ نے دست مبارک ڈالا اور لوگوں نے بھی کھایا۔

فَنظَرْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یَلُوْکُ لُقْمَۃً فِیْ فِیْہِ ثُمَّ قَالَ اَجِدُ لَحْمَ شَاۃٍ اُخِذَتْ بِغَیْرِ اِذْنٍ۔

ہم نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ لقمے کو دہن مبارک میں پھیرا رہے ہیں پھر فرمایا کہ میں اسے ایسی بکری کا گوشت محسوس کرتا ہوں جو اس کے مالک کی اجازت کے بغیر لی گئی ہے۔

عورت نے یہ کہتے ہوئے ایک آدمی کو بھیجا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں نے ایک آدمی کو نقیع بستی کی طرف بکری خریدنے کیلئے بھیجا جو ایسی بستی ہے جہاں بکریوں کی خرید و فروخت ہوتی ہے لیکن بکری نہ ملی تو پھر میں نے اپنے ہمسائے کے پاس بھیجا جس نے ایک بکری خریدی تھی کہ قیمت لیکر اسے بھیج دے تو وہ نہ ملا۔ پس اس کی بیوی کی طرف بھیجا تو اس نے یہ میرے پاس بھیج دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔

(روایت کیا اسے ابوداؤد اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں)

(۲)

مشکوٰۃ شریف باب فی المعجزات کی دوسری فصل میں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خیبر کی ایک یہودی عورت نے بکری کے بھنے ہوئے گوشت میں زہر ملایا اور رسول اللہ ﷺ کیلئے بطور تحفہ بھیج دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دستی لی اور اس میں سے کھایا اور صحابہ میں سے آپ ﷺ کے چند ساتھیوں نے بھی کھایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ روک لو اور یہودیہ کو پیغام دے کر بلایا اور فرمایا: کیا تو نے اس بکری میں زہر ملایا؟ کہنے لگی کہ آپ ﷺ کو کس نے بتایا؟ فرمایا کہ مجھے اس دستی نے بتایا جو میرے ہاتھ میں ہے۔ یہودیہ نے کہا، ہاں۔ میں نے سوچا کہ اگر نبی ہیں تو آپ کو نقصان نہیں دے گا اور اگر نبی نہیں تو ہمیں ان سے چھٹکارا مل جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے معاف فرمادیا اور کوئی سزا نہیں دی لیکن آپ ﷺ کے وہ ساتھی وفات پا گئے جنہوں نے بکری سے کھایا تھا۔ (ابوداؤد، دارمی)

یہ حدیث ابوداؤد شریف کتاب الدیات "بَابُ فِیْمَنْ سَقٰی رَجُلًا سَمًّا اَوْ اَطْعَمَہٗ فَمَاتَ اَیُقَادُ مِنْہُ" میں ہے۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ "قصیدۃ النعمان در شانِ سیّد انس و جانِ ﷺ" میں فرماتے ہیں۔

نَطَقَ الذِّرَاعُ بِسَمِّہٖ لَکَ مُعْلِنًا!
وَالضَّبُّ قَدْ لَبَّاکَ حِیْنَ اَتَاکَا

معنی بیت:۔ پارچہ (گوشت کا ٹکڑا) زہر آمیز نے آپ ﷺ کو اپنے زہر آلودہ ہونے سے خبر دی اور گو جب آپ ﷺ کے پاس لائی گئی تو اس نے آپ ﷺ کی اجابت کی

تیری خدمت میں شہا اک دست بز لایا گیا
تھا چونکہ زہر اس میں ملا وہ دست خود چلا اٹھا
اور سوسمار مردہ جب لائی گئی تیرے حضور
لبیک بولی برملا، تصدیق کی، کلمہ پڑھا

حضور ﷺ کے دست مبارک کی امتیازی خصوصیت

حضور نبی کریم ﷺ کے دست مبارک کے اعجازی کرشمے بہت سی حدیثوں میں آئے ہیں جن میں سے کافی ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں ان میں سے چند ایک مختصراً بیان کرتے ہیں۔

(۱)

آپ ﷺ کے ہاتھ کی انگلیوں سے متعدد دفعہ پانی کے چشمے جاری ہوئے قصیدۃ النعمان میں ہے

وَالْمَاءُ فَاضَ بِرَاحَتَیْکَ وَسَبَّحَتْ
صُمُّ الْحِصٰی بِالْفَضْلِ فِیْ یُمْنَاکَا

معنے بیت:۔اور پانی آپ ﷺ کی انگلیوں سے بہہ نکلا اور کنکریوں نے آپ ﷺ کے داہنے ہاتھ میں تسبیح پکاری۔

جنگ حدیبیہ میں تھی لشکر کو بے حد تشنگی!
انگشت اطہر سے تیری چشمے چلے دریا بہا
اللہ رے تیرا معجزہ جب ہاتھ میں تو نے لیا
کی سنگریزوں نے ادا تسبیح رب کلمہ پڑھا

(۲)

آپ ﷺ کے ایک اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔قصیدہ اطیب النغم میں ہے۔

وَاَعْجَبُ تِلْکَ الْبَدْرَ یَنْشَقُّ عِنْدَہٗ
وَمَا ھُوَ فِیْ اعجازہ مِن عجَائب

ترجمہ:۔اور حضور ﷺ کے عجیب ترین معجزات نے یہ ہے کہ چودہویں کا چاند حضور ﷺ کے اشارے سے پھٹ گیا اور یہ معجزہ حضور ﷺ کے معجزات میں کوئی زیادہ عجیب

وغریب نہیں ہے۔

(۳)

حضور ﷺ کا دست مبارک وہ دست شفا تھا کہ جس کے محض چھونے سے وہ بیماریاں جاتی رہیں کہ جن کے علاج سے اطباء عاجز ہیں۔ قصیدة النعمان میں ہے

وَرَدَدْتَّ عَيْنَ قَتَادَةَ بَعْدَ الْعَمٰى

وَابْنَ الْحُصَيْنِ شَفَيْتَهٗ بِشِفَا كَا!

معنے بیت:۔ آپ ﷺ نے قتادہ کی نکلی ہوئی آنکھ کو درست کر دیا اور ابن الحصین کو بھی آپ ﷺ سے تندرستی حاصل ہوئی۔

بیہقی اور ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ جنگ احد میں قتادہ بن نعمان کی آنکھ میں تیر لگا۔ آنکھ ان کی رخسار سے لٹک آئی۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے آنکھ کو پھر حدقہ میں اپنے دست مبارک سے رکھ دیا۔ وہ اچھی ہو گئی بلکہ دوسری آنکھ سے زیادہ خوبصورت اور روشن رہی۔

قصیدة النعمان ہی میں ہے۔

وَكَذَا خُبَيْبًا وَابْنِ عَفْرَا بَعْدَمَا

جُرِحَا شَفَيْتَهُمَا بِلَمْسِ يَدَا كَا

معنے بیت:۔ اور خبیب اور ابن عفرا جب دونوں زخمی ہوئے تو آپ ﷺ کے دست مبارک پھیرنے سے شفا ہو گئی۔

زخمی ہوئے جس دم خبیب اور ابن عفرا بدر میں

دست کرامت نے تیری ہر ایک کو بخشی شفا

بیہقی اور ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ خبیب بن یساف کو بدر کے دن پشت پر تلوار لگی اور ایک پہلو کٹ گیا۔ آنحضرت ﷺ نے دست مبارک سے اس پہلو کو بدن سے ملا دیا اور اس پر دم کیا وہ اچھا ہو گیا۔

اور قصیدہ بردہ شریف میں امام بوصیری فرماتے ہیں۔

کَمْ اَبْرَءَتْ وَصِبًا بِاللَّمْسِ رَاحَتُهٗ
وَاَطْلَقَتْ اَرِبًا مِّنْ رِبْقَةِ اللَّمَمِ

ترجمہ مولانا محمد عبدالمالک کھوڑوی رحمۃ اللہ علیہ:۔آپ ﷺ کے دستِ مبارک نے بارہا مریضوں کو چھو کر اچھا کر دیا اور دیوانوں کو قید جنوں سے رہا کر دیا۔ بہت سے گمراہوں کو گناہوں کی قید سے نجات دی۔

بارہا از دست پاکش درد ہا را شد دوا
گمرہاں را نیز از قید جنوں کردہ رہا

(۴)

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قصیدۃ النعمان میں فرماتے ہیں

شَاةٌ مَسَسْتَ لِاُمِّ مَعْبَدَنِ الَّتِیْ
نَشَفَتْ فَدَرَّتْ مِنْ شِفَا رُقْیَاكَا

معنے بیت:۔اور ام معبد کی بکری کا جبکہ دودھ خشک ہو گیا تو آپ ﷺ کے دست مبارک کے چھونے سے پھر بہت ہو گیا اور آپ ﷺ کے کچھ پڑھنے کی برکت سے دودھ دھار ہو گئی۔

(۵)

آپ ﷺ کے ایک اشارہ سے بادلوں نے مدینہ طیبہ سے ہٹ کر اطراف کا رخ کر لیا۔

(۶)

جنگ خندق میں جب خندق کھودتے ہوئے خندق میں ایک بڑا سا پتھر آ گیا تو آپ ﷺ نے کدال لے کر ضرب لگائی تو وہ ریت کی طرح ہو گیا۔

(۷)

آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک کے اشارہ سے فتح مکہ کے روز تین سو ساٹھ بت یکے بعد دیگرے منہ کے بل گرے۔

(۸)

حضور ﷺ کا ہاتھ مبارک وہ ہاتھ تھا کہ ایک مشک خاک کفار پر پھینکی اور ان کو شکست ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم میں سے کوئی شخص بیمار ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس پر دایاں ہاتھ پھیرتے پھر فرماتے

اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَاشِفَآءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سُقَمًا (مسلم شریف کتاب السلام)

اے انسانوں کے مالک تکلیفوں کو دور کردے، شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے۔ تیری شفا کے سوا اور کوئی شفا نہیں ہے ایسی شفا دے جس سے بیماری بالکل نہ رہے

اب میں حصول برکت اور آپ کی معلومات کیلئے ایک دو اور حدیثیں بیان کرتا ہوں۔

(۱)

مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب فی المعجزات کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا نکاح حضرت زینب بنت جحش سے ہوا تو میری والدہ ماجدہ حضرت ام سلیم نے خرما اور گھی اور پنیر سے حلیس تیار کیا اور اسے ایک تور میں ڈال دیا۔ پھر کہا، انس! اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں لے جا، وہاں عرض کرنا کہ یہ میری امی جان نے آپ ﷺ کیلئے بھیجا ہے۔ وہ سلام کہتی ہیں اور عرض کرتی ہیں کہ یا رسوال اللہ ﷺ! یہ تھوڑا سا کھانا ہماری

طرف سے آپ ﷺ کیلئے ہے۔ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور والدہ محترمہ نے جو کچھ کہا تھا عرض کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو رکھ دو اور فلاں فلاں (تین شخصوں) کو بلا لاؤ اور جو اور ملیں ان کو بھی لے آؤ۔ میں نے تعمیل ارشاد کی واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ گھر اہل خانہ سے بھرا ہوا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ کتنے حضرات تھے؟ فرمایا تین سو کے لگ بھگ۔ پس میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے اس حیس پر اپنا دست مبارک رکھا اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا اس پر کچھ کہا۔ پھر دس دس کو بلاتے رہے جو اس سے کھاتے رہے۔ آپ ﷺ ان سے فرماتے کہ اللہ کا نام لے کر کھاؤ اور ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے راوی کا بیان ہے کہ وہ کھا کر شکم سیر ہو گئے پس ایک جماعت جاتی اور دوسری آتی، یہاں تک کہ سارے کھا چکے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے انس! اٹھا لو۔ پس میں نے اٹھا لیا اور مجھے معلوم نہیں کہ جب میں نے رکھا تھا اس وقت زیادہ تھا یا جبکہ میں نے اٹھایا۔ (متفق علیہ)

کھانا حضور ﷺ کے سامنے تھا اور اس پر آپ ﷺ نے کچھ پڑھا غالب گمان یہی ہے کہ کلام الٰہی ہی پڑھا ہو گا۔ اور اس کلام الٰہی پڑھنے کی برکت سے کھانا ختم نہ ہوا یعنی جس میں بہت زیادہ برکت ہو گئی۔ اہل سنت و جماعت بھی اسی لیئے کھانے پر کلام الٰہی پڑھ لیتے ہیں تاکہ اس کھانے میں برکت ہو جائے اور وہ حاضرین مجلس سے ختم نہ ہو۔

(۲)

جامع ترمذی شریف ابواب المناقب میں ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَحَانَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ وَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوَضُوْءَ فَلَمْ يَجِدُوْا فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِوَضُوْءٍ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا نماز عصر کا وقت ہو چکا تھا لوگوں نے وضو کیلئے پانی تلاش کیا لیکن نہ پایا چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے پاس

يَدَهُ فِيْ ذٰلِكَ الْإِنَاءِ وَأَمَرَ النَّاسَ أَنْ يَّتَوَضَّؤُا مِنْهُ قَالَ فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَنْبَعُ مِنْ تَحْتِ أَصَابِعِهٖ فَتَوَضَّأَ النَّاسُ حَتّٰى تَوَضَّؤُا مِنْ عِنْدِ اٰخِرِهِمْ (حَدِيْثُ أَنَسٍ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

وضو کیلئے پانی لایا گیا۔آپ ﷺ نے دست مبارک اس برتن میں رکھا اور لوگوں کو اس میں سے وضو کرنے کا حکم دیا ۔حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا آپ ﷺ کی مبارک انگلیوں کے نیچے سے پانی کا فوارہ جاری تھا۔لوگوں نے وضو کیا یہاں تک کہ آخری آدمی نے بھی وضو کرلیا۔

(یہ حدیث حسن صحیح ہے)

یہ حدیث بخاری شریف کتاب لانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام میں بھی ہے

قصیدہ اطیب النغم میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

مِنَ الْغَيْبِ كَمْ أَعْطَى الطَّعَامَ لِجَائِعٍ
وَكَمْ مَرَّةٍ أَسْقَى الشَّرَابَ لِشَارِبٍ

ترجمہ: یعنی عالم غیب کی مدد سے حضور ﷺ نے بارہا بھوکوں کو کھانا کھلایا اور پیاسوں کو پانی پلایا۔

(۳)

ترمذی شریف ابواب المناقب میں ہی حضرت ابوزید اخطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے چہرے پر پھیرا اور میرے لئے دعا فرمائی،

قَالَ عَزْرَةُ أَنَّهٗ عَاشَ مِائَةً وَّعِشْرِيْنَ سَنَةً وَلَيْسَ فِيْ رَأْسِهٖ إِلَّا شُعَيْرَاتٌ بِيْضٌ ۔

عزرہ راوی کہتے ہیں ابوزید ایک سو بیس (۱۲۰) سال زندہ رہے اور ان کے سر میں صرف چند بال سفید تھے۔

(یہ حدیث حسن غریب ہے)

قصیدہ اطیب النغم میں ہے۔

وَقَدْ فَاحَ طِیْبًا کَفُّ مَنْ مَسَّ کِفَّهٖ
وَمَا حَلَّ رَأسًا جَسَّ شَیْبُ الذَّوَائِبِ

ترجمہ:۔ جس خوش نصیب کا ہاتھ حضور ﷺ کے دست مبارک کو چھو گیا اس سے خوشبو دار مہک اٹھتی رہی اور جس کے سر پر حضور ﷺ نے دست شفقت پھیر دیا اس کے بالوں میں بڑھاپا نہ اتر سکا۔

حضور ﷺ کی نیند کی امتیازی خصوصیت

یہ مسئلہ ہے کہ نیند سے وضو جاتا رہتا ہے اس لیئے جو شخص سو کر اٹھے اور نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو اس کو وضو کرنا لازم ہے مگر حضور ﷺ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ صحیح بخاری کتاب الصلوۃ "بَابُ وُضُوْءِ الصِّبْيَانِ وَ مَتٰى يَجِبُ عَلَيْهِمُ الْغُسْلُ وَ الطُّهُوْرُ وَ حُضُوْرِهِمُ الْجَمَاعَةَ وَ الْعِيْدَيْنِ وَ الْجَنَائِزَ وَصُفُوْفِهِمْ" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس رات گزاری۔ پس نبی کریم ﷺ بھی سو گئے جب کچھ رات باقی تھی تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور ایک لٹکے ہوئے مشکیزے سے ہلکا سا وضو کیا۔ عمر و اسے بالکل ہلکا اور قلیل بتاتے۔ پھر نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو میں بھی کھڑا ہوا اور جیسے آپ ﷺ نے کیا تھا اسی طرح وضو کیا۔ پھر آ کر آپ ﷺ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے پھرا کر مجھے اپنے دائیں جانب کر لیا۔

ثُمَّ صَلّٰى مَاشَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ فَاَتَاهُ الْمُنَادِیْ يُؤَذِّنُهٗ بِالصَّلٰوةِ فَقَامَ مَعَهٗ اِلَى الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قُلْنَا لِعَمْرٍو اِنَّ نَاسًا يَقُوْلُوْنَ اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ تَنَامُ عَيْنُهٗ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهٗ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُوْلُ اِنَّ رُؤْيَا الْاَنْبِيَاءِ وَحْیٌ ثُمَّ قَرَاَ اِنِّیْ اَرٰى فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ۔

پھر نماز پڑھی جتنی اللہ نے چاہی پھر لیٹے اور سو گئے یہاں تک کہ خراٹے لیئے پس نماز کی اطلاع دینے مؤذن حاضر ہوا تو اس کے ساتھ نماز کیلئے کھڑے ہو گئے۔ نماز پڑھائی اور وضو نہیں کیا۔ ہم نے عمرو سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل نہیں سوتا تھا؟ عمرو نے فرمایا کہ میں نے عبید بن عمیر کو فرماتے ہوئے سنا کہ انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے پھر تلاوت کی۔ بے شک میں نے خواب میں دیکھا کہ تمہیں ذبح کرتا ہوں۔

(۱۰۲:۳۷)

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الوضوء ''باب التخفیف فی الوضوء'' میں بھی ہے۔

الغرض سارے انبیاء کرام علیہم السلام کا یہی حال تھا کہ نیند ان حضرات کے حق میں ناقص وضو نہ تھی۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام عالم خواب میں بھی بے خبر نہیں ہوتے تھے اور حالت خواب میں عالم شہادت کی طرح عالم غیب کا ادراک فرما لیتے تھے اور ان کی اس حالت کے ادراک کو بھی وحی کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ اس وجہ سے صحابہ کرام کا دستور تھا کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ خواب استراحت میں ہوتے تو آپ کو اس وقت تک بیدار نہ کرتے جب تک کہ آپ ﷺ خود بیدار نہ ہو جاتے۔

بخاری شریف کتاب الانبیاء ''باب کَانَ النَّبِیُّ ﷺ تَنَامُ عَیْنُهٗ وَلَا یَنَامُ قَلْبُهٗ...... '' میں ہے۔

اَنَّهٗ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا کَیْفَ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ رَمَضَانَ قَالَتْ مَا کَانَ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا غَیْرِهٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشَرَةَ رَکْعَةً یُصَلِّیْ اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثَلَاثًا فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ تَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ قَالَ تَنَامُ عَیْنِیْ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں کتنی نماز پڑھا کرتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھا کرتے تھے جب چار رکعتیں پڑھتے تو ان کی خوبی اور طوالت کے بارے میں کچھ نہ پوچھئے۔ پھر چار رکعتیں پڑھتے اور ان کی درستی اور درازی کی کیا ہی بات ہے۔ (تہجد کی آٹھ رکعت) اس کے بعد تین رکعت (وتر) پڑھتے۔ میں عرض گزار ہوئی، یارسول اللہ ﷺ! وتر پڑھنے سے پہلے تو آپ ﷺ سو گئے تھے؟ فرمایا، میری آنکھ سوتی ہے لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

صحیح احادیث سے ثابت ہوگیا کہ انبیاء علیہم السلام کی نیند صرف آنکھوں تک محدود ہوتی ہے اس سے ان کی موت کا بھی اندازہ کر لینا چاہیئے کیونکہ مشہور ہے۔

اَلنَّوْمُ اَخُوالْمَوْتُ نیند موت کی بہن ہے

موت بھی انبیاء کرام پر طاری ضرور ہوتی ہے مگر عام بشر کی موت کی طرح نہیں۔ جس طرح عام بشر کی نیند سے ان کی نیند ممتاز ہے اسی طرح یہاں بھی ان کو بڑا امتیاز حاصل ہے حتی کہ ان کی وفات کے بعد بھی ان پر زندہ کا اطلاق آیا ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے

اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِ ھِمْ یُصَلُّوْنَ (صحیح)

کہ انبیاء کرام زندہ ہیں قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔

شہداء کی موت کے متعلق قرآن شریف نے فرمایا کہ انکو مردہ مت کہو تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جو شہداء سے کہیں اونچا مقام رکھتے ہیں۔ ان کی موت کو عام انسانوں کی طرح کہہ دینا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

لہٰذا انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے جیسا سمجھنا، ان کی نیند کو اپنی نیند کی طرح سمجھنا، ان کی موت کو اپنی موت کی طرح سمجھنا مقام نبوت و رسالت سے جہالت اور پرلے درجے کی گستاخی ہے۔

حضور ﷺ کی حیات وموت میں اختیار ملنے کی خصوصیت

جناب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا تھا اگر وہ چاہیں تو دنیا کے مال ودولت کی رونق جیسے وہ چاہتے ہیں اس کو اختیار فرمائیں اور اگر چاہیں تو انعامات واکرام حق تعالیٰ کے ہاں ان کیلئے تیار ہیں ۔انکو اختیار کرلیں ۔مگر جناب رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں میں سے ان اانعامات ہی کو پسند فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے یہاں ہیں یعنی وفات کے وقت بھی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو اختیار دیا جاتا ہے۔

صحیح بخاری شریف کتاب المغازی بَابُ مَرَضِ النَّبِیِّ ﷺ وَوَفَاتِہٖ میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَسْمَعُ اَنَّهٗ لَا يَمُوْتُ نَبِيٌّ حَتّٰى يُخَيَّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ وَاَخَذَتْهُ بُحَّةٌ يَقُوْلُ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْاٰيَةَ فَظَنَنْتُ اَنَّهٗ خُيِّرَ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمائی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا تھا کہ اللہ کے کسی نبی کا اس وقت تک وصال نہیں ہوتا جب تک اسے دنیا اور آخرت میں سے ایک کو اختیار کرلینے کا اختیار نہ دیا جائے ، پس میں نے نبی کریم ﷺ کو آپ کے مرض وصال میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ — ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا (الآیۃ) اس وقت میں سمجھی کہ آپ ﷺ کو بھی اختیار دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیاء، صدیقین، شہداء، صلحاء کو انعام یافتہ فرمایا ہے کیونکہ شہداء اپنی قبروں میں زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے۔اسی طرح صدیقین، اور صلحاء بھی انعام یافتہ ہیں وہ بھی زندہ ہیں۔انبیاء کرام کی حیات تو ان سے بہت اعلیٰ درجہ کی ہے۔

صحیح بخاری شریف کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ صَحِيْحٌ يَقُوْلُ اِنَّهٗ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ قَطُّ حَتّٰى يَرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُحَيَّا اَوْ يُخَيَّرَ فَلَمَّا اشْتَكٰى وَحَضَرَهُ الْقَبْضُ وَرَاسُهٗ عَلٰى فَخِذِ عَائِشَةَ غُشِيَ عَلَيْهِ فَلَمَّا اَفَاقَ شَخَصَ بَصَرُهٗ نَحْوَ سَقْفِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ فِى الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى فَقُلْتُ اِذًا لَا يُجَاوِرُنَا فَعَرَفْتُ اَنَّهٗ حَدِيْثُهُ الَّذِيْ كَانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَحِيْحٌ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول ﷺ نے تندرستی کی حالت میں فرمایا۔ کسی نبی کی جان اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی جب تک جنت میں اسے اس کا مقام دکھایا نہ جائے۔ پھر چاہے زندہ رہے یا آخرت کو اختیار کرے، جب آپ ﷺ بیمار پڑے اور وصال کا وقت قریب آیا تو آپ ﷺ کا سر مبارک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زانو پر تھا، تو آپ ﷺ کو غشی آ گئی۔ جب افاقہ ہوا تو اپنی نگاہیں گھر کی چھت کی جانب فرمالیں اور کہا:۔ اے اللہ! رفیق اعلیٰ میں رکھنا۔ میں جان گئی کہ جو بات آپ ﷺ نے تندرستی کے ایام میں فرمائی وہ صحیح ہو رہی ہے۔

پس موت انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو بھی آتی ہے مگر عام بشر کی طرح اچانک نہیں آتی بلکہ اطلاع کے بعد۔ ان کی روح بھی قبض کی جاتی ہے مگر بلا اجازت نہیں بلکہ انکی اجازت کے بعد۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بھی یاد رکھیں۔

حضور ﷺ کے غسل اور جنازہ کی امتیازی خصوصیت

جناب رسول اللہ ﷺ کو بھی غسل دیا گیا مگر اتنے ممتاز بھی ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ ﷺ کے غسل میں متحیر اور پریشان نظر آرہے ہیں کہ کپڑے اتار کر غسل دیا جائے جیسے کہ عام طور پر دیا جاتا ہے یا کپڑے اتارے بغیر۔

سنن ابی داؤد کتاب الجنائز بَابُ فِی سَتْرِ الْمَیِّتِ عِنْدَ غُسْلِهٖ میں ہے۔

عباد بن عبداللہ بن زبیر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا کہ

تَقُوْلُ لَمَّا اَرَادُوْ غُسْلَ النَّبِیِّ ﷺ قَالُوْا وَاللّٰهِ مَانَدْرِیْ اَنُجَرِّدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مِنْ ثِیَابِهٖ كَمَا نُجَرِّدُ مَوْتَانَا اَمْ نَغْسِلُهٗ وَعَلَیْهِ ثِیَابُهٗ فَلَمَّا اخْتَلَفُوْا اَلْقَی اللّٰهُ عَلَیْهِمُ النَّوْمَ حَتّٰی مَامِنْهُمْ رَجُلٌ اِلَّاوَذَقْنُهٗ فِیْ صَدْرِهٖ ثُمَّ كَلَّمَهُمْ مُكَلِّمٌ مِنْ نَاحِیَةِ الْبَیْتِ لَا یَدْرُوْنَ مَنْ هُوَ اَنِ اغْسِلُوا النَّبِیَّ ﷺ ثِیَابُهٗ فَقَامُوْا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَغَسَلُوْهُ وَعَلَیْهِ قَمِیْصُهٗ یَصُبُّوْنَ الْمَآءَ فَوْقَ الْقَمِیْصِ وَیَدْلُكُوْنَهٗ بِالْقَمِیْصِ دُوْنَ اَیْدِیْهِمْ۔

جب لوگوں نے نبی کریم ﷺ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا۔ خدا کی قسم ہمیں نہیں معلوم کہ رسول اللہ ﷺ کے کپڑے اتار دیں جیسے کہ دوسرے لوگوں کے اتار دیا کرتے ہیں یا آپ ﷺ کے مبارک کپڑوں میں ہی آپ ﷺ کو غسل دیں۔ جب ان میں یہ اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کردی یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی ایسا نہ رہا جس کی تھوڑی اس کے سینے سے نہ لگ گئی ہو۔ پھر کاشانہ اقدس کے ایک گوشے سے کسی کہنے والے نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کو ان کے مبارک کپڑوں میں غسل دیجئے۔ پس لوگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے رسول اللہ

ﷺ کو آپ ﷺ کے لباس سمیت ہی
غسل دیا یعنی کرتہ مبارک جسم اطہر پر تھا
اور کرتہ مبارک کے اوپر پانی ڈالتے اور تن
انور کو ہاتھوں سے نہیں بلکہ کرتہ مبارک
سے ہی ملتے تھے۔

بیہقی نے ان حدیث کو دلائل النبوۃ میں بھی روایت کیا ہے۔

صحابہ کرام نے غسل دیا۔ جس میں اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے بھی شامل تھے
اسی طرح نماز جنازہ میں بھی آپ ﷺ عام بشر سے ممتاز تھے جناب رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا تھا کہ جب تم مجھے غسل دے کر خوشبو لگا کر اور کفن پہنا کر فارغ ہو جاؤ تو مجھ کو میری اس چارپائی پر رکھنا اور اس کو میری قبر کے کنارے رکھ دینا۔ پھر تھوڑی دیر کیلئے تم سب باہر ہو جانا۔ کیونکہ سب سے پہلے جو مجھ پر نماز پڑھیں گے وہ جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ اس کے بعد پھر میکائیل علیہ السلام، پھر اسرافیل علیہ السلام، پھر ملک الموت اور ان کے ساتھ بہت سے فرشتے ہوں گے۔ اس کے بعد میرے اہل بیت مجھ پر نماز پڑھیں۔ اس کے بعد تم لوگ جماعت جماعت اور علیحدہ علیحدہ داخل ہونا۔ ہم نے پوچھا۔ اچھا تو آپ ﷺ کو قبر میں کون اتارے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، میرے گھر کے مرد اور ان کے ساتھ بہت سے فرشتے ہوں گے جو تم کو دیکھتے ہیں اور تم ان کو نہیں دیکھ سکتے (خصائص الکبری)

حضور ﷺ کا نماز جنازہ بھی دوسرے بشروں سے منفرد پڑھا گیا۔

حضورِ اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق پہلے مدینہ منورہ کے مردوں نے، پھر عورتوں نے، اسے کے بعد بچوں نے باری باری فوج درفوج آپ ﷺ کے جسد اطہر کے سامنے کھڑے ہو کر صلوۃ وسلام پیش کیا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۰)

یہ سلسلہ بارہ گھنٹے سے زیادہ عرصہ تک جاری رہا۔

[نوٹ:۔ کھڑے ہو کر صلوۃ وسلام پیش کرنا سنت صحابہ بھی ہے۔ آج
بھی لوگ روضہ انور کے سامنے کھڑے ہو کر ہی درود وسلام پیش کرتے

ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے کئی صحابہ جب مزار انور پر حاضری دیتے تو کھڑے ہو کر ہی سلام عرض کرتے اس لیے جو کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھنے پر اعتراض کرتے ہیں انہیں ہم لوگوں پر اعتراض ہے یا کہ حضور ﷺ پر درود و سلام پڑھنے پر؟]

مرض میں آپ ﷺ کی خواہش پر دوسری امہات المؤمنین کی مرضی کے ساتھ آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گزارے اور وفات بھی وہیں پائی اور وہیں دفن بھی کیئے گئے۔ مشکوۃ شریف میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اخْتَلَفُوْا فِيْ دَفْنِهٖ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا قَالَ مَا قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِيْ يُحِبُّ اَنْ يُّدْفَنَ فِيْهِ اُدْفِنُوْهُ فِيْ مَوْضِعِ فِرَاشِهٖ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو آپ ﷺ کے دفن میں لوگوں کا اختلاف ہو گیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک بات سنی ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی نبی کی روح قبض نہیں فرماتا مگر اسی جگہ جہاں وہ دفن ہونا پسند کرے، لہذا حضور ﷺ کو آپ کے بستر کی جگہ پر ہی دفن کرو

نوٹ:۔ حضور ﷺ کا اپنے آخری ایام میں دوسری ازواج سے اجازت طلب کرنے کی حدیث بخاری شریف کتاب الجہاد والسیر میں اس طرح ہے "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی کریم ﷺ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا آخری مرض بہت بڑھ گیا تو مرض کی حالت میں میرے گھر میں رہنے کی آپ نے اپنی دوسری ازواج مطہرات سے اجازت طلب فرمائی تو انہوں نے آپ کو اجازت دے دی۔"

حضور ﷺ کی میراث کی امتیازی خصوصیت

صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام کسی کو دنیاوی مال و دولت کا وارث نہیں بناتے۔ انبیاء کرام کی میراث صرف علم شریعت ہے۔ اگر وہ کچھ دنیاوی مال چھوڑ جائیں تو اس میں میراث جاری نہیں ہوتی بلکہ وہ صدقہ ہوتا ہے۔

(۱)

مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

(۲)

مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِیْ دِیْنَارًا مَا تَرَکْتُ بَعْدَ نَفَقَۃِ نِسَائِیْ وَمُؤْنَۃِ عَامِلِیْ فَھُوَ صَدَقَۃٌ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو میں چھوڑوں اس میں سے کوئی دینار تقسیم نہیں کیا جائے گا بلکہ میری بیویوں کے خرچ اور میرے عاملوں کی تنخواہ نکالنے کے بعد جو پیچھے بچے وہ صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الجہاد والسیر "باب نفقۃ نساء النبی ﷺ بعد وفاتہ" میں ہے۔

(۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد

ازواج مطہرات نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ذریعے حضور ﷺ کے مال سے اپنا حصہ تقسیم کروانے کا ارادہ کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اَلَیْسَ قَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَانُوْرِثُ مَاتَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ (مُسْلِم شریف)

کیا حضور نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہم کسی کو اپنے مال کا وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی حدیث سنائی تو ازواج مطہرات نے میراث طلب کرنے کا اردہ ترک کر دیا۔

(۴)

اسی طرح مالک بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مجمع صحابہ میں جن میں حضرت عباس، عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن العوام، سعد بن ابی وقاص موجود تھے۔ سب کو قسم دے کر کہا کیا تم جانتے ہو کہ حضور ﷺ نے فرمایا "ہم کسی کو وارث نہیں بناتے۔ تو سب سے اقرار کیا کہ حضور ﷺ نے ایسا فرمایا ہے۔

(۵)

شیعوں کی سب سے مشہور کتاب اصول کافی، جو بقول ان کے اس میں ساری حدیثیں صحیح ہیں، کی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامِ قَالَ اِنَّ الْعُلَمَاَوَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ وَ ذٰلِکَ لِاَنَّ الْاَنْبِیَآءِ لَمْ یُوْرِثُوْا دِرْھَمًا وَّ لَادِیْنَارًا وَّ اِنَّمَا اَوْرِثُوْا اَحَادِیْثَ مِنْ اَحَادِیْثِھِمْ فَمَنْ اَخَذَہُ بِشَیْءٍ مِّنْھَا فَقَدْ اَخَذَ حَظًّا وَّافِرًا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ علماء دین انبیاء کرام کے وارث ہیں اور یہ اس لیئے کہ انبیاء کرام نے کسی کو درھم و دینار کا وارث نہیں بنایا انہوں نے تو صرف شریعت کی باتوں کا وارث بنایا تو جس کسی نے ان دین کی باتوں کو حاصل

کرلیا۔اس نے بہت کچھ حاصل کرلیا۔ (اصول کافی باب صفة العلم)

جب تک آدمی زندہ ہے اس کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔مرنے کے بعد اس کا مال و جائیداد ورثا میں تقسیم ہوجاتا ہے چاہے ہو شہید ہی کیوں نہ ہو۔جسکو قبر میں جاکر پھر زندگی مل جاتی ہے۔لیکن انبیاء کرام کو یہاں بھی امتیازی مقام حاصل ہے کہ ان کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔

کسی بھی آدمی کی بیوہ چاہے وہ شہید ہی کیوں نہ ہو بعد عدت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے لیکن قرآن مجید نے ازواج مطہرات کو حضور ﷺ کے بعد کسی اور سے نکاح کی ممانعت فرمادی۔آپ کی ازواج مطہرات کیلئے سوگ وعدت بھی نہیں ہے۔

آپ ﷺ کی ازواج مطہرات بدستور آپ ﷺ کے نکاح میں ہیں۔

آپ ﷺ کو قبر میں بھی حیات جسمانی وروحانی حاصل ہے۔حیات جسمانی میں اعمال امت پیش کیے جاتے ہیں اور حیات روحانی میں خود بھی مشاہدہ فرمارہے ہیں۔

قرآن پاک میں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کا حضرت داؤد علیہ السلام کا وارث ہونے کا ذکر ہے تو وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس ۱۹ بیٹوں میں سے منصب بنوت ملنے کا ذکر ہے کیونکہ صرف آپ ہی منصب نبوت پر فائز ہوئے تو یہ وراثت علمی ہوئی نہ کہ مالی۔اگر وراثت مالی ہی مراد ہوتو کوئی فضیلت کی بات نہیں تھی۔اگر وراثت مالی ملی ہوتی تو دوسروں کو بھی ملی ہوتی اس میں آپ کی فضیلت تو نہ رہ جاتی۔چنانچہ اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔

وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَ قَالَ يَاأَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ

وارث ہوئے سلیمان داؤد کے، پھر کہا سلیمان نے اے لوگو! ہمیں جانوروں کی بولی سکھائی گئی ہے۔

الغرض حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام کی وراثت میں علم اور نبوت ہی پایا تھا۔

نـــوٹ :۔قرآن مجید کے حکم کے مطابق ایک مرد ایک وقت میں چار عورتوں کو اکٹھا اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے لیکن حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کی تعداد ایک وقت میں نو تھی۔

نوٹ:۔قرآن مجید میں ہے کہ صدقہ و خیرات فقیروں اور مسکینوں کا حق ہے۔مگر حضور ﷺ مسکین ہونے کے باوجود صدقہ نہیں کھاتے تھے البتہ ہدیہ قبول فرما لیتے تھے۔

نوٹ:۔حضور ﷺ کی وفات کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح نہ کرنے کا ذکر درج ذیل آیۃ مبارکہ میں ہے۔

وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ (پ ۲۲ ع ۴ احزاب)

اور ان کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح نہ کرو۔

حضور ﷺ کے سماع کی امتیازی خصوصیت

(۱)

مشکوۃ شریف کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ علی النبی ﷺ وفضلھا کی تیسری فصل مین ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُهٗ

جس نے میری قبر کے نزدیک مجھ پر درود شریف بھیجا میں اسے خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر درود بھیجا دور سے، وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

یہ حدیث کئی طریقوں سے مروی ہے۔ ایک طریقہ وہ ہے جس مین محمد بن مروان سدی ہے۔ وہ ضعیف ہے۔ جب کہ دوسرے طریقوں سے یہ حدیث صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں، ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مسند میں اور امام طبری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

ابن تیمیہ نے بھی اپنے فتاوی میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے دیکھئے (فتاوی ابن تیمیہ ص ۳۰۴ ج ۴)

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ اور ہزاروں لاکھوں انسان جو ایک وقت میں آپ ﷺ پر درود سلام بھیجتے ہیں آپ ﷺ ان کو سنتے ہیں۔ ایک عام آدمی تو ایک وقت میں پانچ دس آدمیوں کو نہیں سن سکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خصوصیت بخشی ہے کہ آپ ﷺ ہزاروں لاکھوں انسانوں کا ایک ہی وقت میں درود سلام سنتے ہیں۔

(۲)

مشکوۃ شریف کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ النبی ﷺ و فضلھا کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَامِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس کر دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

یہ حدیث ابوداؤد شریف، مسند امام احمد اور بیہقی دعوات کبیر میں بھی ہے۔

(۱)

اما م نووی کتاب لاذکار میں لکھتے ہیں بالا سناد الصحیح ص ۱۰٦

(۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری پ۳ ص۲۷۹ میں لکھتے ہیں۔

رواته ثقات (اس کے سب راوی ثقہ ہیں)

(۳)

علامہ سمہودی وفاالوفاء ص ٤٠٣ جلد دوم میں لکھتے ہیں۔

روی ابو داؤد بسند صحیح یعنی امام ابو داؤد نے صحیح سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔

(۴)

علامہ زرقانی، زرقانی شرح المواہب ص ۳۰۸ جلد ۸میں لکھتے ہیں۔

باسناد صحیح

(۵)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ٤٤٧ پر لکھتے ہیں۔

ایں حدیث صحیح است

اس حدیث سے بھی حضور نبی کریم ﷺ کا سماع اور حیات تو ثابت ہوگئی۔ لیکن اس حدیث پر یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی روح مقدس بعض اوقات آپ ﷺ سے جدا ہو جاتی ہے لہذا تمام وقت آپ کی زندگی ثابت نہیں ہوتی۔

اس اعتراض کے کئی جوابات علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء'' میں دیئے ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

روح اقدس کے جسم اطہر سے بار بار جدا ہونے میں دو خرابیاں ہیں۔

ایک یہ کہ جسم مبارک سے روح اقدس کے بار بار نکلنے کی وجہ سے حضور ﷺ کو تکلیف ہونا، یا کم از کم اس تکرار خروج روح مبارک کا حضور ﷺ کی عظمت و بزرگی کے منافی ہونا۔

دوسرے یہ کہ روح کا بار بار نکلنا اور جسم میں داخل ہونا شہداء وغیرھم کی شان کے ہی خلاف ہے کیوں کہ ان کے بارے میں یہ بات کہیں ثابت نہیں کہ عالم برزخ میں ان کی روحیں بار بار جدا ہوتی ہیں اور بار بار ان کے جسموں میں واپس آتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ تو اس بات کے سب سے زیادہ حق دار ہیں کہ آپ ﷺ کی روح مبارک ہمیشہ آپ کے جسم اطہر میں رہے اور یہی اعلیٰ مرتبہ ہے جسے حضور ﷺ کی شان کے لائق کہا جائے۔

لہذا رد روح سے یہ مراد نہیں کہ وہ بدن مبارک سے جدا ہو کر بدن مبارک میں

واپس آتی ہے بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ عالم برزخ میں ملکوت کے احوال اور مشاہدہ الٰہی میں بالکل اسی طرح مشغول اور مستغرق ہیں جس طرح دنیا کی حیات ظاہری میں ہوتے تھے۔ لہذا اس مشاہدہ اور استغراق کی حالت سے افاقہ کو ''ردروح'' سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ کوئی وقت ایسا نہیں ہوتا جب کہ کوئی نہ کوئی شخص آپ ﷺ پر درود و سلام نہ بھیج رہا ہو۔ خواہ دن ہو یا رات۔ لہذا حضور ﷺ کی روح مبارک کا بدن شریف میں ہر وقت ہونا ضروری ہے۔

قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ روح دوبار سے زیادہ نہیں لوٹتی

لہذا جب قبر میں سوال و جواب کیلئے کسی شخص کو روح لوٹا دی جاتی ہے تو اس کے واپس ہونے کا کوئی ثبوت ہی نہیں۔

اس بار بار روح کے نکلنے اور واپس آنے سے تو بے شمار موتیں لازم آتی ہیں۔ اور یہ قرآن کریم کی روشنی میں صراحۃً باطل ہے۔

اس کا ایک جواب یہ کہ لفظ ''روح'' سے مراد وہ فرشتہ ہے جو حضور ﷺ کی قبر انور پر اللہ کی طرف سے مقرر ہے جو حضور ﷺ کی امت کا درود و سلام حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کرتا ہے۔ لفظ روح حضرت جبریل علیہ السلام کے علاوہ دوسرے فرشتوں کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اشراف ملائکہ کا نام ارواح رکھا جاتا ہے، انتہیٰ۔

رد اللہ علی روحی کے یہ معنی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اس فرشتے کو جو میری قبر انور پر متعین ہے۔ میری طرف بھیج دیتا ہے۔ تا کہ وہ درود و سلام مجھے پہنچا دے۔

(۳)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی مَلَکًا اَعْطَاہُ اَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ قَائِمٌ عَلٰی قَبْرِیْ مَامِنْ اَحَدٍ یُّصَلِّیْ عَلَیَّ صَلٰوۃً اِلَّا بَلَّغَنِیْہَا۔

بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی اسماع (یعنی سب کی آوازیں سننے کی طاقت) عطا فرمائی ہے اور وہ میری قبر انور پر مقرر ہے تو کوئی درود بھیجنے والا کسی وقت، کہیں سے مجھ پر درود نہیں بھیجتا مگر وہ فرشتہ اس کا درود مجھے پہونچا دیتا ہے۔

سبحان اللہ کیا شان ہے حضور نبی کریم ﷺ کی کہ اللہ تعالیٰ نے نورانی مخلوق اور مقرب فرشتے کو فخر الرسل جناب محمد ﷺ پر پوری دنیا میں ایک ایک وقت کا لاکھوں کروڑوں درود جو آپ ﷺ پر بھیجا جاتا ہے اس درود و سلام کو آپ ﷺ تک پہنچانے کا فرض سونپا ہوا ہے۔

۴

مشکوۃ شریف کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ علی النبی ﷺ و فضلہا کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ لِلّٰہِ مَلَائِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِیَ السَّلَامَ۔ (صَحِیْحٌ)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ملائکہ خطہء زمین پر گھومتے رہتے ہیں تاکہ میرے امتیوں کے پیش کردہ سلام مجھے پہنچائیں۔ (صحیح)

یہ حدیث سنن نسائی شریف، مسند احمد، دارمی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی ہے

۵

مشکوۃ شریف کِتَابُ الصَّلٰوۃِ بَابُ الْجُمُعَۃِ میں ہے۔

عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَ فِيْهِ قُبِضَ وَ فِيْهِ النَّفْخَةُ وَ فِيْهِ الصَّعْقَةُ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرِمْتَ قَالَ يَقُوْلُوْنَ بَلِيْتَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ۔

(صَحِيْحٌ)

حضرت اوس بن اوس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے افضل ترین دنوں میں جمعہ کا دن ہے اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اسی دن واصل بحق ہوئے۔ اسی میں صور پھونکا جائے گا اور وہی ہلاکت کا دن ہوگا۔ (اسی میں نفخہ ء اولی ہے اور اسی میں نفخہء ثانیہ ہے) اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود میرے پاس پیش کیا جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں میں نے سوال کیا یارسول اللہ ﷺ! ہمارا درود آپ ﷺ پر کس طرح پیش کیا جاتا ہے جبکہ آپ ﷺ کی ہڈیاں گل چکی ہوں گی اور ایک روایت کے مطابق پرانی ہوچکی ہوں گی؟ سرکار دوعالم نے فرمایا ''اللہ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو حرام کردیا ہے (یعنی ان کے جسم قبروں میں زندوں کی طرح ہیں) (صحیح)

اسے ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی نے اور بیہقی نے دعوت الکبیر میں روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام جسموں کے ساتھ زندہ ہیں کیونکہ صحابہ کرام نے جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ ارشاد سنا کہ تمہارا درود شریف مجھ پر عرض

کیا جاتا ہے تو ان کو شبہ ہوا کہ آیا یہ عرض بعد وفات شریف صرف روح پر ہوگا یا روح مع الجسد پر۔ اور حضور ﷺ کے ارشاد سے وہ سمجھ گئے کہ یہ عرض مع الجسد پر ہوگا۔

لہٰذا حیات انبیاء بعد وفات ثابت ہے۔

(۶)

مشکوۃ شریف کِتَابُ الصَّلٰوۃِ بَابُ الْجُمُعَۃِ میں ہی ہے۔

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَکْثِرُ والصَّلٰوۃَ عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَاِنَّہٗ مَشْھُوْدٌ یَشْھَدُہُ الْمَلٰئِکَۃُ وَاِنَّ اَحَدًا لَّمْ یُصَلِّ عَلَیَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَیَّ صَلٰوتُہٗ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْھَا قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اِنْ تَاکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُّرْزَقُ۔

(رَوَاہُ اِبْنِ مَاجَۃَ)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھو کیونکہ یہ دن مشہود ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور تحقیق کوئی مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر وہ مجھے پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس سے فارغ ہو، راوی کہتے ہیں میں نے سرکار سے عرض کیا کہ آپکی وفات کے بعد بھی؟ تو سرکار نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو حرام کر دیا ہے پس اللہ کے نبی زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

محدثین کرام نے اس حدیث کو قبول کیا ہے اور اس کی سند کو جید کہا ہے اور اگر یہ روایت مرسل ہے تو پھر کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ہم اسے حضرت اوس بن اوس کی مذکورہ سابقہ روایت کی تفسیر میں پیش کر رہے ہیں۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو حیات جسمانی حاصل ہے

کیونکہ رزق کی حاجت جسم کو ہوتی ہے۔

(۷)

صحیح بخاری شریف کِتَابُ الصَّلٰوۃِ بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ فِی الْمَسْجِدِ میں ہے

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِيْ رَجُلٌ فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ فَاِذَا عُمَرُ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِيْ بِهٰذَيْنِ فَجِئْتُهٗ بِهِمَا فَقَالَ مِمَّنْ اَنْتُمَا اَوْ مِنْ اَيْنَ اَنْتُمَا قَالَا مِنْ اَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ اَهْلِ الْبَلَدِ لَاَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ اَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

سائب بن یزید سے روایت ہے کہ میں مسجد میں کھڑا تھا کہ کسی نے مجھے کنکری ماری۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ فرمایا کہ جاؤ اوران دونوں آدمیوں کو میرے پاس لے آؤ۔ میں دونوں کو لے آیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم کن لوگوں میں سے ہو یا کہاں رہتے ہو؟ دونوں عرض گزار ہوئے: اہل طائف سے۔ فرمایا کہ اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے میں تم دونوں کو سزا دیتا۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو۔

یہ حدیث مشکوۃ شریف باب المساجد و مواضع الصلوۃ کی تیسری فصل میں بھی ہے۔

یعنی مسجد نبوی میں آواز بلند کرنا بھی جرم ہے۔ کیونکہ وہاں آپ کا روضہ مبارک ہے اور روضہ مبارک کے پاس آواز بلند کرنا بھی جائز نہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات مانتے تھے اور جب کسی مہم سے فارغ ہوتے تو مدینہ واپس پہنچنے پر سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے جاتے۔

احادیث میں ہے کہ نیکوں (مومنین) کی روحیں علیین میں اور کافروں کی روحیں سجین میں قید ہوتی ہیں تو اس سے بھی حیاۃ الانبیاء میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

جس طرح زندہ آدمی کی روح سوتے وقت کہیں کی کہیں چلی جاتی ہے لیکن اس کا تعلق جسم سے نہیں ٹوٹتا اسی طرح علیین اور سجین میں ہونے کے باوجود ان کا تعلق جسم سے قائم رہتا ہے۔

روح ایک وقت میں مختلف مقامات پر ہوسکتی ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ملکہ سبا کا تخت منگوانے کا واقعہ اس پر شاہد ہے۔

حضور ﷺ کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں ہے۔ معراج کی رات حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر دیکھا۔ روح وہاں تھی۔ لیکن روح کا جو تعلق جسم سے تھا اس کی وجہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر انور میں نماز پڑھ رہے تھے اور حضور ﷺ نے اس کا مشاہدہ بھی فرمایا۔ الغرض روح جو سوال وجواب کے وقت لوٹائی جاتی ہے اس کے دوبارہ نکلنے کا کوئی ثبوت نہیں۔

اگر روح مبارک صرف اعلیٰ علیین میں ہے تو پھر آپ ﷺ دو حصوں میں تقسیم ہوگئے۔ علیین کا حصہ زندہ اور قبر شریف والا حصہ مردہ۔ تو پھر جو فرشتہ قبر مبارک پر درود شریف سننے پر مقرر ہے وہ کس کو درود شریف سناتا ہے۔

اگر کوئی دنیاوی حیات میں چوری کرتا ہے، قتل کرتا ہے، زنا کرتا ہے، تو اس کا جسم اور روح دونوں ملوث ہوتے ہیں۔ تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ ایک کو تو عذاب ہو اور دوسرا بچ جائے۔

قبر میں جو عذاب ہوتا ہے وہ جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے۔

برزخی زندگی میں نیک بندے کو جو نعمتیں دی جاتی ہیں وہ جسم اور روح دونوں کو دی جاتی ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک کو فائدہ پہنچے اور دوسرے کو اس سے کچھ بھی فائدہ حاصل نہ ہو۔

یہ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کی قبر انور پر سلام پڑھتے تھے تو کس پر پڑھتے تھے روح پر یا جسم پر؟

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جب خواب میں حضور ﷺ کا دیدار ہوا اور پھر انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے روضہء اقدس پر حاضری دی تو یہ صرف جسم پر حاضری تھی یا روح پر بھی اور خواب میں جو حضور ﷺ کو دیکھا تو وہ صرف جسم مبارک تھا یا کہ جسم مع الروح۔

(۸)

مشکوۃ شریف کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَدْخُلُ بَيْتِىَ الَّذِىْ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاِنِّىْ وَاضِعُ ثَوْبِىْ وَاَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَ زَوْجِىْ وَ اَبِىْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللّٰهِ مَادَخَلْتُهُ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَىَّ ثِيَابِىْ حَيَاءً مِّنْ عُمَرَ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب میں اپنے حجرہ میں جہاں حضور ﷺ آرام فرما ہیں، آتی تو اپنی اوڑھنی اتار کر رکھ دیتی تھی اور یہ کہتی کہ یہاں میرے شوہر اور میرے والد آرام فرما ہیں۔ لیکن جب وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن کیئے گئے تو خدا کی قسم میں اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر چادر سے خوب ڈھک کر حضرت عمر سے حیاء کرتے ہوئے حجرہ میں آتی ہوں۔ (احمد)

یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کی سند کے تمام راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا وہ صرف جسم مبارک کے پاس حاضری دینے آیا کرتی تھیں یا کہ وہ جسم مبارک پر جو کہ روح سمیت ہے اور حیات ہے؟ اور اگر مردہ اور روح کے بغیر سمجھتی تھیں تو پھر پردہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

(۹)

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن بَابُ الْکَرَامَاتِ فصل دوم میں ہے۔

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ قَالَ لَمَّا کَانَ اَیَّامُ الْحَرَّۃِ لَمْ یُؤَذَّنْ فِیْ مَسْجِدِ النَّبِیِّ ﷺ ثَلٰثًا وَلَمْ یُقَمْ وَلَمْ یَبْرَحْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ الْمَسْجِدَ وَکَانَ لَا یَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلٰوۃِ اِلَّا بِھَمْھَمَۃٍ یَسْمَعُھَا مِنْ قَبْرِ النَّبِیِّ ﷺ (رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ)

سعید بن عبد العزیز سے روایت ہے کہ جب جنگ حرہ ہوئی تو نبی کریم ﷺ کی مسجد میں تین دن تک اذان وا قامت نہ ہوئی اور سعید بن میسب مسجد سے جدا نہ ہوئے۔ ان میں نماز کے اوقات کا پتہ نہیں چلتا تھا مگر ایک گنگناہٹ کے ذریعے جسکو وہ نبی کریم ﷺ کی قبر انور سے سنا کرتے تھے۔ (دارمی)

اگر قبر انور میں صرف مردہ جسم مبارک ہی ہوتا تو اذان کی آواز کیسے آ گئی؟

۱۰

مشکوٰہ شریف کتاب الایمان باب اثبات عذاب القبر میں ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَیْہِ مَقْعَدُہٗ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ اِنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَمِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَاِنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ النَّارِ فَمِنْ اَھْلِ النَّارِ فَیُقَالُ ھٰذَا مَقْعَدُکَ حَتّٰی یَبْعَثَکَ اللّٰہُ اِلَیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں کسی کو جب موت آ جاتی ہے تو روزانہ صبح شام اس کو اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اگر جنتی ہے تو جنت اور اگر دوزخی ہے تو دوزخ اور اس کو بتایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن تجھے اس کیطرف اٹھایا جائے گا۔ (متفق علیہ)

کیا یہ ٹھکانہ صرف مردہ جسم کو جو بغیر روح کے ہے اس کو دکھایا جاتا ہے؟

نہیں کیونکہ یہ حدیث میں بتا دینا یہ ثابت کرتا ہے کہ روح اور جسم دونوں کو۔

الغرض حیاۃ النبی ﷺ ثابت ہوئی اور آپ ﷺ کا سماع بھی صحیح ثابت ہوا۔

یہ حیات اور برزخی زندگی کی بحث ہی اس لئے کی گئی کہ حیات ہے تو سماع ہے اگر حیات نہیں تو سماع پر اعتراض ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ منکرین حیات النبی ﷺ اور منکرین سماع موتٰی کو ہدایت دے۔ حیاۃ النبی ﷺ کے موضوع پر علامہ محمد عباس رضوی کی اسماء الرجال کی مکمل بحث کے ساتھ مدلل کتاب ''واللہ آپ زندہ ہیں'' کا مطالعہ ضرور کریں۔

خلاصہ بحث

حضور ﷺ سید البشر ہیں۔

حضور ﷺ سید المرسلین ہیں

آپ ﷺ کو کمال نبوت اس وقت حاصل ہو گیا تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام کو انسانی ڈھانچہ میں ڈھالا نہیں گیا تھا اور آپ کیلئے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے ایمان ونصرت کا عہد بھی لے لیا گیا تھا۔

آپ ﷺ ہی نبی الاولین اور نبی الآخرین ہیں۔

آپ ﷺ کو جسم عنصری بشری عطا فرمانا نفس منصب نبوت کیلئے نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب نبوت سے عالم ارواح میں ہی سرفراز فرما دیا تھا۔

یہ جسم تو اس لیے آپ کو عطا کیا گیا کہ جن کی طرف آپ کو بھیجا گیا تھا ان میں جسم عنصری کے بغیر استفادہ کی قابلیت نہ تھی۔

یہ درست ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام بشر ہی تھے لیکن یہ کہنا کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ہم جیسے ہی تھے اور انہیں کوئی خصوصی امتیاز نہ تھا، سراسر غلط اور ایسا عقیدہ رکھنے والوں کی ایمانی زندگی کی تباہی کا باعث ہے۔

حضرات انبیاء کرام میں بہت سی خصوصیات ایسی ہوتی ہیں جن کی وجہ سے وہ تمام نوع بشر سے ممتاز ہوتے ہیں۔ آپ دیکھتے نہیں کہ عالم میں قدرت نے مختلف انواع اور

انواع میں مختلف اقسام اور پھر انواع میں مختلف استعداد کے افراد پیدا کیے۔ دیکھئے جمادات ، نبادات ، حیوانات اور انسان یہ مختلف انواع ہیں۔ اور ہر عقلمند جانتا ہے کہ ہر نوع میں مخلوقیت میں شرکت کے باوجود کتنا فرق ہے۔ جمادات بالکل بے حس و شعور اور نبادات ان سے پیش گام اور حیوانات کچھ کچھ ادراک و علم سے بھی فیضیاب ہوتے ہیں حتی کہ آخری نوع ، انسان کے شعور و حس ، علم و ادراک کے سامنے دوسرے انواع ایک ذرہ ء بے مقدار نظر آتے ہیں۔ کیا اس کی برتری کو کوئی نظر انداز کر سکتا ہے؟ کیا انسان کو دوسرے انواع جمادات ، نبادات اور حیوانات کے ساتھ مخلوقیت میں شرکت کی وجہ سے برابر سمجھ سکتا ہے؟

اسی طرح اگر آپ اصناف پر غور فرمائیں تو معمولی پتھر بھی ایک پتھر ہے اور لعل و جواہرات بھی پتھر ہی ہیں کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ یہ سب اصناف برابر ہیں ، ان میں باہم کوئی برتری اور تفاضل نہیں؟

حیوانات میں گھوڑا بھی ایک جانور ہے اور گدھا بھی ایک جانور ہے تو کیا گھوڑے کو اس اشتراک کی وجہ سے گدھے کے برابر سمجھنا درست ہے؟

اسی طرح نوع انسانی کا حال کیا کافر اور مسلم میں کوئی فرق نہیں ؟ کیا انبیاء صدیقین ، شہداء اور صالحین جو اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندے ہیں ان میں اور ایک عام انسان میں کوئی فرق نہیں ؟ قرآن مجید تو یہ کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بیبیاں بھی عام عورتوں کی طرح نہیں ہیں بلکہ ان سے علیحدہ شان کی حامل ہیں۔

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ

اے نبی کی بیبیوں تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو تمہاری حیثیت ان سے بالکل الگ ہے۔

اب ایک حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں جس میں آنحضرت ﷺ نے کتنے واضح طور پر فرمایا کہ میری بشریت کے سب خواص وہی نہیں جو تمہاری بشریت کے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے

اس بات کی ممانعت فرمائی کہ دو روزے درمیان میں افطار کئے بغیر ایک ساتھ رکھے جائیں اس پر ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ تو ایسا بھی کر لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، مگر کیا تم میں کوئی میری طرح ہے۔

قَالَ اَيُّكُمْ مِثْلِيْ اِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ

(بخاری و مسلم)

میں رات گزارتا ہوں اس حالت میں کہ میرا رب مجھ کو کھلاتا بھی اور پلاتا بھی ہے۔

یعنی میری بشریت آب وغذا میں تم سے مختلف ہے۔

اور جو یہ کہتا ہے کہ قرآن مجید فرقان حمید میں ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (پ ۱٦ الکھف آیت نمبر ۱۱۰)

لیکن وہ یہ غور نہیں کرتے کہ اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ

یعنی میں یقیناً ایک بشر ہوں مگر میرا امتیاز (بہت سے امتیازات میں سے ایک) یہ ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے۔ ہر بشر میں اس کی اہلیت نہیں اور یہ سلسلہ وحی بھی آپ ﷺ پر ہی ختم ہوا۔

یہ ٹھیک ہے کہ لعل و جواہرات اور معمولی پتھر سب پتھر ہیں۔ مگر معمولی پتھر کو پتھر سے پکاریں گے اور لعل و جواہرات کو ان کے خصوصی اور قابل قدر نام سے پکاریں گے۔ لعل و جواہرت نے متعلق آپ کسی سے بھی یہ نہیں کہیں گے کہ بھائی وہ پتھر اٹھا کر لے آو۔ مقام غور تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو آپ کے نام سے نہیں پکارا اور عام بندوں کو بھی ایسے پکارنے سے منع فرما دیا جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بے باکانہ طور پر پکارتے ہو۔

اللہ تعالیٰ تو آپ کو عام بے ادبی والے طریقہ سے منع فرمائے اور ہمارے ''مہربان'' ہیں کہ انہوں نے آپ ﷺ کی ذات بابرکت کو ہی تختہء مشق بنایا ہوا ہے۔ اور

کہتے ہیں کہ وہ ہمارے جیسے بشر تھے اوران کو بڑے بھائی کی سی فضیلت حاصل ہے۔(نعوذ باللہ)

اب آگے ہم آپ کی نورانیت کو بیان کرتے ہیں اس کو بیان کرنے سے پہلے یہ بات میں آپ کو ذہن نشین کرادینا چاہتا ہوں کہ بشریت ایک قطعی عقیدہ ہے اس کا انکار کفر ہے اور آپ کی نورانیت کا عقیدہ رکھنا ایک ظنی عقیدہ ہے۔اور ظنی عقیدہ وہ ہوتا ہے جس کو دلائل سے ثابت کیا جائے۔

❁❁❁❁❁❁❁

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت

س:- نور کا مفہوم اور اس کی اقسام بیان کریں۔ نیز وضاحت کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس قسم کے نور ہیں؟

ج:- یہ درست ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جسدِ عنصری بشری کے ساتھ مبعوث ہوئے لیکن قالب بشریت کے ساتھ آپ کا نور ہونا آپ کے لئے باعث حسن وکمال ہے۔

سب سے پہلے نور کی تعریف کرتے ہیں کہ نور سے کیا مراد ہے؟

امام راغب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''نور ایک پھیلنے والی روشنی ہے۔ جو نگاہوں کی امداد کرے (اور آنکھوں کے سامنے والی چیز اس روشنی کے ذریعے سے صاف اور اچھی نظر آئے۔''

پھر یہ نور اور روشنی دو قسم کی ہے۔

(۱) دنیوی نور اور روشنی (۲) اخروی نور اور روشنی۔

نور معنوی:- نور معنوی (نور معقول) وہ ہے جو عادتاً آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا مگر دل کی آنکھوں سے معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً عقل اور قرآن کا نور، جو ظاہری آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا مگر اہل اللہ باطنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔ تلاوت قرآن مجید کے وقت جو انوار کی بارشیں ہوتی ہیں، باطنی آنکھوں والے اسے دیکھتے ہیں۔

نور حسی:- نور حسی (نور محسوس) وہ ہے جو ظاہری آنکھوں کی بینائی سے محسوس ہوتا ہے اور یہ وہ روشنی ہے جو چمکنے والے اجسام سے پھیلتی ہے۔ جیسے چاند، سورج اور چمکنے والے ستاروں سے جو روشنی نکلتی ہے۔

پہلی قسم کا نور (نور معنوی) باطنی آنکھوں والا دیکھ سکتا ہے اور دوسری قسم کا نور (نور حسی) ظاہری آنکھوں والا دیکھ سکتا ہے۔ جس طرح ظاہری نور سے ظاہری ظلمت اور تاریکی دور ہوتی ہے۔ اسی طرح باطنی نور سے باطنی ظلمت اور تاریکی دور ہو جاتی ہے۔

اسلام، ایمان، قرآن مجید اور اللہ تعالیٰ خود نور ہے اور یہ باطنی نور ہیں۔ ان کا مقابلہ ظاہری سورج اور چاند وغیرہ کا نور نہیں کر سکتا ہے۔

قرآن مجید کے نور اور روشنی سے کفر والحاد کی تاریکی دور ہوتی ہے۔حق و باطل اور صادق و کاذب میں فرق نظر آجاتا ہے۔اسی طرح اسلام اور ایمان کا نور سے مراد وہی روشنی ہے جس سے حق و باطل، صدق و کذب اور کفر و اسلام میں امتیاز اور صحیح راستہ (صراط مستقیم) نظر آتا ہے۔

سورۃ الصف پ ۲۸ آیت نمبر ۸ میں ہے۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِؤُا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَ فْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا ہے پڑے برا منائیں کافر۔

اللہ تعالیٰ نور ہے۔اس کی مثال قرآن مجید میں ہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا نور ہے۔

تو اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ زمین و آسمانوں کو روشن کرنے والا ہے۔(هُوَ الْمُنَوِّر) چونکہ زمین و آسمانوں میں روشنی پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہ سورج، چاند اور ستاروں کو روشنی دینے والا ہے۔وہی حق و باطل اور کفر و اسلام میں فرق اور پہچان کے لئے باطنی روشنی دینے والا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال اور مبالغہ فضل کے بناء پر اپنی ذات پر نور کا اطلاق فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے نور ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اب وہ سورج، چاند، چراغ وغیرہ کی طرح روشنی دے گا بلکہ نور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان سب چیزوں میں روشنی پیدا کرنے والا اور جہان کو روشن کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ بظاہر زمین و آسمانوں کو سورج، چاند اور ستاروں سے روشن کرنے والا ہے اور باطنی طور پر انبیاء، ملائکہ اور مومنین کاملین سے روشن کرنے والا ہے۔

اخروی نور:۔ اخروی نور کی مثالیں اس طرح سے پیش کی جاسکتی ہیں۔

(۱) سورہ تحریم پ ۲۸ آیت نمبر ۸ میں ہے۔

يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ کہ قیامت کے دن مومنوں کے سامنے ان کا نور ایمان دوڑتا ہوگا۔

(۲) سنن ابوداؤد شریف کتاب العلم باب فی القصص میں ایک طویل حدیث کے آخر میں ہے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ   پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے
اَبْشِرُوْا یَامَعْشَرَ صَعَالِیْکَ الْمُهَاجِرِیْنَ مہاجرین کے تنگ دست گروہ! تمہیں بشارت
بِالنُّوْرِ التَّامِّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ ہو روز قیامت تم مکمل نور کے ساتھ امیر لوگوں
قَبْلَ اَغْنِیَآءِ النَّاسِ بِنِصْفِ یَوْمٍ وَ ذٰلِکَ سے نصف دن پہلے جنت میں داخل ہو گے جو
خَمْسُ مِائَۃِ سَنَۃٍ ○   کہ پانچ سو برس کا دن ہے۔

اب یہاں ایک اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ دنیوی نور کی مثالیں بھی ہیں اور اخروی نور کی بھی۔ لیکن عالم برزخ میں تو کوئی چیز نور نہیں ہو گی؟

عالم برزخ میں نور کی ایک مثال بھی ملاحظہ فرمالیں۔

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ لَمَّا مَاتَ النَّجَاشِیُّ   حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ
کُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّہٗ لَا یَزَالُ یُرٰی عَلٰی قَبْرِہٖ جب حضرت نجاشی کا انتقال ہوا تو ہم کہا کرتے کہ
نُوْرٌ   (رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ)   ان کی قبر پر ہمیشہ نور دیکھا جاتا ہے (ابوداؤد)

اور یہ نور حسی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں کئی مقامات پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نور کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے تو کسی معنیٰ میں۔ یعنی وہ نور حسی تھے یا نور معنوی۔

نور معنوی (نور معقول) کی مثال اس طرح دی جا سکتی ہے کہ آپؐ کی زندگی کا ہر شعبہ اور ہر لمحہ، آپؐ کے جملہ افعال و احوال اور اقوال بنی نوع انسان کے لئے نورِ ہدایت اور مشعلِ راہ ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ   بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے
مُّبِیْنٌ ○   ایک نور (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آیا اور
(سورہ المائدہ پ ۶ آیت نمبر ۱۵)   ایک روشن کتاب (قرآن مجید)

تفسیر روح المعانی، تفسیر کبیر، تفسیر خازن، تفسیر مظہری، جامع البیان، معالم التنزیل، تفسیر ابن عباس، تفسیر جلالین، تفسیر مدارک، تفسیر ابن جریر، قرطبی، بیضاوی وغیرہ میں ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک مراد ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔

یعنی سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

قرآن مجید معجزہ ہے۔........ اور یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔

قرآن ہدایت ہے۔........ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت ہیں۔

قرآن نور ہے۔........ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔

قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے........ نبی کریمؐ کو ہر چیز کا علم ہے جو قرآن میں بیان ہوئی ہے۔

قرآن تمام انسانوں کیلئے ہے...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کے لئے نبی ہیں۔

قرآن کے بعد کوئی الہامی کتاب نہیں...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔

قرآن کی اطاعت کرنا لازم ہے...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا بھی لازم ہے۔

قرآن کی تعظیم فرض ہے........ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرنا بھی فرض ہے۔

قرآن ایک زندہ کتاب ہے...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور ان کی حیات جسمانی و روحانی دونوں ہے۔

قرآن نے اہل ایمان کو منور کیا...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کے دلوں کو اپنے نور سے منور فرمایا۔

قرآن نور ہے، قرآن کا لفظ، لفظ آیت، آیت، سورہ، سورہ نور ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب فضائل القرآن میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَيْنَمَا جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِيْضًا مِّنْ فَوْقِهٖ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ فَقَالَ هٰذَا بَابٌ مِّنَ السَّمَآءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ هٰذَا مَلَكٌ نَزَلَ اِلَى الْاَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ فَقَالَ اَبْشِرْ بِنُوْرَيْنِ اُوْتِيْتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَ خَوَاتِيْمُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِّنْهُمَا اِلَّا اُعْطِيْتَهٗ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جناب جبرئیل موجود تھے۔ اس وقت جناب جبرئیل نے ایک آواز سن کر آسمان کی جانب توجہ کر کے کہا کہ یہ آسمان کے اس دروازے کے کھلنے کی آواز ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں کھلا۔ اس دروازے سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ جو اس سے پہلے کبھی نہیں اترا تھا۔ اس فرشتے نے بارگاہ نبوی میں آکر سلام عرض کیا اور کہا کہ آپ کو دو نوروں کی بشارت ہو۔ جو اس سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے۔ سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کا آخری رکوع ان دونوں میں ایک حرف بھی پڑھا جائے تو اس کا ثواب ملے گا یا دعا کو قبول کیا جائے گا۔ (مسلم)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات بھی سر مبارک سے لے کر پاؤں مبارک تک نور ہی نور تھی۔ آنکھ بھی نور، ہاتھ بھی نور، سینہ بھی نور، کمر بھی نور، پیٹھ بھی نور، گوشت بھی نور، خون بھی نور، بالوں میں بھی نور، کان بھی نور، زبان بھی نور، سارا جسم اطہر نور، آگے پیچھے نور، داہنے بائیں نور، الغرض آپ سرتاپا نور ہی نور تھے۔

صحیح مسلم شریف کتاب صلوٰۃ المسافرین باب "صَلٰوۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ دُعَآئِہٖ بِاللَّیْلِ" میں ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَ فِیْ دُعَآءِہٖ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِّیْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَسَارِیْ نُوْرًا وَّفَوْقِیْ نُوْرًا وَّتَحْتِیْ نُوْرًا وَّاَمَامِیْ نُوْرًا وَّ خَلْفِیْ نُوْرًا وَاعْظِمْ لِیْ نُوْرًاo

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا۔ آپ رات کو اٹھے، نوافل ادا کئے اور آپ کی دعا میں یہ الفاظ بھی تھے۔ اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے اور میری آنکھوں میں نور کر دے اور میرے کانوں میں نور کر دے اور میرے دائیں نور کر دے اور میرے بائیں نور کر دے اور میرے اوپر نور کر دے اور میرے نیچے نور کر دے اور میرے آگے نور کر دے اور میرے پیچھے نور کر دے اور میرے لئے نور زیادہ کر دے۔

صحیح مسلم شریف کتاب صلوٰۃ المسافرین باب "صَلٰوۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ دُعَآئِہٖ بِاللَّیْلِ" میں ہے۔

عَنْ ابن عباس قال بِتُّ فِیْ بَیْتِ خَالَتِی میمونۃ فَبَقَیْتُ کَیْفَ یُصَلِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی فَجَعَلَ یَقُوْلُ فِیْ صَلٰوتِہٖ اَوْفِی سُجُوْدِہٖ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے کے پاس رات گزاری اور دیکھتا رہا کہ آپ کیسے نماز پڑھتے ہیں۔ پھر آپ نے نماز پڑھی۔ تو آپ اپنی نماز میں فرماتے تھے یا سجدے میں فرماتے تھے۔ اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے اور میرے کانوں میں نور کر دے

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِّیْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّعَنْ

يَمِيْنِيْ نُوْرًا وَ عَنْ شِمَالِيْ نُوْرًا وَ فَوْقِيْ نُوْرًا وَ تَحْتِيْ نُوْرًا وَ اجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا وَ قَالَ وَ اجْعَلْنِيْ نُوْرًا ٥

اور میری آنکھوں میں نور کر دے اور میرے دائیں نور کر دے اور میرے بائیں نور کر دے اور میرے آگے نور کر دے اور میرے پیچھے نور کر دے اور میرے اوپر نور کر دے میرے نیچے نور کر دے اور فرمایا مجھے نور بنا دے۔

یہ دعا بخاری شریف کتاب الدَّعْوَاتِ بَابُ الدُّعَآءِ اِذَا انْتَبَهَ بِاللَّيْلِ میں بھی ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسی نور (نور محسوس) سے بھی ضرور نوازا ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی کوئی بھی جائز دعا رد نہیں کی اور آپؐ سے یہ وعدہ بھی کیا ہوا ہے کہ:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپؐ راضی ہو جائینگے

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا فرما رہے ہیں کہ اے اللہ! مجھے سراپا نور بنا دے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سراپا نور نہ بنا دیا ہو اور آپؐ کو راضی نہ کیا ہو۔ اب قرآن مجید فرقان حمید سے بھی اس کا ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسی نور بھی بنا دیا تھا۔

سورۃ الاحزاب پ ۲۲ آیت نمبر ۴۵ و ۴۶ میں ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ٥ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ٥

اے نبی! بے شک ہم نے تم کو بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا آفتاب

قرآن مجید نے سورج کو بھی دوسری جگہ سراج منیرا فرمایا ہے۔ سورج کیونکہ نور حسی (نور محسوس) ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی نور حسی (نور محسوس) ہیں۔

سورۃ نوح پ ۲۹ آیت نمبر ۱۵، ۱۶ میں ہے۔

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ٥ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ٥

کیا تم نہیں دیکھتے اللہ نے کیونکہ سات آسمان بنائے ایک اوپر ایک اور ان میں چاند کو روشن کیا اور سورج کو چراغ بنا دیا۔

اب پارہ ۲۷ سورہ النجم کی آیت نمبر ۱، ۲، ۳، ۴ ملاحظہ فرمائیں۔

وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰى ٥ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ٥ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ٥ اِنْ هُوَ اِلَّا

اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے۔ تمہارے صاحب نہ بہکے

وَحْيٌ يُّوْحٰى ٥ نہ بے راہ چلے اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

تفسیر خازن، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر الصاوی، تفسیر محی الدین ابن عربی اور بہت سی دوسری تفاسیر میں بھی نجم سے مراد جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم لیا گیا ہے۔

یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو النجم (روشن تارا) کہا گیا ہے۔ اس سے بھی آپ کا نور محسوس (نور حسی) ہونا ثابت ہوا۔

سورہ النجم میں آپ کو تارا اس لئے کہا گیا کہ آپ نے اپنی نورانیت اللہ تعالیٰ سے حاصل کی اور سورہ الاحزاب میں آپ کو سِرَاجًا مُّنِیْرًا کہا گیا کیونکہ آپ دوسروں کو بھی روشن فرماتے ہیں۔

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں دو صحابی دور دراز کی مسافت طے کر کے حاضر ہوئے۔ انہیں باتوں باتوں میں دیر ہو گئی۔ جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے واپس جانے کی رخصت چاہی تو رات ہو گئی تھی۔ تاریکی میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ ان کے پاس ایک عصا کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ اس شش و پنج میں مبتلا تھے کہ اتنا لمبا سفر ہے، اندھیرے میں واپس گھر کیسے پہنچیں گے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مشکل کو بھانپ لیا اور از روئے شفقت انکے عصا کو اپنے دست اقدس میں لے لیا۔ ایسا کرنے کی دیر تھی کہ وہ عصا مشعل (نور حسی) کی طرح چمکنے لگا۔ جس کی روشنی میں وہ خیر و عافیت کے ساتھ اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے۔

صحیح بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ اور کتاب الانبیاء میں ہے۔

قَالَ اَنَسٌ اَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدُ هُمَا عَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ وَّ اَحْسِبُ الثَّانِيَ اُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ فِيْ لَيْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ وَّ مَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَا حَيْنِ يُضِيْاٰنِ بَيْنَ اَيْدِيْهِمَا فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا وَاحِدٌ حَتّٰى اَتٰى اَهْلَهٗ ٥

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے دو حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے باہر نکلے۔ جن میں سے ایک حضرت عباد بن بشیر تھے اور میرے خیال میں دوسرے حضرت اسید بن حضیر تھے۔ رات اندھیری تھی اور ان کے ہاتھ میں چراغوں جیسی چیزیں تھیں۔ جو ان کے ہاتھوں میں چمک رہی تھیں۔ جب وہ جدا ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ علیحدہ شمع تھی۔ یہاں

تک کہ وہ اپنے گھر والوں میں پہنچ گئے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب المناقب باب منقبۃ اسید بن حضیر و عباد ابن بشیر رضی اللہ عنہما میں بھی ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے۔

قَالَ اَبُوْ مُوْسٰی الاشعری دعا النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْہِ وَرَاَیْتُ بَیَاضَ اِبْطَیْہِ ؀

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور اپنے دونوں دستِ مبارک اٹھائے اور میں نے آپ کے دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

اسی مفہوم کی حدیثیں بخاری شریف کتاب الانبیاء باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ہیں۔

صحیح بخاری شریف اَبْوَابُ الِا سْتِسْقَاءِ "بَاب رَفْعَ النَّاسِ اَیْدِیْھِمْ مَعَاالِاِمَامِ فِی الاستسقاء" میں ہے۔

عَنْ یَحْیٰی بْنِ سَعِیْدٍ وَّ شَرِیْکٍ سَمِعْنَا اَنَسًا عَنِ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی رَاَیْتُ بَیَاضَ اِبْطَیْہِ ؀

یحیٰ بن سعید اور شریک رضی اللہ عنہما نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ ان دونوں نے روایت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے اپنے دونوں دست مبارک اٹھائے، حتیٰ کہ میں نے آپ کی دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی روشنی کا ظاہر ہونا یہ بھی آپ کے نوری ہونے کی دلیل ہے۔

ترمذی شریف ابواب المناقب میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ سَاَلَ رَجُلُ الْبَرَاءَ کَانَ وَجْہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِثْلَ السَّیْفِ قَالَ لَا مِثْلَ الْقَمَرِ ھٰذَا حَدِیْثٌ ؀ (حَسَنٌ صَحِیْحٌ)

حضرت ابو اسحاق سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور تلوار کی طرح تھا؟ آپ نے فرمایا "نہیں" بلکہ چاند کی مثل تھا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

یعنی جس طرح چاند کا نور ظاہری آنکھوں سے محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور بھی ظاہری آنکھوں سے محسوس ہوتا تھا۔ اور گولائی میں تھا نہ کہ لمبائی میں۔

ترمذی شریف، شمائل ترمذی میں ہند بن ابی ہالہ سے ایک لمبی حدیث نقل ہے۔ اس

حدیث میں ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخِمًا مُفَخَّمًا يَتَلَأْ لَئُوْ وَجْهُهٗ تَلَا لُوْءَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذی شان، معزز تھے۔آپ کا چہرہ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح تھا۔

ترمذی شریف، شمائل ترمذی میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ اِذَا تَكَلَّمَ رُءِ یَ كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُo حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک کشادہ تھے۔جب آپ گفتگو فرماتے تھے تو ان سے نور نکلتا ہوا دکھائی دیتا۔

اب خود ہی فیصلہ کرلیں کہ نور ہدایت تھا کہ آنکھوں سے نظر آنے والا نور تھا۔ترمذی، احمد، بیہقی، ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ گویا سورج آپ کے چہرے میں چمکتا تھا۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جسم اطہر کی نورانیت صحابہ کبار کو محسوس ہوتی تھی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ اسی لئے سورج، چاند بتا کر سمجھاتے تھے۔اسی طرح جسم اطہر سے ایسی خوشبو ظاہر ہونا کہ کوچے اور گلیاں مہک جاویں یہ بھی نورانیت ہی کے باعث ہے۔

معراج شریف میں جسم مبارک کا آگ اور زمہریر کے کرہ سے گزر جانا اور کچھ اثر نہ ہونا۔ آسمانوں کی سیر کرنا، جہاں ہوا نہیں وہاں زندہ رہنا۔یہ اسی وجہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں اور یہ نورانیت حسی بھی ہے اور معنوی بھی۔

معراج کی رات جو آپ کو دیدار الٰہی کی سعادت نصیب ہوئی۔اس سے بھی آپ کی نورانیت کا پتہ چلتا ہے۔کیونکہ آپ صرف بشر ہی ہوتے تو جل جاتے۔

اسی طرح شرح صدر کے وقت سینہ مبارک سے دل نکال کر فرشتوں کا اسے دھونا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ رہنا اسی وجہ سے ہے کہ حضور نور بھی ہیں ورنہ دل پر تھوڑا سا اثر موت کا سبب ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سراجاً منیراً، نجم، نور اللہ، ضحیٰ اور قمر کے خطابات سے نوازا۔ تمام انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ میں سے کسی کو ان خطابات سے نہیں نوازا۔

اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ عنصری بشری جسد کو نوری بنا دے۔ قرآن مجید میں ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کو نوری بنا دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی میں سے آپ کا ایک نام نور بھی ہے۔

⊘⊘⊘

س: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی نبوت کے بعد نورانیت سے نوازا گیا یا کہ آپ پیدائشی نور بھی تھے؟

ج: امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں درج ذیل روایت درج کی ہے۔

عن العرباض بن سارية صاحب رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ وَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وان ادم لمُنْجَدِلٌ فِيْ طينته وسأخبركم عَنْ ذَالِكَ اَنَا دَعْوَةُ اَبِيْ ابراهيم وَبَشَارَةُ عيسٰى وَرُؤْيَا اُمِّي الَّتِيْ رَأَتْ وَكَذَالِكَ اُمَّهَاتُ النَّبِيِّيْنَ يَرَيْنَ وَ اِنَّ اُمَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَتْ حِيْنَ وَ ضَعَتْهُ لَهُ نُوْرًا اَضَاءَتْ لَهَا قُصُوْرُ الشَّامِ(۱) قال الحاكم هٰذا الحديث صحيح الاسناد (۲)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ﷺ فرماتے ہیں۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے۔ بیشک میں عبداللہ (اللہ کا بندہ) اور انبیاء کا ختم کرنے والا ہوں اور (میں نبی تھا) جب آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں گوندھے ہوئے تھے اور تمہیں اس کی خبر دوں میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور اپنی والدہ کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے دیکھا اور ایسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کی مائیں دیکھا کرتیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے دیکھا کہ انہوں نے ایک نور کو جنا جس نے ان کے لئے شام کے محلات کو روشن کر دیا۔ امام حاکم فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں۔

(۱) دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ صفحہ ۸۰، مسند احمد بن حنبل ج ۴ صفحہ ۱۲۷، الشفاء (محققہ) ج ۱ صفحہ ۲۲۴۔

(۲) مستدرک الحاکم ج ۲ صفحہ ۶۰۰۔

الغرض اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ پیدائشی نور بھی تھے۔

غیر مقلدین کے عالم حافظ محمد صاحب لکھوی نے اپنی تفسیر محمدی ص ۴۲۹ منزل ہفتم میں اس کی تصدیق کی ہے۔

تے جمن ویلے مائی ڈٹھا نور کنوں چمکارہ
جو شام ولایت شہر دسیاوے اس نوروں آشکارا

○○○

س: اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدائشی نور تھے تو آپ کو نور مانگنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟

ج: نیکی اور اچھی شے جتنی زیادہ طلب کی جائے اتنا ہی اچھا ہے تا کہ بندہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں اور اچھائیاں کر کے اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے زیادہ قرب حاصل کر لے۔

بندہ مومن جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ ہر نماز میں یہ پڑھتا ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ اے اللہ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے

تو گویا اس سے پہلے وہ گمراہی پر تھا؟

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر نماز میں یہ دعا مانگا کرتے تھے تو معاذ اللہ ان کو بھی ایسا تصور کرو گے؟

قرآن مجید میں ہے۔

(۱) هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ یہ قرآن پرہیزگاروں کو ہدایت دینے والا ہے۔

پ ۱ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲

(۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا اے ایمان والو! ایمان لاؤ

پ ۵ سورہ نساء آیت نمبر ۱۳۶۔

بتاؤ جو پہلے ہی پرہیزگار بن چکے، انہیں ہدایت دینے کے کیا معنی؟ اور جو پہلے ہی ایمان لا چکے، ان کے ایمان لانے کے کیا معنی؟

○○○

سوال: کیا بشر سے نور پیدا ہو سکتا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے، پیدا فرمایا۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے تو پھر وہ بشر سے نور پیدا کرنے پر کیوں قادر نہیں؟ اور یہ فرمان الٰہی ہے کہ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔

(سورہ حجرات پ ۲۶ آیت نمبر ۱۳۔)

یہ اللہ تعالیٰ نے ایک عام قاعدہ مقرر فرمایا ہے۔ باقی وہ ہر چیز پر قادر ہے جیسے اس کی مرضی وہ پیدا کر سکتا ہے۔

شہد کی مکھی کے پیٹ میں قدرت خداوندی شہد تیار کر دے تو تمہارے لئے شفا اور تمہاری عقل اس خدائی کاریگری کو تسلیم کرے۔ چوپایوں کے پیٹوں میں رب العزت گوبر سے دودھ تیار کر دے تو تمہاری عقل تسلیم کرے۔ لیکن اگر حضرت عبداللہ کی پشت سے اور حضرت آمنہ کے بطن سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نورانی جسم اطہر پیدا فرما دے تو خداوند کریم کی اس قدرت کاملہ کا انکار کیوں؟ خلق اور امر اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ جسے چاہے جو چاہے جس طرح چاہے پیدا کر سکتا ہے۔ کسی کو کوئی اعتراض کی گنجائش نہیں بلکہ معترض منکر کہلائے گا۔

◎◎◎

س: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال سیاہ تھے۔ نور سیاہ نہیں ہوتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ کم از کم آپ کے بال تو نوری نہ تھے؟

ج: بال مبارک کی سیاہی آپ کے نور ہونے میں مخل نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ کے بال مبارک سیاہ ہونے کے باوجود چمکیلے تھے۔

تمام قرآن مجید نور معنوی ہے تو کیا ابلیس، ابوجہل، فرعون، ابولہب کا نام آنے سے اس کے معنوی نور میں نقص آ جائے گا؟ بادل سیاہ ہوتا ہے جب سورج کی سفید روشنی اس پر غالب آ جاتی ہے تو بادل سفید نظر آنے لگ جاتا ہے اور جب سورج بوقت طلوع یا غروب سرخ ہو جائے تو بادلوں پر بھی سرخی غالب ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کے بالوں کی سیاہی کو ہی منور فرما دیا

اور حضرت جبریل علیہ السلام نور ہیں لیکن جب بشری شکل میں صحابہ کرام نے دیکھا تو ان کی سیاہ زلفیں، سفید لباس، آنکھ، ناک، کان وغیرہ سب موجود تھے۔ اس کے باوجود وہ نور تھے۔

◎◎◎

س: حضور نور نہیں کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا۔

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ — فرمادو میں تم جیسا بشر ہوں۔

(پ۱۶ سورۃ کہف آیت نمبر ۱۱۰)

جب حضور بشر ہوئے تو نور نہ ہوئے، بشریت اور نورانیت جمع نہیں ہوسکتی ہے۔

ج: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں اور بشر بھی۔ یعنی نوری بشر ہیں۔ حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نور ہے اور لباس بشری ہے۔ رب تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ — پس بھیجا اس کی طرف ہم نے روح وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا

(پ۱۶ سورہ مریم آیت نمبر ۱۷)

حضرت جبریل علیہ السلام فرشتہ ہیں، نور ہیں اور حضرت مریم علیہ السلام کے پاس بشری شکل میں ظاہر ہوئے۔ اس وقت اس بشری شکل کی وجہ سے نورانیت سے علیحدہ نہیں ہوگئے۔ صحابہ کرام نے حضرت جبریل علیہ السلام کو بشری شکل میں دیکھا۔ سیاہ زلفیں، سفید لباس، آنکھ، ناک، کان وغیرہ سب موجود ہیں۔ اس کے باوجود بھی وہ نور ہیں۔ اسی طرح حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت داؤد علیہم السلام کی خدمات میں فرشتے شکل بشری میں گئے۔ رب فرماتا ہے۔

هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝ — کیا تم کو ابراہیم کے مہمانوں کی خبر پہنچی جب وہ مہمان ان کے پاس گئے اور کہا، سلام آپ نے فرمایا یہ سلام اجنبی قوم سے ہے۔

(پ۲۶ سورہ الذریٰت آیت نمبر ۲۴، ۲۵)

اور سورہ ص پ۲۳ آیت نمبر ۲۱، ۲۲ میں ہے۔

هَلْ اَتٰکَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ○اِذْ دَخَلُوْا عَلٰی دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰی بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ○

اور کیا تمہیں اس دعوے والوں کی بھی خبر آئی جب وہ دیوار کود کر داؤد کی مسجد میں آئے۔ تو وہاں سے گھبرا گیا انہوں نے عرض کی ڈرو نہیں ہم دو فریق ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔

اور سورہ عنکبوت پ۲۰ آیت نمبر۳۳ میں ہے۔

وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَ اَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ○

اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے ان کا آنا اسے ناگوار ہوا اور ان کے سبب دل تنگ ہوا اور انہوں نے کہا نہ ڈریئے اور نہ غم کیجئے۔ بے شک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو نجات دینگے مگر آپ کی عورت وہ رہ جانے والوں میں ہے۔

ان تمام آیتوں سے معلوم ہوا کہ فرشتے انبیاء کرام کی خدمت میں انسانی شکل بشری صورت میں حاضر ہوئے تھے مگر اس کے باوجود وہ نور بھی تھے۔ غرضیکہ نورانیت و بشریت ضدیں نہیں۔

◎◎◎

س: اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے تو پھر تو جہاں آپ ہوتے وہاں اندھیرا نہیں ہونا چاہئے تھا اور چراغ وغیرہ کا اہتمام ہی نہیں کرنا چاہئے تھا؟

ج: ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ نور کی اقسام ہیں۔ نور حسی ہے اور نور معنوی بھی۔ نور حسی کے لئے اس کی روشنی کا محسوس ہونا ضروری ہے اور نور معنوی کی روشنی کو دیکھنے کے لئے باطنی آنکھوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

جیسے قرآن مجید نور ہے، ہر گھر میں ہوتا ہے مگر روشنی نہیں ہوتی۔ کراماً کاتبین نوری فرشتے ہیں۔ ہمارے ساتھ رہتے ہیں مگر ان کی روشنی نہیں پڑتی۔ اللہ تعالیٰ منور فرمانے والا ہے لیکن رات کو تاریکی ہوتی ہے۔ موت کا فرشتہ نوری ہے لیکن جب وہ کسی کی روح قبض کرتا ہے تو اس کی روشنی دکھائی نہیں دیتی۔ قرآن مجید سے ان کے ثبوت ملاحظہ فرمالیں۔

(۱) اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ — اللہ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا۔ (سورہ النور پ۱۸ آیت نمبر ۳۵)

(۲) وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ — اور وہ رب تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔ (سورہ الحدید پ۲۷ آیت نمبر ۴)

(۳) نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَا تُبْصِرُوْنَ○ — اور ہم اس کے زیادہ پاس ہیں تم سے مگر تمہیں نگاہ نہیں (سورہ الواقعہ پ۲۷ آیت نمبر ۸۵)

(۴) نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ — ہم اس سے شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں۔ (سورہ ق پ۲۶ آیت نمبر ۱۶)

(۵) وَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا — اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اُتارا۔ (سورہ النساء پ۶ آیت نمبر ۱۷۴)

ملک الموت عزرائیل علیہ السلام کے متعلق ہے

(۶) قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ○ — تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے۔ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے (سورہ السجدہ پ۲۱ آیت نمبر ۱۱)

اور ہم آپ کو نوری بشر مانتے ہیں صرف نور نہیں۔ اس عالم میں بشری تقاضے آپ کے نور ہونے پر غالب ہیں۔ آپ کی مکمل نورانیت تو ظاہر ہی نہیں ہوئی۔

◎◎◎

س: اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں تو پھر کھاتے پیتے کیوں تھے کیونکہ نور تو کھانے پینے سے مبرا ہوتا ہے۔ نور کی بیویاں نہیں ہوتیں۔ ان کی اولاد نہیں ہوتی اور جس طرح انسان کا بچہ انسان، گھوڑے کا بچہ گھوڑا اور شیر کا بچہ شیر ہوتا ہے اسی طرح نور کی اولاد بھی نور ہونی چاہیے؟

ج: یہ سب سوالات بے کار محض ہیں کیونکہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا کبھی بھی انکار نہیں کیا۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور نور بھی ہیں اور بشر بھی۔ اور مذکورہ بالا عوارض آپ کی بشریت کے ہیں۔ نورانیت کے نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر ہزاروں برس سے ہیں۔ کھانے پینے، سونے اور اولاد وغیرہ سے پاک ہیں کیونکہ وہاں نورانیت کی جلوہ گری ہے۔ جب دنیا میں

آئیں گے تو پھر کھانا، پینا، نکاح وغیرہ سب کچھ کریں گے۔ تب بشریت کی جلوہ گری ہوگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں ہزاروں سال کا سفر طے کیا اس وقت نورانیت کی جلوہ گری تھی۔ کھانے پینے کی حاجت نہ ہوئی۔ جب سرکار صوم وصال رکھتے تھے تو مسلسل روزے بغیر افطار کے رکھتے اور مطلقاً بھوک کا احساس نہ ہوتا تھا لیکن دوسری حالت میں اگر کھانا ملاحظہ نہ فرماتے تو آثار بھوک نمودار ہو جاتے تھے۔ حتیٰ کہ پیٹ پر پتھر بھی باندھے۔ روزے کی حالت میں نورانیت کا ظہور ہے اور دوسرے وقت بشریت کی جلوہ گری۔

ہاروت اور ماروت نوری فرشتے تھے تو جب انہیں بہ لباس بشری دنیا میں بھیجا گیا تو انہوں نے شراب بھی پی۔ زہرہ عورت سے زنا بھی کیا۔ ان دونوں کو ایک آدمی نے ایسے کرتے دیکھ لیا تو انہوں نے اس آدمی کو قتل کر دیا اور ان پر عتاب بھی ہوا۔

اس سے ثابت ہوا کہ (۱) نوری انسانی لباس میں آ سکتا ہے۔ (۲) نوری جس شکل میں متشکل ہو کر آئے اس کے عوارضات اس کو مستلزم ہوتے ہیں۔ جیسے کھانا، پینا، قوت جماع وغیرہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر گناہ سے پاک ہیں۔

حضرت ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بشری شکل میں آئے تو موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ سے ان کی آنکھ جاتی رہی۔ یہ آنکھ جانا بشریت کے احکام سے تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کا عصا جب سانپ بن جاتا تو کھاتا پیتا بھی تھا۔ یہ اس کا کھانا پینا، اس کے اس شکل کے عوارض تھے۔ رب تعالیٰ سورہ الاعراف پ ۹ آیت نمبر ۱۱۷ میں فرماتا ہے۔

وَ اَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ ۝ اور ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ اپنا عصا ڈال تو ناگاہ ان کی بناوٹوں کو نگلنے لگا۔

اور سورہ طٰہٰ پ ۱۶ آیت نمبر ۶۹ میں ہے۔

وَ اَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا اور ڈال تو دے جو تیرے داہنے ہاتھ میں ہے اور ان کی بناوٹوں کو نگل جائے گا۔

مومن جب جنت میں جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَهُمْ فِیْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۝ وَّ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ یعنی جنت میں مومنوں کو بیویاں پاک ملیں گی اور اس میں ہمیشہ رہیں گی

سورۃ البقرہ پ ۱ آیت نمبر ۲۵

اوران جنتی بیویوں کی صفت فرمائی۔

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ○ حوریں ہیں خیموں میں پردہ نشین۔

(سورۃ رحمٰن پ ۲۷، آیت نمبر ۷۲)

اور جنت میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو بھی نوری بنادے گا۔

ابن ماجہ اور دارمی میں ہے کہ مومن جنت میں جب اولاد کی خواہش کرے گا۔ اس کا حمل بھی ہوگا اور وضع حمل بھی ہوگا اور جیسا کہ خواہش کرے گا فوراً اس کی عمر بھی بڑی ہو جائے گی اور سوال کہ حضرت آدم علیہ السلام بشر ہیں۔ مٹی سے بنے ہوئے ہیں ان کی اولاد بھی بشر ہونی چاہئے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ مومن کی اولاد کافر ہو سکتی ہے۔ عالم کی اولاد جاہل ہو سکتی ہے۔ نبی کی اولاد کافر بھی ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ بغیر ماں باپ کے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما سکتا ہے۔ بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا فرما سکتا ہے تو وہ بشر سے نور کو کیوں نہیں پیدا فرما سکتا؟

ایک عام بشر کی روح نورانی ہے۔ آنکھ میں نور ہے۔ تو اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اجزاء کو نورانی کیوں نہیں بنا سکتا کیونکہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تھی کہ مجھے نور بنادے۔

ہم بار بار عرض کر چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر بھی ہیں اور نور بھی یعنی نورانی بشر ہیں۔ ظاہری جسم شریف بشر ہے اور حقیقت نور ہے۔ اولاد آدم ہونا اس جسم بشری کی صفت ہے۔ اولاد ہونا، ماں باپ ہونا، یہ تمام رشتے بشریت کے ہیں۔ نورانیت میں کسی سے کوئی رشتہ نہیں۔ حضور اس نورانیت میں نہ کسی کی اولاد ہیں نہ کسی کے والد نہ کسی کے قرابت دار۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت تو آپ کی دعا کا نتیجہ ہے جو کہ قرآن اور صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

●●●

س: نور سے بشر افضل ہے۔ دیکھو آدم علیہ السلام کو جو بشر تھے۔ نوری فرشتوں نے سجدہ کیا اور معراج میں حضور بشر ہو کر عرش سے بھی وراء پہنچے۔ جہاں وہاں کہاں سب ختم ہو گیا اور نوری جبرائیل سدرہ پر رہ گئے لہٰذا حضور کو نور کہنا حضور کی شان گھٹانا ہے۔

ج: اولاً تو یہ قاعدہ ہی غلط ہے کہ بشر نور سے مطلقاً افضل ہے۔ ورنہ پھر چاہئے کہ تم بلکہ ابوجہل وغیرہ بھی فرشتوں سے افضل ہوں۔ دوسرے یہ کہ اعتراض تب درست ہے جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کرتے۔ حضور نور بھی ہیں، بشر بھی۔
محض بشر اور محض نور سے وہ افضل ہے جو نور بھی ہو اور بشر بھی۔
خیال رہے کہ کافر انسان کتے بلے سے بدتر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔
اُولٰٓئِکَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ○ وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔
(سورہ البینۃ پ ۳۰ آیت نمبر ۶)

◎◎◎

خلاصہ بحث:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظ نور بولا جاتا ہے تو وہ آپ کی بشریت کی نفی کرنے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی ان دونوں میں تنافی تناقض وتضاد ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کا انکار کرنا کفر ہے۔ اس لئے کہ آپ کی بشریت نص قرآنی سے ثابت ہے۔ اب کوئی آپ کو سید البشر کہے، نور کہے، مخلوق الٰہی قرار دے، اللہ کے آخری رسول، نبی کہے تو ان میں کوئی تعارض نہیں۔ یہ سب چیزیں ایک ہی ہیں۔ اس لئے کہ یہ سب مراتب ہیں۔ جن کا آپس کا کوئی تعارض نہیں ہے اور جو لوگ صبح وشام اپنی زندگی کے قیمتی لمحات آپ کے نور و بشر کے جھگڑوں میں ضائع کر دیتے ہیں تو ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ اس سے اپنی آخرت برباد نہ کریں۔

ہاں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر بھی ہیں مگر وہ بشر کہ عالم علوی سے لاکھ درجہ اشرف اور جسم رکھتے ہیں مگر ارواح وملائکہ سے ہزار جگہ الطف، وہ خود فرماتے ہیں لست کمثلکم (میں تم جیسا نہیں) بخاری شریف۔ ویروٰی لست کھیئتکم (میں تمہاری ہیئت پر نہیں) مسلم شریف۔ ویروٰی ایکم مثلی (تم میں سے کون مجھ جیسا ہے) مسلم شریف۔

○○○

س: چند مستند علمائے اسلام اور ہمارے ملک کے مختلف مکتبہ ہائے فکر کے علماء کے بیانات کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت وبشریت بیان کریں؟

ج: محدث ابن جوزی علیہ الرحمتہ:

فهو السراج المنير والهادی والمهدی والمهتدی والمرتضیٰ والمصطفیٰ والمختار والنور المبین والبرهان والشاهدو المبارک و نور الامم ونور الله الذی لا یطفیٰ سیّد الناس و سیّد البشر وحجة الله علی الخلق و خیر الخلائق و صاحب المنبر الاعلیٰ اولادِ ادم حبیب الرحمن

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سراج منیر، ہادی، مہدی، مرتضیٰ، مصطفیٰ، مختار، نور مبین، برہان، شاہد، مبارک، نور الامم اور اللہ کے ایسے نور ہیں جو کبھی نہ بجھے گا۔ آپ سید الناس، سید البشر، مخلوق پر اللہ کی حجت، خیر الخلائق، منبر اعلیٰ کے مالک، حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے زیادہ عزت وتکریم والے رحمٰن جل جلالہ کے حبیب ہیں۔

(بیان المیلاد النبوی ص ۱۵)

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ:

امام اعظم رضی اللہ عنہ قصیدہ النعمان ص ۲۳، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

انت الذی من نور ک البدر اکتسٰی

و الشمس مشرقة بنور بهاک

ترجمہ: آپ وہ نور ہیں کہ چودھویں رات کا چاند بھی آپ کے نور سے منور ہے اور آپ ہی کے نور سے سورج روشن ہے۔

ملا علی قاری حنفی رحمتہ اللہ علیہ:

هو صلّی الله تعالیٰ علیه وسلم بقلبه وقلبه نور يستنار منه الا نوار و يستضاء منه الاسرار	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اقدس اور جسم اطہر تمام نور ہے اور جملہ نور اسی نور سے روشن ہیں اور دلوں کے بھید آپ کے نور سے ہی روشنی حاصل کرتے ہیں۔

(شرح شفا بہ حاشیہ نسیم الریاض)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ:

بدانکه اوّل مخلوقاتِ و واسط خلق عالم و آدم نُور محمّداست صلّی الله علیه وسلم چنانچه در حدیث صحیح واردشده که اوّل ما خلق الله نوری و سائرِ مکوّناتِ علوی و سفلی ازاں نور وازاں جوهر پاک پیدا شده.	جان کہ اول مخلوقات اور ساری کائنات اور تخلیق آدم کا ذریعہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا فرمایا وہ میرا نور ہے اور دیگر تمام مکونات علوی و سفلی آپ کے نور سے پیدا کی گئی ہیں۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۲)

تفسیر صاوی ص ۲۳۹ میں ہے۔ انه اصل نور حسی و معنوی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر نور حسی و معنوی کا اصل ہیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

در وقت تولّد ایشاں نُورے مشعشع شد که به بسبب آں شهر هائے شام مادر ایشاں رانمُودارشُد.	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مقدسہ کے وقت ایک نور چمکا، جس کے سبب آپ کی والدہ ماجدہ پر ملک شام کے شہر آشکارا ہو گئے۔

(تفسیر عزیزی ۲: ۲۱۹)

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ:

قرآن مجید کے پ ۱۸ سورالنور آیت نمبر ۳۵ میں ہے۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ o
اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے اور اس کی مثال طاق ہے۔ جس میں فانوس روشن ہے۔
تفسیر خازن، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر حقانی، تفسیر نبوی، تفسیر محمدی، شفا شریف وغیرہ میں ہے کہ نور ثانی سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے۔
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اس آیہ کریمہ کا یوں نقشہ کھینچا ہے۔

شمع دل ، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کیلئے آیا یہ سورہ نور کا

شاہ اسمٰعیل دہلوی:

کہ اے کسیکہ بے بصر است البتہ از نور افشانِ او بے خبر است
ہاں! جو اندھا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور افشاں سے بے خبر ہے۔
(منصب امامت ص ۱۶)

محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند:

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نجانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار

(قصائد قاسمی ص ۶)

اشرف علی تھانوی صاحب دیوبندی:

اپنی کتاب نشر الطیب کی پہلی فصل "نور محمدی کا بیان" میں نور کی سات روایتیں بیان کی ہیں۔ پھر چوتھی فصل "آپ کے نور مبارک کے بعض آثار" میں تین روایتیں بیان کی ہیں اور پانچویں فصل "آپ سے بعض برکات کا ظہور" کی صرف دوسری روایت بیان کر دیتے ہیں۔
دوسری روایت: حمل رہنے کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا۔ جس سے شہر بصریٰ علاقہ شام کے محل ان کو نظر آئے۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی دیوبندی:

امداد السلوک ص ۸۵ پر ہے۔

حق تعالیٰ در شان حبیب خود صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ کہ البتہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالیٰ نُوْ رٌ '' وَّ کِتٰبٌ '' مُّبِیْن ''و مراد از نور ذات پاک حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہست و نیز او تعالیٰ فرماید کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ترا شہد و مبشر و داعی الی اللہ تعالیٰ و سراج منیر فرستادہ ایم و منیر روشن کنندہ و نور دھندہ را گویند۔ پس اگر کسے را روشن کردن از انساناں محال بودے آں۔ ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم را ہم ایں امر میسر نیامدے کہ آں ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہم از جملہ اولاد آدم علیہ السلام اند مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذات خود را چناں مظہر فرمود کہ نور خالص گشتند۔ وحق تعالیٰ آنجناب سلامہ'' علیہ را نور فرمود۔ بتواتر ثابت شد کہ آنحضرت عالی صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نداشتند و ظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل مے دارند۔ وہمچنیں اتباع خویش را چناں تزکیہ وتصفیہ بخشید کہ ہمانا نور گردیدند۔ چنانچہ از حکایات کرامات وغیرہ ایشان کتب پر ہستند و چناں شہرت دارند کہ حاجت نقل نیست۔ وحق تعالیٰ ہم فرمود کہ ہر کہ با حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ایمان آورند نور ایشاں بیں و پیش ایشاں خواھد شتافت ومنافقین گویند کہ باشید تا ما ہم از نور شما چیزے بگیریم واز یں ہر دو آیت صاف پیدا است کہ بمتابعت شریعت ایمان و نور ہر دو حاصل مے گردد وحضرت صلوٰۃ اللہ علیہ فرمود کہ حق تعالیٰ مرا از نور گرداں بلکہ فرمود کہ خود مرا نور کن۔ پس اگر نفس انسان را مصفیٰ بودن محال بودے آں فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز ایں دعا نہ فرمودندے چہ دعا مستحیلات باتفاق ممنوع است۔

وگفتہ اند کہ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ را نوری ازاں مے گفتند کہ از ایشاں بارہا نور دیدہ شدو بسیار خواص وعوام از مقابر صلحاء وشہدا نور مرتفع مے۔ بیند وایں نور نفس زاکیہ ایشاں است کہ چوں کار نفس عالی مے بود نور او در بدن سرایت مے کند وطبع ومزاج بدن میگردد و باز اگر نفس از بدن بمفارق ھم میشود تا ھم آن جسد منبع انوار ومنفذ آں مے باشد چنانچہ در حالت حیوۃ وبقاء نفس بود۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے شان میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور بیان کرنے والی کتاب ضرور آئی اور نور سے مراد حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے اور اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کو شاہد اور مبشر اور نذیر اور داعی الی اللہ اور سراج منیر بھیجا ہے۔ اور منیر روشن کرنے والے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں۔ پھر اگر کسی شخص کو انسانوں میں سے روشن کرنا محال ہوتا تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو بھی نور میسر نہ ہوتا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد

سے ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو ایسا پاک بنایا کہ خالص نور ہو گئے۔ آنجناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بھی نور فرمایا۔ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوائے تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں اور ایسے ہی اپنے تبعین کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نہ رکھتے تھے اور بخشا کہ سب کو نور بنا دیا۔ چنانچہ آپ کی کرامات وغیرہ کی حکایتوں سے کتابیں پر ہیں اور ایسی مشہور ہیں کہ ان کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا کہ جو لوگ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کا نور دیکھو ان کے آگے دوڑے گا اور منافقین کہیں گے کہ ہماری طرف دیکھو تا کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ لے لیں۔ اور ان دونوں آیتوں سے صاف واضح ہے کہ شریعت کی متابعت میں ایمان اور نور دونوں حاصل ہو جاتے ہیں اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ میرے کان و آنکھ اور دل میں نور بنا دے بلکہ فرمایا کہ میرے نفس کو نور بنا دے۔

اگر انسان کے نفس کا روشن ہونا محال ہوتا۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز یہ دعا نہ فرماتے کیونکہ محالات کی دعا باتفاق ممنوع ہے اور بزرگان دین نے فرمایا ہے کہ ابو الحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ کو اس لئے نوری کہتے ہیں کہ ان سے کئی دفعہ نور دیکھا گیا اور کئی خواص وعوام نے صلحاء وشہداء کی قبروں سے نور نکلتے دیکھا اور یہ نور ان کے نفس کی پاکیزگی کا ہے کہ جب نفس کا کام بلند ہو جاتا ہے تو اس کا نور بدن میں سرایت کرتا ہے اور طبیعت اور بدن کا مزاج بن جاتا ہے پھر اگر نفس بدن سے علیحدہ بھی ہو جائے پھر بھی جسم انوار کا منبع اور نور کے نفوذ کی جگہ بن جاتا ہے جیسا کہ نفس حیاتی اور بقا کی حالت ہو جاتا ہے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی غیر مقلد

یَآاَیُّھَا الشَّمْسُ الرَّفِیْعُ مَکَانُہٗ اَضَاءَتْ بِنُوْرِکَ سَاحَۃُ الرَّبَاءِ (نفح الطیب ص ۶۱)	اے بلند مکان والے سورج تیرے نور کے ساتھ تمام روئے زمین روشن ہو گئی ہے۔

حافظ محمد صاحب لکھوی غیر مقلد

جو ہر دم غالب ہوسی تیرے اوپر نور الٰہی
تے بشریت نابود ہو جاسی جیہڑی اول آہی

(تفسیر محمدی ۷/۲۴۸)

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری غیر مقلد

ہمارے عقیدہ کی تشریح ہے کہ رسول خدا علیہ السلام خدا کے پیدا کیے ہوئے نور ہیں (فتویٰ ثنائیہ ۲/۲۴۷)

مولانا وحید الزماں غیر مقلد

مولانا وحید الزماں حیدر آبادی اپنی کتاب ہدیۃ المہدی میں فرماتے ہیں۔

بدأ اللہ سبحٰنہ الخلق بالنور المحمدی صلی اللہ علیہ وسلم فالنور المحمدی مادۃ اوّلیت لخلق السمٰوٰت والارض و مافیھا.

یعنی اللہ تعالیٰ نے خلق کی ابتداء نور محمدی سے فرمائی۔ پس تمام آسمانوں اور زمین اور اس میں جو کچھ ہے۔ سب کی تخلیق کا مادہ اول نور محمدی ہے۔

◎◎◎

س: ہر بشر کی کا سایہ ہوتا ہے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا یا نہیں؟

ج: بشری وجود کثیف غیر لطیف ہے۔ جس کے ساتھ سایہ لازمی ہوتا ہے۔ مثلاً ایک انسان جب سورج اور چاندنی رات میں کھڑا ہو جاتا ہے تو اس کا سایہ ہوتا ہے اور ہر ایک اس کے سایے کو دیکھتا ہے۔ اس کے برعکس جو چیزیں نورانی ہیں وہ اپنی لطافت اور شفاف ہونے کی وجہ سے مانع روشنی نہیں ہوتیں لہٰذا ان کا سایہ نہیں ہوتا کیونکہ روشنی ان کے پار گزر جاتی ہے اور روکنے کی کوئی چیز نہیں ہوتی کہ سایہ ہو۔

ہم یہ تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اکمل البشر، اجمل البشر، سید البشر، نور الانوار، النبی المختار ہیں۔ سایہ ہونے یا نہ ہونے سے آپ کی نورانیت و بشریت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ جن آیتوں اور حدیثوں سے سایہ ثابت کیا جاتا ہے تو وہ بوجہ کثافت اور غیر لطیف ہونے کی بناء پر نہیں تھا بلکہ آپ کا سایہ بھی نورانی سایہ تھا۔ وہ عام انسانوں کی طرح کا سایہ نہیں تھا۔ اس میں تاریکی اور سیاہی بالکل نہیں تھی۔ آپ کا سایہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی عظمت اور رفعت دکھلانے کے لئے لوگوں کی نظروں سے چھپا دیا ہوا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات

شریف جلد سوم مکتوب نمبر ۱۰۰ میں فرماتے ہیں۔
''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ عالم شہادت میں ہر جسم کا سایہ جسم سے زیادہ لطیف ہوتا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لطیف دنیا میں کوئی چیز نہیں تو آپ کے سایہ کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ بشر نہیں تھے بلکہ آپ کا سایہ نہ ہونا آپ کا معجزہ تھا اور معجزہ خوارق عادت ہوتا ہے۔ عقل اس کو سمجھنے سے قاصر ہوتی ہے۔ وہ عام معمول سے بالکل ہٹ کے ہوتا ہے۔

قرآن پاک کی سورہ النحل پ ۱۴ آیت نمبر ۴۸ میں ہے۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَ الشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَ هُمْ دٰخِرُوْنَ○

اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ جو چیز اللہ نے بنائی ہے اس کی پرچھائیاں (سائے) داہنے اور بائیں جھکتی ہیں۔ اللہ کو سجدہ کرتی اور وہ اس کے حضور ذلیل ہیں۔

سورۃ الرعد پ ۱۳ آیت نمبر ۱۵ میں ہے۔

وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا کَرْهًا وَّ ظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ○ (السجدة)

اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جتنے آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔ خوشی سے خواہ مجبوری سے اور ان کی پرچھائیاں (سائے) ہر صبح و شام۔

ہر چیز میں نورانی چیزیں بھی آجاتی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نورانی چیزوں کا بھی سایہ ہوتا ہے لیکن وہ نورانی سایہ ہوتا ہے۔

مولانا نور محمد صاحب جوڑوی نے اپنی مشہور کتاب ''شہباز شریعت'' ص ۲۱۰، ۲۱۱ کے تیرہ شعروں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کی تیرہ دلیلیں بیان کی ہیں۔ وہ کچھ اس طرح سے ہیں۔

اول یہ کہ کافر یا منافق اس سایہ پر پاؤں نہ رکھے۔ دوسرے یہ کہ سایہ تاریکی اور سیاہی سے خالی نہیں ہوتا اور آنحضرت کا جسم نورانی ہے۔ تیسرے یہ کہ اس نے اپنا سایہ واسطے آخرت کے ذخیرہ رکھا ہے جیسا کہ اپنی دعا کو شفاعت کے لئے ذخیرہ رکھا چنانچہ حدیث بخاری و مسلم میں لکھا ہوا ہے۔ چوتھا یہ کہ سایہ اس کا رحمت ہے۔ پانچویں یہ کہ آنحضرتؐ جہان کے پیشوا ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ سایہ ان کے آگے ہو۔ چھٹے یہ کہ سایہ ہر چیز کا اس کے نزدیک ہوتا ہے اور سایہ تاریک ہے اور آنحضرت تمام چیزوں سے زیادہ روشن ہیں۔ پس مناسب نہیں کہ تاریکی اس کی اس کے نزدیک آئے۔

ساتویں یہ کہ سایہ کی دلیل آفتاب ہے اور سایہ ہر چیز کا بسبب بلند ہونے آفتاب کے کم ہو جاتا ہے اور مناسب نہ تھا کہ آفتاب آنحضرت کے سایہ کو کم کر دے۔ آٹھویں یہ کہ علم الٰہی میں لوگ دو گروہ ہیں۔ فریق فی الجنتہ وفریق فی السعیر یعنی ایک گروہ جنتی اور ایک گروہ دوزخی۔ پس مناسب نہ تھا کہ کوئی شخص اس کے سائے کے نیچے آئے اور پھر دوزخی ہو جائے۔ نویں یہ کہ سایہ ہر شخص کا زمین پر سجدہ میں ہوتا ہے اور اکثر لوگ آپ ہی سجدہ سے محروم ہوتے ہیں اور آنحضرتؐ رکوع اور سجود کرنے والوں کے سردار تھے۔ پس حاجت سجود سایہ کی نہ تھی۔ دسویں یہ کہ خدا تعالیٰ مومنوں کو تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور اگر آنحضرت کا سایہ ظاہر ہوتا تو اس کا عکس ہوتا اور آنحضرت سب سے زیادہ روشن تھے۔ بارھویں یہ کہ سایہ ہر ایک دوسرے کے سایہ سے مل جاتا ہے اور مناسب نہ تھا کہ آنحضرت کا سایہ دوسروں کے سایہ سے خلط ملط ہوتا۔

تیرھویں یہ کہ صاف چیز پر سایہ صاف دکھائی دیتا ہے اور ناپاک چیز پر سایہ بھی ناپاک نظر آتا ہے۔ پس مناسب نہ تھا کہ آنحضرت کا سایہ ناپاک دکھائی دیتا۔''

الغرض آپ کا سایہ نہ تھا مگر تعجب کی بات تو یہ ہے کہ آپ کا سایہ رحمت اس قدر وسیع ہے کہ انسان اور سب مخلوق آپ کے سایہ کے نیچے آرام فرما رہی ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔

وما ارسلنٰکَ الا رحمتہ اللعالمین

بڑے بڑے مسلم علماء، محققین، مفسرین، محدثین نے آپ کے سایہ نہ ہونے پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ اہل سنت وجماعت کا تو ایمان ہے کہ آپ کا سایہ نہ تھا۔ میں دیوبندیوں اور غیر مقلدین کی صرف ایک ایک شہادت پہ کہ آپ کا سایہ نہ تھا۔ اپنے اس جواب کو اختتام پذیر کرتا ہوں۔

دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اپنی کتاب امداد السلوک میں ص ۸۶ پر فرماتے ہیں۔

بتواتر ثابت شد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نداشتند وظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل مے دارند۔	یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔

اور غیر مقلدین کے مایہ ناز عالم حافظ محمد صاحب لکھوی اپنی تفسیر محمدی ساتویں منزل ص ۴۲۹ پر لکھتے ہیں۔

تے اوپر زمین نہ پوندا سایہ حضرت پیغمبر دا

○○○

ضمیمہ

حیات عیسیٰ علیہ السلام

اہل اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ جسد عنصری کے ساتھ آسمانوں کی طرف اٹھائے جانے کا عقیدہ رکھتے ہیں لیکن مرزا کذاب قادیانی کا یہ فاسد دعویٰ تھا کہ مسیح ابن مریم علیہم السلام زندہ جسد عنصری کے ساتھ آسمانوں کی طرف نہیں اٹھائے گئے بلکہ یہود سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے کشمیر چلے گئے اور کشمیر میں ہی وفات پائی اور یہیں دفن ہوئے۔

اپنے ثبوت کے لئے اس نے اردو خواں طبقہ کو وہ آیتیں دلیل میں پیش کیں جن میں توفّی کا لفظ استعمال ہوا ہے کیونکہ اہل اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ اوپر اٹھائے جانے کے لئے جو آیتیں پیش کرتے ہیں ان میں توفّی کا لفظ ہے اور لفظ توفّی کا تیئس جگہ قرآن کریم میں معنیٰ موت ہے۔

اور صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ ارواح مقربین بعد الوفات جنت میں داخل ہو جاتے ہیں اور جنت میں داخل ہونے کے بعد نکلنا ناممکن ہے۔ اس لئے یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوئی اور روحانی طور پر انہیں اٹھایا گیا۔

مرزا کذاب قادیانی کا خیال تھا کہ زندہ جسد عنصری کا آسمانوں کی طرف اٹھایا جانا محال ہے۔ اس لئے دوبارہ نزول کا عقیدہ ہی جھوٹا ہے۔ کسی جسد عنصری بشری کا بغیر کچھ کھائے پیئے اتنا عرصہ تک آسمانوں پر زندہ رہنا ناممکن ہے اور انسانی جسم کس طرح آگ کے کروں سے گزر گیا۔

نیز اوپر خلاء ہے اور زندہ انسان وہاں سانس ہی نہیں لے سکتا تو پھر زندہ کس طرح رہ سکتا ہے۔ اس لئے رفع روحانی ہے نہ کہ جسمانی۔

سورۃ مریم پ ۱۶ آیت نمبر ۳۱ میں ہے۔

وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا○ — اور مجھے نماز و زکوٰۃ کی تاکید فرمائی جب تک جیوں۔

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو وہ آسمانوں پر نماز اور زکوٰۃ کیسے ادا کرتے ہیں اور آسمانوں

پرتو کوئی انسان ہی نہیں تو پھر زکوۃ کیسے دیتے ہوں گے؟ اس لئے یہی مراد ہے کہ وہ وفات پا چکے ہیں۔اب ہم باری باری مرزا کذاب قادیانی کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہیں تا کہ اہل اسلام پر حق واضح ہو۔

سب سے پہلے میں لفظ توفّی کے متعلق عرض کروں گا کیونکہ اس کا ہمارے جواب سے اہم تعلق ہے۔ آئمہ لغت اور مفسرین کرام کے مطابق توفّی کے حقیقی معنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینے کے ہیں اور توفّی کے مجازی معنی موت کے ہیں کیونکہ اس میں انسان کی روح کو پورا پورا لے لیا جاتا ہے۔ ویسے تو روح نیند کے دوران بھی علیحدہ ہو جاتی ہے لیکن اس کا جسم کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے اور جب موت آتی ہے تو روح کو پورا پورا لے لیا جاتا ہے پھر اس کا انسان کے جسم سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔قرآن مجید میں جہاں کہیں لفظ توفّی کے ساتھ موت کا اور اس کے لوازم کا ذکر ہو تو اس جگہ توفّی سے مراد موت لی جائے گی۔

سورۃ الزمر پ۲۴ آیت نمبر۴۲ میں ہے۔

اَللّٰـهُ یَتَوَفَّی الْاَ نْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰٓی اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّیO

اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں انہیں ان کے سوتے میں پھر جس پر موت کا حکم فرما دیا اسے روک رکھتا ہے (یعنی اس جان کو اس جان کے جسم کی طرف واپس نہیں کرتا) اور دوسری (جس کی موت مقدر نہیں فرمائی اس کو) ایک معیاد مقرر تک چھوڑ دیتا ہے۔

سورۃ الانعام پ۷ آیت نمبر۶۰ میں ہے۔

وَ هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ

اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ توفّی اور موت الگ الگ چیزیں ہیں۔توفّی کا لفظ نیند کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور جہاں توفّی کے ساتھ موت اور اس کے لوازم کا ذکر ہو اس جگہ توفّی سے موت مراد لی جائے گی۔

سوہ السجدہ پ۲۱ آیت نمبر۱۱ ہے۔

قُلۡ يَتَوَفّٰكُمۡ مَّلَكُ الۡمَوۡتِ الَّذِىۡ وُكِّلَ بِكُمۡ　　تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے۔ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔

اس جگہ ملک الموت کے ذکر کی وجہ سے توفّی سے موت مراد لی جائے گی۔

الغرض نیند اور موت کی توفّی میں فرق ہے اور ان دونوں قسموں میں صرف روح کا توفّی ہوتا ہے۔ نہ کہ جسم کا اور توفّی کی ایک قسم وہ ہے۔ جس میں جسم اور روح دونوں کا توفّی ہو یعنی جسم اور روح دونوں کو پورا پورا اٹھالیا جائے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا توفّی ہوا۔

الغرض توفّی ایک جنس ہے اور اس کی مختلف نوع اور قسمیں ہیں اور ہر دفعہ توفّی سے موت مراد نہیں لیجا سکتی۔ اگر توفّی سے ہر جگہ موت ہی مراد لی جائے تو یہ قرآن پاک کی آیات کے صریح خلاف ہے اور قرآن پاک میں جہاں کہیں بھی موت کا ذکر ہوا ہے تو اس کے مقابلہ میں حیات کا ذکر فرمایا گیا ہے اور کہیں بھی توفّی کا ذکر حیات کے مقابلہ میں نہیں فرمایا گیا ہے۔ جس کا صاف اور واضح مطلب یہی ہے کہ توفّی اور چیز ہے اور موت اور چیز ہے۔ دونوں کی حقیقت ایک جیسی نہیں۔ اگر توفّی اور موت کی حقیقت ایک جیسی ہوتی تو جس طرح قرآن پاک میں موت کے مقابلہ حیات کا ذکر کیا گیا ہے اسی طرح توفّی کے مقابل میں بھی حیات کا ذکر کیا جاتا۔ چند آیتیں ملاحظہ فرمائیں کہ جن میں موت کے مقابل حیات کا ذکر کیا گیا ہے۔

سورہ البقرہ پ ا آیت نمبر ۲۸ میں ہے۔

كَيۡفَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَكُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡيَاكُمۡ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡكُمۡ ثُمَّ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ○　　بھلا تم کیونکہ خدا کے منکر ہو گے حالانکہ تم مردہ تھے۔ اس نے تمہیں جلایا (زندہ کیا)۔ پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں جلائے گا پھر اسی کی طرف پلٹ کر جاؤ گے۔

"سورۃ البقرہ پ ۳ آیت نمبر ۲۵۹ میں ہے۔

اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ○

یا اس کی طرح (حضرت عزیر علیہ السلام) جو گزرا ایک بستی پر اور وہ ڈھئی پڑی تھی۔ اپنی چھتوں پر، بولا اسے کیونکر جلائے گا اللہ اس کی موت کے بعد، تو اللہ نے اسے مردہ رکھا سو برس پھر زندہ کر دیا۔ فرمایا تو یہاں کتنا ٹھہرا، عرض کی دن بھر ٹھہرا ہوں گا یا کچھ کم، فرمایا نہیں تجھے سو برس گزر گئے اور اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ اب تک بو نہ لایا اور اپنے گدھے کو دیکھ کہ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں اور یہ اس لئے کہ تجھے ہم لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور ان ہڈیوں کو دیکھ کیونکر ہم انہیں اٹھان دیتے پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں۔ جب یہ معاملہ اس پر ظاہر ہوا بولا میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

سورہ ال عمران پ ۳ آیت نمبر ۲۷ میں ہے۔

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَىَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَىِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

تو دن کا حصہ رات میں ڈالے اور رات کا حصہ دن میں ڈالے اور مردہ سے زندہ نکالے اور زندہ سے مردہ نکالے اور جسے چاہے بے گنتی دے۔

سورۃ الانعام پ ۷ آیت نمبر ۹۵ میں ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰى يُخْرِجُ الْحَىَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَىِّ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ○

بے شک اللہ دانے اور گٹھلی کو چیرنے والا ہے۔ زندہ کو مردہ سے نکالنے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا، یہ ہے اللہ تم کہاں اوندھے جاتے ہو

سورۃ المومنون پ ۱۸ آیت نمبر ۸۰ میں ہے۔

وَ هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَ لَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۝ — اور وہی جلائے اور مارے اور اسی کیلئے ہیں رات اور دن کی تبدیلیاں تو کیا تمہیں سمجھ نہیں

سورۃ النحل پ۱۴ آیت نمبر۲۰، ۲۱ میں ہے۔

وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ۝ — اور اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور وہ خود بنائے ہوئے ہیں۔

اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ۝ — مردے ہیں زندہ نہیں اور انہیں خبر نہیں لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔

یہ آیات بتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ انہیں انبیاء، اولیاء پر چسپاں کرنے والے تحریف قرآن کرنے والے ہیں۔ قرآنی آیات کی من مانی تفاسیر کرنے والے ہیں۔

سورہ المائدہ پ۷ آیت نمبر۱۱۰ میں ہے۔

"جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! یاد کر میرا احسان، اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی، تو لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکی عمر میں ہو کر، اور جب میں نے تجھے سکھائی کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل اور جب تو مٹی سے پرند کی سی مورت میرے حکم سے بناتا پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتی اور تو مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے شفا دیتا اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے زندہ نکالتا۔"

الغرض انبیاء علیہم السلام اللہ کے حکم سے سب کچھ بنا سکتے ہیں اور بت، پتھر، مورتیاں کچھ بھی نہیں بنا سکتے۔

نوٹ: اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے نزول فرمائیں گے کیونکہ کہولت (پختہ عمر) کا وقت آنے سے پہلے آپ اٹھا لئے گئے، نزول کے وقت آپ ۳۳ سال کے جوان کی صورت میں جلوہ افروز ہوں گے اور بمصداق اس آیت کے کلام کریں گے اور جو پالنے میں فرمایا تھا۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ وہی فرمائیں گے۔

(تفسیر خزائن العرفان)

الغرض ثابت ہو گیا توفی اور موت الگ الگ چیزیں ہیں۔ توفی کے حقیقی معنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینے کے ہیں اور لغت کی کسی کتاب میں نہیں ہے کہ توفی کے حقیقی معنی موت کے ہیں۔

حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ گولڑا شریف اپنی کتاب ''شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح علیہ السلام'' کے صفحہ ۳۰ اور ۳۱ پر فرماتے ہیں۔

''اب ہم لفظ توفّی کا معنیٰ سوائے معنی موت کے قرآن کریم اور لغت سے ثابت کر کے تطبیق بین الآیات بیان کرتے ہیں۔توفّی ماخوذ ہے وفا سے۔وفا کا معنے پورا ہونا کہتے ہیں۔

فلانی شے کافی وافی ہے یعنی پوری۔ایفاء کا معنے پورا کرنا اور توفّی تَفَعُّل ہے بمعنے استفعال کے یعنے استیفاء جس کا ترجمہ پورا لینا۔لغت کی کتابیں مثل صحاح اور صراح اور قاموس وغیرہ اور ایسا ہی تفاسیر سب متفق ہیں معنے مذکور پر۔اور یہ امر بھی نہایت ہی قابل غور ہے کہ لغت اور تفاسیر میں مستعمل فیہ کو بیان کرتے ہیں گو کہ موضوع لہٗ نہ بھی ہو بلکہ فرد ہی اس کا ہو۔یا کسی نوع کا علاقہ معنے موضوع لہٗ سے رکھتا ہو جیسا کہ لفظ اِلٰہ جس کا معنے معبودِ مطلق ہے۔واجب ہو یا ممکن اور اٰلِہہ بمعنے معبودات مطلقہ کے۔کواکب ہوں یا بت یا آدمی، حالاں کہ بہت اہل لغت اور مفسرین بھی تفسیر اِلٰہ کی اصنام کے ساتھ کر دیتے ہیں۔صراح وغیرہ کتب لغت کو اِلٰہ کے متعلق دیکھیں۔اور تفسیر ابن عباس کو متعلق اَمْوَات'' غَیْرُ اَحْیَاءٍ کے ملاحظہ فرمائیں کہ اَمْوَات''. اَصْنَام'' لکھتے ہیں۔ہر سلیم الطبع پر ظاہر ہے کہ اصنام یعنی بت معنی موضوع لہٗ لفظ اِلٰہ کا نہیں بلکہ ایک فرد ہے معنی موضوع لہٗ کا جو معبودات مطلقہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔بودے لوگ اردو خواں زعمی مولوی ایسے مقامات کو دیکھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں یعنی یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ بیان معنے وضعی کا ہے بلکہ اسی کو حصر کے طور پر بہ نسبت اس مطلق کے موضوع لہٗ قرار دیتے ہیں۔وجہ اس کی یہ ہے کہ مطلق کو فرد سے ممتاز نہیں کر سکتے۔الغرض الفاظ مشتقہ میں معنے حقیقی کبھی اور ہوتا ہے اور مستعمل فیہ اور۔مانحن فیہ میں بھی مرزا صاحب اور ان کے اتباع کو یہی دھوکا لگا ہوا ہے۔لغت کی کتابوں میں جو دیکھا کہ توفّی کا معنےٰ موت بھی ہے اور صحیح بخاری میں مُتَوَفِّیْکَ کی تفسیر ابن عباسؓ نے مُمِیْتُکَ سے کی تو اس اشتباہ مذکور میں پڑ گئے۔

میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ اِلٰہ اور اموات کا معنےٰ اصنام ہی خیال کرتے ہوں گے ورنہ توفّی سے معنےٰ موت ہی کا لینے میں ایسے مستحکم نہ ہوتے۔فی الواقع یوں ہے کہ توفّی اور استیفاء میں بجز پورا لینے کے اور کچھ ماخوذ نہیں۔توفّی نے جس کے ساتھ تعلق پکڑا ہے۔دیکھا جائے کہ وہ کیا چیز ہے۔روح ہوگی یا غیر روح۔اگر روح ہے تو پکڑنا روح کا پھر منقسم ہے۔دو قسموں پر۔ایک تو اسکا پکڑنا مع الامساک یعنی پکڑنے کے بعد نہ چھوڑنا اس کا نام موت ہے۔موت کے مفہوم میں دو امر

توفّی کے مفہوم سے علاوہ اعتبار کئے گئے۔ایک روح، دوسرا امساک۔دوسرا قسم توفّی کا نیند ہے جس کے مفہوم میں قیدروح اور ارسال یعنی چھوڑ دینا ماخوذ ہے۔الحاصل۔

موت اور نیند دونوں فرد ہوئے توفّی کے (تفسیر کبیر، ابن کثیر، شرح کرمانی، صحیح بخاری) اور متعلق توفّی کا اگر غیر روح ہوتو وہ بھی یا جسم مع الروح ہوگا جیسا کہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ یا اور چیز جیسا کہ توفیت مالی (قاموس) بیان اس امر کا مذکور ہو چکا ہے۔یعنی توفّی کا معنی فقط کسی شے کو پورا لے لینا ہے۔عام اس سے کہ وہ شے روح ہو یا غیر روح۔اور برتقدیر روح ہونے کے مقید بارسال ہو یا بامساک نص سے بھی ثابت ہے یعنی قرآن کریم کی اس آیت سے جس سے خداوند کریم کو اظہار تصرف اور قدرت اپنی کا اسی پیرایہ میں منظور ہے کہ اللہ تعالیٰ ارواح کو بعد القبض کہیں تو بند کر رکھتا ہے اور کبھی چھوڑ دیتا ہے۔اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَ الَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا الخ اللہ تعالیٰ قبض فرماتا ہے۔ارواح کو حالت موت اور نیند میں فقط اتنا ہی فرق ہے کہ موت میں امساک اور نیند میں ارسال ماخوذ ہے۔اس آیت میں تو استعمال لفظ توفی کا مشترک میں ظاہر ہے یعنی فقط قبض اور ارواح مدلول ہے۔لفظ النفس کا اور آیت وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ الخ میں مستعمل ہے۔نیند میں جو فرد ہے مفہوم توفّی کا یعنی قبض کا۔اور آیت وَ الَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ الخ وغیرہ آیات میں مدلول اس کا موت ہے جو منجملہ افراد اسی توفّی کے ہے۔یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ میں اور ایسا ہی فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ میں بھی معنی موت کا مطابق بعض نظائر قرآنیہ اور غیر قرآنیہ کے جیسا کہ توفی اللہ زیدًا توفی اللہ عمروا توفی اللہ بکرا وغیرہ وغیرہ لیا جاتا ہے۔اگر نص بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ کی رفع جسمی مسیح بن مریم پر شہادت نہ دیتی جیسا کہ لکھ چکا ہوں یا آیات وَ اِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ الخ اور وَ اِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ اور احادیث صحیحہ جو دال ہیں اس رفع جسمی پر استلزاما وارد نہ ہوتیں۔

کیونکہ جب ایک شخص کا بخصوصہ نص سے حکم معلوم ہو جائے تو عموم آیات میں جو برخلاف اس حکم کے ہوں داخل نہیں ہوتا اور نہ وہ لفظ جو مستعمل اس کے بارہ میں ہے محمول ہوتا ہے۔اپنے نظائر پر دیکھو آدم علیہ السلام کی پیدائش کا حال جب نص خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ سے معلوم ہو چکا تو پھر اَلَمْ نَخْلُقْکُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّھِیْنٍ اور ایسا ہی خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ یَّخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَ التَّرَآئِبِ سے مستثنیٰ ہے۔

اور قول قائل کا خلق اللہ آدم محمول نہ ہوگا اپنے نظائر پر۔یعنی خَلَقَ اللّٰہُ زَیْدًا خَلَقَ اللّٰہُ بَکْرًا

وغیرہ وغیرہ جو کروڑہا سے زائد ہیں یعنی یہ نہ کہا جائے۔ کہ کیفیت خلقت آدم وغیرہ بنی نوع یکساں ہے۔ ایک معنی کا بکثرت مستعمل فیہ ہونا دلیل ارادہ اس کی درصورت قیام قرینہ صارفہ کے جو یہاں پر نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی ہے نہیں ہو سکتی۔ اب ہر ایک صاحب فہم اور منصف پر ظاہر ہو گیا ہو گا کہ يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ اور ایسا ہی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ میں تَوَفِّىْ سے معنی موت کا لینا اور تقدیم تاخیر عاطفی اور معنی موت کے ارادہ پر شہادت نظائر مثل وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وغیرہ وغیرہ پیش کرنی۔ منشاء اس کا بغیر از جہالت اور کیا قرار دیا جائے۔ تعجب ہے کہ جناب مرزا صاحب ازالہ اوہام اور ایام الصلح میں کہیں تو استعمال تَوَفِّی کو حسب محاورہ قرآن کریم کے معنی موت ہی میں منحصر کہتے ہیں اور کہیں وجہ اطلاق تَوَفِّی کی نیند پر النوم اخ الموت کو قرار دیتے ہیں۔

ایک تو دھوکا موضوع لہٗ کے فرد کو عین موضوع لہٗ سمجھنے کا کھایا اور دوسرا اطلاق المطلق علی افرادہ کو از قبیل اطلاق الفرد علی الفرد سمجھ لیا۔ ازالہ ص ۳۳۲ اور پھر بعد دعوی حصر مذکور کے قائل باستعمال تَوَفِّی نیند میں حسب محاورہ قرآن کریم ہوئے۔"

قرآن مجید فرقان حمید میں تَوَفِّی کے ساتھ رفع کا ذکر بھی ہے۔ رفع کے معنی اٹھانے اور اوپر لے جانے کے ہیں۔ اگر جس شے کا رفع ہو رہا ہے وہ جسمانی شے ہو تو اس سے اس جسم کا رفع مراد لیا جائے گا۔ اگر جس شے کا رفع ہو رہا ہو وہ مرتبہ، درجہ، رتبہ وغیرہ ہے تو یہاں مرتبہ، درجہ، رتبہ کے رفع کے معنی ہی مراد لئے جائیں گے۔ ہم اس کی وضاحت مثالوں سے کرتے ہیں تاکہ آپ پر واضح ہو۔

رفع اجسام کی مثالیں:

(۱) سورہ البقرہ پ ۱ آیت نمبر ۶۳ میں ہے۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ — اور تم پر طور کو اونچا کیا۔

یعنی بنی اسرائیل کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عہد شکنی کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بحکم الٰہی طور پہاڑ کو اٹھا کر ان کے سروں پر قدرِ قامت فاصلہ پر معلق کر دیا۔

(۲) سورۃ البقرہ پ ۱ آیت نمبر ۱۲۷ میں ہے۔

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ — اور جب اٹھاتا ابراہیم اس گھر کی نیویں۔

(۳) سورہ یوسف پ ۱۳ آیت نمبر ۱۰۰ میں ہے۔

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ اور (حضرت یوسف علیہ السلام) نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا۔

(۴) سورۃ الرعد پ۱۳ آیت نمبر ۲ میں ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا اللہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بے ستونوں کے کہ تم دیکھو

رفع درجہ و مرتبہ و اعمال کی مثالیں:

(۱) سورۃ زخرف پ ۲۵ آیت نمبر ۳۲ میں ہے۔

وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ اور ان میں ایک دوسرے پر درجوں بلندی دی۔

(۲) سورہ الم نشرح پ ۳۰ آیت نمبر ۴ میں ہے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا۔

(۳) سورہ فاطر پ۲۲ آیت نمبر ۱۰ میں ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ وَ الَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝ جسے عزت کی چاہ ہو تو عزت تو سب اللہ کے ہاتھ ہے۔ اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اسے بلند کرتا ہے اور وہ جو برے داؤں کرتے ہیں ان کے لئے سخت عذات ہے اور انہیں کا مکر برباد ہوگا۔

اب ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمانوں پر اٹھائے جانے اور ان کے وہاں اب تک حیات ہونے کے دلائل پیش کرتے ہیں۔

پ ٦ سورہ النساء ۴ آیت نمبر ۱۵۷، ۱۵۸ میں ہے۔

وَ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

اوران کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کوشہید کیااور ہے یہ کہ انہوں نے نہ اسے قتل کیااور نہ اسے سولی دی بلکہ ان کے لئے ان کی شبیہ کا ایک بنادیااور وہ جواس کے بارہ میں اختلاف کرر ہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔انہیں اس کی کچھ بھی خبر نہیں مگر یہی گمان کی پیروی اور بے شک انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیااور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

مرزا قادیانی کہتا ہے کہ یہاں بل رفع اللہ علیہ سے رفع روحانی مراد ہے۔

رفع کی وضاحت ہم پہلے کر چکے ہیں اس لئے آپ پر حق بالکل واضح ہے کہ یہاں روحانی رفع مراد نہیں بلکہ جسم کا رفع مراد ہے اور ہر انسان جو وفات پاتا ہے اس کی روح کا رفع اوپر کی طرف ہی ہوتا ہے۔اس لئے یہ کوئی خاص علمی نکتہ نہیں جو مرزا کذاب قادیانی نے نکالا ہے۔

بَل کے ماقبل اور مابعد متضاد ہوتے ہیں۔بل کا ترجمہ بلکہ ہوتا ہے۔اس کی وضاحت درج ذیل مثالوں سے ہوتی ہے۔

(۱) سورہ الانبیاء پ ۱۷ آیت نمبر ۲۶ میں ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝

اور بولے رحمٰن نے بیٹا اختیار کیا پاک ہے وہ بلکہ بندے ہیں عزت والے۔

ولدیت اور عبودیت ایک دوسرے کے منافی ہیں۔

(۲)

اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ ۔

(۳) ''زید کو میں نے مارا نہیں بلکہ اس کو عزت دی۔''

مارنا اور عزت دینا باہم متضاد ہیں۔

(۴) عمر کو میں نے بھوکا نہیں چھوڑا بلکہ پیٹ بھر کے کھلایا ہے۔

بھوک اور سیری باہم متضاد ہیں۔

اس لئے اس آیت میں:

وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ

قتل کرنا اور اوپر اٹھالینا باہم متضاد ہیں۔

اس لئے ضرور بالضرور رفع جسمانی مراد لینا پڑے گا کیونکہ مسیح کے قتل جسمی اور رفع جسمی میں تضاد ہے۔

الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم مبارک پہلے بحفظ وامان آسمان کی طرف اٹھالیا گیا اور اس کے بعد یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی شبیہہ جو ایک فرد پر ڈال دی گئی تھی اس کو قتل کر دیا۔ اگر رفع سے مراد رفع روح بمعنی موت ہے تو یہاں قتل اور صلب کی نفی کیوں کی گئی ہے؟ اس لئے مرزا قادیانی کا یہ خیال فاسد ہے کہ یہاں رفع سے رفع روحانی مراد ہے۔

اور مَاقَتَلُوْهُ میں مرجع ضمیر کا چونکہ جسم مع الروح ہے اس لئے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْه میں وہی مجموع مرجع ہوگا نہ فقط روح۔

وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ بلکہ ان کے لئے ان کی شبیہہ کا ایک بنا دیا۔

یعنی یہودیوں نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اوپر اٹھالیا اور ایک شخص کا چہرہ آپ کی طرح کا کر دیا اور یہودیوں نے اس شبیہہ کو مصلوب اور قتل کیا اور وہ یہودی خود شبہ میں پڑ گئے کہ یہ واقعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں یا ان کا کوئی ہم شکل۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ مقتول حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور بعض کہتے کہ چہرہ تو عیسیٰ علیہ السلام کا ہے اور جسم عیسیٰ علیہ السلام کا نہیں لہٰذا یہ وہ نہیں۔

حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ ''شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح علیہ السلام'' کے ص ۱۱ پر فرماتے ہیں۔

''القصہ اللہ جل شانہ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ سے خبر دی کہ یہود اس قول میں کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ مفتری ہیں اور یقینی طور پر اِنَّا قَتَلْنَا نہیں کہتے بلکہ اس میں مشکک ہیں اور واقعی امر تو یہ ہے کہ مسیح کو انہوں نے مقتول اور مصلوب نہیں کیا بلکہ اس کے شبیہہ کو اور مسیح کو تو ہم نے ان کی ایذا سے بچانے کے لئے آسمان پر اٹھالیا۔ اس کے بعد فرمایا۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا یعنی یہ خیال مت کرو کہ جسم عنصری آسمان پر کس طرح جا سکتا ہے۔ کیونکہ ہمارا نام عزیز ہے باعزت اور باغلبہ اور ہم اس رفع جسمی پر غالب

ہیں۔ ہمارے سامنے کوئی بڑی بات نہیں۔ حکیما یعنی ہم باحکمت ہیں۔کوئی کام ہمارا حکمت سے خالی نہیں ہوا کرتا۔ اس مسیح کے اٹھانے اور بقیہ ایام حیٰوۃ پورے کرنے میں بھی ایک حکمت ہے۔وہ کیا؟ ان کو ہم اپنے حبیب ازلی اور شاہد لم یزلی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام اور خلفاء سے بنائیں کیونکہ اس نے یہ منصف ہماری بارگاہ سے بہ نالہائے نیم شبی اور دعاہائے سحری مانگا ہوا ہے گو کہ ہم زمین میں بھی اس کے محفوظ رکھنے اور بچانے پر ایذاء یہود سے قادر ہیں مگر ہماری حکمت کا مقتضی یہی ہے کہ ہر چیز کے ساتھ معاملہ حسب استعداد مادہ فطرتی اس کے کیا جائے۔
نفخ روح القدس مریم کے گریبان میں چونکہ منجملہ اس کے اسباب فطرتی کے تھا اور تشبہ بالملائکہ ممتاز طریق پر اس کو حاصل تھا لہٰذا آسمان پر رہنا اس کا موجب تعجب اور خلاف حکمت نہیں۔''
حضرت پیر صاحب نے اپنی کتابوں میں جسمانی طور پر اوپر اٹھائے جانے کی اور بھی دلیلیں پیش کی ہیں مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج کی رات آسمانوں کی طرف اٹھایا جانا۔ اور حضرت ادریس علیہ السلام کا جسمانی طور پر آسمانوں کی طرف اٹھایا جانا (سورہ مریم پ ۱۶ آیت نمبر ۵۶، ۵۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم پر آسمان سے من وسلوا اترنا (پ ۷ سورہ المائدہ آیت نمبر ۱۱۲ تا ۱۱۵) حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا آسمانوں میں فرشتوں کے ساتھ اڑنا۔ حضرت عامر بن فہیرہ غلام ابی بکرؓ غزوہ بیر معونہ کے دن شہید ہوئے اور ان کا آسمانوں کی طرف اٹھایا جانا۔
اسی طرح وہ اللہ تبارک تعالیٰ جو حضرت آدم علیہ السلام کو کرہ نار (آگ کا کرہ) اور کرہ زمہریر (ٹھنڈک کا کرہ) سے گزار کر زمین پر لاسکتا ہے تو وہ ذات باری تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جسد عنصری کے ساتھ اٹھا کر اوپر آسمانوں کی طرف بھی لے جاسکتی ہے۔ یہ معلومات پیر مہر علی شاہ صاحب کی کتاب سیف چشتیائی کے ص ۱۰۵ پر اور دوسرے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔
مرزا قادیانی صاحب کے اعتراض کہ کوئی انسان بغیر طعام خوردنی گندم وغیرہ کے زندہ نہیں رہ سکتا ہے کہ جواب میں پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب سیف چشتیائی کے ص ۲۱۷ پر فرماتے ہیں۔
''کسی انسان کا بغیر طعام کے زندہ رہنا نہیں ہوسکتا مگر اہل ارض کے لئے طعام گندم وغیرہ ہے۔ اہل سماء کے لئے تسبیح وتہلیل۔ جس ملک میں کوئی جاتا ہے اسی ملک کی غذا سے مایہ حیات حاصل کرتا ہے۔ زمینی آدمی جب تک زمین میں ہے اہل زمین کی غذا کھائے گا۔ جب اللہ تعالیٰ کو اس کا آسمان پر لے جانا منظور ہے تو اس کو ملائکہ کی طرح تسبیح وتہلیل سے زندہ رکھتا ہے۔ آسمان پر لے

جانے کے وقت اس سے اشتہا اس غذا زمینی کی سلب کی جاتی ہے۔ کما صرح بہ المحققون اہل زمین میں سے زمانہ آئندہ میں ایسے لوگ ہوں گے جن کی غذا تسبیح و تہلیل ہوگی۔ فَكَيْفَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَئِذٍ فَقَالَ يَجْزِيْهِمْ مَا يُجْزِئُ أَهْلَ السَّمَآءِ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس دن کھانے پینے کا سامان دجال کے ساتھ ہوگا اس دن مومنین کا حال کیا ہوگا۔"

آپؐ نے فرمایا۔ اس دن اہل آسمان کی طرح ان کو تسبیح و تہلیل مایہ حیات ہوگی اور نیز آیۃ (وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ) کا معنی یہ نہیں کہ انسان ہر وقت اور بغیر اشتہا کے بھی کھاتا رہے۔ بلکہ کھانا پینا اشتہا پر مبنی ہے اور چونکہ مرفوع الی السماء کی اشتہا سلب کر دی جاتی ہے لہٰذا اس کا نہ کھانا اور نہ پینا آیت مذکورہ کے منافی نہ ہوا۔

نوٹ: (وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ) سورہ الانبیاء پ ۱۷ آیت نمبر ۸ ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ "اور ہم نے انہیں خالی بدن نہ بنایا کہ کھانا نہ کھائیں۔"

قرآن مجید سے اصحاب کہف کا تین سو سال سے زیادہ عرصہ میں بغیر کھانے پینے کے زندہ رہنا ثابت ہے کیونکہ مطابق (وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَ ازْدَادُوْا تِسْعًا) کے وہ سو رہے ہیں۔ اتنے عرصہ میں انہوں نے کچھ نہیں کھایا اور نہ پیا"

اور حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق سورہ الصّٰفّٰت پ ۲۳ آیت نمبر ۱۴۳، ۱۴۴ میں ہے۔

"تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا تو ضرور اس کے پیٹ میں رہتا جس دن تک لوگ اٹھائے جائیں گے۔"

اس کی مزید تفصیل شمس الہدایہ فی حیات المسیح کے ص ۴۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔

مرزا صاحب ایام الصلح میں فرماتے ہیں کہ آیۃ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ دال ہے۔ وفات عیسیٰ پر کیونکہ حسب مفاد اس آیت کے جو شخص اسی یا نوے سال کو پہنچتا ہے۔ اس کو نکوس اور رواژ گوئی بہ نسبت پہلی حیات کے پیدا ہوتی ہے تو کیسا حال ہوگا اس شخص کا جو دو ہزار سال تک زندہ رہے۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس کے جواب میں شمس الہدایہ کے ص ۴۷ پر فرماتے ہیں۔

"اسی یا نوے سال کی قید جو آپ نے لگائی ہے۔ یہ کون سے کلمہ قرآن کا مدلول ہے۔ برائے خدا تحریف کلام الٰہی سے باز آئیں۔ آپ نے آیۃ (وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَ

اِذَا ذُوْ تِسۡعًا) قرآن کریم میں نہیں دیکھی۔ اگر وَمَنۡ نُّعَمِّرۡهُ نُنَكِّسۡهُ فِي الۡخَلۡقِ کا مفہوم اسی یا نوے سال تک عمر کے محدود ہونے کا ہے تو پھر یہ آیت وَلَبِثُوا الخ تین سو نو برس تک اصحاب کہف کو کس طرح سلا رہی ہے۔ اور نوح علیہ السلام کی عمر (۱۴۰۰) ایک ہزار چار سو سال اور حضرت آدم علیہ السلام کی ۹۳۰ سال اور حضرت شیث علیہ السلام کی ۹۱۲ سال اور حضرت ادریس علیہ السلام کی ۳۵۶ سال اور حضرت موسیٰ علیہ اسلام کی ۱۲۰ سال اور حضرا براہیم علیہ السلام کی ۲۲۳ سال کیسے مدلول آیت قرآنی وقوع میں آئے۔ یہ سب کمال تیزی فہم اور طلاقت لسانی کا ہے۔ ہادی ہدایت دے۔''

مرزا قادیانی صاحب فرماتے ہیں کہ خاتم النبین ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دلیل ہے وفات مسیح پر کیونکہ اگر مسیح بن مریم آسمان پر زندہ ہوں اور آخر زمانہ میں نزول فرمادیں تو آپ کے بعد بھی اور نبی آگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین نہ رہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے اپنی کتابوں میں اس سوال کا جواب دیا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ختم نبوت کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔

آپ کی آمد کے بعد کسی اور کا نبی بننا ممکن نہیں رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمادیا کہ لا نبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں۔)

انبیاء علیہم السلام کی تعداد مکمل ہو چکی ہے۔ قصر نبوت تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ اس میں کسی نئی اینٹ کا اضافہ نہیں ہو سکتا۔ اب اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو کیا اس قصر نبوت کی اینٹوں میں اضافہ ہوگا یا تعداد وہی رہے گی۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے نبیوں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا۔

آج تک کے مسلمان علماء، مفسرین کرام ان احادیث اور نزول مسیح کے متعلق جانتے تھے۔ انہوں نے تو کبھی اعتراض نہ اٹھایا کہ اس طرح ایک نبی کا اضافہ ہوگا۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات موجود ہیں کہ وہ آپ کے امتی، خلیفہ اور اس امت کے آخری مجدد ہوں گے۔ وہ دین اسلام پر عمل پیرا ہوں گے اور دین اسلام کی ہی تبلیغ کریں گے۔ اپنی شریعت کی تبلیغ ہرگز نہیں کریں گے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نبیوں کی مہر ہیں اور آپ کی مہر سے نبی بنتے رہیں گے تو جواباً عرض ہے کہ اگر ختم نبوت کے یہ معنی

لئے جائیں تو پھر قصر نبوت کی تکمیل مکمل نہ ہوئی۔ بلکہ آپ کی مہر لگ لگ کر تو کئی اور نبی پیدا ہو سکتے ہیں اور کئی اور قصر نبوت تعمیر کئے جا سکتے ہیں۔ جو قادیانیوں کو ہی مبارک ہوں۔ اس طرح تو آپ نبوت کو ختم کرنے والے نہ ہوئے بلکہ نبوت کے سلسلہ کو شروع کرنے والے ہوئے۔

خاتم نبوت کے معنی ویسے بھی لغو ہیں کہ خاتم المہاجرین کے معنی ہوئے کہ جس کی مہر سے مہاجر بننے لگیں۔ خاتم اولاد کے معنی ہوئے کہ جس کی مہر سے اور اولاد بننے لگے۔ اگر کسی اور نبی نے آنا ہوتا تو آپ یہ نہ فرماتے کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتے۔ کیونکہ عمرؓ نبی نہیں اس لئے کسی اور نبی کے آنے کے بھی گنجائش قطعاً قطعاً باقی نہیں۔

یا اللہ قادیانیوں کو ہدایت دے۔

اور مرزا صاحب کے اعتراض بحکم آیت وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَ الزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا (اور مجھے نماز و زکوٰۃ کی تاکید فرمائی جب تک جیوں) چاہئے کہ مسیح بن مریم آسمان پر صلوٰۃ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہوں گے حالانکہ آسمان پر جیسے خورد و نوش سے فارغ ہیں ایسا ہی باقی لوازم جسمیت سے۔ علاوہ اس کے اداءِ زکوٰۃ مال کو چاہتا ہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب اس اعتراض کے جواب میں اپنی کتاب شمس الہدایہ کے ص ۴۸ پر فرماتے ہیں۔

"حضرت عیسیٰ تو دنیا میں بھی بباعث زہد و فقر کے مالک نصاب نہیں ہوئے۔ ادائے زکوٰۃ میں تو نصاب ہونا شرط ہے۔ آپ زمین پر ان کا ادائے زکوٰۃ ثابت کر دیں بعد اس کے آسمان پر ہم ثابت کر دیں گے۔ یہ اعتراض تمسخر ہے ساتھ مسیح بن مریم کے۔"

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ آیۃ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ (سورہ الزمر پ ۲۳ آیت نمبر ۳۰) صریح ہے وفات عیسیٰ بن مریم میں۔ کیونکہ یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام کی وفات کا ذکر ہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب اس اعتراض کے جواب میں شمس الہدایہ کے ص ۴۹ پر فرماتے ہیں

"یہ دونوں یعنی اِنَّکَ مَیِّتٌ اور ایسا ہی وَاِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ قضیہ مطلقہ عامہ ہیں نہ دائمہ مطلقہ یعنی تحقیق تو اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہونے والا ہے۔ اپنے وقت معین میں اور وہ انبیاء سابقہ بھی اپنے اپنے اوقات معینہ میں مرنے والے ہیں۔ اب فرمائیے کہ مسیح ابن مریم کو بعد نزول سب اہل اسلام اِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ میں داخل سمجھتے ہیں یا نہ۔ نزول آیت کے وقت اگر مر جانا ان کا ضروری

ہوتو چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وقت نزول آیت داخل موت ہو گئے ہوں۔''

اعلیحضرت امام احمد رضا خان نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے۔

''بے شک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔''

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ اس میں کفار کا رد ہے۔ جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا انتظار کیا کرتے تھے انہیں فرمایا ہے کہ خود مرنے والے ہو کر دوسرے کی موت کا انتظار کرنا حماقت ہے۔

اس صورت میں سوال ہی وارد نہیں ہوتا اور نہ ہی جواب کی کوئی ضرورت۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ آیۃ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (سورہ ال عمران پ ۴ آیت نمبر ۱۴۴) صاف شہادت دیتی ہے وفات عیسیٰ بن مریم پر کیونکہ اس آیت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سارے رسول وفات پا چکے ہیں جن میں عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہیں۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب اس اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں۔

''آپ نے خَلَتْ کے معنے توفت (فوت ہو گئے) سمجھے ہیں تب ہی خوش ہو رہے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو آیت سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ (سورہ الفتح پ ۲۶ آیت نمبر ۲۳) اور دوسری آیت وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (سورہ الاحزاب پ ۲۲ آیت نمبر ۶۲) میں تناقض صریح ہوگا کیونکہ پہلے کا مفاد یہ ہوا۔ سنت خداوندی مر چکی اور معدوم ہو گئی اور دوسری کا مفاد یہ کہ سنت الہیہ متغیر نہیں ہوتی یعنی ہمیشہ اپنے حال پر باقی رہتی ہے۔

حضرت من! سنیئے خَلَتْ مشتق ہے خَلْو سے جس کا معنے تنہا ہونا ہے جیسا کہ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ (اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں) اور دوسرا معنی گزرنا بھی ہے اور یہ معنی صفت زمانہ کی بالذات ہوتا ہے کہتے ہیں سال گزشتہ اور قرون ''خالیۃ'' اور زمانیات کی بالعرض یعنی جو اشیاء کہ زمانہ میں موجود ہیں ان کو بھی بعلاقہ ظرفیت اور مظروفیت کے موصوف کیا جاتا ہے۔ اب معنی آیت کا یہ ہوا۔ گزر چکے ہیں قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول۔ اور یہ دو طرح پر صادق ہوتا ہے۔ جو مر گئے ہوں اور جو زندہ ہوں۔ مگر رسالت سے فارغ ہیں جیسا کہ مسیح بن مریم۔ محاورہ۔ فلاں حاکم شہر میں تحصیلدار ہو گزرا ہے۔ یہ ہر دو صورت میں صادق ہے۔ اگر مر گیا جب بھی اور اگر ملازمت صیغہ تحصیلداری سے علیحدہ ہو کر زندہ موجود ہو جب بھی۔

اور یہ اعتراض بھی ہے کہ آیت فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ (سورۃ الاعراف پ ۸ آیت نمبر ۲۵) یعنی اسی میں جیو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی میں اٹھائے جاؤ گے۔ تو پھر مسیح بن مریم آسمان پر کس طرح بقیہ ایام حیوۃ بسر کر رہا ہے؟

جواب: اصل تو یہی ہے کہ انسان کے رہنے کی جگہ زمین ہی ہے لیکن عارضی طور پر کسی کو آسمانوں پر رب تعالیٰ خود رکھے تو اس میں کیا حرج ہے؟ جیسا کہ ملائکہ کا اصل رہنے کا مقام آسمان ہے لیکن ان کی آمد و رفت زمین پر بھی رہتی ہے جب فرشتوں کا زمین پر آنا جانا منع نہیں تو عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر جانا کیونکر منع ہو سکتا ہے؟

اس سے واضح ہوا کہ آیت میں حصر اضافی ہے حقیقی نہیں۔ یعنی بنسبت استقرار اصلی کے ہے اور دوسری آیت وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ٥ (اور تمہیں زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور برتنا ہے) سورۃ الاعراف پ ۸ آیت نمبر ۲۴۔

سے بظاہر جو سمجھ آ رہا ہے کہ اس میں لام تخصیص کا ہے اور مطلب یہ ہے کہ تمہارا زمین میں رہنا خاص ہے۔ اس سے مراد یہ بھی ہے کہ تمہارا رہنے کا مقام زمین کو بنایا گیا ہے لیکن یہ بھی لازم نہیں کیونکہ ایک چیز کو کسی کے لئے بنایا گیا ہو تو ضروری نہیں کہ وہ اس سے جدا نہ ہو۔ جیسا کہ "وجعل اللیل لباسا وجعل النھار معاشا" رب نے رات کو لباس بنایا اور دن کو معاش۔ یعنی رات سونے کے لئے بنائی ہے اور دن روزی کمانے کے لئے حالانکہ بعض اوقات انسان رات کو کام کرتا ہے اور دن کو سوتا ہے۔ تو مقصد یہ نکلا کہ عمومی طور پر رات سونے کے لئے اور دن روزی کمانے کے لئے ہے لیکن کبھی کبھی اس کے خلاف بھی ہو سکتا ہے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ ایسے ہی زمین رہنے کے لئے عمومی طور پر مختص ہے لیکن کسی کو رب تعالیٰ خود آسمانوں پر ٹھہرا لے تو اس میں کسی کو کلام کرنے کی کیا مجال ہو سکتی ہے۔ (ماخوذ از شمس الہدایہ ص ۵۱)

اب ہم قرآن مجید فرقان حمید سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کے ثبوت میں چند اور دلائل پیش کر دیتے ہیں تا کہ اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔

سورہ النساء کی جو دو آیات ہم نے پہلے بیان کی ہیں ان سے اگلی آیت میں ہے۔

وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا (سورہ النساء آیت نمبر ۱۵۹)

کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہو گا۔

اس آیت میں بھی آپ کے آسمانوں سے اترنے اور آپ پر اہل کتاب کے ایمان لانے کا ذکر ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ الوسی رحمتہ علیہ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں سے اترنے کے وقت جتنے اہل کتاب موجود ہوں گے ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہوگا جو آپ کی وفات سے پہلے آپ پر ایمان نہ لائے۔ یعنی سب ایمان لے آئیں گے۔ تمام دین ختم ہو جائیں گے اور صرف ایک دین ہو جائے گا۔ (روح المعانی)

حضرت سیّد نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ''قریب قیامت جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ اس وقت کے تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔ اسوقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت محمدیہ کے مطابق حکم کریں گے اور اسی دین کے ایک امام کی حیثیت میں ہوں گے اور نصاریٰ نے ان کی نسبت جو گمان باندھ رکھے ہیں ان کا ابطال فرمائیں گے۔ دین محمدی کی اشاعت کریں گے۔ اس وقت یہود و نصاریٰ کو یا تو اسلام قبول کرنا ہوگا یا قتل کر ڈالے جائیں گے۔'' (خزائن العرفان)

سورہ زخرف پ ۲۵ آیت نمبر ۶۱ میں ہے۔

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○

اور بیشک عیسیٰ قیامت کی خبر ہے تو ہرگز قیامت میں شک نہ کرنا اور میرے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) پیرو ہونا، یہ سیدھی راہ ہے۔

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ (تفسیر خازن، تفسیر بیضاوی)

بے شک عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ آپ کے اترنے کو علم کہا گیا ہے کیونکہ آپ کے اترنے سے قیامت کا علم حاصل ہو جائے گا کہ قیامت اب آ رہی ہے۔ (ابوالسعود)

علامہ آلوسی نے بھی ان الفاظ سے ہی روح المعانی میں تفسیر کی ہے۔ جن الفاظ سے ابوالسعود نے کی ہے۔

اس آیت سے بھی واضح ہو گیا کہ آپ ابھی تک زندہ آسمانوں میں موجود ہیں اور قیامت کے قریب اتریں گے۔

سورہ آل عمران پ ۳ آیت نمبر ۴۶ میں ہے۔

وَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ○ — اور لوگوں سے بات کرے گا پنگھوڑے میں اور پکی عمر میں۔

یہاں عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر کیا گیا ہے۔ بچپن کی وہ عمر جس میں عام بچے کلام نہ کرتے ہوں۔ اس وقت کلام کرنا تو معجزہ ہے لیکن پکی عمر میں تو ہر انسان کلام کرتا ہے۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخصیص کیسے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے علامہ رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔

''پکی عمر میں کلام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ آخر زمانہ میں آسمانوں سے اتریں گے۔ اس وقت آپ کی عمر پکی ہوگی اور آپ لوگوں سے کلام فرمائیں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ حسین بن فضل رحمتہ اللہ علیہ نے کہا یہ آیت واضح طور پر نص ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے۔''

سورہ الرعد پ ۱۳ آیت نمبر ۳۸ میں ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً۔ — اور بے شک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور ان کیلئے بی بیاں اور بچے کئے۔

اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء کی بیبیوں اور بچوں کا ذکر ہے۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہ ابھی زندہ ہوں اور آسمانوں سے نازل ہو کر شادی کریں اور ان کی بی بیاں اور بچے ہوں اور ایسا ہونا احادیث سے ثابت ہے۔

سورہ آل عمران پ ۳ آیت نمبر ۵۴ میں ہے۔

وَمَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ○ — اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے خفیہ تدبیر فرمائی۔

علامہ رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے خفیہ تدبیر فرمائی یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھا لیا۔

علامہ آلوسی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر فرمائی یعنی ایک اور شخص کو آپ کے مشابہ کر دیا جسے سولی دے دی گئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھا لیا گیا۔''

سورۃ آل عمران پ ۳ آیت نمبر ۵۵ میں ہے۔

اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ وَ مُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝

یاد کرو جب اللہ نے فرمایا۔ اے عیسیٰ! میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور تجھے کافروں سے پاک کردوں گا اور تیرے پیروؤں کو قیامت تک تیرے منکروں پر غلبہ دوں گا پھر تم سب میری طرف پلٹ آؤ گے تو میں تم میں فیصلہ فرمادوں گا جس بات میں جھگڑتے ہو۔

''توفی کا حقیقی معنی کسی چیز کا پورے کا پورا لے لینا اور اس سے کچھ باقی نہ رہنے دینا ہے۔''

توفی کی اقسام اور اس کی پوری وضاحت اس مضمون کے شروع میں بیان کرچکے ہیں۔ اس لئے کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ توفی کا یہاں معنی موت مراد ہے اور مفسرین نے بھی اس کے حقیقی معنوں کو ہی مدنظر رکھا ہے۔

تفسیر بیضاوی میں ہے ''اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی مقررہ مدت تک زندہ رکھے گا اور تمہیں قتل سے بچائے گا۔''

امام ابن جریر لکھتے ہیں۔ ''میرے نزدیک صحیح ترین قول یہ ہے کہ اے عیسیٰ! میں تجھے زمین سے قبض کرنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متواترہ سے یہی چیز ثابت ہے کہ آپ کو زندہ آسمانوں پر اٹھایا گیا۔'' (ضیاء القرآن)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ اے عیسیٰ! میں تجھے ایسے ہی نہیں چھوڑوں گا کہ یہ یہودی تمہیں پکڑ کر صلیب پر چڑھادیں بلکہ میں تمہیں آسمانوں کی طرف جسم مع الروح اٹھالوں گا اور تمہیں ان سے محفوظ رکھوں گا کہ یہود تم پر قادر ہوسکیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اے عیسیٰ! میں تیرے پیروکاروں کو قیامت تک ان یہودیوں پر غلبہ عطا فرماؤں گا۔ یہ ان کے محکوم ہوکر رہیں گے اور اس چیز کا مشاہدہ ہر ذی شعور شخص کرسکتا ہے کہ نصاریٰ ہر جگہ یہود پر غالب اور حکمران ہیں اور اس وقت تک مغلوب رہیں گے جب تک کہ قیامت قریب نہ آجائے۔

نوٹ: حیات عیسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی مطالعہ کرنے کے لئے درج ذیل کتب کا مطالعہ انتہائی مفید ہوگا۔

(۱) شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح علیہ السلام (حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

(۲) سیف چشتیائی — از حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب۔
(۳) مہر منیر سوانح حیات — حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب
(۴) تذکرۃ الانبیاء — حضرت علامہ عبدالرزاق بھترالوی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ۔
(۵) مقیاس النبوت — حضرت مولانا ابو عبدالوہاب مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ۔
(۶) حیات المسیح علیہ السلام — حضرت خواجہ ڈاکٹر محمد شوکت علی قادری چشتی دلداری۔

قادیانی دھرم کا علمی محاسبہ

مطبوعہ جلد اول

جلد دوم : زیر ترتیب

مرتبہ :

محمد نعیم اللہ خاں قادری

بی ایس سی ۔ بی ایڈ / ایم اے اردو ۔ پنجابی ۔ تاریخ

ناشر: فیضان مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کاموں کے

حصہ دوم
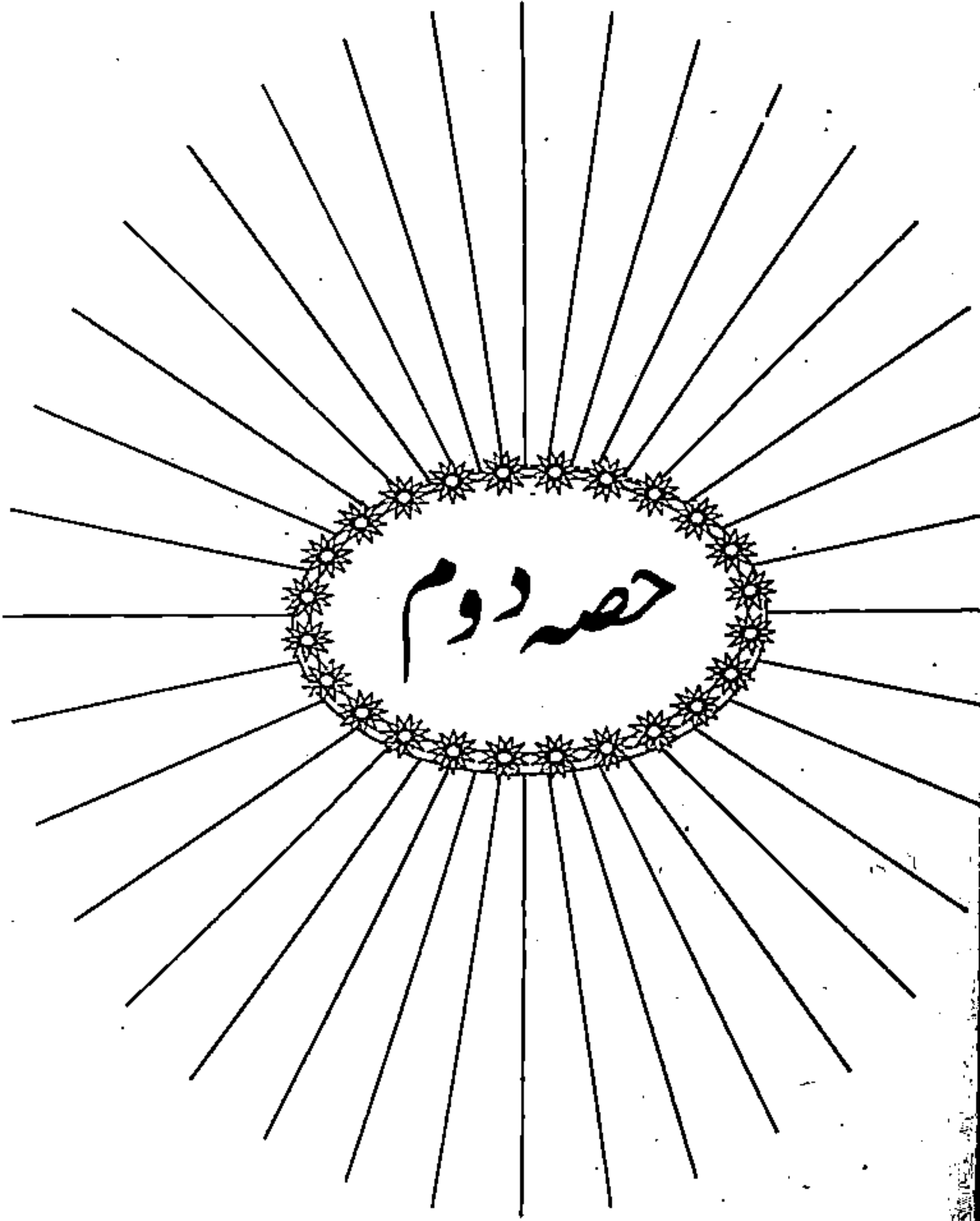
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ
الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ
وعلیٰ اٰلک واصحابک یاحبیب اللہ

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت و بشریت

علماء اہل سنت اور علماء دیوبند کی نظر میں

مع دیوبندی کتب کا ردّ

بشریت نبی کریم ﷺ اور علمائے اہلسنت

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسئلہ نور اور نفی سایہ کے متعلق دو رسائل صلات الصفاء اور نفی الفی کا مجموعہ بزم عاشقان مصطفیٰ لاہور نے شائع کیا ہے۔ اس کے صفحہ نمبر ۵۳ میں (رسالہ نفی الفی میں) آپ فرماتے ہیں۔

''وہ بشر ہیں مگر عالم علوی سے لاکھ درجہ اشرف اور جسم انسانی رکھتے ہیں مگر ارواح وملائکہ سے ہزار جگہ الطف، وہ خود فرماتے ہیں لست لمثلکم ''میں تم جیسا نہیں'' (بخاری شریف ج اص ۲۶۳، مسلم ج اص ۳۵۱)

ویروی لست کھیئتکم ''میں تمہاری ہیت پر نہیں'' (مسلم ج اص ۳۵۱)

ویروی ایکم مثلی ''تم میں سے کون مجھ جیسا ہے'' (مسلم ج اص ۳۵۱)

آپ کا نعتیہ کلام بہت ہی مشہور ومعروف ہے۔ اور اس مجموعے کا نام حدائق بخشش ہے۔ اس میں آپ نے حضور نبی کریم ﷺ کی بشریت ونورانیت کے مختلف پہلو اپنی مختلف نعتوں میں بیان فرمائے ہیں۔ میں اس سے چند پہلو بیان کرتا ہوں اور وضاحت کے لئے اس نعت کا پہلا مصرعہ استعمال کروں گا تاکہ ڈھونڈنے والوں کے لئے اور آسانی ہو۔ اور یہ ترتیب کے مطابق ہوں گے۔

(۱) آپ اپنی نعت ''ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماویٰ ہے ہمارا'' میں عرض کرتے ہیں۔

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماویٰ ہے ہمارا

خاکی تو وہ آدم جدا علیٰ ہے ہمارا

جس خاک پر رکھتے تھے قدم سید عالم ﷺ

اس خاک پہ قرباں دل شیدا ہے ہمارا

اے مدعیو! خاک کو تم خاک نہ سمجھے

اس خاک میں مدفون شہ بطحا ہے ہمارا

ہے خاک سے تعمیر مزار شہ کونین

معمور اسی خاک سے قبلہ ہے ہمارا

(۲) آپ اپنی نعت ''غم ہو گئے بے شمار آقا'' میں عرض کرتے ہیں۔

سویا کیے نابکار بندے

رویا کیے زار زار آقا

(۳) آپ اپنی نعت ''محمد مظہر کامل ہے حق کی شان عزت کا'' میں عرض کرتے ہیں۔

جنہیں مرقد میں تاحشر امتی کہہ کر پکارو گے

ہمیں بھی یاد کر لو ان میں صدقہ اپنی رحمت کا

(۴) آپ اپنی نعت لَمْ یَاْتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ (حضور کا نظیر کسی کو نظر نہ آیا) میں عرض کرتے ہیں۔

لَمْ یَاْتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مثلِ تو نہ شُد پیدا جانا

جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

(۵) آپ اپنی نعت ''نہ آسمان کو یوں سرکشیدہ ہونا تھا'' میں عرض کرتے ہیں۔

بجا تھا عرش پہ خاک مزارِ پاک کو ناز

کہ تجھ سا عرش نشیں آفریدہ ہونا تھا

(۶) آپ اپنی نعت ''بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا'' میں عرض کرتے ہیں۔

میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ

جن سے اتنے کافروں کا دفعتہً مونھ پھر گیا

کیوں جناب بوھریرہ تھا وہ کیسا جامِ شیر

جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے مونھ پھر گیا

اللہ اللہ یہ عُلُوِ خاصِ عبدیّت رضؔا

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا

(۷) آپ اپنی نعت ''جو بنوں پر ہے بہارِ چمن آرائی دوست'' میں عرض کرتے ہیں۔

طور پر کوئی، کوئی چرخ پہ، یہ عرش سے پار

سارے بالاؤں پہ بالا رہی بالائی دوست

(۸) آپ اپنی نعت ''طوبےٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ'' میں عرض کرتے ہیں۔

شاخِ قامتِ شہ میں زلف و چشم ورخسار ولب ہیں

سُنبل، نرگس، گل، پنکھڑیاں، قدرت کی کیا پھولی شاخ

(۹) آپ اپنی نعت ''وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں'' میں عرض کرتے ہیں۔

لاکھوں قدسی ہیں کام خدمت پر

لاکھوں گردِ مزار پھرتے ہیں

(۱۰) آپ اپنی نعت ''ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں'' میں عرض کرتے ہیں۔

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا

رو رو کے مصطفٰے ﷺ نے دریا بہا دیے ہیں

(۱۱) آپ اپنی نعت ''وہ کمال حسن حضور ہے گمان نقص جہاں نہیں'' میں عرض کرتے ہیں۔

کرے مصطفٰے ﷺ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پر یہ جرائتیں

کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے

کوئی جانے منہ میں زباں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے

وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکان نہیں

(۱۲) آپ اپنی نعت ''حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو'' میں عرض کرتے ہیں۔

حاجیو آؤ شہنشا ہ کا روضہ دیکھو

کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

اوّلین خانۂ حق کی تو ضیائیں دیکھیں

آخریں بیت نبی کا بھی تجلا دیکھو

زینتِ کعبہ میں تھالاکھ عروسوں کا بناؤ

جلوہ فرما یہاں کونین کا دولھا دیکھو

غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا

میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

(۱۳) آپ اپنی نعت ''دل سے اتار وراہ گزر کو خبر نہ ہو'' میں عرض کرتے ہیں۔

فریادِ اُمتی جو کرے حالِ زار میں

ممکن نہیں کہ خیرالبشر کو خبر نہ ہو

(۱۴) آپ اپنی نعت '' کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ'' میں عرض کرتے ہیں۔

خامۂ قدرت کا حُسن دست کاری واہ واہ

کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ

اشک، شب بھر انتظارِ عفوِ اُمت میں بہیں

میں فدا چاند اور یوں اختر شماری واہ واہ

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر

ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

اس طرف روضہ کا نور اُس سمت منبر کی بہار

بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

(۱۵) آپ اپنی نعت ''سب سے اولیٰ واعلیٰ ہمارا نبی'' میں عرض کرتے ہیں۔

اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی ﷺ

بزمِ آخر کا شمع فروزاں ہوا　　نُور اوّل کا جلوہ ہمارا نبی ﷺ
جس کو شایاں ہے عرش خدا پر جلوس　　ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی ﷺ
خلق سے اولیاء، اولیاء سے رُسُل　　اور رسُولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ

(۱۶)　آپ اپنی نعت ''پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے'' میں عرض کرتے ہیں۔

پیشِ حق مُژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

دل نکل جانے کی جا ہے آہ کن آنکھوں سے وہ
ہم سے پیاسوں کے لئے دریا بہاتے جائیں گے

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولیٰ کی دھوم
مثلِ فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

(۱۷)　آپ اپنی نعت ''چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے'' میں عرض کرتے ہیں۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا

ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

ترا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں

ہیں منکر عجب کھانے غرانے والے

رہے گا یوہیں ان کا چرچا رہے گا

پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

(۱۸) آپ اپنی نعت ''کیا مہکتے ہیں مہکنے والے'' میں عرض کرتے ہیں۔

عاصیو تھام لو دامن ان کا وہ نہیں ہاتھ جھٹکنے والے

شمع یادِ رُخِ جاناں نہ بجھے خاک ہو جائیں بھڑکنے والے

کفِ دریائے کرم میں ہیں رضاؔ پانچ فوارے چھلکنے والے

(۱۹) آپ اپنی نعت ''سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے'' میں عرض کرتے ہیں۔

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے

باغِ خلیل کا گُلِ زیبا کہوں تجھے

اللہ رے تیرے جسم منور کی تابشیں

اے جانِ جاں میں جانِ تجلّا کہوں تجھے

مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا

یعنی شفیعِ روزِ جزا کا کہوں تجھے

کہہ لے گی سب کچھ ان کے ثنا خواں کی خامشی

چپ ہو رہا ہے کہہ کے میں کیا کیا کہوں تجھے

لیکن رضاؔ نے ختم سخن اس پہ کر دیا

خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

(۲۰) آپ اپنی نعت ''مژدہ باداے عاصیو! شافع شہِ ابرار ہے'' میں عرض کرتے ہیں۔

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدے کریں

بارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہے

جن کو سوئے آسماں پھیلا کے جل تھل بھر دیے

صدقہ اُن ہاتھوں کا پیارے ہم کو بھی درکار ہے

(۲۱) آپ اپنی نعت ''عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسماں ہے'' میں عرض کرتے ہیں۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہاں کی جان ہے تو جہان ہے

گود میں عالم شباب حال شباب کچھ نہ پوچھ

گلبن باغ نور کی اور ہی کچھ اٹھان ہے

(۲۲) آپ اپنی نعت ''نہ عرش ایمن نہ انی ذاھب میں مہمانی ہے'' میں عرض کرتے ہیں۔

شہا کیا ذات تیری حق نُما ہے فردِ امکاں میں

کہ تجھ سے کوئی اوّل ہے نہ تیرا کوئی ثانی ہے

یہ اکثر ساتھ ان کے شانہ و مسواک کا رہنا

بتاتا ہے کہ دل ریشوں پہ زائد مہربانی ہے

(۲۳) آپ نعت ''دشمن احمد پہ شدت کیجئے'' میں عرض کرتے ہیں۔

دشمن احمد پہ شدت کیجئے ملحدوں کی کیا مروت کیجئے
ذکر ان کا چھیڑیئے ہر بات میں چھیڑنا شیطان کی عادت کیجئے
مثل فارس زلزے ہوں نجد میں ذکر آیات ولادت کیجئے
کیجئے چرچا انہیں کا صبح و شام جانِ کافر پہ قیامت کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے
ظالمو محبوب کا حق تھا یہی عشق کے بدلے عداوت کیجئے
والضحیٰ ، حجرات، الم نشرح سے پھر مومنو اتمام حجت کیجئے

(۲۴) آپ حاضری بارگاہ بہیں جاہ (وصل اول رنگ علمی) میں عرض کرتے ہیں۔

ماہ مدینہ ﷺ اپنی تجلی عطا کرے یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دوپہر کی ہے
من زار تربتی وجبت لہ شفاعتی ان پر درود جن سے نوید ان بشر کی ہے
اس کی طفیل حج بھی خدا نے کرا دیے اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے
کعبہ بھی ہے انہیں کی تجلی کا ایک ظل روشن انہیں کے عکس سے پتلی حجر کی ہے
شر خیر، شور سور، شرر دور، نار نور بشریٰ کہ بارگاہ یہ خیر البشر کی ہے
بد ہیں مگر انہیں کے ہیں باغی نہیں ہم نجدی نہ آئے اس کو یہ منزل خطر کی ہے
حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے
شکل بشر میں نور الٰہی اگر نہ ہو کیا قدر اس خمیرہ ماؤ مدر کی ہے
نور الٰہ کیا ہے محبت حبیب کی جس دل میں یہ نہ ہو وہ جا خوک و خر کی ہے
ذکر خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو واللہ ذکر حق نہیں کنجی سقر کی ہے

ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میرے نخل — اس گل کی یاد میں یہ صدا ابوالبشر کی ہے
جن وبشر سلام کو حاضر ہیں السلام — یہ بارگاہ مالک جن و بشر کی ہے
شمس وقمر سلام کو حاضر ہیں السلام — خوبی انہیں کی جوت سے شمش وقمر کی ہے
سب خشک وتر سلام کو حاضر ہیں السلام — یہ جلوہ گاہ مالک ہر خشک وتر کی ہے
سب کروّ فر سلام کو حاضر ہیں السلام — ٹوپی یہیں تو خاک پہ ہر کرّ وفر کی ہے
ان پر کتاب اتری بَیَانًا لِکُلِّ شَیْءٍ — تفصیل جس میں مَاعَبَرُ وَمَاغَبَرُ کی ہے

آگے حاضر درگاہ ابدی پناہ وصل دوم رنگ عشقی میں عرض کرتے ہیں۔

ہاں ہاں رہ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ — او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم وسر کی ہے
اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاک پاک — حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے
محبوب رب عرش ہے اس سبز قبہ میں — پہلو میں جلوہ گاہ عتیق و عمر کی ہے
ستر ہزار صبح ہیں ستر ہزار شام — یوں بندگی زلف و رخ آٹھوں پہر کی ہے
جو ایک بار آئے دوبارہ نہ آئیں گے — رخصت ہی بارگاہ سے بس اس قدر کی ہے
معصوموں کو ہے عمر میں صرف ایک بار بار — عاصی پڑے رہیں تو صلا عمر بھر کی ہے
طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند — سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے
عاصی بھی ہیں چہیتے یہ طیبہ ہے زاہدو — مکہ نہیں کہ جانچ جہاں خیر و شر کی ہے
عنبر زمیں عبیر ہوا مشک تر غبار — ادنٰی سی یہ شناخت تری رہ گزر کی ہے
مانگیں گے مانگے جائیں گے منھ مانگی پائیں گے — سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے
اف بے حیائیاں کہ یہ منھ اور ترے حضور — ہاں تو کریم ہے تری خو درگذر کی ہے
تجھ سے چھپاؤں منھ تو کروں کس کے سامنے — کیا اور بھی کسی سے توقع نظر کی ہے
لب وا ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں — کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے

گھیرا اندھیریوں نے دہائی ہے چاند کی　　تنہا ہوں کالی رات ہے منزل خطر کی ہے

منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی　　دوری قبول وعرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

(۲۵) مِعراج نظم نذر گدا بحضور سُلطان الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء میں عرض کرتے ہیں۔

تجلی حق کا سہرا سر پر صلوٰۃ وتسلیم کی نچھاور
دورویہ قدسی پرے جما کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے

جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

یہ جوشش نور کا اثر تھا کہ آب گوہر کمر کمر تھا
صفائے رہ سے پھسل پھسل کر ستارے قدموں پہ لوٹتے تھے

ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھلملائیں
حضور خورشید کیا چمکتے چراغ موںھ اپنا دیکھتے تھے

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

خرد سے کہدو کہ سر جھکالے گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

ادھر سے تھیں نذر شہ نمازیں ادھر سے انعام خسروی میں
سلام ورحمت کے ہار گندھ کر گلوئے پرنور میں پڑے تھے

وہ برج بطحا کا ماہ پارہ بہشت کی سیر کو سدھارا
چمک پہ تھا خُلد کا ستارا کہ اس قمر کے قدم گئے تھے

(۲۶) اور حدائق بخشش حصہ اول کے آخر میں رباعیات میں عرض کرتے ہیں۔

اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

یہ شہ کی تواضع کا تقاضا ہی نہیں
تصویر کھچے ان کو گوارا ہی نہیں

معنی ہیں یہ مانی کہ کرم کیا مانے
کھچنا تو یہاں کسی سے ٹھہرا ہی نہیں

(۲۷) حدائق بخشش حصہ دوم کی دوسری نعت ایک طویل قصیدہ نور ہے اس میں عرض کرتے ہیں۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زُجاجہ نور کا
تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا

یہ کتاب کن میں آیا طرفہ آیہ نور کا
غیر قائل کچھ نہ سمجھا کوئی معنے نور کا

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

قبر انور کہیئے یا قصر معلے نور کا
چرخ اطلس یا کوئی سادہ سا قبہ نور کا

یہ جو مہر و مہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پہ کھلونا نور کا

(۲۸) بارگاہ نبی کریم ﷺ میں درود و سلام "کعبے کے بدر الدجےٰ تم پر کروڑوں درود" میں عرض کرتے ہیں۔

کعبے کے بدر الدجےٰ تم پر کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

جان و دل اصفیا تم پہ کروڑوں درود
آب و گل انبیاء تم پہ کروڑوں درود

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب
نام ہوا مصطفےٰ تم پہ کروڑوں درود

وہ شب معراج راج وہ صف محشر کا تاج
کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروڑوں درود

تم سے کھلا باب جود تم سے ہے سب کا وجود
تم سے ہے سب کی بقا تم پہ کروڑوں درود

تم ہو شہید و بصیر اور میں گنہ پر دلیر
کھول دو چشم حیا تم پہ کروڑوں درود

تم سے خدا کا ظہور اس سے تمہارا ظہور
لم ہے یہ وہ ان ھو تم پہ کروڑوں درود

بے ہنر و بے تمیز کس کو ہوئے ہیں عزیز
ایک تمہارے سوا تم پہ کروڑوں درود

آس ہے کوئی نہ پاس اک تمہاری ہے آس
بس ہے یہی آسرا تم پہ کروڑوں درود

خلق تمہاری جمیل خلق تمہارا جلیل
خلق تمہاری گدا تم پہ کروڑوں درود

تم سے جہاں کا نظام تم پہ کروڑوں سلام
تم پہ کروڑوں ثناء تم پہ کروڑوں درود

خلق کے حاکم ہو تم، رزق کے قاسم ہو تم
تم سے ملا جو ملا تم پہ کروڑوں درود

نافع و دافع ہو تم، شافع و رافع ہو تم
تم سے بس افزوں خدا تم پہ کروڑوں درود

شافی و نافی ہو تم، کافی و وافی ہو تم
درد کو کر کر دو دوا تم پہ کروڑوں درود

جائیں نہ جب تک غلام خلد ہے سب پر حرام
ملک تو ہے آپ کا تم پہ کروڑوں درود

اک طرف اعدائے دیں ایک طرف حاسدیں
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروڑوں درود

کیوں کہوں بیکس ہوں میں، کیوں کہوں بے بس ہوں میں
تم ہو، میں تم پر فدا تم پہ کروڑوں درود

گردد عدو کو تباہ، حاسدوں کو رو براہ
اہل ولا کا بھلا تم پہ کروڑوں درود

ہم نے خطا میں نہ کی، تم نے عطا میں نہ کی — کوئی کمی سرورا تم پہ کروڑوں درود
آنکھ عطا کیجیے اس میں ضیاء دیجیے — جلوہ قریب آگیا تم پہ کروڑوں درود
کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے — ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کروڑوں درود

(۲۹) آپ کا مشہور سلام "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" اس میں آپ نے آپ ﷺ کی صورت و سیرت پر طویل ہدیہ سلام پیش کیا۔ یہ پورا سلام ہی ہماری دلیل ہے۔ چند اشعار پیش کرتا ہوں۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود — نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام
نورِ عینِ لطافت پہ الطف درود — زیب و زینِ نظافت پہ لاکھوں سلام
صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر — نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام
جس کے زیرِ لواء آدم و من سوا — اس سزائے سیادت پہ لاکھوں سلام
عرش تا فرش ہے جس کے زیرِ نگیں — اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام
ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود — ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام
فرحتِ جانِ مومن پہ بے حد درود — غیظِ قلبِ ضلالت پہ لاکھوں سلام
دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان — کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا — اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا — اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام
جن کے آگے چراغِ قمر جھلملائے — ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام
جس سے تاریک دل جگمگانے لگے — اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

چاند سے مونھ پہ تاباں درخشاں درود | نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

خط کی گردِ دہن وہ دل آرا پھبن | سبزۂ نہرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ریش خوش معتدل مرہمِ ریشِ دل | ہالہ ماہِ ندرت پہ لاکھوں سلام

پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں | اُن لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا | چشمہ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

جس سے کھاری کنوئیں شیرۂ جاں بنے | اُس زلالِ حلاوت پہ لاکھوں سلام

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں | اُس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

اُسکی پیاری فصاحت پہ بے حد درود | اُس کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام

وہ دعا جس کا جوبن بہارِ قبول | اُس نسیمِ اجابت پہ لاکھوں سلام

جسکے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے | اُن ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام

جس کے ہر خط میں ہے موجِ نورِ کرم | اُس کفِ بحرِ ہمت پہ لاکھوں سلام

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں | اُنگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

کُل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا | اُس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

کھائی قرآن نے خاکِ گزر کی قسم | اُس کفِ پا کی حُرمت پہ لاکھوں سلام

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند | اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

بھائیوں کے لئے ترکِ پستان کریں | دودھ پیتوں کی نصفت پہ لاکھوں سلام

اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن | اُس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

جس کے گھیرے میں ہیں انبیاء وملک | اُس جہانگیر بعثت پہ لاکھوں سلام

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی | آنکھوں والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

اُس بتول جگر پارۂ مصطفیٰ　　حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ　　جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

اہلِ اسلام کی مادرانِ شفیق　　بانوان طہارت پہ لاکھوں سلام

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں　　شاہ کی ساری اُمت پہ لاکھوں سلام

کاش محشر میں جب اُن کی آمد ہو اور　　بھیجیں سب اُنکی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ　　مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

(۳۰) آپ اپنی مشہور و معروف نعت ''زمین و زمان تمہارے لیئے'' میں عرض کرتے ہیں۔

زمین و زمان تمہارے لئے　　مکین و مکان تمہارے لئے

چنین و چنان تمہارے لئے　　بنے دو جہاں تمہارے لئے

دہن میں زباں تمہارے لئے　　بدن میں ہے جاں تمہارے لئے

اصالتِ کل، امامتِ کل　　سیادتِ کل، امارت کل

حکومتِ کُل، ولایت کُل　　خدا کے یہاں تمہارے لئے

تمھاری چمک تمھاری دمک　　تمھاری جھلک تمھاری مہک

زمین و فلک سماک و سمک　　میں سکہ نشاں تمہارے لئے

یہ شمس و قمر یہ شام و سحر　　یہ برگ و شجر یہ باغ و ثمر

یہ تیغ و سپر یہ تاج و کمر　　یہ حکم رواں تمہارے لئے

خلیل و نجی مسیح و صفی　　سبھی سے کہی کہیں بھی بنی

یہ بے خبری کہ خلق پھری　　کہاں سے کہاں تمہارے لئے

اشارے سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب و تواں تمہارے لئے

(۳۱) اپنی نعت ''نظر اک چمن سے دوچار ہے'' میں عرض کرتے ہیں۔

وہ نہ تھا تو باغ میں کچھ نہ تھا وہ نہ ہو تو باغ ہو سب فنا
وہ ہے جان، جان سے ہے بقا، وہی بن ہے، بن سے ہی بار ہے
وہی آنکھ ان کا جو مونھ تکے، وہی لب کہ محو ہوں نعت کے
وہی سر جو ان کے لئے جھکے، وہی دل جو ان پہ نثار ہے
وہ اٹھیں چمک کے تجلیاں کہ مٹا دیں سب کی تعلیاں
دل و جاں کو بخشیں تسلیاں ترا نور بار دو حار ہے۔
رسل و ملک پہ درود ہو وہی جانے اُن کے شمار کو
مگر ایک ایسا دکھا تو دو جو شفیع روز شمار ہے
نہ حجاب چرخ و مسیح پر نہ کلیم و طور نہاں مگر
جو گیا ہے عرش سے بھی ادھر وہ عرب کا ناقہ سوار ہے
تیرے دین پاک کی وہ ضیاء کی چمک اٹھی رہِ اِصطِفاء
جو نہ مانے آپ سقر گیا کہیں نور ہے کہیں نار ہے
وہ جسے وہابیہ نے لقب شہید و ذبیح کا
وہ شہید لیلیٰ نجد تھا وہ ذبیح تیغ خیار ہے
یہ ہے دیں کی تقویت اُس کے گھر یہ ہے مستقیم صراط شر
جو شقی کے دل میں ہے گاؤ خر تو زباں پہ چوہڑا چمار ہے

وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر ترے دل میں کس سے بخار ہے
وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں خار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

(۲۳) آگے 'غزل قطع بند' میں لکھتے ہیں۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے	مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد اُن کی حیات	مثل سابق وہی جسمانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ ان کا	جسم پر نور بھی روحانی ہے
اوروں کی روح ہو کتنی ہی لطیف	ان کے اجسام کی کب ثانی ہے
اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح	اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
یہ ہیں حی ابدی ان کو رضا	صدقِ وعدہ کی قضا مانی ہے

المختصر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اپنے کلام میں بشریت اور اس کے لوازمات اور حضور نبی کریم ﷺ کی بشریت، لوازم بشریت، بشریت میں نورانیت کی جلوہ نمائی کا بھرپور اظہار فرمایا ہے۔ اولاد آدم ہونا، آپ کا وفات پانا، خاک میں مدفون ہونا، مزار پر انوار ہونا، امت کے لئے زار و قطار رونا، آپ کا پیدا ہونا، آپ کا اپنی پیدائش اور صفات میں بے مثل ہونا، زمین کا عرش پر ناز کرنا کیونکہ اس میں آپ کا مزار پُر انوار ہے۔ آپ کے اعضائے جسمانی ہونا۔ آپ کا عبد خاص ہونا، آپ کو معراج جسمانی ہونا، آپ کا خیر البشر ہونا، آپ کے میلاد کی خوشی کرنا، قبر انور میں حیات جسمانی برزخی و روحانی برزخی ہونا، خالق کا بندہ خلق کا آقا ہونا، بالوں میں کنگھی

کرنا، مسواک کرنا، ان سا نہیں انسان وہ انسان ہونا، کل جہاں اُن کی ملک اور جو کی روٹی ان کی غذا ہونا، آپ کی ازواج مطہرات کا اہل اسلام کی ماں ہونا، آپ کی اولاد ہونا، انبیاء کو اجل آنا لیکن اپنی قبروں میں زندہ ہونا، آپ کا جامع المعجزات ہونا، دنیا میں اور روز حشر شفاعت سے متصف ہونا، بچپن، لڑکپن، جوانی، ادھیڑ عمر اور بڑھاپے کے مراحل طے کرنا، میں آپ کی بے مثل بشریت کا اظہار ہے۔

اور ان کے ساتھ ساتھ نور عین لطافت، جن کے آگے چراغ قمر جھلملائے، چاند سا مونھ، ہر خط میں موجِ نور، چاند دو ٹکڑے کرنا، سورج کو واپس کرنا، جسم پر نور ہونا، بدرالدجےٰ ہونا، شمس الضحیٰ ہونا، قبر انور کہیئے یا قصر معلےٰ نور کا، قبہ نور کا، شکل بشر میں نور الٰہی، گلبنِ باغ نور، جسمِ منور کی تابشیں، نور اوّل کا جلوہ میں آپ کی نورانیت کا اظہار ہے۔

نوٹ:۔ اپنی وارفتگی میں جہاں میں اپنے موضوع سے ہٹ گیا ہوں میں اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خاں برکاتی (رحمۃ اللہ علیہ): آپ اپنی تصنیف ''سنی بہشتی زیور'' (فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور) کے حصہ اوّل میں ''نبوت کا بیان'' کے تحت لکھتے ہیں۔

عقیدہ ۱۷: اللہ عزوجل نے اپنے خاص فضل وکرم سے بندوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے جن بندوں کو اپنا پیغام پہنچانے کے لئے مبعوث فرمایا اور بھیجا انہیں نبی کہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں۔ جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔

عقیدہ ۱۹: اللہ کے نبی تمام مخلوقِ الٰہی سے افضل واعلیٰ اور برتر وبالا ہوتے ہیں۔ فرشتوں میں بھی کوئی ان کا ہم مرتبہ نہیں۔ بڑے سے بڑا ولی، ان کے برابر نہیں ہوسکتا۔

عقیدہ ۲۰: نبی صرف انسانوں میں سے ہوتے ہیں اور ان میں بھی یہ مرتبہ صرف مرد کے لئے ہے۔ نہ کوئی جن نبی ہوا اور نہ ہی یہ مرتبہ کسی عورت کو ملا۔

حضرت علامہ مفتی سیّد شجاعت علی قادریؒ: آپ اپنی تصنیف ''عقائد واعمال'' (ضیاء القرآن لاہور) کے صفحہ نمبر ۸ میں ''عقائد متعلقہ نبوت'' کے تحت لکھتے ہیں۔

''نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو۔ رسول بشر ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ملائکہ میں بھی رسول ہیں۔ انبیاء سب بشر تھے اور

مرد۔ نہ کبھی کوئی جن نبی ہوا اور نہ کوئی عورت۔"

شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفٰی اعظمیؒ: آپ اپنی کتاب "مسلمانوں کے عقیدے" (مسلم کتابوی لاہور) کے صفحہ نمبر ۶ میں عقیدہ ۲۔ "نبی ورسول ﷺ پر ایمان" کے تحت لکھتے ہیں۔

"چونکہ بندے نہ اللہ کو دیکھ سکتے ہیں۔ نہ اس کا کوئی حکم اور پیغام خود بخود سن سکتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت اور ان کو اچھا راستہ بتانے کے لئے کچھ انسانوں کو وحی کے ذریعے اپنا پیغام دے کر بندوں کے پاس بھیجتا ہے تاکہ اس کے ذریعے لوگ اللہ تعالیٰ کے حکموں اور پیغاموں کو سن کر اور سمجھ کر عمل کریں۔ انہی انسانوں کو "نبی" کہتے ہیں اور اگر ان پر کوئی کتاب بھی اتری ہو تو یہ "رسول" کہلاتے ہیں۔ ہر نبی اور رسول پر وحی یعنی خدا کا پیغام اترتا ہے۔ جس کو یہ حضرات خدا کے بندوں تک پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سب نبی انسان اور مرد تھے۔ نہ کوئی جن نبی ہوا نہ کوئی عورت۔ ہاں البتہ فرشتوں میں سے بھی کچھ رسول ہوئے ہیں۔"

فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدیؒ: آپ اپنی تصنیف "اسلامی تعلیم" (مسلم کتابوی لاہور) کے حصہ چہارم میں "نبی" کے عنوان کے تحت صفحہ نمبر ۱۹۱ لکھتے ہیں۔

س:۔ بشر کے معنی کیا ہیں؟

ج:۔ بشر کے معنی ہیں انسان۔ یعنی نبی انسان ہوتا ہے جن اور فرشتہ نہیں ہوتا۔

س:۔ کیا نبی کو اپنے مثل بشر کہنا جائز ہے؟

ج:۔ نبی کو اپنے مثل بشر کہنا ان کی شان گھٹانا ہے اسی لئے انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو ان کے زمانے کے کفار اپنے مثل بشر کہا کرتے تھے جیسا کہ پارہ ۱۲ رکوع ۳ میں ہے ''فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا '' یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافروں نے کہا کہ ہم تمہیں اپنے ہی مثل بشر سمجھتے ہیں۔ اور پارہ ۱۳ رکوع ۱۴ میں ہے ''قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ''۔ یعنی کافروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم ہمارے ہی مثل بشر ہو۔ اور پارہ ۱۹ رکوع ۱۲ میں ہے۔ ''مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا''۔ یعنی کافروں نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا کہ تم ہمارے ہی مثل بشر ہو۔ اور پارہ ۱۹ رکوع ۱۴ میں ہے۔ ''مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا''۔ یعنی کافروں نے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا کہ تم ہمارے ہی مثل بشر ہو۔ لہٰذا نبی کو اپنے مثل کہنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

اور اسی ''اسلامی تعلیم'' کے حصہ سوم میں ''انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام'' کے عنوان کے تحت صفحہ نمبر ۱۱۶ میں لکھتے ہیں۔

س:۔ کیا جن اور فرشتوں میں بھی نبی ہوتے ہیں؟

ج:۔ نہیں۔ نبی صرف انسانوں میں سے ہوتے ہیں اور مرد نبی ہوتا ہے۔ عورت نبی نہیں ہوتی۔

مفسر قرآن حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ: آپ اپنی مشہور تفسیر ''ضیاء القرآن'' کی جلد سوم صفحہ نمبر ۱۵۴ میں ''زیر آیت ''وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا'' (اور نہیں رسول بنا کر بھیجا ہم نے (اے حبیب) آپ سے پہلے مگر

مردوں کو) فرماتے ہیں۔

''کفار کے اس شبہ کا ازالہ کیا جا رہا ہے کہ آپ بشر ہیں اس لئے نبی کیسے ہو سکتے ہیں؟ فرمایا: ہماری سنت ہی یہی ہے۔ آج تک بنی نوع انسان کی طرف جتنے انبیاء بھیجے گئے وہ انہی کے ہم جنس تھے کیونکہ افہام و تفہیم کا مقصد اسی طرح پورا ہو سکتا ہے۔ اگر نبی فرشتہ ہوتا تو اس کے آنے کی دو صورتیں تھیں۔ اگر وہ اپنی ملکوتی شکل میں آتا تو تم اس کی ہیبت سے دم توڑ دیتے اور اگر انسانی صورت میں آتا تو پھر تم وہی اعتراض کرتے کہ یہ ہماری طرح بشر ہے۔ تمہیں کون سمجھاتا کہ یہ بشر نہیں فرشتہ ہے۔ اس لئے سنت الٰہی یہی ہے کہ انسانوں کی ہدایت کے لئے کسی انسان کو ہی نبی بنا کر مبعوث فرمایا جاتا ہے۔

اور اسی جلد سوم صفحہ نمبر ۵۷ میں زیر آیت ''قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ'' مِّثْلُكُمْ ''(اے پیکر رعنائی و زیبائی!) آپ فرمایئے کہ میں بشر ہی ہوں تمہاری طرح) فرماتے ہیں۔

بعض طبیعتیں اتنی غلط اندیش اور ان کی عقلیں اتنی اوندھی ہوتی ہیں کہ جہاں کہیں کمال کی ذرا سی جھلک دیکھی۔ اسے اپنا معبود اور خدا بنالیا اور اس کے سامنے سربسجود ہو گئے۔ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو فقط اس لئے خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا کہ انہیں توراۃ نوک برزبان تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چند معجزات دکھائے تو لوگوں نے انہیں کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ اس غلط فہمی کا سد باب کرنے کے لئے ہر نبی نے جہاں اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی اور اس کے صداقت ثابت کرنے کے لئے اپنے خداداد کمال کا اظہار فرمایا وہاں کھلے اور واضح

انداز میں یہ تصریح بھی کردی کہ وہ بایں ہمہ کمال وخوبی خدا نہیں بلکہ خدا کے بندے ہیں۔ خالق نہیں بلکہ مخلوق ہیں۔ معبود نہیں بلکہ عابد ہیں۔ جب جزوی کمالات سے ایسی غلط فہمیاں پیدا ہوں جن کی گرفت میں آج بھی بے شمار لوگ پھڑک رہے ہیں تو وہ ذات اقدس جو جمال وکمال کا مظہر اتم بنائی گئی اس کے متعلق طرح طرح کی غلط فہمیوں کا پیدا ہونا بعید از قیاس نہ تھا۔ اس لئے ضروری ہوا کہ اس غلط فہمی کے سارے امکانات ختم کردیئے جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو تمام کمالات سے علی وجہ الاتم متصف کرنے کے باوجود اس آیت میں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا۔

قُلْ اِنَّمَآاَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ

علمائے سلف نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اظہار تواضع کے لئے یہ اعلان کرنے کا حکم دیا گیا تا کہ اس فتنے کو روز اول سے ہی ختم کردیا جائے۔

آگے صفحہ نمبر ۵۹ میں فرماتے ہیں۔

''اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور ﷺ صفت بشریت سے متصف ہیں اور حضور ﷺ کی بشریت کا مطلقاً انکار غلط، سرتاپا غلط ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ حضور ﷺ کو بشر کہنا درست ہے یا نہیں۔ جملہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کی تعظیم وتکریم فرض عین ہے اور ادنےٰ سی بے ادبی سے ایمان سلب ہوجاتا ہے اور اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے وتعزروہ وتوقروہ اب دیکھنا یہ ہے کہ بشر کہنے میں تعظیم ہے یا تنقیص ادب واحترام ہے یا سوء ادبی۔

پہلی صورت میں بشر کہنا جائز ہوگا اور دوسری صورت میں ناجائز۔ مہر سپہر علم وعرفان حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے اس عقدہ کا جو حل پیش کیا ہے

اس کے مطالعہ کے بعد کوئی اشتباہ نہیں رہتا۔آپ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ بشر مفہوماً اور مصداقاً متضمن بکمال ہے کیونکہ آدم علیہ السلام کو بشر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا۔ارشادِ باری ہے،۔

مامنعک ان لا تسجد لما خلقت بیدی

(اے ابلیس جس کو میں نے اپنے دنوں ہاتھوں سے پیدا کیا اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کسی نے روکا)

کیونکہ اس پیکر خاکی کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ لگنے کی عزت نصیب ہوئی۔اس لیئے اسے بشر کہا گیا ہے۔اس خاک کے پتلے کی اس سے بڑھ کر عزت افزائی کیا ہو سکتی ہے نیز یہی بشر ہے جو آپ کے الفاظ میں کمال استجلاء کے لئے مظہر بنایا گیا ہے اور ملائکہ بوجہ نقص مظہریت کمال سے محروم ٹھہرے۔یہ دونوں چیزیں اگر ذہن نشین ہوں تو بشر کہنا عین تعظیم وتکریم ہے (مگر چونکہ اس کمال تک ہر کس وناکس سوائے اہل تحقیق واہل عرفان رسائی نہیں رکھتا لہٰذا اطلاق لفظ بشر میں خواص بلکہ اخص الخواص کا حکم عوام سے علیحدہ ہے۔خواص کے لئے جائز اور عوام کے لئے بغیر زیادت لفظ دال بر تعظیم ناجائز ہے۔ (فتاوی مہریہ ص۱۰ مطبوعہ ۱۹۶۲)

حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمیؒ: آپ اپنے رسائل کے مجموعہ مقالات کاظمی حصہ اول میں اپنے رسالہ ''میلاد النبی ﷺ'' کے صفحہ نمبر ۲۹ میں ''نورانیت اور احوال بشریہ کا ظہور'' کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں۔

''اقول! وباللہ التوفیق! جو بشریت عیوب ونقائص بشریت سے پاک ہو اسکا بشر ہونا

نورانیت کے منافی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو نور سے مخلوق فرما کر مقدس اور پاکیزہ بشریت کے لباس میں مبعوث فرمایا۔ شق صدر ہونا بشریت مطہرہ کی دلیل ہے اور باوجود سینہ اقدس چاک ہونے کے خون نہ نکلنا نورانیت کی دلیل ہے۔

فلم یکن الشق بالة و لم یسل الدم ط

ترجمہ:۔ شق صدر کسی آلہ سے نہیں تھا نہ اس شگاف سے خون بہا (روح البیان جلد۵ ص۱۰۶)۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلقت نور سے ہے اور بشریت ایک لباس ہے اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جب چاہے اپنی حکمت کے مطابق بشری احوال کو نورانیت پر غالب کر دے اور جب چاہے نورانیت کو احوال بشریت پر غلبہ دے دے اور بشریت نہ ہوتی تو ''شق'' کیسے ہوتا اور نورانیت نہ ہوتی تو آلہ بھی درکار ہوتا اور خون بھی ضرور بہتا۔

جب کبھی خون بہا (جیسے غزوہ احد میں) تو وہاں احوال بشریت کا غلبہ تھا اور جب خون نہ بہا (جیسے لیلۃ المعراج شق صدر میں) تو وہاں نورانیت غالب تھی''۔

شارح بخاری شریف حضرت علامہ سید محمود احمد رضویؒ:۔ آپ اپنی تصنیف ''علم غیب رسول ﷺ'' کے صفحہ نمبر ۳۱ میں فرماتے ہیں۔

''اس میں شک نہیں نبی علیہ السلام کے بشر ہونے کا انکار کرنا اور آپ کو خدا کی ذات و صفات میں شریک کر دینا یا آپ کو خدائی اوصاف جیسے کہ اس کی شایان شان ہیں متصف کر دینا عقلمندی نہیں بلکہ گمراہی ہے و بے دینی ہے اہلسنت و جماعت

پر (جنہیں آجکل بریلوی کہا جاتا ہے) یہ الزام لگاتے ہیں کہ یہ نبی علیہ السلام کے بشر ہونے کے منکر ہیں۔ حالانکہ یہ افتراء محض اور جھوٹ ہے۔ اہلسنت نبی علیہ السلام کی بشریت کے ہرگز ہرگز منکر نہیں ہیں۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ آپ بشر تو ہیں مگر ایسے بشر جن پر وحی آتی ہے اور جنہیں اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہے۔ آپ کی بشریت فرشتوں کی نورانیت سے بھی اکمل و اجمل ہے۔ آپ سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمتہ اللعالمین، آمر، ناہی اور شارع ہیں۔ آپ نبیوں کے امام اور رسولوں کے خطیب ہیں۔ بلا شبہ آپ بشر ہیں مگر کیسے؟ آپ کی زبان منشاء خداوندی کی ترجمان، آپ کی اطاعت، اطاعت یزداں۔ آپ کی بیعت، بیعت رحمان۔ آپ سے محبت و عقیدت ایمان بلکہ ایمان کی جان۔ کیا اس شان کا عالم امکان میں کوئی بشر ہے؟ کیا وہ بشر جس پر وحی آئے وہ بشر جو وحی الٰہی سے محروم ہو بشریت اور عوارض بشریت میں برابر ہو سکتے ہیں؟ بعد از خدا بزرگ صرف حضور کی شان ہے یا ہر بشر کی؟ نیز قرآن نے کہیں بھی حضور اقدس ﷺ کو محض بشر کی حیثیت سے نہیں پیش کیا۔ جب بھی حضور کی بشریت کو بیان کیا اس کے ساتھ تمام انسانوں سے ممتاز کرنیکے لئے رسول کا لفظ استعمال کیا۔ اس لئے اہلسنت کا موءقف یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کو محض بشر کہنا اور آپکو عام انسانوں کی سطح پر لے آنا شدید قسم کی گمراہی و بے دینی بلکہ تمام برائیوں کی جڑ ہے''۔ آگے قرآنی آیات اور احادیث سے اس کے دلائل دیئے ہیں۔

حکیم الامت شارح مشکوۃ مفسر قرآن حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمیؒ:

آپ اپنی مشہور و معروف تصنیف ''جاء الحق'' میں ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بشر یا بھائی کہنے کی بحث'' کے تحت ''مسئلہ بشریت پر اعتراضات کے بیان میں'' میں جو اعتراضات اور جوابات دیئے ہیں ان میں سے چند بیان کرتا ہوں۔ ان سے پہلے آپ نے شروع میں جو عقیدہ بیان کیا ہے۔ وہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

عقیدہ:- نبی وہ انسان مرد ہیں جن کو اللہ نے احکام شرعیہ کی تبلیغ کے لئے بھیجا (شرح عقائد) لہٰذا نبی تو نہ غیر انسان ہو اور نہ عورت۔ قرآن فرماتا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ اور ہم نے آپ سے پہلے نہ بھیجا مگر ان مردوں کو جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔

معلوم ہوا کہ جن، فرشتہ، عورت وغیرہ نبی نہیں ہو سکتے

اعتراض:- حضور علیہ السلام اولاد آدم ہیں ہماری طرح کھاتے پیتے سوتے جاگتے اور زندگی گزارتے ہیں۔ بیمار ہوتے ہیں۔ موت آتی ہے۔ اتنی باتوں میں شرکت ہوتے ہوئے اُن کو بشر یا اپنا بھائی کیوں نہ کہا جائے؟

جواب:- اس کا فیصلہ مثنوی میں خوب فرمادیا ہے۔

گفت اینک مابشر ایشان بشر　　ماو ایشاں بستۂ خو ابیم و خور
ایں نہ دانستند ایشاں ازعمٰی　　ہشت فرقے درمیاں بے انتہا
ہر دو یک گل می خورد زنبور و نحل　　زاں یکے شد نیش زاں دیگر عسل
ہر دو گوں آہو گیاہ خورد و آب　　زاں یکے سرگیں شد وزاں مشک ناب

ایں خود ر گردد پلیدی زاں جدا   واں خورد گردد ہمہ نور خدا

کفار نے کہا کہ ہم اور پیغمبر بشر ہیں کیونکہ ہم اور وہ دونوں کھانے سونے میں وابستہ ہیں۔ اندھوں نے یہ نہ جانا کہ انجام میں بہت بڑا فرق ہے۔ بھڑ اور شہد کی مکھی ایک ہی پھول چوستی ہے مگر اس سے زہر اور اس سے شہد بنتا ہے۔ دونوں ہرن ایک ہی دانہ پانی کھاتے پیتے ہیں اور ایک سے پاخانہ دوسرے سے مُشک بنتا ہے۔ یہ جو کھاتا ہے اس سے پلیدی بنتی ہے نبی کے کھانے سے نور خدا بنتا ہے۔

یہ سوال تو ایسا ہے جیسے کوئی کہے میری کتاب اور قرآن یکساں ہیں کیونکہ یہ دونوں ایک ہی روشنائی سے ایک کاغذ پر ایک ہی قلم سے لکھی گئیں۔ ایک ہی قسم کے حروف تہجی سے دونوں بنیں۔ ایک ہی پریس میں چھپیں۔ ایک ہی جلد ساز نے جلد باندھی۔ ایک ہی الماری میں رکھی گئیں پھر ان میں فرق ہی کیا ہے؟ مگر کوئی بیوقوف بھی نہیں کہے گا کہ ان ظاہری باتوں سے ہماری کتاب قرآن کی طرح ہوگئی تو ہم صاحب قرآن کی مثل کس طرح ہو سکتے ہیں؟ یہ نہ دیکھنا کہ حضور کا کلمہ پڑھا جاتا ہے ان کو معراج ہوئی۔ ان کو نماز میں سلام کرتے ہیں ان پر درود بھیجتے ہیں۔ تمام انبیاء و اولیاء ان کے خدام بارگاہ ہیں۔ یہ اوصاف ماوشما تو کیا ملائکہ کو بھی نہ ملے۔

مُحَمَّد" بَشَر" لَا کَالْبَشَرُ   یَا قُوت" حَجَرٌ لَا کَالْحَجَرُ

حضور علیہ السلام بشر ہیں عام بشر نہیں   یاقوت پتھر ہے مگر عام پتھر نہیں۔

اعتراض:۔ اگر حضور کو بشر کہنا حرام ہے تو چاہئے کہ انسان یا عبد کہنا بھی حرام ہو کہ ان سب کے معنٰی قریب قریب ہیں پھر تم کلمہ میں عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کیوں کہتے ہو؟

جواب:- یہ ہے کہ لفظ بشر کفار بہ نیت اہانت کہتے تھے اور نبی کو رب کریم نے انسان یا عبد بطور تعظیم فرمایا۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ اور اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلاً لہٰذا یہ الفاظ تعظماً کہنا جائز اور بشر کہنا حرام ہے جیسے راعنا اور انظرنا ہم معنے ہیں مگر راعنا کہنا حرام ہے کہ یہ طریقہ کفار ہے۔

ڈاکٹر محمد اقبال نے کیا خوب فرمایا۔

عبد دیگر عبدہ چیزے دیگر   او سراپا انتظار ایں منتظر

حضور کی عبدیت سے رب کی شان ظاہر ہوتی ہے اور رب کی عظمت سے ہماری عبدیت چمکی۔

وزیر بھی شاہی خادم ہے اور سپاہی بھی۔ مگر وزیر سے بادشاہ کی شان کا ظہور اور شاہی نوکری سے سپاہی کی عزت

اعتراض:- شمائل ترمذی میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ فرماتی ہیں کان بشر من البشر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بشروں میں سے ایک بشر تھے۔ اسی طرح جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت سے مشرف فرمانا چاہا تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں آپ کا بھائی ہوں۔ کیا میری دختر آپ کو حلال ہے۔ دیکھو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بشر کہا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھائی بتایا۔

جواب:- بشر یا بھائی کہہ کر پکارنا یا محاورہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ کہنا حرام ہے۔ عقیدہ کے بیان میں یا دریافت مسائل کے اور احکام ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ

یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گفتگو میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھائی یا بشر نہ کہتے تھے۔ یہاں ضرورۃً اس کلمہ کو استعمال فرمایا ہے۔ حضرت صدیقہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تو یہ فرما رہی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی پاک نہایت بے تکلفی اور سادگی سے عام مسلمانوں کی طرح گزری کہ اپنا ہر کام اپنے ہاتھ سے انجام دیتے تھے۔ اس طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسئلہ دریافت کیا کہ حضور نے مجھے خطاب اخوۃ سے نوازا ہے۔ کیا اس خطاب پر حقیقی بھائی کے احکام جاری ہوں گے یا نہیں؟ اور میری اولاد حضور کو حلال ہوگی یا نہیں؟ ہم بھی عقیدے کے ذکر میں کہتے ہیں کہ نبی بشر ہوتے ہیں۔ حضرت خلیل علیہ السلام نے ایک ضرورت پر حضرت سارہ کو فرمادیا۔ ھذہ اختی۔ یہ میری بہن ہیں۔ حالانکہ وہ آپ کی بیوی تھیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ حضرت سارہ اب آپ کو بھائی کہہ کر پکارتیں ہم ان حضرات کا عام محاورہ دکھاتے ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رشتہ میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے زوج اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بھائی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بھائی کی اولاد ہیں مگر یہ حضرات جب بھی روایت حدیث کرتے ہیں تو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ نہیں فرماتیں کہ میرے زوج نے فرمایا، حضرت عباس یا حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ نہیں کہتے کہ ہمارے بھتیجے یا ہمارے بھائی نے فرمایا۔ سب یہی فرماتے ہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو جو حضرات رشتہ کے لحاظ سے بھائی ہیں وہ بھی بھائی نہیں کہتے۔ تو ہم کمینوں غلاموں کو کیا حق ہے کہ بھائی کہیں؟

ابوالحسنات علامہ محمد اشرف سیالوی: آپ اپنی تصنیف 'تنویر الابصار بنور النبی المختار'' (ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور) کے صفحہ نمبر ۱۴ میں لکھتے ہیں۔

''ہم اہل السنت والجماعت (بریلوی) حضور ﷺ کو نہ فرشتہ مانتے ہیں نہ جن اور نہ ہی عورت تسلیم کرتے ہیں بلکہ ظاہری لحاظ سے بشر مانتے ہیں اور مرد ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ آپ کی شادیاں تسلیم کرتے ہیں اور اولاد بھی اور خود آپ کی ولادت بھی۔ اس لیے میلاد مناتے ہیں''۔

اسی صفحہ میں آگے لکھتے ہیں۔

نورانیت مصطفےٰ ﷺ کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ آپ ازروئے حقیقت نور ہیں اور ظاہری طور پر لباس بشری میں آپ دنیا میں مبعوث ہوئے۔ نہ ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ بالکل بشر ہی نہ تھے اور نہ یہ مانتے ہیں کہ آپ قطعاً نور نہیں نہ یہ دعویٰ کہ آپ محض نور ہیں اور سرے سے بشر نہیں اور نہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ سرے سے نور ہی نہیں اور یہ صرف ہمارا ہی عقیدہ نہیں بلکہ آج سے صدیوں پہلے علماء کرام کا یہی عقیدہ چلا آرہا ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی'' (جن کو علماء دیوبند بھی تسلیم کرتے ہیں اور ہم بھی ان کو اپنا مقتداء اور پیشوا تسلیم کرتے ہیں) مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔

''وے صلے اللہ علیہ وسلم از فرق تا قدم ہمہ نور بود اگر نہ نقاب بشریت بوشیدہ بودے ہیچ کس رامجال نظر وادراک حسن وے ممکن نبودے''۔

نبی اکرم ﷺ چوٹی سے ایڑی تک نور ہی نور تھے اگر لباس بشریت آپ نے نہ پہنا ہوتا تو کوئی شخص آپ کو دیکھ بھی نہ سکتا اور کسی کے لئے آپ کے حسن وکمال کا

معلوم کر لینا ممکن بھی نہ ہوتا جو عقیدہ و نظریہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ہے وہی عقیدہ و نظریہ مدرسہ دیوبند کے بانی جناب محمد قاسم نانوتوی صاحب کا ہے جس طرح کہ انہوں نے نے قصائد قاسمیہ میں اس کو بیان کرتے ہوئے فرمایا

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت

نہ جانا کسی نے تمہیں بجز ستار

سوا خدا کے بھلا کوئی تجھ کو کیا جانے

تو شمس نور ہے اور شپر نمط اولو الا بصار

یارسول اللہ ﷺ! آپ کی حقیقت اور حسن باطن پر بشریت کا پردہ چڑھا دیا گیا ہے اس واسطے آپ کی حقیقت کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی نے نہیں پہچانا۔

یارسول اللہ ﷺ! سوائے اللہ تعالیٰ کے آپ کی حقیقت کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا کیونکہ آپ نور کے آفتاب ہیں اور ہم چمگادڑ کی طرح جس طرح یہ چمگادڑ اس آفتاب کو نہیں دیکھ سکتی اس طرح ہماری آنکھیں کبھی آپ کے آفتاب حقیقت کو نہیں دیکھ سکتیں۔

آگے صفحہ نمبر ۱۸ میں ایک اعتراض اور اس کا جواب اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

سوال:۔ رہا یہ سوال کہ نور ہیں تو بشر کس طرح ہو سکتے ہیں اور بشر ہیں تو نور کس طرح ہو سکتے ہیں؟

جواب:۔ میں آپ کے سامنے ایک چھوٹی سی مثال عرض کر کے یہ حقیقت واضح کرتا ہوں کہ نور اور بشریت کا اکٹھا پایا جانا محال اور ناممکن نہیں ہے آپ راتوں کو گھروں سے باہر نکلیں تو کھیتوں میں چمکتا ہوا ایک کیڑا نظر آتا ہے جس کو جگنو کہتے ہیں۔ یہ

حیوان کی جنس سے ہے حشرات الارض کی قسم ہے خاکی پتلا اور کیڑا ہے مگر اس میں نور بھی ہے۔ اگر جگنوں میں حیوانیت اور خاکی پتلا ہونا اسکے نورانی ہونے کے منافی نہیں، دونوں چیزیں اس میں یکجا ہیں اور یہاں کسی دیوبندی وہابی کو استحالہ نظر نہیں آتا اور یہ اجتماع ناممکن دکھائی نہیں دیتا تو نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس نور بھی ہو اور بشری لباس اور انسانی لباس میں بھی ہوں تو اس میں کون سی ناممکن اور محال چیز وقوع پذیر ہو جائے گی۔

آگے صفحہ نمبر ۳۲ میں فرماتے ہیں۔

دیکھئے! انسانی آنکھ چربی کے پردوں سے بنی ہے اور اس میں نور بھی موجود ہے۔ آنکھ جسم انسانی کا اہم جزو ہے اور انتہائی عظیم و شریف عضو، مگر اس میں بشریت بھی ہے اور نورانیت بھی۔ اگر عام انسانوں کے ایک جزو عضو میں نورانیت اور بشریت کا اجتماع پایا جاتا ہے۔.......... لہٰذا آنحضرت ﷺ میں نورانیت اور بشریت کا جمع ہونا ممکن۔

اور صفحہ نمبر ۲۹ میں فرماتے ہیں۔

"ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ نبی نشاۃ دنیوی اور جسم عنصری کے لحاظ سے مرد ہوتے ہیں اور مرد بھی ایسے کہ ان کی قوت مردمی عام انسانوں سے بالکل مختلف ہوتی ہے اور کوئی ان کی برابر کر ہی نہیں سکتا۔ الغرض آنحضرت ﷺ مرد بھی ہیں لباس ظاہری کے لحاظ سے بشر و انسان بھی ہیں اور اولاد آدم سے بھی ظاہر کے اعتبار سے"۔

آگے صفحہ نمبر ۱۷ میں "کیا بیٹے کا بہر وجہ باپ سے پہلے ہونا محال ہے" کے تحت لکھتے ہیں۔

کیا حضور اکرم ﷺ اولاد آدم سے بشریت کے لحاظ سے ہیں یا نورانیت
کے لحاظ سے۔ جس لحاظ سے اولاد ہوں گے متاخر بھی اسی لحاظ سے ہوں گے نہ کہ
دوسری حیثیت سے۔ بشری لباس کے لحاظ سے اولاد ہیں اور اس اعتبار سے ہم آپ کو
صرف حضرت آدم علیہ السلام سے متاخر نہیں بلکہ ہمارے حضرت عبداللہ اور حضرت
آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی متاخر مانتے ہیں دیکھئے! ہمارے ماں باپ ہمارے
جسم کے اعتبار سے ماں باپ ہیں نہ کہ روح کے لحاظ سے لہٰذا ہمارے ارواح ان کے
اجسام و اجساد اور ان کے ارواح و اجساد کے باہمی ربط و تعلق کے لحاظ سے متاخر ہیں
اگر زید انیس سو ایک ۱۹۰۱ء عیسوی میں پیدا ہوا اور اس کا بیٹا انیس سو چالیس ۱۹۴۰ء میں
تو ظاہر ہے کہ زید کے بیٹے کا روح انیس سو ایک ۱۹۰۱ء عیسوی سے قبل موجود تھا مگر اس
کے روح کا جسم سے ربط و تعلق اور دونوں کا مجموعی طور پر تحقق انیس سو چالیس ۱۹۴۰ء
میں ہو رہا ہے لہٰذا بیٹا محض روحانی حیثیت سے باپ کے روح و جسم سے پہلے بھی ہے
اور مجموعہ روح و جسم کے لحاظ سے بعد میں بھی۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ نورانی
حیثیت سے تخلیق آدم علیہ السلام سے ہزاروں سال پہلے ہوں اور وجود عنصری کے لحاظ
سے متاخر بھی تو اس میں کونسا عقلی استحالہ ہے جس کی بنا پر احادیث صحیحہ حسنہ کو رد کرنے
کی جسارت کی جائے۔

رحمانی صاحب نے تمام انبیاء علیہم السلام کے ارواح کا میثاق کے وقت جمع
ہونا تسلیم کیا اور ان سے اللہ تعالیٰ کا خطاب، ان کا جواب اور اقرار و اعتراف اطاعت
قول باری تعالیٰ واذ اخذ اللہ میثاق النبین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ
ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ سے ثابت کیا

ہے۔ ذرا یہیں عقل سے کام لے کر فیصلہ کرلیا جائے گا کہ اگر بیٹا باپ سے پہلے نہیں ہوسکتا تو آباؤ اجداد ابناء اور ابناء الابناء کا ہزاروں سالوں پر محیط سلسلہ بیک وقت کیسے موجود ہوگیا۔ حضرت ابوالبشر اور پہلا باپ بھی اسی وقت موجود اور آخرالزمان پیغمبر اور انبیاء میں سے آخری فرزند بیک وقت کیسے موجود ہوگئے کیا اس حقیقت کو رحمانی عقل تسلیم کرتی ہے اور نورانی حیثیت سے مقدم ہونے کو اور بشری حیثیت سے متاثر ہونے کو تسلیم نہیں کرسکتا؟

آگے صفحہ نمبر ۹۴ میں لکھتے ہیں۔

(دیوبندی) مولوی حسین احمد صاحب ''شہاب ثاقب'' میں رقمطراز ہیں:

''درحقیقت کمالات تو کمالات روحی ہیں جیسا کہ حقیقت انسان روح ہے اور یہ جسد خاکی تو قالب اور غلاف آدمی ہے۔ مدار فضائل کا عقلا کے نزدیک انہیں کمالات روحی پر ہے۔ جسمی پر نہیں۔ پس باعتبار جسم اطہر کے آپ اگرچہ اولاد آدم اور بنی آدم ہیں لیکن باعتبار روح کے آپ سب کے امام اور باپ ہیں''۔ (ص ۵۴)

معلوم ہوتا ہے موجودہ دیوبندی اپنے اکابر کی عبارات سے بھی بے خبر ہیں اور ان کے عقیدہ ونظریہ سے بھی۔ یہ کہتے ہیں بیٹا باپ سے پہلے کیسے ہوسکتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ روحانی اور نورانی لحاظ سے آپ بیٹے ہیں ہی نہیں بلکہ باپ ہیں۔

ببین تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ''حدائق بخشش'' میں لکھتے ہیں۔

ظاہر میں میرے نخل حقیقت میں میرے اصل
اس گل کی یاد میں یہ صدا ابو البشر کی ہے

ان کی ابوت، ان کی نبوت ہے سب کو عام
ام البشر عروس انہیں کے پسر کی ہے

تنویر الابصار (صفحہ نمبر ۹۶)

آپ ''کیا احادیث نورانیت میں نور سے مراد روح نبوی ہے؟'' کے تحت صفحہ نمبر ۸۳ میں لکھتے ہیں۔

احادیث صحیحہ سے اس نور اقدس کا حضرت آدم علیہ السلام کی صلب اقدس میں ودیعت کیا جانا اور یکے بعد دیگرے اصلاب آباء اور ارحام امہات میں منتقل ہونا ثابت ہے۔ اگر اس نور سے مراد روح اقدس ہو تو آنحضرت ﷺ کے روح اقدس کا حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل و دیگر آباؤ اجداد کے اصلاب میں موجود ہونا لازم آئے گا حالانکہ آباء سے امہات کے ارحام میں جو چیز منتقل ہوتی ہے، وہ مادہ ہوتا ہے جس پر ایک سو بیس دن گزرنے کے بعد روح کا اس سے تعلق ہوتا ہے تو لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ روح مصطفوی کے علاوہ کوئی مادہ اور جوہر تھا جس کو پشت آدم علیہ السلام میں ودیعت کیا گیا اور سلسلہ وار اس کو اصلاب و ارحام میں منتقل کرنے کے بعد حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ سے ظاہر کیا گیا۔

علامہ خفاجی شرح شفا جلد اول ص ۱۱۱ پر فرماتے ہیں۔

کان نوره فی جبهة اباءه من ادم الی ابیه عبدالله وهو نور حسی کالقمر فی اللیلة الظلماء والمستودع فی الاصلاب ماده جسمه اللطیف والنور تابع لتلک الماده و کان یظهر فی امهاته ایضا کما ورد فی صحیح الاخبار واستیداعه فی الاصلاب وجوده فیها

کما قیل ؎

انوارہ کانت بجبهة ادم !

لا تختفی عمن له عینان

وبصلب ادم کان وقت هبو طه

وبصلب نوح وهوفی الطوفان

آنحضرت ﷺ کا نور اقدس آباء واجداد کی پیشانیوں سے نمایاں ہوتا تھا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبد اللہ تک اور وہ حسی نور تھا جس طرح تاریک رات میں چاند، اور اصلاب میں ودیعت ہونے والی چیز آپ کے جسم لطیف کا مادہ تھا اور نور اس مادہ کے تابع تھا اور وہ نور جس طرح آباء سے نمایاں تھا امھات کے اندر بھی اسی طرح ضوء فگن تھا جیسے کہ صحیح احادیث میں وارد ہے اور اصلاب میں ودیعت کیے جانے کا معنیٰ یہی ہے کہ وہ اصلاب میں موجود تھا جیسے کہ کہا گیا ہے۔

آپ کے انوار جبین آدم علیہ السلام سے نمایاں تھے اور کسی بھی چشم بینا سے مخفی نہ تھے اور آپ کا نور اقدس حضرت آدم علیہ السلام کے ہبوط ونزول کے وقت ان کے صلب میں تھا اور طوفان کے موقعہ پر حضرت نوح علیہ السلام کی پشت میں۔

اس اعتراض کے جواب میں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے بشری حالت میں آئے انہوں نے بھنا ہوا بچھڑا پیش کیا لیکن انہوں نے نہ کھایا لہٰذا ثابت ہو گیا نور خواہ بشری لباس میں ہو وہ کھا نہیں سکتا پی نہیں سکتا وغیرہ وغیرہ۔

صفحہ نمبر ۱۱۱ میں فرماتے ہیں۔

نہ کھانے اور نہ پینے سے نہ کھا سکنا اور نہ پی سکنا کیسے لازم آ سکتا ہے کہ

فعلیت الگ ہے اور امکان الگ ہے۔

آ گے صفحہ نمبر ۱۱۲ میں ہے۔

فرشتہ کا بشری لباس میں ہونا اور چیز ہے اور انسان کا نوری ہونا اور لباس بشری میں ہونا اور چیز ہے۔ فرشتہ میں بشریت محض ایک روپ ہوتا ہے اور تخیل جب نوری بشر میں بشریت بھی ایک حقیقت ہے اور اصلی وجوذ وحیثیت رکھتی ہے۔

آ گے صفحہ نمبر ۱۱۳ میں لکھتے ہیں۔

پھر آپ کے کھانے پینے کا معاملہ بھی لوگوں سے قطعاً مختلف ہے آپ کا ارشاد گرامی ہے۔

اے میرے صحابہ! صوم وصال میں تم میری برابر نہیں کر سکتے۔ ابیت عندربی فیطعمنی و یسقینی، میں ہر دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہوتا ہوں وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے

اور ایک روایت میں ہے۔

اظل عندربی فیطعمنی ویسقینی، میں ہر دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہوتا ہوں وہی کھلاتا اور پلاتا ہے۔ رواہ مسلم و بخاری، آگے ہاروت وماروت نوری فرشتوں سے دلائل دیئے ہیں۔ جیسے علامہ عبدالعزیز پر ہاروی فرماتے ہیں۔

''قدروی هذه القصة باسانید کثیرة عن الصحابه''

(انسانوں کوحقیر جاننے کی سزامیں) ہاروت وماروت میں نفسانیت، شہوت اور غضب وغیرہ کا پیدا کر کے اتارا جانا اور ان کا ایک عورت پر عاشق ہونا اور ان انہیں شراب خوری وغیرہ پر آمادہ کرنا وغیرہ۔ یہ قصہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بہت

سی اسانید کے ساتھ مروی ہے جن میں سے درمنثور میں حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت علی المرتضیٰ ﷺ اور دیگر صحابہ سے روایات نقل کی ہیں اور ساتھ ہی مجاہد وسدی والحسن البصری وقتادہ وابی العالیہ وغیرھم اکابر تابعین سے بھی روایات موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ ص ۹۷ تا ۱۰۲ جلد اول

آگے صفحہ نمبر ۱۱۶ میں لکھتے ہیں۔

الغرض ہاروت وماروت درحقیقت ملائکہ میں سے ہیں اور نورانی مخلوق ہیں مگر ان میں جب یہ صلاحیتیں پیدا کر دی گئیں تو ان سے کھانے پینے وغیرہ کا فعل سرزد ہو گیا اور صحیح روایات اس پر شاہد ہیں اور نفس قصہ مسلم ہے اور کتب عقائد (ملاحظہ ہو شرح عقائد مع نبراس ص ۴۶۲) میں بھی اس کو تسلیم کر لیا گیا ہے تو ایسی صورت میں نبی اکرم ﷺ کی نورانیت پر کھانے پینے وغیرہ سے اعتراض کرنے کا کیا معنی اور اس زعم فاسد اور خیال باطل کی بنا پر ان کی نورانیت جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے اس کے انکار کا کیا معنی؟

آگے بخاری ومسلم کی روایت سے حضرت عزرائیل علیہ السلام کے بشری حالت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے آنے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ سے ان کی آنکھ پھوٹنے کو بیان کرنے کے بعد صفحہ نمبر ۱۱۹ کے آخر میں لکھتے ہیں۔ الغرض جب محض تخیلاتی بشریت اور مظہریت محضہ کا کام دینے والی بشریت بھی احکام میں نور محض سے الگ ہو گئی اور اس میں انفعال وتاثر ثابت ہو گیا تو رسول معظم ﷺ کی حقیقت نورانیہ جس عنصری بدن اور بشری جسم میں نمودار ہوئی ہے اگر اس کے احکام بھی رونما ہوں تو تعجب کی کون سی بات ہے۔ اور نورانیت مصطفیٰ ﷺ کے انکار

کی کون سی وجہ ہو سکتی ہے۔

مولانا ابو الحامد محمد ضیاء اللہ قادری اشرفی: آپ اپنی تصنیف ''اہل سنت و جماعت کون ہیں؟'' (قادری کتب خانہ تحصیل بازار سیالکوٹ) میں زیرِ عنوان ''نبی پاک ﷺ کی نورانیت'' صفحہ نمبر ۱۷ میں لکھتے ہیں۔

''اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول پاک صاحب لولاک ﷺ کی ذات نور بھی ہے اور بشر بھی۔ سرکار دو عالم ﷺ کی ذات بابرکات بشریت کی ابتداء سے بھی پہلے کی ہے مگر دنیا میں لباس بشری میں جلوہ افروزی فرمائی ہے۔ جیسا کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام نور ہیں مگر سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس جب تشریف لائے تو لباس بشری میں۔ جس کا تذکرہ قرآن مجید فرقان حمید میں رب العالمین جل جلالہ، نے ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ؁ پس اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔ (پ ۱۶ ع ۵)

مشکوٰۃ المصابیح کی پہلی حدیث شریف جس کے راوی خلیفہ دوم خلیفہ برحق سیدنا امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں فرماتے ہیں۔

نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ''

ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ ہمارے پاس ایک آدمی آیا۔

امام الانبیاء ﷺ نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے پوچھا یہ شخص کون تھا؟ تو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ اللہ ورسولہ اعلم: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔ تو سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فانہ جبریل۔ وہ جبریل ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۱ مطبوعہ دہلی، صحیح بخاری شریف ص، دار قطنی ص ۲۸۱)

آگے صفحہ نمبر ۱۹ میں لکھتے ہیں۔

جبریل کو قرآن پاک میں بشراً سویا بھی فرمایا گیا ہے۔ عبد بھی فرمایا گیا ہے۔ حدیث شریف میں رجل کا لفظ بھی بولا گیا ہے۔ وحیہ کلبی بشر کی شکل میں متشکل ہو کر آنے کا تذکرہ بھی موجود ہے مگر ہے وہ نور ہی۔

جبریل علیہ السلام کے انسانی شکل میں متشکل ہو کر آنے، لباس بشری میں ظہور پذیر ہونے سے کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جبریل علیہ السلام کی نورانیت کا انکار کیا؟ کہیں بھی ایسا نہیں ہوا۔ کسی ایک صحابی نے بھی جبریل کی نورانیت کا انکار نہیں فرمایا۔

آگے اسی کتاب میں زیر عنوان "بے مثل بشریت" صفحہ نمبر ۳۲ میں لکھتے ہیں۔

"دیوبندی وہابی نبی پاک ﷺ کو اپنی مثل بشر کہتے ہیں۔ اہل سنت و جماعت بریلوی حضرات سرورِ عالم ﷺ کی ذات بابرکات کو بے مثل مانتے ہیں۔ قرآن پاک میں تو اللہ تعالیٰ نے ان مقدس عورتوں کو جو سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کے نکاح میں آئیں دنیا بھر کی دوسری عورتوں سے بے مثل قرار دیا ہے۔ جس ہستی کے نکاح میں آنے کی برکت سے وہ عورتیں دنیا بھر کی عورتوں سے ممتاز ہو گئیں اور بے مثل ہو گئیں۔ تو اس ہستی جمیل کی مثل کائنات بھر میں کون ہو سکتا ہے؟

رسول مکرم ﷺ کا ارشار مبارک سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا

اِنِّیْ لَسْتُ مِثْلُکُمْ   میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔

(جامع ترمذی ص ۹۷ ج ا، صحیح بخاری شریف ج ا ص ۲۴۶ مصری)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا

اِنِّیْ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ   میں تمہاری ہیت جیسا نہیں ہوں

سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے امام الانبیاء محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا

اَیُّکُمْ مِثْلِیْ   میری مثل تم میں سے کون ہے

(صحیح بخاری شریف ج ا ص ۲۴۶، صحیح مسلم شریف ج ا ص ۳۵۱، ابوداؤد شریف ص ۲۳۵)

صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی نے بھی یہ عرض نہ کیا کہ یارسول اللہ ! آپ ہماری مثل بشر ہیں۔ آپ کے دو ہاتھ، دو پاؤں ہیں، کھاتے پیتے ہیں۔ آپ کی ازوج مطہرات ہیں اور اولا دطیبات ہے بلکہ سب کے سب خاموش ہیں۔ اور آپ کے ارشاد کے مطابق سر تسلیم خم کیے ہیں۔ صحابہ کو تو جرات نہ ہوئی مگر آج دیوبندیوں کو جرات ہوگئی کہ منبر رسول مقبول ﷺ پر اعلانیہ یہ کہتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ ہماری مثل بشر ہیں۔''

خطیب الہند حضرت مولانا عبید اللہ خان صاحب اعظمی (ممبر پارلیمنٹ):

مولانا علامہ محمد ظہیر الدین قادری مدظلہ العالی کے مرتبہ "تحفظ عقائد اہل سنت مع ایمانی آیات بجوات شیطانی خرافات" میں خطیب الہند حضرت مولانا عبید اللہ خان صاحب اعظمی کا مضمون "فلسفہ بشریت" ہے۔ اس میں آپ فرماتے ہیں۔

(پروردگار عالم!) ہم جاننا چاہتے ہیں کہ تو نے کس انداز سے اپنے محبوب کی تصویر کشی کی ہے۔ قرآن نے کس طرح تیرے محبوب کا مرقع پیش کیا ہے۔ قرآن کہتا ہے: مصطفیٰ کا چہرہ "والضُّحٰی" ہے۔ زلفیں "وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی" ہیں۔ آنکھیں "مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَاطَغٰی" زبان "وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی" ہے۔ سرورکونین کا مقام "دَنٰی فَتَدَلّٰی" ہے۔ مصطفیٰ کا زمانے میں تشریف لانا "وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی" ہے۔ ان کے سینے کی بات ہوئی تو قرآن نے کہا "اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ" عظمت ووقار کی بات آئی، قرآن نے کہا "وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ" ہم نے پوچھا: مصطفیٰ کا اخلاق کیسا؟ قرآن نے کہا "وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" ہم نے کہا: مصطفیٰ کے رحم وکرم کا ضابطہ؟ قرآن کہا "وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ" ہم نے پوچھا: نوع انسانی کی حیثیت سے معاشرے میں مصطفیٰ کا مقام؟ قرآن کہہ رہا ہے۔ "یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ" ہم نے پوچھا: ان کے دس ناز کیسے؟ قرآن کہہ رہا ہے۔ "یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ" ہم نے پوچھا: ذات مصطفوی کی حقیقت؟ قرآن نے کہا "قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ" ہم نے پوچھا: مصطفیٰ جان

عالم کے قدم ناز کا مقام رفعت؟ قرآن نے کہا "لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ وَ اَنۡتَ حِلٌّ بِهٰذَا الۡبَلَدِ"۔ ایک بات پوچھوں؟ یہ باتیں جو ابھی میں نے کہی ہیں، ان تمام باتوں میں کسی کو اختلاف ہے؟ کسی کو نہیں بلکہ میں تو کہوں گا اے معبود! تیرا ہر فرمان مسلمان کہلانے والے انسان کے لئے سند ہے۔ اے مالک کائنات! اگر ایک مرتبہ تو نے نبی کو بشر کہہ دیا ہوتا تو جس طرح نبی کے یٰسین ہونے پر سبھی متفق ہیں، ان کے طٰہٰ ہونے کو ہر کوئی تسلیم کر رہا ہے، ان کے رحمۃ اللعالمین ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، اسی طرح بشر ہونے میں لوگوں کا اتفاق ہو جاتا۔ اے پالن ہار! جب تو نور کہہ سکتا تھا تو بشر بھی کہہ سکتا تھا، مگر یہ کیا بات ہے کہ تو نے نور کہا اور بشر نہیں کہا، یٰسین کہا بشر نہیں کہا۔ طٰہٰ کہا بشر نہیں کہا۔ سرور کائنات کو آخر تو نے بشر کیوں نہیں کہا؟ زبان نبوت ہی سے کہلوایا۔

قُلۡ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ اے نبی آپ ارشاد فرما دیجئے، لوگو! میں تمہاری ہی طرح بشر ہوں

آگے بڑی تفصیل علمی، معلوماتی، اثر آفرین گفتگو کے بعد آخر میں نتیجہ نکالتے ہیں کہ

یہی ہے فلسفہ انما انا بشر
خدا کے بعد بھی کچھ کہو خدا نہ کہو

حضرت شیخ الاسلام شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ: آپ کے دستیاب فتوں کا مجموعہ جو آپ کے صاحبزادہ جلیل القدر حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایم

اے پی ایچ ڈی نے مرتب فرمایا ہے۔ اسکی جلد اول و دوم سوئم کو یکجا ''فتاویٰ مظہریہ'' کے نام سے اداہ مسعودیہ ناظم آباد کراچی سے شائع کیا ہے۔ اسکی جلد دوم کے پہلے باب ''معتقدات میں ایک سوال کے جواب میں صفحہ نمبر ۳۶۹ میں فرماتے ہیں۔

''سرکار اقدس ﷺ کی حقیقت تو نور ہے۔ لیکن حضور انور چونکہ بشری جنس میں مبعوث ہوئے ہیں اس لئے حضور پر بشر کا اطلاق تو ضرور آتا ہے۔ قل انما انا بشر مثلکم جس پر دلیل قطعی ہے۔ پس اس کو لباس سے تعبیر کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ ورنہ پھر کسی بشر کو بشر نہ کہیں گے ہاں اسے بے ادب لوگوں کی زبان بند کرنے کے لئے جو حضور کو کہتے ہیں کہ ہم ہی جیسے بشر ہیں اور اس کے ساتھ اور کچھ خرافات بکتے ہیں۔ ________ لعل بدخشاں کی ناقص مثال دی جاسکتی ہے کہ باوجودیکہ وہ پتھر کی جنس سے ہے لیکن اسے پتھر نہیں کہتے اور اس میں اس کی اہانت سمجھی جاتی ہے تو حضور اقدس ﷺ کی شان اقدس میں کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ بشر ہیں۔''

آپ کے تین رسائل (۱) مظہر العقائد (۲) ارکان دین (۳) مظہر الاخلاق کا مجموعہ ''ضیاء الاسلام'' کے نام سے آپ کے صاحبزادے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے مرتب کیا ہے۔ مظہر العقائد کے چھٹے باب ''انبیاء و رسل'' میں ایک سوال اور اس کا جواب اس طرح ہے۔

سوال: بعض لوگ حضور ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: حضور ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہنا تو بڑی بے باکی ہے اور گستاخی بات ہے جلیل القدر فرشتوں اور پیغمبروں جیسا بھی نہیں کہہ سکتے کہ آپ سب کے سردار ہیں۔ ہیرا اگرچہ پتھر ہے مگر کوئی نادان اس کو پتھر نہیں کہتا، ہیرے اور عام پتھر میں کوئی

نسبت ہی نہیں وہ انمول ہے اور اُس کو کوڑیوں کے مول بھی کوئی لینے کے لئے تیار نہیں۔ (ضیاءالاسلام صفحہ نمبر ۵۰)

حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایم اے۔ پی، ایچ، ڈی:۔آپ نے فتاویٰ مظہریہ جلد دوم کے شروع میں صفحہ نمبر ۳۴۷ تا ۳۶۴ نجدی وہابیوں اور دیوبندیوں کی گستاخانہ عبارات پر مختصر تنقید کی ہے۔آپ نے کل (۱۸) نکات کے تحت قرآن وحدیث کی روشنی میں ان پر بحث کی ہے۔انہیں میں سے نمبر (۱۵) صفحہ ۳۵۶ میں ہے

﴿۱۵﴾

تقویۃ الایمان میں ایک جگہ مولانا اسمٰعیل تحریر کرتے ہیں۔

بشر رسول بن کر بھی بشر ہی رہتا ہے ______ نبی بن کر بشر میں خدائی شان نہیں آجاتی ______ بشر کو بشریت ہی کے مقام پر رکھو۔ (ص ۶۲)

اقول

حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مقام بشریت سے مقام رسالت پر فائز کیا اور پھر خاتم النبیین کے مقام رفیع پر سرفراز فرمایا، اس سرفرازی وسربلندی کو دیکھتے ہوئے ایک اہل ایمان کو تو یہ کہنا چاہئے کہ رسول بشر ہوتے ہوئے بھی رسول ہی رہتا ہے۔رسول بن کر وہ صفات الٰہیہ سے متصف ہوتا ہے۔رسول کو رسول ہی کے مقام پر رکھو۔ ''مشرکین عرب نے بشر کو بشریت ہی کے مقام پر رکھا'' اس لئے وہ ایمان جیسی متاع گراں بہا سے محروم رہے۔قرآن مجید میں شہادتیں موجود ہیں مگر جن حضرات

نے حقیقت محمدیہ اور مقام رسالت کی عظمتوں کو سمجھ لیا اور دیکھ لیا وہ دولت ایمان سے سرفراز ہوئے۔ پس عظمت انبیاء کا احساس جزو ایمان ہے۔ اس لئے قرآن مجید نے متعدد مقامات پر ابتداء سے لے کر انتہا تک، عظمت رسالت مآب ﷺ کو بار بار بیان کیا ہے تاکہ نقش عظمت دل پر مرتسم ہو جائے۔

اس سے متصل لکھتے ہیں۔

مولانا اسمٰعیل کے متذکرہ بالا اقوال کی وجہ سے اہل سنت و جماعت کا ایک بڑا طبقہ بددل ہو گیا لیکن بعض علماء نے ان اقوال کی پرزور تائید کی اس لئے جانب مخالف کی بددلی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ورنہ چاہئے تو یہ تھا کہ جن اقوال سے شان رسالت مآب ﷺ میں ذرا بھی تنقیص کا پہلو نکلتا ہو اس کو قلم زد کر دیا جاتا یہ خود صاحب کتاب کی دنیا و عاقبت کے لئے بہتر ہوتا۔ افتراق و بے چینی اور بددلی ختم ہو کر وحدت کا سمان سامنے آتا مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ دور از کار تاویلات سے کام لیا گیا مثالاً ہم مولانا گنگوہی کے دو فتوے نقل کرتے ہیں۔

(ا) سائل نے مولانا اسمٰعیل کے اس قول کے بارے میں استفسار کیا۔

''یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔''

مولانا گنگوہی جواباً فرماتے ہیں۔

اس عبارت سے مراد حق تعالیٰ کی بے نہایت۔ بڑائی ظاہر کرنا ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ، ص۔۴۳)

(ب) مولانا اسمٰعیل کے اس قول کے بارے میں استفسار کیا گیا جو انہوں نے

ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے اپنے دل سے کہے تھے:۔

''یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کیا سجدہ کے لائق ہوں۔''

مولانا گنگوہی فرماتے ہیں۔

''مٹی میں ملنے کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ مٹی ہو کر مٹی زمین کے ساتھ خلط ہو جائے ____ دوسرے مٹی سے ملاتی اور متصل ہو جاتا یعنی زمین سے مل جانا تو یہاں سے مراد دوسرے معنی ہیں۔'' (فتاویٰ رشیدیہ، ص۔۸۴)

اس قسم کی تاویلات سے شدید ردعمل پیدا ہوا اور بعض علماء نے کفر کے فتوے بھی دیئے۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ میں اس سوال کے جواب میں کہ مولانا اسمٰعیل کو کافر کہنے والوں کے ساتھ کیا برتاؤ رکھا جائے۔ مولانا گنگوہی فرماتے ہیں۔

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو جو لوگ کافر کہتے ہیں بتاویل کہتے ہیں اگرچہ وہ تاویل ان کی غلط ہے لہٰذا ان لوگوں کو کافر کہنا اور معاملہ کفار کا سا نہ کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص۔۴۰)

مولانا گنگوہی نے تاویل کا ذکر فرمایا حالانکہ خود مولانا اسمٰعیل نے تاویل کی مطلق گنجائش نہیں چھوڑی۔ آگے (۱۶) نمبر کے تحت ڈاکٹر صاحب نے ملا بغدادی کے مولانا اسمٰعیل کے نام خط اور اس کے جواب کو نقل کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا اسمٰعیل کو اپنی عبارت کی صداقت و معقولیت پر پورا پورا یقین و اصرار تھا۔ ملاحظہ فرمائیں فتاویٰ مظہریہ صفحہ نمبر ۳۵۷

اور (۳) نمبر کے تحت ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔

یہاں جملہ معترضہ کے طور پر ایک بات عرض کرتا چلوں کہ شیخ نجدی اور ان کے متبعین کی کتابوں کے مطالعہ سے اس میں شک نہیں حق جل و علا کی وحدانیت و عظمت کا شدید احساس ہوتا ہے مگر اسی کے ساتھ ساتھ قاری کے ذہن پر آنحضرت ﷺ انبیاء علیہم السلام اور سلف صالحین کی بے بسی و بے کسی کو جو نقش مرتسم ہوتا ہے وہ روح قرآن کے یکسر منافی ہے۔ قرآن عظیم کو پڑھ کر ایک طرف حق تعالیٰ کا نقش کبریائی دلوں پر ابھرتا ہے۔ تو دوسری طرف سرکار دو عالم ﷺ کی عبدیت و رسالت اور محبوبیت و عظمت کا سکہ دل پر بیٹھتا ہے۔

ایک سرمستی و حیرت ہے سراپا تاریک
ایک سرمستی و حیرت ہے تمام آگاہی

ہمارے خیال میں مسئلہ رسالت پر اگر ''دانش برہانی'' سے غور و فکر کیا گیا تو نتائج اتنے ہی خطرناک ہو سکتے ہیں جو ابلیس کے انداز فکر نے پیدا کیے اور جس کا ذکر شرح و لسبط کے ساتھ قرآن کریم میں موجود ہے۔ اللہ کے آگے جھکنا کچھ اتنا مشکل نہیں۔ محبت کا اندازہ تو اسی وقت ہوتا ہے جب محبوب حقیقی اپنے محبوبوں کے آگے جھکنے کا حکم دیتا ہے، یہ امتحان بڑا کٹھن ہے یہاں شخصی ''انا'' کو سخت صدمہ پہنچتا ہے اسی ''انا'' کو فنا کرنا مقصود قرآن ہے۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

حضرت شیخ الاسلام شاہ محمد مظہر اللہ فتاویٰ مظہریہ جلد دوم صفحہ نمبر ۳۷۵ میں دیوبندی کفریہ عبارات کے متعلق سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

''جو عبارتیں مابہ النزع ہیں وہ خالص اُردو کی عام فہم ہیں۔ پس ان کے معنی

کے سمجھنے میں نہ کسی دیوبندی کا اعتبار ہے اور نہ بریلوی کے فہم کا، بلاکسی رورعایت کے عام ہندوستانی جو اِن عبارات کے معنی بتلائیں اس ہی کا اعتبار ہے۔ پھر اس پر شریعت مطہرہ کا جو حکم ہے اس پر عمل لازم۔"

شارح صحیح مسلم، مفسر قرآن شیخ الحدیث علامہ غلام رسول

سعیدی: آپ اپنی تصنیف توضیح البیان (فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور) میں زیر عنوان "نور و بشر" کے تحت صفحہ نمبر ۱۷۷ میں فرماتے ہیں۔

"علمائے اہلسنت نے انبیاء علیہم السلام کے جنس بشر اور نوعِ انسان سے مبعوث ہونے کا کبھی انکار نہیں کیا ہے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کی بشریت بے شمار فضائل و کمالات کی حامل ہوتی ہے اور چونکہ کتاب وسنت سے نبی علیہ السلام کی نورانیت بھی ثابت ہے اس لئے ہمارے نزدیک نبی علیہ السلام بشریت اور نورانیت دونوں کے جامع ہیں اور اس اجتماع میں کوئی منافات نہیں ہے۔ بلکہ کتاب وسنت میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں البتہ نبی علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہنا صحیح نہیں۔"

آگے صفحہ نمبر ۱۸۴ میں لکھتے ہیں۔

"نبی علیہ السلام کی بشریت کوئی مختلف فیہ مسئلہ نہیں ہے بلکہ اختلاف اس امر میں ہے کہ کیا نبی علیہ السلام کی بشریت کو اپنی بشریت پر قیاس کر کے یوں کہا جا سکتا ہے کہ آپ ہم جیسے بشر ہیں۔ پس علمائے اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کو عام انسانوں کی بشریت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔"

آگے صفحہ نمبر ۱۸۵ میں لکھتے ہیں۔

''اب ہم آپ کے سامنے ذریت دیوبند کے معنوی جد امجد اسماعیل دہلوی کی بدنام زمانہ کتاب ''تقویۃ الایمان'' سے چند حوالے پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین پر واضح ہو جائے کہ ہر جگہ اور ہر موقع پر نبی علیہ السلام کی بشریت پیش کرنے سے اہل دیوبند کا اصل مدعا کیا ہے۔

اسمٰعیل دہلوی نے مشکوٰۃ شریف سے ایک حدیث نقل کی جس میں نبی علیہ السلام نے تواضعاً چند کلمات فرمائے ہیں۔ اس کے بعد ''ف'' سے فائدہ کا عنوان قائم کر کے مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں۔

''ف'' یعنی کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو سو اس میں بھی اختصار ہی کرو۔'' (تقویۃ الایمان، ص ۴۴)

اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں۔

''جیسا کہ ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سو ان معنوں کو ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔ (تقویۃ الایمان، ص ۴۴)

نبی علیہ السلام کی تنقیص کی یہ ایک انتہائی خطرناک کوشش ہے۔ ہمیں کوئی سمجھائے کیا گاؤں کے چوہدری اور زمیندار کی اطاعت گاؤں والوں پر فرض ہوتی ہے کیا چوہدری کو نہ ماننے سے گاؤں والے کافر ہو جاتے ہیں۔ پھر اس لغو تشبیہ سے کیا حاصل؟

آگے صفحہ نمبر ۱۸۶ میں ہے۔

اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں۔

''یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے اس

کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے۔ الی ان قال اولیاء، انبیاء امام و امام زادہ، پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں۔ مگر ان کو اللہ بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے (تقویۃ الایمان ص ۴۲)

اسمٰعیل دہلوی حضور علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔'' (تقویۃ الایمان ص ۴۲)

نیز لکھتے ہیں ''اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔''

(تقویۃ الایمان ص ۲۸)

مزید لکھتے ہیں۔ ''ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔'' (تقویۃ الایمان ص ۱)

قارئین کرام آپ ان عبارتوں کو پڑھیے اور سوچئے کہ نبی علیہ السلام کے فضائل اور کمالات کو مٹانا کن لوگوں کا شعار ہے اور کیا نبی علیہ السلام کی بشریت اسی لئے دن رات پیش کی جاتی ہے کہ آپ کی شان میں اس طرح توہین کی جائے اور آپ کے تمام فضائل کا انکار کر دیا جائے۔

حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری: آپ اپنی تصنیف ''شاہکار ربوبیت'' (عالمی دعوت اسلامیہ فصیح روڈ اسلامیہ پارک لاہور) کے صفحہ نمبر ۲۵۵ میں زیر عنوان ''غلبہ نور کی وجہ سے بشریت بھی بے سایہ تھی'' فرماتے ہیں۔ ''آپ کی مبارک بشریت بھی نور سے مغلوب تھی اس لئے قرآن مجید نے آپ کی دونوں شانیں بیان فرمائی ہیں۔''

حضرت علامہ مفتی ابوالحسن محمد منظور احمد فیضی: آپ اپنی تصنیف "مقامِ رسول ﷺ" (سبزواری پبلشرز کھارادر کراچی) میں زیرِ عنوان "حضور پرنور نورِ مجسم ﷺ کی نورانیت کا ثبوت" حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صفحہ نمبر ۲۳۸، ۲۳۹ میں اس مفہوم کی احادیث کہ میں نے دیکھا کہ مجھ سے نور خارج ہوا جس کی وجہ سے شام کے محلات روشن ہو گئے بیان فرمانے کے بعد صفحہ نمبر ۲۳۹ میں فرماتے ہیں۔

"اس قسم کی اور بھی حدیثیں ہیں کہ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ بوقت ولادت سید عالم نور ہی نور ظاہر ہوا۔ ایسی حدیث کوئی نظر سے نہیں گزری کہ حضور کی والدہ طیبہ نے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھ سے بشر ظاہر ہوا۔ اگرچہ دیگر دلائل سے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضور پرنور محض لباس بشری پہن کر تشریف لائے اور آپ صورۃ بشر ہیں۔ بے عیب و پاک وصاف وشفاف بشریت آپ کا اعلیٰ وصف ہے آپ بے مثل بشر ہیں۔ سید البشر ہیں۔ افضل البشر ہیں۔

خوبی و شمائل میں ہر آن نرالے ہیں ۔۔۔ انسان ہیں وہ لیکن انسان نرالے ہیں

محمد بشر لا کالبشر ۔۔۔ فالیاقوت حجر لا کالحجر

بایں ہمہ یہ بھی قرآن، حدیث سے گزار کہ بھی بشریت کا وجود نہ تھا۔ ابوالبشر حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ حضور ﷺ پہلے تھے۔ تو کیا تھے۔ خود سوچئے......... نیز آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام صورۃ بشر ہیں حقیقت اور باطن کچھ اور ہے۔

سلطان الہند حضرت خواجہ اجمیریؒ کا عقیدہ کہ حضور صورۃً بشر ہیں۔

بصورت از بشر آمد ولے زروئے حقیقت
زفرق تا بقدم رحمتِ خداست مجسم

(دیوان خواجہ اجمیری صفحہ ۴۱)

آگے صفحہ نمبر ۲۴۱ میں فرماتے ہیں۔

''نیز بے عیب بشریت حضور نور مجسم ﷺ کا لباس ہے لباس، پردہ ہے۔ پردہ ملبوس اور ہوتا ہے۔لباس اور پردہ اور ہوتا ہے پردہ نشین اور سردست چند حوالے لیجئے کہ بشریت سید عالم حضور انور کا پردہ لباس ہے۔

امام المحققین سید المحدثین شیخ عبدالحق محدث حنفی دہلویؒ کا عیقدہ کہ بشریت حضور کا پردہ ہے۔

آنحضرت ہتمام از فرق تا قدم ہمہ نور بود کہ دیدہ حیرت در جمال باکمال وے خیرہ می شدہ مثل ماہ و آفتاب تاباں و روشن بود و اگر نہ نقاب بشریت پوشیدہ بودے ہیچ کس را مجال نظر و ادراک حسن او ممکن نبودے

حضور ﷺ سر سے لے کر قدم تک سارے کے سارے نور تھے کہ حیرت کی آنکھ آپ کے جمال باکمال میں خیرہ ہو جاتی۔حضور چاند اور سورج کی طرح منور اور روشن تھے اور اگر حضور بشریت کا پردہ پہنے ہوئے نہ ہوتے تو کسی کو دیکھنے کی طاقت نہ ہوتی اور آپ کے حسن کا ادارک ممکن نہ ہوتا۔

(مدراج النبوۃ شریف جلد ا صفحہ ۱۰۹۔۱۱۰)

ملاعلی قاری حنفی کا عقیدہ کہ بشریت حضور کا پردہ ہے۔

اکثر لناس عرفو اللہ عزوجل و ما عرفوا رسول اللہ ﷺ لان حجاب البشریۃ غطی ابصار ھم

اکثر لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اور رسول اللہ ﷺ کو نہ پہچانا اس لئے کہ بشریت کے پردہ نے ان کی آنکھوں کو چھپا دیا بند کر دیا۔

(شرح شمائل للعلامۃ علی القاری صفحہ ۹)

شاہ ولی اللہ اپنے والد مرحوم سے واقعہ نوی کے ناقل کہ والد صاحب سے حضور نے فرمایا

جمال مستور عن اعین الناس غیرۃ من اللہ عزوجل ولو ظھر لفعل الناس اکثر مما فعلو احین را و ایوسف

میرا حسن و جمال لوگوں کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔ رب تعالیٰ کی غیرت کی وجہ سے اگر ظاہر ہوتو لوگ اس سے زیادہ کچھ کریں جو کہ یوسف علیہ السلام کے وقت کیا تھا۔ (درالثمین صفحہ ۷)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قامع بدعت، حامی سنت، مجدد ملت نے کیا خوب فرمایا

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

اس شعر کے دونوں مصرعوں میں ایک ایک لفظ ایسے تقابل سے ہے کہ مفید تفضیل حضور انور سید عالم ﷺ ہے۔

۱) وہاں حسن یہاں نام

۲) وہاں کٹنا کہ عدم قصد پر دال ہے یہاں کٹانا کہ قصد وارادہ بتاتا ہے

۳) وہاں مصر یہاں عرب کہ زمانہ جاہلیت میں اس کی سرکشی وخودسری مشہور تھی

۴) وہاں انگشت یہاں سر

۵) وہاں زناں یہاں مرداں

۶) وہاں انگلیاں کٹیں ایک بار وقوع بتاتا ہے۔ یہاں کٹاتے ہیں کہ استمرار پر دلیل ہے

فریق مخالف کے گھر کی بنیادی گواہی:

نانوتوی صاحب کا عقیدہ کہ بشریت حضور کا حجاب ہے

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا کون ہے کچھ کسی نے جز ستار

علامہ قاری محمد طیب نقشبندی مانچسٹر۔انگلینڈ: آپ اپنی تصنیف ''نبی رحمت ﷺ اور عقائد اہل سنت'' میں ''مسئلہ نور و بشر'' کے تحت صفحہ نمبر ۴۰ (فرید بک سٹال اردو بازار لاہور) میں فرماتے ہیں۔

''الغرض آپ نورانیت و بشریت دونوں کا حسین امتزاج ہیں۔آپ کی بشریت کا انکار صریح کفر اور مخالفتِ قرآن ہے۔اور حقیقت نورانیہ کا انکار احادیث کے مقابلہ میں مکابرہ اور سینہ زوری ہے جس کا انجام بدبختی وسوئے عاقبت ہے۔راہ حق وہی ہے جو اہل سنت وجماعت نے اپنایا کہ آپ کی نورانیت بھی حق ہے مگر اسکی کیفیت غیر معلوم اور آپ کی بشریت بھی حق ہے مگر وہ بشریت ہم جیسی نہیں، وہ بے

مثل بشریت ہے، ہماری بشریت یہ ہے کہ ہمارے تھوکنے سے وبا پھیلتی ہے ان کے لعاب دہن سے شفا پھیلتی ہے۔''

حضرت علامہ مولانا ابومظہر علی اصغر چشتی: آپ اپنی کتاب ''شرح اسماء النبی ﷺ المعروف بہ شمیم رسالت'' کے صفحہ نمبر ۹۷ میں ''بشر اور نور کا جھگڑا'' کے تحت لکھتے ہیں۔

قل انما انا بشر مثلکم یو حی الی انما الھکم الہ واحد

تم فرماؤ آدمی میں تو تم ہی جیسا ہوں مجھے وحی ہوتا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

اس آیت میں حضور ﷺ کو بشر فرمایا گیا۔ اب قرآن کا انکار کفر ہے تو یہ عقیدہ رکھنا ہوگا کہ حضور ﷺ بشر ہیں اور اہلسنت و جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ نبی کو بشر نہ ماننا کفر ہے لیکن انبیاء علیہم السلام خصوصا سرکار ابد قرار ﷺ کی شان بشریت کیا ہے۔

ایک عام بشر ہے۔ ان میں مشرک، کافر اور منافق بھی ہیں۔ ان سب میں ایک ایسا مسلمان جو کلمہ گو تو ہے لیکن بے عمل ہے وہ ان سے افضل ہے۔ پھر اس کلمہ گو بے عمل بشر سے کلمہ گو مسلمان جو کبھی نماز روزہ کر لیتا ہے کبھی چھوڑ دیتا ہے یہ اس پہلے مسلمان سے افضل ہے۔ ایک وہ مسلمان جو کلمہ گو اور باعمل ہے ان دونوں سے افضل ہے۔ ایک مسلمان بڑا متقی پرہیز گار ہے وہ ان تینوں سے افضل ہے۔ ایک عالم باعمل ہے وہ چاروں سے افضل ہے۔ پھر ولی کا مقام ان میں کئی درجے ہیں۔ ایک سے ایک اعلیٰ۔ پھر ان سب سے افضل ادنیٰ صحابی ہے۔ ادنیٰ صحابی کی تعریف یہ ہے کہ اس نے

ایمان کی آنکھ سے حضور ﷺ کو ایک مرتبہ دیکھا اور کلمہ پڑھ لیا اس کے بعد حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف نہ ہوا۔ غوث اعظم فرماتے ہیں ایسا ادنیٰ صحابی گھوڑے پر سوار جا رہا ہو، گھوڑے کے پاؤں لگنے سے جو مٹی اڑتی ہے تین سو ساٹھ اعلیٰ درجہ کے ولی مل کر اس گرد کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پھر وہ صحابی جو حضور ﷺ کے ساتھ سفر و حضر میں موجود رہے، بلند ہیں ادنیٰ صحابیوں سے۔ ان صحابہ سے وہ بہت افضل ہیں جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے اور حضور کے ساتھ مل کر جہاد کیا (سورۃ الحدید القرآن)۔ افضل وہ صحابہ ہیں جو حدیبیہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ ان میں سے افضل سابقون الاولون ہیں۔ ان سے افضل بدری صحابی، ان سے افضل عشرہ مبشرہ، ان میں سے افضل چار صحابہ حضرت ابوبکر، عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم ہیں، ان میں صحابہ ثلاثہ، صحابہ ثلاثہ سے شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما، ان میں افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ابوبکر سے افضل انبیاء علیہم السلام، انبیاء سے تین سو تیرہ رسول، ان میں چار رسول افضل ہیں، سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سیدنا موسیٰ علیہ السلام، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ اور یہ سب بشر ہیں جن کا ذکر ہوا۔

چار رسولوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام (بعض کے نزدیک سیدنا ابراہیم علیہ السلام) اور سید المرسلین ﷺ ہیں۔ اور ان دونوں میں سید المرسلین ﷺ سبحان اللہ بشریت میں کیا مقام ہے۔ گویا بشریت میں اور نبوت و رسالت میں سب سے اعلیٰ ہیں۔

خلق سے اولیاء اور اولیاء سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

آگے صفحہ نمبر ۹۹ میں فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر کفر کا فتویٰ فرمادیا جو انبیاء علیہم السلام کو اپنے ایسا بشر کہتے ہیں۔ارشاد ہوتا ہے۔

''اے محبوب کیا تمہیں ان کی خبر نہ آئی جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا اور اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔یہ اس لئے کہ ان کے پاس رسول روشن دلیلیں لاتے

فقا لو اابلبشر لیھد و ننا فکفروا

تو وہ بولے کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے تو کافر ہوئے

اور پھر گئے اور اللہ تعالیٰ نے بے نیازی کو کام فرمایا اور اللہ بے نیاز ہے۔

خوبیوں سراہا (۶۴:۵-۶)

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہنے والے نرلے کافر ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے بے نیاز ہے۔اسے ان کی قطعاً پرواہ نہیں۔

پروفیسر علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ: آپ اپنی کتاب ''سیرت رسول عربی ﷺ'' کے صفحہ نمبر ۲۵ (ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

''خاندانی شرافت وسیادت'' کے تحت ایک شعر تحریر فرماتے ہیں۔

لَمْ يَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ

اَبَدً اوً عِلْمِىْ اَنَّهُ لاَ يَخْلُقُ

خدا نے حضرت محمد ﷺ کا مثل کبھی پیدا نہیں کیا اور مجھے علم ہے کہ وہ آپ

کا مثل پیدا نہ کرے گا۔

آپ کے رسالہ "نور علیہ السلام" (مطبوعہ تنظیم نوجوانان اہلسنت جامع مسجد صدیق اکبر رضی اللہ علیہ بھاٹی گیٹ لاہور) کے صفحہ نمبر ۵۰ میں معترض کے بشریت کے دلائل پیش کرنے کے بعد ہے۔

"اس کے بعد آپ بشریت کا مسئلہ پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ متعدد آیات میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے بشر کہا ہے یا حضور نے خود بشریت کا اقرار کیا ہے، میں کہتا ہوں کہ ہم کب حضور کی الوہیت کے قائل ہیں؟ بیشک آپ بشر تھے، یعنی خدا نہ تھے، لیکن آپ کی بشریت آپ کے نور ہونے کے منافی نہیں ہے، بندۂ خدا! آپ اس امر میں کفار کے ہم نوا ہو کر یہ کہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی طرح بشر تھے۔

مولانا روم فرماتے ہیں۔

کار پاکاں راقیاس از خود مگیر ۔۔۔ گرچہ باشد درنوشتن شیر و شیر
ہمسری با انبیاء برداشتند ۔۔۔ اولیاء راہم چو خود پنداشتند
گفت اینک ما بشر ایشاں بشر ۔۔۔ ماء ایشاں بستہ خوابم و خور
ایں ندا نستند ایشاں ازعمی ۔۔۔ ہست فرقے درمیاں بے انتہیٰ
ایں خوردگرد و پلیدی زو جدا ۔۔۔ وآں خورد گرد و ہمہ نور خدا
ایں خورد زاید ہمہ بخل و حسد ۔۔۔ وآں خورد زاید ہمہ نور احد

ایں زمین پاک وآں شوراست وبد
ایں فرشتہ پاک وآں دیواست ودد

ترجمہ

۱) پاک لوگوں کو اپنے جیسا نہ کہا کرو۔ شیر اور شیر (دودھ) لکھنے میں ہم شکل ہوتے ہیں مگر دونوں میں کتنا بڑا فرق ہے۔

۲) یہ کبھی انبیاء علیہم السلام کی برابری کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں اور کبھی اولیاء کو ہم مثل سمجھنے لگتے ہیں۔

۳) (دلیل یہ دیتے ہیں) کہ ہم بھی بشر وہ بشر، ہم سونے اور کھانے میں یکساں ہیں پھر فرق کیوں؟

۴) مگران اندھوں کو کور باطنی کی وجہ سے یہ نظر نہ آیا کہ ان کے اور اُن کے درمیان بے انتہا فرق ہے۔

۵) غذا نبی اور غیر نبی دونوں کھاتے ہیں مگر غیر نبی سے نجاست بن کر خارج ہوتی ہے اور جو نبی کھاتا ہے وہ تمام کا تمام نور بن جاتا ہے۔

خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد صاحب نظامیؒ: میں آپ کے ''خطباتِ نظامی'' سے ''بشریت'' کے عنوان کے تحت جو آپ نے طویل پیرائے میں دلائل بیان فرمائے ہیں ان کو اختصار سے بیان کرتا ہوں اور بشریتِ نبی کریم ﷺ کے حوالے سے آپ کا موقف بیان کرتا ہوں۔

''میرا مقصود یہ سمجھانا ہے کہ بشر اور ہے مثل بشر اور، چاند اور ہے مثل چاند اور۔ شیر اور ہے اور شیر آور رب قدیر نے بشر نہیں کہا، مثل بشر کہا۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی

ہم مقام سوال واستفسار میں رسول اللہ ﷺ پر اطلاق بشر کرتے ہیں اس

کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر کوئی اجنبی یا نہ جاننے والا آقائے دو جہاں ﷺ کے بارے میں یہ سوال کرے کہ کیا جناب محمد ﷺ خدا تھے یا خدا کے بیٹے تھے؟ تو اس کا کھلا ہوا جواب یہ ہے کہ نہ تو وہ خدا تھے اور نہ خدا کے بیٹے اسی لئے تو ہم اہلسنت میلاد شریف کی کثرت کرتے ہیں کہ جب بارہا انہیں ابن عبداللہ کہا جائے گا تو انہیں نہ تو اللہ کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی اللہ کا بیٹا یعنی عبداللہ کا بیٹا بھلا اللہ اور اللہ کا بیٹا کیسے ہوسکتا ہے۔ پھر سائل نے سوال کیا۔ اگر وہ اللہ اور اللہ کا بیٹا نہیں تھے تو کیا فرشتوں میں سے تھے؟ تو اس کا جواب یہی ہے کہ ہرگز نہیں۔ وہ فرشتوں میں سے نہیں تھے۔ اگر وہ فرشتوں میں سے تھے تو ان کی زندگی انسانی رشد وہدایت کا معیار کیسے بن سکتی تھی؟ انہوں نے شادی کی تاکہ ازدواجی اور عیالی زندگی ہمارے کام آسکے اور فرشتے شادی بیاہ اور آل واولاد سے مبرا ومنزہ ہیں۔

اچھا تو پھر کیا وہ جن میں سے تھے؟ اس کا جواب وہی ہے کہ وہ جن میں سے نہیں تھے۔ اگر وہ جن میں سے ہوتے تو کاروان انسانیت کی قیادت کیسے کر سکتے تھے۔ آخرش تو تھے کیا؟

اب اس کا جواب یہی دیا جائے گا کہ نوع بشر سے تھے۔ لیکن اس اطلاق کو عام بول چال میں رواج نہیں دیا جائے گا۔ جیسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سرکار کے چچازاد بھائی ہونے کے باوجود پوری زندگی میں کبھی بھائی کہہ کہ نہیں پکارا۔ انہوں نے جب بھی عرض کیا تو کہا یا رسول اللہ، یا نبی اللہ، یا حبیب اللہ وغیرہ

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس پاکیزہ کردار نے امت مسلمہ کو نہ صرف ادب آشنا ہی کیا بلکہ عملاً اسکی زندہ جاوید مثال پیش کردی اور یہ بتادیا کہ جب میں بھائی ہوکر

انہیں بھائی نہیں کہہ سکتا تو پندرہویں صدی کا نام نہاد ملا انہیں کیونکر بڑا بھائی کہہ سکتا ہے اوراس کے چیلے چاپڑ بھائی کا رشتہ کیسے جوڑ سکتے ہیں۔

مقام مدح یہی ہے کہ جتنی بڑی ہستی اسی کے لائق القاب۔ کیا کوئی اللہ تعالیٰ کے مقام مدح میں یہ کہہ سکتا ہے کہ ارے اللہ وہی جو خالق خنزیر ہے۔ بظاہر وہ حق بول رہا ہے مگر یہ کلمہ کفر ہے۔ جملے کا تیور بدل رہا ہے کہ یہاں اس مالک حقیقی خدائے وحدہ لاشریک کی تعریف اور حمد وثنا مقصود نہیں ہے بلکہ تنقیص الوہیت اس کا مدعا اور مطمع نظر ہے لہٰذا فقہاء فرماتے ہیں یہ کلمہ کفر ہے۔

ایسے ہی اب یہاں بھی کہہ لینے دیجئے کہ میری سرکار ﷺ کے نہ جانے کتنے القاب وخطابات ہیں۔ جن کی کوئی نظیر اور مثال نہیں۔ وہ یٰسین، طٰہٰ، مزمل، مدثر، شفیع محشر، ساقی کوثر، حبیب کبریا، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، رحمۃ اللعالمین ہیں۔ ایسے بے شمار خطابات کے ہوتے ہوئے اپنی عام بول چال، تقریر وتحریر میں بشر، بشر کہے تو وہ حق نہیں بول رہا بلکہ تنقیص نبوت کر رہا ہے۔

وجہ کیا ہے؟ جب اپنے مولانا کی باری آئے تو اشرف علی، اشرف علی نہیں کہتا، حسین احمد، حسین احمد نہیں کہتا، قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی نہیں کہتا بلکہ حکیم الامت، شیخ الاسلام، حجۃ الاسلام، قطب العالم بولتا ہے۔

حضرات! ان کی سب سے بڑی اور بہت ہی اہم دلیل ہے کہ وہ ہمارے چہرہ مہرہ میں ہیں لہٰذا ہم ان کو اپنے جیسا نہ کہیں تو کیا کہیں۔

ڈاکٹر کو ڈاکٹر کہتے ہو، وکیل کو وکیل کہتے ہو، منصف کو منصف کہتے ہو اور جج کو جج کہتے ہو۔ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ ڈاکٹر، وکیل، منصف اور جج یہ سب

تمہارے ہی چہرے مہرے والے ہیں انہیں اپنے جیسا نہیں کہتے۔ ان کی ڈگری بولتے ہو۔ عام چہرے مہرے والا جو ڈاکٹر نہ ہو اس سے اپنے مریض کا آپریشن، علاج نہیں کرواتے، کسی تمہارے ہی چہرے مہرے والے کو اپنے مقدمہ کے لئے وکیل مقرر نہیں کرتے۔

انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ ڈاکٹر، وکیل م منصف اور جج یہ سب تمہارے چہرے مہرے والے ہیں انہیں اپنے جیسا نہیں کہتے، ان کی ڈگری بولتے ہو اور سید الکونین، روحی فداہ ﷺ جنہوں نے درسگاہ الوہیت میں تعلیم پائی جیسا کہ سرکار نے خود ارشاد فرمایا ''علمنی ربی فاحسن تادیبی''

پروردگار نے انہیں بے شمار ڈگریوں اور خطابات سے نوازا، تم ان کی ڈگری کا احترام نہیں کرتے، بشر بولتے ہو، یلیین نہیں بولتے۔ شفیع محشر و ساقی کوثر نہیں بولتے۔

اے نادانو! تم اپنا منحوس چہرہ لے کر آقائے کائنات سے مقابلہ کرنا چاہتے ہو۔ اور دریدہ ذہنی و کج فکری کا یہ عالم ہے کہ تم کہتے ہو کہ دو آنکھیں ہماری اور دو آنکھیں مصطفٰے ﷺ کی۔ لہٰذا ان کا اور ہمارا فرق ہی کیا۔ مجھے معاف کرنا۔ کبھی انہیں آنکھوں کو لے کر الو کے سامنے کھڑے ہو جائے اور اس سے بھی۔ یہی کہو کہ دو آنکھیں تیری اور دو آنکھیں میری۔ پھر میرا تیرا فرق ہی کیا۔ جیسا میں ویسا تو۔ جیسا تو ویسا میں۔ لیکن یہ سنتے ہی جناب آگ بگولا اور چراغ پا ہو جائیں گے۔ پھر مجھے کہہ لینے دیجئے کہ تیرا حوصلہ کب سے بڑھ گیا کہ تو میرے حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہے۔

اب اس حقیقت کو سمجھئے کہ قرآن نے بشر نہیں کہا، مثل بشر کہا ہے۔ اس فرق کو ایک مثال سے سمجھئے مثلاً میرے ہاتھ میں ایک رومال ہے اس پر دھاگے سے گلاب کا پھول کڑھا ہوا ہے۔ آپ سب انصاف سے فرمائیے کہ یہ رومال والا پھول صورت میں گلاب کے پھول سے تو ضرور مل رہا ہے لیکن آپ اسے پھول کہیں گے یا مثل پھول۔ جواب یقیناً یہی ہوگا کہ مثل پھول۔ کیا معلوم ہوا: صورت میں مل جانے سے دونوں کی حقیقت ایک نہیں ہو جاتی۔ معلوم ہوا کہ بشر اور ہے اور مثل بشر اور۔ چاند اور ہے مثل چاند اور۔ آیت میں پروردگار نے آپ کو بشر نہیں کہا مثل بشر کہا ہے۔

آیت مبارکہ میں خداوند قدوس نے اپنے پیارے محبوب کو بشر سے تشبیہ دی ہے۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ تشبیہ کے لئے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ (۱) مشبہ (۲) مشبہ بہ (۳) وجہ شبہ۔ مشبہ اسے کہتے ہیں جسے تشبیہ دی جائے اور مشبہ بہ اسے کہتے ہیں جس چیز سے تشبیہ دی جائے اور وجہ شبہ ان دونوں کے درمیان ایک مخفی اور چھپی ہوئی حقیقت ہے یعنی جس کی وجہ سے تشبیہ دی گئی۔ مثلاً زید آیا تو آپ نے فرمایا: شیر آیا۔ یعنی زید کو شیر سے تشبیہ دی گئی۔ تو زید کو مشبہ کہیں گے اور شیر کو مشبہ بہ اور تشبیہ شجاعت اور بہادری کی بنیاد پر دی گئی۔ جو وجہ شبہ ہے۔ اور یہ دونوں کا قدر مشترک ہے۔ یعنی زید کو شیر اس لئے نہیں کہا گیا کہ زید چار ٹانگوں والا ہے۔ بڑے کلے جبڑے والا ہے۔ دراز ناخن والا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ شجاعت و بہادری کی بنیاد پر اسے شیر کہا گیا۔ ایسے ہی محبوب کے ہونٹوں کو کہا کہ گلاب کی پنکھڑی جیسا ہے۔ تو ہونٹ مشبہ ہوا، گلاب کی پنکھڑی مشبہ بہ ہے اور نزاکت و خوبصورتی وجہ شبہ۔ یعنی نزاکت و خوبصورتی کی وجہ سے یہ تشبیہ دی گئی۔

ایسے ہی محبوب کے دانتوں کو موتی جیسا کہا۔تو دانت مشبہ۔موتی مشبہ بہ اور چمک اور خوبصورتی وجہ شبہ بس ایسے ہی میرے سرکار کو بشر سے تشبیہ دی گئی ہے۔سرکار مشبہ اور بشر مشبہ بہ اور بشریت وجہ شبہ۔

یہ واضح ہے کہ وجہ شبہ کی اصلیت مشبہ بہ میں پائی جاتی ہے اور اسکی کوئی جھلک مشبہ میں نظر آتی ہے۔یعنی زید کو شیر کہا تو شجاعت و بہادری کی اصلیت پہلے زید میں نہیں ہے بلکہ اسکی اصل شیر میں ہے اور زید میں بہادری کی جھلک آ گئی ہے۔بس اسی بنیاد پر تشبیہ دی گئی۔ایسے ہی ہونٹ کو گلاب کی پنکھڑی جیسا کہا تو اصل نزاکت و خوبصورتی ہونٹ میں نہیں بلکہ گلاب کی پنکھڑی میں ہے البتہ ہونٹ میں نزاکت و خوبصورتی کی جھلک آ گئی ہے۔ایسے ہی دانتوں کو موتی کہا تو اصل چمک و خوبصورتی موتی میں ہے۔دانت میں اسکی جھلک آ گئی ہے۔

معلوم ہوا وجہ شبہ کی اصل مشبہ میں نہیں بلکہ مشبہ بہ میں پائی جاتی ہے۔لہٰذا اب غور کریں کہ سرکار مشبہ ہیں۔بشر مشبہ بہ اور بشریت وجہ شبہ۔یعنی بشریت کی اصل مصطفٰے ﷺ میں نہیں پائی جارہی ہے بلکہ بشر میں ہے۔لہٰذا ہم ایسے بشر ہیں کہ جملہ لوازمات بشریت مثلاً سایہ ہونا، پسینہ میں بد بو ہونا، جمائی آنا، بدن پر مکھی بیٹھنا، غفلت کی نیند سونا وغیرہ ہمارے ساتھ ہیں۔مگر ہماری سرکار بشر نہیں مثل بشر ہیں اس لئے ان کے جسم کا سایہ نہیں پسینہ میں خوشبو ہے، جمائی نہ آنا، بدن پر مکھی کا نہ بیٹھنا، غفلت کی نیند نہ سونا، اور سو کر اٹھ کے بغیر وضو نماز ادا فرمالینا اور حضور نبی کریم ﷺ ٹھیٹھ ہمارے جیسے بشر ہوتے تو ان کے پسینہ میں بھی بد بو ہوتی، نبی علیہ السلام جن الفاظ کو بطور تواضع و انکسار استعمال فرمائیں تو یہ حق امتی کو نہیں کہ وہ بھی نبی علیہ السلام

کے لئے وہی الفاظ استعمال کریں۔ مثلاً ہم سب کے مجاہد ملت خط لکھنے کے بعد جب دستخط فرماتے تو "فقیر محمد حبیب الرحمٰن" لکھتے۔ اب اگر ایک مرید جو ادب آشنا اور مزاج شناس ہو وہ حضرت کو خط اس طرح لکھے۔

فقیر محمد حبیب الرحمٰن ۷/۸۶/۹۲

میں خیریت سے ہوں۔ آپ کی خیریت کا طلب گار

تو اس کو ڈانٹیں گے کہ پیر و مرشد کو اس طرح مخاطب کیا جاتا ہے۔ آگے سے وہ بڑی سادگی اور سنجیدگی سے جواب دیتا ہے کہ میں یہ اپنی طرف سے تھوڑے ہی لکھ رہا ہوں میں وہی لکھ رہا ہوں جسے حضور خود اپنے دستخط سے تحریر فرماتے ہیں۔ تو اسکو اسی طرح سمجھائیں گے کہ وہ تو اپنے آپ کو حقیر و فقیر لکھیں یا عاجز و مسکین لکھیں لیکن یہ ہمارا حق نہیں ہم تو جب بھی لکھیں گے، شہید عشق، فاتح عرب و عجم، استاد العلماء، بحر العلوم، شیخ طریقت، حضور مجاہد ملت ہی لکھیں گے۔ مجھے کہنے دیجئے جو ضابطہ اخلاق آپ کے اپنی پیر و مقتدا سے متعلق ہے اسے سید الانبیاء کی بارگاہ میں پہنچ کر کیوں بھول بیٹھے؟ یہی وہ دل کا چور ہے جو آپ کی گمراہی کا سبب بنا۔ اسکی تفصیل "خون کے آنسو" میں ملاحظہ فرمائیں۔

نتیجہ کے طور پر اب مجھے کہہ لینے دیجئے کہ جب یہ آیت کافروں کے لئے اتری اور اس کے مخاطب وہی ہیں۔ تو اگر کافر بشر کہے تو وہ کافر ہی ٹھہرا۔ لیکن ایک مرد مسلمان، کلمہ گو، اور دولت ایمان و عقیدہ سے مالا مال بھی۔ یہ گوارہ نہ کرے گا کہ انہیں بشر کہا جائے۔ بلکہ نت نئے آداب و القاب سے اپنے محبوب کو یاد کرے گا۔

ہمارا مطالبہ یہی ہے کہ نہ تو انہیں خدا کہا جائے اور نہ ہی اپنے جیسا بشر کہا

جائے۔

اے نادانو! اگر تم نے رسول اللہ ﷺ کو کھاتے پیتے دیکھا تو صوم وصال میں بغیر کھاتے پیتے کیوں نہ دیکھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو کھاتے پیتے دیکھا تو وہ ان کا لباس بشری تھا اور بن کھاتے پیتے دیکھا تو وہ ان کا لباس ملکوتی تھا۔ ایک ہی لباس دیکھ کر فیصلہ نہیں کیا جاتا۔ مختلف لباس دیکھو تب فیصلہ کی زبان کھولو۔ اگر تم نے مکہ اور مدینہ کی گلیوں میں چلتے پھرتے دیکھا تو مقام سدرہ پر کیوں نہیں دیکھا؟ اگر جنگ احد میں آپ کے دندان مبارک شہید ہوتے دیکھا تو وہ ایک لباس تھا اور اب بتاؤ یہ کون سا لباس تھا کہ ہجرت کے شب کفار کے گھیرے کے باوجود سب کی کھلی آنکھوں سے بچ کر نکل گئے اور کسی ایک کو بھی نظر نہ آئے۔

ایک کاغذ ہے کہ سڑک پر ڈال دیا، نالی میں پھینک دیا، پاؤں سے روندا جائے، اور ایک کاغذ ہے کہ سنبھال کر جیب میں رکھا جائے۔ الماری میں رکھا جائے۔ اگر بشر بشر برابر کی طرح کاغذ کاغذ برابر تو عقل کے دشمنوں سے کہئے کہ جو کاغذ نالی میں بہہ رہا ہے اسے تجوریوں میں رکھ دیجئے اور جو کاغذ تجوریوں میں رکھا ہے اسے نالیوں میں بہا دیجئے کیونکہ دونوں کاغذ ہی تو ہیں۔

اگر آپ کہیں کہ اس پر حکومت کی مہر لگی ہے تو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان پروردگارِ عالم نے مہر نبوت لگا رکھی ہے۔ اگر حکومت کی مہر لگا لو ہے کہ تجوری رکھا جاتا ہے تو جس پر خالق کائنات نے مہر لگائی ہے اسے دل کی تجوری میں رکھا جاتا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

حضرت علامہ مفتی محمد جلال الدین قادری: آپ اپنی کتاب ''آسان اسلامی معلوماتی کورس'' کے صفحہ نمبر ۴۶ میں ''بشریت مصطفیٰ ﷺ'' کے تحت لکھتے ہیں۔

''نبی کریم ﷺ ''جنس بشر'' میں آئے اور انسان ہی ہوئے ہیں جن یا فرشتہ نہیں ہوئے یہ دنیوی احکام کے اعتبار سے ہے ورنہ بشریت کی ابتداء تو حضور ابو البشر سیدنا آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ اور حضور اکرم ﷺ اس وقت بھی نبی تھے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی آب وگل میں تھے۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ نبی تھے بشر نہ تھے۔ اولاد آدم ہونے کے اعتبار سے اگر چہ حضور سید عالم ﷺ بشریت کے لباس میں جلوہ گر ہوئے مگر آپ کو بشر یا انسان کہہ کر پکارنا یا ایسے الفاظ سے پکارنا جس سے برابری کا شائبہ ہو ''حرام'' ہے بلکہ اگر اہانت کی نیت سے کہے تو دائرہ اسلام سے خارج ہے۔''

مولانا سید شمیم احمد گوہر الہ آبادی: خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامیؒ کے مرتبہ عقائد اہلسنت (مکتبہ ضائیہ بوہڑ بازار راولپنڈی) میں مولانا سید شمیم احمد گوہر صاحب کے مضمون ''بشریت کی روشنی میں ورود انبیاء کا حقیقی پس منظر'' کے آخر میں ہے۔

''واضح ہوا کہ جتنا قائد بشری انداز سے پہونچ سکتا تھا اتنا فوق البشر ہستی سے نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس سلسلے میں خداوند قدوس خود ارشاد فرماتا ہے کہ انسان کی ہدایت کیلئے انسان ہی زیادہ موزوں ہوسکتا ہے کیونکہ پیغمبر کا فرض صرف یہی نہیں کہ وہ

تقریر کرے بلکہ خود عمل کر کے دکھانا اور پیروی کے لئے نمونہ پیش کرنا بھی اس کے فرائض میں داخل ہے اور اگر اسی مقصد کے لئے کوئی فرشتہ بھیجا جائے (جس میں بشری خصوصیات موجود نہ ہوں) تو انسان کہہ سکتا ہے کہ ہم اسکی طرح کیونکر عمل کر سکتے ہیں جبکہ وہ ہماری طرح نفس اور نفسانی خواہشات ہی نہیں رکھتا اور اس کی فطرت میں وہ قوتیں ہی نہیں ہیں جو انسان کو گناہ کی طرف راغب کرتی ہیں۔ چنانچہ اسی لئے حق سبحانہ، تعالیٰ نے انسانوں کی اصلاح کے لئے انسان ہی کو منصب ہدایت پر سرفراز کیا لیکن کفار چونکہ عقل سلیم سے کام نہیں لیتے اس لئے اعتراض کیا کرتے ہیں۔"

ملک شیر محمد خان اعوانؒ: آپ اپنی بہترین تصنیف "عظمت مصطفیٰ ﷺ" (صفہ پبلی کیشنز اردو بازار لاہور) کے صفحہ نمبر ۱۸۵ میں "نور مصطفیٰ ﷺ" کے تحت لکھتے ہیں۔ "اہل سنت حضور سید دو عالم ﷺ کی بشریت اور نورانیت دونوں کے قائل ہیں البتہ حضور ﷺ سے مماثلت کا دعویٰ کرنے والوں کو گستاخ اور بے ادب سمجھتے ہیں کیونکہ انبیاء کو اپنی مثل بشر کہنا ہمیشہ سے کفار کا دستور رہا ہے۔

قرآن کریم میں بشر سے متعلق دو قسم کی آیات ہیں جن کے تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) جن آیا میں انبیاء علیہم السلام سے کہلا دیا گیا ہے کہ ہم تم جیسے بشر ہیں تو مطلب یہ ہے کہ خالص مخلوق ہونے میں ہم تم جیسی مخلوق ہیں کہ جس طرح تم نہ خدا ہو نہ خدا کے بیٹے اور نہ خدا کے ساتھی اسی طرح ہم نہ خدا ہیں نہ اس کے بیٹے اور نہ اس کے شریک۔

(۲) جن آیات میں انبیاء علیہم السلام کو بشر کہنے والوں کو کافر کہا گیا ہے ان کا

مطلب یہ ہے کہ جو انبیاء کہ ہمسری اور برابری کا دعویٰ کرتے ہوئے انہیں بشر کہے یا ان کی اہانت کی غرض سے بشر ہے۔''

آگے صفحہ نمبر ۱۸۹ میں فرماتے ہیں۔

''چونکہ حضور ﷺ کی ظاہری صورت دیگر بنی نوع انسان سے ملتی جلتی تھی اس لئے حضور ﷺ کو بشر کہا گیا ہے مگر اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اپنے اوصاف وکمالات میں بھی دوسرے انسانوں کے ساتھ برابر ہیں۔ حدیث پاک میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''اَیُّکُم مِثْلِی'' ''تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ کسی صحابی نے حضور اکرم ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہنے کی جرأت نہیں کی۔''

انیس احمد نُوری: انیس احمد نُوری اپنی تصنیف ''سنی بیاض'' میں اپنے مخصوص انداز میں ''حضور علیہ السلام نور ہیں یا بشر''؟ کے تحت لکھتے ہیں۔

''آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ ________ ''حضور علیہ السلام نور ہیں یا بشر؟'' ________ وہابیہ دیوبندیہ یہ مکر اس لئے استعمال کرتے ہیں کہ اس جملہ کے درمیان یا کے سبب دو باتوں سے ایک کو منتخب کرنا ہے ________ جس کے سبب دوسرے کا خود بخود انکار تسلیم کیا جائیگا۔

یہ سوال ایسا ہی احمقانا ہے جیسے کوئی کہے کہ تم انسان ہو یا آدمی؟ کہ اگر جواب دینے والا خود کو انسان کہتا ہے تو خود بخود آدمی ہونے کا انکار سمجھا جائے گا۔ اس طرح جواب دینے والا غلطی پر نہیں بلکہ سائل کا سوال ہی غلط تھا کیونکہ یا دو تضاد یعنی دو ضدوں کے درمیان ہونا چاہئے تھا مثلاً ________ انسان ہے یا حیوان مطلق؟ __

آدمی ہے یا فرشتہ؟ ـــــــ دن ہے یا رات؟ ـــــــ آسمان ہے یا زمین؟ ـــــــ سچ ہے یا جھوٹ؟

لہٰذا اے میرے سنی بھائیو! ـــــــ جب آپ سے وہابیہ دیوبندیہ برائے مکر یہ کہیں کہ حضور نور ہیں یا بشر؟ ـــــــ تو آپ انہیں جواب دیں کہ تمہارا یہ سوال ہی احمقانا ہے۔ اپنا سوال درست کرو لفظ یا دو تضاد کے درمیان آتا ہے ـــــــ نور اور بشر ایک دوسرے کے ضد نہیں ـــــــ نور کی ضد ظلمت ہے تاریکی ہے اندھیرا ہے۔ حضور اکرم ـــــــ نور ہیں ظلمت تاریکی اندھیرا نہیں ـــــــ اور بشر کی ضد ـــــــ فرشتہ ہے، جن ہے، حیوان مطلق ہے ـــــــ حضور بشر ہیں ـــــــ فرشتہ، جن اور حیوان مطلق نہیں ـــــــ لہٰذا اے وہابیہ دیوبندیہ کی تمام ٹولیو! تمہارے سوا کون بد بخت ہے جو اللہ تعالیٰ کے محبوب اعظم کو کہے گا کہ آقا نور نہیں، معاذ اللہ ظلمت ہیں؟ نور نہیں، معاذ اللہ اندھیرا ہیں؟ ـــــــ نور نہیں معاذ اللہ تاریکی ہیں؟ ـــــــ

اس جگہ وہابیہ ایک سوال ضرور کریں گے ـــــــ کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام نور بھی ہوں اور بشر بھی؟ ـــــــ تو میرے پیارے سنی بھائیو! ـــــــ آپ ان سے کہیں یہ ایسے ہو سکتا ہے کہ جس طرح مطلق شیشے کو گلاس کہتے ہیں ـــــــ مگر پانی پینے کا برتن بھی گلاس کہلاتا ہے خواہ شیشے کا بنا ہوا نہ بھی ہو۔ ہے تو گلاس مگر اسٹیل کا، ہے تو گلاس مگر پیتل یا تانبے کا ـــــــ ہے تو گلاس مگر بھرت یا سلور کا ـــــــ ہے تو گلاس مگر کانسی یا پلاسٹک کا ـــــــ غرض یہ کہ کسی بھی دھات کا ہو اپنی مخصوص بناوٹ کے اعتبار سے پانی پینے کا برتن گلاس ہی عرف عام

میں کہلاتا ہے۔لہٰذا کوئی احمق بھی یہ نہیں کہے گا کہ بشر نوری نہیں ہوسکتا ــــــ جب گلاس، اسٹیل، پیتل، تانبا، سلور کا ہوسکتا ہے ــــــ تو بشر بھی نوری ہوسکتا ہے۔

بالکل اسی طرح آقا و مولیٰ ﷺ جس جگہ آج رونق افروز ہیں۔اس مٹی کے نور ہونے سے بشر ہونے میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

آگے قل اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحیٰٓ اِلَیَّ (سورہ کہف آیت نمبر ۱۱۰) کے تحت فرماتے ہیں۔

قارئین کرام! ــــــ اگر کوئی پاکستانی بوسکی کپڑے کو جاپانی دو گھوڑا بوسکی جیسی یا مثل بتائے تو دنیا کا ہر شخص یہی کہے گا کہ لفظ جیسی یا مثل بتا رہا ہے کہ بوسکی ــــــ جاپانی نہیں اسکی مثل ہے۔یا اس جیسی ہے۔مگر وہابیہ دیوبندیہ بشر مثلکم کا ترجمہ (میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم ــــــ محمود حسن دیوبندی ــــــ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں ــــــ فتح محمد جالندھری دیوبندی کرتے ہیں جبکہ حضور انور صرف بخاری شریف میں ہی تقریباً چار مقام پر ایکم مثلی ــــــ "تم میں کون ہے میری مثل" ــــــ ارشاد فرمائیں۔

استاذ العلماء حضرت علامہ محمد یعقوب ہزاروی: آپ اپنی تصنیف "القول المقبول لنفی فی الرسول" المعروف "نفی سایہ مصطفیٰ ﷺ" کے صفحہ نمبر ۷۷ میں فرماتے ہیں۔

رہا یہ اعتراض کے رسول اللہ ﷺ کو عوارض بشریہ لاحق ہوئے ہیں مثلاً پسینہ آنا، حوائج بشریہ سے متصف ہونا، تکلیف و مشقت، بدن میں خون کا ہونا اور بہنا۔

تو سایہ بھی چونکہ افراد بشر کو عارض ہوتا ہے لہٰذا رسول اللہ ﷺ کو بھی عارض ہونا چاہئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی نورانیت کے ساتھ بشریت مطہرہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ نورانی عوارض بتقاضائے نورانیت پائے جاتے ہیں اور بشری عوارض بتقاضائے بشریت ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ تو جس طرح آپ کیلئے بتقاضائے بشریت بشری عوارض .... سونا، بدن میں خون ہونا اور خون کا بہنا .... سے متصف .... ایسے ہی بتقاضائے نورانیت آپ عدم سایہ (تاریک سایہ نہ ہونا) سے متصف۔ جو نورانیت کا عارض لازم ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے لئے بشریت مطہرہ کی وجہ سے بشری عوراض تو تسلیم کر لئے جائیں اور عوارض نورانیت تسلیم نہ کئے جائیں تو "ترجیح بلا مرجح" لازم آئیگی۔ ترجیح بلا مرجح باطل۔

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ کے بشر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ﷺ کے لئے تمام عوارض بشریہ ثابت ہوں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ بشریت کے فرد خاص ہیں اور خاص اپنی خصوصیات کی وجہ سے عام سے مختلف ہوتا ہے۔

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی حاشیہ بیضاوی میں تحریر فرماتے ہیں۔

"یجوز ان یکون حکم الخاص مخالفا للعام لخصوصیۃ فیہ"

(عبدالحکم علی البیضاوی ص ۱۷۸)

حضرت علامہ الحاج محمد عبدالصبور بیگ منشور ہزاروی: آپ نے اپنی ضخیم تصنیف "انوارِ مُصطفٰی عَلَیہ التَّحیَّۃُ وَ الثَّنَاءُ" میں حضور نبی کریم

ﷺ کی نورانیت و بشریت پر تفصیلی مواد مہیا کیا ہے۔ اور اس کے مختلف صفحات میں اہلسنت کے عقیدہ کو بیان کیا ہے۔ آپ بریلی شریف سے فارغ التحصیل ہیں۔ آپ کی تمام تصانیف حضور نبی کریم ﷺ سے آپ کے عشق و مستی کی آئینہ دار ہیں۔

آپ اپنی تصنیف کے صفحہ نمبر ۵۹ (ادارہ علمیہ جامع عالیہ صدیقیہ گکھڑ منڈی) میں فرماتے ہیں۔ ''اکابرین اہل سنت کا اس بارے میں مسلک یہ ہے کہ حضور پر نور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے منفرد محاسن و درجات اور امتیازی فضائل و کمالات کے باوجود آپ خدا نہیں اور نہ ہی آپ میں الوہیت کا کوئی شائبہ پایا جاتا ہے بلکہ آپ نور خدا اور مظہر ذات باری ہیں۔ پروردگار عالم کے خاص الخاص بندے، رفیع الشان رسول اور ذی وقار محبوب ہیں۔ آپ کی ذات اپنے صفات و درجات میں بے مثال و بے نظیر اور مرتبہ نبوت و رسالت میں وحدہ لاشریک ہیں۔ اور خدا کی ساری کائنات میں بعد از خدا بزرگ ترین اور بلند ترین ہستی ہیں۔

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهُ بَشَرٌ

وَاَنَّهُ خَيْرُ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِمِ

(ہمارے علم و دانش کی رسائی تو بس اس حد تک ہے کہ آپ بے مثل بشر ہیں اور بالتحقیق خدا کی ساری مخلوق سے بہتر و برتر اور افضل و اعلیٰ ہیں)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب و محترم بندے کی تخلیق اپنے ذاتی نور سے فرمائی اور پھر اس نور پاک کو پاکیزہ بشریت اور مطہرہ جسمانیت کا مقدس لباس پہنا کر انسان کی ہدایت اور ملکوں کی رہنمائی کے لئے عالم شہادت (دنیا) میں مبعوث فرمایا۔ اور آپ کی مطہرہ بشریت کو بے شمار فضائل جلیلہ اور مراتب عالیہ سے سرفراز فرمایا۔

ہم اہل سنت سرور دو عالم نور مجسم ﷺ کو نہ فرشتوں کی طرح ''نور محض'' تسلیم کرتے ہیں اور نہ ہی منکرین کمال نورانیت کی مانند اپنے جیسا محض خاکی بشر مانتے ہیں یقیناً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جنس بشر اور نوع انسان سے ہیں۔

آگے صفحہ نمبر ۶۱ میں فرماتے ہیں۔

''بے شک حضور سراپا نور ﷺ میں بشریت متحقق ہے اس لئے ذات و کمالات کے اعتبار سے آپ کی بشریت مطہرہ کا انکار قطعی کفر ہے''۔

آگے صفحہ نمبر ۶۲ میں فرماتے ہیں۔

''ہمارے نزدیک حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس جمال بشریت اور کمال نورانیت دونوں حقیقتوں کی علی وجہ الکمال جامع ہے۔

خداوند قدوس جس طرح آپ کی ذات اقدس کو عالم قدس کی نورانی نزہتوں اور روحانی حقیقتوں سے سرفراز فرمایا ہے اسی طرح عالم شہادت کے حقائق جسمیہ اور ماہیات مادیہ سے بھی متصف فرمایا ہے تاکہ خاتم الانبیاء والمرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کی جامعیت کبریٰ میں کوئی کمی یا نقص باقی نہ رہے۔

خوبی وشمائل میں ہر آن نرالا ہے

انسان ہے وہ لیکن انسان نرالا ہے

بے شک حضور اقدس ﷺ کا کمال نورانیت نوری فرشتوں سے زیادہ روشن اور پاکیزہ تر ہے اور آپ کا بے مثل جمال بشریت ملائکۃ المقربین کی ملکیت و نورانیت سے کہیں افضل و اعلیٰ اور برتر و بالا ہے جو ہر طرح کی بشری کثافتوں اور جسمانی غلاظتوں اور تاریکیوں سے کلیتہً طیب و طاہر ہے اور آپ کی بے مثل بشریت

مطہرہ کو عام انسانوں کی بشریت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ الغرض قدرت نے اپنے محبوب دلنواز ﷺ کو صورت و سیرت، جسم و روح اور ظاہر و باطن کے اعتبار سے خوبی و کمال اور حسن و جمال کا ''معیار آخر'' بنا کر محفل کائنات میں بھیجا ہے۔ درحقیقت حضور رسالت مآب ﷺ کے باطن کی نورانیت ہی نہیں ظاہر کی جسمانیت بھی بے نظیر و بے مثال اور نور علیٰ نور ہے۔ انسانوں کے حسن و جمال اور زیبائی و رعنائی کے تمام شاعرانہ و ادبیانہ استعاروں اور تشبیہوں کی جہاں انتہا ہوتی ہے محبوب فطرت ﷺ کے حسن و جمال اور زیبائی و رعنائی کا وہاں سے آغاز ہوتا ہے۔

رخ مصطفےٰ ﷺ ہے وہ آئینہ کہ ایسا اب دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

آگے صفحہ نمبر ۶۸ میں لکھتے ہیں۔

خود حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے اپنی حقیقت اور مقام نبوت کے متعلق کچھ ارشادات فرمائے ہیں:

(۱) اِنِّیْ لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِیْ (بخاری و مسلم)

میں تمہارے کسی آدمی جیسا نہیں ہوں بلکہ میں رات بسر کرتا ہوں اپنے خدا کے پاس اس حالت میں کہ میرا رب مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔

(۲) لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ (مکتوبات امام ربانی)

میرے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک خاص وقت قرب مقرر ہے جس میں کوئی مقرب

فرشتہ اور نبی مرسل (علیہم السلام) شریک نہیں ہوتا۔

(۳) قَالَ اِنِّی لَسْتُ مِثْلَکُمْ فرمایا تحقیق میں تمہاری مثل نہیں ہوں

(۴) قَالَ اِنِّی لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ فرمایا میں تمہاری ہیئت پر نہیں ہوں

(۵) قَالَ اَیُّکُمْ مِثْلِیْ فرمایا تم میں سے کون میری مانند ہے؟

صفحہ نمبر ۷۲ میں لکھتے ہیں۔

چنانچہ خود حضور رسالتمآب ﷺ نے تمام امتیوں سے افضل و اعلیٰ، اشرف واکمل ہستی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خطاب فرماتے ہوئے اس دلآویز حقیقت کا یوں اظہار فرمایا ''یَا اَبَا بَکْرٍ! لَمْ یَعْرِفْنِیْ حَقِیْقَۃً غَیْرُ رَبِّیْ''

اے ابوبکر! میری حقیقت نفس الامری کو سوائے میرے خالق و مالک کے کوئی نہیں جانتا۔ (مطالع المسرات، جواہر البحار)

اسی صفحہ میں ''نورانیت اور بشریت میں کوئی تضاد نہیں'' کے تحت لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم نور مجسم ﷺ کی ذات گرامی میں جمال بشریت اور کمال نورانیت دونوں کو یکجا فرمادیا ہے۔ ظاہری صورت انسانی اور لباس بشری کے لحاظ سے آپ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کے کامل مصداق ہیں اور حسی ومعنوی نورانیت کا جامع ہونے کی حیثیت سے سراپا نور اور نور علی نور اور قد جاء کم میں اللہ نور کے تاج فضیلت سے مزین ومنور ہیں۔

آگے صفحہ نمبر ۷۴ میں لکھتے ہیں۔

جب حضور اقدس ﷺ پر بشریت کا غلبہ ہوتا تو بشری تقاضے اور اوصاف نمایاں واجاگر ہوتے۔ جب حضور ﷺ پر حسی اور معنوی نورانیت کا غلبہ ہوتا تو

نورانیت کے تقاضے پورے ہوتے اور انوار و تجلیات ظہور پذیر ہوتے۔ حضور سرور کائنات ﷺ بیک وقت نور الانوار بھی ہیں اور منفرد بشریت کے حامل بھی ہیں۔ آپ اپنی حقیقت نفس الامری کے اعتبار سے سراسر نور ہیں اور ظاہری صورت کے لحاظ سے سید البشر اور افضل البشر ہیں۔ چنانچہ قرآن عظیم اور ارشادات نبوت میں کئی ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں نوری حقیقتوں کا بشری صورت میں ظاہر ہونا بیان کیا گیا ہے۔

آگے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے حضرت مریم علیہ السلام کے پاس ایک بشری صورت میں آنے، حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس نوری فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام اور کئی ایک فرشتوں کا انسانی صورت میں تشریف لانا قرآن مجید فرقان حمید سے اور صحیح احادیث سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا بارگاہ رسالت مآب میں انسانی شکل میں حاضر ہونے اور حضرت عزرائیل علیہ السلام کا بصورت بشری حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونا بیان کیا ہے۔

اس کے بعد صفحہ نمبر ۷۷ میں بطور نتیجہ لکھتے ہیں۔

ان مذکورہ بالا قرآنی آیات اور ارشاداتِ نبوت سے یہ ثابت ہو گیا کہ نورانیت اور بشریت میں کوئی تضاد نہیں، ان کا ذات واحد میں جمع ہونا نہ صرف ممکن بلکہ امر واقعہ ہے۔ حضور ﷺ کا صورت بشری میں تشریف لانے سے حضور ﷺ کو ظاہراً باطناً بشر ہی سمجھنا اور نوری پیکر نہ سمجھنا اگر ایمان کا کوئی حصہ ہے تو پھر جبریل امین اور دیگر ملائکہ کو شکل انسانی اور لباس بشری میں جلوہ گر دیکھ کر اپنے جیسا انسان

کیوں خیال نہیں کیا جاتا اور کیوں ان کی حقیقت لباس بشری میں بھی نوری ہی سمجھی جاتی ہے۔ کیا جس مصلحت کی بنا پر ان فرشتوں کو بصورت بشری بھیجا گیا تھا وہ مصلحت حضرت رسول کریم ﷺ کو بصورت بشری میں ظاہر اور مبعوث الی الخلق فرمانے میں قرین عقل اور مطابق نقل نہیں؟

اسی طرح عبودیت اور مرتکب عبادت ہونا بھی نورانیت کی ضد نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کتاب مقدس میں نوری فرشتوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔

''بَلْ عِبَادٌ مُکْرَمُوْنَ ''یعنی یہ نوری فرشتے میرے مقرب بندے ہیں۔

اسی طرح مخلوق ہونا بھی نور کے منافی نہیں۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہوتا ہے

وَجَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً وَالْقَمَرَ نُوْرًا

چنانچہ چاند اور سورج مخلوق بھی ہیں اور نور بھی۔

اس طرح موت کا وارد ہونا بھی نور ہونے کے منافی نہیں کیونکہ آخر کار تمام نوری اجسام پر بھی موت وارد ہوگی۔ حتیٰ کہ خود ملک الموت بھی سب سے آخر میں موت کا شکار ہوں گے۔

لاریب حضور اکرم نور مجسم ﷺ اس بے مثل نورانی بشریت کے ساتھ جنت وسدرہ، عرش وکرسی اور لامکان کی نورانی فضاؤں میں جلوہ فرما رہے ہیں۔

آنجا کہ جائے نیست تو آنجا رسیدہ

واں را کہ کس نہ دید تو آں را بدیدہ

حضور سرور عالم نور مجسم ﷺ کی ذات گرامی میں یہ دونوں کمال علی الوجہ الاتم موجود ہیں۔ نور خدا بھی ہیں اور افضل البشر بھی۔ اس لئے آپ کی کتاب زندگی

مختلف قسم کی نورانی اوصاف اور بشری احوال کا ایک حسین مرقع نظر آتی ہے۔ نورانی اوصاف بتقاضائے نورانیت متحقق ہوتے ہیں، اور بشری احوال بتقاضائے بشری ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

کبھی کسی مصلحت اور حکمت کی بنا پر حقیقی نوری اوصاف جلوہ نما ہوتے ہیں اور کبھی بشری احوال کا ظہور مقصود ہوتا ہے چنانچہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ متعدد بار فرشتوں نے آپ کا سینہ اقدس چاک کر کے قلب اطہر کو شگاف دیا۔ یہ حضور اکرم علیہ السلام کی بشریت مطہرہ کی دلیل ہے اور فرشتوں کا سینہ اقدس بغیر آلہ کے چاک کرنا اور جسد اطہر سے خون کا نہ نکلنا یہ آپ کی نورانیت کی بین دلیل ہے۔

صاحب رُوح البیان جلد پنجم صفحہ ۱۰۶ پر لکھتے ہیں۔

فَلَمْ يَكُنِ الشَّقُّ بِآلَةٍ وَلَمْ يَسِلِ الدَّمُ

''شق صدر کسی آلہ سے نہیں تھا اور نہ اس شگاف سے کچھ خون نکلا۔''

کیونکہ اس وقت جسمِ اطہر پر نورانیت کا شدید غلبہ تھا۔

میری اس تمہید سے اُن تمام بے سروپا اعتراضات کا قلع قمع ہو گیا جو منکرین شانِ نورانیت کی طرف سے آئے دن ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً حضور ﷺ کی ولادت باسعادت، حضور کے ماں باپ اور اہل و عیال ہونا، حضور ﷺ کا کھانا پینا، سونا اور جاگنا، زخمی ہونے کی صورت میں جسدِ اطہر سے خون کا نکلنا، اور دانت کا شہید ہونا، وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام احوال آپ کی بشریت کا خاصہ ہیں۔ اگر حضور ﷺ حقیقتاً نُورِ محض ہوتے تو ان تمام بشری صفات سے پاک ہوتے۔ اس قسم کے اعتراضات ان لوگوں پر تو کیے جا سکتے ہیں جو العیاذ باللہ سرورِ عالم ﷺ کی نفس بشریت کے قائل ہی

نہیں۔ اہل سنت والجماعت کا معاذ اللہ یہ خلاف شرع کا فرانہ عقیدہ ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ ہم حضور انور ﷺ کی نورانیت مقدسہ کے ساتھ ساتھ حضور کی بے مثل بشریت مطہرہ کو بھی تسلیم کرتے ہیں یہ تمام مذکورہ احوالِ بشریت کی حیثیت سے ظہور پذیر ہوئے۔

- حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ''میرے بطن سے ایک نُور نکلا جس سے مشرق ومغرب کے درمیان تمام فضا روشن ہوگئی۔''
- یا حضرت کعب اور حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمانا کہ آپ کا رُوئے انور اس طرح چمکتا تھا جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے۔
- یا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمانا کہ جب حضور ﷺ کلام یا تبسم مبارک فرماتے تو حضور ﷺ کے دانتوں سے نور نکلتا تھا۔
- یا فرشِ زمین سے عرشِ بریں کی بلندیوں تک اور عرش بریں سے منازلِ قرب کے اس عالی مقام (جس کا نقشہ اگر الفاظ میں کچھ ادا ہوسکتا ہے تو اس کو فَکَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى کی جلوہ گاہِ ناز کہہ سکتے ہیں) تک رسائی حاصل کرنا جہاں تک کوئی مُرسل اور کوئی مقرّب بھی باریابی کی طاقت نہیں رکھتا۔
- نُورانی فرشتوں کو دیکھنا اور اُن سے بالمشافہ گفتگو کرنا۔
- اور ملائکہ کی وساطت کے بغیر خدائے ذوالجلال سے ہم کلام ہونا
- اور شاہد ازل کے ازلی وابدی جلووں سے لطف اندوز ہونا۔
- یہ اور اسی قسم کے دیگر مافوق البشریت کمالات اور تصرفات بتقاضائے نورانیت تھے کیونکہ بشریت محض ان صفات عالیہ کی متحمل نہیں ہوسکتی۔

قرآن عزیز میں ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْمِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ (سورۃ الشوریٰ)

''اور کسی بشر کی شان نہیں کہ کلام کرے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ (براہ راست) مگر ہاں وحی کے طور پر یا پسِ پردہ یا بھیجے کوئی پیغامبر (فرشتہ) اور وہ وحی کرے اس کے حکم سے جو اللہ تعالیٰ چاہے، بلاشبہ وہ اونچی شان والا بہت دانا ہے۔''

آگے صفحہ نمبر ۱۰۷ میں ''نورِ مصطفیٰ کا اوّل الخلق ہونا'' کے تحت لکھتے ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا نور پاک جسدِ عنصری میں جلوہ گر ہونے سے پہلے ایک نورِ عظیم کی صورت میں موجود تھا جسے خالقِ کائنات جل شانہُ نے تمام کائناتِ عالم اور جمیع انبیاء ورُسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے قبل اپنے نورِ حقیقی کے فیض سے بلاواسطہ فیضانِ وجود سے مستفیض فرمایا۔

اسی صفحہ پر آگے لکھتے ہیں۔

یہی نورِ پاک ذاتِ خداوندی کی تجلی اوّل اور تعین اوّل حقیقت محمدیہ اور حقیقت الحقائق ہے۔ جسے اہل سنت والجماعت نور مصطفےٰ ﷺ سے تعبیر کرتے ہیں۔

آگے صفحہ نمبر ۱۱۴ ''من نورہ کی تحقیق'' کے تحت لکھتے ہیں۔

آقائے نامدار حبیب کردگار ﷺ کا نورِ پاک اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور سے پیدا ہوا کیونکہ حدیث میں ''مِنْ نُوْرِہٖ '' فرمایا گیا ہے۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے صفحہ نمبر ۱۱۷ میں لکھتے ہیں۔

لیکن نور ذاتی سے پیدا ہونے کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ ذات الٰہی ذاتِ رسالت کیلئے مادہ ہے۔ یا ذات الٰہی کا کوئی جزو ذات رسالت میں منتقل ہوا ہے یا ذات الٰہی نے ذاتِ رسالت میں حلول فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم تقسیم تجزی سے پاک یا متحد ہو جانے یا حلول فرمانے سے پاکیزہ اور منزہ ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ نور حقیقی کی تجلی اول اور تعین اول کا نام اقدس نُور محمدی ہے۔

آگے صفحہ نمبر ۱۱۸ میں لکھتے ہیں۔

مِنْ نُوْرِہٖ میں مِنْ تبعیض کے لئے نہیں بلکہ لفظ ''مِنْ'' ابتداء غایت کے لئے ہے جو کلام عرب میں عام استعمال ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں ''سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَۃِ اِلَی الْکُوْفَۃِ '' (میرے سفر کی ابتداء بصرہ سے ہے اور انتہا کوفہ پر ہوئی)۔ قرآن حکیم میں بھی کلمہ ''مِنْ'' متعدد مقامات پر ابتدائے غایت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّمَا الْمَسِیْحُ ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَ کَلِمَتُہٗ اَلْقٰھَا اِلٰی مَرْیَمَ وَ رُوْحٌ مِنْہُ

بے شک مسیح جو ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا وہ رسول ہے اللہ کا اور اس کا کلام ہے جس کو ڈالا مریم کی طرف اور روح ہے اس کے ہاں کی۔

اگر ''رُوْحٌ مِنْہُ ''میں کلمہ من کو تبعیض اور جزیئت پر محمول کیا جائے تو العیاذ باللہ خدائے بلند و برتر کا صاحب اجزا ہونا لازم آتا ہے۔ حالانکہ یہ بات قطعاً غلط اور باطل محض ہے بلکہ یہاں کلمہ ''من'' ابتدائے غایت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ آیت کا معنی یہ ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خلقت کا مبداء ذات باری ہے یعنی

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو باپ اور نطفے کے واسطے کے بغیر کلمہ کن سے پیدا فرمایا۔ خلاف عادت ہونے کے وجہ سے تعجب کی کوئی بات نہیں۔ حق تعالیٰ جو چاہے اور جس طرح چاہے پیدا کردے نہ وہ مادہ کا محتاج ہے نہ اسباب کا پابند۔

نیز قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے۔ ''وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ '' اور پھونک دی اس میں اپنی روح اور '' سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ '' اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم اور قدرت سے زمین وآسمان کی تمام چیزوں کو تمہارے کام میں لگا دیا۔

ان سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔ اگر منکرین کمال نُورانیت کی اس بات کو تسلیم کیا جائے کہ حضور پرنور ﷺ کے ارشادِ گرامی ''مِنْ نُوْرِہٖ'' سے حضور پرنور ﷺ کا جزو ہونا ثابت ہوتا ہے تو کیا مذکورہ بالا آیات میں اس حقیقت کو تسلیم کریں گے؟ کہ اللہ تعالیٰ کی روح حضرت آدم علیہ السلام کے لئے مادہ یا اس کی جزو بنی؟ یا زمین وآسمان کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی جزو بن گئیں۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔

آگے صفحہ نمبر ۱۵۵ میں فرماتے ہیں۔

سیدنا حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام جیسے پرجلال الوالعزم رسول مکرم صفاتی تجلی کی ایک جھلک برداشت نہیں کر سکے۔ کوہ طور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے اور سیدنا کلیم اللہ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے ہیں فیا للعجب! لیکن پیکر اعجاز سراپا نور ذات مصطفٰے ﷺ اس جسم انور ومطہر کے ساتھ عین ذات حق تعالیٰ کے دیدار میں مشغول ہیں۔

آگے صفحہ نمبر ۱۵۷ میں لکھتے ہیں۔

اللہ اکبر! خالق کائنات کے نور مجسم پیکر اعجاز محبوب دلنواز محمد مصطفٰے ﷺ کی کیا ہی ارفع و اعلیٰ عظمت شان ہے کہ جس مقام پر نوری فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کے نوری پر جلتے ہیں وہاں حبیب پاک شہ لولاک ﷺ اپنے اسی جسم اقدس اور لباس اطہر کے ساتھ عرش و کرسی، لوح و قلم اور لامکان کی قدسی فضاؤں تک تشریف لے جاتے ہیں اور جسم انور کی طرح آپ کی ظاہری پوشاک تک محفوظ رہتی ہے۔ بے شک اس جسم پاک کو دَنٰی فَتَدَلّٰی کی بلندیوں اور قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کی خلوت کدہ ناز تک پہنچانے والا یہی نُور پاک تھا جو ساری کائنات سے پہلے جلوہ گر ہوا تھا اور فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی کی بارگاہ الوہیت تک راہنمائی کے فرائض بھی اسی نور مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا نے سرانجام دیئے جو صبح ازل کا مہر درخشاں تھا۔

اور اپنی کتاب کے آخر میں صفحہ نمبر ۳۲۶ پر یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔

الحاصل ان تمام دلائل و براہین کو نظر انداز کر کے یہ کہہ دینا کہ قرآن وسنت میں محدثین و محققین کے اقوال و ارشادات میں جو حضور ﷺ کو نور کہا گیا ہے۔ اس سے مراد نور ہدایت ہے اور آپ محض بشر اور ہادی تھے۔ یہ بالکل کج فہمی، کامل بے انصافی، سراسر حق ناشناسی اور رسالت مآب ﷺ کی حقیقت سے شپرہ چشمی ہے۔

☆ کیا آپ کے والدین ماجدین مغفورین کے اصلاب طیبہ وارحام طاہرہ میں محض ہدایت پھرتی رہی؟

☆ کیا حضرت خواجہ عبدالمطلب کی پیشانی پر ''محمود ہاتھی'' نے ہدایت دیکھی تھی کہ وہ سجدے میں گر گیا؟

☆ کیا ابرہہ صرف ہدایت دیکھ کر حضرت خواجہ عبدالمطلب کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا تھا؟

☆ کیا قتادہ بن نعمان، عباد بن بشر اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم کی لکڑیوں میں ہدایت نے ظاہری چمک اور حسی روشنی پیدا کی تھی؟

☆ کیا حمزہ اسلمی اور طفیل دوسی رضی اللہ عنہ کی انگلیوں اور پیشانی میں ہدایت نے نورانیت اور درخشانی پیدا کی تھی؟

☆ کیا حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانہ اقدس کو ہدایت نے بقعہ نور بنایا تھا؟

☆ کیا قرآن مجید اور اسلام بھی اسی طرح اندھیروں اور تاریک گھروں میں حسی طور پر روشنی پیدا کرتے ہیں؟

☆ نورانی دانتوں کے درمیان نوری شعاعوں کا نکلنا۔ بنی اقدس پر نوری کرنوں کا بلند ہونا، چہرہ اقدس قطعہ من القمر معلوم ہونا، اور چہرہ انور کی نورانیت سے دیواروں کا روشن اور تاباں ہونا۔ یہ وہ حقائق ہیں جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور حقیقی، حسی اور عینی ہونا روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے۔

استاذ العماء حضرت علامہ سید حسین الدین شاہ صاحب: آپ اپنے رسالہ ''ذکر حبیب ﷺ'' صفحہ نمبر ۹ میں لکھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ حجۃ، بینۃ، برھان اور معجزہ ہیں، آپ کے سراپا اعجاز ہونے کا بیان کئی طور پر ہو سکتا ہے جسکی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آپ پیارے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے بھی ہیں

اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے بھی موجود تھے۔ اس دنیا میں آپ کا ظہور آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہوا لیکن ہنوز آدم علیہ السلام کا پتلا تیار نہیں ہوا تھا کہ آپ موجود تھے اور آپ کے نور کے جلوے عالم قدس میں ضیابار تھے، ظاہر میں آدم علیہ السلام کے بیٹے اور حقیقت میں ان کا اصل ہیں۔

ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میرے نخل
اس گل کی یاد میں یہ صدا ابوالبشر کی ہے

عن میسرة الطبی قال قلت یا رسول الله متیٰ کنت نبیا. قال وادم بین الروح والجسد، هذا اللفظ روایة الامام احمد و رواه البخاری فی تاریخه وابو نعیم فی الحلیة وصححه الحاکم
مواهب اللدنیه ص ۶ ج ۱

حضرت میسرہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کی "یارسول اللہ" آپ کب سے نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے (یعنی آپ کے جسد میں ابھی روح نہیں پھونکی گئی تھی) یہ الفاظ امام احمد رحمتہ اللہ کی روایت کے ہیں۔ امام بخاری رحمتہ اللہ نے اپنی "تاریخ" میں اور ابو نعیم نے "حلیہ" میں اسے روایت کیا اور حاکم نے اسے صحیح کہا۔

اس صحیح روایت میں بالکل واضح بیان ہے کہ ابھی پیارے آدم علیہ السلام کے تن میں روح نہیں پھونکی گئی تھی کہ آپ کو منصب نبوت مل چکا تھا۔

حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا

وهذا اسند" قوی" اور یہ سند قوی ہے

(الاصابہ ج ۳ ص ۴۴۵)

یہی حافظ الحدیث اسی روایت کی سندوں پر بحث فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

وَاَخْرَجَهُ من هذا لوجه احمد وسند صحيحٌ

اوراس طریقہ سے امام احمد نے روایت کیا ہے اوراسکی سند صحیح ہے۔

امام ترمذی، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہے کہ

قَالُوْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ قَالَ وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ

صحابہ کرام نے کہا یارسول اللہ ﷺ کب سے آپ کے لئے نبوت ثابت ہے آپ نے فرمایا جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے (یعنی ابھی جسم سے روح کا تعلق نہیں ہوا تھا) (مشکوٰۃ ص ۵۱۳)

محدث ابن سعد نے حضرت عامر سے روایت کہ ہے کہ ایک سوال کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

وآدم بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ حِيْنَ اُخِذَ مِنِّى الْمِيْثَاقُ

یعنی آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے جب مجھ سے عہد لیا گیا

(الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۴۸)

حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

كُنْتُ اَوَّلَ النَّاسِ فِىْ الْخَلقِ وَآخِرَ هُمْ فِى الْبَعْثِ

میں خلقت میں تمام لوگوں سے پہلے ہوں اور بعثت میں سب سے آخر

(الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۴۹)

ان احادیث صحیحہ اوران کے علاوہ دیگر احادیث صحیحہ اوراقوال سلف صالحین سے ثابت وروشن ہے کہ آنحضرت ﷺ کوتمام انبیاء کرام علیہم السلام سے پہلے مخلوق فرمایا گیا اور صفت نبوت سے متصف کیا گیا۔

جدالانبیاء ابوالبشر آدم علیہ السلام ہنوز آب وگل میں تھے کہ امام الانبیا علیہ التحیۃ والثناء کے سر پر تاج نبوت رکھا جا چکا تھا۔

بعض لوگوں کو شبہ گزرا کہ آپ کو ملنے سے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں آپ نبی اللہ تھے، یعنی اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ آپ کو نبوت دی جائے گی۔

''کب سے'' والی تحدید علم الہیٰ کے لئے ناممکن ہے۔

نیز یہ مقام مدح ہے اور مقام مدح میں ان الفاظ کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں خصوصیت اور امتیاز ہو۔ تو یہ مراد لینے سے کہ آپ علم الہیٰ میں نبی تھے آپ کی خصوصیت پر دلالت نہیں رہے گی کیونکہ سب انبیاء کرام کے لئے علم الٰہی میں نبوت مقدر ہو چکی تھی تو پھر یہ جواب ''میں اس وقت سے نبی ہوں جبکہ آدم علیہ السلام آب و گل میں تھے'' بے معنی سا ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس لئے اس قسم کے شبہات کی اس مقام میں کوئی گنجائش نہیں بلکہ صراحتاً آپ کی اولیت ثابت ہو رہی ہے اور یہ اعجاز ذات گرامی محبوب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ۔

آگے صفحہ نمبر ۱۸ میں لکھتے ہیں۔

ہم انسان ہیں نور نہیں، بشر ہیں نور نہیں، عبد ہیں نور نہیں۔ لیکن آپ ﷺ انسان بھی ہیں اور نور بھی، بے مثل بشر بھی ہیں اور نور مجسم بھی، عبد بھی ہیں اور نور اول بھی۔

بشریت رسول ﷺ کا مختصر تنقیدی جائزہ

''بشریت رسول ﷺ'' سید لعل شاہ بخاری دیوبندی کی تصنیف ہے۔ اس کے فرنٹ پیج پر لکھا ہے۔

مخاصمین اور مجادلین کے شبہات کا بطریق احسن

ازالہ کر دیا گیا ہے۔ کتاب اپنے موضوع پر حرف آخر ہے

یہ اس موضوع پر دیوبندیوں کی سب سے بڑی تصنیف ہے۔ اس کتاب کے بعد جس دیوبندی مصنف نے اس موضوع پر لکھا تو زیادہ تر دلائل اسی کتاب سے لئے ہیں اور کچھ کچھ اضافہ کیا ہے۔ اس کتاب کو بخاری اکیڈمی شیخ القران کالونی جھنگ روڈ فیصل آباد نے شائع کیا ہے۔ اس کے پیش لفظ میں بخاری صاحب کو مناظر اسلام (دیوبندیت) ثابت کرنے کی بے سود کوشش کی گئی ہے۔ مقدمہ میں ص ۱۱ میں لکھا ہے۔

''دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والوں کا یہی عقیدہ ہے چونکہ سب سے پہلے احمد رضا خاں کی تردید میں علمائے دیوبند نے قدم اٹھایا ہے اس لئے یہ عقیدہ دیوبندیوں کی طرف منسوب ہو گیا ہے۔ ورنہ تمام امت کا خلفا ''عن سلف'' آنحضور ﷺ کی ذات کے متعلق یہی عقیدہ رہا ہے۔ جو دیوبندیوں کا عقیدہ ہے۔''

ہم نے پیچھے امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حضور نبی کریم ﷺ کے بے مثل بشریت کی عبارات پیش کر دی ہیں اور ساتھ ہی دیوبندیوں کے عقیدہ کی بھی وضاحت کی ہے اور ان کے شاہ شہید کی عبارت جو حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے

جیسا عام بشر ہونا ثابت کرتی ہیں اور توہین و گستاخی نبی کریم ﷺ میں واضح اور صریح ہیں ان کو بھی اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے قارئین کرام خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ عقیدہ کس کا صحیح ہے اور کس کا عقیدہ سلف صالحین کے مطابق ہے اور کس نے نبی کریم ﷺ کی شان و عظمت گھٹا کر، گستاخیاں کی ہیں؟ اور خود اپنا اور اپنے پیروکاروں کے ایمان کو ضائع کیا ہے۔

میں بخاری صاحب کے دلائل کو اختصار سے بیان کروں گا کیونکہ پہلے ہی کتاب کافی ضخیم ہو گئی ہے لیکن کوشش کروں گا کہ اختصار میں بھی ان کی دلیل میں ضعف پیدا نہ ہونے دوں۔

بخاری صاحب نے مخلوق میں ذوی العقول کی تین جنسیں، (۱) فرشتے (۲) جن (۳) انسان بیان کرنے کے بعد ہر جنس پر تفصیلی کلام کیا ہے اور ان جنسوں کی علیحدہ علیحدہ پیدائش، خصوصیات اور جو ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ نے ان کو تفویض کی ہیں ان کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ فرشتے نوری مخلوق ہیں۔ ان کے دو دو تین تین چار چار پر ہوتے ہیں۔ یہ مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں جیسے حضرت مریم علیہ السلام کے پاس جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں بغیر پروں کے آئے اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے پاس بھی فرشتے انسانی شکل میں آئے۔ اور اسی طرح صحابہ کرام کی موجودگی میں حضرت جبرائیل علیہ السلام انسانی شکل میں تشریف لائے۔ اس لئے فرشتہ کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ فرشتہ نور سے تخلیق کیا گیا، ایک جسم سے مختلف اشکال میں تشکل ہو سکتا ہے ذکوریت اور انوثیت کے ساتھ متصف نہیں۔ فرشتے چونکہ نوری مخلوق ہیں اس لئے وہ انسانوں کو نظر نہیں آسکتے اسی وقت

دکھائی دیتے ہیں جبکہ انسانی شکل میں ظاہر ہوں۔ چونکہ فرشتے تانیث وتذکیر کے ساتھ متصف نہیں لہٰذا وہ شہوانی جذبات سے بھی پاک ہیں۔ پس ان میں ازدواجی تعلقات بھی نہیں ہیں۔ وہ ابوت، بنوت واخوت کے رشتوں سے منزہ ہیں۔ فرشتہ اگر انسانی شکل میں آجائے تو بھی شہوانی جذبات سے پاک اور اکل وشرب کی ضرورتوں سے منزہ ہوگا۔ جب حضرت ابرہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے انسانی شکل میں آئے تو بچھڑا ان کو بھون کر پیش کیا تو انہوں نے نہ کھایا اور جواب دیا کہ گھبرائے نہیں ہم تو تیرے رب کے فرستادہ فرشتے ہیں تجھے علم والے بچے کی بشارت دینے آئے ہیں۔ مقصد یہ کہ کھانا اس لئے نہیں کھاتے کہ فرشتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ فرشتے جس شکل و صورت میں بھی ہوں کھایا پیا نہیں کرتے۔

فرشتوں کو بڑھاپا نہیں آتا۔ نفخہ صور سے قبل ان کی ہلاکت مقدر نہیں کی گئی۔ مختلف امراض کے عوارض سے بھی محفوظ ہیں اور تھکاوٹ بھی محسوس نہیں کرتے۔ فرشتوں کا اصل مستقر آسمان ہے زمین پر اللہ کے حکم سے اترتے ہیں۔ فرشتے معصوم ہیں، انسانوں میں صرف انبیاء کرام ہی معصوم ہیں، ہر فرد بشر معصوم نہیں۔

اللہ نے فرشتوں کے ذمے بہت سے تکوینی امور کی ذمہ داریاں تفویض کی ہوئی ہیں۔ وہ ان کو ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کرتے۔ جو فرشتے دن رات اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں وہ اس سے تھکتے نہیں، اکتا نہیں جاتے اور اس عبارت سے تکبر نہیں کرتے۔ فرشتوں کی کئی صنفیں ہیں اور مخلوقات کے مختلف طبقات پر ان کی ڈیوٹیاں ہیں۔ کئی ملاء اعلیٰ کہلاتے ہیں، کئی حاملین عرش ہیں، کئی پہاڑوں پر مقرر ہیں، کئی دریاؤں پر، کئی کراماً کاتبین کہلاتے ہیں، کئی رحمت کے فرشتے ہیں، کئی عذاب کے اور

کچھ فرشتے پیغام رسانی کی خدمت سرانجام دیتے ہیں وغیرہ ذالک۔

فرشتوں کے درجات متفاوت ہیں اور چار فرشتے افضل ترین ہیں۔

(۱) حضرت جبرائیل علیہ السلام (۲) حضرت میکائل علیہ السلام

(۳) حضرت اسرافیل علیہ السلام (۴) حضرت عزرائیل علیہ السلام

حضرت عزرائیل علیہ السلام ان فرشتوں کا افسر ہے جو ارواح قبض کرتے ہیں۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام کے ذمہ نفخہ صور ہے۔

حضرت میکائیل علیہ السلام بارش کا فرشتہ ہے جس کے ساتھ زمین کی حیات وابستہ ہے۔اور جس کے ذریعہ انسان کی جسمانی غذا پیدا ہوتی ہے جس پر انسان کی دنیاوی حیات کا مدار ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذمہ انبیاء کرام کی طرف وحی لانے کا کام ہے جس وحی کے ذریعے انسان کی روحانی حیات وابستہ ہے اور اخروی نجات کا انحصار بھی اسی پر ہے۔حضرت جبرائیل علیہ السلام کا درجہ سب سے بلند ہے۔آپکو روح القدس اور روح الامین بھی کہا جاتا ہے فرشتے جنگوں میں اللہ کے حکم سے اترتے ہیں اور مسلمانوں کی مدد کرتے ہیں۔

☆ ذوی العقول کی دوسری جنس ''جن'' ہیں۔جن آگ سے پیدا کئے گئے۔ ابلیس جنوں میں سے تھا۔جن بھی اپنی شکلیں تبدیل کر سکتے ہیں۔اپنی اصل شکل میں انسان کو دکھائی نہیں دیتے مگر جب انسانی شکل میں ہوں تو دکھائی دیتے ہیں۔جن مسلمان بھی ہیں۔

☆ ذوی العقول کی تیسری جنس ''انسان'' ہیں۔انسان کی تخلیق مٹی سے ہوئی۔

سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور باقی سارے انسان حضرت آدم علیہ السلام سے پھیلے ہیں۔ حضرت آدم صفی اللہ کی بیوی حضرت حوا سارے انسانوں کی ماں ہیں۔

مٹی سے انسانوں کی تخلیق کے بعد اب ازدواجی تعلقات سے انسان کی تخلیق عمل میں لائی جاتی ہے انسان کی نوری اور ناری مخلوق کی نسبت سے اسکی یہ خصوصیت ہے کہ یہ اپنی اصل شکل میں دکھائی دیتا ہے۔ مختلف شکلیں تبدیل نہیں کر سکتا۔ یہ مزکر مونث دونوعوں میں منقسم ہے ان میں توالد وتناسل کا سلسلہ ہے اس لئے نسب وصہر کی قرابیت داریاں بھی انسانی خصوصیات میں سے ہیں۔ خوردونوش بھی انسانی خصوصیات میں سے ہے۔ نیند بھی انسانی خصوصیات سے ہے۔ انسان کا مستقر زمین ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے آسمان پر لے جانا چاہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ اوپر اٹھالیا۔ جنس بشر طفوطیت، شباب، ادھیڑپن، اور بڑھاپا کے مراحل طے کرتی ہے۔

سردی، گرمی، بھوک، پیاس، مشقت، مرض وغیرہ عوارض اوران سے بچاؤ کی تدابیر کرنا بھی بشری خاصیت سے ہے۔ ہر انسان اپنی حیات مستعار کی میعاد پوری کر کے موت کا ذائقہ چکھتا ہے جس طرح اسکی ابتدائی تخلیق مٹی سے ہوئی اسی طرح پھر لوٹ کر زمین میں جاتا ہے۔ انسان چونکہ مدنی الطبع ہے اس لئے اس کے مختلف پیشے اور معاملات ہیں۔

انسان باعتبار جنس کے فرشتوں سے افضل ہے اگرچہ جنس بشر کے بعض افراد فرشتوں سے کمتر ہیں جیسے مرد باعتبار جنس کے عورتوں سے افضل ہیں اگرچہ بعض افراد

مردوں کے بعض عورتوں سے کم تر ہو جائیں۔

انسانوں کے مختلف اعتبارات سے مختلف درجات ہیں۔

انسانوں کی باعتبار خلقت کے دو صنفیں ہیں۔ مزکر و مونث اور مزکر باعتبار صنف کے مونث سے بہتر ہے۔

نبی اول حضرت آدم صفی اللہ صلوات اللہ علیہ ہیں۔ اور باقی سارے انبیاء اولاد آدم سے ہیں۔ پیغمبر صرف آدمی ہوتے تھے۔ وہ فرشتے نہیں تھے وہ ان کی جنس سے ہوتے تھے جن کی طرف بھیجے جاتے تھے۔

انبیاء کرام صفات کمالیہ بشریہ کے ساتھ متصف تھے

انبیاء کرام کھاتے پیتے تھے ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ نے بھوک کی شدت سے پتھر بھی پیٹ پر باندھے جبکہ فرشتے کھاتے پیتے نہیں۔

انبیاء کرام نکاح کرتے تھے انکی اولاد تھی۔ جبکہ فرشتے نکاح نہیں کرتے، ان کی اولاد نہیں۔

انبیاء کرام سوتے تھے لیکن فرشتے سوتے نہیں۔

انبیاء کرام خواب دیکھا کرتے تھے جبکہ فرشتے خواب نہیں دیکھتے۔

انبیاء کرام تھکاوٹ محسوس کرتے تھے جبکہ فرشتے تھکاوٹ محسوس نہیں کرتے۔

انبیاء کرام پر نسیان (بھول جانا) بھی طاری ہو جاتا تھا۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نماز میں بھول گئے۔ ایک دفعہ آپ جنبی ہونے کی حالت میں نماز کے لئے کھڑے ہو گئے لیکن یاد آنے پر اندر گئے اور نہا کر آئے۔ جبکہ فرشتے بھولتے نہیں۔

انبیاء کرام امراض میں بھی مبتلا ہو جاتے تھے اور وہ ان کا علاج بھی کراوتے

تھے جبکہ فرشتے امراض میں مبتلا نہیں ہوتے۔

انبیاء کرام پر موت طاری ہوتی ہے۔حضور نبی کریم ﷺ کو دفن بھی کیا گیا اور آپ کی قبر مبارک ہی سب سے پہلے شق ہوگی اس طرح خروج من الارض کے لحاظ سے آپ پہلے انسان ہوں گے۔الغرض وہ اس دنیا میں ہمیشہ رہنے والے نہیں ہوتے۔انبیاء کرام کو قتل بھی کیا گیا۔

انبیاء کرام کی شان امتیازی ہے وہ معصوم ہوتے ہیں۔ان کو معجزات عطا کئے جاتے ہیں۔ان کا جسم وفات پا جانے کے بعد زیر زمین محفوظ رہتا ہے۔انبیاء کرام کے درجات میں بھی تفاوت ہے۔بالاتفاق جناب محمد مصطفیٰ ﷺ سب انبیاء ورسل سے افضل ہیں۔آپکو قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے نبی ورسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔

جہاں آپ نبی کریم ﷺ تمام کمالات بشریہ کے حامل تھے وہاں آپ میں بشری علامات بھی پائے جاتے تھے۔آپ کے والدین تھے۔آپ کا خاندان تھا۔آپ حضرت آمنہ کے بطن مطہر سے تولد ہوئے اور یہ بشریت کی علامت ہے۔آپ حضرت عبد اللہ ابن عبدالمطلب کے فرزند تھے اور آپ کے والد ماجد آپ کی ولادت باسعادت سے قبل ہی فوت ہو چکے تھے اس لئے آپ دریتیم کہلاتے تھے۔آنحضور ﷺ نے نکاح کئے اور آپ کی گیارہ بیویاں تھیں جو امہات المومنین کہلاتی ہیں۔ آنحضور ﷺ غسل جنابت بھی فرمایا کرتے تھے۔آپ کی اولاد تھی۔چار بیٹیاں، تین بیٹے،آپ کی نسب وصہر کی قرابت داریاں تھیں۔

ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے اور آپ کے ساتھ بھی تھا لیکن اللہ

تعالیٰ نے اسکو آپ کے تابع کر دیا تھا۔ اگر چہ آپ روئے زمین پر سب سے افضل تھے۔ ملک الموت نے آپ سے اجازت لے کر آپ کی روح قبض کی۔ آپ کے متعلق قبر میں ہر ایک سے سوال ہوتا ہے اور آپ جن و بشر کے پیغمبر تھے لیکن آپ تھے بشر ہی۔ اور قبر میں سوال ہوتا ہے۔

ماتقول فی ھذا الرجل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اور مومن جواب میں یہی کہے گا۔

اشھد انہ عبد اللہ ورسولہ

یعنی فرشتے منکر نکیر حضور نبی کریم ﷺ کو انسان ہی سمجھتے تھے نہ کہ فرشتہ۔ اور نبی کی تعریف ہی یہ کی جاتی ہے کہ نبی وہ انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تبلیغ احکام کے لئے مبعوث فرمایا ہو۔

یہاں تک میں نے اس کتاب ''بشریت رسول ﷺ'' کا صفحہ نمبر ۱۹۳ تک کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ آگے مصنف بخاری صاحب نے خود بریلوی علماء کی بشریت سے متعلق عبارات لکھی ہیں۔ اور ان میں تضادات اس طرح سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بریلوی علماء کے نزدیک حضور نبی کریم ﷺ کی حقیقت نوری ہے اور آپ کا ظہور بشریت میں ہوا ہے۔ آپ کا لباس بشری ہے یہاں اس مفہوم کے دو حوالے جو اپنے مقدمہ الکتاب میں دے چکے تھے انہیں دہرایا۔ میں مقدمۃ الکتاب سے ہی وہ پیش کر دیتا ہوں۔

مقدمہ صفحہ نمبر ۱۷ میں لکھتے ہیں۔

''اولاً اس نظریہ کا اختراع احمد رضا بریلوی نے کیا اور آیت قل انما انا بشر

مثلکم کے ترجمہ میں لکھا تم فرما دو کہ ظاہر صورت بشری میں میں تم جیسا ہوں (کنزالایمان فی ترجمہ القرآن احمد رضا خاں ص ۳۶۴) پھر ان کے معتقدین ان کی تقلید میں اسی نظریہ کی اشاعت کرتے رہے چنانچہ مولوی محمد عمر اچھروی لکھتے ہیں۔

"مصطفیٰ ﷺ کی حقیقت بشری نہ تھی بلکہ حقیقت نوری تھی اور نور محض کو جسمیت انسانی عطا فرما کر والدہ کے شکم پاک سے پاک جسمیت انسانی سمیت نور کا ظہور فرمایا اور آپ کا لباس انسانی ہماری خاطر ہے۔" (مقیاس النور ص ۱۲)

مولوی عبدالغفور ہزاروی نے اپنے عقیدہ کا اظہار اس طور پر کیا" کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی تخلیق اپنے ذاتی نور سے فرمائی اور اس نور پاک کو بشریت و مطہرہ جسمانیت کا لباس پہنا کر انسانوں کی رہبری اور راہنمائی کے لئے عالم شہادت میں مبعوث فرمایا۔ (سراج منیر ص ۲۹)

اوپر کی عبارت کا دوسری عبارت سے تضاد ثابت کرنے کے لئے کچھ عبارات لکھیں جنہیں اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۹۴ سے ۱۹۹ تک تحریر فرمایا ہے جیسے

(۱) مولوی ابوالحسنات تحریر فرماتے ہیں۔

سوال: نبی کون ہے وہ کس لئے دنیا میں آتا ہے؟

جواب: نبی وہ بشر ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کیلئے آئے اور احکام الٰہیہ اس پر بذریعہ وحی آتے ہوں۔

سوال: جس قدر انبیاء گزرے ہیں یہ سب بشر تھے یا کچھ اور بھی؟

جواب: انبیاء سب بشر تھے

(حنفی سلسلہ دینیات حصہ اول صفحہ ۱۵)

(۲) مفتی احمد یار خان صاحب فرماتے ہیں۔

عقیدہ:۔ نبی وہ انسان مرد ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے احکام شرعیہ کی تبلیغ کیلئے بھیجا (شرح عقائد) لہٰذا نبی تو نہ غیر انسان ہوا اور نہ عورت۔ قرآن فرماتا ہے۔

وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم (پ۱۴ سورہ النحل آیت نمبر۴۳)

اور ہم نے آپ سے پہلے نہ بھیجا مگر ان مردوں کو جن کی طرف وحی کرتے تھے۔

معلوم ہوا جن، فرشتہ، عورت، وغیرہ نبی نہیں ہو سکتے

(۳) مولوی محمد امجد علی صاحب اعظمی رضوی تحریر فرماتے ہیں۔

عقیدہ:۔(۱) نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو اور رسول بشر کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ ملائکہ میں بھی رسول ہیں۔

عقیدہ:۔(۲) انبیاء سب بشر تھے اور مرد نہ کوئی جن نبی ہوا اور نہ کوئی عورت

(بہار شریعت حصہ اول صفحہ ۱۰)

بریلوی مکتب فکر کے بانی کی تضاد بیانی

(۱) مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی سورہ کہف کی آیت (قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ) کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں میں تم جیسا ہوں۔ (کنز الایمان فی ترجمہ القرآن صفحہ ۴۶۳)

(۲) خان صاحب موصوف فتاویٰ افریقیہ میں اس عقیدہ کی تصویب کرتے ہیں

کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ (فتاویٰ اویقیہ صفحہ ۸۴)

(۱) خان صاحب موصوف سورۃ انبیاء کی آیت ۷ وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ اِلَّا رِجَالاً نُّوْحِیْ اِلَیْهِمْ الخ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں: اور ہم نے تم سے پہلے نہ بھیجے مگر مرد جنہیں ہم وحی کرتے رہے تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو، اگر تمہیں علم نہیں اور ہم نے انہیں خالی بدن نہ بنایا کہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہیں۔ (کنزالایمان فی ترجمہ القرآن صفحہ ۳۸۵ الانبیاء)

(۲) خان صاحب موصوف فتاویٰ افریقہ میں لکھتے ہیں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے منها خلقنکم وفیها نعید کم ومنها نخرجکم تارة اخری زمین ہی سے ہم نے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی میں سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

ابونعیم نے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مامن مولودو قد ذرعلیه من تراب حضرته کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا جس پر اسکی قبر کی مٹی نہ چھڑکی ہو۔

خطیب نے کتاب المتفق والمفترق میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا مامن مولود الا وفی سرته من تربته التی خلق منها مدفن فیها وانا وابو بکر ص و عمر ص خلقنا من تربه واحدة فیها مدفن۔ ہر بچہ کے ناف میں اس کی مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا۔ یہاں تک کہ اس میں دفن کیا جائے گا اور میں اور ابوبکر و عمر ایک مٹی سے بنے اسی میں دفن ہوں گے۔ (فتاویٰ افریقہ صفحہ ۸۵)

(۳) خان صاحب موصوف ہی اپنے رسالہ نفی الفی میں لکھتے ہیں۔

وہ بشر ہیں مگر عالم علوی سے لاکھ درجہ اشرف واحسن، وہ انسان ہیں مگر ارواح ملائکہ سے ہزار درجہ الطف۔ (رسالہ نفی الفئ بنام تاریخ قمر التمام صفحہ ۱۵)

(۴) خان صاحب کے ملفوظات میں آخری ملفوظ تحریر ہے کہ

جنت تو جاگیر ہے آدم علیہ السلام کی اوران کی اولاد کی اورانہی میں تقسیم ہو گی۔ (ملفوظات حصہ چہارم صفحہ ۴۲۳)

جواب

اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے میں قارئین کرام کی خدمت میں عرض گزار ہوں گا کہ بخاری صاحب نے بشریت نبی کریم ﷺ ثابت کرنے کے لئے جومختلف پہلو بیان کئے ہیں۔ ہماری سیرت کی سینکڑوں کتب جو بازار میں عام دستیاب ہیں اور ان سیرت کی کتب کی ایک فہرست میں نے آخر میں دے بھی دی ہے۔ کیا یہ تمام پہلو ہماری سیرت کی کتابوں میں بیان نہیں ہوئے ہوتے؟! اگر حوالہ جات دینے شروع کروں تو سینکڑوں صفحات سے اسکا ثبوت پیش کرسکتا ہوں۔ ہماری سیرت کی تقریباً ہر بڑی کتاب میں یہ موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور آپ پاک رحموں میں منتقل ہوتے رہے، آپ کے باپ دادا اور حضرت آدم علیہ السلام تک تمام سلسلہ نسب میں ایک بھی مشرک نہیں ہوا ہماری کتابوں میں آپکا شجرہ نسب موجود ہوتا ہے۔ آپ کے والدین اوران کی ایماندار ہونے کا ذکر موجود ہوتا ہے۔ آپ کے خاندان کا ذکر موجود ہوتا ہے۔

آپ کی بے مثل پیدائش جو کہ آپ کی نورانیت (یہ فرشتوں جیسی نورانیت نہیں ہے جو نظر ہی نہیں آتی) کے پہلو کی بھی روشن دلیل ہے اسکی صحیح حدیث موجود ہے۔آپ کے والد صاحب کا آپ کی پیدائش سے قبل وفات پا جانے کا ذکر موجود ہوتا ہے اور نور انور جسکی وجہ سے کئی عورتوں نے آپ کو شادی کے لئے رضا مند کرنا چاہا اس کا ذکر موجود ہوتا ہے۔حضور نبی کریم ﷺ کی رضاعت اور آپ کے قریبی عزیز و اقارب کے آپ کی پرنور زات کے متعلق بیانات کا ذکر موجود ہوتا ہے۔اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ، اپنی رضائی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ کے ہاں پرورش پانے، دودھ پینے اور اپنے رضائی بھائی کے حصہ کا دودھ نہ پینے، کھیلنے کودنے، آپ کی برکات، بکریاں چرانے کا ذکر موجود ہوتا ہے اور ساتھ ہی شق صدر کے واقعہ کا بھی ذکر ہوتا ہے جو کہ بشریت کے ساتھ ساتھ آپ کی نورانیت کے پہلو کا بھی اظہار کرتا ہے آپ کے تجارتی سفر کرنے، واقعہ بحیرہ راہب اور دوسرے کمالات بادل، درختوں کے سایہ کرنے اور جھکنے کا ذکر بھی موجود ہوتا ہے۔پتھروں کے سلام کرنے کا بھی ذکر موجود ہوتا ہے۔آپ کے نکاح کرنے، بچوں کی پیدائش اور پھر بچیوں کی شادیوں اور گھریلو معاملات کا ذکر موجود ہوتا ہے۔

آپ کے قرابت داروں کا ذکر موجود ہوتا ہے جہاں حضرت امیر حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ذکر موجود ہوتا ہے وہاں آپ کے اسلام قبول نہ کرنے والے چچاؤں کا بھی ذکر موجود ہوتا ہے اور ساتھ ہی ابولہب کے اپنی لونڈی ثویبہ کو آپ کی پیدائش کی خوشی میں آزاد کرنے کا بھی ذکر موجود ہوتا ہے۔آپ کے بہترین اخلاق و خصائص کا ذکر موجود ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے آپکو معمولی سے معمولی اخلاق

زدیلہ سے محفوظ اور دور رکھا۔ آپ کو نبوت ملنے، تبلیغ اسلام کرنے اور اس راہ میں تکلیفیں، مشکلات، مصائب برداشت کرنے کا ذکر موجود ہوتا ہے۔ واقعہ طائف اور لہولہان ہونے کا ذکر موجود ہوتا ہے۔ شعب ابی طالب کے طویل صبر آزما اور تکلیف دہ دور کا تذکرہ موجود ہوتا ہے۔ معراج جسمانی جو کہ آپ کے نورانیت کے پہلو کی بھی دلیل ہے اس کا ذکر موجود ہوتا ہے۔ ہجرت کرنے اور ہجرت کی رات کفار کو نظر نہ آنے اور ان کے سروں میں خاک ڈالنے کا ذکر موجود ہوتا ہے۔ غار ثور میں چھپنے، مکڑی کے جالہ بُننے اور غار کے اندر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سانپ کے ڈسنے اور آپ کے لعاب دہن سے صحت یاب ہونے کا ذکر موجود ہوتا ہے۔ ہجرت کے دوران کے دوسرے واقعات جیسے سراقہ بن جعشم کا زمین میں دھنسا جانا اور مدینہ منورہ میں آپکی آمد کے موقع پر فقید المثال استقبال اور اس موقع پر یا محمد یا رسول اللہ ﷺ کے پر زور نعروں کا بھی ذکر موجود ہوتا ہے۔ آپ کے غزوات کا ذکر اور ان غزوات میں نوری نظر نہ آنے والے فرشتوں کا بھی ذکر موجود ہوتا ہے۔ آپ کے بے مثال معجزات کا ذکر موجود ہوتا ہے۔ آپ کے اوصاف حمیدہ اور اسوہ حسنہ کا ذکر موجود ہوتا ہے۔ آپ سوتے کیسے تھے، آپ کھاتے پیتے کیسے تھے، آپ پہنتے کیا تھے، آپ کا بیوی بچوں کے ساتھ سلوک کیسا تھا؟ آپ کا عزیز و اقارب کے ساتھ سلوک کیسا تھا؟ آپکا غیر مسلموں کے ساتھ سلوک کیسا تھا؟ آپ حقوق اللہ، حقوق العباد اور دوسرے حقوق کا کس طرح خیال رکھتے تھے۔

المختصر آپ کی پیدائش، بچپن، جوانی، ادھیڑ عمر اور بڑھاپے کے تمام واقعات اور کمالات و فضائل تفصیل سے لکھے ہوئے موجود ہوتے ہیں۔

جہاں حضور خود محفل نعت کا اہتمام فرماتے وہاں صحابہ کا دوسرے صحابہ میں اپنے بیوی بچوں میں آپ کے فضائل وکملات اور آپ کی نورانی بشریت کا اظہار موجود ہوتا ہے۔

جہاں آپ کے وفات سے پہلے کے واقعات، حضرت عزرائیل علیہ السلام کا اجازت لے کر روح قبض کرنا اور آپکا رفیق اعلیٰ کو اختیار کرنے کا ذکر موجود ہوتا ہے وہاں آپ کو کپڑوں سمیت غسل دینے، حجرۂ حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں جہاں آپ فوت ہوئے وہاں دفن ہونے، آپ کا جنازہ صرف درود وسلام پڑھنا اور صحابہ کے ساتھ ساتھ فرشتوں کا بھی درود وسلام عرض کرنے کا ذکر موجود ہوتا ہے۔آپ کی جسمانی برزخی اور روحانی برزخی حیات مبارکہ جس میں آپکو تمام امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں اس کا ذکر موجود ہوتا ہے۔ جہاں آپ کی قبر انور سب سے پہلے شق ہونے کا ذکر موجود ہوتا ہے وہاں میدان محشر میں آپکو لوائے حمد عطا ہونے، مقام محمود عطا ہونے، سب سے پچھلے شفاعت کرنے، حوضِ کوثر پر جام پلانے، سب سے پہلے اپنی امت کے ساتھ جنت میں داخل ہونے اور سب سے اعلیٰ مقام عطا ہونے کا ذکر موجود ہوتا ہے۔

بخاری صاحب نے انسان اور فرشتوں میں، دوسرے لفظوں میں انبیاء کرام اور فرشتوں میں اس طرح سے موازنہ کر کے انبیاء کرام کی بشریت ثابت کرنا چاہی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء بشر تھے فرشتے نہیں تھے، جن نہیں تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء کھاتے پیتے تھے، فرشتے کھاتے پیتے نہیں جبکہ جنوں کے لئے جو خوراک حضور نے مقرر کی ہے اس کی حدیث میں پیچھے عالم

جنات میں آپ کے معجزات کے باب میں بیان کر آیا ہوں۔

حضور نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء کرام سوتے تھے جبکہ فرشتے سوتے نہیں

حضور نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء کرام تھکاوٹ محسوس کرتے تھے جبکہ فرشتے تھکاوٹ محسوس نہیں کرتے

حضور نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء کرام نکاح کرتے انکی اولادیں ہوتی تھیں جبکہ فرشتے نکاح نہیں کرتے انکی اولادیں نہیں ہوتیں۔

حضور نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء کرام پر نسیان طاری ہو جاتا ہے لیکن فرشتوں پر نہیں

حضور نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء کرام امراض میں مبتلا ہوتے تھے لیکن فرشتے نہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء کرام مٹی سے بنے ہوتے تھے لیکن فرشتے نہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء کرام قرابت دار ہوتے تھے لیکن فرشتوں میں قرابت داری نہیں ہوتی۔

حضور نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء کرام اپنی اصل شکل میں رہتے تھے لیکن فرشتے شکلیں بدل لیتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء کرام کا مستقل مستقر زمین ہے۔ لیکن فرشتوں کا مستقل مستقر آسمان ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء کرام بچپن، جوانی، بڑھاپا کے مراحل طے کر کے فوت ہونے کے بعد مٹی میں دفن ہوئے ہیں لیکن فرشتے ایک ہی حالت میں رہتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء کرام کے مختلف پیشے تھے لیکن فرشتے تکوینی امور کی ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں اور مختلف مقامات پر مختلف ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں۔

میں نہیں سمجھ سکا کہ بخاری صاحب اس بحث سے فرشتوں کی صرف جنس الگ اور ان کے بشر سے مختلف ہونے کو ثابت کرنا چاہتے ہیں یا کہ فرشتوں کی انسانوں پر فضیلت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ جو کچھ بھی غرض ہو میں اپنے موضوع کے مطابق یہی کہوں گا کہ ہماری کسی کتاب سے یہ ثابت کرو کہ ہم نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء کرام کو بشر تسلیم نہیں کرتے اور انکو جنس فرشتہ یا جن سے سمجھتے ہیں۔ جب یہ دونوں جنسیں ہی علیحدہ ہیں تو ان میں موازنہ کی ضرورت ہی نہیں۔ کیونکہ ان کے افعال ہی مختلف ہیں اس لئے اس موازنہ کو دلیل میں پیش ہی نہیں کیا جا سکتا۔

ملائکہ ـــــــ نوری مخلوق (یہ نور حضور نبی کریم ﷺ کی نورانیت کی طرح کا ہی نہیں یہ نور تو عام انسان دیکھ ہی نہیں سکتا)

جن ـــــــ ناری مخلوق (یہ نار بھی ایسی ہے کہ عام انسان اسکو دیکھ ہی نہیں سکتا جب کہ حضور نبی کریم ﷺ اس ناری مخلوق کے بھی نبی ہیں اور انکو دین اسلام سکھلایا بھی کرتے تھے)

انسان ـــــــ اربعہ عناصر مٹی، پانی، ہوا، آگ سے بنا ہوا ہے۔ پھر اس میں

فرشتوں کے نور کے قسم کی نورانی روح پھونکی گئی ہے جو نیند کی حالت میں ایک انسان سے علیحدہ ہو تو کسی انسان کو نظر نہیں آتی۔

ملائکہ اور جنات اپنی نوری اور ناری خاصیات کی بنا پر شکلیں بدل سکتے ہیں لیکن حضور نبی کریم ﷺ کی نورانیت ایک امتیازی شان کی ہے وہ یہ عارضی شکلیں تبدیل نہیں کرتی کہ کہیں معترضین یہ ہی اعتراض نہ کر دیں کہ پتہ نہیں کون یہ شکل اختیار کر کے یہ اسلام کے ساتھ ساتھ اپنے احکامات بھی ملا گیا۔

ملائکہ جنات شکلیں بدل کر انسانی شکل میں آسکتے ہیں یعنی نوری اور ناری مخلوق اربعہ عناصر والی مخلوق میں تبدیل ہو سکتی ہے لیکن یہ تبدیل عارضی ہوتی ہے۔

انسان شکل کیوں نہیں تبدیل کر سکتا کیونکہ اس میں مٹی کا عنصر زیادہ ہے۔ نوری اور ناری مخلوق میں نور اور نار عنصر زیادہ ہے اور جب وہ انسانی شکل اختیار کرتے ہیں میں اپنا ذاتی عنصر ہی زیادہ رہتا ہے اس لئے وہ کھا پی نہیں سکتے۔ جنات کے کھانے کی کیا صورت ہے میں اسکی وضاحت نہیں کر سکتا۔

جس میں خاکی عنصر زیادہ ہو گا اسے بھوک محسوس ہو گی، پیاس محسوس ہو گی، کیونکہ مٹی دوسری چیزوں کو جذب کر لیتی ہے۔ انسان کو مٹی کو پانی سے گوندھ کر بنایا گیا اس لئے پیاس محسوس کرتا ہے مٹی کو گوندھنے کے بعد ہوا سے خشک کیا گیا، ہوا مٹی کے اندر تک سرایت کر گئی یعنی رگ وریشے میں سرایت کر گئی اس لئے انسان ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور قرآن پاک میں جو ہے کہ خلق الانسان من صلصال کالفخارہ۔

''کالفخار'' کا لفظ اس بات کی دلیل ہے کہ پھر اسے آگ پر رکھ کر پکایا گیا۔ پھر اللہ نے بلا واسطہ اس میں روح پھونکی تو انسان بن گیا۔

آگ سے ہوا گرم ہوئی ہوگی اس لئے ہوا گرم ہوتو گرمی محسوس کرتا ہے اور اگر ہوا ٹھنڈی ہوتو ٹھنڈک محسوس کرتا ہے۔

فرشتے صرف نوری، جن صرف ناری (آگ سے بنے ہوئے)، انسان کی فرشتوں اور جنات پر برتری اس طرح بھی ثابت ہوگئی کہ انسان میں نوری عنصر (روح) بھی اور ناری عنصر (آگ) بھی ہے۔ لیکن ان دونوں عناصر کے علاوہ مٹی بنیادی عنصر تھا۔

انسان کا پہلا مستقر جنت تھا اور حضرت ابو البشر آدم علیہ السلام پر شیطان کے بہلانے پھسلانے پر مشئت الٰہی کے مطابق نسیان طاری ہوا تو اس کا مستقر زمین قرار پایا لیکن یہ مشئت الٰہی کے مطابق تھا کیونکہ انہیں خلیفۃ اللہ فی الارض بنایا جانا پہلے سے مقرر تھا۔ اور روز محشر حساب کتاب کے بعد انسان کا مستقل مستقر پھر جنت ہو گا بشرطیکہ خاتمہ ایمان پر ہوا ہوگا۔

المختصر اللہ تعالیٰ نے **لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم** فرما کر فرشتوں، جنات، پر انسان کی برتری وفضیلت ثابت کردی۔ اس لئے کسی مزید دلیل کی ضرورت نہیں۔ اب میں پھر بخاری صاحب کے دلائل کے رد کی طرف آتا ہوں۔

بخاری صاحب! کیا ہم نے کبھی کسی پیغمبر کے لئے انسانی شکل تبدیل کر کے نوری یا نوری شکل اختیار کرنے کا دعویٰ کیا ہے؟ کیا ہم نے کبھی ان کی بشریت کا انکار کیا ہے؟ بشریت کے انکار کو تو ہم کفر کہتے ہیں اسکے متعلق میں تفصیلی مواد اور دلائل کتاب کے شروع میں دے آیا ہوں۔ مزید کی ضرورت ہوئی تو مزید تفصیل کے ساتھ بھی مہیا کیا جاسکتا ہے۔

ہم تو نبی کریم ﷺ کی اس نورانیت کو بھی منوانا چاہتے ہیں جو آپ کی پیدائش کے وقت آپ کے بشری جسم کے ساتھ آپ کی والدہ محترمہ کو نظر آئی ۔ جسکا صحابہ کرام مختلف اوقات میں بھی مشاہدہ فرماتے رہے۔ جس نورانیت کی وجہ سے آپ کی بغلوں، دانتوں، پسینہ، چہرہ مبارک سے نورانی لاٹیں نکلتی دکھائی دیتی تھیں۔ اگر ہم مطلقاً نور مانتے ہوتے تو اس طرح نظر آنے یا نکلتے ہوئے دکھائی دینے کا دعویٰ نہ کرتے بلکہ کلیتہً دعویٰ کرتے کہ تمام جسمانی عوارض ختم ہو گئے تھے اور آپ فقط نور ہی نور تھے جب کہ ہم نے کبھی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔

آپ حضرات ہمارے دعویٰ کو رد نہیں کرتے اور بشریت، عوارض بشریت اور ملائکہ جنات سے موازنہ کی مثالیں دیتے رہتے ہیں۔

اگر ہم مطلقاً نور مانتے ہوتے تو یہ ہمارا قطعی عقیدہ ہوتا اور اس کا انکار کفر ہوتا جبکہ یہ ہمارا ظنی عقیدہ ہے اور ہمارے پاس کثیر ظنی دلائل موجود ہیں جو کہ ہمارے عقیدہ کی حقانیت کا واضح ثبوت ہیں۔ جبکہ بشریت ہمارا قطعی عقیدہ ہے اور اس کے دلائل بھی قطعی الدلالۃ ہیں۔

آپ علمی طور پر دیوالیہ ہونے کی بنا پر قطعی عقیدہ کے دلائل سے ظنی عقیدہ کے دلائل کا رد کرتے ہیں۔ بشریت اپنی جگہ پر لیکن نورانیت کے دلائل اپنی جگہ پر واضح ہیں۔ انکا انکار کرنا گمراہی اور جاہلیت ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے فضائل و کمالات، ان کے خصائص کا انکار ہے۔

نورانیت کے متعلق صحیح، حسن احادیث کے ساتھ ساتھ ضعیف احادیث کا ایک طویل سلسلہ بھی ہے اور ضعیف احادیث فضائل میں معتبر ہیں یہ محدثین کا اصولی

فیصلہ ہے جس کا آپ بھی انکار نہیں کر سکتے۔ لیکن عقل کے اندھوں کو عقیدہ اور اسکی دلیل کے تقاضوں کا علم ہی نہیں۔

پہلے بھی میں نے اپنے دلائل دیئے ہیں اب چند مزید پیش کر دیتا ہوں۔

(۱) عن عائشه رضی الله تعالیٰ عنها ان رسول الله صلی الله علیه وسلم دخل علیها مسروراً تبرق اساریر وجهه

(صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۵۰۲)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان پہ بحالت خوشی داخل ہوئے تو آپ کے چہرہ انور کے خطوط بجلی کی طرح چمکتے تھے۔

(۲) اخرج ابو نعیم عن ابی بکر الصدیق رضی الله عنه قال کان وجه رسول الله صلی الله علیه وسلم کدارة القمر

(خصائص جلد ا صفحہ ۷۲، زرقانی جلد ۴ صفحہ ۷۷، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۹۹)

ابو نعیم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مخرج فرمایا۔ حضور ﷺ کا چہرہ چاند کے ہالہ کی طرح تھا

(۳) اخرج الدارمی والبیهقی والطبرانی وابو نعیم عن عبیدة قال قلت للربیع بنت معوذ صفی لی رسول الله صلی الله علیه وسلم قالت لو رایته لقلت الشمس طالعة

(خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۷۲، زرقانی جلد ۴ صفحہ ۷۸)

دارمی، بیہقی، طبرانی، ابونعیم، ابوعبیدہ سے راوی وہ فرماتے ہیں میں نے ربیع سے کہا میرے لئے حضور ﷺ کا وصف بیان کر۔ انہوں نے فرمایا اگر تو حضور

ﷺ کو دیکھتا تو کہتا سورج طوع ہوا

(۴) بخاری شریف کتاب الانبیاء میں حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

لاَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ شَیْءٍ مِنْ دُعَآئِہٖ اِلَّا فِی الْاِسْتِسْقَآءِ فَاِنْ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ اِبْطَیْہِ

اتنے اونچے ہاتھ کسی دعا میں نہیں اٹھاتے تھے جتنے استقاء میں کیونکہ اس میں مبارک ہاتھوں کو اتنے بلند کرتے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگتی۔

(۵) اے نبی ہم نے آپ کو سراجاً منیراً بنا کر بھیجا ہے، قرآن

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا

اے نبی ﷺ بے شک ہم نے آپکو گواہ، بشارت سنانے والا (عذاب سے)، ڈرانے والا، اللہ کی طرف اس کے اذن سے بلانے والا اور نور پھیلانے والا آفتاب بنا کر بھیجا ہے۔

(سورہ احزاب آیت ۴۶)

اس آیت مبارکہ میں آپ ﷺ کو ''سراجاً منیراً'' کا لقب فرمایا ہے جسکا معنی ہے چمکا دینے والا آفتاب اس میں بھی آپکی نورانی حقیقت کا بیان فرمایا گیا ہے۔ نہ ماننے والے اسے بھی نور ہدایت پر محمول کرتے ہیں۔ آپ کے حسی نور پر نہیں مگر صحابی رسول حضرت عرباض بن ساریہ ؓ اس آیت کی تشریح میں یہ حدیث نقل

فرماتے ہیں۔

سراجاً منیرا کی تفسیر صحابی رسول کی زبانی

عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ وَ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاَبِیْ مُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِهٖ وَ سَاُخْبِرُکُمْ عَنْ ذٰلِکَ اَنَا دَعْوَةُ وَاَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ وَبَشَارَةُ عِیْسٰی وَ رُؤْیَا اُمِّیْ اٰمِنَةَ الَّتِیْ رَاَتْ وَ کَذٰلِکَ اُمَّهَاتُ النَّبِیِّیْنَ یَرَیْنَ وَاِنَّ اُمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاَتْ حِیْنَ وَضَعَتْهُ لَهٗ نُوْرًا اَضَاءَتْ لَهَا قُصُوْرُ الشَّامِ ۔ ثُمَّ تَلَا یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں، سے روایت ہے کہ میں نے سنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔ ''میں اللہ کا بندہ اور خاتم النبیین ہوں اور میں اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جب میرے والد (حضرت آدم) ابھی اپنی مٹی میں گوندھے جا رہے تھے اور میں تمہیں اس معاملہ کی خبر دوں، میں اپنے باپ حضرت ابراہیم کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں، اور اپنی والدہ کا وہ نظارہ ہوں جو انہوں نے دیکھا، حضرت عرباض فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے آپ کو جنم دیتے ہوئے آپ کا وہ نور دیکھا جس سے ان پر شام کے محلات روشن ہو گئے پھر انہوں نے (بطور دلیل) یہ آیت مبارکہ پڑھی۔ انا ارسلناک شاھدا

و........ سراجاً منیراً۔ (مستدرک حاکم ج ۲ ص ۴۵۳ کتاب التفسیر سورہ احزاب)

معلوم ہوا حضرت عرباض بن ساریہ ﷜ صحابی رسول، قرآن مجید کے الفاظ و سراجاً منیراً سے آپ کا حسی نور مراد لیتے ہیں۔ یعنی واقعتاً آپ کی ذات اقدس میں بشریت کے ساتھ ساتھ وہ نور بھی تھا جسکا مشاہدہ آپ کی والدہ نے اس وقت کیا جب آپ پیدا ہوئے کہ آپ سے وہ نور نکلا جس سے انہیں مکہ میں بیٹھ کر شام کے محلات نظر آ گئے۔ آگے امام حاکم نے یہ حدیث مکمل کرنے کے بعد فرمایا ہے ھذا حدیث صحیح ولم یخر جاہ یہ حدیث صحیح ہے جسے بخاری و مسلم نے روایت نہیں کیا۔ یاد رہے قرآن کی وہ تفسیر سب سے معتبر ہے جو صحابہ کرام سے مروی ہو۔

(علامہ قاری محمد طیب نقشبندی مانچسٹر۔ انگلینڈ: نبی رحمت اور عقائد اہل سنت: ۴۶)

باقی رہا تمہارا یہ عوارض بشریت بیان کرنا تو ہم عوارض بشریت کو تسلیم کرتے ہیں کتاب کے شروع میں میں نے ان کو تفصیلاً بیان کر دیا ہے اور علمائے اہلسنت کی عبارات سے بھی تفصیلاً بیان کر دیا ہے۔

تمہارا نوری فرشتوں کے بشری شکل میں آنے سے نہ کھانے پینے سے دلیل پکڑنا ہماری اس دلیل کے رد میں ہے کہ دیکھو فرشتہ بشری شکل میں آ سکتا ہے تو بشر میں نورانیت کیوں نہیں ہو سکتی؟ اور آپ نے یہ دلیل پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ بشر میں نورانیت ہو تو وہ کھاتا پیتا ہے اور فرشتے بشریت میں آئیں تو کھاتے پیتے نہیں اس لئے یہ دلیل معتبر نہیں کہ بشر میں نورانیت کیوں نہیں ہو سکتی؟

لیکن میں نے اوپر بیان کر دیا ہے کہ جس جنس میں جو عنصر زیادہ ہوتا ہے اس میں اسی کے تقاضے زیادہ ہوتے ہیں۔ فرشتے نوری مخلوق ہیں۔ ان میں نوری عنصر

زیادہ ہے اس لئے بشری شکل میں آنے کے باوجود ان میں نوری عنصر ہی زیادہ رہتا ہے اور ان کا نہ کھانا پینا وغیرہ (یعنی جو دوسرے فرق تم نے بیان کئے ہیں وہ بھی) اس نوری عنصر کا تقاضا ہے۔ اور حضور نبی کریم ﷺ میں بشری عنصر یعنی مٹی، پانی وغیرہ زیادہ ہے اس لئے ان میں اس کے تقاضے ہی زیادہ ہیں باوجودیکہ آپ میں نورانیت کا عنصر بھی پایا جاتا ہے۔ ہم نورانیت کے عنصر کو اس کے مطابق ہی اس کے تقاضوں کے مطابق ہی بشریت کے ساتھ منوانا چاہتے ہیں نہ کہ فقط نوری مخلوق ہونا منوانا چاہتے ہیں۔

پیچھے میں نے عالم جلیل علامہ محمد اشرف سیالوی صاحب کی بہترین کتاب ''تنور الابصار بنور النبی المختار'' کے صفحہ نمبر ۱۱۲ سے یہ عبادت بیان کی ہوئی ہے۔

فرشتوں کا لباس بشری میں ہونا اور چیز ہے اور انسان کا نوری ہونا اور لباس بشری میں ہونا اور چیز ہے۔ فرشتہ میں بشریت محض ایک روپ ہوتا ہے اور تخیل جبکہ نوری بشر میں بشریت بھی ایک حقیقت ہے اور اصل وجود حیثیت رکھتی ہے اور اس بشریت کا حکم الگ ہوتا ہے اور حقیقت کا حکم الگ ہوتا ہے۔

علامہ سیالوی صاحب آگے صفحہ نمبر ۱۱۷ میں لکھتے ہیں۔

ہم عرض کر چکے ہیں کہ ملائکہ جب بشری لباس میں ظاہر ہوتے ہیں تو وہاں بشریت محض ایک روپ اور تخیل ہوتا ہے لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ خیالی بشریت اور مظہریت محضہ کا کام دینے والی بشریت میں بھی نورانی احکام سے الگ احکام صادر اور رونما ہوتے ہیں تو پھر عنصری جسم میں جلوہ گر نورانیت پر اعتراض کیوں؟

آگے انہوں نے بخاری و مسلم شریف کی حدیث سے حضرت عزرائیل علیہ

السلام کے بشری حالت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے تشریف لائے اور حضرت موسیٰ کے طمانچہ مارنے پر آنکھ نکل جانے کو بیان کیا ہے۔

شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی نے صفحہ نمبر ۱۲۰ پر ایک اعتراض '' کیا نور ہونا اور فرشتہ ہونا ایک چیز ہے'' اور اس کا جواب تفصیل سے لکھا ہے۔ میں اختصار سے پیش کرتا ہوں۔ تفصیلی مطالعہ کے لئے اور کئی دوسرے اعتراضات کے جوابات کے لئے آپکی کتاب '' تنویر الابصار بنور النبی المختار'' کا مطالعہ کریں۔ آپ کی تمام کتب اہلسنت کے عقائد کی بہترین ترجمان ہیں۔

کیا نور اور فرشتہ ہونا ایک چیز ہے

دیوبندی مناظر نے بزعم خویش آنحضرت ﷺ کے نور ہونے کی نفی اس آیت سے بھی کی کہ اللہ تعالیٰ نے قاعدہ کلیہ اور معمول یہ بیان فرمایا ہے کہ قل لو کان فی الارض ملائکة یمشون مطعننین لنزلنا علیھم من السماء ملکا رسولا (فرما دیجئے اگر زمین میں فرشتے موجود ہوتے جو اطمینان کے ساتھ یہاں بستے اور رہائش پذیر ہوتے تو ہم ان کی طرف آسمان سے فرشتے رسول بنا کر بھیجتے اور چونکہ زمین میں تو انسان آباد ہیں لہٰذا اب رسول فرشتہ نہیں ہوگا بلکہ انسان جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لو جعلنا ہ ملکا لجعلنا ہ رجلا (پ ۷ الانعام آیت نمبر ۹) اگر ہم فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجیں تو بھی انسان اور مرد کی حالت میں بھیجیں گے اور لو کا کلمہ نفی پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ نہ ہم نے رسول فرشتہ بنایا اور نہ فرشتہ کو انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ پس نبی اکرم ﷺ نور نہیں ہیں۔

مختصر جواب:

دیو بندی علماء کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ نور ہونا اور چیز ہے فرشتہ ہونا اور چیز ہے اور کسی کے فرشتہ ہونے کی نفی کر دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ نور ہی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ھو الذی جعل الشمس ضیاء و القمر نورا اللہ ہی وہ ذات والا ہے جس نے سورج کو ضو فگن بنایا اور چاند کو نور بنایا

فرمایئے چاند فرشتہ ہے یا سورج فرشتہ ہے جس کو جو ہر مضئی اور ضیاء و نور کا سرچشمہ کہا گیا ہے جب ان کا نور ہونا ان کے ملک ہونے کو مستلزم نہیں اور ملک و فرشتہ ہونے کی نفی ان کے نور ہونے کی نفی کو مستلزم نہیں ہے تو یہ قیاس اور استدلال انتہائی لغو باطل ٹھہرا جس میں رفع مقدم رفع تالی کو مستلزم اور نہ ہی رفع تالی رفع مقدم کو مستلزم ہے اور ان میں تلازم عقلی نہ عادی اور نہ عرفی، لہٰذا اس قسم کے قیاس اور استدلال سے رحمانی صاحب نے دیو بندی مدارس کا علمی بھرم ہی ختم کر دیا ہے۔ دیو بندی مانتے ہیں کہ ارواح نورانی ہیں مگر وہ فرشتے نہیں۔ ہماری آنکھ میں نور موجود ہے مگر وہ فرشتہ نہیں جگنو میں نور موجود ہے مگر وہ فرشتہ نہیں۔ ہر نار میں نور موجود ہے مگر نہ نار فرشتہ ہے نہ اس کی نورانیت اور روشنی..........

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔

ان الا رواح البشریۃ میں جنس الملائکہ

ارواح بشریہ ملائکہ کی جنس سے ہیں یعنی نور سے ہیں۔

الغرض اس دلیل سے صرف یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ فرشتے نہیں

لیکن نور ہونے کی نفی اس سے لازم نہ آئی اور کلام اس میں تھا اور فرشتہ ہونا خود ہم بھی تسلیم نہیں کرتے۔لہذا اس کی نفی مقام نزاع میں کس کام آسکتی ہے۔(صفحہ نمبر ۱۲۲)

آگے صفحہ نمبر ۱۲۳ میں لکھتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کے نزول کا سبب یہ ہے کہ کفار نے مطالبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا کیا اس کو فرشتے نہیں مل سکتے تھے جن کو ہماری ہدایت کے لئے بھیج دیتا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر فرشتے آتے اپنی اصلی صورت میں تو تم استفادہ واستفاضہ نہیں کر سکتے کیونکہ وہ اور تم خاکی پتلے، وہ سراسر لطیف اور تم مجسمہ کثافت اور اگر تمہاری رعایت کرتے ہوئے اس کو بشری حالت میں بھیجیں تو جو شبہ ووسوسہ اب تمہیں درپیش ہے کہ بشر رسول بن کر کیوں آگیا، وہی شبہ ووسوسہ شیطانی پھر تمہیں دامن گیر ہو جائے گا اسی لئے فرمایا: ”وللبسنا علیھم مایلبسون“ اگر ہم فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجیں تو بشری اور مردمی حالت میں بھیجیں گے اور البتہ ان کو اسی اشتباہ والتباس میں ڈالیں گے جس میں اب موجود ہیں لہٰذا ان کا یہ مطالبہ قطعاً قابل قبول نہیں اور نہ ہی حکمت ومصلحت کے مطابق ہے لہذا ہم فرشتہ کو رسول بنا کر نہیں بھیجتے۔تو اس آیت کریمہ میں کفار کی حماقت کا بیان ہے اور ان کے مطالبہ کا خلاف حکمت ہونا اور ان کے شبہ ووسوسہ کے ناقابل زوال وازالہ ہونے کا بیان کرنا مقصود ہے اس میں قطعاً یہ مقصد نہیں کہ رسول کریم ﷺ کی ذات میں نورانیت نہیں ہو سکی۔

آگے صفحہ نمبر ۱۲۶ تا ۱۲۹ میں لکھتے ہیں۔

”آیئے ایک اور نکتہ پر غور کر لیں، اور دیکھیں دیوبندی مناظر بالخصوص اور علماءِ دیوبند بالعموم کس طرح حقائق سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں۔دیکھئے، بالاتفاق

و بالا جماع حضور اکرم ﷺ جنوں کی طرف رسول ہیں۔ اور عمومات کلام مجید لیکون للعالمین نذیرا اور عمومات احادیث مثل ارسلت الی الخلق کافۃ بھی اس پر صریحا دلالت کرتے ہیں اور ضابطہ بقول علماء دیوبند کے یہ ہے کہ بشر رسول ہو تو مرسل الیہم بشر بلکہ اتحاد ضروری ہے پھر آپ کا جنوں کی طرف رسول ہونا کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے علماء دیوبند یا تو جنوں کی طرف آپ کے معبوث ہونے کا انکار کریں یا پھر تسلیم کریں کہ آپ محض بشر نہیں............... کیونکہ جب آپ کو از روئے نورانیت اور تجرد و لطافت ملائکہ سے مناسبت حاصل ہے تو جنوں میں تجرد و لطافت ان سے بھی بدر جہا کم ہے لہٰذا ان کے ساتھ کیونکر مناسبت اور ربط و تعلق نہیں ہوگا کیونکہ آپ نسخہ جامعیت ہیں اور برزخیت کبریٰ کے مالک ہیں............... فرشتوں کا حضور اکرم ﷺ پر شب و روز درود بھیجنا، جنگوں میں سپاہی بن کر خدمت کے لئے کمر بستہ ہونا، آپ کے پیچھے اور آپ کی امت کے آئمہ کے پیچھے نمازیں ادا کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے تو ایسی صورت میں ان کے امتی ہونے میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے اور اگر اب بھی امتی نہیں تو امتی ہونے کی صورت میں کونسا کام کرتے جواب نہیں کر رہے ہیں ہاں ہر ایک مخلوق کا مکلف اور امتی ہونا ان کے اپنے اپنے حالات کے مطابق ہوگا۔

الغرض جب آپ ان کے رسول ہیں تو لامحالہ نور بھی ہیں..........

قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ لیکون للعالمین نذیرا صراحتاً آپ کے ملائکہ کی طرف معبوث ہونے کی دلیل ہے کیونکہ عالم کا لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے علاوہ ہر شے کو شامل ہے اور مسلم شریف کی حدیث کہ میں ساری مخلوق کی طرف معبوث

فرمایا گیا ہوں یہ بھی اس مذہب کی تائید وتقویت کرتی ہے کہ آپ رسول ملائکہ بھی ہیں۔

الغرض جب قرآن وحدیث سے آپ کا رسول ملائکہ ہونا مسلم اور مرسل و مرسل الیہم میں مناسبت لازم تو آپ کا نوری ہونا لازماً تسلیم کرنا پڑے گا۔

میں تو کہوں گا کہ تمام فرشتوں اور جنات سے آپ کے افضل ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ آپ کی شکل وصورت کبھی تبدیل نہیں ہوئی۔ غیر مسلم یہ اعتراض کر سکتے تھے کہ شکلیں بدل بدل کر پتہ نہیں کون احکام دیتا رہا۔ اور منکرین حدیث بھی اسکے دعویدار ہوتے کہ یہ حدیث آپ کی نہیں کوئی شکل بدل کر بیان کر گیا ہے۔ اس طرح اسلام وقرآن بے وقعت ہو کر رہ جاتے۔ آپ نبی کریم ﷺ کی شکل وصورت تو شیطان نہیں اختیار سکتا جو ہر شکل بن سکتا ہے تو پھر اور کوئی کس طرح آپکی شکل وصورت اختیار کر سکتا ہے۔ اس طرح جو خصائص آپ نے فرشتوں کے ثابت کیے ہیں تو یہ اکثر و بیشتر خصائص انسان کیلیے جو آسمان پر چلا جائے اس کے لئے ثابت ہیں۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر اٹھائے گئے ہیں تو وہاں آپ کی خوراک جسمانی خوراک نہیں وہاں آپ پیتے نہیں۔ سوتے نہیں۔ شادی نہیں کرتے۔ اور عبادت میں ہمہ وقت مصروف ہیں۔ وہاں آپ کو تھکاوٹ نہیں ہوتی۔ آپ پر نسیان بھی طاری نہیں ہوتا۔ آپ امراض میں بھی مبتلا نہیں ہوتے۔ آپ وفات بھی نہیں پائیں گے تاوقتیکہ نیچے زمین پر تشریف لائیں گے۔

تمہارا عوارض بشریت بیان کر کے آپ کی نورانیت کا انکار کرنا اسی طرح ہے کہ تم فرشتوں کے بحیثیت فرشتہ ہونے کے خصائص بیان کرتے جاؤ اور پھر ان کے

انسانی شکل میں آنے کا انکار کردو جہاں ہم فرشتوں کو نوری ہونے، ان کے خصائص جو انسانوں سے علیحدہ ہیں ان کو بیان کرتے ہیں تو ساتھ ہی ان کے انسانی شکل اختیار کرنے کی خصوصیت کو بھی بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم جہاں حضور نبی کریم ﷺ کی بشریت اور عوارض بشریت کو بیان کرتے ہیں تو ساتھ ہی آپ کے نورانیت کے پہلوؤں کو بھی بیان کرتے ہیں۔

بخاری صاحب اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۶ میں خلقت ملائکہ کے بارے میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَرُبٰعَ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَايَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (پ۲۲ فاطر آیت نمبر۱)

تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کیلئے جو آسمان و زمین بنانے والا اور فرشتوں کو رسول (یعنی وحی لانے والا انبیاء کیطرف) بنانے والا جو فرشتے دو دو تین تین چار چار پروں والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ زیادہ کرتا ہے بناوٹ میں جسے چاہتا ہے۔ بتحقیق اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہاں غور طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ زیادہ کرتا ہے بناوٹ میں جسے چاہتا ہے بتحقیق اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اسی پر غور کرو تو آپ کی بشریت کے ساتھ ساتھ آپ کی نورانیت کو بھی سمجھ جاؤ گے۔

بخاری صاحب نے ذوی العقول کی تین جنسیں (۱) فرشتے (۲) جن (۳) انسان بیان کرنے کے بعد جنس فرشتہ پر جو دلائل دیئے ہیں یہ ہماری عقائد کی

کتابوں میں تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمائے جا سکتے ہیں۔ ہم ان کے انکاری نہیں۔ بطور دلیل ایک رسالہ سے مختصراً بیان کر دیتا ہوں۔

علامہ فیض احمد اویسی نے عقائد اہلسنت پر ایک مختصر رسالہ لکھا ہے اس کا نام ''کشف الغمۃ فی عقائد اهل السنۃ'' ہے اُسے تنظیم نوجوانان اہلسنت بھائی گیٹ لاہور نے شائع کیا ہے۔ اس کے صفحہ نمبر ۱۹ میں ہے۔

عقائد درباره ملائکہ کرام

(۱) فرشتے اجسام نوری ہیں، معصوم ہیں اور ہر طرح کے گناہ سے پاک ہیں، رب تعالیٰ نے مختلف خدمتیں ان کے سپرد کی ہیں، جو شکلیں چاہیں اختیار کر لیں کبھی وہ انسان کی شکل میں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔

(۲) کسی فرشتے کے حق میں ادنی سی گستاخی بھی کفر ہے، جاہل لوگ کسی دشمن کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ عزرائیل یا موت کا فرشتہ آ گیا، یہ قریب کفر ہے۔

(۳) فرشتوں کے وجود کا سرے سے انکار کرنا یا یہ کہنا کہ فرشتہ نیکی کی قوت کو کہتے ہیں ایسا کہنا کفر ہے۔

(۴) فرشتے اللہ کے ایمان دار مکرم بندے ہیں، اس کی نافرمانی کبھی نہیں کرتے اور جو اس کا حکم ہوتا ہے وہی کرتے ہیں، ہر قسم کے گناہ سے معصوم ہیں۔ ان کے جسم نورانی ہیں اور وہ نہ کچھ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں رہتے ہیں۔

(۵) وہ جداگانہ کاموں پر مقرر ہیں۔ بعض جنت پر، بعض دوزخ پر، بعض آدمیوں

کے عمل لکھنے پر، بعض روزی پہنچانے پر، بعض پانی برسانے پر، بعض ماں کے پیٹ میں بچہ کی صورت بنانے پر، بعض آدمیوں کی حفاظت پر، بعض روح قبض کرنے پر، بعض قبر میں سوال کرنے، بعض عذاب پر، بعض رسول علیہ السلام کے دربار میں مسلمانوں کے درود وسلام پہنچانے پر، بعض انبیاء علیہم السلام پر وحی لانے پر۔

(۶) ملائکہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی قوت عطا فرمائی ہے، وہ ایسے کام کرسکتے ہیں جسے لاکھوں آدمی مل کر بھی نہیں کرسکتے ۔ان میں چار فرشتے بہت فضیلت رکھتے ہیں۔ حضرت جبرئیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل، حضرت عزرائیل علیہم السلام۔

(۷) رسل فرشتے تمام اولیاء یہاں تک کہ جملہ صحابہ کرام مع صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں، ان کے سوا باقی تمام ملائکہ سے اولیاء کرام افضل ہیں۔

انبیاء پر لفظ بشر کا اطلاق

بخاری صاحب صفحہ نمبر ۱۹۹ میں ''انبیاء پر لفظ بشر کا اطلاق کرنا'' کے تحت لکھتے ہیں۔

بریلوی مکتب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا یہ ادعا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہنا آپ کی توہین ہے قطعاً باطل ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشر کہا ہے۔ قرآن عزیز کی آیات شاہد ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بشریت کا اعتراف فرمایا ہے۔ احادیث نبویہ کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔ صحابہ کرام، تابعین اور دیگر اکابرامت نے بھی آپ پر بشر کا اطلاق کیا ہے، بلکہ صحت ایمان کیلئے بشریت کے عقیدہ کو شرط اول قرار دیا ہے۔ خود بریلوی رہنماؤں نے بھی نبی کی تعریف میں بشر کے لفظ کو بطور

جنس شامل کیا ہے۔اس پر مستزاد یہ ہے کہ فریق مخالف کے معتمد علیہ مایہ ناز بزرگ پیر مہر علی شاہ صاحب بھی تحریر فرماتے ہیں۔لفظ بشر متضمن بکمال است (فتاوٰی مہریہ)

دیوبندیوں کی یہ خصلت ہے نہ کہ تو اہلسنت و جماعت بریلویوں کا صحیح عقیدہ بیان کرتے ہیں اور نہ ہی اسے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

میں نے پیچھے عقائد کی کتابوں کے درجنوں حوالوں سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ عقیدہ کے بیان میں انبیاء علیہم السلام کے متعلق ہمارا قطعی عقیدہ ہے کہ انبیاء بشر ہوتے ہیں۔ان کی جنس کے متعلق میں نے درجنوں عبارات پیچھے درج کی ہیں کہ انبیاء ہمیشہ مردوں میں سے ہوتے ہیں۔انبیاء علیہم السلام جن یا فرشتہ نہیں ہوتے اور نہ ہی عورت کوئی نبی ہوئی ہے۔

چند حوالے مزید آپ کی تسلی کے لئے بیان کر دیتا ہوں۔

حضرت مولانا شاہ محمد رکن الدین الوری:

آپ اپنی مشہور زمانہ کتاب توضیح العقائد رکن دین حصہ اول (مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ) کے صفحہ نمبر ۷۷ میں ''اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان لانے کے بیان میں'' لکھتے ہیں۔

سوال: سنا ہے کہ عورتوں میں بھی نبی ہوتے ہیں یہ کیونکر ہے؟

جواب: یہ قول باطل ہے نبی ہمیشہ مردوں میں ہوتے ہیں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْہِمْ (پ۱۷ع۱ سورہ الانبیاء آیت ۷)

اور نہیں بھیجے ہم نے تجھ سے قبل مرد جن کی طرف وحی کی ہم نے

اسی صفحہ پر ایک اور سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

اصل منصب رسالت و نبوت حق انسان ہی کا حق

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ (پ۱۵ ع۷)

حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف:

۱) صرف لفظ بشر کا اطلاق بغیر انضمام کلمات تعظیم نہ چاہیے کہ بوجہ شیوع عرف وقصد فرقہ ضالہ صرف بشر کہنے میں ایہام امر ناجائز کا ہے۔ (فتاویٰ مہریہ صفحہ نمبر ۱۲)

۲) اعلاء کلمۃ الحق صفحہ نمبر ۷۶ میں فرماتے ہیں۔

نبراس شرح عقائد میں ہے کہ:

جو شخص حبیب ازلی اور شاہد لم یزلی انما انا بشر مثلکم اور و ما ادری ما یفعل بی ولا بکم اور قل انی لا املک لکم ضراً ولا رشداً۔ اور اس کے نظائر و مثال پر نظر کر کے تمام انسانوں کے برابر خیال کرے اور عقیدہ (ہمسری) رکھے وہ گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے وہ اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ مثلکم کے بعد یوحیٰ الیٰ نے کسی قدر امتیاز پیدا کر دیا ہے۔

صدر الافضل حضرت سید نعیم الدین مراد آبادی:

بخاری صاحب نے حضرت سید نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ کی جو عبارات کے جو حوالے خود ص ۱۹۵ اور ص ۱۹۶ میں دیئے ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

۱) اس گمراہی میں بہت سی امتیں مبتلا ہو کر اسلام سے محروم ہیں۔ قرآن پاک

میں جا بجا اس کے تذکرے ہیں۔ اس امت میں بہت سے بدنصیب سید الانبیاء ﷺ کو بشر کہتے ہیں اور ہمسری کا خیال فاسد رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں گمراہی سے بچائے۔

۲) مفتی صاحب پ۱۴ اسورہ النحل کی آیت ۴۳ (وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْ اِلَیْھِمْ فَاسْئَلُوْآ اَھْلَ الذِّکْرِاِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ) کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

یہ آیت مشرکین کے جواب میں نازل ہوئی۔ جنہوں نے سید عالم ﷺ کی نبوت کا اسطرح انکار کیا ہے کہ اللہ کی شان اس سے برتر ہے کہ وہ کسی بشر کو رسول بنائے انہیں بتایا گیا ہے کہ سنت الٰہی اسی طرح جاری ہے کہ ہمیشہ اس نے انسانوں میں سے ہی مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا۔ حدیث شریف میں ہے کہ بیماری جہل کی شفاء علماء سے دریافت کرنا ہے۔ لہٰذا علماء سے دریافت کرو۔ وہ تمہیں بتا دیں گے کہ سنت الٰہیہ یونہی جاری ہے کہ اس نے مردوں کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ (خزائن العرفان صفحہ ۳۲۴ حاشیہ نمبر ۱۴، ۱۵)

۳) موصوف زیر آیت (خلق الانسان علمه البیان) لکھتے ہیں۔

انسان سے اس آیت میں محمد ﷺ مراد ہیں۔ (خزائن العرفان صفحہ ۶۳۲ حاشیہ نمبر ۶)

اگر علماء اہلسنت و جماعت نے جہاں کہیں کفر کا حکم لگایا ہے تو اس کی قید لگائی ہے کہ

(۱) انبیاء کی ہمسری اور برابری کا دعویکرتے ہوئے انہیں بشر کہے۔

(۲) ان کی اہانت کی غرض سے انہیں بشر کہے۔

بشریت قطعی عقیدہ ہے۔ اسکا کسی اہل سنت و جماعت کے عالم نے انکار نہیں کیا۔ اس کا انکار کفر ہے علمائے اہل سنت و جماعت نے اپنی کتب میں واضح طور پر انبیاء کرام کی بے مثل بشریت کو بیان کیا ہے۔ اور عام بشر قرار دینا گستاخی تصور کرتے ہیں اور انبیاء کرام کی گستاخی وتوہین کفر ہے۔ کیونکہ انبیاء کرام کے خواص اور عام بشروں کے خواص یکساں نہیں۔ انبیاء کرام کے تمام خواص امتیازی ہیں۔ ان کی تمام خصوصیات منفرد ہیں۔

بشر ہونا اور بشر کہنے میں بڑا فرق ہے۔ جیسے عام روزمرہ زندگی میں کسی کا چور ہونا اور کسی کو چور کہنا میں بڑا فرق ہے۔ ڈاکو ہونا اور ڈاکو کہنے میں فرق ہے۔ جھوٹا ہونا اور جھوٹا کہنے میں بڑا فرق ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کا بشر ہونا اور انکی اہانت یا برابری کے دعویٰ سے بشر کہنے میں بڑا فرق ہے۔ بخاری صاحب نے حضرت سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا عبارت میں نمبر ۱ کی عبارت کو نمبر ۲ اور نمبر ۳ کی عبارت سے متضاد قرار دیا ہے اور ''مفتی نعیم الدین کی تضاد بیانی'' کے تحت بیان کی ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں۔

سچ ہے جو دروغ گوئی سے کام لیتا ہے متعارضات کا شکار ہو جاتا ہے اور سچ ہے چاہ کن راہ چاہ درپیش دیوبندیوں کو کفر کے گھاٹ اتارنے کے لئے فتویٰ تیار کیا تھا خود ہی اس کی زد میں آگئے۔

حضرت سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی عبارت کے نکات یہ ہیں کہ:

(۱) سیدالانبیاء ﷺ کو ہمسری کے خیال فاسد کے ساتھ بشر کہنا گمراہی

(۲) انبیاء کرام کو ہمسری کے خیال فاسد کے ساتھ بشر کہہ کر کئی امتیں گمراہی

میں مبتلا ہوئیں۔قرآن مجید میں جابجا ان امتوں کے تذکرے موجود ہیں جو انبیاء کا انکار یا توہین کرتے کہ یہ تو ہمارے جیسے ہی بشر ہیں۔

(۳) اس امت میں بھی بہت سے بدنصیب ہیں جو کہ سید الانبیاء کے ساتھ ہمسری کا خیال فاسد رکھتے ہوئے انکی بشریت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

اس کے دلائل ہم بخاری صاحب کی کتاب سے ص ۲۰۱ پر "کفار کی روش" کے تحت عبارت سے پیش کر دیتے ہیں۔ترجمہ انہیں کا ہے۔تشریح ہماری ہے۔

وَقَالُوْ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا — اور کہا انہوں نے نہیں ہو تم مگر انسان ہو ہماری مانند

یعنی ہماری طرح عام انسان ہو جس طرح ہم نبی یا رسول نہیں اسی طرح تم بھی نہیں۔جس طرح ہم پر کچھ نہیں اترا، اسی طرح تم پر کچھ نہیں اترا۔

وَمَا قَدَرُ واللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اِذْ قَالُوْ ا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ

وہ اللہ کی قدرت کا اندازہ نہ کر سکے جبکہ انہوں نے کہا کہ اللہ نے نہیں اتاری کسی انسان پر کوئی چیز (پ ۷ الانعام آیت ۹۱)

نبوت و رسالت کا انکار کفر ہے۔وحی الٰہی کا انکار کفر ہے۔توہین نبوت و رسالت کفر ہے۔

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَ مَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ

اور کہا انہوں نے کہ نہیں ہو تم مگر انسان ہماری مانند اور رحمٰن نے نہیں اتاری

کوئی چیز تم پر مگر تم جھوٹ بولتے ہو۔ (پ۲۲ یسٓین آیت ۱۵)

یعنی نبی کو عام اپنے جیسا انسان کہا اور اس پر وحی نازل ہونے اور کتاب اترنے کا انکار کر دیا اور کہا کہ تم ہماری جیسے عام انسان ہو اور تمہارا دعویٰ غلط ہے تم اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہو۔ الغرض نبوت کا انکار کفر، وحی الٰہی، نزول کتاب کا انکار کفر، توہین نبوت و رسالت کفر ہے۔ اور ان تمام کی بنیادی وجہ نبی کو عام اپنے جیسا انسان سمجھنا ہے۔ اس کے ساتھ ہمسری کا خیال فاسد ہے اور ہمسری کے خیال فاسد کے ساتھ عام بشر کہنا گمراہی ہے اور اگر اب بھی کوئی ہمسری کا خیال فاسد یا توہین واہانت کی غرض سے اپنے جیسا بشر ہونے کا دعویٰ کرے گا تو وہ انہیں کفار و مشرکین کی طرح ہے۔

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ

اور کہا سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا اس کی قوم سے نہیں ہے یہ مگر انسان مانند تمہاری، ارادہ کرتا ہے کہ فضیلت حاصل کرے تم پر۔ (پ۱۸ المومنون آیت ۲۴)

ان کا انبیاء کو اپنے جیسا عام انسان سمجھنا اور انکی نبوت کا انکار کرنا، یہی توہین نبوت و انکار نبوت ہے، اور توہین نبوت و انکار نبوت دونوں کفر ہیں۔ نبوت کا انکار اس لئے کیا کہ ان کا خیال تھا کہ نبوت کا دعویٰ فضیلت حاصل کرنے کے لئے کر رہا ہے حالانکہ ہے یہ عام ہمارے جیسا انسان۔

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا

پس کہا سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا اس کی قوم سے کہ نہیں گمان کرتے

ہم تجھے مگر ایک انسان اپنے جیسا۔ (پ۱۲ ھود آیت ۲۷)

کفر یہ کیا کہ پیغمبر کو صرف اپنے جیسا عام انسان سمجھا اور اس کو نبوت ملنے کا انکار کر دیا اس پر وحی الٰہی اترنے کا انکار کر دیا۔

وَ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ

اور تعجب کیا انہوں نے اس بات سے کہ آیا ہے ان کے پاس ایک ڈرانے والا ان میں سے ہی اور کافروں نے کہا یہ جادوگر ہے جھوٹا۔ (پ ۲۳ ص آیت ۴)

انسان کے نبی ہونے کا انکار کیا۔ انبیاء کو جادوگر، جھوٹا کہنا ان کی توہین ہے۔ اور توہین و تکذیب نبوت کفر ہے۔ اور اس امت میں ہمسری کا خیال فاسد رکھنے والے بھی یقیناً موجود تھے اور ہیں۔ ہم نے پیچھے علامہ غلام رسول سعیدی کے حوالہ سے یہ عبارات لکھی ہیں وہیں سے ملاحظہ فرمالیں۔ دیوبندیوں کو خود ہی اپنے اور سابق امتوں میں مشابہت نظر آجائے گی۔ ہماری کسی کتاب سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ ہم نے نبوت و رسالت کا انکار کیا ہو۔ انبیاء اور رسولوں سے برابری کا دعویٰ کیا ہو یا انسان ہونے کی وجہ سے نبوت و رسالت کا انکار کیا ہو۔

شیخ الاسلام حضرت سید ابوالفیض قلندر علی سہروردیؒ اپنی کتاب ''جمال رسول ﷺ'' میں ''بے مثل بشریت'' کے تحت لکھتے ہیں۔

''جس ہستی کی ہر حرکتِ لب اور ہر جنبشِ ابرو ان گنت معجزات کی حامل ہو۔ جس کا سینہ انوار الٰہی کا گنجینہ، جس کا قول خدا کا قول، جس کی گفتگو خدا کی گفتگو، جس کا دست دستِ شفا، جس کا لعاب دہن ہر مرض کی دوا، جس کا بال بال رحمت و

برہان، جس کی عمر پاک، جس کی پیشانی منور اور جس کی گلیوں کی خداوند عالم نے قسمیں کھائی ہوں اور جو پیدائشی معصوم ومصطفٰے ہو۔ اس کی حیات طیبہ کا اور اس کے اوصاف انسانی کا ظاہری آنکھ سے مطالعہ کرنا اور اس کی بشریت میں مماثلت کا زور بھرنا ایک کھلی گمراہی ہے۔ (صفحہ نمبر ۱۶۵)

آگے صفحہ نمبر ۱۶۷ میں فرماتے ہیں۔

اب دیکھئے قرآن کریم نے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ فرما کر اس کا کیا مفہوم سمجھایا ہے۔ وہ مفہوم نابینا ملاؤں کے معنوں میں نہیں۔ جن کے نزدیک نعوذ باللہ حضور علیہ السلام اور بوٹا بیلا ایک ہی مٹی کے بنے ہوئے ہیں اور ایک ہی پانی کی پیدائش ہیں۔ نہ ان کو کچھ خبر نہ اس کو کوئی پتہ صرف ذرا سا نزول وحی کے وقت فرق ہوتا تھا اور بس یعنی مثلیت میں مباینت ہو جاتی تھی۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ ایک وہ روشن ضمیر دور سے دور کی دیکھنے والا، تمام عالم کے ذرے ذرے پر نظر ڈالنے والا۔ مشروح الصدر، غیب دان، مدعی فتجلی لی کل شی اور ایک وہ کور باطن، سیاہ دل، لایعقل نئی تہذیب کا راندہ ہوا گدھا، دونوں برابر سمجھے جا سکتے ہیں؟ وہ خاک بسر انتہائی بدنصیب ہے جو محبوب خدا، سید الانبیاء، معصوم ومصطفٰی ﷺ کو اپنے جیسا بشر سمجھتا ہے، جو کسی بھی صفت میں مخلوق سے نہیں ملتے اور نہ کوئی مخلوق کسی ایک صفت میں بھی ان سے مطابقت کرتی ہے۔ کیونکہ وہ بے شک وشبہ بے مثل ہیں۔

آگے صفحہ نمبر ۱۶۸ میں لکھتے ہیں۔

کیا وہ وجود جس کا بول وبراز پاک، جس کا ثفل خوشبوناک، جس کا خون موجب نجات از ہلاکت، جس کا زور غیر اللہ سے بے باک، جس کے لعاب سے تشنہ

سیراب، جس کا بول پینے سے شارب مستحق ثواب، اس قابل ہے کہ اس سے مماثلت کا دعویٰ کیا جائے اور اپنی ناپاک جان کو اس کے مد مقابل لایا جائے؟ خدا کے لئے اگر ان اوصاف کا کوئی ماں جایا پوت ہے تو ہمیں بھی بتایئے، اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو منہ نہ چڑایئے، چاند پر تھوکنے سے اپنا منہ ہی ملوث ہوتا ہے۔ صحابہ کرام کا آپ کو اشجع الناس، اجود الناس، اکرم الناس، ادبی الناس علی نفسہ کہنا کیا عامۃ الناس سے مستثنےٰ کر دینے کا ارادہ ثابت نہیں کرتا۔ اور کیا ایکم مثلی کی تفصیل یہی نہیں ہے۔ رہی یہ بات کہ آپ کی دوسرے بشروں سے نوع بشریت میں معمولی سی مماثلت پائی جاتی ہے لیکن بفحوائے یوحی الی، اس میں بہت بڑا فرق ہے۔ جس میں کسی کی بھی آپ کے ساتھ مماثلت نہیں اور اس درجہ میں آپ سب سے بے مثل ہیں۔ کیونکہ وحی الٰہی کوئی ایسی چیز تو ہے جو اپنی کوشش سے کسی بادشاہ یا کسی امیر کو حاصل نہیں ہوئی بلکہ وہ ایک بے مثل عطیہ ربانی ہے جسکی وجہ سے وہ ہستی جس پر وحی ہو تمام جہان سے سرفراز و بے مثل ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ آیت میں پہلے بغرض موانست مماثلت فی البشریت بیان فرمائی۔ پھر یوحی الیَّ کا درجہ بیان کر کے بروئے وحدت فی الحقیقت آپ کو بے مثل بنا دیا۔

ذرا عقل و فکر سے کام لے کر نبوت کے گرد و پیش پر نظر ڈالئے تو بے شمار مثالیں ایسی ملیں گی جن کے سامنے برابری کے ساری دعویداروں کی حقیقت مثیت تار عنکبوت ہو کر رہ جائے گی مثلاً اللہ کریم جل و علا شانہ، نے قرآن کی نسبت بھی تو فرمایا ہے۔ لا یاتون مثلہ اور فاتو البسورۃ من مثلہ۔ گویا بے شک وشبہ قرآن کی جامعیت اور اس کی فصاحت و بلاغت بے مثل ہے۔ اگر اس کے حروف کی

صورت وہی ہے جو مخلوق کے لکھے ہوئے حروف کی ہے اور اس کا کاغذی لباس ایسا ہی ہے جو دیگر کتب کا تو کیا یہ مماثلت صحیح ہوگی؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح وجود مقدس نبوی علیہ السلام جس کو اس بے مثل عطیہ ربانی یعنی وحی الٰہی کا مظہر بنایا گیا ہے، بے مثل ہے۔ اگر چہ ظاہری صورت پاک اور صورتوں کے مشابہ پائی جائے (اب بخاری صاحب کو اور دیوبندی علماء کو اعلحضرت کی اس آیت قل انما انا بشر مثلکم کے ترجمہ "تم فرمائی ظاہر صورت بشری میں میں تم جیسا ہوں" کی سمجھ آ گئی ہوگی) حالانکہ خصائص میں وہ بھی بے مثل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولا کریم نے آپکو قرآن سے تشبیہ دی ہے۔ جس طرح قرآن کو کتاب، نور، ہدیٰ اور رسول فرمایا اسی طرح آپ کو بھی کتاب، نور، ہدیٰ اور رسول فرمایا ہے۔ پس مشابہت میں جب مشبہ بہ بے مثل ہوگا تو مشبہ ضرور بے مثل ہو گا کیونکہ وجہ شبہ صرف بے مثلی ہے پھر ماننا اور کہنا پڑے گا کہ خدا کا قرآن بے مثل ہے تو خداوند کریم کے نبی کریم محمد ﷺ بھی بے مثل ہیں۔ یہاں پر یہ واضح کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کفر فی الرسالت پر اگر غور کیا جائے تو قرآن کریم نے اس کی ایک ہی موٹی وجہ بیان فرمائی ہے۔ جو مماثلت کا دعویٰ کرنے والوں نے رسولوں اور نبیوں کے حق میں سامنے رکھی اور وہ یہ ہے "ما انتم الا بشر مثلنا (یعنی تم کچھ نہیں مگر ہم جیسے بشر)" اور ان کے لئے ان کی اتنی ہی بات ان کے کفر کا باعث بن گئی۔ فی زمانہ بھی خدا کے کافر تو بہت کم نظر آتے ہیں۔ یہ جتنے کافر پھر رہے ہیں یہ اسی انکار نبوت اور مماثلت کے ماتحت رسول اللہ ﷺ ہی کے کافر ہیں کیونکہ وہ سرکار دو جہان مختار کون و مکان ممتاز انس و جاں محمد رسول اللہ ﷺ کی بے مثل حقیقت باطنی کو نہیں سمجھ سکے۔ ان کو اگر ظاہری مشابہت ہی مماثلت پر مجبور کر رہی ہے تو فرعون، شداد،

یزید، ہامان کی برابری سے کیوں انحراف ہے ابھی کسی کو فرعون یا یذید کہہ کر دیکھئے فوراً
معلوم ہو جائے گا کہ آناً فاناً کتنی لاٹھیاں اٹھتی ہیں۔ پھر کیا شرم کا مقام نہیں کہ فرعون
ونمرود اور شداد و یذید سے مماثلت ظاہری پر بھی نتھنے پھولنے لگیں حالانکہ وہ بادشاہ تھے
اور نبوت تامہ کی بےادبی ہر طرح گوارا رکھی جائے۔ شور بختی کی بھی حد ہو گئی ہے۔ اللہ
کریم ہدایت عطا فرمائے۔

آگے صفحہ نمبر ۱۷۳ میں لکھتے ہیں۔

حقیقت تو درحقیقت آپ کی بے مثل ہے۔ مگر آپ تو ہیت میں بھی اپنے
ساتھ کسی کو نہیں ملنے دیتے اور انی لست کھیتکم فرما کر اپنے آپ کو بے مثل قرار
دے دیتے ہیں اور اگر آپ بے مثل ہو کر دنیا میں تشریف نہ لاتے جیسے کہ تمام انبیاء
علیہم السلام اپنے اپنے اوقات میں بے مثل ہوتے رہے تو آپ سے ظاہر و باطن
میں معارضہ ہوتا کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جو نبی آتا ہے وہ ظاہر و باطن
میں عیوب بشری سے پاک ہوتا ہے۔ آگے لکھتے ہیں۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام ایمان، عبادات، معاملات
غرض کہ کسی شے میں بھی ہم جیسے نہیں حضور علیہ السلام کا کلمہ انا رسول اللہ کہ میں اللہ
کا رسول ہوں۔ کوئی دوسرا ان الفاظ میں رسالت کی گواہی دے تو کافر ہو جائے۔
حضور علیہ السلام کا ایمان، جنت و دوزخ اور ملائکہ وغیرہ پر دیکھے ہوئے ہے اور عوام کا
سنی سنائی پر۔ اپنے جیسا ماننے والوں کے لئے ارکان اسلام پانچ اور حضور علیہ السلام
کے لئے چار۔ کیونکہ آپ پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ عام مسلمانوں پر نمازیں پانچ فرض ہیں
اور حضور علیہ السلام پر مع تہجد چھ۔ کیونکہ آپ پر تہجد فرض تھی عام اہل اسلام چار بیویوں

کے پابند اور حضور علیہ السلام کسی تعداد کے پابند نہیں۔ ہر مسلمان کی بیوی اس کے مرنے کے بعد نکاح ثانی کر سکے اور حضور علیہ السلام کی ازواج پاک سب مسلمانوں کی مائیں جو کسی کے نکاح میں نہ آسکیں۔ ہر مسلمان کی میراث پر تقسیم کا حکم موجود مگر حضور ﷺ کی متروکات نا قابل تقسیم۔ تو کوئی عقلمند یہ بتائے کہ حضور علیہ السلام بے مثل خالق کے بے مثل محبوب اور بے مثل عبد نہیں تو کیا ہیں۔ لیکن لفظ بشر مغالطے میں نہ ڈالے۔ انبیاء علیہم السلام کا دعوئے بشریت ان کا کمال ہوتا ہے۔ جیسے ایک حاکم وقت ایک حیثیت ہم نشین سے یوں کہے کہ تم مجھ سے خوف نہ کھاؤ میں بھی تم جیسا انسان ہوں۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے مجھے امتیازی حیثیت عطا کر رکھی ہے مگر اس کے ایسا کہہ دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ سننے والا اس کے مراتب کا فرق نہ جانے۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ خداوند عالم بھی مومن اور نبی کریم ﷺ بھی مومن اور یہ مماثلت کا حامی بندہ بھی مومن۔ ان تینوں مومنوں میں کوئی فرق ہے یا برابر ہیں۔ اگر یہاں بھی برابری کا دعویٰ قائم ہے۔ تو ایمان کی فکر کر لیجئے۔ انہیں عقل کے دشمنوں کے لئے علامہ اقبال مرحوم بشریت کے مسئلے کا کیا بہترین فیصلہ فرماتے ہیں۔

عبد دیگر عبدہ چیزے دگر   او سراپا انتظار ایں منتظر

نرا عبد ہونا اور ہے عبدہ ہونا اور ہے، عبد محض کسی کے انتظار میں ہے اور عبدہ وہ ہے جس کا خدائے قدوس منتظر ہے۔ گویا حضور علیہ السلام کی عبدیت سے رب کی شان ظاہر ہوتی ہے اور رب کی عظمت سے ہماری عبدیت چمکتی ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

اے ہزاراں جبرائیل اندر بشر

بہر حق سوئی غریباں یک نظر!

الغرض افضیلت محمدی ﷺ عقلاً ونقلاً پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہوئی ہے اور اسلام کی حد میں رہتے ہوئے اس سے کسی صورت میں بھی انکار ممکن نہیں۔

آگے بخاری صاحب نے صفحہ نمبر ۲۰۶ میں ''بشریت انبیاء کے مسئلہ پر چند دلچسپ مناظرے'' کے تحت تین پیغمبروں کے اپنی قوم کے ساتھ مناظروں کا ذکر کیا ہے۔

پہلا مناظرہ: حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کے ساتھ

دوسرا مناظرہ: حضرت ہود علیہ السلام کا اپنی قوم عاد کے ساتھ

تیسرا مناظرہ: حضرت صالح علیہ السلام کا اپنی قوم ثمود کے ساتھ

تینوں مناظروں کی اجمالی روئیداد سورہ ابراہیم میں مذکور ہے۔ رسولوں نے جب اللہ کا پیغام سنایا تو قوم نے جواب دیا ہمیں تمہارا دعویٰ رسالت تسلیم نہیں اور تمہارے پیغام میں شک ہے۔ رسولوں نے کہا کیا تمہیں پیدا کرنے والے میں شک ہے۔

کفار نے کہا تمہارا پیغام ہمارے باپ دادا کے طریقہ کے خلاف ہے اس لئے تمہاری بات درست نہیں اور تم اللہ کے رسول نہیں ہو سکتے ہمارے پاس تمہارے دعویٰ کا معارضہ موجود ہے۔

قالوا ان انتم الا بشر مثلنا کہ نہیں ہو تم مگر ہمارے جیسے انسان اور جو انسان ہو وہ رسول نہیں ہو سکتا پس تم رسول نہیں ہو۔

بخاری صاحب ہم نے کسی بھی پیغمبر کے جنس انسان سے ہونے کا انکار کیا ہو تو دکھاؤ؟ میں نے پیچھے بیسیوں علمائے اہلسنت و جماعت کی عبارات لکھی ہیں کہ جن

میں واضح طور پر بیان کیا ہے کہ انبیاء جنس انسان سے ہوتے ہیں وہ فرشتے یا جن نہیں ہوتے۔

کفار کے باپ دادا بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ ان کو اپنا معبود سمجھتے تھے۔ ہم تو انبیاء اولیاء کرام کو اللہ کا محبوب سمجھتے ہیں نا کہ معبود۔ تمہاری عقل ہی محدود ہے کہ معبود اور محبوب کا فرق نہیں سمجھتے۔ وہ بھی انسان ہے جو کتے سے بدتر ہے اور وہ بھی انسان ہے کہ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کا حامل ہے۔ ان کو ایک جیسا قرار نہ دو۔ ہمارا تمہارا اختلاف تو اس امر میں ہے کہ کیا وہ اور ہم ایک جیسے ہیں۔ کیا ان کی بشریت اور ہماری بشریت میں کوئی فرق نہیں؟ ہم انہیں سید البشر، افضل البشر قرار دیتے ہیں اور تمہارے امام شاہ شہید صاحب انہیں عام بشر قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

"کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو اس میں بھی اختصار ہی کرو"۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۴)

جیسا کہ ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سوان معنوں کو ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۴)

انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی اسکی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے الی ان قال اولیاء، امام و امام زادہ، پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں۔ مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۲)

ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

(تقویۃ الایمان ص ۱)

اور دوسرے نمبر پر ہم انہیں عام بشر بشر کہہ کر مخاطب کرنے کو آپ کی توہین تصور کرتے ہیں اور مخاطب کرنے والا اپنے ایمان کو ضائع کرنے والا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰآ یُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْ لَا تَرْفَعُوْ اَصْوَ اتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُ وْ الَهُ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَن تَحْبَطَ اَعْمَا لُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ (پ۲۶۔ع۱۳)

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی ﷺ کی آواز شریف پر بلند نہ کرو اور ان کے حضور اتنی زور سے کلام نہ کرو جیسے آپس میں کرتے ہو کہ تمہارے اعمال حبط ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ (پ۲۶ سورۃ الحجرات آیت نمبر۲)

اور قرآن مجید میں واضح حکم ہے۔

لَاتَجْعَلُوْ ادُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُ عَآ ءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا

رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔ (پ۱۸ سورہ النور آیت نمبر۶۳)

اور جب تم دیوبندی اس طرح کی توہین آمیز عبارات لکھتے ہو اور پھر ان کے دفاع میں سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہو۔ تو اس وقت تمہیں یہ فرمان الٰہی کیوں یاد نہیں آتا۔

وَالَّذِیْنَ یُوْءُ ذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَاب" اَلِیْم"

اور جو رسول اللہ کو ایذ دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ منافقین کے متعلق فرماتا ہے۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَاقَالُوْ وَ لَقَدْ قَالُوْ اكَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْ ابَعْدَ

اِسْلَامِهِمْ

وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا بے شک انہوں نے کلمہ کفر

بکا اور کافر ہو گئے اپنے اسلام کے بعد۔ (پ۱۰ سورہ التوبۃ آیت نمبر ۷۴)

یہ تمہاری عادت ہے کہ اپنے مطلب کی لے لیتے ہو اور پوری بات بیان

نہیں کرتے یہ بیان کیا کہ کفار کا دعویٰ تھا کہ انبیاء کا دعویٰ نبوت اس لئے تسلیم نہیں کہ تم

ہمارے جیسے عام بشر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا۔

مگر اللہ نے ساتھ جوان کے کفریہ کلمات بیان کئے ہیں ان کو بیان نہیں

کرتے یہ کہ کبھی انبیاء کو کہتے کہ رحمٰن نے تم پر کچھ نہیں اتارا، کبھی کہتے تم جھوٹے ہو۔

کبھی کہتے کہ تم ہمارے جیسے عام انسان ہو اور چاہتے ہو ہمارے بڑے بن جاؤ۔

کیا نبی کی نبوت کا انکار کفر نہیں؟

کیا وحی الٰہی کا انکار کفر نہیں؟

کیا قرآنی کتب وصحائف کا انکار کفر نہیں؟

کیا انبیاء کرام کی توہین کفر نہیں؟

سورہ یٰسین پ۲۲ آیت نمبر ۱۵ میں ہے

قالو ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمن من شی ان انتم الا

تکذبون

بولے، تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی اور رحمٰن نے کچھ نہیں اتارا، تم نرے

جھوٹے ہو۔

سورہ المومنون پ ۱۸ آیت نمبر ۲۴ میں ہے

ماھذآ الا بشر مثلکم یرید ان یتفضل علیکم

یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی چاہتا ہے کہ تمہارا بڑا بنے

نیز اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

الم یعلموا انه من یحاد د الله ورسوله فان له نار جهنم خالدا فیها

کیا انہیں نہیں معلوم کہ وہ جو اللہ ورسول کے خلاف کرے تو بے شک اس کے لئے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا۔ (پ ۱۰ سورہ التوبہ آیت نمبر ۶۳)

بخاری صاحب آگے صفحہ نمبر ۲۰۹ میں لکھتے ہیں۔

پھر بریلوی رہنماؤں نے وہی روش اختیار کی اور ان کی گفتار کفار کی گفتار سے زیادہ قابل تعجب ہے۔ کیونکہ یہ لوگ باوجود دعویٰ اسلام کے کتاب وسنت کی روشنی میں ابھی تک اپنے پیغمبر کی ذات کے متعلق کوئی حتمی فیصلہ نہ کر پائے اور اس طرح ڈانواں ڈول ہیں گویا اندھیری رات میں حیران وسرگردان پھر رہے ہیں۔

صم بکم فهم لا یرجعون

انا لله وانا الیه راجعون

بخاری صاحب اپنی عقل کا ماتم کرو کہ تمہیں ہمارے واضح اور روز روشن کی طرح صاف عقیدہ کی سمجھ نہیں آئی۔ یہ تمہارے دیوبندیوں کی عادت ہے کہ لوگوں کو جھوٹ فریب اور تحریف کے ذریعے دیوبندی بناتے ہو اور اپنے ساتھ ساتھ ان کا

ایمان بھی ضائع کرتے ہو۔

میں تو تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ ہمارے عقیدہ پر تنقید کرنے سے پہلے اپنے اکابر کی کفریہ عبارات پر غور وفکر کیا کرو۔

ہمارا عقیدہ بالکل قرآن واحادیث کے مطابق ہے۔

۱) بشریت ہمارا قطعی عقیدہ ہے۔اس کا انکار کفر ہے۔

۲) ہر پیغمبر ورسول جنسِ انسان سے ہوا ہے فرشتہ یا جن نہیں ہوا۔

۳) ہم عقائد میں ان کی جنس بیان کرتے ہیں نہ کہ انہیں بشر کہہ کر مخاطب کرتے ۔ہم انہیں اپنے جیسا بشر، انسان کہنے والے کو گستاخ قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ واضح حکم قرآن ہے کہ ان کو ایسے نہ پکارو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

۴) ہم ان کے نور ہدایت ہونے پر صدقِ دل سے یقین رکھتے ہیں اس لئے ان کے نور ہدایت کی مثالیں ودلیلیں ہمارے خلاف پیش کرنے سے پرہیز کرو۔

۵) بے شک ہم قرآن کو نور ہدایت۔اسلام کو نور ہدایت تسلیم کرتے ہیں۔

۶) ہم نبی کریم ﷺ کے فضائل وکمالات میں آپ کے نور حسّی ہونے کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ ہمارا قطعی عقیدہ نہیں بلکہ ظنّی عقیدہ ہے اور اس کے ہمارے پاس کثیر دلائل موجود ہیں۔جن کا بیان میں نے صحیح، حسن اور ضعیف احادیث سے کیا ہے۔ اور فضائل میں ضعیف حدیث تمام کے نزدیک معتبر ہے اس لئے فضائل و کمالات کی احادیث پر اسماء الرجال کی جرح سے تمہیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔ کہ فلاں حدیث ضعیف ہے۔

۷) ہم آپ کی حقیقت نورانیت کا اظہار کرتے ہیں تو اس معنی میں کہ اللہ تعالیٰ

نے آپ کے نور کو بلا واسطہ اپنے نور کے فیض سے تخلیق فرمایا۔ ہم قطعاً قطعاً یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ آپ اللہ کے نور کا ٹکڑا ہیں۔ ہمارا عقیدہ اسی طرح ہے جیسے اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام میں بلا واسطہ اپنی روح پھونکی۔ اور آپ کا نور اپنے آباء کی صلبوں میں منتقل ہوتا رہا۔

۸) آپ کی پیدائش کے وقت نور حسی ظاہر ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ نیز صحابہ کرام بھی آپ کے نور حسی کا مشاہدہ فرماتے رہتے تھے۔ آپ کے چہرے، دانتوں، بغلوں وغیرہ سے نور حسی ظاہر ہونے کو بیان فرماتے۔

۹) جہاں آپ میں بشری عوارض واضح اور عیاں تھے اسی طرح آپ میں نورانی عوارض کا بھی ظہور ہوتا رہتا جیسا کہ میں نے صحیح احادیث سے بیان کیا ہے۔ اس لئے آپ کے بشری عوارض کو بیان کر کر کے آپکی نورانیت کا رد کرنا بے سود ہے۔ آپ کے عوارض بشریت عام انسانوں جیسے قطعاً قطعاً نہیں۔ ان کی اپنی مثالی شان ہے۔

آگے صفحہ ۲۳۳ میں استدراک...... (ایک شبہ کا ازالہ) کے تحت لکھتے ہیں۔

آپ کی ذات اقدس پر جو حقیقتاً انسان ہے نور کے لفظ کا اطلاق مجازاً، تشبیھاً، اور استعارۃً بولنا جائز ہے۔ یعنی نور بمعنی ہدایت جیسے نور کا ظہور ہوتا ہے عالم جسمانی میں راہیں کھل جاتی ہیں اگر چشم بینا ہو تو بے تکلف انسان چل سکتا ہے۔ اسی طرح آنحضور ﷺ کی بعثت سے شرک و کفر کے سارے اندھیرے اور ظلمات محو ہو گئے۔ ہدایت کی روشنی ہوئی اور اللہ تک پہنچنے کے لئے صراطِ مستقیم واضح ہو گیا۔ اصحاب بصیرت کے لئے منزل مقصود تک پہنچنا آسان ہو گیا۔

سوال: آپ نے تسلیم کر لیا کہ آپ پر لفظ نور کا اطلاق جائز ہے گویا آپ بشر

بھی ہیں۔اور نور بھی اور بریلوی حضرات بھی کہتے ہیں۔

ہم حضور انور ﷺ کی نورانیت مقدسہ کے ساتھ حضور والا کی بے مثل بشریت مطہرہ کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔(سراج منیر صفحہ ۲۸)

جواب: دونوں عقیدوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔مشرق و مغرب کا بعد ہے رات اور دن کا اختلاف ہے۔سیاہی اور سفیدی کا تضاد ہے۔ایمان اور کفر کا عناد ہے۔غور فرمائیں کہ مولوی عبدالغفور ہزاروی کے نزدیک آنحضور ﷺ کی ذات اقدس اللہ تعالیٰ کا ذاتی نور ہے صرف انسانی شکل میں متشکل اس لئے کیا اور انسانی لبادہ اس لئے اوڑھایا تاکہ وہ اللہ کا ذاتی نور بندوں کو ہدایت دے سکے ایک حوالہ سراج منیر ص ۲۹ کا آپ ملاحظہ کر چکے دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

خداوند ذوالجلال نے اپنے پیارے رسول ﷺ کی خلقت اپنے نور سے فرما کر بشری لباس میں اس لئے مبعوث فرمایا تاکہ انسان رشد و ہدایت کی دولت سے سرفراز ہو سکیں۔(سراج منیر صفحہ ۳۱)

بخاری صاحب کسی کے عقیدہ میں تحریف کرنا انتہائی بد دیانتی ہے۔ہمارا عقیدہ اللہ کے ذاتی نور سے ہونے کا قطعی وہ نہیں جو تم لوگوں کو بیان کرتے ہو۔میں نے اس کی پیچھے وضاحت کر دی ہے۔اور آگے جا کے تفصیلاً کروں گا۔آپ کے نور ہدایت ہونے کا ہم واضح عقیدہ رکھتے ہیں۔بشریت مطہرہ کے تسلیم کرنے کا تم نے خود اوپر اقرار کیا ہے۔اور آپ کی نورانیت مقدسہ کے متعلق میں نے پیچھے تفصیل سے بیان کیا ہے۔اور آپ کی بشریت کے ظہور سے پہلے آپ کی حقیقت نورانیت کے متعلق بھی دلائل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جوارواح انبیاء سے آپ نبی کریم ﷺ کے حق میں جو عہد لیا تھا وہ بشری وجود کے ساتھ تھا کہ نورانی وجود کے ساتھ؟

کیا وہ نور جو آپ کے اسلاف میں نسل درنسل منتقل ہوتا رہا وہ نور ہدایت تھا؟

کیا ابرھا کے ہاتھی نے نور ہدایت دیکھا تھا؟

حضرت عبداللہ سے جو نور دیکھ کر عرب کی عورتیں انہیں شادی کی دعوت دیتیں تھیں کیا وہ نور ہدایت دیکھ کر ایسا کرتی تھیں؟

کیا وہ نور جس کا آپ کی پیدائش کے وقت ظہور ہوا وہ نور ہدایت تھا؟

کیا آپ کے چہرۂ انور، دانتوں، بغلوں، اور پسینہ سے جس نور کا ظہور ہوتا تھا وہ نور ہدایت تھا؟

کیا آپ نے جو اپنے دو صحابہ کرام کی چھڑی روشن فرمائی کہ گھروں میں پہنچ جائیں وہ نور ہدایت تھا؟

نبی کریم ﷺ جو دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! میرے دل میں نور کردے اور میری آنکھوں میں نور کردے اور میرے کانوں میں نور کردے اور میرے دائیں نور کردے اور میرے بائیں نور کردے اور میرے اوپر نور کردے اور میرے نیچے نور کردے اور میرے آگے نور کردے اور میرے پیچھے نور کردے اور میرے لئے نور زیادہ کردے۔

کیا یہ نورِ ہدایت کی دعا مانگا کرتے تھے؟

کیا نبی کریم ﷺ کو اپنے دل، کانوں، آنکھوں میں نور ہدایت کی خواہش تھی؟ اور میرے لئے نور زیادہ کردے کے الفاظ اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ جس

نور کی دعا مانگا کرتے تھے وہ پہلے بھی تھا اس لئے اور اضافہ کی دعا کی جا رہی ہے۔

حضرت نجاشی کی قبر سے جو نور نکلتا نظر آتا تھا کیا وہ نور ہدایت نکلتا نظر آتا تھا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک ہاتھ جو اللہ نے نوری بنا دیا تھا اس میں سے جو نور نکلتا تھا کیا وہ نور ہدایت تھا؟

اور یہ جو تم انسانی لباس اوڑھایا ہو بار بار بیان کرتے ہو کیا اس لئے ہے کہ ہم آپ کی بے مثل بشریت کے منکر ہیں؟ ذرا اپنے جدِّ امجد مولوی قاسم نانوتوی کا عقیدہ بھی ملاحظہ فرمالو

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نجانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جُز ستار

بخاری صاحب آپ نے صفحہ نمبر ۲۲۹ میں بریلویوں کے عقیدہ کو عیسائیوں کے عقیدہ سے ملانے کی کوشش کی ہے اور الزام دیا ہے کہ عیسائیوں کے عقیدہ میں (جو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق رکھتے ہیں) اور بریلویوں کے عقیدے میں (جو وہ نبی کریم ﷺ کے متعلق رکھتے ہیں) سرمو بھی فرق نہیں۔

راقم السطور نے جب ''چند غلط فہمیوں'' میں یہ جملہ دیکھا کہ یسوع کی پیدائش ایک بہت بڑا بھید ہے خدا کا بھید (ص ۱۱) تو ایک شعر یاد آ گیا جو عرصہ ہوا ایک مسجد میں نہایت خوش خط لکھا ہوا آویزاں تھا۔

محمد سر قدرت ہے رمز اس کی کوئی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

اور آگے مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا عبارت پھر پیش

کردی۔ بخاری صاحب! میں آپ سے پوچھتا ہوں اس شعر میں اور قاسم نانوتوی کے شعر میں کیا فرق ہے؟ کیا دونوں کا مفہوم تقریباً ایک ہی نہیں۔

اس شعر میں ہے۔

محمد سر قدرت ہے رمز اسکی کوئی کیا جانے

اور قاسم نانوتی کے شعر میں ہے۔

نجانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار

اور اس شعر میں تو عیسائیوں کے عقیدہ کا بطلان بھی ہے کہ ان کے بندہ ہونے کا اظہار ہے اور عیسائی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں۔

یہاں حقیقت میں خدا جانے کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ وہ اللہ ہے یا اللہ کا بیٹا ہے بلکہ آپ کی بے مثل ذات کا اظہار ہے۔

اور بخاری صاحب آپ نے صفحہ نمبر ۲۲۶ میں نصاریٰ کے عقیدے کے تحت عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اللہ کا بیٹا ہونے اور تثلیث کے عقیدہ کو بیان کیا اور پھر اسے بھی ہمارے عقیدے سے ملا دیا۔

کیا ہم نبی کریم ﷺ کو خدا مانتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

کیا ہم حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

کیا ہم تثلیث کا عقیدہ رکھتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

کیا ہماری اس عبارت سے کہ آپ کی حقیقت نورانیت اور لباس بشریت میں ظہور ہونا سے کسی طرح بھی اس عقیدہ کو ثابت کیا جا سکتا ہے؟

پیدائش سے پہلے کی حقیقت نورانیت کا اظہار اور بشریت میں ظہور ہمارا

واضح عقیدہ ہے اور بشریت ہمارا قطعی عقیدہ ہے اس کا منکر کافر ہے۔

دیو بندیو! کچھ تو عقل کے ناخن لو۔ ہمارے عقیدہ کو سمجھنے کی کوشش کرو۔

کیوں صحیح العقیدہ مسلمانوں کو کافر ثابت کر کے خود اپنا ایمان ضائع کرتے ہو؟

جاہل قسم کے مقرروں، غالی قسم کے شاعروں سے جو تم ہم پر الزامات لگاتے ہو۔ ہم ان سے قطعی طور پر بری الزمہ ہیں۔ ان کو ہمارے خلاف پیش کرنا تمہاری فرقہ ورانہ انتشار پسند طبیعت کا خاصا ہے۔ کیا یہ ہمارا عقیدہ ہے۔

وہی جو عرش بریں پر تھا مستوی خدا ہو کر
مدینے میں اتر آیا ہے مصطفی ہو کر

عقیدہ چاہے قطعی ہو یا ظنی مستند علماء کی عبارات سے ظاہر ہوتا ہے اور انکی عبارات ہی دلیل میں پیش کی جاتی ہیں۔ کیا غالی قسم کے شاعروں اور عامی قسم کے مصنفوں کی عبارات سے بھی عقیدہ بنتا ہے۔ خدارا اس انتشار پھیلانے اور دوسروں کو ان غیر مستند شعروں، عبارات سے کافر بنانا چھوڑ دو۔

بخاری صاحب صفحہ نمبر ۲۳۱ میں لکھتے ہیں۔

مجھے بریلوی رہنماؤں کی عبارات اور پادری عبدالقیوم کی تحریرات میں چنداں فرق نظر نہیں آیا (کانہ ھو) گویا ان کے مزعومات مشرکانہ عیسائیوں کے تثلیث پرستانہ معتقدات وخرافات کا عکس ہیں بلکہ ان میں غلاۃ کا ایک ایسا طبقہ بھی موجود ہے جو اولیاء اللہ اور آئمہ کرام کے متعلق اسی قسم کے خیالات رکھتا ہے چنانچہ کہا گیا ہے۔

برائے بنیا از مدینہ بر سر ملتان
پیر صدر الدین خود رحمتہ اللعالمین آمد

ایک دوسرے صاحب کہتے ہیں

چاچڑ وانگ مدینہ ڈسے کوٹ مٹھن بیت اللہ

ظاہر دے وچہ پیر فرید ن باطن دے وچہ اللہ

میں بخاری صاحب سے پوچھوں گا کہ کیا غالی قسم کے شاعر جیسے کہ آپ نے خود اس کا اقرار کیا (غلاۃ کا ایک ایسا طبقہ بھی موجود ہے) ان کو دلیل میں پیش کرتے ہوئے آپکو شرم محسوس نہیں ہوئی کہ میں عالم ہوں۔ بطور حجت دلیل پیش کرنے لگا ہوں۔ تو کیا غالی شاعروں سے دلیل پیش کرنا درست ہے یا نہیں؟ کیا کسی فرد واحد کے مشرکانہ عقائد سے تمام پر حجت قائم ہوگئی؟ کیا بریلوی راہنماؤں پر تثلیث پرستانہ عقائد کا الزام لگانے کے لئے غالی شاعروں اور عامی قسم کے مصنفوں سے دلیل پیش کرنا تمہاری انتشاد پسند اور مشرک بنانے کی طبیعت کا خاصا نہیں؟

بخاری صاحب نے صفحہ نمبر ۲۳۶ تا ۲۴۴ تک انوار اربعہ اور انکا ثبوت کتاب وسنت سے دیا ہے اور صفحہ ۲۴۳ میں فائدہ نمبر ۳ کے تحت اپنی بحث کا حاصل یہ بیان کرتے ہیں کہ

''انوار اربعہ یعنی یہ چار قسم کے نور جن کا تذکرہ ہوا وہ اس دنیا میں معنوی نور ہیں حسی نور نہیں پس نور کا اطلاق ان پر مجازاً ہوتا ہے مگر محشر میں یہ جملہ انوار حساً دکھائی دیں گے''۔

اب ذرا ان چار قسم کے نوروں پر بخاری صاحب کے دلائل ملاحظہ فرمالیں۔ لکھتے ہیں۔ ''اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو ایک نور ارزاں فرمایا ہے جسے نور فطرت کہتے ہیں لیکن بعض انسانوں نے اس نور کو ضائع کر دیا ہے۔ مومنوں کو دو نور عطا کئے گئے نور

فطرت اور نور ایمان، انبیاء علیہم السلام کو تین نور عطا کئے گئے نور فطرت، نور ایمان اور نور نبوت۔

کتب سماویہ اور صحف آسمانی چوتھا نور ہیں مرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین کو عنایت فرمایا اور قرآن عزیز جناب نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا جو ایسا نور ہے جس کے سامنے سارے انوار ماند پڑ گئے۔ اور وہ نور قیامت تک چمکتا رہے گا اور محشر میں بھی اللھم اتمم لنا نورنا.

انوار اربعہ کا ثبوت کتاب وسنت سے

جن چار نوروں کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کا ثبوت کتاب وسنت میں ملتا ہے۔
قرآن نور ہے۔ مندرجہ ذیل آیات میں اس کا بین ثبوت ہے۔

(۱) وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا (پ ۶ سورہ النساء آیت ۱۷۴)

اور اتارا ہم نے تمہاری طرف نور مبین (یعنی قرآن)

(۲) فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا (پ ۲۸ التغابن آیت ۸)

ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے اور اس کے رسول کے اور اس نور کے جو اتارا ہم نے (یعنی قرآن)

(۳) وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پ ۹ اعراف آیت ۱۵۷)

اور انہوں نے پیروی کی اس نور کی جو اس نبی امی ﷺ کے ساتھ اتارا گیا

وہی پیرو کار کامیاب ہیں۔

نور فطرت کا ثبوت

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ مَسَحَ ظَهْرَهٗ فَسَقَطَ عَنْ ظَهْرِهٖ كُلُّ نَسَمَةٍ هُوَ خَالِقُهَا مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَجَعَلَ بَيْنَ عَيْنَيْ كُلِّ اِنْسَانٍ وَبَيْصًا مِّنْ نُّوْرٍ

(مشکوٰۃ ص ۱۴۱ بحوالہ مسند الامام احمد)

حضرت ابوھریرہ ﷺ سے روایت ہے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم صلوات اللہ علیہ کو پیدا فرمایا تو اسکی پشت کو مسح فرمایا پس گرا اس کی پشت سے نسمہ جسے اللہ پیدا کرنے والا ہے اور اس کی اولاد سے قیامت تک اور کردی ہر انسان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور کی ایک چمک۔ (مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر فصل سو رواہ الترمذی)

اس نور سے مراد نور فطرت ہے۔ کیونکہ نور فطرت ہی ہر انسان کو عطا کیا گیا ہے۔ اسکی تائید ''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے'' کی حدیث سے کر کے آخر میں لکھے ہیں۔

تنبیہ: نور فطرت دفعتاً نہیں ضائع ہوتا بتدریج مدھم پڑتے پڑتے ختم ہوتا ہے جب انسان ختم اللہ علی قلوبھم کے درجہ میں پہنچتا ہے۔

نور ایمان

عنِ عبد اللّٰه ابن مسعود ﷺ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى ا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ خَلْقَهُ فِيْ ظُلْمَةٍ فَاَلْقٰى عَلَيْهِمْ مِنْ نُوْرِهٖ فَمَنْ اَصَابَهُ مِنْ ذٰالِكَ النُّوْرِ اهْتَدٰى وَمَنْ اَخْطَاهُ ضَلَّ (رواہ احمد والترمذی مشکوۃ ص۲۲)

حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷺ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا مخلوق کو ظلمت میں پس ان پر ڈالا اپنے نور سے پس جسے پہنچا اس نور سے وہ ہدایت پا گیا اور جن سے خطا کر گیا وہ بے راہ ہو گیا۔

اس نور کو نور ھدایت اور نور ایمان سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

تنبیہ: یہ نور نور فطرت سے جداگانہ ہے کیونکہ نور فطرت ہر انسان کو عطا کیا گیا (وبیصا بین عینی کل انسان) ہر انسان کی دونوں آنکھوں کے مابین نور کی چمک اور یہ نور چونکہ ہر انسان کو میسر نہیں ہدایت یافتہ انسان کو ملا ہے اس لئے اس نور سے مراد نور ایمان، نور اسلام، نور ھدایت ہے۔

نور نبوت کا ثبوت

حضرت ابی بن کعب سے مسند الامام میں ایک طویل روایت مروی ہے جسے حدیث العہد سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ جوانہوں نے وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ کہ اللہ نے بنی آدم سے عہد لیا یعنی اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کا عمومی عہد قَالُوْا بَلٰى اللہ کریم نے بنی آدم کے اس عمومی عہد پر آسمانوں اور زمینوں کو گواہ ٹھہرایا اور فرمایا اُشْهِدُ عَلَيْكُمْ اَبَاكُمْ اٰدَمَ میں تم پر تمہارے باپ آدم کو گواہ

ٹھہراتا ہوں پھر حضرت آدم صلوات اللہ علیہ اٹھا لیے گئے انہوں نے اپنی ساری اولاد کا نظارہ کیا ہر قسم اور ہر رنگ کے لوگوں کو دیکھا۔

وَرَاَی الْاَنْبِيَآءِ فِيْهِمْ مِثْلَ السُّرُجِ عَلَيْهِمُ النُّوْرُ خُصُّوْا بِمِيْثَاقٍ اٰخَرَ فِي الرِّسَالَةِ وَالنُّبُوَّةِ وَهُوَ قَوْلُهٗ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰى وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ. الخ (رواہ احمد مشکوۃ صفحہ ۱۴)

اور حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد میں انبیاء کو دیکھا کہ وہ چراغوں کے تھے ان پر نور تھے وہ ایک اور میثاق سے خاص کیے گئے اور یہی مراد ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کے قول سے واذ اخذنا۔ من النبین

تنبیہ: نور فطرت پر جب نور نبوت اور نور قرآن کی شعائیں پڑتی ہیں تو وہ جگمگا اٹھتا ہے یعنی نور ایمان پیدا ہوتا ہے۔

میں بخاری صاحب کے ان انوار اربعہ پر مختصر کلام کرتا ہوں۔

بخاری صاحب اور ان کی جماعت کو نور حسی سے نہ جانے اتنی چڑ کیوں ہے کہ اس کو کسی صورت میں بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور اس کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ تو رد کرنے کے لئے

بخاری شریف فضائل القرآن کے باب "نُزُوْلِ السَّكِيْنَةِ وَالْمَلٰئِكَةِ عِنْدَ قِرَآءَةِ الْقُرْاٰنِ" میں ہے۔

محمد بن ابراہیم نے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ رات کے وقت سورہ البقرہ پڑھ رہے تھے اور نزدیک ہی ان کا گھوڑا بندھا ہوا تھا کہ گھوڑا اچھلنے لگا۔ یہ خاموش ہو گئے تو وہ بھی رک گیا یہ دوبارہ پڑھنے لگے تو گھوڑا

پھر بدکنے لگا پس یہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا۔ پھر سہ بارہ پڑھنے لگے تو گھوڑا بھی بدکنے لگا۔ پھر تو یہ رک گئے کیونکہ ان کا صاحبزادہ یحییٰ گھوڑے کے قریب (سویا ہوا) تھا۔ لہٰذا انہیں ڈر ہوا کہ گھوڑا کہیں اسے کچل نہ دے۔ جب وہ لڑکے کو ہٹا چکے تو آسمان کی جانب دیکھا لیکن وہ نظر نہ آیا۔

صبح کے وقت نبی کریم ﷺ سے واقعہ عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اے ابن حضیر! پڑھو۔ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ! مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ یحییٰ کو نہ کچل دے جو قریب ہی سویا ہوا تھا۔ لہٰذا میں نے سر اٹھا کے دیکھا اور اس کے پاس جا کر اسے ہٹایا۔ پھر میں آسمان کی جانب نگاہ اٹھائی تو ایک چھتری جیسی چیز دیکھی جس میں چراغ جیسی چیزیں فروزاں تھیں۔ جب میں باہر نکلا تو کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی۔ فرمایا تم جانتے ہو وہ کیا چیز تھی؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ فرمایا، وہ فرشتے تھے جو تمہاری آواز کے نزدیک آتے تھے۔ اگر تم پڑھتے رہتے تو وہ بھی صبح تک اسی طرح رہتے اور لوگ بھی واضح طور پر ان کا مشاہدہ کرتے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب فضائل القرآن کی دوسری فصل میں بھی ہے۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب فضائل القرآن کے باب نزول السکینة لقرآءۃ القرآن میں بھی ہے۔ اسی باب میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی اسی مفہوم کی دو حدیثیں اور بھی ہیں۔

یہاں میرا مقصود ہرگز یہ نہیں کہ حضرت اسید بن حضیر کے لئے حسی نور ثابت کروں بلکہ یہ ہے کہ قرآن جہاں نور ہدایت ہے۔ تو اس کی تلاوت کے وقت نور حسی کا مشاہدہ ہونا ثابت ہے۔

قرآن نور ہے اور قرآن کے نزول کے وقت نور حسی کا مشاہدہ ہوتا ہے تو
صاحب قرآن کیوں نور نہیں اور اس کی ذات بابرکات سے نور حسی کا مشاہدہ کیوں نہیں
ہوسکتا؟ اور دوسرے نمبر پر نور فطرت کی جو مثال آپ نے پیش کی ہے کہ ہر انسان کی
دونوں آنکھوں کے مابین ہوتا ہے۔ بخاری صاحب کہتے ہیں کہ یہ نور معنوی ہے حسی ہر
گز نہیں۔ میں بخاری صاحب سے پوچھتا ہوں۔ نور معنوی نظر نہیں آتا اور نور حسی سے
دوسری چیزیں روشنی ہو جاتی ہیں۔ اب اگر اندھیرے میں کوئی دیکھتا ہے۔ تو اس نور کو
نور معنوی قرار دو گے یا نور حسی۔

آپ تنبیہ میں لکھتے ہیں۔

''نور فطرت دفعتاً نہیں ضائع ہوتا بتدریج مدھم پڑتے پڑتے ختم ہوتا ہے
جب کہ انسان ختم اللہ علی قلوبھم کے درجہ میں پہنچتا ہے''۔

اس سے مراد یہ ہوئی کہ یہ نور معنوی نور ھدایت کی قسم کا ہے جو بتدریج مدھم
پڑھتا ہے جسکو جتنی زیادہ ہدایت اللہ عطا فرمائے اس میں اس کی چمک اتنی زیادہ ہو۔
بخاری صاحب کچھ تو عقل سے کام لیتے دونوں آنکھوں کے درمیان نور کی ایک چمک
نور ھدایت کس طرح ہوگئی؟ ایک کافر کو بہت اچھا نظر آتا ہے۔ اور ایک مسلمان کی نظر
کمزور ہے لیکن اسکا ایمان مضبوط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ھدایت عطا فرمائی ہوئی
ہے۔ تمہارے نظریہ کے مطابق تو وہ کافر جسے بینائی وافر ملی ہوئی ہے وہ مسلمان سے
بہتر ہوا۔ الغرض آپ کی دلیل نور فطرت کے مطابق ہر گز نہیں۔
مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان کے بات الایمان بالقدر کی تیسری فصل میں

عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَتَذَاکَرُ مَایَکُوْنُ اِذْقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتُمْ بِجَبَلٍ زَالَ عَنْ مَّکَانِہٖ فَصَدِّقُوْہُ وَاِذَا سَمِعْتُمْ بِرَجُلٍ تَغَیَّرَ عَنْ خُلُقِہٖ فَلَا تُصَدِّقُوْا بِہٖ فَاِنَّہٗ یَصِیْرُ اِلٰی مَاجُبِلَ عَلَیْہِ (رواہ احمد)

حضرت ابوالدرداء ؓ روایت کرتے ہیں کہ اس دوران کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے اور مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں تذکرہ کررہے تھے اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب یہ سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو اس کو سچ مان لو لیکن اگر یہ سنو کہ ایک شخص کی فطرت تبدیل ہوگئی ہے تو اس کا یقین نہ کرنا کیونکہ وہ ان چیز کو اختیار کرتا ہے جس پر اس کی تخلیق ہوئی ہے۔(احمد)

اور مشہور محاورہ ہے کہ انسانی فطرت تبدیل نہیں ہوئی Human Nature Never Changes اور بخاری صاحب لکھتے ہیں کہ نور فطرت دفعتاً نہیں ضائع ہوتا بتدریج مدھم پڑتے پڑتے ختم ہوتا ہے۔

اور نور ایمان میں آپ حدیث کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

تحقیق اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا مخلوق کو ظلمت میں پس ان پر ڈالا اپنے نور سے پس جسے پہنچا اس نور سے وہ ہدایت پا گیا اور جن سے خطا کر گیا وہ بے راہ ہوگیا۔

آپ لکھتے ہیں کہ یہ بھی نور معنوی ہے حسی نور ہرگز نہیں۔

اس سے یہ تو ثابت ہوا کہ اللہ کا نور معنوی ہوتا ہے حقیقی نور تو ہرگز نہ ہوا۔!!!

کیا ظلمت کے مقابلے میں جو نور ہوتا ہے وہ نور معنوی ہوتا ہے؟

آپ کا ترجمہ پڑھ کر مجھے حیرانی ہوئی۔اس میں تو گستاخی کا پہلو نمایاں ہے۔ ''پس ان پر ڈالا اپنے نور سے پس جسے پہنچا اس نور سے وہ ہدایت پا گیا اور جن سے خطا کر گیا وہ بے راہ ہو گیا''۔

ترجمے سے تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نشانے بازی کر رہا تھا کچھ پر نشانہ ٹھیک لگا اور کچھ پر نشانہ لگانے میں خطا کر گیا۔

پھر میں نے مشکوٰۃ شریف باب الایمان بالقدر کی دوسری فصل میں اس حدیث کو دیکھا تو حدیث کے راوی کا نام حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ لکھا تھا اور اس کا ترجمہ فاضل شہیر مولانا عبدالحکیم خاں شاہجہانپوری صاحب نے اس طرح کیا تھا۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تاریکی میں پیدا فرمایا اور ان پر نور کی تجلی فرمائی جس کو یہ نورانیت مل گئی اس کو ہدایت نصیب ہوئی اور جس کو اس نورانیت سے حصہ نہ ملا وہ گمراہ رہا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی جو تجلی کوہ طور پر ڈالی تھی وہ تجلی نور معنوی تھی یا نور حسی؟ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو کس طرح تخلیق فرمایا اسکے متعلق اور بھی احادیث ہیں۔ان میں ایک حدیث باب الایمان بالقدر کی دوسری فصل میں اس طرح ہے۔

مسلم بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا (ترجمہ) جب پکڑا تمہارے (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) پروردگار نے بنی آدم کی پشت سے پیدا ہونے والی ذریت کو، آخر آیت تک، حضرت عمر نے فرمایا، میں نے سنا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا تھا۔ بے شک

اللہ نے جناب آدم کی تخلیق فرمائی اوران کی پشت پر اپنا دست قدرت پھیرا تو اس سے اولاد برآمد ہوئی تو ان کے بارے میں فرمایا ان کو میں نے جنت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔دوسری مرتبہ جب دست قدرت پھیرا تو اس سے پھر اولاد نکلی تو اس کے بارے میں رب تعالیٰ نے فرمایا یہ لوگ میں نے جہنم کے لئے بنائے ہیں یہ جہنمیوں جیسے کام کریں گے۔اس وقت ایک صحابی نے دریافت فرمایا کیا کہ یارسول اللہ! پھر عمل کی کیا ضرورت ہے؟ تو سرکار نے فرمایا۔بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو جنتی بناتا ہے تو اس سے جنتیوں جیسے کام کراتا ہے لہٰذا اس کا جنتیوں جیسے کام کرتے ہوئے خاتمہ ہوگا جس کے سبب اس کا داخلہ جنت میں ہوگا اور جب کسی بندہ کو دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے تو وہ دوزخیوں جیسے کام کرے گا اور اس کام پر اس کا خاتمہ ہوگا جس کے سبب وہ مستحق دوزخ ہوگا۔ (مالک۔ترمذی۔ابوداؤد)

اسی بات الایمان بالقدر کی تیسری فصل میں ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار نے فرمایا جب حق تعالیٰ نے حضرت آدم کی تخلیق فرمائی تو ان کے داہنے کاندھے پر دست قدرت رکھا تو اس سے ان کی ذریت چیونٹیوں کی طرح نکلی جو صاف شفاف اور سفید تھے لیکن جب دست قدرت بائیں کاندھے پر رکھا تو جو ذریت برآمد ہوئی وہ سیاہ اور کوئلے کی طرح تھی۔اس موقع پر رب تعالیٰ نے فرمایا میری ذات بے نیاز ہے یہ دائیں ہاتھ والی ذریت جنتی اور میری ذات بے نیاز ہے یہ بائیں طرف والی ذریت جہنمی ہے۔(احمد)

پہلی حدیث میں ہے مخلوق تاریکی میں پیدا فرمائی اوران پر نور کی تجلی فرمائی

جس کو یہ نورانیت ملی گئی اسکو ہدایت نصیب ہوئی (یعنی جنتی ہوا) اور جس کو اس نورانیت سے حصہ نہ ملا وہ گمراہ رہا (یعنی جہنمی ہوا)۔

دوسری حدیث میں ہے ایک مرتبہ پشت پر دست قدرت پھیرا تو پیدا ہونے والوں کو جنتی اور دوسری مرتبہ پشت پر دست قدرت پھیرا تو پیدا ہونے والوں کو جہنمی۔

تیسری حدیث میں ہے۔ داہنے کاندھے پر دست قدرت رکھنے سے پیدا ہوئے والے سفید تھے اور یہ جنتی اور بائیں کاندھے پر دست قدرت رکھنے سے پیدا ہونے والے سیاہ تھے اور یہ دوزخی تینوں حدیثوں میں تضاد ہے۔ اس لئے ان احادیث کو حضور نبی کرم ﷺ کے نور اول اور مخلوق اول ہونے سے معارض پیش نہیں کیا جاسکتا۔

اگر تیسری حدیث کو تسلیم کر لیا جائے تو حضرت بلال ؓ دوزخی ثابت ہو جائیں گے اور افریقہ کے تمام حبشی دوزخی ثابت ہو جائیں گے۔

اور ان احادیث سے مختلف حدیث معراج کے واقعہ میں بیان ہوئی ہے اس کو بھی معراج کے واقعہ میں پڑھ لیں۔

اور آخر میں بخاری صاحب نے جو ''نور نبوت کا ثبوت'' کے تحت حدیث پیش کی ہے وہ بھی ایک اور مفہوم پیش کر رہی ہے۔ میں وہ مکمل حدیث مشکوٰۃ شریف باب الایمان بالقدر کی تیسری فصل سے پیش کرتا ہوں۔

حضرت ابی بن کعب رب تعالیٰ کے اس حکم کے بارے میں روایت کرتے ہیں جس میں رب کریم فرماتا ہے (ترجمہ) جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی ذریت کو نکالا۔

راوی فرماتے ہیں ان سب کو جمع فرمایا اور ان کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا۔ ان کو صورت عطا کی۔ نطق کی صلاحیت دی تو وہ بولے پھر ان سے عہد و میثاق لیا اور ان کی جانوں کو ان پر گواہ بنا کر معلوم فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سب نے کہا، کیوں نہیں۔ تب رب تعالیٰ نے فرمایا: میں تم پر ساتوں آسمانوں ساتوں زمینوں اور تمہارے والد جناب آدم کو گواہ بناتا ہوں کہ کل قیامت کے دن تم یہ نہ کہو کہ ہم اس سے غافل تھے اور نہیں جانتے تھے۔ جان لو کہ میرے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ کوئی رب۔ لہٰذا میرے ساتھ کوئی شریک نہ ٹھہراؤ، میں تم میں اپنے رسول بھیجوں گا جو میرا عہد و میثاق تمہیں یاد دلاتے رہیں گے اور میں تم میں (ہدایت کے لئے) کتاب نازل کروں گا۔ تب ان سب نے کہا: ہم شہادت دیتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں تو ہمارا رب اور ہمارا معبود ہے۔ تیرے سوا نہ کوئی ہمارا رب ہے اور نہ کوئی تیرے سوا معبود ہے اس کے بعد جناب آدم کو بلند مقام پر لایا گیا جہاں سے انہوں نے اپنی ذریت کو دیکھا ان میں غنی بھی تھے اور فقیر بھی، خوبصورت بھی تھے اور بدصورت بھی۔ تب آدم علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے پوچھا خداوند تو نے سب کو ایک جیسا کیوں نہ بنایا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: میں اس بات کو محبوب رکھتا ہوں کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔ جناب آدم نے اس مجمع میں انبیاء کو دیکھا کہ وہ (اندھیرے میں) چراغوں کی مانند ہیں۔ ان پر خاص قسم کی نورانیت چھائی ہے جس طرح عوام سے عہد لیا گیا اس طرح انبیاء سے بھی عہد لیا گیا جس کی جانب اس آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے (جبکہ ہم نے انبیاء سے عہد (آیت کے دوسرے حصے) عیسیٰ ابن مریم تک جو کہ ان ارواح میں موجود تھے اور انہیں حضرت مریم کی طرف بھیجا گیا۔ حضرت ابی بن کعبؓ راوی حدیث بیان کرتے

ہیں یہ روح حضرت مریم کے منہ کے راستہ جسم میں دخل ہوئی۔ (احمد)

اس حدیث سے بھی ہمارے موقف کہ انبیاء کی حقیقت نورانیت ہے ثابت ہو رہی ہے اور چراغ کا نور حسی ہوتا ہے یا معنوی۔ بلاشبہ حسی ہوتا ہے۔

بخاری صاحب کہتے ہیں کہ اس دنیا میں یہ چاروں نور معنوی نور ہیں اور حشر میں یہ جملہ انوار حسیاً دکھائی دیں گے۔ اور ثبوت میں (پ ۲۷ الحدید آیت ۱۲، ۱۳) پیش کی ہے۔ میں بخاری صاحب سے پوچھوں گا کہ یہ قائدہ کلیہ کیا اللہ تعالیٰ یا حضور نبی کریم ﷺ نے مقرر کیا ہے۔ کہ یہ چاروں نور اس دنیا میں ضرور معنوی ہی ہوں گے۔

بخاری صاحب نے ''فریق مخالف کی پہلی دلیل'' صفحہ نمبر ۲۴۷ میں اس طرح بیان کی ہے۔

قد جاء کم من الله نور و کتاب مبین

کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب مبین آ گئی۔

طرز استدلال یہ ہے کہ قرآن کریم نے اس آیت میں نبی کریم ﷺ پر نور کا لفظ بولا ہے اور یہاں نور سے مراد آنحضور ﷺ ہیں کہ مفسرین نے تصریح کی ہے کہ نور سے مراد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

چنانچہ مولوی محمد عمر صاحب اچھروی نے اس پر مندرجہ ذیل تفاسیر کے حوالے پیش کیے ہیں۔

(۱) تفسیر ابن جریر ج ۶ ص ۹۲ (۲) تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۸ طبع دار الفکر بیروت (۳) تفسیر معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۳

(۴) تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۹۲ (۵) تفسیر کبیر ج ۳ ص ۵۶۶

(۶) تفسیر جلالین ص ۷۷ (۷) تفسیر صاوی ج ا ص ۲۷۵

مولوی عبدالغفور ہزاروی نے انہی تفاسیر کے حوالے پیش کئے نیز ملا علی قاری (شرح شفا ج ا ص ۴۲) اور سید آلوسی (روح المعانی ج ۶ ص ۸۷) کے اقوال پیش کئے ہیں کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے اگر مراد نبی ﷺ ہوں تو اس میں کوئی استبعاد نہیں (سراج منیر صفحہ ۴۱، ۴۲) بخاری صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ مخالف فریق کا استدلال بوجوہ باطل ہے۔

(۱) دعویٰ ان کا یہ ہے کہ آنحضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور سے ہیں آیت میں اسکا کوئی ثبوت نہیں۔

(۲) مفسرین کا اختلاف ہے کہ آیت میں جو لفظ نور آیا ہے اس سے مراد کیا ہے۔ مفسرین نے نور کی تفسیر میں چار احتمال پیش کئے ہیں۔

i نور سے مراد رسول اللہ ﷺ ہوں (اس کے حوالے اوپر ہو گئے، مزید حوالے بھی ہیں)۔

ii نور سے مراد اسلام ہے (تفسیر کبیر، تفسیر خازن، تفسیر معالم التنزیل)

iii نور سے مراد قرآن ہے (تفسیر مظہری، روح المعانی)

iv نور سے مراد عقل ہے (امام راغب)

بخاری صاحب نے نور سے مراد نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس ہونا تسلیم کرلیا ہے، ہم اسے ہی تسلیم کروانا چاہتے تھے۔ جو آپ نے خود ہی تسلیم کرلیا ہے۔

اگر نور سے سلام، قرآن، عقل مراد لیں تو اس سے ہمارے موقف میں کیا ضعف آیا۔ یہ قطعاً ہمارے خلاف نہیں۔ نورانیت ہمارا قطعی عقیدہ ہے ہی نہیں۔ ظنی عقیدہ ہے اور ظنی عقیدہ ہوتا ہی وہ ہے جسے دلائل سے ثابت کیا جائے۔ ظنی عقیدہ میں یہ ہماری دلیل بالکل واضح ہے۔

بخاری صاحب ہم پر جس طرح اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور سے ہونے (نور کا ٹکڑا علیحدہ کرنے) کا الزام لگاتے ہیں یہ ان کی دوسروں کو مشرک بنانے والی طبعیت کا خاصا ہے۔ ہمارا عقیدہ قطعاً یہ نہیں اسکی میں نے پیچھے بھی وضاحت کی ہے۔ مزید یہاں بھی کر دیتا ہوں۔

صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی صاحب اعظمی رحمتہ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ امجدیہ جلد دوم حصہ چہارم کے صفحہ نمبر ۴۳۴ میں ایک مسئلہ اور اس کا جواب اس طرح لکھتے ہیں۔

مسئلہ (۱): حضور اکرم ﷺ مخلوق نہیں ہیں، قدیم ہیں کیونکہ اگلے نبیوں کے بھی آپ رسول ہیں؟

الجواب (۱): ایسے عقائد بلاشبہ کفر ہیں۔ حضور اکرم ﷺ مخلوق اور خدا کے بندہ ہیں آیات قطعیہ اور احادیث سے ثابت اور برہان عقلی اس پر قائم۔

قال اللہ تعالیٰ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا (پارہ ۱ سورہ بقرہ رکوع ۳)

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ (پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرئیل رکوع ۱)

اگر حضور مخلوق نہ ہوں تو یا حضور کو مخلوق کہتا ہے اور یہ کفر ہے کہ آپ خدا نہیں بلکہ اس کے عبد ہیں یا اللہ کے سوا دوسرے واجب الوجود ہیں اور یہ شرک اور یہ کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق نہیں حالانکہ وہ خالق کل شی ہے اور حضور ﷺ کے نبی الانبیاء ہونے سے یہ کیا ضروری ہے کہ آپ مخلوق نہ ہوں کہ اس کے لئے آپ کی

خلقت کا سب سے پہلے ہونا ضرور ہے نہ یہ کہ مخلوق نہ ہوں بلکہ اس سے آپ کا مخلوق ہونا ثابت ہوتا ہے کہ جب آپ تمام نبیوں کے نبی ہیں اور نبی نہیں ہوتا مگر مخلوق، تو آپ مخلوق ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر اپنے رسالہ ''صلات الصفاء فی نور المصطفیٰ ﷺ'' (بزم عاشقان مصطفےٰ ﷺ فلیمنگ روڈ لاہور) میں بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے۔ میں اختصار کے ساتھ آپ کی چند عبارات پیش کرتا ہوں۔ تفصیلی مطالعہ کیلئے مذکورہ رسالہ کا مطالعہ کریں۔

مسئلہ نمبر ۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض مولود شریف میں جو نور محمدی ﷺ کو نور خدا سے پیدا ہوا لکھا ہے اس میں زید کہتا ہے بشرط صحت یہ متشابہ کے حکم میں ہے اور عمر کہتا ہے یہ انفکاک ذات سے ہوا۔ بکر کہتا ہے کہ یہ مثل شمع سے شمع روشن کر لینے کے ہوا ہے اور خالد کہتا ہے متشابہات میں مذہب اسلم رکھتا ہوں اور سالم کو برا نہیں جانتا اس میں چون و چرا بے جا ہے، بینوا توجروا۔

الجواب نمبر ۲: عبدالرزاق اپنی مصنف میں حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا حضور پرنور ﷺ نے ان سے فرمایا۔

یا جابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ

اے جابر بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام عالم سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا

ذکرہ الامام القسطلانی فی المواہب وغیرہ من العلماء الکرام (مواہب مع

زرقانی ج۱ص۵۵)

عمرو کا قول سخت باطل وشنیع وگمراہی قطیع بلکہ سخت تر امر کی طرف منجر ہے اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ کوئی چیز اس کی ذات سے جدا ہو کر مخلوق بنے

اور قول زید میں لفظ ''بشرط صحت'' بوئے انکار دیتا ہے، یہ جہالت ہے، باجماع علماء دربارہ فضائل صحت مصطلحہ محدثین کی حاجت نہیں، مع ہذا علامہ عارف باللہ سیدنا عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے اس حدیث کی تصریح فرمائی، علاوہ بریں یہ معنے قدیماً وحدیثاً تصانیف وکلمات آئمہ وعلماء واولیاء وعرفاء میں مذکور ومشہور وملتے بالقبول رہنے پر خود صحت حدیث کی دلیل کافی ہے۔

فان الحدیث یتقوی یتلقی الائمة بالقبول کما اشار الیه الامام الترمذی فی جامعه و صرح به علماء نافی الا صول (ملاعلی قاری: مرقاۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ج۳ص۹۸)

ہاں اسے باعتبار کنہ کیفیت متشابہات سے کہنا وجہ صحت رکھتا ہے، واقعی نہ رب العزت جل وعلا، نہ اس کے رسول اکرم ﷺ نے ہمیں بتایا کہ مولے تعالیٰ نے اپنے نور سے نور مطہر سید انور ﷺ کیونکر بنایا، نہ بے بتائے اس کی پوری حقیقت ہمیں خود معلوم ہو سکتی ہے اور یہی معنی متشابہات ہیں بکر نے جو کہا وہ دفع خیال ضلال عمرو کے لئے کافی ہے شمع سے شمع روشن ہو جاتی ہے بے اس کے کہ اس شمع سے کوئی حصہ جدا ہو کر یہ شمع بنے، اس سے بہتر آفتاب اور دھوپ کی مثال ہے کہ نور شمس نے جس پر تجلی کی وہ روشن ہو گیا اور ذات شمس سے کچھ جدا نہ ہوا مگر ٹھیک مثال کی وہاں مجال نہیں، جو کہا جائے ہزاراں ہزار وجوہ پر ناقص وناتمام ہوگا۔

بلاشبہ طریق اسلم قول خالد ہے اور وہی مذہب آئمہ سلف رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین واللہ سبحنہ وتعالےٰ اعلم

ملاحظہ فرمائیں جواب میں کتنی جامعیت ہے۔ کتنی وضاحت کے ساتھ فرمادیا کہ نور خدا سے پیدا ہونے کے متعلق ہمارا عقیدہ کس طرح ہے۔ لیکن دیو بندی ہیں (درجنوں کتابوں کے حوالوں سے ثابت کرسکتا ہوں) کہ ہم اہلسنت و جماعت پر یہ بے بنیاد جھوٹا الزام دیتے جاتے ہیں کہ ہمارا یہ عقیدہ ہیں کہ ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ اللہ کے نور کا ٹکڑا ہیں۔ ایسا عقیدہ ہمارے نزدیک قطعاً کفر ہے۔ اور اس کے لئے جو مثالیں دیں تو اس میں بھی واضح فرمادیا کہ مثال صرف سمجھانے کیلئے ہے ورنہ یہاں ٹھیک مثال کی مجال کہاں۔ جو کہا جائے گا ہزاراں ہزار وجوہ پر ناقص و ناتمام ہوگا۔

اور دلیل میں جو حدیث پیش کی۔ اسکی بھی وضاحت فرمادی کہ کیونکہ مکمل مصنف عبدالرزاق پوری دنیا میں کہیں دستیاب نہیں اور جو حصہ دستیاب ہے اس میں اب یہ حدیث موجود نہیں اس لئے اسکی سند پر بحث نہیں کی جاسکتی لیکن علماء کرام ہزار ہا سال سے اس حدیث کو قبول کررہے ہیں اور اپنی اپنی کتابوں میں اس حدیث کو قبول کررہے ہیں اس لئے حضور نبی کریم ﷺ کے فضائل میں تلقی بالقبول سے خود ہی اپنی صحت پر دلیل ہے۔

آگے صفحہ نمبر ۹ میں بھی امام اہلسنت نے اس کی وضاحت فرمائی کہ

"مثال سمجھانے کو ہوتی ہے نہ کہ ہر طرح برابری بتانے کو، قرآن مجید میں نور الٰہی کی مثال دی کمشکوٰۃ فیھا مصباح کہاں چراغ اور قندیل اور کہاں

نوررب جلیل یہ مثال وہابیہ کے اس اعتراض کے دفاع کوتھی کہ نورالٰہی سے نورنبوی پیدا ہواتو نورالٰہی کا ٹکڑا جدا ہونالازم آیا، اسے بتایا گیا کہ چراغ سے چراغ روشن ہونے میں اس کا ٹکڑا کٹ کراس میں نہیں آجاتا جب یہ فانی مجازی نوراپنے نور سے دوسرانور روشن کردیتا ہے تو اس نورالٰہی کا کیا کہنا، نور سے نور پیدا ہونے کو نام وروشنی میں مساوات بھی ضروری نہیں، چاند کانور آفتاب کی ضیاء سے ہے۔ پھر کہاں وہ اور کہاں یہ آگے صفحہ نمبر ۱۶ میں بھی فرماتے ہیں۔

ورنہ حاشا کہاں مثال اور کہاں وہ بارگاہ جلال

مزید وضاحت کے لئے اس رسالہ کے صفحہ نمبر ۹ سے ایک اور مسئلہ اوراس کا جواب پیش کردیتا ہوں۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسول مقبول ﷺ اللہ کے نور سے پیدا ہیں یا نہیں؟ اگر اللہ کے نور سے پیدا ہیں تو نور ذاتی سے یا نور صفاتی سے یا دونوں سے اورنور کیا چیز ہے؟ بینوا توجروا۔

نوٹ: میں اختصار کے پیش نظر جواب مکمل پیش نہیں کررہا۔ عبارت کی ترتیب میری ہے۔

الجواب: نور عرف عامہ میں ایک کیفیت ہے کہ نگاہ پہلے اسے ادراک کرتی ہے اور اس کے واسطے سے دوسری اشیائے دیدنی کو۔

نور بایں معنے ایک عرض وحادث ہے اور رب عزوجل اس سے منزہ۔ محققین کے نزدیک نوروہ کہ خود ظاہر ہوااور دوسروں کا مظہر۔

بایں معنے اللہ عزوجل نور حقیقی ہے بلکہ حقیقۃً وہی نور ہے آئیہ کریمہ اللہ نور السموات والارض بلاتکلف وبلاتاویل اپنے معنے حقیقی پر ہے۔

حدیث جابر ﷺ میں نورہ فرمایا جس کی ضمیر اللہ کی طرف ہے کہ اسم ذات ہے۔

من نور جماله یا نور علمه یا نور رحمته وغیرہ نہ فرمایا کہ نور صفات سے تخلیق ہو، علامہ زرقانی رحمتہ اللہ تعالےٰ اسی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں۔

(من نورہ) ای من نور ھو ذاته

یعنی اللہ عزوجل نے نبی ﷺ کو اس نور سے پیدا کیا جو عین ذات الٰہی ہے یعنی اپنی ذات سے بلاواسطہ پیدا فرمایا۔ (زرقانی شرح مواہب ج ا ص ۵۵)

ہاں عین ذات الٰہی سے پیدا ہونے کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ ذات الٰہی ذات رسالت کے لئے مادہ ہے جیسے مٹی سے انسان پیدا ہو یا عیاذا باللہ ذات الٰہی کا کوئی حصہ یا کل، ذات نبی ہو گیا، اللہ عزوجل حصے اور ٹکڑے اور کسی کے ساتھ متحد ہو جانے یا کسی شے میں حلول فرمانے سے پاک ومنزہ ہے۔ حضور سید عالم ﷺ خواہ کسی شے کو جزء ذات الٰہی خواہ کسی مخلوق کو عین ونفس ذات الٰہی ماننا کفر ہے۔

اِس تخلیق کے اصل معنے تو اللہ ورسول جانیں، جل وعلیٰ وصلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ عالم میں ذات رسول کو تو کوئی پہچانتا نہیں، حدیث میں ہے

یاابابکر لم یعرفنی حقیقة غیر ربی

اے ابوبکر مجھے جیسا میں حقیقت میں ہوں میرے رب کے سوا کسی نے نہ

جانا۔

ذات الٰہی سے اس کے پیدا ہونے کی حقیقت کسے مفہوم ہو مگر اس میں فہم ظاہر بیں کا جتنا حصہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت حق عزوجلالہ نے تمام جہان کو حضور پر نور محبوب اکرم ﷺ کے واسطے پیدا فرمایا، حضور نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا لـــــــولاک ماخلقت الدنیا

(علامہ زرقانی: شرح زرقانی ج ا ص ۷۵)

آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے ارشاد ہوا

لو لا محمد ماخلقت ولا ارضاو لاسماء

(امام محمد مھدی الفاسی: مطالع المسرات ص ۲۶۴)

اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں نہ تمہیں بناتا نہ زمین وآسمان کو

تو سارا جہان ذات الٰہی سے بواسطہ حضور صاحب لولاک ﷺ پیدا ہوا یعنی حضور کے واسطے حضور کے صدقے ،حضور کے طفیل میں یہ بات نہیں کہ حضور ﷺ نے اللہ سے وجود حاصل کیا پھر باقی مخلوق کو آپ نے وجود دیا جیسے فلاسفہ کافر گمان کرتے ہیں کہ عقول کے واسطے دوسری چیزیں پیدا ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ ان ظالموں کے اس قول سے بلند وبالا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی کوئی خالق ہوسکتا ہے۔

بخلاف ہمارے حضور عین النور ﷺ کے کہ وہ کسی کے طفیل میں نہیں، اپنے رب کے سوا کسی کے واسطے نہیں تو وہ ذات الٰہی سے بلا واسطہ پیدا ہیں۔ زرقانی شریف میں ہے۔

ای من نور هو ذاته لا بمعنی انما مادة خلق نوره منها بل بمعنیٰ تعلق الارادة به بلا واسطة شی فی وجوده

(علامہ زرقانی، شرح زرقانی، مواہب لدنیہ امام قسطلانی ج ا ص ۵۵)

یعنی اس نور سے جو اللہ کی ذات ہے، یہ مقصد نہیں کہ وہ کوئی مادہ ہے جس سے آپ کا نور پیدا ہوا بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ آپ کے نور سے بلا کسی واسطہ فی الوجود کے متعلق ہوا۔

اگر نور ربیک میں اضافت بیانیہ نہ لو بلکہ نور سے وہی معنی مشہور یعنی روشنی کہ عرض و کیفیت ہے، مراد لو تو سید عالم ﷺ اول مخلوق نہ ہوئے بلکہ ایک عرض و صفت، پھر وجود موصوف سے پہلے صفت کا وجود کیونکر ممکن؟ لا جرم حضور ہی خود وہ نور ہیں کہ سب سے پہلے مخلوق ہوا۔

آگے صفحہ نمبر ۴۲ میں ایک اور سوال کے جواب میں بھی فرماتے ہیں۔

حاش اللہ! یہ کسی مسلمان کا عقیدہ کیا گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ نور رسالت یا کوئی چیز معاذ اللہ ذات الٰہی کا جز یا اس کا عین و نفس ہے، ایسا اعتقاد ضرور کفر وارتداد ہے۔ ذاتی کی یہ اصطلاح کہ عین ذات یا جزء ماہیت ہو، خاص ایساغوجی کی اصطلاح ہے، علماء عامہ کے عرفِ عام میں نہ یہ معنے مراد ہوتے ہیں نہ ہرگز مفہوم، محاورہ میں کہتے ہیں یہ میں اپنے ذاتی علم سے کہتا ہوں یعنی کسی کی سنی سنائی نہیں، یہ مسجد میں نے اپنے ذاتی روپیہ سے بنائی ہے یعنی چندہ وغیرہ مال سے نہیں۔

المختصر میں یہی کہوں گا کہ ہم اہلسنت و جماعت پر اس طرح کے الزامات لگا کر لوگوں کو دیوبندی بنانے سے باز آجاؤ۔ آپ کی اکثر و بیشتر کتابوں میں اہلسنت

کے عقائد کو بڑی تحریف کر کے پیش کیا گیا ہے۔اس طرح تم اپنی جماعت میں اضافہ تو ضرور کر رہے ہو لیکن اپنے ایمان کا بیڑا غرق کر رہے ہو۔مسلمانوں کو کافر بنانے سے بہتر ہے کہ اپنی زبانیں بند رکھو، تقریر و تحریر میں حقیقت بیان کرو۔

نوٹ: کیونکہ اعلحضرت امام اہلسنت کی تحریر بڑی جامع ہوتی ہے اس لئے اسکو نقل کرتے کوئی غلطی ہوگئی ہو تو مطلع فرمائیں۔

نیز ہماری کسی بھی عبارت سے کوئی بھی توہین یا کفریہ پہلو نکلتا ہو تو ہم بجائے ہٹ دھرمی کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں۔اصل مقصد اپنا اور اپنے مسلمان بھائیوں کا ایمان بچانا ہے۔ورنہ تصنیف وتالیف کا کوئی شوق نہیں۔میری حیات میں یا میری وفات کے بعد کوئی بھی عبارت ایسی ہو تو فوراً نکال باہر کریں۔میں اس عبارت کو لے کر روز محشر بارگاہ الٰہی میں پیش ہونے کا متحمل نہیں۔اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیاں معاف فرمائے اور ہمیں صراط مستقیم پر چلائے۔(آمین)

بخاری صاحب آگے صفحہ نمبر ۲۴۸ میں لکھتے ہیں۔

جب مفسرین لفظ نور کی مراد میں متفق نہیں ہیں مختلف الرائے ہو گئے ہیں اور نور کے مصداق میں چار احتمال پیدا ہو گئے تو اذ جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔جب احتمال پیدا ہو گیا تو استدلال باطل ہو گیا ہے۔

بخاری صاحب دیوبندیوں کو جو نبی کریم ﷺ کے فضائل سے عداوت ہے۔اس سے باز نہیں آتے۔جس آیت مبارکہ سے حضور نبی کریم ﷺ کی ایک فضیلت مفسرین کرام کی ایک کثیر تعداد اور خود بخاری صاحب تسلیم کر رہے ہیں اسکو ماننے سے ہی انکاری ہو رہے ہو۔جب چار احتمال پیدا ہوئے تو کیا آیت بے معنی اور

بے فائدہ نہ ثابت ہوگئی؟ کیا اللہ تعالیٰ بے معنی اور بے فائدہ آیات بھی بیان کرتا ہے۔ تمہارے طریقہ سے بھی اس سے استدلال تو اس طرح باطل ہو کہ اس کے ساتھ کوئی اور آیت اور حدیث آپکی نورانیت کے پہلو کو بیان ہی نہ کرتی ہو۔ جبکہ کئی دوسری آیات اوراحادیث کی ایک کثیر تعداد آپکی نورانیت کا واضح طور پر اظہار کرتی ہیں۔

اگر یہ آیت بے فائدہ ہے کہ جس سے کسی بھی طرح کا استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ اور باطل ٹھہر رہی ہے تو کیا تم اس طرح ایک آیت کے ہی منکر نہیں ٹھہر رہے؟؟ بلاشبہ ایک آیت کا بھی انکار کفر ہے۔

بخاری صاحب صفحہ نمبر ۲۴۹ میں لکھتے ہیں۔

''اگر تسلیم کر لیا جائے کہ نور کا اطلاق آنحضور ﷺ کی ذات اقدس پر ہوا ہے'' تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس کا استعمال حقیقتاً ہوا ہے۔ مجازاً یا تشبیھاً ''استعارۃ'' نہیں ہوا۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ آنحضور پر نور کا اطلاق بلاشبہ جائز ہے لیکن اس سے بشریت کی نفی لازم نہیں آتی''۔

بخاری صاحب اپنی اندرونی کدورت کا اظہار کسی نہ کسی طرح سے کر ضرور دیتے ہیں۔

''اگر تسلیم کر لیا جائے''

یعنی تسلیم کرنے کو دل چاہتا ہی نہیں کہ حضور نبی کریم کی اس صفت کو تسلیم کر لیا جائے اور آخر میں لکھ رہے ہیں کہ آنحضور پر نور کا اطلاق بلاشبہ جائز ہے لیکن اس سے بشریت کی نفی لازم نہیں آتی۔

بخاری صاحب ہم نے کب کسی نبی کی بشریت کا انکار کیا؟ ہم تو آپ کی

ذات کے نورانیت کے پہلو کو بھی تسلیم کروانا چاہتے ہیں اور ہمارے پاس کثیر دلائل موجود ہیں۔

آپ لکھتے ہیں اس کا کیا ثبوت ہے اس کا استعمال حقیقتاً ہوا ہے۔ مجازاً یا استعارۃً نہیں ہوا بخاری صاحب آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ مجازاً تو مان لیں اور حقیقتاً کا انکار کردیں؟ کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسا مان لینے کا کہا یا نبی کریم ﷺ نے ایسا مان لینے کا کہا۔

بخاری صاحب آگے صفحہ نمبر ۲۵۰ میں ''ہماری تحقیق'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

جب لفظ نور مجمل ہے اور اس میں کئی احتمال ہیں تو قطعی طور پر اس کے مصداق کی تعین تو ممکن نہیں بہرحال قرائین سے اندازہ لگا کر ظنی طور پر تفسیر کیجا سکتی ہے اور مفسرین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق تفسیریں کی ہیں جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ مفسرین کے چار قول ہیں۔

بخاری صاحب یہ ہمارا ظنی عقیدہ ہے۔ اور اس کی ظنی دلیل کو آپ بھی تسلیم کررہے ہیں۔ ظنی عقیدہ میں ظنی دلیل حجت ہوتی ہے۔

یہ جو مفسرین کے ذوق کی آپ نے بات کی ہے کیا جس طرح یہاں انہوں نے چار قول پیش کئے کیا اس طرح جہاں جہاں اور بھی قرآن کے لئے نور کا لفظ آیا۔ اسلام کے لئے نور کا لفظ آیا۔ کیا وہاں ان کا ذوق مردہ ہوگیا تھا۔ وہاں ان کو نہ سوجھا کہ یہاں بھی اور احتمال پیدا کئے جائیں۔

بخاری صاحب آگے لکھتے ہیں۔

''ہمارے نزدیک یہ قول کہ نور سے مراد آنحضور ﷺ ہیں محض ایک عقلی احتمال ہے۔ کہ حضور پر نور کا اطلاق جائز ہے بلکہ عقلی طور پر تو اس میں بھی کوئی استبعاد نہیں کہ کتاب مبین سے مراد آنحضور ﷺ کی ذات ہی ہو''۔

بخاری صاحب اس طرح تو جہاں جہاں قرآن اور اسلام کیلئے نور کا لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ بھی مفسرین کے نزدیک ایک عقلی احتمال ہی ٹھہرنا چاہئے تھا۔ کیا مفسرین کی عقل اتنی ہی ناقص ہوتی ہے کہ جس میں عقلی طور پر استبعاد نہ ہو وہاں بھی کتاب مبین سے آنحضور ﷺ مراد لیں۔

بخاری صاحب آگے لکھتے ہیں۔

''آپ ﷺ صاحب نبوت ہیں اور نبوت بلا شبہ نور ہے تو نور کا اطلاق مجازاً ہو گیا اس میں عقلی طور پر استبعاد نہیں ہے مگر آیت میں کوئی داخلی اور خارجی واضح قرینہ نہیں ہے کہ نور سے مراد آنحضور ﷺ ہیں۔

بخاری صاحب نبوت تو بلا شبہ نور ہے لیکن صاحب نبوت جس کو یہ بلا شبہ نور ملا ہے اس پر نور کا اطلاق ہو تو وہاں آپکو عقلی طور پر استبعاد نظر نہیں آتا۔ نبوت کے نور ہونے کا داخلی اور خارجی قرینہ بیان کیوں نہیں کیا ہے وہ قرینہ ہی صاحب نبوت کی نورانیت کی دلیل ٹھہرتا۔

بخاری صاحب آگے صفحہ ۲۵۱ میں لکھتے ہیں۔

نور سے مراد عقل ہو جیسے امام راغب نے اختیار کیا اور ایک لفظی ترتیب بیان کر کے اس میں دلچسپی پیدا کر دی ہے لیکن اسے عامۃ المفسرین نے قبول نہیں کیا اور نہ ہی آیت میں اس پر کوئی داخلی یا خارجی قرینہ ہے۔

بخاری صاحب آپ نے اپنا ایک استدلال خود ہی باطل کر دیا۔ اب دوسرے کی طرف بڑھتے ہیں۔

بخاری صاحب اسی صفحہ میں آگے لکھتے ہیں۔

''نور سے مراد دین اسلام ہو: یہ قول قدرے قوی ہے کہ اس پر داخلی اور خارجی قرآئن موجود ہیں۔ دین اسلام کو قرآن عزیز میں متعدد مقامات پر نور کہا گیا ہے۔ مثلاً

(۱) کِتَابٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

یہ کتاب ہے، ہم نے خود اتارا ہے اس کتاب کو تیری طرف تا کہ نکالے تو لوگوں کو اندھیروں سے نور کی طرف (پ۱۳ سورۃ ابراہیم آیت ۱)

(۲) اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

اللہ تعالیٰ دوست ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے۔ نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے نور کی طرف۔ (پ۳ سورۃ بقرہ آیت ۲۵۷)

(۳) هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَ مَلٰٓئِکَتُهٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

وہ اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر اس کے فرشتے بھی تا کہ نکالے تمہیں اندھیروں سے نور کی طرف۔ (پ۲۲ الاحزاب آیت نمبر ۴۳)

(۴) قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ مُبَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وَ عَمِلُو الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

تحقیق اتارا اللہ نے اوپر تمہارے ذکر یعنی بھیجا رسول جو تلاوت کرتا ہے تم

پر واضح آیات تا کہ نکالے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اعمال اچھے کئے اندھیروں سے نور کی طرف۔ (پ۲۸ الطلاق آیت نمبر ۱۰،۱۱)

(۵) هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

وہ اللہ وہی تو ہے جو اتارتا ہے اپنے بندے پر واضح آیات تا کہ نکالے تمہیں اندھیروں سے نور کیطرف۔ (پ۲۷ الحدید آیت نمبر ۹)

(۶) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَاۤ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات سے یہ حکم دے کر کہ نکال تو اپنی قوم کو اندھیروں سے نور کی طرف۔ (پ۱۳ سورہ ابراہیم آیت نمبر ۵)

مذکورہ بالا آیات سے ظلمات سے مراد شرک اور کفر کے اندھیرے ہیں اور نور سے مراد دین اسلام کی روشنی ہے کہ القرآن یفسر بعضہ بعضا قرآن کی بعض آیات دوسری بعض آیات کی تفسیر کرتی ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ جن مفسرین نے نور سے مراد دین اسلام لیا ہے ان کا قول بہ نسبت پہلے دونوں قولوں کے زیادہ قوی ہے کیونکہ دوسرے لفظ نور سے مراد دین اسلام ہے اور وہ عین اول ہو تو پہلے لفظ نور سے مراد بھی دین اسلام ہوگا۔

بخاری صاحب یہ آپ کے نزدیک قول ہوسکتا ہے کہ نور سے اسلام مراد ہے حالانکہ نور سے نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس مراد لینے والے اسلام مراد لینے والے مفسرین سے کہیں زیادہ ہیں۔ پھر اسلام مراد ہونا قول قوی کس طرح ہوسکتا ہے؟

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ ہجری آیت کے تحت ارقام فرماتے ہیں۔

وفیہ اقوال (الاول) ان المرادبالنور محمد و بالکتاب القران (والثانی) انا لمراد بالنور الاسلام وبالکتاب القرآن (الثالث) النور والکتاب ھو القران وھذا ضعیف لان العطف یوجب المغائرۃ
(تفسیر کبیر جلد نمبر ۳ صفحہ ۳۹۵)

اوراس آیت میں کئی اقوال ہیں۔ پہلا یہ کہ بے شک نور سے مراد محمد ﷺ اور کتاب سے قرآن کریم دوسرا یہ کہ نور سے اسلام مراد ہے اور کتاب سے قرآن۔ تیسرا یہ کہ نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن کریم ہو اور یہ کمزور بات ہے کیونکہ عطف تغائر کو چاہتا ہے۔

الغرض قوی قول نور سے مراد حضور نبی کریم ﷺ ہی مراد تھے۔

سید المفسرین حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قد جاءکم من اللہ نور یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد ﷺ

(تفسیر ابن عباس ص ۷۲)

بخاری صاحب سید المفسرین حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فرمان کے آگے تمہاری دلیل مانی ہی نہیں جاسکتی۔

ان کے علاوہ ملاحظہ فرمائیں

تفسیر سراج المنیر ص ۳۶۰، تفسیر مدارک التنزیل جلد ۱ صفحہ ۲۰۶

تفسیر ابو سعود جلد ۴ صفحہ ۳۶۰، شفاء شریف ج ۱ ص ۱۱

تفسیر بغوی جلد دوم ص ۲۸ طبع دار الفکر

تفسیر نسفی جلد اص ۴۴۱ دار الفکر بیروت

بخاری صاحب آپ کے تمام حوالوں میں کسی بھی طرح نور و کتاب مبین والی صورت ہے ہی نہیں احتمال تو پیدا ہی وہاں ہوتا ہے جہاں دو یا زیادہ چیزیں ہوں۔

بخاری صاحب آگے صفحہ نمبر ۲۵۳ میں لکھتے ہیں۔

ہماری تحقیق یہ ہے کہ جن مفسرین نے نور سے مراد قرآن لیا ہے ان کا قول زیادہ محکم ہے۔ ہماری تحقیق کی بنیاد مندرجہ ذیل امور پر ہے۔

(۱) وانزلنا الیکم نورا مبینا (پ ۶ سورۃ النساء)

اور اتارا ہم نے اس کی طرف نور مبین کو یعنی قرآن کو

(۲) واتبعو االنور الذی معه (پ ۱۹ اعراف آیت)

اور پیروی کی انہوں نے اس نور کی جو اتارا گیا اس کے ساتھ

(۳) فامنو ا باللہ و رسولہ والنور الذی انزلنا معه (سورۃ التغابن آیت ۸)

پس ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے اور اس کے رسول کے اور اس کے نور جو اتارا ہم نے اس کے ساتھ۔

مذکورہ بالا آیات خارجی قرینہ ہیں کہ (قد جاء کم من اللہ نور) آیت میں بھی نور سے مراد قرآن ہے۔

بخاری صاحب اسکے لئے بھی میرے مذکورہ بالا دلائل کافی ہیں۔

نیز بخاری صاحب جب آپ نے خود ہی چار احتمال ثابت کر کے اذا جاء الا حتمال بطل الاستدلال سے اس سے استدلال ہی باطل قرار دے دیا تو پھر نور سے

اسلام اور پھر نور سے قرآن مراد لینا زیادہ قول محکم ہے کی حیثیت ہی کیا رہ گئی؟

تمہارے نزدیک یہ اقوال محکم ہیں لیکن ہمارے نزدیک قول محکم یہ ہے کہ یہاں نور سے مراد نبی کریم ﷺ کی ذات مبارک ہے۔ جیسے کہ مفسرین کی ایک کثیر تعداد ہمارے ساتھ ہے۔ بخاری صاحب آگے صفحہ نمبر ۲۵۴ میں ایک سوال اور اس کا جواب اس طرح لکھتے ہیں۔ (مختصر بیان کروں گا)

سوال: نور و کتاب مبین میں واؤ عاطفہ ہے جو تغائر کو چاہتی ہے کتاب مبین سے مراد قرآن ہے اس لئے نور سے مراد قرآن نہیں ہو سکتا ورنہ واؤ عاطفہ کا تقاضا پورا نہیں ہوتا۔

جواب: آیت میں واؤ عطف تفسیر کیلئے ہے مطلب یہ ہے کہ لفظ مجمل ہے اس سے مراد واضح نہیں تھی۔ پس کتاب مبین کا اس پر عطف لا کر نور کی مراد بیان کر دی کہ نور سے مراد کتاب مبین ہے۔ معنی یہ ہیں کہ آ گیا ہے تمہارے پاس نور یعنی کتاب مبین۔ عطف تفسیری میں تغائر نہیں ہوتا قرآن مجید میں اسکی مثالیں موجود ہیں۔

مثلاً سورۃ یٰسین کی آیت نمبر ۶۹ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ میں ذکر سے مراد بھی قرآن ہے۔ قَدْ جَآءَكُمْ بَشِیْرٌ وَّنَذِیْرٌ تحقیق آ گیا تمہارے پاس بشیر اور نذیر (پ ۶ سورہ مائدہ آیت ۱۹)

اس آیت میں بشیر و نذیر سے مراد آنحضور ﷺ ہیں۔ یہ دونوں صفتیں رسول اللہ ﷺ کی ہیں۔ دونوں کا مصداق ایک ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ

سِرَاجًا مُّنِيْرًا

تحقیق ہم نے نے بھیجا آپ کو شاہد، مبشر، نذیر اور داعی الی اللہ بنا کر اپنے حکم سے اور سراج منیر بنا کر (پ۲۲ سورۃ احزاب آیت نمبر ۴۵، ۴۶)

اس آیت میں پانچ چیزوں کے درمیان واؤ موجود ہے اور پانچوں کا مصداق آنحضور ﷺ ہیں اور پانچوں صفتیں ہیں رسول اللہ ﷺ کی

بخاری صاحب اگر آپ کی مثالیں درست ہیں تو مفسرین کو ''نور و کتاب مبین'' کی تفسیر میں ان مثالوں سے سمجھ کیوں نہ آئی۔ انہوں نے کیوں وہاں چار احتمال پیدا کر دیئے اور تمہارے بقول استدلال باطل کر دیا۔ وہاں تو واؤ عاطفہ تغائر کو چاہے اور یہاں واؤ عاطفہ عطف تفسیری میں تبدیل ہو کر تغائر کو ختم کر دے۔ کوئی وجہ تو ہو گی کہ یہاں دو احتمال نہ ہوئے۔ آپ کے نزدیک بشیر و نذیر کا مصداق ایک۔ شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ اور سراج منیر کا مصداق ایک۔ اس لئے نور و کتاب مبین کا مصداق ایک ہے یعنی قرآن مجید۔ قارئین کرام میں بخاری صاحب کی مذکورہ بالا آیات کو مکمل پیش کرتا ہوں۔

(۱) وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ

اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کے شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن (پ۲۳ سورہ یٰسین آیت نمبر ۶۹)

(۲) يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ

اے کتاب والو! بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ

تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا کہ کبھی کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا تو یہ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے ہیں۔ (پ ٦ سورہ المائدہ آیت نمبر ١٩)

(٣) یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۔ وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔

اے نبی بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر، اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔ (پ ٢٢ سورہ الاحزاب آیت نمبر ٤٥، ٤٦)

اب ''قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین'' کی پوری آیت ملاحظہ فرمائیں۔

یٰٓاَهْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ کَثِیْرًا مِّمَّا کُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْکِتٰبِ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ، قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ

اے کتاب والو! بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی چیزیں وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت سی معاف فرماتے ہیں بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

مین قارئین سے التماس کروں گا کہ وہ بخاری صاحب کی دلیل جو انہوں نے اوپر کی تین مثالیں دے کر ثابت کرنے کی کوشش کی تھی اس پر غور فرمائیں۔ وہ

تینوں آیات اور رسول کریم ﷺ کے نور ہونے کی ہماری دلیل کی آیت آپ کے سامنے ہے۔ آیت کے ماقبل اس بات کا قرینہ موجود ہوتا ہے جو اس آیت کی مکمل وضاحت کرتا ہے۔

آیت نمبر ا میں مشرکین مکہ کا قرآن کریم کو شعر

کہنا اس بات کا قرینہ ہے کہ ذکر اور قرآن مبین سے مراد یہاں قرآن مجید فرقان حمید ہے۔

آیت نمبر ۲ میں قد جاء کم رسولنا واضح کرتا ہے کہ بشر، نذیر سے مراد یہاں حضور نبی کریم ﷺ ہیں۔

آیت نمبر ۳ میں یایها النبی واضح کرتا ہے کہ یہاں شاھد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ اور سراج منیر سے مراد حضور نبی کریم ﷺ ہیں۔

اسی طرح ہماری آیت میں قد جاء کم رسولنا واضح کرتا ہے کہ یہاں نور سے مراد حضور نبی کریم ﷺ ہیں اور میرے خیال میں تخفون من الکتب کے الفاظ بھی واضح کرتے ہیں کہ کتب مبین سے مراد قرآن مجید فرقان حمید ہے۔

عبارت سے ماقبل کے قرینہ کو اگر ملحوظ نہ رکھیں تو کئی آیات کے مفہوم ہی بدل جائیں۔ میں بھی ایک دلیل پیش کر دیتا ہوں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَا لِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

محمد ﷺ تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پہلے۔

اگر ماقبل قرینہ کو ملحوظ نہ رکھیں تو رسول اللہ اور خاتم النبین کا مفہوم ہی بدل جائے۔ خاتم النبین صرف اور صرف حضرت محمد ﷺ ہیں۔

آگے بخاری صاحب صفحہ نمبر ۲۵۶ میں الزامی جواب کے تحت لکھتے ہیں۔

اس سوال کا دوسرا الزامی جواب یہ ہے کہ مولوی عبدالغفور صاحب ہزاروی نے خود اپنی کتاب سراج منیر میں ملا علی قاری اور علامہ آلوسی کے اقوال نقل کیے ہیں کہ ان میں بھی کوئی استبعاد نہیں کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد رسول اللہ ﷺ ہوں۔ (دیکھیے سراج منیر ص ۴۰، ۴۱)

اگر نور و کتاب مبین دونوں آنحضرت ﷺ کی ذات ہو تو کوئی استبعاد نہیں ہے، واو عاطفہ اس میں حائل نہیں ہو سکتی تو اگر نور و کتاب مبین دونوں سے قرآن مراد ہو تو کون سا استحالہ لازم آجاتا ہے؟

بخاری صاحب فرق صرف اتنا ہے کہ ہم قرآن کو نور ماننے کے ساتھ ساتھ صاحب قرآن کو بھی نور مانتے ہیں اور دوسری طرف آپ قرآن کو تو نور مانتے ہیں لیکن صاحب قرآن کو نور ماننے سے ہچکچاتے ہیں۔ نبوت کو تو نور مانتے ہیں صاحب نبوت کو نور ماننے سے ہچکچاتے ہیں۔ اسلام کو تو نور مانتے ہیں پیغمبر اسلام کو نور ماننے سے ہچکچاتے ہیں۔

بخاری صاحب آگے صفحہ نمبر ۲۵۷ میں لکھتے ہیں۔

تیسری چیز جس پر ہماری تحقیق کی بنیاد ہے وہ مندرجہ ذیل دو آیتیں ہیں

(۱) طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ

طس، یہ آیتیں ہیں قرآن یعنی کتاب مبین کی۔

(پ۱۹ سورہ نمل آیت ۱)

(۲) الٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ وَ قُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ
الر، یہ آیتیں ہیں کتاب یعنی قرآن مبین کی

(پ۱۴ سورۃ الحجرات آیت نمبر ۱)

پہلی آیت میں کتاب مبین کا عطف القرآن پر کیا گیا ہے اور زیر بحث آیت میں کتاب مبین کا عطف نور پر کیا گیا ہے پس نور سے مراد القرآن ہے۔ اور دوسری آیت میں قرآن مبین کا عطف الکتاب پر کیا گیا ہے اور دونوں سے مراد ایک ہے۔

بخاری صاحب قد جاءکم من اللہ نور کتاب مبین میں واؤ عاطفی ہے جو تغائر کو چاہتا ہے۔ آپ یہاں اصل کو چھوڑ کو مجاز کو ترجیح دے رہے ہیں۔ اوپر مذکورہ آیت میں عطف تفسیری ہے اور تلک ایات کے الفاظ نے ان کی صاف وضاحت کر دی ہے۔ کہ قرآن اور کتاب مبین ایک ہیں۔ الکتاب اور قرآن مبین ایک ہیں۔ لیکن قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین میں نور اور کتاب مبین علیحدہ علیحدہ ہیں۔ کیا کسی مفسر نے مذکورہ بالا آیات میں دو احتمال ثابت کیے ہیں؟؟

تحقیق مسئلہ بشریت کا سرسری جائزہ

''تحقیق مسئلہ بشریت'' مولوی بشیر احمد حسینی کا ۳۲ صفحات کا رسالہ ہے۔ اور دیو بندی جہالت کا پلندہ ہے۔ حسینی صاحب فرنٹ پیج (Front Page) پر لکھتے ہیں۔

قرآن مجید اور احادیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ تمام حضرات انبیاء بشر تھے اور اعتراضات کے جوابات نہایت ہی بہترین انداز میں دیے گئے ہیں۔

مولوی بشیر احمد صاحب صفحہ نمبر ۲ پر '' قرآن مجید میں مسئلہ بشریت انبیاء کی اہمیت'' کے تحت لکھتے ہیں۔

جس مسئلہ پر لکھا جا رہا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ضرورت واہمیت کو قرآن مجید سے تحریر کر دیا جائے تا کہ اہل اسلام اس کے صحیح مقام اور حقیقت کو پا سکیں

پہلا مقام:۔ یا ایھا الناس ضرب مثل فاستمعوا له ان الذین تدعون من دون الله لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا له وان یسلبهم الذباب شیئاً لا یستنقذوه منه ضعف الطالب ولمطلوب. ما قدروا الله حق قدره ان الله لقوی عزیز۔ (پ ۱۷ سورہ الحج آیت نمبر ۷۳، ۷۴)

ترجمہ: لوگو ایک کہاوت کہی ہے اس کو کان رکھو جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا ہرگز نہ بنا سکیں ایک مکھی اگرچہ سارے جمع ہوں اور اگر چھین لے ان سے مکھی چھڑا نہ سکیں وہ اس سے۔ بودا ہے چاہنے والا اور جن کو چاہتا ہے ۔اللہ کی قدر نہیں سمجھی جیسی اسکی قدر ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ زورآور ہے زبردست۔

مولوی بشیر احمد صاحب یہ بتوں کے متعلق آیت پیش کر کے مسئلہ بشریت انبیاء کی اہمیت واضح کر رہے ہیں۔ جاہلو! من دون اللہ تو سارے جمع ہو کر ایک مکھی نہیں بنا سکتے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام ہاتھ سے مٹی کی چڑیا بنا کر اس میں اللہ کے اذن سے جان ڈال دیتے قدیم مردے اللہ کے حکم سے زندہ کر دیتے۔

من دون اللہ کے متعلق اور ان کی عبادت کرنے والوں کے متعلق ہے۔

بودا ہے چاہنے والا اور جن کو چاہتا ہے۔

کیا اللہ کے نبی اور ولی بودے ہوتے ہیں؟

انبیاء اور اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں معبود نہیں ہیں۔ تم ہم پر ان کو معبود قرار دینے کا الزام لگاتے ہو۔ اس طرح ہمیں مشرک کافر ثابت کرتے ہو۔ کیونکہ ہم ہیں نہیں اس لئے یہ شرک، کفر کا فتویٰ حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق تم پر ہی لوٹ جاتا ہے۔

دیوبندی جاہلو! عقل کے ناخن لو کیوں جھوٹے فتوے لگا کر اپنی آخرت برباد کر رہے ہو۔

من دون اللہ کو ماننے والوں نے تو اللہ کی قدر نہ مانی کہ اس کے مقابلہ میں اور معبود بنا لئے ان میں اختیار مان لئے لیکن ہم تو صرف اس ذات واحد کو ہی معبود مانتے ہیں اور اپنی ہر عبادت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ فقط اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ادا کرتے ہیں اور اللہ کے محبوبوں، انبیاء اور اولیاء میں اللہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر ایک ذرہ کا بھی اختیار نہیں مانتے ان کے وسیلہ جلیلہ کو مانتے ہیں ان کو معبود نہیں مانتے۔ اگر کوئی جاہل انہیں متصرف بالذات سمجھ کر ایسا کچھ کرتا ہے تو یہ اس جاہل کی جہالت تم

تمام صحیح العقیدہ مسلمانوں پر لگا کر کیوں اپنی آخرت برباد کرتے ہو!!

دوسرا مقام:۔بل الله فاعبدو کن من الشکرین . وما قدرو الله حق قدرہ. پ۲۴

ترجمہ:۔ بلکہ اللہ کو ہی پوج اور رہ حق ماننے والوں میں۔اور نہیں سمجھے اللہ کو جتنا کچھ وہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس کلام پاک میں اپنی توحید کا اثبات اور شرک کی تردید بیان فرما کر مشرکین پر اپنا شکوہ مَا قَدَرُوْ اللّٰه حَقَّ قَدْرِہٖ کے الفاظ سے بیان فرمایا۔

مَا قَدَرُوْا اللّٰه حَقَّ قَدْرِہٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ

ترجمہ:۔اور انہوں نے نہ جانچا اللہ کو پورا جانچنا جب کہنے لگے اللہ نے اتارا نہیں کسی انسان پر کچھ۔ (پ ۷ سورہ الانعام آیت نمبر ۹۱)

دیوبندیو! یہ تمہاری جہالت ہے کہ خود اللہ تعالیٰ کو اتنا سمجھتے نہیں جتنا اس کا حق ہے اور الزام ہمیں دیتے ہو۔رسول کریم ﷺ کے مطابق محدود ما کان وما یکون دو حدوں کے اندر غیر مستقل علم غیب کو بھی اگر کوئی ظنی عقیدہ میں مانے تو کہتے ہو اللہ سے ملا دیا۔کیا اسطرح تم اللہ تعالیٰ کے ذاتی، لامحدود، مستقل علم غیب کو گھٹا نہیں رہے ہوتے؟؟

ہمارے نزدیک تو جو عطائی محدود علم ہم تسلیم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ذاتی لا محدود علم کے بحر بے پیدا کنار کے آگے ایک قطرہ کے کروڑ ہویں حصہ کے برابر بھی نہیں ہے۔

قلم کے لئے بعطائے الٰہی علم ماکان و مایکون مان لو، شیطان کے لئے شیطانی علم ماکان و مایکون مان لو تو اللہ تعالیٰ عالم الغیوب کے علم میں کوئی فرق نہ آئے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کے لئے ان کی شان کے لائق عطائی علم ماکان و یکون مانیں تو فوراً مشرک ہونے کا فتویٰ جڑ دو!!

کیا یہ آیت انبیاء اولیاء کرام کے متعلق نازل ہوئی ہے؟

کیا وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا حق ماننے والے نہیں تھے؟

کیا وہ اللہ تعالیٰ کو اتنا نہ سمجھے جتنا سمجھنے کا حق تھا؟

خود اقرار کرتے ہو اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر اپنا شکوہ ماقدروا اللہ حق قدرہٖ کے الفاظ سے بیان فرمایا ہے مشرکین کی آیت مسلمانوں پر لگاتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آئی۔ تم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق ہو ہی شر پسند۔

مولوی بشیر احمد صاحب دوسری آیت جو قرآن مجید سے مسئلہ بشریت کی اہمیت بیان کرنے کیلئے بطور دلیل پیش کی ہے اس کے نیچے لکھتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مقام پر بشریت انبیاء علیہ السلام کے منکرین کا شکوہ بھی ماقدروا اللہ حق قدرہٖ کے الفاظ ہی سے بیان فرمایا۔ اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا منکر اور مشرک مسلمان نہیں۔ غور فرمایئے کہ اس مسئلہ کی کتنی اہمیت بیان فرمائی گئی ہے۔

جاہل دیوبندیو! اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ان مشرکین نے اس بات کا انکار کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کچھ نہیں اتارا، وحی نازل نہیں فرمائی، کتاب نازل نہیں فرمائی، دوسرے معنوں میں پیغمبر نہیں بنایا اور آپ اس حقیقی پہلو کو چھوڑ کر مسلمانوں کو

مشرک اور کافر بنانے کے لئے، مشرکین کے لئے اللہ تعالیٰ کے قول کو مسلمانوں پر لگا رہے ہیں اور بشریت کی اہمیت ثابت کر رہے ہیں۔ کیا کسی بھی مسلمان نے انبیاء کرام علیہم السلام پر کچھ بھی نازل نہ ہونے کا قول لکھا ہے؟ ہمارے نزدیک تو وحی الٰہی کا منکر کافر، الہامی کتابوں کا انکار کرنے والا کافر، انبیاء کرام کی توہین کرنے والا کافر، انبیاء کرام کی بشریت کا منکر کافر ہے۔

کیا اس طرح انہوں نے نبی کا انکار کر کے، وحی الٰہی کا انکار کر کے، نبی علیہ السلام کی توہین کر کے کفر نہیں کیا تھا؟

جاہلو! دلیل میں کچھ تو مطابقت پیدا کر لیا کرو۔

آگے صفحہ نمبر ۴ میں ''اہلسنت والجماعت کا صحیح عقیدہ'' کے تحت لکھتے ہیں۔

''حضرت محمد مصطفٰے ﷺ جنس کے لحاظ سے انسان تھے اور مرتبہ کے لحاظ سے تمام مخلوقات سے اعلیٰ وافضل ہیں۔

مولوی بشیر احمد صاحب! انبیاء کرام کا جنس کے لحاظ سے بشر ہونے کا بیان میں نے پیچھے درجنوں مقامات پر کر دیا ہے۔ بلاشبہ انبیاء کرام جنس کے لحاظ سے انسان تھے اور مرتبہ کے لحاظ سے تمام مخلوقات سے اعلیٰ وافضل ہیں لیکن عقیدہ بیان کرتے وقت اپنے اکابرین کی بشریت انبیاء کرام کے متعلق توہین آمیز عبارات بھی ذہن میں دہرالیا کرو۔

کیا انبیاء کرام کا مرتبہ آپ کے بڑے بھائی جتنا ہے۔

کیا انبیاء کرام کا مرتبہ گاؤں کے چوہدری جیسا ہے۔

تقویۃ الایمان کا مطالعہ کر کے صحیح عقیدہ لکھا کرو۔ اس مسئلہ میں ہمارا تمہارا

اختلاف تو تقویۃ الایمان کی عبارات سے ہی شروع ہوا ہے۔

آگے پہلا بات ''تخلیق حضرت آدم علیہ السلام'' کے تحت یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اللہ نے کھنکھناتی مٹی سے ایک بشر بنایا۔

ونفخت فیه من روحی

اس میں اپنی روح پھونکی تو روح پھونکنے سے حضرت آدم علیہ السلام جیتے جاگتے بشر بن گئے ابلیس نے اس مٹی سے بنے بشر کو حقارت سے دیکھا اور حکم ربانی سے انکار کرتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا اور اس وجہ سے ذلیل کر کے نکال دیا گیا۔

ثابت ہوا کہ جو بشر کو حقیر سمجھے وہ خود حقیر ہے اور اس پر قیامت کے دن تک پھٹکار ہے صرف اسی پر پھٹکار نہیں جو اسکی اتباع کرے گا وہ بھی اس کے ساتھ جہنم رسید ہوگا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جو بشر کو ذلیل سمجھے اور تمام مخلوقات سے ساخت کے اعتبار سے افضل نہ مانے تو اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی لعنت ہے۔

اصل میں دیو بندی بنیادی اور ضروری پہلو کو نظر انداز کرتے ہوئے اہلسنت وجماعت کو بشریت انبیاء کرام کا منکر ثابت کرنے کے لئے جاہلانہ حربے استعمال کرتے ہیں۔

بنیادی بات حکم ربانی کا انکار تھا۔ ونفخت فیہ من روحی کی توہین تھی۔ یہ روح نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس بھی عالم ارواح میں ہوسکتی ہے۔ اور اس سے آگے ساری مخلوقات بنانے والی احادیث جو میں نے پیچھے بیان کیں ان کی وضاحت بھی ہو جاتی ہے۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے تمام مخلوق پیدا ہونے کی حقیقت

بھی ونفخت فیہ من روحی سے واضح ہو جاتی ہے۔

یہاں بھی غورطلب بات یہ ہے کہ روح کیا اللہ تعالیٰ نے براہ راست بلا واسطہ تخلیق فرما کر پھونکی تھی یا یہ اللہ کی ذاتی نور کا ٹکڑا تھی؟ بلاشبہ تخلیق والی بات ہی صحیح ہے۔ روح پھونکے جانے سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کا جسم بے حس وحرکت تھا۔ اس طرح اول جاندار تخلیق (اول مخلوق) وہ روح (ونفخت فیہ من روحی) ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس روح جاندار کی تقسیم فرمائی اور تمام اول تا آخر انسانوں کی روحوں کو پیدا فرمایا۔ یہ روحیں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ضرور نکلیں لیکن وہ روح (ونفخت فیہ من روحی) سب کی بنیادی اکائی ہے۔ تمام روحیں اسکا ہی جزو ہیں۔ پس اول ماخلق اللہ نوری کی حدیث صحیح ہے۔ کیونکہ وہ روح (ونفخت فیہ من روحی) حضور نبی کریم ﷺ ثابت ہوتے ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ کی حقیقت نورانی ہونا بھی ثابت ہوتی ہے۔

دوسری غورطلب بات یہ ہے کہ دیوبندیوں کے مطابق اللہ تو بشر کو افضل قرار دے رہا ہے اور اہلسنت و جماعت (بریلوی) بشر کی توہین کر کے شیطان کے ساتھی ثابت ہو رہے ہیں۔ جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ خود ہی بشر کے متعلق کیا کچھ فرماتا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمالیں ہم انبیاء کرام کی بشریت کو کیوں بے مثل قرار دیتے ہیں اسکی حقیقت ان آیات سے واضح ہو جائے گی۔

فَاِنَّ اللّٰہَ عَدُوٌّ لِّلْکٰفِرِیْنَ

تو اللہ دشمن ہے کافروں کا (پ١-ع١٢)

وَاللّٰہُ لَا یَھْدِ الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ

اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا (پ١٠-ع١٦)

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ

نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔ (پ ا۔ع ا)

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں برائی کا حکم دیں اور بھلائی سے روکیں۔ (پ ۱۰۔ع ۱۵)

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ

یہ وہی ہیں کافر بدکار (پ ۳۰۔ع ۵)

وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ

اور اللہ کی ان پر لعنت ہے (پ ۱۰۔ع ۵)

لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ

جھوٹوں پر اللہ کی لعنت (پ ۱۳۔ع ۱۴)

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ

ارے ظالموں پر خدا کی لعنت (پ ۱۲۔ع ۲)

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

وہ دوزخ والے ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا (پ ا۔ع ۴)

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

وہی نقصان میں ہیں (پ ا۔ع ۳)

کیا یہ کافر، فاسق، ضال، منافق، فاجر، ملعون، جھوٹے، ظالم، ناری جہنمی،

خائب وخاسر بشر نوری فرشتوں سے افضل ہیں؟ ہرگز نہیں۔ گر فرق مراتب نکنی زندیقی۔ بلکہ قرآن مجید میں تو بشر کے متعلق ہی یہاں تک آیا ہے۔

كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ

گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہوں کہ شیر سے بھاگے ہوں۔

(پ۲۹-ع۱۶)

كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ

کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے۔ (پ۹-ع۱۲)

اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ

وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ (پ۹-ع۱۲)

اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ

وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔ (پ۳۰-ع۲۳)

اب دیوبندی حضرات بتائیں کہ اللہ کس بشر کو سجدہ کروا رہا ہے

بلاشبہ وہ بشر جو نفخت فيه من روحى کے اعزاز والا ہے۔

بلاشبہ اس بشر کی توہین کفر ہے۔

بلاشبہ تمام بشروں کو جنس بشر ہونے کی بنا پر نوری فرشتوں سے افضل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

کفار اور مشرک جو انبیاء کرام کو اپنے جیسا ثابت کرتے تھے تو وہ نزول وحی، اعزاز پیغمبری کے بالکل منکر ہو کر کرتے تھے۔ اگر تم بھی منکر ہو تو کافروں والی مثالیں

پیش کر کے کافروں اور پیغمبروں کو ایک جیسا ثابت کرلو۔ میں تو یہی کہوں گا کہ آپ کے لئے بھی یہ مثال فٹ آتی ہے۔

کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا

گدھے کے مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے (پ ۲۸۔ع ۱۱)

آخر میں قارئین کیلئے یہی مشورہ ہے کہ

وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِیْنَ

اور جاہلوں سے منہ پھیرلو (پ ۹۔ع ۱۴)

مولوی بشیر احمد صاحب کا دوسرا باب ''بشر افضل ہے یا نور'' ہے۔

مولوی صاحب یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی نورانیت اس لئے ثابت کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک نور بشر سے افضل ہے!! جبکہ ہم نے اپنا عقیدہ واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ ہاں وہ روح یعنی ونفخت فیه من روحی کو ہم مخلوقات سے افضل مانتے ہیں۔ اور بشروں میں جو درجہ بندی ہے وہ بھی میں نے پیچھے بیان کردی ہے۔

المختصر نوری فرشتوں کے حضرت آدم علیہ السلام کو، جو کہ بشر تھے، سجدہ کرنے سے کلیتہً بشر کی نوری فرشتوں پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی حضرت آدم علیہ السلام کو جو یہ فضیلت حاصل ہوئی تو وہ نفخت فیه من روحی کی وجہ سے تھی۔

فرشتے نوری مخلوق صرف مومن مسلمانوں کی مغفرت کے لئے دعا کرتے ہیں نا کہ تمام بشروں کے لئے اس لئے اس دلیل سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ کیونکہ وہ بشر کے لئے استغفار کرتے ہیں تو ہر بشر ان سے افضل ہو۔ حضور نبی کریم ﷺ بھی

مومنین اور اپنے گنہگار امتیوں کی بخشش کے لئے دعا کرتے ہیں کیا یہاں بھی یہ کلیہ استعمال کر سکتے ہو؟؟

مولوی بشیر احمد صاحب کا تیسرا باب "بشر کے متعلق کفار کا نظریہ"

مولوی بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں "قارئین کرام! اس باب میں بشریت انبیاء علیہم السلام پر پانچ دلیلیں ہیں اور ہم اس باب میں ان انبیاء کا ذکر کریں گے جن کے سامنے کافروں نے کہا کہ صرف اسی وجہ سے ہم آپ کو نبی تسلیم نہیں کرتے کیونکہ آپ بھی ہماری طرح جنس کے لحاظ سے بشر ہیں اور یہ بھی کہا کہ ہم میں کوئی فرشتہ نبی ہو کر آنا چاہیے تھا۔

بشیر احمد صاحب کے دلائل سے پہلے میں آپ کی توجہ اس طرف بھی دلانا چاہوں گا کہ آپ یہ بھی غور فرمائیں کہ کیا جنس کے لحاظ سے بشر ہونے کی وجہ ہی انبیاء کا انکار کیا گیا یا کہ اس کے ساتھ اور پہلو بھی نمایاں تھے جو کہ ان کے کفر کی بنیادی وجوہات میں سے ہیں۔

کیا وہ کفار دیوبندیوں کی طرح اپنے آپ کو انبیاء کرام کی طرح کا یا ان سے افضل نہیں سمجھتے تھے؟

کیا وہ انبیاء کرام پر کچھ بھی نہ اترنے کا عقیدہ رکھ کر ان کو عام بشر جس پر کچھ بھی نازل نہیں ہوتا کی طرح نہ خیال کرتے تھے۔ کیا وحی الٰہی نازل ہونے والے بشر اور جس پر کچھ بھی نازل نہ ہو اس بشر میں فرق نہیں کرنا چاہیے؟

کیا ہم انبیاء کرام کے جنس بشر سے ہونے اور افضل البشر ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتے؟

انبیاء کرام کی جنس کو بیان کرنا اور انبیاء کرام کو بڑے بھائی کی طرح عام بشر اور گاؤں کے چوہدری کی طرح کا عام بشر قرار دینے میں جو فرق ہے اس کو ملحوظ رکھیں۔

جنس کا اختلاف نہیں بلکہ انبیاء کرام کی بے مثل بشریت کو عام بشریت ثابت کرنے کے لئے جو دلائل دیتے ہو اس میں اختلاف ہے۔ اور کفار بھی انبیاء کرام کو عام بشر ثابت کرتے تھے اس لئے ان کے دلائل ہی تم بھی بیان کرو گے۔

پہلی دلیل بر بشریت حضرت نوح علیہ السلام:

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ (پ ۱۸ سورہ المومنون آیت نمبر ۲۴)

ترجمہ: ''تب بولے سردار جو منکر تھے اس کی قوم کے یہ کیا ہے ایک آدمی ہے جیسے تم، چاہتا ہے کہ بڑائی کرے تم پر اور اگر اللہ چاہتا تو اتارتا فرشتے ہم نے یہ نہیں سنا اپنے اگلے باپ دادوں سے''۔

اگر حضرت نوح علیہ السلام بشر نہ ہوتے تو ان کو صاف فرما دیتے کہ میں بشر نہیں ہوں لیکن حضرت نوح علیہ السلام نے ایسا نہیں فرمایا۔ تو معلوم ہوا حضرت نوح بھی اولادِ آدم ہیں۔ (مختصراً)

مولوی بشیر احمد صاحب ان کفار نے بھی آپ کی طرح حضرت نوح علیہ السلام کو عام بشر سمجھا اور یہ فرق تسلیم نہ کیا کہ نبی جنس بشر سے ہونے کے باوجود وحی الٰہی کا حامل ہے۔ وہ سمجھتے کہ یہ عام بشر ہے اور نبوت کا دعویدار ہے۔ اسے کوئی مقام و

مرتبہ عطا نہیں فرمایا گیا۔ اور وہ نزول وحی کا متحمل فرشتوں کو سمجھتے تھے حالانکہ انہوں نے کبھی فرشتے دیکھے بھی نہیں تھے۔

مختصراً یہی کہوں گا کہ ان کا قصور صرف بشر کو نبی تسلیم نہ کرنا ہی نہیں تھا۔ وہ بشر اور بشر رسول (جس پر وحی نازل ہوتی ہے۔ جسے اللہ نبوت سے نوازتا ہے) میں فرق نہ کرنے کے بھی قصوروار تھے۔ وحی الٰہی کا انکار کفر ہے۔ انبیاء کا انکار کفر ہے نبی علیہ السلام کی توہین کفر ہے۔

دوسری دلیل بر بشریت حضرت ہود علیہ السلام:

وَقَالَ الْمَلَاُمِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ۔ (پ ۱۸ سورہ المومنون آیت نمبر ۳۳)

ترجمہ: ''اور بولے سردار اس قوم کے جو منکر تھے اور جھٹلاتے تھے آخرت کی ملاقات کو اور آرام دیا تھا ان کو ہم نے دنیا کے جیتے اور کچھ نہیں یہ ایک آدمی ہے جیسے تم کھاتا ہے جس قسم سے تم کھاتے ہو اور پیتا ہے جس قسم سے تم پیتے ہو۔''

حضرت ہود علیہ السلام اگر بشر نہ ہوتے تو صاف فرمادیتے کہ میں بشر نہیں ہوں اور ان کافر سرداروں کو ہدایت آجاتی۔ کیا ایک دفعہ بھی فرمایا کہ میں بشر نہیں ہوں۔ قرآن پاک میں کہیں بھی ایسا قول نہیں ملتا۔ ان کافر سرداروں نے بشریت کو دیکھا لیکن محبوبیت کو نہ دیکھا۔ آجکل برائے نام محبوبیت کو دیکھتے ہیں۔ اور بشریت کے منکر ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے وہ کافر سردار یہ کہتے تھے کہ بشر نبی نہیں ہو

سکتا۔اسی وجہ سے راہ مستقیم سے سینکڑوں میل دور رہے اور ہمارے مومن سردار یہ کہتے ہیں کہ نبی بشر نہیں ہوتا۔اسی طرح یہ بھی راہ مستقیم سے کروڑوں میل دور ہیں۔

مولوی بشیر احمد صاحب ہم پر انبیاء علیہم السلام کو جنس بشر سے نہ ماننے کا الزام قطعاً بے بنیاد اور تمہارے جھوٹ پر مبنی ہے۔دیو بندیوں کی یہ عادت ہے کہ جھوٹے الزامات لگا لگا کر مسلمانوں کو ہی مشرک و کافر ثابت کرتے رہتے ہیں۔

مولوی صاحب اگر آپ غور کرتے تو آپ کو سو فیصد یہ محسوس ہوتا کہ کافروں کی طرح دیو بندی بھی انبیاء کرام کی بشریت کو ہی دیکھتے ہیں، لیکن محبوبیت کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔اس لئے تو اتنی گستاخیوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔

مولوی صاحب جس طرح وحی الٰہی کا انکار کرنے والے..........کافر

انبیاء علیہم السلام کو جھٹلانے والے..........کافر

آخرت کے منکر..........کافر

اسی طرح انبیاء کرام کے امتیازی خصائص کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کو اپنے جیسے عام بشر کہنے والے بھی کافر ہوتے ہیں کیوں کہ ایسا وہ توہین کرنے کی سوچ سے کہتے ہیں۔اور انبیاء کرام کی توہین کفر ہے۔

تیسری دلیل بر بشریت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام:

ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ وَأَخَاهُ هَارُونَ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ . إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا عَالِينَ. فَقَالُوا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ

مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ (پ ۱۸ سورہ المومنون آیت نمبر ۴۵ تا ۴۷)

پھر بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور اس کا بھائی ہارون اپنی نشانیاں دیکر اور سند کھلی فرعون اور اس کے سرداروں پاس پھر بڑائی کرنے لگے اور تھے وہ لوگ چڑھ رہے۔ سو بولے کیا ہم مانیں گے ایک دو آدمیوں کو ہمارے برابر کے اور ان کی قوم کرتی ہے ہماری بندگی۔

مولو بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ اگر یہ دونوں نبی بشر نہ تھے تو قرآن پاک میں ضرور ہوتا کہ دونوں بشر نہیں ایسا نہ کہنا اس امر کی بین دلیل ہے کہ یہ دونوں نبی بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے برگزیدہ بشر تھے۔

مولوی بشیر احمد صاحب میں پھر پوچھوں گا کہ کس نے بشریت انبیاء علیہم السلام کا انکار کیا؟ کیا نبی کریم ﷺ کی نورانیت کو بیان کرنا اور ماننا، بشریت کا انکار کرنا ہے؟ اگر ایسا سمجھتے ہو تو اپنی جہالت وکم علمی پر افسوس کیجیے۔ نیز بشریت ثابت کرنے کے لئے جو کفار کی عبارات پیش کرتے ہو اس وقت انبیاء کرام کی عظمت و شان کو مدنظر نہیں رکھتے۔ اس آیت میں میں غور کرتے تو

نشانیوں کا انکار............ کفر

صحائف کا انکار............ کفر

وحی الٰہی کا انکار............ کفر

انبیاء کی توہین............ کفر

انبیاء کرام کو اپنے جیسا عام بشر قرار دیتے ہوئے امتیازی خصائص کا انکار کرنا............ کفر

چوتھی دلیل بر بشریت انبیاء:۔

قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

کہنے لگے تم تو یہی آدمی ہو ہم سے (سورہ ابرھیم پ ۱۳ آیت نمبر ۱۰)

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

ان کو کہا ان کے رسولوں نے ہم یہی آدمی ہیں جیسے تم لیکن اللہ احسان کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے۔ (پ ۱۳ سورہ ابرھیم آیت نمبر ۱۱)

مولوی بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ اگر یہ رسول بشر نہ تھے تو صاف فرما دیتے کہ ہم بشر نہیں ہیں۔ اگر انبیاء علیہم السلام باہر سے بشر تھے اور اندر سے بشر نہ تھے تو فرما دیتے کہ ہم باہر سے بشر ہیں اور اندر سے بشر نہیں ہیں۔ ایسا فرمانے سے ان کے باطل عقیدہ کا رد ہو جاتا اور ان کو ہدایت بھی آ جاتی۔ یہ نہ فرمانا اس امر کی بین دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام اندر اور باہر سے برگزیدہ بشر ہی تھے۔

مولوی صاحب! اللہ تعالیٰ نے تو قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ ہم فرشتے کو بھی بشر بنا کر بھیج دیتے تو پھر بھی تم اعتراض کرتے اور تم کہہ رہے ہو کہ وہ انکار نہ کرتے۔ وہ تو پھر بھی یہی کہتے کہ تم تو ہمارے جیسے بشر ہی نظر آتے ہو۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم کہتے ہو کہ ہم باہر سے بشر مانتے ہیں اور اندر سے بشر نہیں مانتے۔

آپ کی حقیقت نورانیت ہونا جو ہم بیان کرتے ہیں اس کو سمجھنے کی کوشش کرنے کی بجائے اندر باہر کے چکروں میں پڑ گئے۔

اندر باہر سے تم کسی طرح بھی ان کی طرح نہیں ہو۔ ان کی بشریت جنس بشر سے ہونے کے باوجود بے مثل ہے۔ ان کے ہر ہر عضو اور ادا کی ایک امتیازی شان ہے۔ پھر بھی اندر باہر سے اپنے برابر ایک جیسا قرار دینے پر تلے ہوئے ہو۔

ہم نے کس کتاب میں لکھا کہ نبی علیہ السلام فرشتہ تھے یا کسی اور جنس سے تھے

فرشتوں کی نورانیت ان کی بشریت کے مقابلے میں بیان کرنا ہی بے معنی ہے۔

فرشتوں کی نورانیت آپ کی نورانیت کی مثل ہی نہیں۔

نورانیت کئی قسموں کی ہے ہر قسم کی نورانیت آپ کی بشریت اور آپ کی نورانیت سے کم درجہ کی ہے۔

نیز بشیر احمد صاحب! یہ بھی تو غور کرتے کہ کفار جو انبیاء علیہم السلام کو عام بشر سمجھے اور اللہ تعالیٰ نے جو ان پر احسان کیا ہے۔ ان کو نبوت دی۔ کیا اس کا انکار کفر نہیں؟

کیا انبیاء کرام اور عام انسان ہم مرتبہ ہوتے ہیں؟

کیا نبوت ورسالت کا انکار کفر نہیں؟

پانچویں دلیل بر بشریت انبیاء:۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَىَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم حکم آتا ہے مجھ کو کہ تمہارا صاحب ایک

صاحب ہے۔ (پ ۱۶)

اگر آنحضرت ﷺ بشر نہ تھے تو ارشاد فرمادیتے کہ میں بشر نہیں ہوں لیکن آپ نے بحکم خداوندی اعلان فرمایا کہ میں جنس کے لحاظ سے تمہاری طرح بشر ہوں۔ لیکن مرتبہ کے لحاظ سے تمام انسانوں میں میرے جیسا کوئی نہیں۔

مولوی صاحب ہمیں منکر بشریت انبیاء علیہم السلام ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اور کفار کی آیتیں دلائل میں پیش کرتے جارہے ہیں۔

مشرکین مکہ تو اللہ کے ساتھ اپنے بتوں کو بھی منوانا چاہتے تھے وہ آپکا انکار تو نہیں کرتے تھے بلکہ اس چیز کے انکاری تھے جو آپ پر نازل ہوئی تھی وہ تو قرآن مجید کو تبدیل کروانا چاہتے تھے۔

مولوی صاحب ہم نے کس کتاب میں نبوت اور بشریت کو دو متضاد چیزیں ثابت کیا ہے؟

کیا مشرکین مکہ آپ کو عام بشر سمجھتے ہوئے یوحی الی کے منکر نہیں تھے؟

کیا وہ آپ کی جناب میں گستاخیوں کے مرتکب نہیں ہوتے تھے؟

کیا اللہ کے ساتھ دوسری معبودوں کو پوجنے والا کافر نہیں ہے؟

کیا وحی الٰہی (قرآن مجید) کا منکر کافر نہیں ہے؟

ان کا آپ کو اپنا سب سے بڑا سردار بنانے اور سب سے خوبصورت عورت کی پیش کش کرنا کس وجہ سے تھا؟

کیا وہ اللہ کے ساتھ اپنے معبودوں کو نہیں منوانا چاہتے تھے؟

کیا وہ یہ سوال نہیں کرتے تھے کہ آپ نے اتنے سارے معبودوں کو ایک

معبود کس طرح بنا دیا؟

چوتھا باب: اعتراضات وجوابات

منکرین کا لفظ قل پر نرالا نکتہ: قل میں یہ نکتہ ہے کہ خدا کہتا ہے کہ اے نبی ﷺ تو کہہ دے کہ میں تمہاری طرح جنس کے لحاظ سے بشر ہوں۔ لیکن میں (خدا) نہیں کہتا کہ تو جنس کے لحاظ سے بشر ہے۔

مولوی بشیر احمد صاحب میں تو یہی کہوں گا کہ دیوبندی حُبِ دیوبندیت میں کسی کو کچھ بھی کہنے اور لکھنے سے نہیں چوکتے۔ بنیادی نکتہ مشلکم تھا لیکن یہاں مولوی صاحب نے قل پر کئی معرکہ اراء خود ساختہ اعتراضات اور جوابات پیش کئے ہیں۔ کیا بہت سے مفسرین نے جو یہاں عاجزی کا پہلو بیان کیا ہے وہ قل سے نکالا ہے یا مشلکم سے نکالا ہے۔ خدا تعالیٰ نے بہت سی آیات میں انبیاء کرام کی بشریت بیان فرمائی ہے اور نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے کئی فرمودات میں اپنا بشر ہونا بیان فرمایا ہے۔ پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ میں خدا نہیں کہتا کہ آپ جنس کے لحاظ سے بشر نہیں۔ بلکہ یہ نکتہ ضرور ہے کہ آپ بشر ضرور ہیں لیکن ان کفار و مشرکین کی طرح کے بشر نہیں۔ آپ کی بشریت ان کی بشریت سے بہت افضل واعلیٰ ہے بلکہ آپ کی بشریت تمام بنی نوع انسان کی بشریت سے افضل واعلیٰ ہے پھر قل میں عاجزی نہیں مشلکم میں عاجزی ثابت ہے۔ کیا کوئی دیوبندی دعویٰ کرسکتا ہے کہ یہاں مشلکم میں عاجزی نہیں بلکہ حضور نبی کریم ﷺ کافروں مشرکوں کی طرح ہی کے بشر تھے۔

کیا اس میں عاجزی وانکساری کا پہلو نہیں کہ اپنی بشریت اور کفار و مشرکین

میں جو یُوحٰی اِلَیَّ کا اتنا بڑا فرق تھا جس کو تمام دنیا کے بشر مل کر بھی ختم نہیں کر سکتے تھے پھر بھی انا بشر مثلکم میں عاجزی وانکساری کو نہیں مان رہے۔

مولوی بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں ''بقول ان کے قل ھواللہ احد کے قل میں یہی نکتہ استعمال کر کے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ آپ پر ظاہر ہے''۔

یعنی آپ نبی کریم ﷺ کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے ویسے اللہ ایک نہیں۔ میں جو اللہ ایک ہے کہہ رہا ہوں بطور عاجزی انکساری کہہ رہا ہوں۔

مولوی بشیر احمد صاحب! وہاں مثلکم اور یوحی الی میں انکساری اور عاجزی کا پہلو ہے آپ خود جواب دیں کیا حضور کی بشریت کافروں مشرکوں کی بشریت کی طرح ہے؟ یوحی الی جیسے اتنے بڑے اعزاز کی حامل ذات انما انا بشر مثلکم کہہ کر عاجزی وانکساری کا اظہار نہیں فرما رہی۔ کیا یوحی الی نے آپ کی بشریت اور کافروں مشرکوں کی بشریت میں زمین وآسمان جتنا فرق پیدا نہیں کر دیا پھر بھی آپ جب ان کو انا بشر مثلکم فرمائیں تو کیا عاجزی وانکساری نہیں ہوگی؟

قل سے جو آپ نے نکات نکالے ہیں وہ آپ کی علمیت نہیں جاہلیت ہے۔

قل انما انا بشر۔ یہاں تک کہ مفہوم کو علیحدہ سمجھیں اور مثلکم کو علیحدہ سمجھیں۔ دونوں کو ملا کر آپ نبی کریم ﷺ کو کفار مشرکین کی ہی مثل ثابت نہ کرو۔

اور قل ھواللہ احد میں کوئی مثلکم والا معاملہ نہیں۔ اس لئے تمہاری دلیل ہی غلط ہے۔

آگے صفحہ نمبر ۱۸ میں لکھتے ہیں۔

اس نرالے نکتے کو تسلیم کر لینے کے بعد یہ بھی ثابت ہوا کہ قل انما انا کلام خدا

نہیں۔ جب خدا تعالیٰ نے آپ کو بشر کہا نہیں پھر کلام خدا کیسے ہو گیا۔ بلکہ حضور نے زبردستی قرآن مجید میں درج کرا دیا۔ استغفر اللہ

مولوی بشیر احمد صاحب! حضور نبی کریم کا ہر کلام کلام الٰہی اور حکم الٰہی کے مطابق ہے آپ اپنی طرف سے تو کچھ کہتے ہی نہیں۔ قل انما انا کا حکم کون دے رہا ہے؟ کیا یہ اللہ کا حکم نہیں پھر یہ کس طرح کلام خدا نہ ہوا۔ آپ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کلام کو دہرا رہے ہیں نہ کہ اپنی طرف سے کلام بنا رہے ہیں۔ پھر یہ کس طرح سوچا جا سکتا ہے کہ حضور نے زبردستی یہ الفاظ قرآن مجید میں داخل کر دیئے۔ کیا قل کا لفظ ثابت نہیں کر دیتا کہ یہ کلام الٰہی ہے۔

مولوی صاحب کیوں عجیب وغریب نکتے نکال نکال کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہو اور دیوبندی بناتے ہو۔

مولوی بشیر احمد صاحب اسی صفحہ نمبر ۱۸ میں
اعتراض نمبر ۳ کے تحت لکھتے ہیں
بشر مثلکم حضور نے کافروں کو فرمایا تھا مومنوں کو نہیں
اور اس کے جواب نمبر ا میں لکھتے ہیں

''سوچنے کی بات ہے۔ حضور نے جن کو فرمایا ہے کہ ان کی طرح بشر ہیں اور صحابہ کی طرح جنس کے لحاظ سے بشر نہیں''۔

بلاشبہ حضور نبی کریم ﷺ نے بشر مثلکم کافروں کو فرمایا کیوں کہ وہ آپ کو اپنے جیسا عام بشر تصور کرتے تھے جیسا کہ ہم نے پیچھے پچھلی امتوں کے کفار اور حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ کے کفار کی عبارات پیش کیں کہ وہ انبیاء کا اس لئے انکار

کرتے کہ وہ ان پر کچھ نازل نہ ہونا کہتے اور مومنین تو ماننے والے ہوتے ہیں وہ تو یوحی الی کا اقرار کرتے تھے۔ انہوں نے تو کبھی نہ کہا کہ آپ پر کچھ نازل نہیں ہوا۔ اس لئے یہاں بھی کفار کو یہی بتایا جارہا ہے کہ بے شک نبی جنس بشر سے ہوتا ہے۔ اور کفار چونکہ یوحی الی کے منکرین ہیں اس لئے اس کے ساتھ ہی یوحی الیٰ کا اظہار فرمادیا کہ نبی وہ بشر ہوتا ہے جو یوی الی کا حامل ہوتا ہے کیا کوئی کافر یوحی الی کا دعویدار ہوسکتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر کیوں اسکی نبوت ورسالت کا انکار کررہے ہو کیونکہ وہ بشر ہے۔

مولوی بشیر احمد صاحب اس کے جواب نمبر۲ میں لکھتے ہیں۔

پھر نبوت میں بھی کافروں کو فرمایا کہ نبی ہوں مومنوں کو نہیں فرمایا۔

استغفر اللہ۔

مولوی صاحب مومنین تو نبوت کو تسلیم کرنے والے تھے۔ نبوت کا اقرار، یوحی الی کا اقرار تو منکرین سے کروایا جارہا ہے نہ کہ ماننے والوں سے۔

مولوی صاحب کے جواب کا حاصل یہ بنتا ہے کہ

قل انما انا نبی مثلکم یوحی الی

مولوی صاجب اپنے عقیدے کے مطابق ہی قاسم نانوتوی کی عبارت کو مد نظر رکھتے ہوئے دلیل پیش کررہے ہے جب کہ ہمارے نزدیک جس طرح آپ کی نبوت آپ کے خاتم نبوت ہونے کی بناپر سب نبیوں سے افضل واعلیٰ ہے جس طرح آپ کے مثل نبی کوئی نہیں اسی طرح آپکی مثل بشر بھی کوئی نہیں۔ اس لئے آپ کے فرمانے کا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ اے کفار! یوحی الی نے میری بشریت کو بے مثل بنادیا ہے۔ اس لئے بشر مثلکم کے ساتھ ساتھ یوحی الی پر بھی ایمان لے آو۔

آگے مولوی بشیر احمد صاحب اس پر جواب نمبر۳ میں لکھتے ہیں۔

بشر مثلکم میں مماثلت جنس سے ہے نہ کہ رتبی۔ جو حضور کو رتبہ میں اپنے جیسا مانے اسلام کے ساتھ اسکا کوئی تعلق نہیں۔

مولوی صاحب بے شک نبی کریم ﷺ جنس بشر سے ہیں لیکن انکی بشریت کو بھی کافروں سے نہ ملاؤ جس طرح رتبہ میں ان کے کوئی برابر نہیں اسی طرح آپ کے بے مثل بشریت میں بھی کوئی آپ کے برابر نہیں۔ کیونکہ آپ نے انما انا بشر مثلکم کے ساتھ یوحی الی فرما کر اپنی بشریت کو بے مثل ہونا بیان فرمایا ہے۔

آگے صفحہ نمبر ۱۹ میں مولوی بشیر احمد صاحب اعتراض نمبر۴ لکھتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم میں سے میری طرح کوئی نہیں۔

مولوی صاحب اس کے جواب نمبر ا میں لکھتے ہیں۔

اس حدیث میں جنسیت کی نفی نہیں بلکہ مرتبہ کی نفی ہے اور اس کے ہم بھی قائل ہیں اور اس حدیث میں روزوں کا ذکر ہے یہ قرینہ اس امر کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ نے روحانی مقام کی نفی فرمائی ہے نہ کہ جنس کی۔

مولوی صاحب آپ کی عبارت سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ روحانی مقام آپ کا بلند ضرور ہے لیکن جنسیت کے لحاظ سے حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام اور دوسرے عام بشروں میں کوئی فرق نہیں۔

بشر کے جسمانی عوارض بیان کرتے ہوئے تو کھانا پینا بشریت کی دلیل میں پیش کرتے ہو۔ کیا روزہ رکھنے کے ساتھ جسم کا کچھ تعلق نہیں ہوتا؟ کیا روزہ رکھنے

کے لئے جو کھایا پیا جاتا ہے۔ وہ روح کے لئے کھایا پیا جاتا ہے یا جسم کیلئے؟ صحابہ کرام صوم وصال رکھیں تو ان کے جسم کمزور ہوں اور کمزور ہونا عوارض بشریت ثابت کرو اور حضور نبی کریم ﷺ صوم وصال رکھیں تو انہیں کمزوری لاحق نہ ہو اور آپ اس میں صرف روحانی مرتبہ کے زیادہ ہونے کا اقرار کر رہے ہیں۔ بلاشبہ جس طرح آپ کے روحانی مقام و مرتبہ میں کوئی آپ جیسا نہیں اسی طرح آپ کی بشریت میں بھی کوئی آپ جیسا نہیں۔ صحابہ یوم وصال رکھنے سے کمزور ہوں اور آپ اپنے متعلق فرمائیں کہ مجھے اللہ کھلاتا پلاتا ہے۔

مولوی صاحب! حضور نبی کریم ﷺ نے جہاں روحانی مقام میں برابر نہ ہونے کی نفی فرمائی ہے وہاں جنس میں بھی اپنے جیسا نہ ہونے کو بیان فرمایا ہے۔

دیو بندیو!

بشر مثلکم میں مثلکم سے کافروں جیسے جنس کے لحاظ سے بشر ثابت کرتے ہو اور ایکم مثلی میں مثلکم سے روحانی مقام کو بیان کرتے ہو۔

اے دیو بندیو! تمہیں واقعی حضور نبی کریم ﷺ کے فضائل و کمالات سے چڑ ہے اس لئے اس کا اظہار اپنی تحریروں اور تقریروں میں کر ہی دیتے ہو۔

آگے مولوی بشیر احمد صاحب جواب نمبر۲ میں لکھتے ہیں۔

قرآن پاک میں مثلکم ہے اور حدیث میں ایکم مثلی کے الفاظ ہیں تو نتیجہ یہی نکلے گا۔ قرآن پاک نے جنس کے لحاظ سے مثلکم فرمایا اور یوحی الی الگ ہے اور حدیث میں بھی مرتبہ کے لحاظ سے نفی کی گئی ہے۔ کیا یہ فرمایا کہ میں اولاد آدم علیہ السلام سے نہیں ہوں۔ اگر ہے تو دکھایئے۔

مولوی صاحب! آپ بغض رسول کریم ﷺ میں واقعی اندھے ہو جاتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے فضائل و کمالات پر ہاتھ صاف ہو جائے تو ہو جائے لیکن دیوبندی ذہنیت کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے۔

کیا قرآن پاک میں انا بشر مثلکم کے ساتھ آپ کے لئے ہی (اسی بشر کے لئے) یوحیٰ الیٰ نہیں فرمایا گیا؟ پھر کس طرح لکھ رہے ہو کہ جنس کے لحاظ سے مثلکم فرمایا اور یوحیٰ الگ ہے یعنی کیا یوحیٰ اس بشر کے متعلق نہیں جس کے لئے جنس کے لحاظ سے مثلکم فرمایا؟

بلاشبہ آپ کے متعلق ہی بشر مثلکم کے ساتھ ساتھ یوحیٰ الیٰ فرما کر آپ کی بشریت کے بے مثل ہونے کو بتایا گیا ہے اور ایکم مثلی میں بھی جنس و مرتبہ کے لحاظ سے آپ کی بے مثل بشریت کا بیان ہے جس طرح کافر اولاد آدم علیہ السلام ہونے کی وجہ سے مومن کے برابر نہیں اسی طرح مومن اولادِ آدم علیہ السلام میں ہونے کے باوجود آپ کی بے مثل بشریت میں آپ کے برابر نہیں۔

نبی کریم ﷺ کی بشریت اور یوحیٰ الیٰ کو الگ الگ نہ کرو۔ یوحیٰ الیٰ بھی اسی بے مثل بشریت کے لئے ہے نہ کہ یہ دونوں علیٰحدہ علیٰحدہ ہوں۔

مولوی بشیر احمد صاحب اسی صفحہ نمبر ۱۹ میں اعتراض نمبر ۵ میں لکھتے ہیں۔

حضرت امام یافعیؒ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ بشر نہیں ہیں۔ اور مولوی صاحب اس اعتراض کے جواب نمبر ۱ میں لکھتے ہیں۔

اول تو ہم نص قطعی کے خلاف کسی کا قول قبول نہیں کرتے۔

مولوی صاحب! امام یافعیؒ تو ہمارے عقیدہ کے مطابق آپ کی بشریت کو

بے مثل بشریت بنا رہے ہیں اور تم یہ اعتراض پیدا کر رہے ہو کہ حضور ﷺ بشر نہیں ہیں۔

آگے جواب نمبر ۲ میں وہ شعر اور اس کا ترجمہ آپ نے اس طرح لکھا ہے۔

مُحمَّد" بَشَر" لَا کَالْبَشَرْ يَاقُوتٌ حَجَرٌ لَا کَالْحَجَرْ

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ بشر ہیں، عام بشر نہیں۔ یاقوت پتھر ہے، مگر عام پتھر نہیں۔

اس ترجمہ سے بالکل واضح ہے کہ اس شعر میں آپ کی بے مثل بشریت کا اثبات ہے نہ کہ بشریت کی نفی۔ آگے مولوی بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں۔

افسوس یہ ہے کہ مفتی احمد یار خاں صاحب گجراتی نے اپنی کتاب جاءالحق میں بشر کی بحث میں "بلا تامل" اس شعر کو اپنے دعویٰ میں پیش کر دیا۔ حالانکہ ان کا دعویٰ بالکل ثابت نہیں ہوتا۔

مولوی صاحب! آپکو اپنی جاہلیت پر افسوس کرنا چاہیے کہ جو شعر ہمارے نبی کریم ﷺ کے بے مثل بشر ہونے کے عقیدے کا واضح اظہار کر رہا ہے اور اسکو ہم اپنی دلیل میں پیش کریں تو آپ اس سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ ہم اس شعر سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ ہمارا یہ غلط عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ بشر نہیں ہیں جب کہ ہم دلیل آپ کی بے مثل بشریت کی پیش کر رہے ہیں جو کہ ہمارا روز روشن کی طرح واضح عقیدہ ہے۔

آگے مولوی بشیر احمد صاحب اعتراض نمبر ۶ میں لکھتے ہیں۔

قل انما انا بشر متکلم میں عاجزی ہے۔

اس کے جواب نمبر۱ میں لکھتے ہیں۔

یوحیٰ الیٰ میں بھی عاجزی تسلیم کیجئے آخر دونوں ایک ہی آیت میں ہیں۔

مولوی صاحب! آپ کے بہت سے دیوبندی علماء نے مفسرین کے اس قول کو تسلیم کیا ہے کہ مفسرین نے یہاں عاجزی کا پہلو بیان کیا ہے۔ سید لعل شاہ بخاری نے ''بشریت رسول ﷺ'' میں اور مولوی سرفراز گکھڑوی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ مفسرین نے یہاں عاجزی کا پہلو بھی تسلیم کیا ہے لیکن آپ یہاں اس کے بالکل انکاری ہو رہے ہیں۔

مولوی بشیر احمد صاحب میں نے پہلے بھی لکھا ہے کہ مثلکم میں عاجزی ہے نہ کہ انما انا بشر میں اور یوحی الیٰ نے انما انا بشر کی وضاحت کی ہے کہ آپ کی بشریت بے مثل ہے۔ آگے مولوی صاحب اس کے جواب میں نمبر۳ میں لکھتے ہیں۔

اگر مرزائی یہ ہے کہ انا خاتم النبیین میں عاجزی ہے تو جو جواب آپ کا ہوگا وہی ہمارا ہوگا کسی نے تقیہ کی آڑ لے کر مذھب کا مقصد فوت کرنا چاہا لیکن نہ کر سکا۔ یہ نبی ﷺ کو عاجز بنا کر دین میں گڑبڑ پیدا کرنی چاہتے ہیں۔

عاجزی اور ''تقیہ'' ان دونوں میں صرف حرفوں کا فرق ہے مطلب بالکل ایک ہی ہے۔

مولوی بشیر احمد صاحب! یہاں کس آیت میں لکھا ہے کہ انا خاتم النبیین مثلکم ہم پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنی جاہلیت کا علاج کرا لیتے۔ عاجزی مثلکم میں ہے اور انا بشر میں ثابت کرتے ہوئے انا خاتم النبیین کی دلیل دے کر کس طرح عقائد میں تحریف کر رہے ہو۔

مولوی صاحب! عاجزی اور تقیہ کا معنی معلوم ہے جو عاجزی اور تقیہ میں صرف لفظوں کا فرق ثابت کر رہے ہو۔ عاجزی کا اظہار تو وہاں کیا جاتا ہے جہاں لوگوں کو اس شخص کے علم وفضل اور امتیازی خصائص کا واضح علم ہو اور وہ خود اس میں اپنی بڑائی اور فضیلت کا اظہار نہ کرے اور تقیہ تو سراسر فریب اور جھوٹ ہے جسکا ظاہراً لوگوں کو کچھ علم نہ ہو۔ جیسے شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقیہ کے طور پر بیعت کر لی یعنی فریب دینے کے لئے بیعت کر لی۔

آگے صفحہ نمبر ۱۲۰ اعتراض نمبر ۷ لکھتے ہیں۔

جس طرح کوئی بڑا آدمی لوگوں کو یہ کہتا ہے کہ میں تو آپ کا خادم ہوں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب ہم بھی اس کو خادم کہیں یا اس سے خادموں کی طرح کام لیں۔ ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشر فرمادیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہیں۔

اس کے جواب میں لکھتے ہیں۔

''خوش قسمت'' بات تو تب بنتی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے کہ میں تمہاری طرح بشر نہیں پھر ہم بھی بشر کہنے سے اجتناب کرتے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو معاملہ ہی صاف فرمادیا کہ میں تمہاری طرح جنس کے لحاظ سے بشر ہوں۔ اب فرمایئے طبعیت کا کیا حال ہے۔

مولوی بشیر احمد صاحب! بشر ہونا اور بشر کہنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں فرق ہے۔ آپ کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ آپ کو ایسے مخاطب نہ کرو جیسے کہ ایک دوسرے کو مخاطب کرتا ہے۔

علامہ محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مقیاس نور'' میں اس پر تفصیلی بحث کی

ہے۔

وہاں سے صرف دو مثالیں پیش کر کے سمجھانے کی کوشش کروں گا۔

(۱) بخاری شریف ج ۲ ص ۹۱۹ میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اپنی صورت پر۔

اگر آدم علیہ السلام تمہارے عقیدے کے ہوتے تو فرماتے کہ میں خدا کی مثل ہوں یا مصطفٰے ﷺ فرمادیتے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے۔لہٰذا حضرت آدم خدا جیسے ہوئے اور جب حضرت آدم علیہ السلام خدا جیسے ہوئے تو ہم تمام خدا جیسے ہوئے کیوں جناب !اگر وہاں متکلم میں حضور ﷺ کی مماثل بنتے ہو تو یہاں خدا کی مثل بھی بن جاؤ، نچلا درجہ کیوں پسند کرتے ہیں۔ (مقیاس نور ص ۱۸۶)

اور مقیاس نور ص ۱۸۷ میں ''متکلم کی عقلی دلیل'' کے تحت لکھتے ہیں۔

تمہاری ہمشیرہ والدہ بیوی عورت ہونے میں سب ہم مثل ہیں لیکن اگر تم بیوی کو کہو کہ تو میری بیٹی یا ماں کی مثل ہے تو ساٹھ روزے متواتر رکھو یا ساٹھ 60 مسکینوں کو کھانا کھلاؤ تو تم بیوی کے قریب جاسکتے ہو ورنہ نہیں اور اگر کہد و میری ماں یا بیٹی میری بیوی جیسے ہے تو ایمان جاتا ہے جب تک توبہ نہ کرے بے ایمان رہتا ہے۔

اگر گھر میں مساوات (مثل) قائم کرو تو ایمان جاتا ہے تو مصطفے ﷺ سے مساوات (مثل) قائم کرنے سے ایمان کیسے باقی رہ سکتا ہے۔''

علامہ محمد عمر اچھروی رحمتہ اللہ علیہ اصل میں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہر جگہ مثلکم کا ایک ہی معنی نہیں لینا چاہیے۔

حضور نبی کریم ﷺ اگر انا بشر مثلکم فرمائیں تو اگر جواباً ہم بھی کافروں کی طرح انہیں اپنے جیسا عام بشر ہی کہیں تو ایمان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ بشر ہونا اور بشر کہنے میں جو فرق ہے اس کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ جس طرح آپ ﷺ کا بشر ہونا عقیدہ کے بیان میں ہم بھی تسلیم کرتے ہیں اور اپنی مثل بشر کہنے کو آپ کی توہین تصور کرتے ہیں کہ کہاں وہ وحی الٰہی کے حامل اور کہاں ہم۔ کہاں وہ افضل الانبیاء سید الانبیاء، صاحب تاج خاتم نبوت، صاحب معراج، رحمتہ اللعالمین اور ایکم مثلی کے دعویدار اور کہاں ہم۔

مولوی بشیر احمد صاحب! آپ کے جنس بشر میں سے ہونے اور آپ کو بشر کہنے کے فرق کو سمجھیں۔

آگے مولوی بشیر احمد صاحب نے اعتراض نمبر ۸ قائم کیا ہے کہ مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر انگلیاں کاٹ لیں اور کہا کہ حاش للہ! نہیں یہ شخص آدمی، یہ تو کوئی فرشتہ ہے بزرگ، تو ثابت ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بشر نہ تھے۔

مولوی صاحب نے آگے اس کے دس اعتراضات دیئے ہیں۔

میں بلا پڑھے ہی یہ جواب دیتا ہوں کہ یہ اعتراضات اور جوابات ہی لاتعلق

ہیں۔کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں کہا ہے کہ یہ واقعی بشر نہیں بلکہ فرشتہ ہے ہم کسی نبی کے متعلق یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی نبی بھی فرشتہ ہوا ہے۔ ہمارا واضح عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء جنس بشر سے تھے نہ تو وہ جن تھے اور نہ ہی فرشتہ اور مصر کی عورتوں کے قول سے کوئی حضرت یوسف علیہ السلام کو بشر نہ ہونے کو ثابت کرے تو یہ اسکی کم علمی ہے۔

آگے مولوی بشیر احمد صاحب نے صفحہ نمبر ۲۲ میں اعتراض نمبر ۹ لکھا ہے۔

نماز میں بشر کو مخاطب کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ ہر نمازی نماز میں آنحضرت ﷺ کو ایھا النبی کے الفاظ سے مخاطب کرتا ہے۔اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ بشر نہیں تھے۔

اس کے جواب نمبر ا میں لکھتے ہیں

نماز کی نیت باندھنے کے بعد باہر کے آدمی کو مخاطب کرنا نماز کو فاسد کرتا ہے۔حضور ﷺ کا نماز میں ذکر ہے اس لئے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

اس کے جواب نمبر ۲ میں لکھتے ہیں

اگر نہیں مانتے تو پھر جواب دیجئے۔اگر نماز میں نمازی قل یا ایھا لکفرون، یا ایھا الانسان ماغرک کو تلاوت کرے تو نماز فاسد ہوگئی یا نہیں۔آخر ان الفاظوں میں بھی انسانوں کو مخاطب کیا جا رہا ہے جو جواب آپ کا وہی ہمارا۔

جواب نمبر ۳ میں لکھتے ہیں

جس طرح عام انسانوں کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔نمازی قرآن پڑھتے وقت ان کو مخاطب کرتا ہے۔تو اس سے یہ دلیل نہیں بنتی کہ یہ انسان، انسان نہ تھے۔

اسی طرح حضور ﷺ کو مخاطب کرنے سے یہ بھی دلیل بودی ہے کہ حضور ﷺ بشر نہیں تھے۔

مولوی بشیر احمد صاحب! اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو حضور ﷺ حالت نماز میں اس کو بلائیں تو حالت نماز میں ہی اس پر آپ کے حکم کی تعمیل لازم ہے۔ اور واپس آ کر اسی جگہ سے جہاں سے نماز چھوڑی تھی نماز شروع کرسکتا ہے۔ یہ دلیل ہوسکتی ہے کہ آپ کی بشریت بے مثل ہے آپ کی ذات اقدس کا حکم عام انسانوں جیسا نہیں لیکن اس سے ہم نے قطعاً آپ کی بشریت کے عقیدہ کی نفی نہیں کی۔ صرف آپ کے بے مثل ہونے کو ثابت کیا ہے۔ لیکن آپ اس کے برعکس یہ ثابت کر رہے ہیں کہ

"پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ بشر نہیں تھے"

بلاشبہ یہ آپ کی خود ساختہ اختراع ہے۔ ہم آپ کو بے مثل تو ثابت کرتے ہیں۔ آپ کو عام انسانوں کی طرح مخاطب کرنے والے کو گستاخ تو کہتے ہیں لیکن آپ کی بے مثل بشریت کا انکار نہیں کرتے اس لئے آپ کا دوسرا اور تیسرا اعتراض بھی بے جا ہے۔

اور تیسرے جواب میں آپ تسلیم کر رہے ہیں کہ آپ دیوبندی حضور نبی کریم ﷺ کو عام انسانوں جیسا انسان سمجھتے ہوئے مخاطب کرتے ہیں اور بموجب حکم الٰہی کہ آپ کو اس طرح مخاطب نہ کرو جس طرح کہ ایک دوسرے کو مخاطب کرتا ہے، ہم اسکو گستاخی اور ایمان کا زیاں قرار دیتے ہیں۔

میں ایک دفعہ پھر کہوں گا کہ ہم حضور ﷺ کی بے مثل بشریت کو مانتے ہیں۔

لیکن ان کو اپنے جیسا عام بشر قرار نہیں دیتے، انکو اس طرح مخاطب نہیں کرتے جس طرح ایک بشر دوسرے بشر کو مخاطب کرتا ہے اور اپنے جیسا عام بشر سمجھنا توہین ہے۔

اللہ جس معنی میں بندہ کہے کیا تم بھی کہہ سکتے ہو؟ ہر گز نہیں

نبی خود کو نبی کہے کیا تم بھی خود کو نبی کہہ سکتے ہو؟ ہر گز نہیں۔

مولوی بشیر احمد صاحب صفحہ نمبر ۲۲ میں اعتراض نمبر ۱۰ کے تحت لکھتے ہیں۔

شیطان بھی انبیاء علیہم السلام کو بشر کہتا تھا اور آپ بھی کہتے ہیں تو معلوم ہوا کہ آپ شیطان کے ساتھی ہیں۔

مولوی صاحب اس کے جواب نمبر ۱ میں لکھتے ہیں۔

جس نگاہ سے خدا تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بشر کہا ہے ہم بھی اسی نگاہ سے کہتے ہیں جس طرح شیطان بشر کو ذلیل سمجھتا ہے اسی طرح آپ

مولوی صاحب! شیطان نے کون کون سے انبیاء کو بشر کہا تھا کہ آپ جمع کا صیغہ استعمال کر رہے ہیں۔ کہ شیطان بھی انبیاء علیہم السلام کو بشر کہتا تھا۔ جب کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ کے متعلق ہے شیطان نے صرف بشریت کا انکار نہیں کیا تھا۔ حکم الٰہی کا انکار کیا تھا وہ کفر ہے۔

شیطان نے ونفخت فیہ من روحی کا لحاظ نہ کیا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کو عام مٹی سے بنا ہوا بشر قرار دے کر اسکی فضیلت کو تسلیم نہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے جس بشر کو عظمت وفضیلت دی اسکی عظمت وفضیلت کا انکار کیا اور غرور وتکبر۔ کیا تم دیوبندی بھی شیطان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے وہ بے مثل بشر

جس کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا، یوحیٰ الیٰ سے فضیلت دی، اسکو اپنے مثل بشر قرار دیتے ہو۔" آپ لکھتے ہیں کہ جس نگاہ سے خدا تعالیٰ نے انبیاء کو بشر کہا ہم بھی اس نگاہ سے کہتے ہیں۔ واقعی دیوبندی ہیں ہی گستاخ۔ خدا کے ساتھ برابری کا دعویٰ کر دیا۔ خدا اپنا بندہ ہونے کے معنی میں بشر کہتا ہے، کیا تم بھی انبیاء علیہم السلام کو اپنا بندہ ہونے کی نگاہ سے بشر کہتے ہو؟ اسی لئے تقویۃ الایمان میں آپ کے امام شہید نے جو انبیاء کرام کے لئے عاجز، بے بس اور دوسرے توہین آمیز الفاظ استعمال کئے ہیں ان کو جائز قرار دے کر ان عبارات کا دفاع کرتے ہو۔

صفحہ نمبر ۲۳ میں جو شعر آپ نے ہم پر لگایا ہے اسکو اپنے اوپر ہی ہماری طرف سے فٹ کرلو

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سر بستہ نہ یہ رسوائیاں ہوتیں

آپ کے رسالہ کے صفحہ نمبر ۲۴ میں پانچواں باب "تحقیق نور" ہے۔

اس میں "قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین" پر بحث کی ہے۔ جب کہ سید لعل شاہ بخاری صاحب کے دلائل کے رد میں ہم اس پر تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں

مولوی بشیر احمد صاحب صفحہ نمبر ۲۶ میں اعتراض نمبر ۱۶ کے تحت لکھتے ہیں

حضور باہر سے بشر تھے اور اندر سے جنس نور سے تھے

اس کے جواب نمبر ۱ میں لکھتے ہیں

جو اندر سے جنس نور سے ہوگا۔ اس کو کھانے پینے اور شادی کی ضرورت نہیں۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور باقی صاجزادیاں

کیسے پیدا ہو گئیں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ بعض لوگ یزید کی سنت پر عمل کر رہے ہیں۔ اس نے تلوار کے ساتھ سیدوں کو ختم کرنا چاہا لیکن نہ کر سکا۔ آج زبان سے سیدوں کو ختم کیا جا رہا ہے۔ ایک ہی بات ہے کسی نے تلوار کو مستعمل کیا۔ کسی نے زبان سے کام لیا۔

؎ شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

اس کے جواب نمبر۲ میں لکھتے ہیں

شریعت فتوے ظاہر پر لگاتی ہے باطن پر نہیں۔ پس آپ کے قول سے بھی ثابت ہوا کہ حضور ﷺ بشر تھے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اس کے جواب نمبر۳ میں لکھتے ہیں۔

مشرکین مکہ کو کیوں نہ فرمادیا کہ میں اندر سے نور ہوں تو وہ مسلمان ہو جاتے اور حضور ﷺ کی تمنا ہر وقت یہی ہوتی تھی کہ تمام دنیا مسلمان ہو جائے۔ پھر ان کو مسلمان نہ کرنے میں کیا حکمت تھی کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

اس کے جواب نمبر۴ میں لکھتے ہیں

قارئین کرام! ہم اس مسئلہ کو قرآن پاک سے حل کرتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت مریم علیہ السلام کی خدمت میں بحکم خداوندی بشکل بشر حاضر ہوئے تو خدا تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کو اس موقعہ پر بشر نہیں فرمایا بلکہ بشراً سویا کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اندر سے جنس نور تھے اور باہر

سے بشر تھے۔اس لئے بشراً سویا کہا۔اگر حضور ﷺ کے اندر کوئی اور باہر کوئی اور جنس ہوتی تو حضور ﷺ کو خدا بشر نہ کہتا بلکہ بشراً سویًا کہتا۔ایسا نہ کہنے سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ کا اندر باہر ایک ہی تھا اور جو حضور ﷺ کا اندر باہر ایک سا نہ مانے اس پر آپ ہی فتویٰ لگائیے۔

قارئین کرام: جواباً میں صرف اتنا ہی کہوں گا کہ یہ ایک دھوکا ہے۔

علمائے اہلسنت کے مطابق بشریت قطعی عقیدہ ہے اور نورانیت ظنی عقیدہ ہے۔

قطعی عقیدہ کے دلائل قطعی الدلالۃ ہوتے ہیں اور ظنی عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے ظنی دلائل کافی ہوتے ہیں۔اس لئے ہمارے علماء کرام نے جہاں بھی عقیدہ کے باب میں انبیاء کی جنس بیان فرمائی تو ان کا جنس بشر سے ہونا بیان فرمایا۔میں نے اس کی درجنوں عبارات پیچھے بیان فرمادی ہیں اور ظنی عقیدہ میں ہم آپ کے نور ہونے کو بیان کرتے ہیں۔اس کے دلائل بھی میں نے پیچھے تفصیل سے بیان کر دیئے ہیں اور ظنی عقیدہ میں آپ کے حقیقت کے نورانی ہونے کو بیان کرتے ہیں اس کے دلائل بھی بیان کر دیئے ہیں۔

آپ نے خود جواب نمبر ۴ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے جنس نور سے ہونے کے باوجود لکھا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اس موقعہ پر بشر نہیں فرمایا بلکہ بشراً سویا کہا گیا ہے۔اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اندر سے جنس نور تھے اور باہر سے بشر اگر یہی بات ہم کہہ دیں کہ حضور ﷺ جنس بشر سے تھے لیکن آپ کی حقیقت نورانیت کی بنا پر آپ کو نوری بشر کہا جائے تو بجا ہے۔تو آپ اس کے

خلاف ہو جاتے ہیں کہ ایک بشر نوری کس طرح ہو گیا؟

بلا شبہ آپ کا کھانا پینا، شادی کرنا، اولاد ہونا، آپ کے لوازمات بشریت سے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ کے چہرہ انور، دانتوں، بغلوں سے نور نکلتا نظر آنا نورانیت کا اظہار ہے اور آپ ﷺ کا نورانیت کو وصف کمال سمجھتے ہوئے۔ اس کے حصول کے لئے دعا کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ کیا نورانیت کوئی برائی یا نقص ہے کہ ایک بشر اس کے حصول کے لئے دعا بھی نہیں کر سکتا؟

آپ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ کے اندر کوئی اور باہر کوئی اور جنس ہوتی تو حضور ﷺ کو خدا بشر نہ کہتا بلکہ بشراً سویا کہتا۔

آپ اللہ تعالیٰ کے حضور نبی کریم ﷺ کو نور فرمانے، سراج منیر فرمانے، نجم فرمانے، کو تو تسلیم نہیں کرتے اور الٹا اعتراض کرتے ہیں کہ بشر کیوں فرمایا۔ بشراً سویاً کیوں نہ فرمایا!! آپ کے دو صاحبزادیاں جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں تو حضرت عثمان غنی کو ذوالنورین کہنا مانتے ہو پھر کوئی حضور نبی کریم ﷺ کو نور کہے تو کہتے ہو یزید کی سنت پر عمل کر رہا ہے۔

میں کہوں گا جب تم حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے جیسا عام بشر قرار دیتے ہو تو اس وقت تم یزید کی سنت پر عمل کر رہے ہوتے ہو۔ جس طرح یزید ہر نماز میں آل محمد ﷺ پر درود بھیجتے ہوئے بھی ان کو شہید کرتا ہے اسی طرح تم حضور نبی کریم ﷺ کو عام بشر ثابت کرتے ہوئے آپ کی نورانیت کا انکار کرتے ہو۔

مولوی صاحب نے مزید چند اعتراضات اور ان پر اپنے جوابات لکھے ہیں لیکن لعل شاہ بخاری صاحب کی کتاب "بشریت رسول ﷺ" میں ان پر بھی بحث ہو چکی ہے۔ اس لئے اس سرسری جائزہ کو یہیں ختم کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے دعا ہے کہ ہم کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین

بشریت النبی ﷺ کا سرسری جائزہ

''بشریت النبی ﷺ'' دیوبندی مصنف سید نورالحسن بخاری کی تصنیف ہے۔ اس کے کل چھوٹے سائز کے ۱۱۲ صفحات ہیں اس کے فرنٹ پیج (Front Page) پر لکھا ہے۔

''کتاب وسنت کی روشنی میں بشریت انبیاء وسید الانبیاء پر مفصل ومُدلّل بحث اور معقول ومُعتدل تحقیق''

ان ۱۱۲ صفحات پر تبصرہ کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ یہ کوئی اختلافی مسئلہ نہیں لیکن پھر بھی سرسری مختصر جائزہ لے لیتے ہیں کیونکہ بخاری صاحب کی بعض عبارات ہمارے لئے بڑی مفید ہیں بطور حوالہ محفوظ ہو جائیں گی۔

اصل میں دیوبندی علماء متفق علیہ مسئلوں پر اس لئے کتابیں لکھتے ہیں کہ عوام پر اپنی علمیت کا رعب ڈال سکیں۔ نیز تاثر اس طرح کا دیتے ہیں کہ اہلسنت (بریلوی) شاید اس کے منکر ہیں۔ اس رسالہ میں زیادہ تر بشریت نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء کرام کی بشریت کے متعلق دلائل ہیں۔ یہ دلائل ہمارے خلاف حجت نہیں کیونکہ ہم بشریت نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء کرام کی بشریت پر صدقِ دل سے یقین رکھتے ہیں۔ اور اس کے منکر کو کافر قرار دیتے ہیں۔

بخاری صاحب اس رسالہ کی تمہید ص ۲ میں لکھتے ہیں۔

''نبی کریم ﷺ کی بشریت کا مسئلہ دیوبندی، بریلوی مکاتبِ فکر میں مختلف فیہ نہیں، بلکہ دونوں مکاتبِ فکر کے اہل علم حضرات اس مسئلہ پر سولہ آنے متفق ہیں''

اور دلیل میں آخری صفحہ ۱۱۲ پر بریلوی علماء کی عبارات کے حوالے دیئے ہیں۔ آگے لکھتے ہیں۔

درحقیقت یہ مسئلہ بعض جہلا کا پیدا کردہ ہے۔ کسی فرقے کے علماء کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ نہ یہ علمی مسئلہ ہے۔

بخاری صاحب! آپ تو یہ تسلیم کرتے ہیں کہ دونوں مکاتب فکر کے اہل علم حضرات اس مسئلہ پر سولے آنے (سو فیصد) متفق ہیں۔ اور میرے خیال میں آپ نے یہ عبارت گنگوہی صاحب اور قاسم نانوتوی صاحب کی عبارات کو ذہن میں رکھتے ہوئے لکھی ہے۔ ورنہ جدید دیوبندیت نے قدیم دیوبندیوں سے اس مسئلہ میں مکمل طور پر اختلاف کیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہیں کہ سلف صالحین اور قدیم دیوبندی علماء جاہل تھے اور جدید دیوبندی محقق اور اہل علم ہیں اور بریلوی علماء جو سلف صالحین کے مطابق اپنا عقیدہ رکھتے ہیں ان پر کفر اور گمراہ ہونے تک کے فتوے لگانے سے گریز نہیں کرتے۔

بخاری صاحب! میں تو بالآخر یہی کہوں گا کہ یہ بعض جدید جاہل دیوبندی علماء کا پیدا کردہ مسئلہ ہے۔ ورنہ سلف صالحین کی کتابوں میں اس مسئلہ کا جدید دیوبندیوں کی طرح کا اس طرح کا کوئی عقیدہ ہے ہی نہیں۔ آپ خود صفحہ نمبر ۳ میں لکھتے ہیں۔

اسے ملت اسلامیہ کی بدقسمتی نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے کہ عہد حاضر میں بعض ایسے مسائل وعنوانات محل بحث ونزاع بن گئے ہیں جن کا کچھ مدت پیشتر وجود تو کہاں موجود ہوتا، تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ انہی مسائل میں ایک مسئلہ یہ ہے۔

اسی صفحہ پر بخاری صاحب لکھتے ہیں۔

یہ مسئلہ فرنگی دور کی پیداوار ہے۔

بلاشبہ حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے جیسا عام بشر سمجھنا اور آپ کی نورانیت کا انکار کرنا فرنگی دور کی پیداوار ہے اور اس مسئلہ کو پیدا کرنے والا دیوبندیوں کا امام شہید ہے۔ جس نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں توحید کی آڑ میں انبیاء کرام اور اولیاء کرام کی وہ گستاخیاں کی ہیں کہ چودہ سو سالہ تاریخ اسلام میں اسکی مثال نہیں ملتی ۔ان کے نزدیک نبی علیہ السلام کا مقام و مرتبہ ایک گاؤں کے چوہدری کیطرح، انکی تعظیم وتوقیر ایک بڑے بھائی جتنی، اور اللہ کی شان کے آگے بڑے چھوٹے (نبی ولی) چوڑے چمار کی طرح ذلیل (معاذ اللہ) ان کا محاورہ ہے۔

بخاری صاحب صفحہ نمبر ۵ میں "حضور نور ہیں یا بشر" کے تحت لکھتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کی ذات پاک کے متعلق سوال کہ آپ نور ہیں یا بشر؟ ایک لایعنی اور نامعقول سوال ہے۔ "یا" سے تو وہاں سوال ہو جہاں اجتماع محال ہو اور دو چیزوں میں سے ایک متعین کرنی ہو۔ جہاں اجتماع ممکن ہو وہاں "یا" کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا

"نبی کریم ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی"

خلقت کے اعتبار سے آپ بشر ہیں۔ سید البشر، خیر البشر، فخر بنی آدم اور صفت کے اعتبار سے آپ نور ہیں بلکہ مصدر نور، منبع نور، نور علی نور ﷺ۔

اس سے آگے صفحہ نمبر ۶ میں لکھتے ہیں۔

باعتبار صفت حضور ﷺ صرف نور ہی نہیں بلکہ منیر ہیں۔ قرآن کریم آپ

کو سراجاً منیراً سے ملقب فرما کر آپ کی صفت تاثیر و تنویر کو عالم آشکار کر رہا ہے تو آپ صرف نور اور خود منور ہی نہیں، آپ کے قدوم پاک سے دنیا کو نور ملا۔

بخاری صاحب! جب دیوبندیوں سے کسی طرح اپنے غلط عقیدہ سے بن نہیں آتی کہ آپ کی نورانیت میں جو دلائل ملتے ہیں اور سلف صالحین کی بڑی کثیر تعداد میں عبارات جن کے معنی و مفہوم کو بگاڑنے سے جب آپ عاجز آجاتے ہیں تو باعتبار صفت حضور نبی کریم ﷺ کو نور بلکہ سراج منیر تک مان لیں گے لیکن حسی نور ہونے کو پھر بھی ہرگز تسلیم نہیں کرتے۔ کیا حسی نور ہونا آپ کے لئے ناپسندیدہ ہے؟

بخاری صاحب! دُوسرے دیوبندیوں سے ہٹ کر آپ کی عبارات ہمارے موقف کی ہی حمایت کر رہی ہیں۔ بلاشبہ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ باعتبار جنس بشر ہیں۔ جن یا فرشتہ نہیں۔ اور بلاشبہ آپ سید البشر، خیر البشر، فخر بنی آدم اور نور ہدایت ہونے کے ساتھ ساتھ نور حسی کا پہلو بھی آپ کی ذات میں نمایاں تھا۔

جہاں آپ نور ہدایت کے اعتبار سے مصدر نور، منبع نور تھے وہاں حسی نور کے اعتبار سے بھی آپ کی ذات مصدر نور اور منبع نور تھی۔ صحیح بخاری شریف کی صحیح حدیث اسکی دلیل ہے کہ دو صحابہ کی چھڑی آپ نے روشن فرما دی اور یہ حسی نور تھا نہ کہ نور ہدایت۔ آپ کی بغلوں، چمکدار دانتوں اور چہرہ مبارک سے جو نور کی لائیں نکلتی تھیں وہ حسی نور کی تھیں نہ کہ نور ہدایت کی۔

اللہ تعالیٰ نے آپکو نور فرمایا۔ سراج منیر فرمایا، النجم فرمایا، تو یہ تمام نور نور حسی ہونے کو بھی ثابت کرتے ہیں۔ آپ کا نام نامی ''نور'' تمام قسموں کے نوروں کو احاطہ کئے ہوئے ہے نہ کہ صرف نور معنوی۔

بخاری صاحب صفحہ نمبر ۶ میں ہی "ہر دور کے کفار و مشرکین کی مشترکہ کمزوری
" کے تحت لکھتے ہیں۔

ان کا احساس کہتری انہیں یہ باور کرانے کی قطعاً اجازت نہ دیتا تھا کہ نوع
انسان کا ایک فرد محل وحی و محبط جبرائیل کے منصب جلیل پر فائز ہوسکتا ہے۔لہٰذا جب
بھی اللہ کے کسی نبی اور رسول نے ان کے سامنے اللہ کی توحید اور اپنی نبوت کی دعوت
پیش کی وہ حیرت و استعجاب کے بحر عمیق میں ڈوب گئے۔

اس کی دلیل میں قوم نوح علیہ السلام اور قوم ہود علیہ السلام اور کفار و مشرکین
مکہ کے حوالے سے قرآنی آیات پیش کی ہیں صرف ایک آیت پیش کر دیتا ہوں۔

وَ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَ هُمْ مُنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا
سَاحِرٌ كَذَّابٌ. اَءُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا۔

(سورہ ص رکوع اول، پارہ ۲۳ آیت نمبر ۴ اور ۸)

اور ان کفار (قریش) نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس انہیں میں
سے ڈرانے والا (رسول) آیا اور کہا یہ جادوگر ہے جھوٹا ہے۔کیا ہم سب میں سے اسی
شخص پر کلام الٰہی نازل کیا گیا ہے؟

دیوبندی ان آیات سے عام بشریت ثابت کرتے ہیں جب کہ اسی طرح
کی عبارات ہم ان کی کفریہ عبارات کے رد میں پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی علیہ
السلام کو عام بشر قرار دیا اور ان کی امتیازی شان کو مدنظر نہ رکھا۔(گر فرق مراتب نہ کنی
زندیقی) اور اس طرح وہ توہین کے مرتکب ہوئے اور توہین انبیاء کفر ہے۔انہوں نے
انبیاء کرام کی شان میں طرح طرح کے نازیبا کلمات کہے جیسے اسی آیت میں جادوگر

اور جھوٹا کہا گیا ہے۔ کیا یہ ان کا کلمہ کفر نہیں ہے؟ کیا ان کلمات سے نبی علیہ السلام کی توہین نہیں ہوئی؟ اللہ تو ان کو توہین نبی کریم ﷺ سمجھتے ہوئے خود ان کے اس طرح کے بے ہودہ کلام کا جواب دے اور آپ اپنی دلیل میں پیش کریں کہ چلو بشریت تو ثابت ہوئی کفار و مشرکین تو کلام الٰہی کے نزول کا انکار کریں اور عام بشر قرار دیں اور کلام الٰہی کا انکار کفر ہے اور آپ کو یہ بشریت نبی کریم ﷺ کی دلیل سوجھتی ہے۔ بے شک منصب نبوت و رسالت پر بشر ہی فائض ہوئے وہ جن یا فرشتہ نہیں تھے۔ لیکن تمہارا عقیدہ اور تمہاری دلیل مناسب نہیں تم بھی عام بشر ثابت کرنے کے لئے ان آیات سے دلیل پکڑتے ہو۔ جب کہ ہم ان کی عظمت و شان کے مطابق ان کی بے مثل بشریت پر یقین کامل رکھتے ہیں۔

آگے صفحہ نمبر ۸ سے ''جذبۂ نخوت'' کے تحت لکھتے ہیں۔

احساس کہتری کے علاوہ کفار و منکرین کا جذبۂ نخوت بھی انہیں اسکی اجازت نہیں دیتا تھا کہ وہ ایک بشر، ایک انسان سے ہدایت و راہنمائی قبول کریں۔ وہ قطعاً اس کے روادار نہیں تھے کہ ان ہی کی جنس (بشریت) کا کوئی فرد منصب نبوت پر فائز و متمکن ہو، اور وہ اس کی قیادت میں راہ ہدایت پر چلیں۔

بخاری صاحب آگے قوم نوحؑ، قوم عاد، قوم ثمود، اصحاب الایکہ، اصحاب قریہ، قوم فرعون، جمیع کفار، کفار و مشرکین مکہ اور یہود مدینہ سے متعلق عبارات پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

بہر حال منکرین امم ماضیہ و سابقہ ہوں یا حضرت ﷺ کے زمانہ کے یہود و مشرکین مکہ سب کا ذہن اور فکر یہ تھا، بشریت رسالت کے منافی ہے، کوئی بشر قطعاً نبی

نہیں ہوسکتا۔ آہ! انسانیت ابتدائے آفرینش سے عہد رسالت مآب تک جس ضلالت و گمراہی میں مبتلا رہی، آج بھی اسی میں مبتلا نظر آتی ہے۔

جمیع انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اعداء ومخالفین اور منکرین ومکذبین نے جس بشریت کی بنا پر ان حضرات کی تکذیب کی۔ آج اسی بشریت کا انکار ہمارے بعض بھائی فرمارہے ہیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

بخاری صاحب شروع کتاب میں تو لکھ آئے کہ اس مسئلہ میں دونوں فریقوں کا موقف ایک ہے اب جاہلوں کا موقف بیان نہیں فرمارہے بلکہ لکھ رہے ہیں کہ آہ! انسانیت آج بھی اسی میں مبتلا ہے۔ بخاری صاحب دلائل تو یہود ونصاری اور مشرکین کے متعلق دے رہے تھے اور خلاف ان کے پیش کررہے ہیں جو نا نبوت و رسالت کے منکر ہیں۔ نہ وحی الٰہی کے منکر، نہ توہین انبیاء کے مرتکب اور نہ ہی بشریت انبیاء علیہم السلام کے منکر۔ پہلے تو بڑے صلح کلی بن کر ایک موقف ہونا تسلیم کرلیا اب دیوبندی ذہنیت کے ہاتھوں مجبور ہوکر واردات کرتے ہوئے قطعاً شرم محسوس نہیں کررہے۔

اللہ تعالیٰ نے تو یہ آیات قرآن حکیم میں بیان فرمائیں کہ امم سابقہ کے کفار و مشرکین کس طرح کا عقیدہ بشریت انبیاء اور رسولوں کے متعلق رکھتے تھے۔ یعنی وہ انبیاء کرام کو اپنے جیسا عام بشر سمجھتے تھے۔ وہ لوگوں کو ان کی اتباع سے روکنے کے لئے ان کی نبوت ورسالت کے ملنے کا، ان پر وحی الٰہی نازل ہونے کا انکار کرتے اور انہیں اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا ثابت کرتے تھے۔ اور آپ ان سے یہ ثابت کررہے ہیں کہ

ہم بشریت کو رسالت کے منافی سمجھتے ہیں۔

انسانیت ابتدائے آفرینش سے عہد رسالت مآب تک اس ضلالت وگمراہی میں مبتلا رہی کہ انبیاء کے امتیازی خصائص کا انکار کرتی رہی۔ ان کو نبوت و رسالت کے ملنے کا انکار کرتی رہی۔ ان کو جھوٹا اور جادوگر ثابت کرتی رہی اور آپ یہ الزام لگا رہے ہیں کہ موجودہ دور کے مسلمان بھی اسی ضلالت وگمراہی میں مبتلا نظر آتے ہیں۔

آپ کے ترجمے کے مطابق ہی قوم نوح کے الفاظ ہیں

ہم تو تم کو اپنے جیسا آدمی سمجھتے ہیں۔ (سورہ ہود ع ۳ پارہ ۱۲ آیت نمبر ۲۷)

یہ شخص تو صرف تمہاری طرح ایک (عام) آدمی ہے۔ (سورہ مومنون ع ۲ پارہ ۱۸ آیت نمبر ۲۴)

قوم عاد کے الفاظ ہیں

یہ تو تمہاری طرح ایک آدمی ہے۔ .... اپنے جیسے ایک آدمی کے کہنے پر چلو گے تو بے شک اس وقت تم البتہ زیاں کار ہو گے۔ (سورہ مومنون ع ۳ پارہ ۱۸)

قوم ثمود کے الفاظ ہیں

تم تو صرف ہماری طرح ایک آدمی ہو۔ (سورہ شعراء ع ۸ پ ۱۹)

کیا ہم سب میں سے اسی پر وحی نازل ہوئی ہے؟ نہیں بلکہ یہ جھوٹا ہے، اترانے والا۔ (سورہ قمر ع ۲ پارہ ۲۷)

ان لوگوں نے کہا تم تو محض ہماری طرح آدمی ہو اور خدائے رحمٰن نے آدمی پر تو کوئی چیز نازل ہی نہیں کی تم تو نرا جھوٹ بولتے ہو۔ (سورہ یٰسین ع ۲ پارہ ۲۲)

کفار ومشرکین مکہ کے الفاظ ہیں

یہ (محمد ﷺ) تو محض تم جیسے آدمی ہیں

یہود مدینہ کے الفاظ ہیں

اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہ پہچانی جیسی قدر پہچاننا واجب تھی جبکہ (یہاں تک) کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔

بخاری صاحب الزام لگانے سے پہلے سوچ تو لیتے کہ

کیا ہم نے بھی کسی نبی کی نبوت کا انکار کیا ہے؟

کیا ہم نے بھی کسی نبی کو جھوٹا اور جادوگر قرار دیا ہے؟

کیا ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام پر کچھ نازل نہیں کیا؟

کیا ہم ان کو اپنے جیسا عام بشر قرار دیتے ہیں؟

کیا ہم لوگوں کو نبی کریم ﷺ کی اتباع سے روکتے ہیں یا روکنے کی کوشش کرتے ہیں؟

بخاری صاحب بشریت انبیاء کرام علیہم السلام کا انکار کفر ہے۔ اور اس کے باوجود آپ لکھ رہے ہیں کہ آج اسی بشریت کا انکار ہمارے بعض مسلمان بھائی فرما رہے ہیں۔

جب بشریت کے انکار سے کافر ہو گئے تو مسلمان بھائی کس طرح ہو گئے؟

بخاری صاحب! اپنے امام شہید کی عبارت پڑھ کر اعتراضات کیا کرو۔

آگے صفحہ نمبر ۱۳ میں لکھتے ہیں

کل کے کفار نبی کو بشر مانتے تھے لیکن نبی نہیں مانتے تھے وہ کہتے تھے۔

مَانَرٰکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا

ہم تو تم کو اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں (ہود ع ۳ پارہ ۱۲)

آج کے مسلمان نبی کو نبی تو مانتے ہیں لیکن بشر نہیں مانتے

بخاری صاحب آپ کے اقوال بڑے متضاد ہیں۔ جن کے بارے میں آپ نے مذکورہ بالا عبارت لکھی ہے۔ انہیں کے متعلق آپ صفحہ نمبر ۲ میں لکھتے ہیں کہ دونوں مکاتب فکر کے اہل علم حضرات اس مسئلہ پر سولہ آنے متفق و متحد ہیں۔

بخاری صاحب میں پھر کہوں گا بشریت انبیاء کے منکر کافر ہیں کیونکہ بشریت انبیاء علیہم السلام قطعی عقیدہ ہے۔ لیکن تم دیوبندی اچھی طرح جانتے ہو کہ بشریت انبیاء علیہم السلام ہمارا قطعی عقیدہ ہے اور ظنی عقیدہ میں ہم نبی کریم ﷺ کی نورانیت حسی کے قائل ہیں اور نور ہدایت ہونا تو تم بھی مانتے ہو۔

کیا نبی کریم ﷺ کو سراج منیر اور النجم نہ ماننا قرآن کریم کی آیات کا انکار نہیں ہوگا؟

بخاری صاحب! جس طرح کل کے کفار کا نبی کو بشر مانتے ہوئے نبی نہ ماننا کفر ہے اسی طرح نبی کو نبی مانتے ہوئے اس کی بشریت کا انکار کفر ہے۔

کل کے کفار نبی کو نبی بھی نہیں مانتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے جیسا عام بشر بھی قرار دیتے تھے کیا ہم نبی علیہ السلام کو نبی تسلیم کرتے ہوئے ان کو بے مثل بشر قرار نہیں دیتے ہیں اور عام بشر قرار دینے اور عام بشروں کی طرح مخاطب کرنے کے انکاری ہیں۔ عام بشر اور بشر رسول میں زمین و آسمان کا فرق ہے کیونکہ عام بشر اور بشر رسول میں مراتب اور درجات کا زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جب نبی کریم ﷺ

کو عام بشر قرار دیا تو ان کے مراتب وفضائل کا لحاظ نہ رکھا اور یہ گستاخی ہے۔

آپ کہیں گے ہم تو عام بشر قرار نہیں دیتے تو میں جواباً کہوں گا کہ اگر عام بشر قرار نہیں دیتے تو کفار و مشرکین کی انبیاء کرام کو عام بشر قرار دینے کی دلیلیں کیوں پیش کرتے ہو!!

بخاری صاحب صفحہ نمبر ۱۵ تا ۱۷ میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ کفار و مشرکین کے خیال میں بشریت منصب نبوت ومقام رسالت سے فروتر تھی۔ قوم نوح نے کہا۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً

۔ اگر اللہ کو رسول بھیجنا منظور ہوتا تو فرشتوں کو بھیجتا (سورہ مومنوں ع ۲ پارہ ۱۸ آیت نمبر ۲۴)

۔ قوم عاد وثمود نے کہا

قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ

۔ جواب دیا کہ اگر ہمارا پروردگار (رسول بھیجنا) چاہتا تو فرشتوں کو بھیجتا۔ پس ہم اس کے منکر ہیں جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو۔

(سورہ حم السجدہ ع ۲ پ ۲۴ آیت نمبر ۱۴)

کفار و مشرکین مکہ نے کہا

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ''

کہا ان کے پاس فرشتہ کیوں نہ بھیجا گیا۔ (سورہ انعام رکوع اول پارہ ۷ آیت نمبر ۸)

بخاری صاحب! آپ کے یہ دلائل ہمارے خلاف تب معتبر ہو سکتے ہیں

جب ہم انبیاء کرام علیہم السلام کی بشریت کے منکر ہوں۔ اور انہیں جنس فرشتہ سے تسلیم کروانے کے دعوایدار ہوں۔ جب کہ ہمارے نزدیک حضور نبی کریم ﷺ کی بشریت ہو یا نورانیت دونوں فرشتوں کی نورانیت سے افضل و اعلیٰ ہیں کیونکہ جب آپ خود اللہ تبارک تعالیٰ کے بعد تمام مخلوقات سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ تو آپ کی تمام صفات بھی افضل و اعلیٰ ہیں۔

صفحہ نمبر ۷ میں ''افضلیت بشر'' کے تحت لکھتے ہیں۔

اگر ہم اس بات کا سراغ لگائیں کہ نبی کریم ﷺ کو بشر نہ ماننے اور نور کہنے کا منشا کیا ہے؟ تو معلوم ہوگا بشر کی حقیقت نہیں جانی۔ انسان نے انسانیت کے مقام رفیع کو نہیں سمجھا اور آدمی آدمی کے درجہ عظمیٰ کو نہیں سمجھ سکا۔

بشر یہ سمجھتا ہے کہ بشر کی نوع حقیر اور نور جنس شریف ہے۔ جب انسان کا ذہن یہ ہے کہ انسان نور سے پست اور فروتر ہے تو پھر اس سے لازمی طور پر یہ خیال پیدا ہوگا کہ حضور نور ہیں، بشر نہیں کیونکہ حضور بالیقین اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اگر نور بشر سے اشرف و اکرم ہے تو حضور ﷺ کو بشر نہیں کہنا ہوگا، نور کہنا ہوگا اور اگر بشر نور سے برتر و افضل ہے تو حضور کو نور نہیں ماننا ہوگا۔ بشر ماننا پڑے گا۔

بخاری صاحب! میں تو یہی کہوں گا کہ عام بشر نے بشر رسول کی حقیقت نہیں مانی۔ بے شک تمام انبیاء جنس بشر سے ہیں لیکن عام بشر کو بشر رسول کے برابر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جس طرح کہ دیوبندی قرار دیتے ہیں جیسا کہ آپ کے امام شہید کی

عبارات گواہ ہیں۔ اور آپ خود اوپر برابر قرار دے کر لکھ گئے ہیں کہ آدمی آدمی کے درجہ عظیمہ کو نہیں سمجھ سکا۔

ہمارے نزدیک جنس بشر کو مطلقاً جنس ملائکہ سے فضیلت حاصل نہیں۔ ہاں بشر رسول تمام جنس ملائکہ سے افضل واعلیٰ ہے لیکن کیونکہ آپ انبیاء کرام اور اپنی جنس میں بشریت کو متفق علیہ قرار دیتے ہیں اس لئے آپ کے نزدیک جنس بشر مطلقاً جنس فرشتہ سے افضل قرار پائی۔ کیا آپ خود کو حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت عزرائیل علیہ السلام اور دوسرے مقرب فرشتوں سے افضل سمجھتے ہیں؟ بلاشبہ مقرب فرشتے عام انسانوں سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ سید لعل شاہ بخاری نے "بشریت رسول ﷺ" میں کئی فرق بیان کیے ہیں ان کا مطالعہ کرو۔

بلاشبہ بشریت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام نوری فرشتوں سے افضل ہے۔ اس لئے کہ تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا نہ کہ تمام قسم کے بشروں کو سجدہ کیا۔ فرشتوں نے سجدہ کیا تو وہ حامل ونفخت فیہ من روحی تھا اور اس بشر کو اللہ تعالیٰ نے خود بنایا تھا۔ اس لئے دیوبندیوں کا مطلقاً تمام بشروں کے لئے سجدہ کرنا اور افضلیت ثابت کرنا انکی کم علمی ہے۔ یعنی دلیل خاص پیش کر کے حکم عام ثابت کر رہے ہوتے ہیں۔ جو قطعاً معتبر نہیں۔

بخاری صاحب آپ نے لکھا ہے۔

اگر نور بشر سے اشرف و کرام ہے تو حضور ﷺ کو بشر نہیں کہنا ہوگا۔ نور کہنا ہوگا۔ اور اگر بشر نور سے برتر و افضل ہے تو حضور کو نور نہیں ماننا ہوگا۔ بشر ماننا پڑے گا۔

بخاری صاحب یہاں حضور نبی کریم ﷺ کی نورانیت کے مطلقاً منکر ہو

رہے ہیں اب مطلقاً کہہ رہے ہیں اگر نور بشر سے اشرف واکرم ہے اسی طرح اگر بشر نور سے برتر وافضل ہے۔

بخاری صاحب کیا یہ کوئی طے شدہ قائدہ کلیہ ہے آپ نے خود ہی اپنے رسالہ کے صفحہ نمبر ۵ میں حضور نور ہیں یا بشر کے تحت اس کو لایعنی اور نامعقول سوال قرار دیا اور نتیجۃً ثابت کیا کہ نبی کریم نور بھی ہیں اور بشر بھی اور خود ہی اقرار کیا ان میں تقابل یا تضاد نہیں اور یہاں خود ہی ان میں تضاد پیدا کر کے ایک دوسرے پر برتر وافضل ہونے کے لئے دلیل پیش کر رہے ہو!!

آگے خلافت ونیابت کی بحث کی ہے اور اس کا نتیجہ صفحہ نمبر ۲۰ پر ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔

نیابتِ الٰہی کا شرف واعزاز نہ ملائکہ کو نصیب ہوا، اور نہ ہی اس منصب اعلیٰ پر ارض وسما فائز ہوئے۔ منصب خلافتِ الٰہی اور تخت نیابت ربانی کا مستحق اگر قرار پایا تو ایک حضرت آدم، انسان، بشر! یہ ساقی بادہ الست کی ذرہ نوازی اور بندہ پروری ہے کہ۔

متحمل نہ ہوا ظرف دو عالم جس کا
بھر دی ساقی نے وہ مے مرے پیمانے میں

بخاری صاحب! آپ دلیل خاص بیان کر کے نتیجہ عام اخذ کر رہے ہیں۔ کیا تمام بشروں کو نیابت الٰہی کا شرف واعزاز ملا کہ وہ جو خلقت بیدی اور ونفخت فیہ من روحی کا حامل بشر تھا۔ اس کو یہ شرف واعزاز ملا۔

نیابت الٰہی کا شرف انبیاء کو حاصل ہے نہ کہ تمام بشروں کو یہیں سے سمجھ لو کہ

جب نیابت الٰہی کا شرف انبیاء کو حاصل ہے تو پھر تمہاری اور انکی بشریت ایک جیسی کیسے ہوگئی!!

آگے ثابت کرتے ہیں کہ

''فرشتے سجدہ کرتے ہیں اور ابلیس مردود ہوتا ہے'' اور سب سے پہلے بشر کو بنظر حقارت ابلیس نے دیکھا'' یہ بھی دلیل خاص سے نتیجہ عام ثابت کرنا ہے اور اس بحث کا نتیجہ صفحہ نمبر ۲۳ میں یہ لکھتے ہیں۔

(شیطان) اس تکبر اور حضرت انسان کی اس تحقیر پر بارگاہ رب العزت سے مردود و مغضوب ہو کر دھتکارا گیا اور قیامت تک ملعون و مقہور ٹھہرا اور قیامت کے دن ہمیشہ کے لئے جہنم میں دھکیل دیا جائے گا بشر کو بنظر حقارت دیکھنے کی یہ سزا ملی۔ سبحان اللہ! کیا شان ہے بشر کی کہ اسکو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے والا، مقرب بارگاہ الٰہی ہو کر معتوب و ملعون قرار پایا اور قربِ خداوندی سے محروم کر دیا گیا۔

جناب بخاری صاحب! میں تو یہی کہوں گا کہ آپ انکار سجدہ میں خلاف ورزیء حکم باری تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گستاخانہ رویہ جو کہ کفر ہے اسکو نظر انداز کر رہے ہیں اور بشریت رسول اور بشریت خلافت الٰہی کو عام بشریت ثابت کر رہے ہیں۔

اسی لئے آپ صفحہ نمبر ۲۵ میں لکھتے ہیں۔

خدائے کریم کی وفا ملاحظہ ہو کہ اس ذات پاک نے ہمارے باغی کو اپنی بارگاہ قرب سے ہمیشہ کے لئے دھتکار دیا اور جو ہمارا نہ بنا وہ ان کو بھی نہ رہا۔ ادھر ہماری جفا دیکھو کہ ہم پھر بھی اس کی بارگاہ معبودیت میں سربسجود و سرنگوں ہو کر اس کا

تقرب حاصل نہ کر سکے۔

آگے لکھتے ہیں۔

ابلیس لعین کو ایک دفعہ ہمارے سجدہ کا حکم ہوا وہ انکار کر کے مردود و ملعون ہوا اور ہمیں سات سو مرتبہ اقیمو الصلوٰۃ کا حکم ہوا۔ مگر ہم بارگاہ ذوالجلال میں نہ جھکے۔

بخاری صاحب! آپ کی عبارات سے بالکل واضح ہے کہ آپ بشریت رسول اور بشریت خلافت الٰہی کو اپنی جیسی عام بشریت سمجھتے ہیں کیونکہ آپ بار بار کہہ رہے ہیں۔ ہمارا باغی، جو ہمارا نہ بنا، ہمارے سجدہ کا حکم۔

بخاری صاحب! شیطان ہمارا باغی ہے یا رب کریم کا؟

بخاری صاحب! کیا یہ آپ کی عبارات سے ثابت نہیں کہ آپ واقعی بشریت رسول، بشریت حامل خلقت بیدی اور بشریت حامل ونفخت فیہ من روحی کو اور اپنی بشریت کو ایک ہی مقام پر رکھتے اور سمجھتے ہیں اور انبیاء کرام کی بشریت اور اپنی بشریت میں کوئی فرق نہیں کرتے۔

اللہ کی وفا اور اپنی جفا کے الفاظ پر بھی غور کرو۔

بخاری صاحب پہلے تو مطلقاً بشریت کو افضل ثابت کر رہے تھے لیکن صفحہ نمبر ۳۲ میں آ کر تسلیم کر لیتے ہیں کہ

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

المومن اکرم علی اللہ من بعض ملئکۃ۔ مومن بعض ملائکہ سے عنداللہ زیادہ معزز ہے۔

(رواہ ابن ماجہ، مشکوٰۃ المصابیح باب بدا الخلق وذکر انبیاء)

بخاری صاحب صفحہ نمبر ۳۳ میں انسان (بشر) کی فرشتوں پر فضیلت ثابت کرنے کے لئے دلیل دیتے ہیں۔ کہ فرشتے انسان کی خدمت و دعا گوئی میں مصروف ومنہمک ہیں۔

بخاری صاحب یہ فضیلت ثابت کرنے کی کوئی دلیل ہے کہ اس میں تمام بشر شامل ہیں تا کہ اس طرح ثابت ہو سکے کہ انبیاء کی بشریت اور آپ کی بشریت میں کوئی فرق نہیں۔ اس لئے کہ آپ صفحہ نمبر ۳۵ میں اپنی بحث کے خلاصہ میں لکھتے ہیں۔

ان حقائق کے پیش نظر، بشر سے نور کا کوئی تقابل وتوازن ہی نہیں، بشر نور سے یقیناً افضل ہے۔ نور مفضول ہے، نور ساجد ہے، بشر مسجود ہے، نور خادم ہے، بشر مخدوم ہے۔ ایک بشر کے لئے تمام نور، نوری عناصر، ملائکۃ اللہ، شمس وقمر اور تارے شب و روز مصروف ومنہمک اور سر گرم عمل ہیں، نوری تخلیقات ہر وقت انسان کی خدمت میں مشغول ہیں اور ہمہ وقت انسان ہی کے لئے مسخر ہیں۔

بخاری صاحب! یہ سب کچھ جو آپ بیان کر رہے ہیں کیا ہر بشر کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے یا کہ بشریت میں بھی درجہ بندی ہے۔ بالآخر آپ یہ تسلیم کرو گے کہ بشریت میں بھی درجہ بندی ہے۔ جب تمام بشر ایک جیسے نہیں تو پھر کس طرح تم حضور نبی کریم ﷺ یا انبیاء کرام کے ساتھ اپنی بشریت کو ملاتے ہو!!

بخاری صاحب! آپ حضور نبی کریم ﷺ کی نورانیت کو ان کے خصائص میں سے شمار ہی نہیں کرتے اور یہاں بشریت ثابت کرنے کے لئے جتنے دلائل پیش کئے ان میں دلیل خاص سے عام حکم ثابت کر کے ہی اپنے موقف کو ثابت کر رہے ہو۔

بخاری صاحب اسی صفحہ نمبر ۳۵ میں حضور نبی کریم ﷺ کے امتیازی

خصائص کو نظر انداز کرتے ہوئے اور قرآن مجید میں حکم ربانی کے موجود ہوتے ہوئے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اس طرح مخاطب نہ کرو جس طرح ایک دوسرے کو مخاطب کرتا ہے، لکھتے ہیں۔ جب بشر نور سے افضل و برتر ثابت ہو گیا اور اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا تو اب حضور ﷺ کو بشر کہنا واجب ہو گیا۔ بشر کے مقابلے میں اگر کوئی حضور کو نور کہے تو وہ حضور ﷺ کی اہانت و استحقاف کا مرتکب ہو گا۔ کیونکہ کتاب وسنت کے ناقابل انکار دلائل و براہین کی روشنی میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بشر افضل ہے اور نور مفضول، نور ساجد ہے بشر مسجود، نور خادم ہے اور بشر مخدوم

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ بخاری صاحب کس طرح لقد جاءکم من اللہ نور، سراج منیر اور النجم کے قرآنی حکم کا انکار کرتے ہوئے مطلقاً بشر کہنا واجب قرار دے رہے ہیں اور نور کہنے والے کو حضور نبی کریم ﷺ کی اہانت واستخکاف کا مرتکب قرار دے رہے ہیں۔

بخاری صاحب! جہاں قطعی عقیدہ میں آپ کے جنس بشر میں سے ہونا ثابت ہے وہاں کثیر دلائل سے آپ کی نورانیت کے بھی واضح دلائل موجود ہیں پھر یہ اہانت واستحقاف کس طرح ہے؟ انبیاء علیہم السلام کی اہانت واستحقاف تو کفر ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو بھی آپ نبی کریم ﷺ کی بے مثل بشریت کے ساتھ ساتھ آپ کی بے مثل نورانیت کا یقین رکھتا ہے وہ کفر کا مرتکب ہوتا ہے۔

بخاری صاحب! عقل کے ناخن لو اور دوسروں کو کافر بنانے سے باز رہو۔ اور یہ جو آپ بشریت اور نورانیت کا مقابلہ وموازنہ کر رہے ہیں اور نورانیت کا مطلقاً انکار کر رہے ہیں یہ خود آپ کے اپنے خلاف ہے کیونکہ اپنے رسالہ کے صفحہ

نمبر۵ میں آپ خود اقرار کر آئے ہیں کہ نبی کریم نور بھی ہیں اور بشر بھی۔

بخاری صاحب نے پہلے تو اپنا سارا زور بیان اس بات کو ثابت کرنے میں صرف کر دیا کہ بشر سب سے افضل مخلوق ہے اب خود صفحہ نمبر ۳۶ میں لکھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم انسان نہیں، انسانیت کی توہین ہیں .... ننگ انسانیت ہیں انسانیت کا مقام بہت بلند ہے۔ انسان بننا بہت مشکل ہے۔ غالب کہتا ہے۔

بسکہ مشکل ہے ہر اک چیز کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

بخاری صاحب غالب کا شعر بھی غلط لکھا ہے۔

آگے لکھتے ہیں

اگر ۔ ہر چیز جو چمکے ہے وہ سونا نہیں ہوتی

تو ہر حیوان ناطق بھی انسان نہیں ہوتا۔ انسانوں کی شکلیں، صورتیں تو بہت سی ضرور ہیں لیکن انسان بہت کم ہیں اور وہ ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتے۔

بخاری صاحب! پہلے تو خود ہی بڑا بڑھا چڑھا کر بشریت کو بیان کیا اور اب خود ہی اسکی تذلیل کر رہے ہو۔ اور ہمارے موقف کی حمایت کر رہے ہو کہ اپنی بشریت کو حضور نبی کریم ﷺ کی بشریت سے نہ ملاؤ۔ اپنے آپ کو اسی مقام پر رکھو جس پر ہو۔ صفحہ نمبر ۳۵ میں آپ نے ثابت کیا ہے کہ اب حضور ﷺ کو بشر کہنا واجب ہوگا۔

بخاری صاحب! جب اللہ تعالیٰ نے آپکے بشر ہوتے ہوئے ہمیشہ آپکو آپ کے امتیازی اوصاف سے مخاطب کیا تو پھر آپ کس طرح کہہ سکتے ہو کہ اب حضور

ﷺ کو بشر کہنا واجب ہو گیا۔ بشر ہونے اور بشر کہنے کا فرق ملحوظ خاطر رکھو۔

اور صفحہ نمبر ۳۷ میں لکھتے ہیں۔

ہم بندے ہیں تو ایسے، جن پر بندگی کو عار آئے اور حضور ﷺ بندے ہیں تو ایسے جن کے وجود باجود سے رخ بندگی پر تابندگی و درخشندگی چھا گئی اور بشریت وانسانیت کو چار چاند لگے گئے۔

بخاری صاحب! اب اپنے صحیح مقام کی وضاحت کر رہے ہو۔ اپنے آپ کو اسی مقام پر رکھ کر سوچا کرو اور حضور نبی کریم ﷺ کی بشریت اور اپنی بشریت کو ایک جیسا ثابت کر کے بشر کہنا واجب نہ ثابت کیا کرو۔

بخاری صاحب! صفحہ نمبر ۳۹ سے ''آدمیت کا نقطہ عروج وارتقاء'' کے تحت فرماتے ہیں۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا

اِذَا قَـاتَلَ اَحَدُ کُمْ اَخَاهُ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ فَاِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ علی صُوْرَتِهٖ

جب تم میں سے کوئی کسی سے لڑے تو چہرہ (پر وار کرنے) سے اجتناب کرے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ (صحیح مسلم کتاب البر والصلہ)

آگے صفحہ نمبر ۴۲ میں لکھتے ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی حدیث بخاری خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ (صحیح بخاری آغاز کتاب الاستیذان) کی شرح میں لکھتے ہیں۔

والمراد بالصورة الصفة والمعنے ان الله خلقه علی صفة من العلم والحیاة والسمع البصر و غیر ذلک وان کانت صفاة الله تعالیٰ لایشبها شیء

اور صورت سے مراد صفت ہے اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صفت علم، حیات، سمع اور بصر وغیرہ پر پیدا فرمایا ہے اگرچہ کوئی چیز صفات باری تعالےٰ کے مشابہ نہیں۔ (فتح الباری جزء کتاب الاستیذان)

بخاری صاحب! جب ہم کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور اس کی توجیہہ ہماری تمام کتب میں واضح طور پر موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مثل کوئی چیز نہیں تو پھر کسی بھی قسم کا نور جو وجود رکھتا ہو، وہ اللہ کی مثل کس طرح ہو سکتا ہے!! کیا یہاں نور سے پیدا ہونا سے صفت علم، حیات، سمع اور بصر وغیرہ کی طرح صفت نور سے بلا واسطہ پیدا ہونا مراد نہیں لیا جا سکتا؟؟ اللہ تعالیٰ جب جسمیت (جسم رکھنا) سے پاک ہے تو اللہ تعالیٰ کے نور سے کوئی چیز علیحدہ کر کے بنانے کا کوئی عقیدہ ہی کیسے ہو سکتا ہے بلاشبہ جب آپ ہم پر اللہ کے نور کا ٹکڑا علیحدہ کرنے کا بہتان لگا رہے ہوتے ہیں تو فکر آخرت چھوڑ کر اپنے مسلک کی بے جا حمایت کر رہے ہوتے ہیں۔

بخاری صاحب! یہاں صفت حیات، سمع، علم، بصر وغیرہ عطا ہونے کا اقرار کر رہے ہو۔ کیا صفت علم بھی اسی طرح عطا ہونے کا اقرار کرتے ہو جس طرح صفت

حیات، سمع، بصر وغیرہ عطا ہونے کا اقرار کرتے ہو؟؟

بخاری صاحب! آپ خود صفحہ نمبر ۴۳ میں مذکورہ بالا حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ یہاں صورت سے مراد ظاہری شکل وصورت نہیں ہے کیونکہ اس سے جسمیت باری تعالیٰ لازم آتی ہے جو محال ہے۔

بخاری صاحب! اگر ہمارے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے نور سے پیدا فرمانے کا وہ عقیدہ رکھا جائے جسکا آپ ہم پر الزام لگاتے ہیں تو جسمیت باری تعالیٰ لازم آئے گی اور یہ ہمارے نزدیک محال ہے۔ اللہ تعالیٰ جسم اور شکل وصورت سے پاک ہے (جبکہ حضور نبی کریم ﷺ کے لیے ہم جسم اور شکل وصورت تسلیم کرتے ہیں)۔ بعض دفعہ صورت کا لفظ ظاہری صورت سے قطع نظر باطنی صورت یعنی حقیقت اور صفت پر بولا جاتا ہے (جس طرح ہم نورانیت کے عقیدہ کے متعلق بولتے ہیں) مثلاً کہا جاتا ہے ''صورت مسئلہ یہ ہے'' حالانکہ مسئلہ کی چشم ہے نہ ظاہری صورت، مسئلہ کی حقیقت وکیفیت مقصود ہے۔ لیکن لفظ صورت کا بولا گیا ہے۔

اسی طرح یہاں صورت سے مراد صفت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات سبعہ حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام کا مظہر اتم مخلوقات ربانی میں اگر ہے تو صرف آدمی، آدمی کے علاوہ اور کوئی ایسی مخلوق نہیں جس میں ان جمیع صفات ربانی کی ہلکی سی جھلک موجود ہو۔ فرشتے تک ارادہ وقدرت کی صفات سے محروم ہیں وہ معصوم ہیں اور امر الٰہی کی اطاعت پر مجبور ان میں اپنا کوئی ارادہ نہیں نہ وہ بدی اور برائی پر قادر ہیں۔

بخاری صاحب نے صفحہ نمبر ۴۵ میں باب قائم کیا ہے کہ "کتاب اللہ سے حضرات انبیاء علیہم السلام، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کے پچاس دلائل"

بخاری صاحب! یہ پچاس دلائل تو جب ہمارے خلاف پیش کئے جا سکتے تھے اگر ہم بشریت انبیاء علیہم السلام اور بشریت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منکر ہوتے جب کہ انبیاء کرام کے جنس بشر میں سے ہونے کا ہم قطعی عقیدہ رکھتے ہیں۔ اصل میں دیوبندی علماء غیر متنازعہ فی امور پر دلائل دے دے کر اپنی علمیت کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔

صفحہ نمبر ۴۶ اور ۴۷ میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ انسان، رجل، بنو آدم، ذریت آدم، آدمی، بشر کے ہم معنی الفاظ ہیں اور قرآنی آیات سے دلائل دیئے ہیں۔

بخاری صاحب! اگر بشر رجل کے الفاظ فرشتہ کے لئے ثابت کر دیئے جائیں تو کیا فرشتہ اور بشر ہم معنی ہو جائیں گے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے لئے بشراً سویاً اور رجل کے الفاظ آئے ہیں۔

صفحہ نمبر ۴۸ اور ۴۹ میں دلائل پیش کئے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کھاتے پیتے تھے۔ بازاروں میں بسلسلہ معاش چلتے پھرتے تھے، شادی بیاہ کرتے تھے اور انہوں نے وفات پائی یعنی وہ ملک (فرشتہ) نہ تھے جو کھانے پینے سے بے نیاز اور قیامت تک ہمیشہ رہنے والے تھے۔

بخاری صاحب! ہم نے کب انبیاء کرام کو ملک (فرشتہ) ثابت کیا ہے کہ ان لوازمات بشری کے منکر ٹھہرے ہماری عقائد کی کتابوں میں ہمارے جو ملائکہ سے

متعلق اعتقادات ہیں۔ ان کا مطالعہ کرو کہ شاید ہم نے ان کے لئے کہیں بیویاں، بچے، رشتہ داریاں ثابت کی ہوں جب کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کی اولاد، ازواج مطہرات اور رشتہ داریاں تسلیم کرتے ہیں۔

صفحہ نمبر ۵۲ میں لکھتے ہیں۔

جب حضور ﷺ چار صاحبزادیوں اور چار صاحبزادوں کے باپ ہیں تو بشر کیسے نہ ہوئے؟ کیا نور کی اولاد ہوتی ہے؟

بخاری صاحب! یہ ثابت کرو کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کی نورانیت کو فرشتوں کی قسم کی نورانیت قرار دیتے ہیں جبکہ حضور نبی کریم ﷺ کی نورانیت تمام ملائکہ کی نورانیت سے افضل واعلیٰ ہے۔ فرشتے اس طرح کی نوری مخلوق ہیں کہ نظر نہیں آتے جبکہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کی نورانیت کو حسی و معنوی دونوں طرح تسلیم کرتے ہیں۔ معنوی نورانیت کو تو دیوبندی بھی تسلیم کرتے ہیں اور حسی نورانیت کے رد کے لئے فرشتہ نہ ہونا ثابت کرنا کہاں کی دلیل ہے؟؟

بخاری صاحب صفحہ نمبر ۶۰ میں لکھتے ہیں۔

بعض فریب کار احباب سادہ لوح مسلمانوں کو فریب دینے اور ان کے جذبات سے کھیلنے کے لئے کہتے ہیں ''دیکھا کفار نے کہا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا نبیوں اور رسولوں کو بشر کہنا کفار کا پرانا شیوہ ہے۔ یہ مسلمانوں کا کام نہیں۔

کاش یہ لوگ لاتقربوا الصلوٰۃ پر بس نہ کرتے اور انتم سکرٰی ساتھ پڑھنے کی تکلیف گوارا فرما لیتے اللہ کے بندو! اگر کفار نے کہا تو کیا پھر معاً حضرات انبیاء علیہم السلام نے نہیں کہا نَحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۔ کفار نے ایک حقیقت بیان کی حضرات

انبیاء علیہم السلام الصلوٰۃ والسلام نے فوراً اس کا اعتراف فرمالیا۔ اور جو غلط مطالبہ کیا اس کا انکار فرمادیا۔ کفار و مشرکین ہمیشہ خدا کو خالق و رازق تسلیم کرتے آئے ہیں۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ

(پ ۱۱ سورہ یونس ع ۳)

قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ

(پ ۱۱ سورہ یونس ع ۴ آیت نمبر ۳۱)

تو کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم اللہ کی ہستی اور اس کی شان تخلیق و رزاقی کا انکار کردیں؟ کافر زمین کو زمین کہتے ہیں تو ہم آسمان کہنے لگے جائیں۔ کافر آسمان کو آسمان کہتے ہیں تو ہم اسے زمین کہنے لگیں۔ کافر اگر پاؤں سے چلتے ہیں تو کیا لوگ سر کے بل چلیں گے۔ اور وہ آنکھیں کھول کر دیکھتے ہیں تو چونکہ کافر آنکھیں کھول کر دیکھتے ہیں اور چلتے پھرتے ہیں یہ شرفاء آنکھیں بند کر کے چلنا پھرنا شروع کردیں گے

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

بخاری صاحب! خود تو سادہ لوح بن گئے اور جو انبیاء کرام کو اپنی مثل بشر کہنے والوں کو گستاخ کہتے ہیں وہ فریب کار ہو گئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کے لئے حکم فرمادیا کہ انہیں اس طرح مخاطب نہ کرو جس طرح ایک دوسرے کو مخاطب کرتا ہے۔ جب مخاطب کرنا اللہ کو گوارا نہیں تو پھر ان کی ذات اقدس کو اپنی مثل کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے؟؟ کیا نبی کریم ﷺ کے عوارض بشریت تمہاری مثل ہی ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ نے کہیں پورے قرآن پاک میں آپ کو آپ کا نام نامی لے کر مخاطب کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تو ان کی تعظیم و توقیر کا حکم فرمایا ہے اور تم کہو کہ انکو اپنی مثل

بشر کہنے والے سادہ لوح مسلمان ہیں اور منع کرنے والے فریب کار۔ اس میں کون سالا تقربوا الصلوٰۃ اور انتم سکرٰی والا معاملہ تھا کہ ہم ابتدائی آیت پیش کرتے ہیں اور آخری آیت پیش نہیں کرتے۔

بخاری صاحب! انبیاء کرام کا خود کو جنس بشر میں سے ہونا فرمانا اور بات ہے اور ان کو بشر کہنا اور ہے۔

بخاری صاحب! آپ نے جو مثالیں پیش کی ہیں ان کو پیش کرتے وقت آپ نے نفس مسئلہ کو پیش نظر نہ رکھا۔ جب وہ کافر انبیاء کرام کو نبی و رسول تسلیم نہ کرتے ہوئے، ان پر وحی الٰہی کے نزول کا انکار کرتے ہوئے غرور و تکبر سے اپنی مثل بشر قرار دیتے تھے تو کیا وہ انبیاء کرام کو اللہ سے نبوت و رسالت کے عطا ہونے کا انکار نہیں کر رہے ہوتے تھے؟ کیا وہ توہین رسالت کے مرتکب نہیں ہو رہے ہوتے تھے؟

بخاری صاحب! کفار و مشرکین جو انبیاء کرام کو جھوٹا، جادوگر، شاعر، اترانے والا، کہتے تھے تمہارے نظریہ کے مطابق تو ایسا کہنے والے کا ایمان ضائع نہیں ہوتا ہوگا۔

دیوبندیو! تم ہو ہی گستاخ۔

بخاری صاحب! نے بھی یہاں دو مناظرے پیش کیے ہیں ان کے جوابات میں نے لعل شاہ بخاری صاحب کی کتاب ''بشریت رسول ﷺ'' کے تبصرے میں دے دیئے ہیں وہیں ملاحظہ فرمالیں آگے زیادہ تر فرشتوں اور انسانوں کے درمیان فرق بیان کیا ہے اس کے متعلق بھی میں نے لعل شاہ بخاری صاحب کی کتاب پر تبصرہ میں اظہار خیال کر دیا ہے وہیں ملاحظہ فرمالیں۔

آگے صفحہ نمبر ۶۴ میں قل انما انا بشر مثلکم سے دلیل لائے ہیں اس پر بھی تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے۔

آگے صفحہ نمبر ۶۵ میں ''بشریت انبیاء اور الوہیت خدا'' کے تحت لکھتے ہیں۔

اللہ اکبر! قرآن کریم میں تین مقامات پر نبی کریم ﷺ کی زبان پاک سے آپ کی بشریت کا نص صریح سے اعلان موجود ہے۔ اور تینوں جگہ آپ کی بشریت کے ساتھ اللہ واحد کی الوہیت وسبوحیت کا بیان ہے۔

بخاری صاحب! آپ کی عبارت سے بھی یہ ثابت ہوا کہ بشریت نبی کریم ﷺ کے ساتھ اللہ واحد کی الوہیت کا جو بیان ہے اس لئے ہے کہ آپ کو لوگ الٰہ یا خدا نہ سمجھ بیٹھیں اور یہاں سے یہ دلیل لی ہی نہیں جا سکتی کہ نبی کریم ﷺ عام بشروں کی طرح کے ایک عام بشر ہیں یا جن کے لوازمات بشریت عام بشروں کی طرح ہیں یا جن کو عام بشروں کی طرح مخاطب کیا جا سکتا ہے۔

اسی صفحہ میں آگے لکھتے ہیں۔

فرمایا: اختیارات کا مالک وہی رب سبحان ہے اور عبادت کا مستحق بھی وہی الٰہ واحد۔ عبادت کرو تو اسی کی، دعا مانگو تو اسی سے اور استغفار کرو تو اسی کے آگے۔ میں تو تم جیسا بشر ہوں۔

بخاری صاحب! یہ کفار سے جو بیان ہوا اس میں تو نبی کریم ﷺ اپنے جنس بشر میں سے ہونے کا اظہار فرما رہے ہیں اور آپ ان کے عام کفار جیسے بشر ہونے کو ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے جیسا عام بشر ثابت کر رہے ہو۔

آگے صفحہ نمبر ۶۶ میں ''افراط وتفریط کے درمیان راہ وسط وعدل'' کے تحت

لکھتے ہیں کہ حضرات انبیاء ورسل کے بارے میں فکر انسانی نے عموماً دو طرح سے ٹھوکر کھائی ہے۔ بعض تو ان حضرات کو (العیاذ باللہ) خدا یا خدائی اختیارات کا مالک سمجھ بیٹھے اور بعض عام انسان مثلاً .... یہود ونصاریٰ انکو خود خدا یا خدا کا جزو، خدا کا بیٹا اور خدائی صفات کا حامل اور اختیارات کا مالک سمجھ بیٹھے اور یہود سیدنا عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہنے لگے .... دوسری طرف کفار ومشرکین کا ذہن وفکر یہ تھا کہ مدعیان نبوت عام آدمیوں کی طرح ایک آدمی ہیں انہیں نبوت کے اعزاز ورسالت کے شرف سے معزز ومشرف ہونے کا کوئی استحقاق نہیں .... رسالت ونبوت کے تخت وتاج کا مالک بشر نہیں، نور ہو سکتا ہے۔ ملائکہ کو عہدہ نبوت پر متمکن ہونا چاہیئے۔ انسان اس قابل کہاں؟ بشریت رسالت کے منافی ہے۔

بخاری صاحب! نہ تو ہم یہود والنصاریٰ کا سا عقیدہ رکھتے ہیں اور نہ کفار و مشرکین جیسا ہمارا تو حضور نبی کریم ﷺ کے بے مثل بشر ہونے کا عقیدہ ہے۔ ہم نے آپ کو کبھی فرشتہ ثابت نہیں کیا۔ آپ کی نورانیت فرشتوں کی طرح کی عام انسانوں کو نظر نہ آنی والی نورانیت کی طرح ہے ہی نہیں۔ آپ کے حسی ومعنوی نور ہونے کے کثیر دلائل میں نے پیش کر دیئے ہیں۔

نور معنوی ہونے کو تو آپ بھی مان لیتے ہیں۔ اس کے ساتھ نور حسی ہونا آپ دیوبندی اس کے منکر ہیں۔ اسی لئے آپ صفحہ نمبر ۵۷ میں ''نور ھدایت'' کے تحت لکھتے ہیں۔

یہ یاد رہے کہ جس نور کی نفی کی جارہی ہے وہ خلقت کے اعتبار سے نور ہے۔ یعنی آپ بشر کے مقابلے میں نوری مخلوق نہیں ورنہ صفت کے اعتبار سے تو آپ نور

ہیں۔ بلکہ منیر ہیں دنیا کونور بنانے والے ہیں۔

قرآن میں قرآن کو بھی نور فرمایا گیا ہے تو جس معنی میں کلام پاک نور ہے اسی معنی میں رسول پاک نور ہیں یعنی نور ھدایت ۔کون ہے جو آپ کو نور ھدایت ماننے سے انکار وانحراف کرے۔ ظلمت کدہ عالم منور اور پر نور ہوا تو آپ ہی کی نور ہدایت سے۔

بخاری صاحب! آپ نبی کریم ﷺ کی پیدائش کے وقت جو نور خارج ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے وہ حسی نور تھا اور آپ کی نورانیت کو ہم فرشتوں کی طرح کی نورانیت جیسا مانتے ہی نہیں۔ کیا نوری فرشتہ بھی پیدا ہوتا ہے؟ کیا ان کے بھی ماں باپ ہوتے ہیں۔ کیا ان کی بھی اولاد ہوتی ہے؟ پھر کس طرح یہ ثابت کرتے رہتے ہو کہ ہم آپ کو فرشتہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

میلاد النبی ﷺ کی محافل ہم اہلسنت سارا سال منعقد کرتے رہتے ہیں۔ کیا یہ آپ کے بشر ہونے کی واضح دلیل نہیں؟ پیدا بشر ہی ہوتا ہے۔ آپ کے جسم انور کی حسی نورانیت کے اظہار کے ساتھ آپکی پیدائش بھی ہماری دلیل ہے۔ کیا یہ نور ھدایت نکلا تھا؟ کیا آپ کے جسم انور سے نور ھدایت نکلتا تھا؟ کیا آپ کی بغلوں، دانتوں اور چہرہ انور سے نور ھدایت نکلتا تھا؟ کیا آپ نور ھدایت کی دعا مانگا کرتے تھے؟ کیا آپ دیوبندی حضرات نبی کریم ﷺ کو ہدایت پر نہیں سمجھتے ہو؟؟

ہم نے آپ کے نور ھدایت کا کبھی انکار نہیں کیا اور نہ ہی آپ کے جنس بشر سے ہونے کا انکار کیا ہے ہم تو نور ھدایت کے ساتھ نور حسی بھی منوانا چاہتے ہیں۔ کیا اس طرح آپ نبی کریم ﷺ کی اس خصوصیت کے دلائل ہونے کے باوجود منکر نہیں

ہیں؟

صفحہ نمبر ۷۷ سے آگے ارشادات رسول کریم ﷺ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کے چالیس دلائل بیان کیے ہیں۔

یہ دلائل زیادہ تر وہی ہیں جو ہم لعل شاہ بخاری صاحب کی کتاب پر تبصرہ میں بیان کر چکے ہیں۔

بخاری صاحب! اگر ہم نبی کریم ﷺ کے بے مثل بشریت کے منکر ہیں تو ہمارے خلاف یہ دلائل پیش کئے جا سکتے ہیں جب کہ میں نے بار بار واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ آپ نبی کریم ﷺ کے جنس بشر میں سے ہونے کا ہم قطعی عقیدہ رکھتے ہیں۔ میں نے پہلے بھی علماء اہلسنت کی بیسیوں عبارات پیش کی ہیں۔ آپ کے لئے بھی ان میں اضافہ کرتے ہوئے مزید چند عبارات بیان کر دیتا ہوں تاکہ آپ پر واضح ہو جائے کہ آپ کی بشریت النبی ﷺ کے موضوع پر کتابیں ہمارے خلاف تو تب موثر ثابت ہو سکتی ہیں جب ہم آپ نبی کریم ﷺ کے جنس بشر میں سے ہونے کے منکر ہوں۔ لیکن آپ لوگوں کو اصل مسئلہ سے بے خبر رکھنے اور ہم اہلسنت و جماعت (بریلوی) کو اس بشریت النبی ﷺ کا منکر ثابت کرنے کے لئے اس موضوع پر کتابیں لکھتے ہیں اور ہمارے علماء اہل سنت و جماعت کی عبارات اس طرح پیش کرتے ہیں گویا کہ ہمارے موقف میں تضاد ہے یا ایسے پیش کرتے ہیں کہ گویا ہمارا کوئی عالم بشریت انبیاء علیہم السلام کو مانتا ہے اور کوئی نہیں جبکہ ایسی آپ کے پاس ایک دلیل بھی نہیں ہے۔

آپ ہماری نورانیت کی عبارات اور بشریت انبیاء علیہم السلام کی عبارات

میں تحریف کر کے اس طرح پیش کرتے ہیں گویا کہ کچھ علماء نورانیت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور کچھ بشریت کا اصل میں یہ دیوبندیوں کی عادت ہے کہ جان بوجھ کر ہمارے موقف کو صحیح طرح سے نہ سمجھتے ہیں اور نہ ہی لوگوں کے سامنے صحیح طرح سے پیش کرتے ہیں اور ایسا یہ اس لئے جان بوجھ کر کرتے ہیں تا کہ سنیوں کو اپنا ہم عقیدہ دیوبندی بنا سکیں۔

اب چند عبارات ملاحظہ فرمالیں۔

اجمل العماء مفتی محمد اجمل صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور و معروف کتاب ''ردشہاب ثاقب بروہابی خایب'' (ادارہ غوثیہ رضویہ کرم پارک مصری شاہ لاہور پوسٹ کوڈ نمبر ۵۹۰۰) کے صفحہ نمبر ۳۸۳ میں دیوبندی مولوی حسین احمد ٹانڈوی مصنفہ شہاب ثاقب کی عبارت اور اس کا جواب اس طرح پیش کرتے ہیں۔

ٹانڈوی کی شان رسالت میں گستاخی

دیکھئے باری تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَر'' مِثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ۔ یعنی کفار کو خطاب کر کے کہدو کہ جزایں نیست کہ میں تم جیسا بشر ہوں مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔ اب دیکھئے کہ کفار جن کی نجاست کا صریح اظہار قرآن میں آگیا ہے۔ ان کی مماثلت ظاہر کی جاتی ہے۔ مگر چونکہ یہ مماثلت فقط بشریت میں ہے اور دوسرے اوصاف سے کوئی غرض و تعلق نہیں ہے اس لئے کوئی امر خلاف نہ ہوگا (چند سطروں کے بعد ہے) لیکن بوجہ تحقق نفس بشریت مثل کہا گیا۔ ملخصاً (شہاب ثاقب ص ۱۲۷)

جواب:۔ مصنف کا شان رسالت میں گستاخیاں و بے ادبیاں کرتے کرتے ابھی

دل نہیں بھرا تھا اسی بنا پر آیۃ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ پیش کر کے یہ ناپاک استدلال کر ڈالا کہ حضور اکرم ﷺ کی مماثلت کفار سے فقط بشریت میں ظاہر کی جارہی ہے اور بوجہ تحقق نفس بشریت کے مثل کہا گیا ہے۔کیا اس بے ادب مصنف کو یہ خبر نہیں ہے کہ جو کلمات براہ تواضع اپنی طرف نسبت کئے جاتے ہیں ان کو سند بنا کر پیش کرنا یا ان سے استدلال کرنا کسی بے ادب و گستاخ یا دشمن کا کام ہوتا ہے۔ مثلاً آپ کے یہی اکابر براہ تواضع لکھتے ہیں احقر رشید احمد۔احقر اشرف علی۔احقر الناس خلیل احمد۔العبد المذنب محمد قاسم۔اب کیا کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ان کلمات تواضع کو سند بنا کر یہ استدلال کریں کہ رشید احمد سب سے زیادہ حقیر ہے اشرف علی بھی بڑا حقیر آدمی ہے اور خلیل احمد تو سب لوگوں سے زیادہ حقیر ہے اور محمد قاسم بھی گنہگار بندہ ہے پھر یہ لوگ بوجہ تحقق نفس حقارت کے بھنگی۔چمار وغیرہ حقیروں کے مثل ہیں اور چونکہ وہ احقر خود لکھتے ہیں تو بھنگی چمار وغیرہ سے زیادہ حقیر ثابت ہوئے تو مصنف کیا اس کے استدلال سے ناخوش تو نہیں ہوگا۔ضرور ناخوش ہوگا تو یہ گستاخ مصنف اپنے اکابر کے لئے ایسے استدلال سے تو ناخوش ہوتا ہے اور آقا و مولےٰ سید انبیاء محبوب کبریا ﷺ کے کلمات تواضع سے یہ ناپاک خود استدلال کر کے اپنے آپ کو اور کفار کو ان کا مثل ثابت کرتا ہے۔اس نے پہلے اس آیۃ کریمہ کی تفسیر ہی دیکھ لی ہوتی۔تفسیر خازن وتفسیر معالم التنزیل میں ہے۔

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ قال ابن عَبّاسٍ عَلَّمَ اللّٰہ تعالےٰ رَسُوْلَہٗ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ التَّوَاضُعَ

یعنی آیۃ قل انما انا بشر مثلکم کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ السلام کو تواضع کی تعلیم دی۔

(تفسیر خازن و معالم التنزیل مصری ج ۴ ص ۱۹۳)

ان تفاسیر سے ثابت ہو گیا کہ اس آیۃ کریمہ میں حضور علیہ السلام کو تواضع کی تعلیم دی گئی ہے تو یہ حضور کے کلمات تواضع ہوئے۔ لہٰذا یہ گستاخ مصنف کلمات تواضع سے استدلال کر کے رسول علیہ السلام سے اپنی عداوت کا اظہار کرتا ہے۔ اگر اس کی ان تفاسیر تک رسائی نہیں تھی اور عربی زبان سمجھنے کی قابلیت نہیں تھی تو فارسی زبان کی مدارج النبوۃ ہی میں دیکھ لیا ہوتا۔

از جانب نبوت عبودیتے وانکسارے وافتقارے وعجزے ومسکنتے بوجود آید مثل انما انا بشر مثلکم ومانند آں بوجود آید مارا باید کہ دراں دخل کنیم واشتراک جوئیم و انبساط نمائیم بلکہ بر حد ادب سکوت وتمامی توقف نمائیم خواجہ را میرسد کہ با بندہ خود ہر چہ خواہد بگوید وبکند واستیلا واستعلا نماید بندنیز با خواجہ بندگی وفروتنی کند دیگرے راچہ مجال ویارائے آنکہ دریں مقام درآید ودخل کند واز حد ادب بیروں رود وایں مقام پائے لغز بسیارے از ضعفا وجہلہ وتفرر ایشاں است ملخصًا۔

حضور علیہ السلام کی طرف اپنی بندگی اور انکسار اور احتیاج اور عجز اور مسکنت کے کلمات صادر ہوں جیسے انما انا بشر مثلکم اور اس کے مثل آیات وحدیث۔ تو ہمکو اس میں دخل دینا اور شرکت تلاش کرنا اور خوشی ظاہر نہ کرنی چاہیے بلکہ ہم حد ادب اور سکوت اور علیحدگی کا اظہار کریں۔ آقا کو اختیار ہے کہ وہ اپنے بندے کو جو چاہئے کہے اور کرے اور عظمت وسطوت کا اظہار کرے اور غلام بھی اپنے آقا کے روبرو بندگی اور عجز کا اظہار کرے کسی دوسرے کی کیا مجال وطاقت ہے کہ اس مقام میں آکر مداخلت

کرے اور حد ادب سے باہر نکلے۔ یہ مقام بہت سے ضعیفوں جاہلوں کی لغزش اور ان کے ضرر کا ہے۔ (مدارج النبوۃ کشوری ج ۱ ص ۱۰۱)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس عبارت میں اس آیۃ کریمہ سے استدلال کرنے والوں کا خاتمہ ہی کر دیا اور یہ بتادیا کہ باادب تو ایسی آیات واحادیث میں سکوت برتتے ہیں اور حد ادب پر رہتے ہیں کسی طرح کی مداخلت واستدلال نہیں کرتے اور بے ادب گستاخ جاہل ان سے خوشی کا اظہار کرتے ہیں ان میں مداخلت کرتے ہیں اور استدلال کر کے شرکت تلاش کرتے ہیں اور یہی مقام ان کے لئے لغزش اور ضرر کا ہے۔

تو اس مصنف کے بے ادب وجاہل ہونے پر حضرت شیخ نے رجسٹری کر دی کہ یہ اسی آیۃ کریمہ سے شرکت مماثلت کا استدلال کر رہا ہے اور نہ فقط اہل ایمان کو بلکہ کفار تک کو حضور علیہ السلام کا مثل ثابت کر رہا ہے۔ اگر اس مصنف میں ادب کا کوئی جز بھی ہوتا اور ایمان کا کوئی شائبہ بھی ہوتا تو ہرگز ہرگز حضور سے مماثلت اور برابری کا دعویٰ نہ کرتا۔ مصنف اتنا غور کرتا کہ نبوت سے نیچے مرتبہ صحابیت کا ہے تو اگر حضرات انبیاء علیہم السلام سے مماثلت کا دعویٰ کر سکتے تو صحابہ کرام کرتے۔

صحابہ کرام تو خود یہ فرماتے ہیں۔

لسنا مثل رسول الله صلى الله عليه وسلم

ہم رسول اللہ ﷺ کے مثل نہیں ہیں۔ (شرح شفا شریف لعلی القاری مصری ج ۲ ص ۲۶۲)

اس سے ثابت ہو گیا کہ حضرات صحابہ کرام اپنے آپ کو حضور سید عالم

ﷺ کا مثل نہیں جانتے تھے اور یہ حضرات یہ کیسے جانتے کہ انہوں نے خود حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ سنا تھا۔

ایکم مثلی (وفی روایة) لست مثلکم

تم میں کون سا میری مثل ہے۔

(دوسری روایت میں ہے) میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔

(بخاری شریف مجتبائی ج اص ۲۶۳)

اس گستاخ مصنف کو نہ تو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا فرمان نظر آیا نہ یہ بخاری شریف کی احادیث نظر آئیں کہ خود حضور علیہ السلام نے مدعیان مماثلت کا منہ بند کر دیا ہے اور صاف فرما دیا ہے کہ میں تمہاری مثل نہیں ہوں اور تم میں کون سا میری مثل ہے۔ یہ مصنف اگر حق پر ہوتا اور ما انا علیہ واصحابی پر ایمان لاتا تو ہرگز ایسی جرات نہ کرتا۔ مصنف کی نظر میں اگر احادیث کی عظمت اور اقوال صحابہ کرام کی عزت ہوتی تو ہرگز مدعی مماثلت نہ بنتا۔

لیکن مصنف نے تو اپنے بزرگوں کی سنت کو زندہ کیا ہے اور اپنے پیشواؤں کا اتباع کیا ہے۔ جسکو قرآن کریم نے نقل فرمایا ہے۔

فَقَالَ الْمَلَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْ مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بِشَرًا مِّثْلَنَا

تو اس قوم کے سردار جو کافر تھے بولے ہم تو تمہیں اپنا مثل بشر دیکھتے ہیں۔

(پ ۱۲ سورہ ہود ع ۲ آیت نمبر ۲۷)

قَالُوْ اِمَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

کافروں نے کہا تم تو نہیں مگر ہماری مثل بشر۔

(پ۲۲ سورہ یٰسین ع ۱ آیت نمبر ۱۵)

ان آیات سے ظاہر ہو گیا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو اپنی مثل بشر کہنا کفار کا قول ہے کہ وہ انبیاء کو اپنی مثل بشر کہا کرتے تھے۔ مصنف نے بھی انہیں اپنے بزرگ کفار کی سنت کو زندہ کیا ہے اور حضور ﷺ سے کفار کی مماثلت ثابت کر کے اپنا سلسلہ اتباع کو ظاہر کر دیا کہ وہ اپنے بزرگ کفار کے قول پر اور مسلک پر ہے تو جب یہ مصنف کفار کا متبع ہے۔ ان کے قول پر ایمان لایا ہے تو پھر اس کو نہ کوئی حدیث فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ نہ اقوال صحابہ کرام نہ اقوال سلف صالحین نافع ہو سکتے ہیں۔

اب مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمتہ اللہ علیہ کی مشہور و معروف کتاب ''اتحاد بین المسلمین ____ وقت کی اہم ضرورت'' (مکتبہ رضویہ لاہور نمبر ۲۵) سے آپ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں جس سے آپ نبی کریم ﷺ اور آپ کے والد گرامی کی بشریت کا کتنا واضح اظہار ہے۔

آپ اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۱۹ میں ایک معترض کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں

(۸) معترض برکات انگلشیہ کی طرح برکات نجدیہ کے تذکرے میں بھی رطب اللسان ہے۔ اسے یہ بھول گیا کہ ۱۸۰۳ء میں مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ میں صحابہ کرام اور اولیاء عظام کے مشاہد کا کیا حشر کیا گیا۔ جنت المعلیٰ اور جنت البقیع کو کیسے کھنڈرات میں تبدیل کر دیا گیا۔ گھروں اور بازاروں میں پر امن اور مظلوم باشندوں کو کیسے تہ تیغ کر دیا گیا اور رجال ہی میں سید الانبیاء ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ، حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت مالک انصاری رضی اللہ عنہ (اصحاب

رسول رضی اللہ عنہم) کے مزارات کو پیوند خاک کر کے اجساد طاہرہ کو نامعلوم مقامات پر منتقل کر دیا گیا ہے۔ اگر ان (نجدیوں میں) شعور ہوتا اور عصری تقاضوں سے باخبر ہوتے تو خاص طور پر حضرت عبداللہ ﷺ کے مزار اقدس کو باقی رکھتے اور دنیا کو بتاتے کہ ہمارے آقا اور مولیٰ محمد مصطفٰے ﷺ رحمت کائنات ہونے کے باوجود حضرت عبداللہ کے صلب سے پیدا ہوئے۔ ہر شخص نادر تاریخی یادگار کو دیکھ سکتا۔ حضور کے والدین کریمین کے مزارات کی موجودگی سے عقیدہ عیسائیت اقانیم ثلاثہ والوہیت عیسیٰ کی تردید کے ساتھ ساتھ اسلامی توحید کی زبردست تائید ہوتی ہے۔

حضرت مولانا علامہ فیض احمد اویسی اپنے رسالہ عقائد اہلسنت کے صفحہ نمبر ۳۳ میں "بے مثل بشریت" کے تحت لکھتے ہیں۔

(۱) لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

(پ ۱۸ سورہ النور آیت نمبر ۶۳)

رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔ (پ ۱۸ ع ۱۵)

فائدہ: جب رسول اللہ ﷺ کو ایک دوسرے کی طرح پکارنے سے اللہ کریم نے ممانعت فرمادی تو ایک دوسرے کی مثل سمجھنا کیسے جائز ہوگا؟

(۲) اللہ کریم نے نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کو ساری کائنات کی عورتوں سے بے مثل قرار دیا ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ

اے نبی کو بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

(پ۲۲ع۱سورہ الاحزاب آیت نمبر۳۲)

جب رسولِ معظم ﷺ کے نکاح میں آجانے کی وجہ سے ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن ساری دنیا کی عورتوں سے بے مثل ہو جائیں تو وہ رسولِ مکرم ﷺ خود ساری مخلوق میں بے مثل کیوں نہ ہوں گے؟ یقیناً ہیں۔ سرورِ کون و مکاں، سیاحِ لامکاں، محمد مصطفٰے ﷺ نے خود اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو فرمایا

اِیُّکُمْ مِثْلِیْ — تم میں میری مثل کون ہے۔

(صحیح بخاری شریف ج۱ص۲۴۶ مطبوعہ مصر)

لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنکُمْ — میں تمہارے کسی آدمی کی مانند نہیں۔

(صحیح بخاری ص۲۴۶ ج۱)

اِنِّیْ لَسْتُ مِثْلُکُمْ — میں تمہاری مثل یا مانند نہیں ہوں۔

(صحیح بخاری ص۲۶۳ ج۱)

اِنِّیْ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ — میں تمہاری صورت و شکل و ہیئت کی مانند نہیں ہوں۔ (صحیح بخاری ج۱ص۲۴۷)

قرآنی آیات طیبات اور احادیث شریفہ کی روشنی میں معلوم ہوا کہ سرورِ کائنات، احمد مجتبیٰ محمد مصطفٰی ﷺ کی بشریت ساری کائنات میں بے مثل بشریت ہے۔

نور و بشر کا سرسری تنقیدی جائزہ

یہ کتاب دیو بندیوں کے محدث اعظم محمد سرفراز خاں صفدر گکھڑوی کا جو مواد حضور نبی کریم ﷺ کی بشریت و نورانیت کے موضوع پر انکی مختلف کتب میں موجود ہے اسکو محمد فیاض خان سواتی مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانولہ نے اکٹھا کر کے ''نور و بشر'' کے نام سے مرتب کیا ہے۔

محمد سرفراز خان صفدر صاحب ہم اہل سنت و جماعت (بریلوی) کے مسلک کو اچھی طرح سمجھنے کے باوجود دوسرے دیو بندیوں سے ہٹ کر واردات کرتے ہیں۔ یہ واردات بظاہر بڑی صفائی سے کی گئی ہوتی ہے لیکن پھر بھی جرم بے نقاب ہو کر رہتا ہے۔ میں نے اپنی کتاب ''شرک کی حقیقت'' میں ان کی علم غیب، حاضر و ناظر، حضور نبی کریم ﷺ کا بعطائے الٰہی با اختیار ہونا، عقیدہ توحید اور معجزات و کرامات کے موضوعات پر کتابوں میں انکی اکثر و بیشتر وارداتوں کو بے نقاب کیا ہے اسے پڑھیں اور شرک کے موضوع پر ان کی تحریفوں سے آگاہ ہوں۔

میرا یہ ''نور و بشر'' پر سرسری تنقیدی جائزہ اسکی طباعت دوم (۲۱ رجب ۱۴۲۲) کی عبارات کے مطابق ہے۔

گکھڑوی صاحب کا طریقہ واردات یہ ہے کہ وہ علماء اہل سنت کی عبارات میں جو مختلف مواقع پر مختلف پہلو بیان کئے گئے ہوئے ہیں ان کو استعمال کر کے تضاد پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر اپنی دلیل کو قوی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پوری عبارت پیش نہ کرنا اور اپنے مطلب کی عبارت لے لینا ان کی عادت ثانیہ

ہے۔غیر مقلدین نے انہیں رئیس المحرفین کے خطاب سے سرفراز اہے۔

گکھڑوی صاحب کا یہ بھی طریقہ واردات ہے کہ وہ اہل سنت و جماعت کے قطعی عقیدہ کونظرانداز کر کے ظنی عقیدہ کواس طرح سے پیش کرتے ہیں گویا کہ یہ ان کا قطعی عقیدہ ہے اور قطعی عقیدہ کے دلائل کے یہ منکر ہیں۔

میں نے پیچھے علمائے اہل سنت کے حضور نبی کریم ﷺ کے جنس بشر سے ہونے اور آپ کی بشریت کے بے مثل ہونے کی بیسیوں عبارات درج کی ہیں اور بار بار لکھا ہے کہ یہ ہمارے قطعی عقیدہ ہے اوراس کا انکار کفر ہے۔لیکن گکھڑوی صاحب ہمارا عقیدہ اس طرح سے پیش کرتے ہیں گویا کہ ہم بشریت انبیاء کرام کے منکر ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں گویا کہ ہمارے نزدیک انبیا کرام جنس بشر میں سے نہیں بلکہ فرشتے ہوتے ہیں۔

کسی بھی دیوبندی عالم میں جرات ہوتو کسی بھی اہل سنت و جماعت کے مستند عالم دین کی عبارت سے ثابت کرے کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کو جن یا فرشتہ تصور کرتے ہیں۔تمام دیوبندی کتب مین ایک غلط فہمی یہ بھی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہمارے نزدیک فرشتے بڑی افضل واعلیٰ مخلوق ہیں اور ہم فرشتوں کو جنس انسان سے افضل قرار دیتے ہیں جب کہ ہمارے نزدیک حضور نبی کریم ﷺ کی بشریت ہو یا نورانیت ان کے مقابلے میں فرشتوں کی نورانیت کی کوئی حقیقت نہیں۔آپ کی بشریت ونورانیت فرشتوں کی نورانیت سے افضل واعلیٰ ہے۔غالباً تمام نور کی اقسام کو ایک ہی تصور کرلیا جاتا ہے حالانکہ نور کئی قسموں کا ہے جیسے

فرشتوں کی نورانیت

روح کی نورانیت اگر چہ علماء کرام اسے فرشتوں کی قسم کی نورانیت قرار دیتے ہیں۔ چاند اور سورج کی نورانیت حالانکہ ان دونوں کی نورانیت میں بھی فرق ہے۔

آنکھ کے اندر بھی نورانیت ہوتی ہے جیسے کہتے ہیں چھڑی لگنے سے اسکی آنکھ کا نور بہہ گیا۔

دودھ کو بھی اللہ کا نور کہتے ہیں۔

اور بھی کئی قسمیں ہیں جو قطعاً ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

اللہ تعالیٰ جسکی مثل کوئی چیز نہیں وہ ان نور کی قسموں میں سے کسی بھی جیسا نہیں ہے۔ کیونکہ تمام قسم کے نور مخلوق ہیں اور مخلوق حادث ہے چاہے وہ کیسی ہی ہو۔ مخلوق کوئی بھی ہو اس کا کوئی نہ کوئی زمان و مکان ہے جبکہ اللہ تبارک و تعالیٰ زمان و مکان سے پاک ہے۔

نور اگر صفت ہے تو تمام صفات مخلوق بھی فانی ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات اسکی غیر فانی ذات وحدہ، لاشریک کے لائق غیر فانی اور ازلی ابدی ہیں۔

الغرض اللہ تبارک و تعالیٰ کو ان نور کی کسی بھی قسموں میں سے تصور کرنا جہالت ہے۔ اسکی ذات و صفات بے مثل ہیں۔

اگر نوری فرشتے اسکی ذات کے لائق بے مثل نورانی پردوں کے قریب جائیں تو جل جائیں کوہ طور صرف ایک جھلک سے جل کر سیاہ ہو گیا۔ اسی وجہ سے آنکھوں میں سرمہ ڈالتے ہیں۔ کہ آنکھوں کی نورانیت میں اضافہ ہو جائے۔ چمک اور نور مزید بڑھے بے نور آنکھیں روشن ہو جائیں۔ یہ اسی جھلک کی وجہ سے ہی سرمہ ڈالنے سے آنکھوں کی نورانیت میں اضافہ ہوتا ہے۔

جب مخالفین اہلسنت و جماعت ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہم یہ غلط اور فاسد عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اللہ کے نور میں سے نور ہیں، اللہ کے نور کا ٹکڑا ہیں تو وہ ہم پر بہتان عظیم باندھ رہے ہوتے ہیں۔

جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ کی بے مثل ذات اقدس کی ایک جھلک (یہ جھلک ایک عکسی کی طرح کہہ سکتے ہیں نا کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز الگ ہوئی یا کچھ کمی ہوئی) سے کوہ طور جل گیا۔ اسی طرح اگر کوئی یہ بھی کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی قسم کی تجلی سے حضور نبی کریم ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا تو میرے خیال میں اسے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ کے نور میں سے نور کو علیحدہ کر کے حضور نبی کریم ﷺ کا نور پیدا فرمایا۔

اسی طرح کچھ یہ بے بنیاد الزام بھی لگاتے ہیں کہ اللہ نے اپنے چہرے کے نور سے ایک مٹھی لی۔ یہ ہم پر قطعاً جاہلانہ اعتراض ہے۔ اللہ کی ذات بے مثل ہے۔ اللہ کی بے مثل ذات کے لائق اس کے بے مثل چہرہ اقدس کی ایک جھلک سے اگر نور پیدا کیا گیا ایسا کہیں تو غالباً درست ہوسکتا ہے نہ کہ اس بے مثل ذات اقدس کو فانی اور حادث ثابت کر دیا جائے۔

بلاشبہ بلاشبہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثل ہے اسی طرح صفات بھی بے مثل ہیں۔ کسی بھی اعلیٰ سے اعلیٰ مخلوق کی ذات اور صفات اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات جیسی ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ جب کوئی دیوبندی یہ کہتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ صفت و ہدایت کے اعتبار سے اللہ کے نور ہیں یا اللہ کے نوروں میں سے ہیں تو کیا اس اعتبار سے ہم نے کبھی یہ اعتراض کیا کہ جس طرح اللہ کی ذات اقدس سے آپ کے نور ہونے کا آپ غلط مطلب نکالتے ہیں۔ تو اسی طرح صفت

وہدایت کے اعتبار سے اللہ کے نور سے ہم بھی آپ پر یہ بے بنیاد الزام لگا سکتے تھے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کی صفات حضور نبی کریم ﷺ کی صفات ثابت کررہے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ازلی ابدی بے مثل ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات ازلی ابدی بے مثل ہیں۔ جیسا موصوف ہوتا ہے ویسی اسکی صفات ہوتی ہیں۔ جب ہم نے اقرار کرلیا کہ حضور نبی کریم ﷺ مخلوق ہیں تو پھر کس طرح آپ کی ذات یا صفات کو اس ازلی ابدی ،بے مثل ذات کی ذات میں سے یا صفات جیسی صفات ثابت کر سکتے ہیں!!

مخالفین اہلسنت الزام ہمیں دیتے ہیں لیکن قصوروار وہ خود ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت استاذ العلماء علامہ حافظ عبدالرزاق بھترالوی حطاروی مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی نے اپنی مشہور کتاب "تسکین الجنان فی محاسن کنز الایمان" کے صفحہ نمبر ۱۷۴ (مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار راولپنڈی) میں آیت ونفخت فیہ من روحی پ۱۴ ع۳ کے تحت موازنہ تراجم اس طرح پیش کیا ہے۔

اس میں اپنی بے بہا چیز یعنی روح پھونک دی۔ (فتح محمد)

اور پھونک دوں بیچ اس کے روح اپنی سے (شاہ رفیع الدین)

اور پھونک دوں اس میں اپنی جان سے (شاہ عبدالقادر۔ محمود الحسن دیوبندی)

اس میں اپنی جان ڈال دوں (اشرف علی تھانوی دیوبندی)

اور اس میں اپنی روح میں سے کچھ پھونک دوں (مودودی)

اور اس میں اپنی طرف سے خاص معزز روح پھونک دوں (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلویؒ)

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں یہ ہے کہ اپنی طرف سے خاص معزز روح پھونک دوں۔ باقی تراجم میں ہے اپنی جان ڈال دوں یا اپنی جان سے پھونک دوں، یہاں ذکر ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو فرمایا، میں انسان بنانے والا ہوں بجتی ہوئی مٹی سے، جب اس کی تخلیق مکمل کرلوں، اس میں ایک معزز روح ڈال دوں تا کہ وہ زندگی حاصل کرلے۔ جمل میں ہے:

من روحی من زائدة اوتبعیضیة ای نفخت فیه روحاهی بعض الارواح التی خلقهاای ادخلتها واجریتها

یعنی من روحی میں من زائدہ ہے یا تبعیضیہ یعنی میں اس میں روح ڈال دوں جو میرے تخلیق شدہ ارواح کا بعض ہے۔

جلالین میں ہے۔

اضاف الروح الیہ تشریفالادم

اور حاشیہ جلالین میں ہے

اضاف الروح الیہ تشریفا کمایقال بیت اللہ

جس طرح بیت اللہ حقیقتاً اللہ کا گھر نہیں بلکہ اضافتِ تشریفی ہے اسی طرح من روحی میں اللہ کا روح جان نہیں بلکہ وہ روح مراد ہے جو اللہ کی مخلوق ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے معزز ترین ہوگئی۔

تفسیر کبیر میں ہے۔

وانما اضاف اللہ سبحانہ روح ادم الی نفسہ تشریفا لہ وتکریما

اللہ تعالیٰ نے روح آدم کو اپنی طرف شرافت عطا کرنے اور تکریم کے لئے منسوب کیا۔

مقصد واضح ہوا کہ اصل مدعیٰ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے ایک معزز روح پھونکی یہ مقصود نہیں کہ اپنی جان ان میں ڈال دی۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ابتداً ہی مقصود کو بیان کر دیتا ہے جب کہ دیگر تراجم میں جب تک تاویل نہ کی جائے اور تفاسیر کی تقریر کو اپنی زبان میں نہ پیش کیا جائے اس وقت تک مدعیٰ حاصل نہیں ہوتا جب کہ ترجمہ کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عام آدمی کو کچھ نہ کچھ قرآن پاک کی سمجھ آجائے ورنہ علمائے کرام جو تفاسیر کی ابحاث کو سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں وہ ترجمہ کے محتاج نہیں۔ لہٰذا وہی ترجمہ ذی شان ہوگا جو عام انسان کو خدشات سے دور رکھے۔ ایسے تراجم کا کیا مقصد جن کے پڑھنے کے بعد وہم ہو کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی جان (روح) کیسے ڈال دی، کیا وہ حادث تو نہیں؟ کیا روح باری تعالیٰ اس سے جدا ہو سکتی ہے؟ کیا روح کا اس پر اطلاق ہو سکتا ہے؟ اس طرح کے خدشات سے بچنے کے لئے اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ہی معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

دیوبندیوں کی یہ بھی ایک عادت ہے کہ وہ غیر معروف غیر مستند وحدت الوجودی شاعروں کے شعر بیان کر کر کے اہلسنت و جماعت کو کافر و مشرک ثابت کرتے ہیں یہ انکی عقلی طور پر دیوالیہ ہونے کی دلیل ہے۔ کسی بھی جماعت کے عقیدہ میں اس کے علماء کرام کے دلائل حوالہ میں پیش کیے جا سکتے ہیں نہ کہ شاعروں کے شاعری تو ہوتی ہی مبالغہ آرائی ہے۔ کیا عقیدہ مبالغہ آمیز اشعار سے بنتا ہے۔

اب میں ''نورو بشر'' کے باب اوّل سے ان کے دلائل پیش کرتا ہوں۔

قرآنی دلائل میں آیت نمبر ا یہ پیش کی ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا اِذْجَآءَهُمُ الْهُدٰىٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا

اور نہیں روکا لوگوں کو ایمان لانے سے جب پہنچی ان کے پاس ہدایت مگر اسی بات میں کہ کہنے لگے کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے!

(پ۱۵ سورہ الاسراء رکوع ۱۱)

یہ دلیل پیش کرنے کا مقصد یہی ہو سکتا ہے کہ ہم بشر کو رسالت ملنے کے انکاری ہیں جبکہ اس کی دلیل میں کوئی حوالہ پیش نہ کر سکے جب کہ ہمارا قطعی عقیدہ ہے کہ انسانوں کی ہدایت کے لئے جتنے بھی پیغمبر آئے وہ تمام کے تمام جنس بشر سے تھے۔

لکھتے ہیں ''ان نادانوں نے بشر کو رسول ماننے سے تو انکار کیا، لیکن پتھر کو معبود ٹھہرانے سے نہ شرمائے۔''

گکھڑوی صاحب! کیا ہم بھی پتھر کے معبودوں، ان کے مجسموں کی عبادت کرتے ہیں۔ معبود کوئی مخلوق ہو ہی کیسے سکتا ہے جب کہ تمام مخلوق فانی ہے اور عبادت تو اسی کی ہے جو تمام مخلوق کا خالق ہے۔ کیا کسی نبی، ولی کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ فلاں نبی، ولی مخلوق نہیں؟ کیا ہم نے کہیں لکھا ہے کہ اللہ خود تو تھک گیا اور فلاں فلاں مخلوق کا خالق فلاں فلاں نبی یا ولی ہے؟ ہم انبیاء و اولیاء کرام کو اللہ کا محبوب ضرور قرار دیتے ہیں۔ انکے وسیلہ جلیلہ کو مانتے ہیں لیکن کسی نبی یا ولی کو معبود یا خالق تصور نہیں کرتے۔

صفحہ نمبر ۱۴ امیں آگے لکھتے ہیں۔

اسکا جواب اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا کہ

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا

(اے محمد ﷺ) تو کہہ اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے اور آباد ہوتے تو ہم ان پر آسمان سے فرشتہ رسول بنا کر بھیج دیتے۔ (پ ۱۵ سورۃ الاسراء۔۱۱)

یہ دلیل پیش کرنے کا مقصد بھی یہی ہوسکتا ہے کہ ہم ان کے نزدیک انبیاء کرام بالخصوص حضور نبی کریم ﷺ کے متعلق جنس فرشتہ سے ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں!! جب کہ دلیل میں کوئی حوالہ پیش نہ کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کو جنس فرشتہ سے سمجھتے ہیں۔ ہمارا قطعی عقیدہ ہے کہ آپ جنس انسان سے ہیں نہ کہ جنس فرشتہ سے۔

آپ حضور نبی کریم ﷺ کی نورانیت کو فرشتوں کی نورانیت سے ملاتے ہی کیوں ہیں۔ آپکی نورانیت تمام افضل سے افضل نورانی فرشتوں سے بھی افضل واعلیٰ ہے کیونکہ جب آپ کی ذات مبارک سب مخلوق سے افضل ہے تو آپ کی نورانیت بھی تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ آپ کی نورانیت افضل ہے کیونکہ معراج کی رات حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر پہنچ کر رک جاتے ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ اس مقام سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں۔

وہ بے مثل ذات جس کی ایک جھلک سے کوہ طور جل گیا اس کی قربت کی جو امتیازی شان آپ کو عطا ہوئی وہ فقط آپ کے ہی لائق ہے۔

آیت نمبر۲:

ہمیں بشریت کا منکر اور بشریت کو نورانیت سے کم درجہ سمجھنے والا ثابت کرنے کے لئے دلیل نمبر۲ میں یہ آیت پیش کی ہے۔

قَالَ یَا اِبْلِیْسُ مَالَکَ اَلَّا تَکُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ . قَالَ لَمْ اَکُنْ لِّاَ سْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَا لٍ مِنْ حَمَاٍ مَسْنُوْنٍ . قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّکَ رَجِیْم . وَّاِنَّ عَلَیْکَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْن.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ تو نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہ دیا، وہ بولا میں نہ تھا کہ بشر کو سجدہ کرتا جس کو تو نے کھنکھناتے ہوئے سڑے گارے سے پیدا کیا، فرمایا، تو نکل جا یہاں سے بے شک تو مردود ہے اور تجھ پر قیامت کے دن تک پھٹکار ہے۔ (پ۱۴-الحجر-۳)

گکھڑوی صاحب! یہ فرشتوں کا سجدہ کرنا تمام بشروں کے لئے ثابت کرتے تو پھر تو ہم بھی یہی کہتے کہ تم جیسے بشر بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل اور دوسرے تمام مقرب فرشتوں سے بھی افضل ہیں۔ یہ مطلقاً افضلیت کا عقیدہ غلط ہے آپ نے اس کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی پھر اپنے عقیدے کے مطابق دلیل پیش کی کہ انبیاء کرام تمہارے جیسے عام بشر ہیں اس لئے تم بھی تمام فرشتوں سے افضل ٹھہرے۔ یعنی دلیل خاص پیش کر کے عام نتیجہ اخذ کیا جا رہا ہے۔ تمام فرشتوں نے جس بشر کو سجدہ کیا وہ نفخت فیہ من روحی کا حامل تھا۔ وہ خلیفۃ اللہ فی الارض تھا۔ کیا تمام بشروں میں اللہ تعالیٰ بلا واسطہ براہ راست روح پھونکتا ہے؟

شیطان مردود صرف بشر کو سجدہ کرنے کی وجہ سے مردود ہوا کہ اللہ کے حکم کا انکار کرنے اور اللہ نے جو روح پھونکی اس کی توہین کرنے کی وجہ سے بھی مردود ہوا۔ اپنے غرور تکبر کی وجہ سے بھی مردود ہوا۔

بلاشبہ جس طرح ونفخت فیہ من روحی کا بے ادب شیطان مردود ہے اس کے چیلے بھی جو اس کے ساتھ ساتھ منکر ہیں وہ بھی مردود ہیں۔

آپ لکھتے ہیں

اور بشر کو اعلیٰ شان کا سمجھنا فرشتوں (اور فرشتہ صفت لوگوں) کا کام ہے۔ اس مضمون کے پیش نظر جو شخص بشر میں اس کے فضائل وکمالات کے انکار کا پہلو دیکھ رہا یا تلاش کر رہا ہے تو وہ ابلیس کے طریقے کو اپنا رہا ہے اور اس کو اپنا مقام خود سمجھ لینا چاہئے۔

بلاشبہ انبیاء کی بشریت اور ونفخت فیہ من روحی کے حامل بشر کو اعلیٰ شان کا سمجھنا فرشتوں کا کام ہے۔

گکھڑوی صاحب! عبارت لکھتے وقت اپنے بزرگوں کی عبارات کو دہرالیا کرو کہ انبیاء کی بشریت کو اپنے جیسی کون بیان کرتا ہے۔ ان کو بڑے بھائی اور گاؤں کے چوہدری کے مقام پر کون رکھتا ہے۔ بلاشبہ دیوبندیوں کے گرو امام شہید نے ابلیس کے طریقہ کو ہی اپنایا۔ اور اس کی پیروی میں اس کے دیوبندی وہابی چیلے بھی انبیاء کرام کو عام بشر ثابت کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں تا کہ کہیں ان کے امام شہید کی شان میں فرق نہ آجائے۔

آیت نمبر۳:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ

تو کہہ میں تو تمہاری طرح کا بشر ہوں مجھ پر وحی نازل کی جاتی ہے۔

(الآیۃ پ ۱۶ کہف آیت نمبر ۱۱۰)

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ قل انما انا بشر مثلکم یعنی میں بھی بشر ہوں جیسے تم بشر ہو اور تمام لوازمات بشریہ مجھ میں پائے جاتے ہیں جیسے تم میں ہیں۔ ہاں میرا اور تمہارا فرق یہ ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل کی جاتی ہے۔ جس کی بدولت میرا نام اور مقام بہت بلند ہو گیا۔

گکھڑوی صاحب! کیا واقعی کافروں کی بشریت میں جو لوازمات پائے جاتے تھے وہ تمام لوازمات بشریہ حضور نبی کریم ﷺ میں بھی ویسے ہی پائے جاتے تھے؟ کیا صرف یہی فرق تھا کہ اللہ کی طرف سے وحی نازل کی جاتی تھی۔

گکھڑوی صاحب! کیا تمام کافر بھی حضور نبی کریم ﷺ کی طرح معصوم ہیں؟

کیا تمام کافروں کے جسموں سے بھی خوشبودار پسینہ نکلتا تھا؟

کیا کافر بھی کوئی شیطانی کلمہ پڑھ کر مسلمانوں کو نظر نہیں آتے تھے جس طرح کہ نبی کریم ﷺ ہجرت کی رات کافروں کو اپنے گھر سے کلام ربانی پڑھتے ہوئے نکلے تو نظر نہ آئے اور آپ نے ان کافروں کے سروں پر مٹی بھی ڈالی۔

کیا کافر بھی اگر مسلسل کچھ کھائیں پئیں نہیں تو پھر بھی وہ کمزور نہ ہوتے تھے؟

کیا کافروں کے بال بھی شفا دیتے تھے؟

کیا حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج مبارک کی طرح کافروں کی بیویوں کو بھی ان کی وفات کے بعد شادی کی اجازت نہیں تھی؟

کیا کافروں نے بھی کبھی اپنے ہاتھ کی انگلیوں کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے کیا؟

کیا کافروں کی ہاتھ کی انگلیوں سے بھی کبھی پانی کے چشمے جاری ہوئے؟

کیا کسی کافر کے اشارے پر بھی درخت دوڑے آتے تھے؟

کیا کسی کافر کے ہاتھ میں بھی پتھر کی کنکریاں ان کافروں کا کلمہ کفر پڑھتی تھیں؟

کیا تمام کفار کے جسم بھی مرنے کے بعد محفوظ اور صحیح سلامت ہیں؟

کیا کفار بھی مرنے کے بعد قبروں میں نماز ادا کرتے ہیں؟

گکھڑوی صاحب! کیا آپ یا آپ کے بڑے بھائی کی تھوک بھی شفائے مریضاں ہے؟

کیا آپ یا آپ کے بڑے بھائی کی نیند بھی ناقص وضو نہیں؟

کیا آپ یا آپ کے بڑے بھائی کی بصارت جنت دوزخ کا مشاہدہ کرتی ہے؟

کیا آپ بھی آسمان کے چپے چپے پر فرشتوں کو دیکھتے ہیں؟

کیا آپ کے کپڑوں کے دھوون سے آپ کے مدرسہ کے بچوں کو شفا ملتی ہے؟

ہرگز ہرگز نہیں۔ پھر یہ کیسے ثابت کرتے ہو۔

تمام لوازمات بشریہ مجھ میں پائے جاتے ہیں جیسے تم میں ہیں۔

آیت نمبر۴:

قرآنی دلائل میں آیت نمبر۴ یہ پیش کی ہے۔

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرً رَّسُوْلًا

تو کہہ سبحان اللہ میں تو نہیں ہوں مگر بشر رسول

(پ۱۵ بنی اسرائیل-۱۰)

مشرکین مکہ نے تعصب وعناد کی وجہ سے آنحضرت ﷺ سے چند فرمائشی نشانات طلب کیے تھے جو حکمت خداوندی کے خلاف تھے۔ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو یوں ارشاد فرمایا کہ:

گکھڑوی صاحب! تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر فرشتہ رسول ہوتا تو وہ اپنی مرضی سے یہ فرمائشی معجزات پورے کر دیتا اور بشر رسول میں فرمائشی معجزات پورے کرنے کی صلاحیت نہیں۔ اللہ کے مقابلے میں یا اللہ کی عطا کے بغیر ہم ذرہ بھر کسی میں اختیار ماننے کے قائل نہیں۔

بلاشبہ ہم رسول کریم ﷺ کے جنس بشر سے ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور مشرکین مکہ کی طرح فرمائشی معجزات کے طالب نہیں۔ ہمارا یقین ہے اور ہمارا عشق نبی کریم ﷺ یہ کہنے پر ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم والہانہ انداز میں دعویٰ کر سکیں کہ حضور نبی کریم ﷺ سراپا معجزہ ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا معجزہ ہیں۔ قرآن مجید

اگر عالم معانی کے لحاظ سے بے نظیر معجزہ ہے تو عالم جسمانی کے لحاظ سے آپ سب سے بڑا معجزہ ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں کہ آپ کو تو ہی عالم معانی کا سب سے بڑا بے نظیر و بے مثال معجزہ عطا ہوا۔ اور وہ آپ کے اس سینہ اقدس پر ہی نازل ہوا۔

گکھڑوی صاحب نے آگے چار قرآنی آیات کی طرح چار احادیث بشریت نبی کریم ﷺ پیش کی ہیں۔

حدیث نمبرا:

آنحضرت ﷺ نے حضرات صحابہ کرام ؓ سے اپنا منصب بیان کرتے ہوئے یہ فرمایا

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ (الحدیث)

کہ میں تمہاری طرح کا بشر ہوں

(بخاری شریف ج ا ص ۸۵ و مسلم شریف ج ا ص ۲۱۲)

گکھڑوی صاحب! بشریت جنس ہے یا منصب ہے؟ منصب نبوت و رسالت ہے۔ منصب خاتم النبیین ہے۔

ہمارا یہ واضح عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جنس بشر سے ہیں۔

گکھڑوی صاحب! چاہیے تو یہ تھا کہ اپنے عقیدہ کے مطابق حضرات صحابہ کرام سے اپنی طرح عام بشر ہونے کی عبارات دکھاتے تاکہ ثابت ہوتا کہ جب حضرات صحابہ کرام کی بشریت اور رسول کریم ﷺ کی بشریت ایک جیسی عام بشر کی طرح ہے تو عام بشر اور رسول کا فرق ختم ہو جاتا اور آپکا موقف درست ثابت ہو جاتا

لیکن ایسا ہرگز ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ عام بشر اور رسول میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

اگر صحابہ کرام آپ نبی کریم ﷺ کو جنس بشر سے ہونا بیان کریں تو یہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ ہم بھی آپ نبی کریم ﷺ کو جنس بشر سے مانتے ہیں۔ ہیرا اور پتھر جس طرح ایک ہی نوع سے ہوتے ان میں زمین آسمان کا فرق ہے اسی طرح بشر رسول اور عام بشر میں بھی زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ہیرے کو اس کے امتیازی وصف سے ہی مخاطب کرتے ہیں نہ کہ اسے کہیں گے یہ ایک پتھر ہے۔ اس طرح بشر رسول کو بھی اس کے امتیازی وصف سے ہی مخاطب کر سکتے ہیں عام بشر کی طرح کا بشر قرار نہیں دے سکتے۔

ہم انبیاء کرام کی بشریت کے منکر نہیں لیکن عام بشر اور بشر رسول میں جو امتیازی فرق ہے اسکو ملحوظ رکھنے کے طلب گار ہیں۔

صحابہ کرام سے آپ کے جنس بشر ہونے کی عبارت پیش کرنا، یہ دلیل نہیں، بلکہ عام بشر کی طرح مخاطب کرنے اور پکارنے کی عبارات دکھاؤ تاکہ عام بشر اور بشر رسول ﷺ کا فرق ختم ہو جائے اور تمہاری دلیل ثابت ہو لیکن یہ ممکن نہیں۔

حدیث نمبر۲:

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اللھم انما انا محمد بشر یغضب (الحدیث)

اے میرے پروردگار میں محمد ﷺ تو بشر ہوں مجھے غصہ بھی آجاتا ہے۔

(مسند احمد ج۲ص۴۹۳)

گکھڑوی صاحب! میں نے عوارض بشریت تمام انبیاء کرام کے لئے اپنی کتاب کے شروع میں تفصیل سے بیان کر دیئے ہیں۔ان سے ہم کو انکار نہیں۔لیکن عام بشر اور بشر رسول کے عوارض بھی ایک جیسے نہیں تو پھر دونوں کی بشریت ایک جیسی کیسے ہو سکتی ہے!!

اگر آپ اپنے شاگرد پر بڑے غصہ ہوں اور حضور نبی کریم ﷺ کسی پر غصہ ہوں کیا اس میں فرق نہیں؟ اگر اس میں فرق ہے، اس کے نتیجہ میں فرق ہے۔ پھر عام بشر اور بشر رسول ایک کیسے ہو گئے؟

حدیث نمبر ۳:

خطبہ کسوف کے موقع پر آپ نے صحابہ کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا

یاایھاالناس انما انا بشر رسول (الحدیث)

اے لوگو پختہ بات ہے کہ میں تو بشر رسول ہوں۔(مواردالظمان ص ۱۵۸)

گکھڑوی صاحب! تمہارا ترجمہ تو ہمارے حق میں ہی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں جنس بشر سے ضرور ہوں لیکن بشر رسول ہوں اور اس کے تقاضے بھی عام بشریت سے الگ ہیں۔

گکھڑوی صاحب! ہمارے اور اپنے درمیان وجہ اختلاف کو مدنظر رکھتے ہوئے دلیل پیش کیا کرو۔آپ بشر رسول کو بھی عام بشر سمجھتے ہیں۔ بڑے بھائی کا درجہ دیتے وقت فرق کو ملحوظ خاطر نہیں رکھتے۔ بشر رسول اور کسی گاؤں کے چوہدری کی بشریت میں فرق نہیں کرتے۔

حدیث نمبر۴:

حجتہ الوداع کے بعد ایک خاص مقام اور مخصوص موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

الا یا ایھا الناس انما انا بشر یوشک ان یاتینی رسول ربی عزوجل فاجیب

خبردار۔اے لوگو پختہ بات ہے کہ میں تو بشر ہوں، قریب ہے کہ میرے پاس رب کا قاصد (ملک الموت) آجائے اور میں اس کے حکم کی تعمیل کروں۔
(مسند احمد ج ۴ص ۳۷۶ واللفظ لہ، ودارمی ص ۴۲۴ ومسلم ج ۲ص ۲۷۹ وسنن الکبریٰ ج ۱۰ص ۱۱۴)

گکھڑوی صاحب! ہمیں آپ کے وفات پانے کا انکار نہیں لیکن عام بشر اور بشر رسول کی وفات پانے میں جو فرق ہے وہ تسلیم کروانا چاہتے ہیں۔عام بشر کو اچانک موت آجاتی ہے۔لیکن بشر رسول کے پاس موت کا فرشتہ پوچھ کر آتا ہے۔عام بشر زیادہ سے زیادہ جنت کے اعلیٰ درجہ کا طلب گار ہوتا ہے لیکن بشر رسول رفیق اعلیٰ کا طلب گار ہوتا ہے۔عام ایماندار بشر شفاعت نبی کریم ﷺ کا طلب گار ہے اور بشر رسول شفاعت کا عہدہ دار ہے عام ایماندار بشر حوض کوثر پر جام کوثر پینے کا طلب گار ہے اور بشر رسول بعطائے الٰہی حوضِ کوثر کا مالک ہے۔

گکھڑوی صاحب! اہل سنت و جماعت حنفی بریلوی اور دیوبندی فرقہ میں اختلاف ہی اسی وقت ہوا جب آپ کے امام شاہ شہید نے عام بشر اور بشر رسول میں

فرق کوختم کرنے کے لئے تقویۃ الایمان لکھی۔

آپ کے امام شاہ شہید تقویۃ الایمان کے ص ۹۳ (المکتبہ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور۲) میں عام بشر اور بشر رسول کے فرق کو ختم کرتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہوئے اور اپنی آخرت برباد کرتے ہوئے تفسیر بالرآئے سے لکھتے ہیں۔ یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔

اور ص ۹۲ میں لکھتے ہیں۔

اولیاء انبیاء، امام زادے، پیر، شہید جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں (عام بشر اور بشر رسول کے فرق کوختم کرتے ہوئے) اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی (عام بشر اور بشر رسول کے فرق کوختم کرتے ہوئے) وہ بڑے بھائی ہوئے۔ ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے۔ ہم ان کے چھوٹے ہیں سو ان کی تعظیم (عام بشر اور بشر رسول کے فرق کوختم کرتے ہوئے) انسان کی سی کرنی چاہئے۔

اور ص ۴۸ کے آخر میں لکھتے ہیں

ان باتوں میں بھی بندے بڑے ہوں یا چھوٹے (عام بشر اور بشر رسول کے فرق ختم کرتے ہوئے) سب یکساں بے خبر ہیں اور نادان

اور ص ۳۵ میں لکھتے ہیں

اور یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا یا چھوٹا وہ (عام بشر اور بشر رسول کے فرق کوختم کرتے ہوئے) اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

اس طرح کی کئی مثالیں اور بھی اس کتاب میں موجود ہیں کہ جن کو لکھتے

ہوئے قلم لرزاٹھتا ہے۔ دل کانپ جاتا ہے۔ اب دیوبندی اپنی ان گستاخیوں اور گندے عقائد پر پردہ ڈالنے کے لئے اہل سنت وجماعت پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم انبیاء کرام کی بے مثل بشریت کے منکر ہیں۔ حالانکہ ہم عام بشر اور بشر رسول میں زمین وآسمان جتنے فرق کو ملحوظ خاطر رکھوانے کے لئے کوشاں ہیں۔

اگر دیوبندی وہابی آج اپنے امام شاہ شہید کی ان عبارات کے انکاری ہوجائیں اور اپنے شاہ شہید کی عبارات کو گستاخانہ تسلیم کرلیں تو کئی مسائل میں فرق مٹ سکتا ہے لیکن دیوبندیوں وہابیوں کے دلوں پر ایسی مہر لگ چکی ہے کہ وہ دل سے تو ان کے انکاری ہیں۔ اسی لئے اپنی کتابوں میں اور مسلک بیان کریں گے لیکن ان گستاخانہ عبارات سے رجوع ہرگز نہیں کریں گے اپنے شاہ شہید کو چھوڑنا ہرگز گوارا نہیں کریں گے۔

گکھڑوی صاحب نے آگے صفحہ نمبر ۱۷ سے ''آثار صحابہ سے دلائل'' کے تحت پانچ اثر بیان کئے ہیں۔ اور ان میں نبی کریم ﷺ کے لئے جنس بشر میں سے ہونا ثابت کیا ہے۔

میں مختصر یہی کہوں گا کہ ہم انبیاء کرام کے جنس بشر سے ہونے کے منکر نہیں۔ ہمارا اور آپ کا اس میں اختلاف ہے ہی نہیں۔

آگے ص ۱۸ سے ''اقوال علماء اسلام ومفسرین ومحدثین کرام'' کے تحت ۲۰ اقوال آپ نبی کریم ﷺ کے جنس بشر سے ہونے کے بیان کئے ہیں۔

ہمارا اور آپ کا اختلاف جنس بشر سے ہونے کا قطعاً نہیں۔ چند اقوال کے ان کے اپنے اردو تراجم پیش کردیتا ہوں۔

علامہ جلال الدین الدوانی الشافعیؒ (المتوفی ۹۲۸ھ) لکھتے ہیں

نبی وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کی خاطر معبوث کرتا ہے۔ (شرح عقائد جلالی ص۲)

محقق احناف حافظ ابن الہمام الحنفیؒ لکھتے ہیں۔

تحقیق سے نبی وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے نازل کئے احکام کی تبلیغ کے لئے معبوث کرتا ہے اور اسی کو رسول کہتے ہیں سو (اس لحاظ سے) دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ (المسایرہ مع المسامرہ ج۲ ص۸۳ طبع مصر)

امام جلال الدین السیوطی الشافعیؒ (المتوفی ۹۱۱ء) لکھتے ہیں کہ

رسول کے معنی میں مشہور یہ ہے کہ وہ ایسا انسان ہوتا ہے جسکی طرف شریعت کی وحی کی جاتی ہے اور تبلیغ شرع کا مامور ہوتا ہے اور اگر اس تبلیغ شرع کا حکم نہ ہو، تو فقط نبی ہوتا ہے۔ (تدریب الراوی ص۱۹ طبع مصر)

امیر یمانی محمد بن اسماعیلؒ (المتوفی ۱۱۸۲ھ) لکھتے ہیں

اور شریعت کی اصطلاح میں نبی اس انسان کو کہتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعے شریعت نازل کی گئی ہو اور جب اسے دوسرے لوگوں کی خاطر اس شریعت کی تبلیغ کا حکم دیا گیا ہو تو اسے رسول کہتے ہیں۔

(سبل السلام ج۱ ص۹ طبع مصر)

علامہ محمد عابدین الشامی الحنفیؒ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ

بشر کی تین قسمیں ہیں خواص جیسے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور درمیانے قسم کے جیسے حضرات صحابہ کرامؓ وغیرہ اور عوام جس طرح دیگر لوگ

(شامی ج ا ص ۴۹۲ طبع مصر)

گکھڑوی صاحب! بلا شبہ انبیاء کرام جنس بشر سے ہوتے ہیں۔ آپ دیوبندیوں کی یہ عادت ہے کہ موضوع جو کہ فریقین میں متنازعہ ہوتا ہے اس کے دلائل اکثر و بیشتر بیان ہی نہیں کرتے آپ کو چاہیے تو یہ تھا کہ اپنے صحیح عقیدہ کے مطابق عام بشر اور بشر رسول میں فرق نہ ہونے کو ثابت کرنے کے لئے دلائل پیش کرتے اور یہ بھی ثابت کرتے کہ کیونکہ جنس یکساں ہے اس لئے اوصاف بھی یکساں اور یہ بھی ثابت کرتے کہ جس طرح عام بشر کو مخاطب کیا جا سکتا ہے اسی طرح بشر رسول کو بھی مخاطب کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جنس کے لحاظ سے برابر ہیں اور بحکم قرآنی اپنی آخرت برباد کرنے کے اسباب پیدا کرتے کیونکہ آپ کو تو عام انسانوں کی طرح مخاطب کرنے سے بھی منع فرمایا گیا ہے اور یہ ثابت کرتے کہ عام بشر اور بشر رسول کے احکام ایک جیسے ہوتے ہیں۔

نیز یہ بھی ثابت کرتے کہ پتھر اور ہیرا ایک ہی نوع سے ہیں اس لئے ہم ان دونوں میں فرق نہ کرتے ہوئے دونوں کو پتھر ہی کہیں گے۔

آگے صفحہ نمبر ۲۵ سے ''اقوال فقہا کرام'' پیش کرتے ہیں اور ان اقوال کو پیش کرنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''یہ بھی دیکھیئے کہ وہ کس طرح آنحضرت ﷺ کو انسان اور بشر کہتے ہیں۔ اگر اس لفظ میں توہین اور بے ادبی کا ادنیٰ سا شائبہ بھی ہوتا تو وہ ہرگز آپ کو بشر نہ کہتے، بلکہ بشر کہنے والوں کے خلاف اور نہ سہی تو فتویٰ ہی صادر فرما دیتے۔

گکھڑوی صاحب! نفس مسئلہ مختلف فیہ کو سمجھتے نہیں اور اپنی علمیت ثابت

کرنے کے لئے بے سود کوششیں کرتے رہتے ہیں اب ان کی چند عبارات فقہ کرام کے ان کے تراجم بھی ملاحظہ فرمالیں۔

فقہ حنفی کی معتبر و مستند کتابوں میں ہے کہ

جو شخص یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آنحضرت ﷺ انسان تھے یا جن تو وہ شخص کافر ہے۔

(فصول عمادیہ ص ۱۳۵۰ طبع ہند و فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۹۱ طبع مصر)

گکھڑوی صاحب! ہمارا عقائد میں حضور نبی کریم ﷺ کے جنس بشر سے ہونے اور جن یا فرشتہ نہ ہونے کی عبارات آپکو نظر نہ آئیں جو یہ دلیل پیش کر رہے ہو۔

کیا نبی کریم ﷺ کی بشریت کے منکر کو ہم کافر قرار نہیں دیتے ؟؟؟

علامہ زرقانی المالکیؒ (محمد بن عبدالباقی المتوفی ۱۱۲۲ھ) شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ پس اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ میں اس بات کا ایمان رکھتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ تمام مخلوق کی طرف بھیجے گئے ہیں لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ آپ بشر تھے یا فرشتے یا جن یا یہ کہ میں نہیں جانتا کہ آپ عربی تھے یا عجمی تو اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ (مختصراً)

گکھڑوی صاحب! میں پھر آپ سے پوچھتا ہوں کہ ہماری کس کتاب میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ جنس فرشتہ یا جن میں سے تھے اور ہماری کس کتاب میں لکھا ہے کہ ہم کو یہ معلوم نہیں کہ آپ عربی تھے یا عجمی۔

میں آپ کی مذکورہ بالا اور دوسری عبارات جو میں نے طوالت کے خوف

سے نہیں لکھیں ان کے بے موقع ہونے کے لئے اپنی ایک کتاب کا مزید حوالہ دے دیتا ہوں۔

شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی اپنے رسالہ "پیکر نور ﷺ" (رضا اکیڈمی محبوب روڈ چاہ میراں لاہور نمبر ۳۹) کے صفحہ نمبر ۶ میں لکھتے ہیں۔

سرکار دو عالم ﷺ کی بشریت کا مطلقاً انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے ــــــ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں جو مطلقاً حضور کی بشریت کی نفی کرے، وہ کافر ہے: قَالَ تَعَالٰی قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا

(فتاویٰ رضویہ (مبارکپور، انڈیا) ج۶ ص ۶۷)

آگے صفحہ نمبر ۳۰ میں نبی کریم ﷺ کی بشریت کو نئے انداز سے ثابت کرنے کے لئے سرخی قائم کی ہے کہ "آپ کی بشریت کا ثبوت ایک اور انداز سے" اور دلیل یہ پیش کی ہے۔ حضرت ملا علی ن القاری الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ۔

روی ابن الجوزی فی الوفاء عن کعب الاحبار انه تعالیٰ لما اراد ان یخلق محمدا صلی الله علیه وسلم امر جبرائیل علیه الصلوٰة والسلام ان یاتیة ، بالطینة البیضاء فهبط فی ملاء من ملائکة الفردوس وقبض قبضة من موضع قبره بیضاء نیرة فعجنت بماء التسنیم

امام ابن الجوزیؒ نے کتاب الوفاء میں حضرت کعب احبارؒ سے روایت کی

ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ وہ حضرت محمد ﷺ کو پیدا کرے، تو اس نے حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا کہ وہ سفید مٹی لے آئے، چنانچہ وہ فردوس کے فرشتوں کی جماعت میں اترے اور آپ کی قبر مبارک کی جگہ سے سفید اور درخشندہ مٹی کی ایک مٹی بھری۔ سو وہ مٹی تسنیم کے پانی سے گوندھی گئی۔

اھ (شرح الشفاء ج ۲ ص ۲۰۱ طبع مصر)

گکھڑوی صاحب! اس سے تو ہمارے موقف کو تقویت ملتی ہے اس سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ آپ کی تخلیق حضرت آدم علیہ السلام سے ہٹ کر کی گئی ہے۔ اور اس میں آپ کی نورانیت کا بھی واضح اظہار ہے۔ یہ سفید اور درخشندہ مٹی، یہ نیرّ و تاباں مٹی آپ نبی کریم ﷺ کی بشریت کے ساتھ ساتھ آپ کی بے مثل نورانیت کو بھی لئے ہوئے ہے۔

کہاں یہ سفید اور درخشندہ چمکدار مٹی اور دوسری طرف سڑا ہوا گارا۔

اپنی اس دلیل کی حمایت میں اور قارئین کو دھوکہ دینے کے لئے امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک عبارات کو اس طرح سے دلیل میں پیش کر رہے ہیں گویا کہ امام صاحب غیر ارادی طور پر لکھ گئے ہیں ورنہ ان کا عقیدہ کچھ اور ہی تھا۔ ملاحظہ فرمائیں گکھڑوی انداز بیان۔

بریلوی فرقہ کے قائد اور روح رواں مولوی احمد رضا خان صاحب کا اقرار

مولوی احمد رضا خان صاحب کو بھی اس کا اقرار ہے کہ آنحضرت ﷺ کا

وجود مبارک مٹی سے بنا اور آپ بشر ہیں۔ چنانچہ وہ ایک مقام پر علامہ خطیب بغدادیؒ کی کتاب المتفق والمفترق کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے طریق سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ ایک مٹی سے بنے۔ اسی میں دفن ہوں گے (السنیۃ الانیقہ ص ۸۵) اس حدیث کا تذکرہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کیا ہے (ملاحظہ ہو ارشاد الطالبین ص ۴۰) اور خان صاحب نے حاشیہ پر اس پر فائدہ یوں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس جس خاک پاک سے بنا صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ اسی مٹی سے بنے۔

صفحہ نمبر ۳۱ میں اپنی عادت سے مجبور ہو کر لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے پھر یہ عنوان قائم کیا ہے۔

بریلوی علماء کے اقوال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا ثبوت

نمبر ۱: خان صاحب بریلوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ بشر ہیں مگر عالم علوی سے لاکھ درجہ اشرف اور جسم انسانی رکھتے ہیں مگر ارواح و ملائکہ سے ہزار درجہ الطف وہ خود فرماتے ہیں لست کمثلکم میں تم جیسا نہیں ویروی لست کھیئتکم میں تمہاری ہیئت پر نہیں ویروی ایکم مثلی تم میں سے کون مجھ جیسا ہے۔ آخر علامہ خفاجی کا ارشاد سنا کہ حضور کا بشر ہونا نور درخشندہ ہونے کے منافی نہیں اھ (نفی الفی ص ۱۰)

نمبر۲: اور یہی خان صاحب ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ جس طرح اجماع اہلسنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں جو دوسروں کو معصوم مانے۔ اہلسنت سے خارج ہے (دوام العیش ان الائمۃ من قریش طبع حسنی بریلی ۱۳۳۹ھ ص ۲۷ حصہ اوّل)

نمبر۳: مشہور بریلوی عالم حکیم مولوی ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب سابقہ خطیب جامع مسجد وزیر خان لاہور لکھتے ہیں

سوال: نبی کون ہے اور کس لئے دنیا میں آتا ہے؟

جواب: نبی وہ بشر ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کے لئے آیا ہے اور احکام الہیہ اس پر خدا کی طرف سے بذریعہ وحی آتے ہوں۔

سوال: جس قدر انبیاء گزرے یہ سب بشر تھے یا کچھ اور بھی؟

جواب: انبیاء سب بشر تھے

(حنفی سلسلہ دینیات حصہ اول یعنی العقائد ص ۱۵ و ص ۱۶ مطبوعہ شعبہ اشاعت مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور)

اس عبارت میں اس کی تصریح موجود ہے کہ سب حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بشر تھے۔ کسی اور نوع سے نہ تھے۔

نمبر۴:

مولوی نعیم الدین مرادآبادی صاحب کی چند عبارتیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) محمد ﷺ قریشی جن کے حسب ونسب کو تم خوب پہچانتے ہو کہ تم میں سب سے عالی نسب ہیں اور تم ان کے صدق وامانت، زہد وتقویٰ، طہارت وتقدس اور اخلاقِ حمیدہ کو بھی خوب جانتے ہو اھ (حاشیہ قرآن ص ۳۰۰ ف ۳۰۷)

گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں اگر آپ نور ہوتے تو عربی وقریشی اور حسب و نسب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

گکھڑوی صاحب کی عبارت سے واضح ہوتا ہے وہ ہم پر یہ الزام لگانا چاہتے ہیں کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ نورانیت کو فرشتوں کی قسم کی نورانیت سے سمجھتے ہیں کہ جن کا خاندان قبیلہ، عزیز واقارب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔

(۲) کفار نے پہلے تو بشر کا رسول ہونا۔ قابل تعجب وانکار قرار دیا اور پھر جب حضور کے معجزات دیکھے اور یقین ہوا کہ بشر کے مقدورات سے بالاتر ہیں تو آپ کو ساحر بتایا ان کا یہ دعویٰ تو کذب وباطل ہے۔ مگر اس میں بھی حضور کے کمال اور اپنے عجز کا اعتراف پایا جاتا ہے (حاشیہ قرآن ص ۳۰۰ ف ۳۰)

(۳) اور خواص بشر یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خواص ملائکہ سے افضل ہیں اور صلحائے بشر عوام ملائکہ سے۔ حدیث شریف میں ہے کہ مومن اللہ کے نزدیک ملائکہ سے زیادہ کرامت رکھتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ فرشتے طاعت پر مجبول ہیں۔ یہی ان کی سرشت ہے ان میں عقل ہے شہوت نہیں اور بہائم میں شہوت ہے عقل نہیں اور آدمی شہوت وعقل کا جامع ہے تو جس نے عقل کو شہوت پر غالب کیا، وہ ملائکہ سے افضل ہیں اور جس نے شہوت کو عقل پر غالب کیا وہ بہام سے بدتر ہیں انتہیٰ (حاشیہ قرآن ص ۴

ف ۱۵۸) گکھڑوی صاحب نے اوپر (اَ) میں جو الزام لگانے کی کوشش کی تھی اس کا رد یہاں بھی واضح ہے۔

(۵) (ایک طویل عبارت کے آخر میں) تو کسی امتی کو روا نہیں کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مماثل ہونے کا دعویٰ کرے، یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ آپ کی بشریت بھی سب سے اعلیٰ ہے۔ ہماری بشریت کو اس سے کچھ بھی نسبت نہیں (ص۶۹۰ ف ۱۲)

گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں جو کچھ کہا ہے بالکل بجا اور درست ہے لیکن اس میں آنحضرت ﷺ کی بشریت بھی تو تسلیم کی گئی ہے۔

حضرت سید نعیم الدین مراد آباد صاحب کی ایک دو عبارات پر گکھڑوی صاحب نے تنقید بھی کی ہے ان کے جوابات کے لئے علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی کتاب توضیح البیان کا مطالعہ فرمائیں۔ علامہ صاحب نے واضح کیا ہے کہ کس طرح تاج کمپنی نے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ اور حضرت سید نعیم الدین مراد آبادی صاحب کی تفسیر خزائن العرفان چھاپنے میں تحریف کی اب دیوبندی حضرات ان تحریف شدہ عبارات سے دلیل پکڑتے ہیں۔ مثلاً حضرت سید نعیم الدین مراد آبادی صاحب کی عبارت ہے۔

اس گمراہی میں بہت سی امتیں مبتلا ہو کر اسلام سے محروم رہیں۔ قرآن پاک میں جا بجا ان کے تذکرے ہیں۔ اس امت میں بھی بہت سے بدنصیب سید الانبیاء ﷺ کو بشر کہتے ہیں اور ہمسری کا خیال فاسد رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں گمراہی سے بچائے۔

تاج کمپنی نے اس عبارت میں تحریف کر کے اس طرح پیش کر دیا۔

اس امت میں بھی بہت سے بدنصیب سید الانبیاء ﷺ کی بشریت کا انکار کرتے ہیں اور قرآن وحدیث کے منکر ہیں:

اب دیوبندی اس تحریف شدہ عبارت کو پیش کر کے اپنا مطلب نکالتے ہیں۔

آپ کی صحیح عبارت پرانے دیوبندیوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں سید لعل شاہ بخاری صاحب کی کتاب ''بشریت رسول ﷺ'' کا صفحہ نمبر ۱۹۵۔

گکھڑوی صاحب نے (۶) نمبر ص ۳۵ میں بھی حضرت سید نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک تحریف شدہ عبارت سے اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں۔

مولوی نعیم الدین مراد آبادی نے عقائد میں ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے کتاب العقائد (پہلا حصہ) پہلے ان کی زندگی میں ہندوستان میں طبع ہوا تھا اور اب لاہور میں دو جگہ طبع ہوا ہے نوری کتب خانہ بازار داتا صاحبؒ لاہور اور ہفتہ روزہ سواد اعظم لاہور اس رسالے کے صفحہ نمبر ۴ پر یہ سرخی قائم ہے ''نبوت کا بیان'' اور اس کے نیچے یہ لکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خلق کی راہنمائی کے لئے جن پاک بندوں کو اپنے احکام پہنچانے کے واسطے بھیجا ان کو نبی کہتے ہیں۔ انبیاء بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے الخ اب نوری کتب خانہ کے غازیوں نے بجائے بشر کے نور کا

لفظ لکھ مارا ہے اور اس بددیانتی سے وہ اپنا باطل عقیدہ محفوظ رکھنے کا ادھار کھائے بیٹھے ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ میں بھی علمائے اہلسنت کی طرح سے واضح الفاظ میں کہوں گا کہ اگر یہ نوری کتب خانہ والوں کی طرف سے ہے تو قابل مذمت ہے۔ لیکن میرے خیال میں یہ دیوبندی چھاپہ خانہ والوں کی شرارت ہے۔ کیونکہ یہ رسالہ صرف نوری کتب خانہ والے ہی نہیں چھاپتے بلکہ نعمانی کتب خانہ۔

اقبال روڈ سیالکوٹ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔ مسلم کتابوی بازار داتا صاحب لاہور۔ اور دوسرے ادارے اور تنظیمیں بھی چھاپتی ہیں۔

گکھڑوی صاحب کی بدنیتی ملاحظہ فرمائیں کہ پھر بھی باز نہیں آتے۔ جب تفریح الخواطر میں انہوں نے اس تحریف شدہ عبارت کو پیش کیا تو علماء کرام نے اس کا رد فرمایا۔ ثبوت کے لئے ملاحظہ فرمائیں مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب امیر جماعت رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ کی کتاب دیوبندی حقائق (مکتبہ رضائے مصطفٰے چوک دارالسلام گوجرانولہ) کا صفحہ نمبر ۱۷۶

اعتراض: مولوی نعیم الدین مرادآبادی نے "کتاب العقائد" میں لکھا تھا کہ "انبیا بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف وحی آتی ہے" اب نوری کتاب خانہ کے غازیوں نے انبیاء بشر ہیں کے بجائے "انبیاء نور ہیں" کر دیا ہے ملخصاً (تفریح الخواطر ص ۴۲)

جواب: اوّلاً۔ اصولی بات تو یہ ہے کہ "تحقیقی حقائق" میں ہم نے اصالۃً خود "رئیس المحرفین" اور اس کے نامور مسلمہ اکابر کی تحریف وخیانت کی نام بنام جو نشاندہی کی

تھی۔ پہلے وہ اس کا نمبروار جواب دیتے اور اس کے بعد اہل سنت پر اعتراض کرتے۔

ثانیاً: صدر الافاضل مراد آبادی علیہ الرحمتہ کی حیات مبارکہ سے لے کر آج تک بکثرت مقامات پر بکثرت مرتبہ "کتاب العقائد" شائع ہو چکی ہے۔ خود ہم نے بھی مکتبہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ سے اسے شائع کیا ہے اور اس میں "انبیاء بشر ہیں" کی عبارت بعینہ موجود ہے۔

ثالثاً: بقول گکھڑوی اگر واقعی "نوری کتب خانہ" کی کتاب العقائد میں کسی غیر معروف و مجہول شخص نے مذکورہ عبارت میں خفیہ تبدیلی کی ہے تو بڑی غلط حرکت ہے جبکہ ایسی تبدیلی کی کوئی ضرورت بھی نہ بھی۔ اس لئے کہ انبیاء بشر ہیں لیکن بے مثل۔ بہرحال مبینہ طور پر نوری کتب خانہ کے کسی غیر معروف و غیر ذمہ دار شخص کی انفرادی غلطی پر گکھڑوی صاحب کا اہل سنت کو مطعون کرنا اور ان پر خیانت کا جھوٹا الزام لگانا سراسر زیادتی و ستم ظریفی ہے البتہ ہم دیوبندی مکتب فکر اور علماء دیوبند کو تحریف و خیانت اور توہین شان رسالت کا مجرم و مرتکب قرار دینے میں حق بجانب ہیں۔ اس لئے کہ ہم نے علماء دیوبند کے ذمہ دار، نامور، مسلمہ اکابر کے جرائم کی نام بنام مدلل طور پر ایسی نشاندہی کی ہے کہ "رئیس المحرفین" بیچارہ بھی دم بخود اور مہر بہ لب ہے اور "چناں خفتہ اند گوئی کی مردہ اند" کا مصداق بن گیا ہے۔

گکھڑوی صاحب نے آخر میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت جناب پیر مہر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی عبارات بھی یہ تاثر دینے کے لئے پیش کی ہے گویا کہ اہلسنت بشریت انبیاء کرام کے منکر ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں

مفتی احمد یار خان صاحب بدایونی گجراتی لکھتے ہیں

نبی جنس بشر میں آتے ہیں اور انسان ہی ہوتے ہیں جن یا فرشتہ نہیں ہوتے۔اھ (جاء الحق ص ۱۶۴)

جناب پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ مفسرین کرام رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر جادو کیا گیا، تو اس اثر کے ازالہ کے سلسلہ میں معوذتین کا نزول ہوا۔

سوال یہ ہے کہ آپ پر جادو کا اثر کیا معنی رکھتا ہے؟ یہ تو بظاہر شان نبوت کے خلاف ہے (محصلہ) اس کا جواب پیر صاحب نے یوں دیا ہے۔

الجواب ھوالصواب: واقعہ مسحوریت ذات بابرکات جناب سرور کائنات ﷺ صحیح ودرست ہے اور معوذتین کا شان نزول بھی بالاتفاق مفسرین۔ یہی واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس بارہ میں بکثرت احادیث مروی ہیں مگر اس واقعہ کے وقوع سے کوئی خدشہ واعتراض نہیں وارد ہوتا ہے کیونکہ جیسے اور لوازمات بشریہ مثلاً کھانا، پینا، سونا، مریض ہونا، من حیث الانسانیت ذات مبارکہ کے ساتھ لگا ہوا تھا اسی طرح سحر کا بھی من حیث البشریۃ ہے نہ من حیث النبوۃ اھ (فتاوی مہریہ ج اص ۱۰۱) طبع سول اینڈ ملٹری پریس صدر راولپنڈی) اور اسی فتویٰ میں آگے چل کر لکھتے ہیں۔

اور اگر مقابلہ من حیث النبوۃ نہ ہو تو پھر نبی کو تکلیف وایذا پہنچ جانی کوئی مستبعد امر نہیں ہے، بلکہ یہ خاصائے بشریت ہے جیسے اور لوازمات بشریہ سے نبی مبرا نہیں ہوتا ویسے ہی دنیاوی تکالیف ومصائب سے بھی پاک نہیں ہو سکتا اھ (ص ۱۰۲)

اتنی عبارات جو گکھڑوی صاحب نے پیش کی ہیں ان کے ہوتے ہوئے بھی

گکھڑوی صاحب کو عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے شرم محسوس نہ ہوئی۔

میں تو یہی کہوں گا کہ ان نام نہاد قسم کے محدث اعظم دیوبند قسم کے مصنفین نے ہی پاکستان اور دوسرے ممالک میں انتشار پھیلایا ہوا ہے۔ یہ ان کا پھیلایا ہوا پروپیگنڈا ہی ہے کہ مذہبی جماعتیں تفرقہ بازی میں ہر ممکن اضافہ کرتی جا رہی ہیں۔ ان کے لٹریچر اور ذرائع ابلاغ پر ان کے کنٹرول نے جہاں ایک طرف دیوبندیت اور وہابیت میں اضافہ کیا ہے وہاں دوسری طرف اس سے گستاخوں اور بے دینوں میں بھی اضافہ ہوا ہے عوام کے ذہنوں میں جس طرح عقائد کو ٹھونسا جا رہا ہے یہ گکھڑوی طرز کے مصنفین کا ہی کمال ہے۔ ان نام نہاد محققین کا یہ کمال ہے کہ اہل سنت و جماعت کے عقائد کو نامکمل اور منافقہ نہ انداز میں پیش کرتے ہیں۔

گکھڑوی صاحب نے اکابرین اہل سنت کی عبارات یہ تاثر پیدا کرنے کے لئے پیش کی ہیں کہ یہ بشریت کے منکر ہیں لیکن کہیں کہیں ان سے بھی بشریت انبیاء علیہم السلام کی تحریریں رقم ہو گئیں ہیں۔ لیکن قارئین کرام پر واضح ہو کہ میں نے پیچھے بیسیوں اکابرین اہلسنت کی عبارات کے حوالے سے آپ نبی کریم ﷺ کی بشریت کے بارے میں اہلسنت و جماعت کا موقف پیش کیا ہے۔ اب ان حوالہ جات میں مزید اضافہ کر دیتا ہوں۔ تاکہ واضح ہو جائے کہ دیوبندی اور وہابی مصنفین کس طرح اہل سنت و جماعت کے عقائد پر وارداتیں کرتے ہیں۔ انہیں مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی بنانے کا کتنا شوق ہے۔ انشاء اللہ لوگوں پر حق واضح ہو کر رہے گا اور اس طرح کے مصنف اس طرح کی تحریری وارداتیں کرنے کی سزا ضرور بھگتیں گے کیونکہ صحیح العقیدہ مسلمان کو شرک اور بدعتی قرار دینا کوئی معمولی گناہ نہیں۔

اسی طرح کے جھوٹے الزامات عربی زبان میں پیش کر کے ان دیوبندیوں اور وہابیوں نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے ترجمہ مع تفسیر خزائن العرفان پر سعودی حکومت سے پابندی لگوائی اس کی تفصیل مجاہد تحریک پاکستان وسپہ سالا اعظم تحریک ختم نبوت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف اتحاد بین المسلمین میں ملاحظہ فرمائیں۔ ان کے بے بنیاد اعتراضات کے جوابات میں جو آپ نے تفصیلی خط لکھا اور وہابی دیوبندی اور اعلیٰ حضرت کی عبارات کا موازنہ پیش کر کے پوری دنیا کو چیلنج کیا کہ اہل سنت کا کوئی عقیدہ بھی غیر اسلامی ثابت کر کے دکھاؤ اس کا مطالعہ کریں۔

اسی طرح سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف (ضلع سرگودھا) حضرت خواجہ غلام حمید الدین سیالوی مدظلہ نے بھی ان اعتراضات کے رد میں ایک تفصیلی خط شاہ فہد کے نام عربی میں لکھا اس خط کو اردو ترجمہ کے ساتھ رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) مسجد رضا محبوب روڈ چاہ میراں لاہور نے شائع کیا ہے۔ میں بشریت انبیاء کرم کے متعلق جو بے بنیاد اعتراضات کیے گئے تھے ان کے اردو میں جوابات اس رسالہ مسمی بہ "کنز الایمان پر اعتراضات کا علمی محاسبہ" پیش کرتا ہوں۔

اس رسالہ کے صفحہ نمبر ۱۶ میں ہے۔

دوسرا اعتراض انہوں نے اس اقتباس پر کیا ہے جو ص ۵ پر درج ہے۔

انہوں نے کہا کہ مترجم اور محشی عقیدہ رکھتے ہیں کہ انبیاء و رسل بشر نہیں ہیں۔ یہ ایک صاف جھوٹی تہمت ہے دونوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء و رسل بشر ہیں اور ابو البشر آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں ایسے نابغہ روزگار عالم انبیاء و رسل کی بشریت کا

کیسے انکار کر سکتے ہیں؟ جب کہ قرآن کریم گواہی دیتا ہے اور صراحۃً بیان کرتا ہے کہ انبیاء بشر ہیں۔ درحقیقت یہ دونوں عالم انبیاء کی بشریت پر پختہ عقیدہ رکھے ہیں اور جو شخص انبیاء ورسل کی بشریت کا انکار کرتا ہے وہ ان کے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ جس طرح امام احمد رضا خان نے اپنے فتاویٰ رضویہ کی جلد ششم میں بڑی صراحت سے بیان فرمایا ہے، لیکن یہ دونوں عالم اس بات کو مستحسن سمجھتے ہیں کہ جب انبیاء کو بشر کہا جائے تو احترام وتکریم کے کسی لفظ کا اضافہ کیا جائے جیسے خیر البشر، سید البشر، افضل البشر صرف کلمہ بشر کا استعمال ان کے نزدیک ناپسندیدہ ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام جب اپنی قوموں کو اللہ تعالیٰ وحدہ، لاشریک پر ایمان لانے اور شرک کی تمام ممکنہ صورتوں سے دست کش ہونے کی دعوت دیتے، کفار ان کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے اور درشتی اور گستاخی کے ساتھ انہیں بایں الفاظ جواب دیتے:

اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ۔ (پ۱۳ سورہ ابراہیم آیت نمبر۱۰)

ترجمہ: انہوں نے جواب دیا نہیں ہو تم مگر بشر ہماری طرح، تم یہ چاہتے ہو روک دو ہمیں ان بتوں سے جن کی پوجا ہمارے باپ داد کیا کرتے تھے۔ پس لے آؤ ہمارے پاس کوئی روشن دلیل"

سورۃ مومنوں میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا مکالمہ اس طرح منقول ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ

اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۔ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ مَاھٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْکُمْ ۔(پ ۱۸ سورہ المومنون آیت نمبر ۲۳،۲۴)

ترجمہ: اور ہم نے بھیجا نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف تو آپ نے فرمایا اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، نہیں ہے تمہارا خدا کے اس کے بغیر، کیا تم (بت پرستی کے انجام سے) نہیں ڈرتے تو کہنے لگے وہ سردار جنہوں نے کفر اختیار کیا تھا ان کی قوم سے نہیں ہے یہ مگر بشر تمہارے جیسا یہ چاہتا ہے کہ اپنی بزرگی جتلائے تم پر۔

اس سورۃ المومنون کی آیات ۳۳ اور ۳۴ ملاحظہ فرمائیں جن میں قوم عاد یا ثمود کا جواب مذکور ہے۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَۃِ وَاَتْرَفْنٰھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مَاھٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یَاْکُلُ مِمَّا تَاْکُلُوْنَ مِنْہُ وَیَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۔ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَکُمْ اِنَّکُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ۔ (پ ۱۸ سورہ المومنون آیت نمبر ۳۳،۳۴)

ترجمہ: تو بولے اس نبی کی قوم کے سردار جنہوں نے کفر کیا تھا اور جنہوں نے جھٹلایا تھا قیامت کی حاضری کو اور ہم نے خوشحال بنا دیا تھا انہیں دنیوی زندگی میں (اے لوگو) نہیں ہے یہ مگر ایک بشر تمہاری مانند، یہ کھاتا ہے وہی خوراک جو تم کھاتے ہو اور پیتا ہے اس سے جو تم پیتے ہو اور اگر تم پیروی کرنے لگے اپنے جیسے بشر کی تم تب نقصان اٹھانے والے ہو جائے گے۔

قرآن کریم میں ان کے علاوہ بہت سی آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ان کجرو اور گمراہ امتوں کے جواب ذکر کیے ہیں۔ جو انہوں نے اپنے رسولوں کو دیے

تھے۔ان جوابات میں اللہ کے نبیوں کی توہین اوراس کے رسولوں کی تنقیص کسی اہل نظر پر مخفی نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل کے احترام وتکریم کا حکم دیا ہے۔خصوصاً سیدالانبیاءامام المرسلین ﷺ کے بارے میں ارشادفرمایا:۔

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ

امام راغب اصفہانی مفردات قرآن میں تُعَزِّرُوْهُ کےکلمہ کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔اَلتَّعْزِيْرُ۔اَلنُّصْرَةُ مَعَ التَّعْظِيْمِ یعنی تعظیم وتکریم کے ساتھ کسی کی امدادکرنا۔

صاحب لسان العرب اس کلمہ کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

عَزَّرَهُ ، فَخَّمَهُ وَعَظَّمَهُ:

کسی کی رفعت شان اوراحترام کی جائے تو عرب کہتے ہیں عَزَّرَهُ

یہی لغت کاامام تُوَقِّرُوْهُ کی تشریح کرتا ہے۔

وَقَّـرَ الرَّجُلَ بَجَّلَهُ وَالتَّوْقِيْرُ: اَلتَّعْظِيْمُ وَالتَّرْذِيْنُ ۔کسی کی توقیروتجیل کرنا۔کسی کی عزت وتکریم کرنا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم کی تعظیم وتکریم کامکررحکم دیا ہے اور یہ بھی ارشاد ہے کہ جوشخص بےادبی کی نیت سے بارگاہ رسالت میں آواز بلند کرے تو بطورسزااس کےتمام اعمال ضائع ہوجائیں گے،خواہ ان کی تعداد کتنی ہواور ان کی شان بڑی اونچی ہو،اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کےصحابہ کرام کوحکم دیا کہ وہ بارگاہ رسالت میں ''رَاعِنَا'' کالفظ مت استعمال کریں اگرچہ لغت عرب میں اس کلمہ کے معنی میں تنقیص کا کوئی واہمہ نہیں،لیکن یہی لفظ عبرانی زبان میں ایسے معنی

میں استعمال ہوتا ہے جو حضور کی شان رفیع کے شایان نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے بارگاہ رسالت میں ایسے لفظ کو استعمال کرنے سے روک دیا جس کا کسی زبان میں بھی ایسا مفہوم ہو جس میں تنقیص کا پہلو نکلتا ہو۔

علامہ ابوعبداللہ القرطبی نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔

فِيهَا دَلِيلٌ عَلٰى تَجَنُّبِ الْاَلْفَاظِ الْمُحْتَمِلَةِ الَّتِي فِيهَا التَّعْرِيضُ لِلتَّنْقِيصِ وَالْغَضِّ یعنی اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ بارگاہ رسالت میں ایسے الفاظ کے استعمال سے اجتناب کیا جائے جن میں اشارۃً بھی تنقیص اور بے ادبی کا احتمال ہو۔

آگے صفحہ نمبر ۴۸ سے ان کا نواں اعتراض جو اسی موضوع کے متعلق تھا وہ اعتراض اور اسکا جواب بھی ملاحظہ فرمالیں۔

نواں اعتراض اس حاشیہ پر ہے جس کا تعلق مندرجہ ذیل آیات سے ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

(سورہ الکہف پ ۱۶ آیت نمبر ۱۱۰)

انبیاء و رسل کی بشریت کی بحث ابھی گزر چکی ہے۔ ہم نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ مترجم اور محشی دونوں کا یہ اعتقاد ہے جس طرح تمام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ انبیاء بشر ہیں اور ابوالبشر آدم علیہ السلام کی ذریت سے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی خوبیوں سے ممتاز کیا ہے اور ایسے فضائل حمیدہ سے متصف کیا ہے کہ کسی غیر نبی کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ ان کمالات و محامد میں ان کا شریک ہو سکے، اللہ تعالیٰ

نے انہیں منصب نبوت پر فائز کیا ہے، ان پر وحی نازل کی ہے، ان کی رسالت پر ایمان لانے کو ضروریات دین میں شمار کیا ہے، ان کی اطلاعات اور ان کی قولی، فعلی، سنتوں کی اتباع کو اپنے بندوں پر واجب قرار دیا ہے۔ اب کسی غیر نبی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ ان چیزوں سے کسی چیز کا اپنے لئے دعویٰ کرلے، جس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے یا اس پر ایمان لانا ضروریات دین میں سے ہے یا علی الاطلاق اس کی اتباع واجب ہے اس نے افتراء کیا، خود گمراہ ہوا اور دوسروں کو گمراہ کیا اور راہ حق سے بھٹک گیا۔

محشی علام نے اس حاشیہ کے پہلے جملہ میں یہ چیز صراحت سے بیان کی ہے کہ بشری عوارض اور حالات نبی پر بھی طاری ہوتے ہیں وہ بھوک پیاس محسوس کرتا ہے، وہ زخمی ہوتا ہے، وہ بیمار ہوتا ہے۔ جس طرح یہ عوارض و حالات دوسرے انسانوں کو لاحق ہوتے ہیں لیکن نبوت کی حیثیت سے کوئی شخص بھی ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا، خواہ معاشرہ میں اس کا مقام کتنا اونچا ہو اور اس کی قدر و منزلت کتنی بلند ہو، اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم انبیاء و رسل کی تکریم، تعظیم کریں جو شخص ان کی توہین کرتا ہے اور ان کی تنقیص شان کا ارادہ کرتا ہے۔ وہ خائب و خاسر ہوتا ہے۔ کفار کو جب ان کے نبی قبول حق کی دعوت دیتے اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے کی طرف بلاتے تو وہ انکار کرتے، سرکشی کرتے اور غصے سے لال پیلے ہو کر ان کو بڑے درشت اور سخت لہجہ میں یوں جواب دیتے۔ مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہ تم ہماری طرح ہی بشر ہو۔ وہ اپنے نبی کے لئے بشر کا لفظ توہین اور تنقیص کے لئے استعمال کرتے اس لغزش سے بچنے کے لئے ہمیں علماء ربانیین نے یہ حکم دیا اور تاکید کی کہ ہم جب بشر کا

لفظ انبیاء کیلئے استعمال کریں تو کسی ایسے کلمہ کا اضافہ کریں جو تعظیم وتکریم پر دلالت کرتا ہو۔

مفتی محمد انور القادری النوری شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ لاہور اپنے پانچ جامع رسائل کے مجموعے ''عند اللہ الاسلام'' میں اہلسنت کے عقائد و معمولات بیان کرتے ہوئے ''بشریت مصطفیٰ ﷺ'' کے تحت لکھتے ہیں۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ مصطفیٰ کریم ﷺ بشر تھے لیکن کسی امتیازی وصف کے بغیر آپ کو بشر کہنا خلاف ادب ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد قُلْ اِنما انا بشر مثلکم یو حی الی میں بشر کے ساتھ یو حی انی مذکور ہے۔

یعنی میں عام بشر نہیں ہوں بلکہ ایسا بشر ہوں جسکی طرف وحی کی جاتی ہے اس وحی نے آپ ﷺ اور دیگر افراد بشر میں اس قدر فرق کر دیا ہے کہ اس مہبط وحی کی صحبت میں بیٹھنے والے کے برابر کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا چہ جائے کہ خود مہبط وحی کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ کیا جائے اور آیت میں مِّثْلُکُمْ سے مراد مماثلت من کل وجوہ نہیں ہے بلکہ صرف خدا نہ ہونے میں ہے یعنی میں بشر ہوں مثل تمھاری کہ جس طرح تم خدا نہیں ہو اسی طرح میں بھی خدا نہیں ہوں لیکن ہر اعتبار سے مجھے اپنی طرح نہ سمجھ لینا۔ میرے اور تمہارے درمیان فرق ہے کہ یُوْحٰی اِلَیَّ میری طرف وحی ہوتی ہے اور تمھاری طرف وحی نہیں ہوتی۔

اور اس کے حاشیہ میں انبیاء کرام علیہ السلام کی بشریت اور عام انسانوں کی بشریت کے فرق کو واضح کرنے کے لئے دلائل پیش کیے ہیں۔ (ملاحظہ فرمائیں صفحہ نمبر ۱۹۷ تا ۲۰۱)

استاذ العلماء حضرت علامہ سید غلام محی الدین شان سُلطانپوری شیخ الحدیث جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی عقائد باطلہ کے رد میں اپنی تصنیف ''دعوۃ الحق فی جواب معیار الحق (رضا پبلی کیشنز راولپنڈی) میں صفحہ نمبر ۱۹ ''کفار کا کفر'' کے تحت چھ آیات پیش کر کے لکھتے ہیں۔

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ کفار اپنے انبیاء و رسل کو ''بشر مثلنا'' کہا کرتے تھے۔ جس کو قرآن کریم نے قول شنیع اور وجہ کفر بتایا۔ انبیاء کرام کو نفس بشر کہنا کفر نہیں۔ بلکہ مخلوق مانتے ہوئے بشریت سے انکار ان کی تحقیر ہے کیونکہ انسان سب مخلوقات سے افضل اور انبیاء اعلیٰ حسب المراتب باقی انسانوں سے افضل و اکمل ہیں۔ خصوصاً آقائے کل حضور اکرم ﷺ کی حقیقت نبوت و نورانی بشریت کو آج تک اللہ کریم کے سوا کسی نے پورا نہیں پہچانا۔ جس نے حسب عقل جتنا جانا اتنا ہی اپنے آپ پر قیاس کر کے اتنا ہی کمالاتِ نبوت و مناقب کا انکار کیا بلکہ اپنی طرف سے حضور ﷺ کی طرف منسوب کر دیا کہ میں مر کر مٹی میں مل جانے والا ہوں (تقویۃ الایمان)

واقعی بشر کہنا غلط نہیں مگر ایسا بشر کہنا جس میں اپنے ساتھ برابری آتی ہو یا کمالات نبوت کا انکار ہو وہ قطعاً کفر ہے۔ یہی کفار کی کفریہ چیز تھی کہ وہ بھی انبیاء کو ''بشر مثلنا'' کہہ کر ان کے کمالات کا انکار کرتے تھے جیسا آیات سے مفہوم ہو رہا ہے اور تفاسیر میں مفصل طور پر موجود ہے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد وقار الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ وقار الفتاویٰ جلد اوّل صفحہ نمبر ۱۰۴ میں ''حضور ﷺ نور ہیں یا بشر'' کے تحت ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں۔

''نبی کریم ﷺ کے متعلق قرآن کریم میں بشر ہونا بھی بیان فرمایا گیا اور اس میں کسی مسلمان کو اختلاف نہیں۔ اہل سنت کا کوئی شخص بھی بشر ہونے کا انکار نہیں کرتا اور قرآن میں ہی ہے۔

قد جاء کم من اللہ نور (سورہ (۵) المائدہ، آیت: ۱۵)

یقیناً اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمھارے پاس نور آیا۔

اس نور سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں تفسیر جلالین، مدارک، صاوی روح البیان اور تفسیر کبیر وغیرہ کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ قرآن میں اس آیت کے لفظ ''نور'' سے مراد نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ہے۔ لہٰذا اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی۔ دیوبندی خود نبی کریم ﷺ کے نور ہونے کے منکر ہیں اور اہل سنت پر جھوٹا الزام لگاتے ہیں کہ وہ بشر ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ آپ ان سے پوچھیں کہ اہل سنت کے علماء میں سے کس نے کون سے کتاب میں حضور ﷺ کے بشر ہونے کا انکار کیا ہے۔

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب امجدی رحمتہ اللہ علیہ اپنے مجموعہ فتاویٰ ''فتاویٰ فیض الرسول'' جلد اوّل کتب العقائد صفحہ نمبر ۲۶ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

مسئلہ:۔ زید کہتا ہے کہ حضور ﷺ بشر ہیں اسلئے کہ ان کے ابوین بشر تھے؟

الجواب:۔ حضور سید عالم نور مجسم ﷺ کی نورانی بشریت سے کسی مومن کو انکار نہیں لیکن بشریت کی آڑ لے کر یہ کہنا کہ وہ ہم جیسے بشر تھے گستاخی اور بے ادبی ہے۔

عالمی مبلغِ اسلام حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صاحب الصدیقی القادری رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''ذکر حبیب ﷺ'' (نوری بک ڈپو لاہور) حصہ اول کے صفحہ نمبر ۶۰ میں لکھتے ہیں۔

وہ نبیوں کے نبی، وہ رسولوں کے رسول اب صورت جسمانی اختیار فرما کر رونق افزائے عالم ہوتے ہیں۔ جن کے ذکرِ ولادت کی محفل خود خالق عالم نے عالمِ ارواح میں منعقد فرمائی۔ اس میں حاضری کی سعادت ارواح انبیاء ومرسلین نے پائی۔ وہیں اُن سے اُن پر ایمان، اُن کی تصدیق کا وعدہ لیا۔ خود مالک عالم نے ان کی ختم نبوت پر اپنی شہادت کی مہر لگائی۔ انبیاء ومرسلین نے اس وعدہ کو پورا کرتے ہوئے اپنے اپنے دور میں ان کی آمد آمد کی خبر سنائی، اُن کی شان وعظمت بیان فرمائی۔ نظر برآں تمام عالم آنکھیں لگائے ہوئے ہے اور مشتاق دیدار کہ وہ آفتاب ہدایت جلوہ فرمائے، تمام عالم کو منور بنائے، اور دنیا بھر کو راہِ ہدایت دکھائے، وہ دُرِّ مکنون جو حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم تک اور پشت خلیل علیہ السلام سے بواسطہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام خواجہ عبداللہ کی پیشانی تک۔ پاک پشتوں، مقدس سلسلوں میں منتقل ہوتا ہوا آ رہا تھا۔ حضرت آمنہ خاتون بنت حضرت وہب کی تحویل میں دیا گیا اور مادی دنیا کا دل لبھانے کے لئے اب بشری صورت اختیار فرماتے ہوئے جلوہ افروز کون ومکان ہونے والا ہے۔

ملک التحریر حضرت علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی مصنف زلزلہ، زیروزبر، و تبلیغی جماعت اپنے رسائل کے مجموعہ گلشن ارشد القادری میں ''شریعت، مولوی پالن حقانی کی کتاب، شریت یا جہالت کا جواب'' کے صفحہ نمبر ۲۵۲ (فرید بک سٹال اُردو

بازار لاہور) میں پالن حقانی کی دیوبندیوں کی دھوکہ دہی پر مبنی انتشار پسند طبیعت کی واضح نشاندہی کرتے ہوئے ایک اعتراض اور اس کا جواب اپنے مخصوص انداز میں اسطرح بیان فرماتے ہیں۔

''کسی بھی بدخو کینہ پرور اور جھگڑالو عورت کے بارے میں آپ نے سنا ہوگا کہ جب وہ کسی سے جھگڑا کرتی ہے تو ہوا سے لڑتی ہے۔ بالکل اسی طرح حقانی صاحب نے بھی رسول اللہ ﷺ کی پیغمبرانہ عظمتوں کو مجروح کرنے کے لئے بلاوجہ کی ایک چھیڑ نکالی ہے۔ لکھتے ہیں۔

''ہندوستان کے اکثر مسلمانوں کی جہالت تو دیکھیئے! اگر کوئی کہہ دے کہ حضور ﷺ انسان تھے تو اس کو وہابی اور اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اور بولنا چالنا اور سلام وکلام بھی اس سے حرام سمجھتے ہیں۔ (ص ۱۸۶)

کہیئے! بالکل ہوا سے لڑنے والی بات ہوئی یا نہیں؟ حضور کو اگر ہم انسان نہیں سمجھتے تو ہر روز ذکر ولادت کی یہ محفل کیوں منعقد کرتے ہیں۔ ماں باپ کے ذریعہ پیدا ہونا، دودھ پینا، پرورش پانا، یہ ساری باتیں انسان کی نہیں ہیں تو کس کی ہیں؟ کیا فرشتے بھی ماں باپ کے ذریعہ پیدا ہوتے ہیں؟ کیا معاذ اللہ خدا کے بارے میں بھی ایسا تصور کیا جاسکتا ہے۔ مگر بات وہی ہوئی کہ جب لڑنا ہی ٹھہرا تو کوئی بات ہو یا نہ ہو ہم چھیڑ ضرور کریں گے۔

آپ کہیں گے کہ پھر حقانی صاحب کا اس چھیڑ سے مقصد کیا ہے تو اس کے لئے ہمیں کچھ کہنے سُننے کی ضرورت نہیں ہے خود انہوں نے ہی اپنا مقصد بیان کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

ہمارمقصد صرف اتنا ہے کہ حضور ﷺ انسان تھے یا نہیں؟ اگر حضور ﷺ انسان نہیں تھے تو پھر جوتا سی لینا اور بکری کا دودھ دودھ لینا یہ سب کام انسان کے ہیں یا اور کسی کے؟ (ص ۱۹۲)۔ بس اتنا ہی کہنے کے لئے انہوں نے شروع میں ہمارے خلاف یہ جھوٹا الزام تراشا تھا کہ ہم حضور ﷺ کو انسان نہیں سمجھتے تا کہ اپنے دل کا غبار نکالنے کے لئے ایک بنیاد مل جائے۔ حضور اقدس ﷺ کو جوتا سینے والا، کپڑا بُننے والا اور دودھ دوہنے والا ثابت کر کے حقانی صاحب کا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اب اس کے علاوہ بھی حضور کچھ تھے یا نہیں؟ تو اسے آپ سمجھے۔ ان کا مقصد تو اتنا ہی تھا کہ انسانی لوازمات کے پردے میں حضور ﷺ کی پیغمبرانہ عظمتوں کو چھپا دیا جائے اور وہ پورا ہو گیا۔

دوسرا باب

گکھڑوی صاحب کے افادات سے مرتبہ کتاب ''نور و بشر'' کا دوسرا باب نورانیت کے صرف تین دلائل پر جرح و بحث پر مشتمل ہے حالانکہ نورانیت کے کثیر دلائل احادیث میں موجود ہیں۔

گکھڑوی صاحب نے پہلی دلیل قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ ۔ کے رد میں اپنے دلائل پیش کئے ہیں اور یہ مواد تقریباً سید لعل شاہ بخاری صاحب کا ہی ہے۔ بلکہ لعل شاہ بخاری صاحب کے دلائل ان سے قوی تھے۔ ان کا مکمل رد ہم نے لعل شاہ بخاری صاحب کی تصنیف بشریت رسول اللہ ﷺ میں کر دیا ہے وہیں سے ملاحظہ فرمائیں۔ نیز شارح صحیح مسلم، مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے توضیح البیان میں اس کا رد کیا ہے۔ وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

گکھڑوی صاحب جب عاجز آ جاتے ہیں تو ان کی عادت ہے کہ فوراً نور ہدایت ہونا تسلیم کر لیا۔ ملاحظہ فرمائیں صفحہ نمبر ۳۹ میں لکھتے ہیں۔

اکثر مفسرین کرامؒ نے نور و کتاب مبین میں نور سے قرآن مراد لی ہے۔ ہاں بعض نے نور سے آنحضرت ﷺ کی مقدس ہستی بھی مراد لی ہے لیکن وہی مفسرین کرامؒ اپنی تفسیروں میں دوسرے مقامات پر آپ کی بشریت اور انسانیت کا کھلے لفظوں اقرار کرتے ہیں تو اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ بشر آدمی اور انسان ہوتے ہوئے نور تھے۔

گکھڑوی صاحب نے یہ جھوٹ کہ اکثر مفسرین کرام نے نور سے قرآن مراد لی ہے صفحہ نمبر ۴۵ میں بھی بولا ہے۔ گکھڑوی صاحب نے صفحہ نمبر ۴۴ میں نور سے نبی کریم ﷺ مراد لینے کے علامہ غلام رسول سعیدی کے حوالہ جات تو بیان کئے اور اگر اکثر مفسرین کرام نے نور سے قرآن مراد لی ہوتی تو اپنے حوالے بھی پیش کرتے لیکن ہمت نہ ہوئی تا کہ اکثریت کا جو لفظ استعمال کیا ہے اس کا بھرم رہ جائے۔

صفحہ نمبر ۴۴ میں لکھتے ہیں۔

مولوی غلام رسول سعیدی صاحب حضور ﷺ کے نور ہونے پر کئی اقوال نقل کرتے ہیں۔ اور عوام کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ دیکھو یہ تمام مفسرین حضور ﷺ کو نور مان رہے ہیں اور مولوی سرفراز حضور ﷺ کے نور ہونے کا انکار کرتا ہے۔ چنانچہ ان کے اقوال پورے پورے نقل کرنے کے بجائے صرف حوالوں پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو توضیح البیان ص ۱۴۲ اور ص ۱۴۳ میں حضرت امام رازیؒ اور حضرت ملا علی القاریؒ اور علامہ آلوسیؒ سے یہ نقل کرنا کہ نور سے آپ کی ذات بھی مراد ہو سکتی ہے بلکہ بقول علامہ آلوسی آپ نور الانوار ہیں۔ اور صفحہ ۱۴۴ میں اس تفسیر کو قتادہؒ اور زجاج سے نقل کرنا اور اس کو ان کا مختار قرار دینا اور صفحہ ۱۴۵ میں تفسیر جلالین اور صاوی اور ابوالسعودؒ سے یہ نقل کرنا کہ نور سے آنحضرت ﷺ کی ذات مراد ہے اور اسی طرح صفحہ ۱۴۸ میں تفسیر بیضاوی، خازن اور نسفی سے اور صفحہ ۱۴۹ میں روح البیان کے حوالے سے یہ نقل کرنا کہ نور سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں اور صفحہ ۱۵۱ میں امداد السلوک صفحہ ۸۶ کے حوالے سے اور مولانا تھانوی کے رسالہ النور صفحہ ۳۱ کے حوالے سے اور مولانا عثمانی کی تفسیر کے حوالہ سے یہ نقل کرنا شاید نور سے خود نبی کریم ﷺ اور کتاب مبین سے قرآن کریم مراد ہے اور صفحہ ۱۵۲ میں رسالۃ التوسل صفحہ ۵۳ اور قاضی عیاضؒ کی شفاء صفحہ ۱۰ سے اور صفحہ ۱۵۴ میں ملا علی القاریؒ کی شرح شفا ج ۱ صفحہ ۱۴ سے اور پھر تفسیر خازن سے اور صفحہ ۱۵۵ میں تفسیر کبیر کے حوالہ سے آنحضرت ﷺ کے بارے میں نور اور سراج منیر ہونے کے حوالے نقل کرنا وغیرہ وغیرہ! اس کے جواب میں گکھڑوی صاحب تین حوالے قرآن مراد ہونے کے بیان کرتے ہیں۔ اور بار بار جھوٹ بولتے ہیں کہ

ان دلائل وقرائن کے تحت نور سے قرآن کریم مراد ہے صفحہ ۴۵۔ اکثر مفسرین

کرامؒ نے اس مقام پر نور سے قرآن کریم ہی مراد لی ہے صفحہ ۴۵۔ یہ بات ہم بھی تسلیم نہیں کرتے کہ اس آیت کی اور کوئی تفسیر نہیں ہو سکتی۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ راجح تفسیر قرآن کریم مراد لینے والی ہے۔ صفحہ ۴۸

رہی یہ بات کہ بعض لوگوں نے نور سے محمد ﷺ بھی مراد لیے ہیں۔ اس کے ہم بھی بالکلیہ منکر نہیں، جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ کیونکہ جن مفسرین نے نور سے محمد ﷺ مراد لیے ہیں تو ان کے نزدیک بھی یہ نور ہدایت کے معنیٰ میں ہے۔ صفحہ ۴۷

گکھڑوی صاحب کے پاس جو دلائل قرآن ہونے کے تھے ان تین میں سے آخری ملاحظہ فرمائیں علامہ شیخ محمد عبدہٗ مصری (المتوفی ۱۹۰۵) بھی اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

فی المراد بالنور ھنا ثلاثۃ اقوال احدھا انہ النبی ﷺ ثانیھا انہ الاسلام ثالثھا انہ القرآن. الخ (تفسیر المنار ج۶ صفحہ۳۰۴)	نور سے مراد اس جگہ تین قول ہیں ایک یہ کہ نبی کریم ﷺ ہیں اور دوسرا یہ کہ اسلام ہے اور تیسرا یہ کہ قرآن کریم ہے۔

ملاحظہ فرمائیں کہ ثابت یہ کر رہے ہیں کہ راجح تفسیر نور سے قرآن مراد ہے۔ لیکن جو حوالہ پیش کر رہے ہیں اس میں بھی قرآن کریم مراد لینا تیسرے نمبر پر ہے۔ یہ ہے نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے ان کا بغض و عداوت۔

گکھڑوی صاحب! اپنی جماعت کو اکٹھا کر کے انہیں اس بات پر متفق تو کر لیتے کہ نور سے صرف نور ہدایت مراد لینا ہے۔ اور حضور نبی کریم ﷺ کی نورانیت کو بھی تسلیم نہیں کرنا ہے لیکن افسوس ایسا نہ ہو سکا۔ ان کے بانی علماء کرام حضور نبی کریم ﷺ کی نورانیت کو تسلیم کرتے رہے ہیں ان کی چند عبارتیں میں نے پیچھے

بیان کر دی ہیں۔ اب چند عبارتیں اور ملاحظہ فرمائیں اور ان کی جہالت پر لعنت بھیجیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کو نور ہدایت کے ساتھ نور حسی بھی تسلیم کرتے ہیں اور اعتراضات بھی کرتے ہیں۔

ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور نے ''ذکر النبی ﷺ'' رسالہ شائع کیا ہے۔ اس کے مصنف کا نام فرنٹ پیج پر اس طرح رقم ہے۔ ''مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ خان صاحب شروانی مدظلہم از اکابر خلفاء حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

اس رسالہ کے صفحہ نمبر ۵۷ میں محمد مسیح اللہ خاں صاحب لکھتے ہیں۔

''رہا آپ کے اندر کمال بصارت، سو آپ کے کمال بصارت کا یہ حال تھا کہ آپ اندھیرے میں اسی طرح دیکھتے، جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے، آپ دور سے بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا کہ نزدیک سے دیکھتے تھے آپ پیچھے سے اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے۔

چنانچہ نجاشی بادشاہ کا جنازہ حبشہ میں تھا آپ نے اسے مدینہ سے دیکھ لیا اور اس پر نماز پڑھی، آپ نے بیت المقدس کو مکہ معظمہ سے دیکھ لیا تھا۔ اور قریش کے سامنے اس کا نقشہ بیان فرما دیا تھا، یہ واقعہ معراج کے واقعہ کے بیان پر ہوا،

اسی طرح جب مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوئی اس وقت آپ نے خانہ کعبہ کو دیکھ لیا تھا یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کو ثریا میں گیارہ ستارے نظر آیا کرتے تھے۔

اسی رسالہ کے صفحہ نمبر ۶۶ میں لکھتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ تشریف فرما تھے اور رات کی چٹکتی ہوئی چاندنی چودھویں رات کے چاند سے کھل رہی تھی، میں کبھی چاند کو

اور کبھی آپ ﷺ کو، آپ نے فرمایا اے عائشہ! کیا کر رہی ہو، عرض کیا میرے ماں، باپ آپ پر قربان ہوں، میں کبھی چاند کو دیکھتی ہوں اور کبھی آپ کو، خدا کی قسم آپ چودھویں رات کے چاند سے کہیں زیادہ حسین ہیں

یہ حسن و جمال جس کو چودھویں رات کے چاند سے ترجیح دی جا رہی ہے۔ کیا یہ نور ہدایت تھا۔ کیا چاند میں نور ہدایت ہوتا ہے؟

اسی رسالہ کے صفحہ نمبر ۶۷ میں لکھتے ہیں۔

مسکراتے وقت دندان مبارک ظاہر ہوتے تو ایسے معلوم ہوتے جیسے برق کی روشنی۔

اسی صفحہ میں آگے لکھتے ہیں۔

جب آپ کلام فرماتے تو سامنے کے دندان مبارک کے بیچ سے ایک نور سا نکلتا معلوم ہوتا تھا۔

گکھڑوی صاحب! اپنے جاہل مسیح الامت کو بتائیں کہ وہ نور ہدایت نکلتا تھا نہ کہ نور حسی۔

(۲) اسلامی کتب خانہ خیر المدارس ملتان نے کتاب شائع کی ہے۔

''عصر حاضر کے لیے مشعل ہدایت''

از فقیہہ العصر، مخدوم المشائخ حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب دامت برکاتہم رئیس الافتاء، جامعہ خیر المدارس ملتان

یہ ان کے فقیہہ العصر کے مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس میں ایک مضمون ہے۔

''محبوب دو عالم ﷺ کا حلیہ مبارک''

اس مضمون میں لکھتے ہیں۔

آپ کا رنگ نہایت نورانی چمکدار تھا۔ (صفحہ ۴۰)

آپ کی ناک مبارک بلندی مائل تھی اس پر ایک چمک اور نور تھا۔(صفحہ ۴۰)
آپ کی گردن مبارک ایسی خوبصورت اور باریک تھی جیسا کہ مورتی کی گردن صاف تراشی ہوئی ہوتی ہے اور رنگ میں چاندی جیسی صاف اور خوبصورت تھی (صفحہ ۴۰) آپ کا بدن مبارک چاندی سے ڈھالا گیا تھا۔(صفحہ ۴۱)
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے اگلے دانت قدرے کشادہ تھے جب آپ گفتگو فرماتے تو گویا ایک نور سا ظاہر ہوتا۔ جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا تھا۔(صفحہ ۴۱)
گکھڑوی صاحب! آپ اس فقیہہ العصر کو سمجھائیں کہ کیوں دیو بندیت کا جنازہ نکال رہا ہے۔
(۳) میمن اسلامک پبلشرز ۱۸۸/ا۔لیاقت آباد۔کراچی نمبر ۱۹ نے نور الاسلام واعظ فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی کا ایک رسالہ ''شیطان کے کارنامے شیطان کی زبانی'' شائع کیا ہے۔اس کے صفحہ نمبر ۱۵ میں ہے۔
س: میں نے سنا ہے کہ شیطان سے بڑا کوئی عالم نہیں۔یقیناً تم کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ یہ مہر نبوت کب لگائی گئی اور کب مٹی، یا پیدائشی تھی؟
س:۔تمہارے علماء تو اس کی ابتداء کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں لیکن صحیح بات میں بتاؤں گا جو میرے عالم ہونے کی دلیل ہے کہ یہ مہر نبوت پیدائشی تھی۔ اسی مہر سے بوقت ولادت نور نکلتے ہوئے آمنہ نے دیکھا تھا جس سے پورا مکان روشن ہوگیا تھا۔
گکھڑوی صاحب! یہ نور ہدایت تھا کہ نور حسی
گکھڑوی صاحب! اپنے ان فاضل دارالعلوم جامعہ کراچی سے پوچھیں کہ دیو بندیت کے منہ پر سیاہی کیوں ملتے ہیں۔ایسی دلیل کیوں پیش کرتے ہیں جس سے

حضور نبی کریم ﷺ کی حسی نورانیت بھی ثابت ہوتی ہو۔

(۴) قاری محمد طیب سابق مہتمم دارالعلوم دیو بند ''آفتاب نبوت'' میں لکھتے ہیں۔

آپ ﷺ کے جسم مبارک، جمال مبارک اور حقیقت پاک سب ہی میں نورانیت اور جاذبیت نظر آتی ہے۔ (ج ا ص ۳۱)

(۵) مولوی مشتاق احمد دیو بندی لکھتے ہیں۔

''غرض نور اور سراج منیر کا اطلاق حضور کی ذات پاک پر اسی وجہ سے ہے کہ حضور نور مجسم اور روشن چراغ ہیں۔ (التوسل ص ۲۲)

گکھڑوی صاحب! آپ دیو بندیوں کی مثال اسی طرح ہے کہ کسی کا گھر تو گندگی سے بھرا ہوا اور وہ گھر سے باہر صفائی کر رہا ہو۔

آگے صفحہ نمبر ۴۸ پر ''دوسری دلیل'' میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

اے جابر بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور (کے سبب) سے پیدا کیا ہے۔ (زرقانی شرح موہب ج ا ص ۷)

اس پر گکھڑوی صاحب کے اعتراضات کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) اس روایت کی سند کا علم نہیں کہ کیسی ہے؟ (صفحہ ۴۸)

(۲) مصنف عبدالرزاق کتب حدیث کے طبقہ ثالثہ میں شمار ہوتی ہے۔

اس کتاب میں صحیح حدیثوں کے ساتھ ساتھ موضوع حدیثیں بھی موجود ہیں۔ (صفحہ ۴۹)

(۳) یہ روایت اس صحیح حدیث کے خلاف ہے کہ جس میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ۔

ان اول ماخلق الله القلم فقال له اکتب.(ابو داؤد ج ۲ ص ۲۹۰ وطیالسی ص ۷۱ وترمذی ج۲ ص۱۶۷ وقال حسن صحیح غریب والبدایة النهایه ج ۱ ص ۸ وقال اخرجه احمدؒ)	بے شک سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا، پس اس سے فرمایا کہ تو لکھ۔

جب صحیح روایت سے قلم کی اولیت ثابت ہے تو بلا وجہ اس کو بجائے اول حقیقی کے اول اضافی پر محمول کرنا قابل سماعت نہیں ہے اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ محققین شراح حدیث اور ارباب تاریخ نے جہاں اول المخلوقات کی تحقیق و بحث کی ہے، وہاں قلم، عرش اور عقل وغیرہ کا ذکر تو کیا ہے۔ مگر نور کا ذکر وہ نہیں کرتے۔ ہاں ملا علی القاری نے مرقات ج ۱ ص ۱۴۶ اور جمع الوسائل میں اول مخلوقات آپ کا نور ذکر کیا ہے لیکن خود ان کی کتابوں میں اس کی تصریح ہے کہ نور سے مراد روح ہے۔ (صفحہ ۵۰)

(۴) اگر یہ روایت صحیح بھی ثابت ہو جائے جیسا کہ شیخ عبدالحق صاحب نے مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۱ میں دعویٰ کیا ہے تو اس معنی کے لحاظ سے اس کا کسی نص سے کوئی تضاد نہیں۔ لہٰذا اس کے ماننے میں کوئی حرج نہیں، ہاں اس سے نصوص قطعیہ صریحہ کا رد کرنا اور آپ کی بشریت آدمیت اور انسانیت کا انکار کرنا جیسا کہ بعض اہل بدعت کا وطیرہ ہے۔ قطعاً غلط اور سراسر بے بنیاد ہے۔ صفحہ ۵۲۔

آگے صفحہ نمبر ۶۵ میں علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کے اعتراضات کے جوابات میں لکھتے ہیں۔

گو ہمارے نزدیک اول ماخلق اللہ نوری کی حدیث سند کے لحاظ سے ثابت نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم نے عرض کیا ہے لیکن اگر یہ روایت صحیح بھی ثابت ہو جائے تو اس میں نور سے مراد روح ہے جس کی ہم نے تصریح کی ہے اور لکھا ہے کہ اس سے کسی نص کے ساتھ تضاد لازم نہیں آتا اور اس کے تسلیم کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں۔ کیونکہ اس بیان کے مطابق آپ کی ذات بشر اور آپ کی صفت نور ثابت ہوتی ہے۔

آگے صفحہ نمبر ۶۲ میں مسلم ج ۲ صفحہ ۳۳۵ کی حدیث

كتب الله مقادير الخلائق قبل ان يخلق السموٰت والارض بخمسن الف سنةٍ قال و عرشه على الماء	اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی خلقت سے پچاس ہزار سال قبل مخلوقات کی تقدیر لکھ دی تھی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا

درج کر کے لکھتے ہیں کہ مسلم کی روایت سے قلم کی پیدائش کے بارے میں قطعیت سے کچھ ثابت نہیں ہوتا، ہاں اس سے بظاہر عرش اور پانی کی خلقت آسمانوں اور زمینوں کی خلقت سے پہلے ثابت ہوتی ہے۔

صاحب ازھار کی یہ تفریع یعنی قلم کی پیدائش اور کتابت سے پہلے عرش پیدا ہو چکا تھا اور وہ پانی پر تھا اس کو مسلم نے روایت کیا۔ یہ ان کا اپنا ذاتی نظریہ اور خانہ زاد تفریع ہے اور یہ تفریع اور بہت سے علماء سے منقول ہے بلکہ بعض نے اس کو الاصح اور بعض نے قول الجمہور سے تعبیر کیا ہے، مگر مسلم کی روایت میں اس کا کوئی ذکر نہیں، اسی طرح حضرت ابن عباسؓ کے موقوف قول اور اثر سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ پانی ہوا کی پیٹھ پر تھا نہ تو اس قول سے قلم کی خلقت کی اولیت کی نفی ہوتی ہے اور نہ ان مذکورہ اشیاء سے اس کی خلقت کی تاخیر ثابت ہوتی ہے۔

آگے صفحہ نمبر ۶۷ میں لکھتے ہیں۔

بلاشبہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اول مخلوقات میں نور محمدی کی حدیث کے صحیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔..............................

محض حضرت شیخ عبدالحق صاحبؒ کے صحیح کہنے سے بے ثبوت روایت صحیح تو نہیں ہو جاتی۔ حدیث کی صحت کے لیے ثبوت اور سند درکار ہے

آگے صفحہ نمبر ۶۸ میں لکھتے ہیں۔

اگر بفضلہٖ تعالیٰ راقم اثیم کا مطالعہ قوی اور وسیع نہ ہوتا تو بے ثبوت حدیث کو آنکھیں بند کر کے پلے باندھ لیتا اور صحیح حدیث تک رسائی ہی نہ ہوتی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی سے صحیح حدیث تک رسائی ہو گئی۔

آگے صفحہ نمبر ۷۴ میں لکھتے ہیں۔

ہم نے بھی تصریح کر دی ہے کہ نور کو روح کے معنی میں لینے سے چونکہ بشریت کا انکار لازم نہیں آتا اور نہ نصوص قطعیہ کا رد لازم آتا ہے اس لیے اس کے ماننے میں کوئی حرج نہیں۔

جواب:۔ اس کے جواب میں یہ ہی عرض کروں گا کہ گکھڑوی بڑا بدبخت ہے کہ اس کو حضور نبی کریم ﷺ کے خصائص سے بڑی عداوت ہے۔

حدیث حضرت جابر مصنف عبدالرزاق میں ہے جو کہ مکمل طور پر آج پوری دنیا میں دستیاب نہیں کہ اس کے راویوں کو بیان کر کے سند پر بحث کی جا سکے جلیل القدر محدثین اور علماء کرام نے اس حدیث کو قبول کیا۔ ان کے قبول کرنے سے ہی اس حدیث کے صحیح ہونے کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ انھوں نے جب اس حدیث کو قبول کیا ہو گا تو ان کے سامنے اس کی سند موجود ہو گی۔

بلاشبہ طبقہ ثالثہ کی کتب احادیث میں صحیح حدیثوں کے ساتھ ساتھ موضوع

حدیثیں بھی موجود ہیں لیکن کسی بھی محدث کا اس کو موضوع قرار نہ دینا اور محدث ہند شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کا اس کو صحیح قرار دینا ہی اس کو قبول کرنے کے لیے کافی ہے۔

گکھڑوی صاحب کو یہ بات تسلیم ہے کہ قلم کی پیدائش سے پہلے عرش کرسی پیدا ہو چکی تھی اور عرش پانی پر تھا اس لیے پانی بھی قلم سے پہلے پیدا ہو چکا تھا۔ اور اس کو بعض علماء نے الاصح قول اور بعض نے اسے جمہور علماء کا قول قرار دیا ہے۔ لیکن گکھڑوی صاحب کو جمہور علماء کا یہ قول تسلیم نہیں کیونکہ گکھڑوی صاحب کا خیال ہے کہ

ہم چو ما دیگرے نیست

ان کی تحقیق کہ قلم کی پیدائش سب سے پہلے ہوئی ہے۔ اور اس تحقیق کا رد کسی طرح نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ گکھڑوی صاحب کی تحقیق ہے اور اس کے پیچھے ان کے قوی اور وسیع مطالعہ کا زعم باطل ہے۔ میں اپنا موقف پیش کرنے سے پہلے چند دیوبندی عبارات پیش کر دیتا ہوں۔

(۱) دیوبندی مسیح الامت شاہ محمد مسیح اللہ خان صاحب شروانی اپنے رسالہ ''ذکر النبی ﷺ'' کے صفحہ نمبر ۲۴، ۲۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کا وجود تمام خلائق ومخلوقات میں صفات خداوندی هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ کا مظہر اتم ہے کہ آپ رحمت عالمین سب سے اول وجود میں آئے اور ظہور آپ کا سب سے آخر میں ہوا۔ ارشاد ہے۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ تمام مخلوقات سے اول آپ کا نور پیدا ہوا، اور وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا، اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا نہ بہشت تھی نہ دوزخ نہ فرشتہ تھا نہ زمین و آسمان نہ سورج تھا نہ چاند، نہ جن تھا نہ انسان، پھر اس کے بعد اور

مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے، ایک حصہ سے قلم، ایک سے لوح، ایک سے عرش پیدا کیا اور ایک سے باقی مخلوق۔ چنانچہ کتابوں میں تفصیل موجود ہے، حتی کہ حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام ابھی خمیر ہی میں تھے، پتلا بھی نہ بنا تھا کہ آپ خاتم النبیین ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس قبل میں اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔

جس وقت عالم میثاق میں اللہ تعالیٰ نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ فرما کر اپنی ربوبیت کا عہد لیا تو آپ ہی کے اول اقرار بلیٰ سے سب نے فیض لیا اور یک زبان ہو کر سب نے بلیٰ کہہ کر ربوبیت حق کا اقرار ایمانی کیا۔

اللہ اللہ وجود موجودات میں بھی واسطہ اور حصول ایمان میں بھی آپ واسطہ۔

حضرات! آپ ہی کا وہ فیض وجود نور تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں مامون رہے اور یہی وہ نور تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نار نمرودی میں محفوظ رہے، اور یہی وہ نور تھا جس کے سبب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پر چھری نہ چلی۔

غرض مقصود آپ کا ہی وجود تھا اور تمام عالم کا وجود میں آنا آپ ہی کے فیض سے ہے۔ اس لیے تمام مخلوقات میں آپ اول المخلوقات بھی ہیں اور افضل المخلوقات بھی ہیں۔

کیوں گکھڑوی صاحب! آپ کے دیوبندی مسیح الامت نے آپ کے اول مخلوق ہونے پر قرآن مجید کی آیت ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ سے استدلال کیا ہے یہ استدلال درست ہے یا نہیں۔ بہت سے مفسرین نے یہاں حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس مراد لی ہے یا نہیں؟

گکھڑوی صاحب: قلم پہلے پیدا ہوئی کہ جس پر قلم نے تقدیریں لکھنی تھیں وہ لوح محفوظ پہلے پیدا ہوئی۔ دفتر پہلے بنایا جاتا ہے پھر اس میں کام کرنے والے آتے

ہیں۔سکول پہلے کھولا جاتا ہے تو پھر اس میں پڑھنے والے اور پڑھانے والے آتے ہیں۔ملک پہلے ہوتا ہے تو پھر اس کا صدر اور وزیر اعظم بنتا ہے۔قرآن پاک پہلے پھر اس کا حافظ ہے۔گکھڑوی صاحب! محمد مسیح اللہ خاں صاحب نے ایک اور دلیل سے بھی آپ کو اول مخلوق ثابت کیا ہے۔کہ آپ افضل المخلوقات ہیں۔جب قلم وغیرہ کی پیدائش پہلے ہوگئی تو پیدا ہونے میں تو وہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم آپ سے پہلے پیدا ہوئے ہیں۔اس لیے اول مخلوق صرف اور صرف آپ کی ذات بابرکات ہی ہے۔

گکھڑوی صاحب! قلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ جو کچھ ہو چکا اور کچھ ہونے والا ہے وہ لکھ۔وہ جو ہو چکا تھا وہ کیا تھا؟

(۲) دیو بندیوں کے نام نہاد مجاہد اسلام غلام غوث ہزاروی کا رسالہ تعلیم الایمان ''مجلس فکر ونظر غوث زمان حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی'' نے شائع کیا ہے۔اس کے صفحہ نمبر ۲۷ میں ہے۔'' آپ ﷺ کا نور سب سے پہلے پیدا ہوا۔لیکن آپ کا ظہور سب پیغمبروں کے بعد ہوا۔''

(۳) دیو بندیوں کے محدث دارالعلوم دیو بند حضرت مولانا سید میاں اصغر حسین اپنے رسالہ علم الاولین (ادارہ اسلامیات لاہور) کے شروع میں لکھتے ہیں۔

سوال: سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا فرمایا ہے؟

جواب: نور محمدی ﷺ کو حدیث شریف میں ہے اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ

سوال: آپ کے نور کے بعد سب سے پہلے کیا چیز پیدا فرمائی؟

جواب: قلم کو پیدا فرمایا۔

دیو بندیو! اپنے محدث دارالعلوم دیو بند کو سمجھایا ہوتا کہ گکھڑوی صاحب سے علم حدیث ہی پڑھ لیتا۔

(۴) مولوی طاہر قاسمی نبیرہ بانی دارالعلوم دیو بند قاسم نانوتوی اپنی کتاب

''عقائدالاسلام قاسمی'' کے صفحہ نمبر ۳۲،۳۳ میں لکھتا ہے''معلوم ہوا کہ نور محمدی بلحاظ خلقت سب مخلوق سے اول ہے۔اور بلحاظ ظہور سب سے آخر ہے۔''

(۵) دیو بندیوں کے ملجاء العلماء مرکز دائرۃ التحقیق وحید العصر جانشین شیخ الہند حضرت مولانا السید حسین احمد مدنی صدرالمدرسین دارالعلوم دیو بند اپنی کتاب ''الشہاب الثاقب'' (میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی) کے صفحہ نمبر ۴۷ میں لکھتے ہیں۔

''ہمارے حضرات اکابر کے اقوال،عقائد کو ملاحظہ فرمایئے۔یہ جملہ حضرات ذات حضور ''پرنور'' علیہ السلام کو ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک واسطہ فیوضات الٰہیہ و میزاب رحمت غیر متناہیہ اعتقاد کے ہوئے بیٹھے ہیں۔ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے ابتک جو جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہوں گی،عام ہے کہ وہ نعمت وجود کی ہو یا اور کسی قسم کی۔

ان سب میں آپ کی ذات پاک ایسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ جیسے آفتاب سے نور چاند میں آیا ہو اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں،غرض کہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیان ہیں۔یہی معنی لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ اور اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ اور انا نبی الانبیاء وغیرہ کے ہیں۔اس احسان و انعام میں جملہ عالم شریک ہے۔علاوہ اس کے آپ کی ذات مقدس کو ارواح مومنین سے وہ خاص نسبت ہے کہ جس وجہ سے آپ باپ روحانی جملہ مومنین کے ہیں اور یہ احسان بھی ابتداء عالم سے آخر تک کے مومنین کو عام ہے''

گکھڑوی صاحب!قلم مخلوق میں شامل ہے یا نہیں؟

گکھڑوی صاحب!تمام نعمتیں وجود کی ہوں یا اور کسی قسم کی حضور نبی کریم ﷺ

کے وسیلہ سے ملی ہیں یا نہیں؟

گکھڑوی صاحب! حقیقت محمدیہ ﷺ واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیان ہے یا نہیں؟

علامہ غلام مصطفیٰ نوری قادری اشرفی خطیب و مہتمم جامعہ شرقیہ رضویہ بیرون غلہ منڈی ساہیوال نے اپنے رسالہ ''نورالانوار'' میں حضور نبی کریم ﷺ کے اول الخلق ہونے پر تفصیلی بحث کی ہے۔

انہیں دلائل کو علامہ الحاج حافظ شفقات احمد کیلانی نے بڑے موثر انداز میں اپنے مضمون ''نورانیت مصطفیٰ ﷺ'' میں پیش کیا ہے۔ آپ کا یہ مضمون (ماہنامہ مجلہ الحقیقہ) (پاکستان) جو کہ شکرگڑھ سے شائع ہوتا ہے۔ اس کی جلد نمبر ۳ شمارہ نمبر ۸ (جون ۲۰۰۳) میں صفحہ نمبر ۱۳ تا ۱۷ میں چھپا ہے۔ میں مختصراً پیش کرتا ہوں۔

اوّلیت نور محمدی:۔ مندرجہ بالا آیت میں فرمایا ''جاءکم'' یعنی آیا تمہارے پاس آیا کے الفاظ اس بات کی خبر دے رہے ہیں کہ یہ آج ظہور فرمانے والا نور، آج کی تخلیق نہیں بلکہ تمہارے پاس تشریف لانے سے پہلے اپنے رب کے حضور میں موجود تھا جو نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا ہوا آغوش آمنہ میں پہنچا۔

حضور پہلے مسلمان: قرآن حکیم نے جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان وضاحت نشان بیان فرمایا ہے۔ الفاظ قرآنی ہیں۔

''اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ (انعام ۱۴)

دوسرے مقام پر الفاظ ہیں۔

اُمِرْتُ لِاَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ (زمر ۱۲)

یعنی مجھے اللہ جل مجدہ کی طرف سے حکم دیا گیا کہ میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ (کی ذات وصفات اور احکام) پر ایمان لاؤں۔ چنانچہ حکم خداوندی پر لبیک کہتے

ہوئے آپ نے کائنات سے پہلے بارگاہ ربوبیت میں سرنیاز جھکا دیا، قرآن کریم بیان فرماتا ہے۔

وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (انعام ۱۶۳)

فرمایا میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہونے والا ہوں۔

یہ آیات مقدسہ پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ نور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء تمام کائنات سے پہلے بارگاہ خداوندی میں موجود تھا اسی لیے نور محمد مصطفیٰ ﷺ نے حکم خداوندی پر لبیک کہتے ہوئے تمام کائنات سے پہلے خدا کے حضور اپنا سر جھکا دیا اور اول المسلمین کے مقام رفعت نشان پر فائز ہوئے اور تمام کائنات سے پہلے عبادت خداوندی بجالا کے تمام کائنات سے زیادہ عبادت کر کے لواءُ الحمد یومئذ بیدی (ترمذی ج ۲، دارمی ص ۱۶، مشکوٰۃ ص ۵۰۶) کا اعلان کر کے سید ولد آدم کے مستحق قرار پائے۔ اسی طرح جب کافروں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کا ہونا قرار دیا۔

یہودیوں نے کہا حضرت عزیز علیہ السلام خدا کا بیٹا ہے۔ (توبہ......۳۰)

عیسائیوں نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کا بیٹا ہے۔ (مائدہ......۱۷)

بعض نے کہا فرشتے خدا کی اولاد ہیں (انبیاء......۲۶)

تو ان کافروں کے اس کفریہ عقیدہ کا رد کرتے ہوئے حکم خداوندی کے مطابق آپ نے جو بیان فرمایا قرآن حکیم اسے یوں بیان فرماتا ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ (زخرف۔۸۱)

اے پیارے محبوب فرما دو اے کافرو! اگر (فرض محال) اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہوتا تو میں (سب سے) پہلے اس کی بندگی کرتا۔"

اس آیت میں بھی رب العزت نے حضور ﷺ کی اولیت کا تذکرہ فرمایا ہے

کیونکہ آپ فرما رہے ہیں جب ساری کائنات سے پہلے میں ہی موجود تھا اور اللہ تعالیٰ کے حضور بھی سب سے پہلے میں نے ہی سر نیاز جھکایا تھا تو اگر بالفرض والمحال اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہوتا تو میں اس کی بھی سب سے پہلے بندگی کرتا۔

اوّلیت کے انکار کا نقصان:

اگر نور محمدی ﷺ کی اولیت کا انکار کیا جائے تو ایمان کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے کیونکہ حضور ﷺ کے ظاہری ظہور سے پہلے فرشتے، حور غلمان، جنات، جناب آدم علیہ السلام اور تمام اولاد آدم، نباتات، جمادات، حیوانات، چاند، سورج، ستارے، عرش، فرش، لوح اور قلم وغیرہم تمام مخلوق موجود تھی اور اللہ کا کلام گواہی دیتا ہے کہ

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ (بنی اسرائیل ۔۴۴)

یعنی کائنات میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اللہ تعالیٰ کی تعریف نہ کرتی ہو۔''

ثابت ہوا کہ جو جو مخلوق جب سے پیدا ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کر رہی ہے، اب اگر آغوش حضرت آمنہ (جو کہ لباس بشری میں آپ کا ظہور ظاہری ہے) سے پہلے حضور ﷺ کی ذات کا وجود تسلیم نہ کیا جائے تو آپ کی قرآن میں بیان کردہ شان ''اول المسلمین'' مانیں تو پھر آپ کے ظہور ظاہری سے پہلے مخلوق کے اسلام اور ایمان کا انکار کرنا پڑے گا کیونکہ آپ سے پہلے کی تمام مخلوق آپ سے پہلے ایمان لا چکی ہے اور اگر حضور ﷺ کی ذات والا صفات کو آغوش حضرت آمنہ میں ہی اول المسلمین مانیں تو آپ کے ظاہری ظہور سے پہلے مخلوق کے اسلام اور ایمان کا انکار کرنا پڑے گا (جو کہ بالکل نہیں کیا جا سکتا) کیونکہ آپ اول المسلمین تب ہی ہو سکتے ہیں جب آپ سے پہلے پوری مخلوق میں کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ ہو۔ اس پریشانی کا ایک ہی حل ہے کہ حضور پرنور ﷺ کی تخلیق ازلی یعنی نور مصطفیٰ ﷺ علیہ التحیۃ والثناء کا تخلیق ہونا تمام کائنات سے پہلے مان لیا جائے تو اس صورت میں آپ بشکل

نور بارگاہ الوہیت میں سجدہ ریز ہو کر ''پہلے مسلمان'' کے مقام پر فائز ہو جائیں اور باقی تمام کائنات آپ ﷺ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور بصد عجز و نیاز گردن جھکا دے۔

آپ ﷺ تمام جہانوں کے لیے رحمت

ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ (انبیاء۔۱۰۷)

اور اے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

لیکون للعالمین نذیرا (فرقان۔۱)

تا کہ ہو وہ رسول تمام جہانوں کو ڈر سنانے والا

ان آیات مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور کو عالمین کے لیے رحمت اور نذیر فرمایا ہے۔ لفظ عالمین کی وسعت کا اندازہ کرنا ہو تو یہ آیت تلاوت فرمائیں۔

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ'' (فاتحہ......۱)

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ وحدہ لاشریک کے لائق ہیں جو پالنے والا ہے تمام جہانوں کا''

مفسر قرآن علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''المراد بالعالمین جمیع الخلق فان العالم ما شری الله تعالیٰ وصفاته'' (روح المعانی نمبر ۷ اص ۱۰۵)

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کے علاوہ کائنات میں جو کچھ بھی ہے وہ سب کچھ عالمین میں داخل ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ عرش و فرش، لوح و قلم، حور و غلمان، آفتاب و ماہتاب، جنات، آدم اور تمام بنی آدم، چرند، پرند، نباتات و جمادات، قبر و

حشر، جنت و دوزخ ہوا و فضا غرضیکہ جو جو چیز، جو جو جگہ اور جو جو زمانہ اللہ تعالیٰ کی خدائی میں داخل ہے ہر اس چیز جگہ اور زمانے کے لیے حضور رحمت اور نذیر ہیں۔ ''رحمۃ للعالمین اور نذیر'' یہ حضور کی صفتیں ہیں اور آپ ان صفتوں کے موصوف ہیں اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ موصوف کا وجود صفت سے پہلے ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص حافظ قرآن ہے تو حافظ ہونا اس کی صفت ہے اور حافظ بننے والا وہ شخص موصوف ہے۔ اب یہ بات محتاج بیان نہیں کہ وہ شخص پہلے موجود تھا اور بعد میں حافظ بنا، اسی طرح جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات بابرکات موصوف ہے اور آپ کا رحمت اور نذیر ہونا یہ آپ کی صفت ہے۔ لہذا حضور تمام جہانوں کو اپنے دامن رحمت میں تب ہی چھپا سکتے ہیں جبکہ آپ تمام جہانوں سے پہلے موجود ہوں، اگر آپ کی رحمت کو آپ کے ظہور بشری کے بعد کے لیے مانا جائے تو پھر آپ کے ظہور ظاہری سے پہلے کی تمام مخلوق آپ کی رحمت سے محروم رہ جائے گی، اس طرح متعدد آیات قرآنیہ کا انکار ہوگا اور قرآن کریم کے ایک حرف کا انکار کرنے والا کافر مطلق، خارج از اسلام اور وہ مردود ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں جلنے والا ہے (نعوذ باللہ من ذالک) الحمد للہ رب العالمین۔ قرآن حکیم اور احادیث مقدسہ پر مکمل یقین رکھتے ہوئے ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور تمام کائنات سے پہلے اپنے رب کے حضور میں ایک نور کی شکل میں حاضر اور عابد تھے اور اس دن سے لے کر جبکہ ابھی دن بھی نہیں بنا تھا آپ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کو اپنی رحمت لامتناہی سے نواز رہے ہیں۔

میثاق میں آپ کی اولیت: اللہ جل جلالہ کو اپنے پیارے محبوب ﷺ کی ہر شان اور مقام کا چرچا کرنا اتنا پیارا ہے کہ ایک ایک شان کو کئی کئی مرتبہ اور کئی کئی طریقوں سے بیان فرماتے ہیں چنانچہ اپنے پیارے محبوب کی شان اولیت کو اکیسویں پارہ میں ایک اور انداز سے بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

"واذاخذنا من النبیین میثاقهم و منک و من نوح و ابرهیم" (الخ احزاب......۷)

ترجمہ: یعنی جب لیا ہم نے انبیاء کرام سے وعدہ اور اے پیارے محبوب ﷺ (سب سے پہلے) آپ سے عہد لیا اور نوح سے اور (پھر) ابراہیم سے عہد لیا"

اس آیت مبارکہ میں مولائے قدوس نے انبیاء کرام سے جوان کے فرائض منصبی کو ادا کرنے کا وعدہ لیا گیا اس میں بھی پیارے محبوب کی شان اولیت کا لحاظ رکھا۔ آپ کے ذکر کو دیگر انبیاء کرام کے ذکر سے مقدم فرمایا۔ اس کی شرح علامہ بغوی حدیث مصطفیٰ کی روشنی میں بیان فرماتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

وقدم النبی ﷺ بالذکر بما اخبرنا عن ابی هریرة قال ان رسول الله ﷺ قال کنت اول النبیین فی الخلق و آخرهم فی البعث"

() معالم التنزیل نمبر ۵ ص ۱۷۲، ابونعیم نمبر ۱ ص ۶، خصائص کبریٰ نمبر ۱ ص ۳، تفسیر درمنثور نمبر ۵ ص ۱۸۴، تفسیر محمدی نمبر ۵ ص ۲۰۷، نمبر ۷ ص ۱۷۲

اور اس آیت میں میثاق میں اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کرام سے آپ کا ذکر اس لیے مقدم فرمایا ہے کہ اس کے متعلق صحیح مرفوع حدیث موجود ہے جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا میں پیدا ہونے میں سب سے پہلا ہوں اور دنیا میں تشریف لانے میں (انبیاء کرام میں سے سب) سے آخری ہوں" مفسر قرآن جناب عبداللہ بن عباس (صحابی) سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا میں پیدا ہونے میں سب سے پہلا ہوں اور دنیا میں تشریف لانے میں (انبیاء کرام میں سے) سب سے آخری ہوں"

مفسر قرآن جناب عبداللہ بن عباس (صحابی رسول و عم زاد مصطفیٰ) رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں۔ (تفسیر درمنثور نمبر ۵ ص ۱۸۴) جناب سرور کائنات سے عرض کی

گئی یارسول اللہ ﷺ آپ سے اللہ تعالیٰ نے کب وعدہ لیا تھا، آپ نے فرمایا اس وقت جبکہ جناب آدم علیہ السلام کو بھی ابھی پیدا نہیں کیا گیا تھا، نیز فرمایا "کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد" (ترمذی نمبر ص ۲۰۱، مشکوۃ ص ۵۱۳، تفسیر در منشور نمبر ۵ ص ۱۸۴، بیہقی شریف نمبر ا ص ۲۷، قاصد حسنہ ص ۳۲۷، آفتاب نبوت ص ۱۱۰، کتاب الوفا نمبر ا ص ۳۳، تفسیر عرائس البیان نمبر ا ص ۲۳۸، جواہر البحار نمبر ا ص ۳۹۱، مدارج النبوت نمبر ۲ ص ۳، انوار محمدیہ نبہانی ص ۷، خصائص کبریٰ نمبر ا ص ۲، مواہب لدنیہ نمبر ا ص ۶، زرقانی نمبر ا ص ۳۹، نشر الطیب ص ۶، مستدرک نمبر ۲ ص ۴۱۸، اشعۃ اللمعات نمبر ۴ ص ۴۹۹، تفسیر محمدی نمبر ا ص ۱۰۶ وغیرہم۔ نیز آپ نے یہ بھی اعلان فرمادیا تھا۔ "انا اول المسلمین عند الایجاد لامر کن" (تفسیر نیشا پوری نمبر ۸ ص ۵۵ برحاشیہ ابن جریر) یعنی جب اللہ تعالیٰ نے "کن" کا حکم فرما کے کائنات کو پیدا فرمایا تھا اس وقت (چونکہ نور محمدی پہلے سے موجود تھا) سب کائنات سے پہلے میں ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان لایا تھا، مختصر یہ ہے کہ نور محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو اللہ جل شانہ نے تمام کائنات سے پہلے اپنے نور کے فیض سے اس وقت پیدا فرمایا جب کہ خدا کے علاوہ کوئی دوسری ذات موجود نہیں تھی اور نور محمدی نے پیدا ہوتے ہی بارگاہ الوہیت میں بصد عجز و نیاز سر جھکا کر سبحان ربی الاعلیٰ فرمایا اور اس طرح پوری کائنات سے پہلے خدا کی ذات پر ایمان لاکر "اول المسلمین" کے مقام پر فائز ہوئے اور اسی لیے میثاق میں بھی آپ کو تمام انبیاء پر سبقت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کو حق سمجھنے، اس کو ماننے اور اس کے مطابق عقیدہ رکھنے اور اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ روز محشر اللہ اور رسول کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے (آمین)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ: جب نور محمدی کی اولیت کے متعلق قرآن

پاک کی آیات مقدسہ اور احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں تو اکثر معاندین حضرات اپنے خودساختہ عقیدہ کو سنبھالنے کے لیے ایک حدیث کا سہارا لیتے ہیں، کہتے ہیں کہ ''حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا تھا پھر نور محمدی سب سے پہلے کیسے پیدا ہو گیا'' یہ ان حضرات کی چوٹی کی دلیل ہے۔ سچ یہ ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بھی کافی محسوس ہوتا ہے چاہے وہ تنکا اس کو ڈوبنے سے نہ بچا سکے۔ آیئے اس اعتراض کا جواب دینے کے لیے اسی پیش کردہ حدیث پر غور کرتے ہیں، اگر انصاف پسند ہوتے تو پوری حدیث نقل کرتے مگر پوری حدیث نقل نہ کرنا ان کی مجبوری ہے کیونکہ اگر پوری حدیث نقل کر دی جاتی تو اسی حدیث سے ان کا خودساختہ عقیدہ خاک میں مل جاتا۔ پوری حدیث اس طرح ہے ''ان اول ما خلق لله القلم فقال اکتب قال ما اکتب قال اکتب القدر فکتب ما کان وما ھوا کائن الیٰ الابد (ترمذی شریف ج ۲ ص ۳۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے (نور محمدی کے علاوہ باقی چیزوں سے) پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور فرمایا لکھ۔ قلم نے عرض کیا مولا کیا لکھوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کائنات کی تقدیر لکھ پس قلم نے لکھا جو اس سے پہلے ہو چکا تھا اور جو اس کے بعد ابد تک ہونے والا تھا، کیوں جناب کچھ آئی سمجھ شریف میں بات ''ماکان'' کے الفاظ پر غور فرمائیں۔ کان ماضی ہے یعنی گزرا ہوا زمانہ تو معلوم ہوا قلم کی پیدائش سے پہلے کوئی چیز موجود تھی اور وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا نور تھا۔ حوالہ جات تو کافی ہیں لیکن جگہ کی کمی کی وجہ سے صرف دو حوالے پیش خدمت ہیں پڑھیں اور خدا توفیق دے تو ایمان بھی لے آئیں اور اپنی عاقبت کو سنواریں۔

شیخ محقق بالاتفاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی:

محقق بالاتفاق علی الطلاق جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے

ہیں "حدیث اول ماخلق اللہ القلم، قلم گفت چہ نویسم! گفت بنویس ماکان و ما یکون الی الابد پس معلوم شد کہ پیش از خلق کا تنے بودہ است و گفتہ اند کہ آں عرش و کرسی و ارواح است و خلق نور وے ﷺ ازاں سابق است و گفتہ اند کہ آں عرش و کرسی و ارواح است و بریں وجہ تواند کہ مراد از ماکان صفات و احوال آں بودہ شد کہ اول دراں عالم ثابت است (مدارج النبوت ج ۲ ص ۲) یعنی جو حدیث میں ہے کہ اول ماخلق اللہ القلم (تو اس کے متعلق وضاحت یہ ہے کہ) قلم نے عرض کیا کیا لکھوں؟ فرمایا لکھ جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ آئندہ ابد تک رہے گا، اس سے معلوم ہوا کہ قلم کی پیدائش سے پہلے بھی کائنات میں کچھ موجود تھا۔ علماء فرماتے ہیں عرش، کرسی اور ارواح کی تخلیق سے پہلے حضور اکرم ﷺ کا نور مبارک عالم ظہور میں آیا اس تقدیر پر ہو سکتا ہے "ماکان" مراد نور مصطفوی کے احوال و صفات ہوں کیونکہ سارے جہان سے نور مصطفوی کی اولیت ثابت ہے" (مدارج النبوت اردو ج ۲ ص ۲)

مولوی اشرف علی تھانوی: مجدد وہابیہ دیو بندیت مولوی اشرف علی تھانوی یہ حدیث "اے جابر اللہ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا" بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں "اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقہ ثابت ہوا کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے (مثلاً اول ماخلق اللہ القلم) ان اشیاء کا نور محمدی سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے" میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن۔

گکھڑوی صاحب اس بات پر اڑے ہوئے ہیں کہ جب ان اوّل ماخلق اللہ القلم صحیح حدیث سے ثابت ہے تو میں اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ یا آسمانوں، زمین، عرش، پانی، وغیرہم کی اولیت کو کیوں تسلیم کروں۔

گکھڑوی صاحب میں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ غور فرمایئے گا۔

سورۃ الانعام پ ۷ آیت نمبر ۱۴ میں ہے۔

اِنِّیٓ اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ

تم فرماؤ مجھے حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے گردن رکھو۔

سورہ الزمر پ ۲۳۔ آیت نمبر ۱۲ میں ہے۔

وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ

اور مجھے حکم ہے کہ میں سب سے پہلے گردن رکھوں۔

سورہ الانعام پ ۸ آیت نمبر ۱۶۳ میں ہے۔

وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ

اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

اور پ ۹ سورہ الاعراف آیت نمبر ۱۴۳ میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کے واقعہ کے بعد جب ہوش میں آتے میں آتے ہیں تو فرماتے ہیں

فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَکَ تُبْتُ اِلَیْکَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

پھر جب ہوش ہوا بولا پاکی ہے تجھے میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

گکھڑوی صاحب، دیکھیں! حضور نبی کریم ﷺ بھی فرمار ہے ہیں کہ میں سب سے پہلا مسلمان ہوں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی فرمار ہے ہیں کہ میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ اب یہ فیصلہ کریں کہ پہلا مسلمان کون ہے گکھڑوی صاحب! تمام انبیاء کرام اپنی اپنی امتوں اور مخصوص علاقوں میں نبی اور رسول بنا کر بھیجے گئے اور وہ اپنی امت میں سب سے پہلے مسلمان ہوتے ہیں۔ پھر ان کی امت ان پر ایمان لاتی ہے۔ اب اگر حضور نبی کریم ﷺ فرمار ہے ہیں کہ انا اول المسلمین میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ لیکن اب کوئی آپ سے پوچھتا ہے کہ

حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے والے سب سے پہلے کون ہیں؟ یعنی سب سے پہلے مسلمان جو آپ پر ایمان لائے کون ہیں؟ تو آپ خواب دیں گے کہ جوانوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا۔ اب یہ تینوں اعلیٰ مرتبت ہستیاں دعویٰ کرتی ہیں کہ میں سب سے پہلا مسلمان ہوں، میں سب سے پہلا مسلمان ہوں، میں سب سے پہلی مسلمان ہوں تو ان کا دعویٰ ٹھیک ہے۔

اسی طرح اگر احادیث میں جہاں کہیں قلم کے اول مخلوق کا ذکر ہے اور اسی طرح عرش، کرسی، پانی وغیرہم کا تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ حضور ﷺ سے بھی اول مخلوق ٹھہریں۔

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں انا اول المسلمین، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق ہم کہتے ہیں وہ اول المسلمین ہیں تو حقیقی اولیت حضور ﷺ کو حاصل ہے اور باقی کو جو اولیت حاصل ہے وہ اولیت اضافی ہے۔

اسی طرح جہاں حضور نبی کریم ﷺ کے متعلق ہے کہ آپ سب سے پہلے مسلمان ہیں تو یہ حقیقی اولیت ہے۔ اور باقی سب کے لیے اضافی۔ کیونکہ تمام انبیاء کرام صرف اپنی امتوں اور علاقوں کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے اور نبی کریم ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اللہ کے تمام نبی اللہ کی رحمت ہیں لیکن حضور نبی کریم ﷺ رحمۃ اللعالمین ہیں۔ تمام انبیاء اپنی اپنی امتوں کے حق میں گواہی دیں گے لیکن حضور نبی کریم ﷺ تمام امتوں کے شاہد ہیں۔

گکھڑوی صاحب: امت مسلمہ کے اکابر علماء کرام جب قلم کی اولیت کو اضافی قرار دیتے رہے ہیں تو آپ کون ہوتے ہیں اس کی اولیت کو حقیقی اولیت قرار دینے والے۔ نبی کریم ﷺ کے فضائل و درجات سے آپ کو کیا دشمنی ہے؟ اب میں آخر

میں علماء کرام کی چند عبارات جن میں تطبیق دی گئی ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا کیا۔ ملاحظہ فرمائیں۔ اور سلف صالحین کے دامن سے وابستہ ہو جائیں یہی نجات کا راستہ ہے۔

نوٹ:۔ تطبیق کے یہ دلائل میں علامہ عبدالحکیم شرف قادری کی مشہور و معروف کتاب ''عقائد و نظریات'' کے صفحہ نمبر (۲۷۴ تا ۲۷۹) سے نقل کر رہا ہوں۔

تطبیق احادیث:

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ اس سلسلے میں مختلف روایات ملتی ہیں، مثلاً نبی اکرم ﷺ کا نور، عقل یا قلم۔ آیئے ذرا دیکھیں کہ ائمہ محدثین اور ارباب مشاہدہ نے ان میں کس طرح تطبیق دی ہے؟

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ جن کا نام ابن تیمیہ بھی احترام سے لیتے ہیں، فرماتے ہیں۔

اللہ عزوجل نے فرمایا: میں نے محمد مصطفیٰ ﷺ کی روح کو اپنے جمال کے نور سے پیدا کیا، جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میری روح کو پیدا فرمایا اور سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا، سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا، ان سب سے مراد ایک ہی چیز ہے اور وہ ہے حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، اس حقیقت کو نور اس لیے کہا کہ وہ جلالی ظلمات سے پاک ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

عقل اس لیے کہا کہ وہ کلیات کا ادراک کرنے والی ہے، قلم اس لیے کہا کہ علم کے نقل کرنے کا سبب ہے۔ (ترجمہ)

عبدالقادر جیلانی، سید غوث اعظم: سِرُّ الْاَسْرَارِ فِیْ مَا يَحْتَاجُ اِلَيْهِ الْاَبْرَارُ

طبع لاہور، ص ۱۴۔۱۲

عمدۃ القاری میں مختلف روایات نقل کیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ نور وظلمت کو پیدا کیا اور ایک روایت میں ہے نور مصطفیٰ ﷺ کو پیدا کیا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔

اَلتَّوْفِیْقُ بَیْنَ هٰذِهِ الرِّوَایَاتِ بِاَنَّ الْاَوَّلِیَّةَ نِسْبِیٌّ وَکُلُّ شَیْئٍ قِیْلَ فِیْهِ اِنَّهٗ اَوَّلٌ فَهُوَ بِالنِّسْبَةِ اِلٰی مَابَعْدَهَا۔ ان روایات میں تطبیق یہ ہے کہ اولیت امر اضافی ہے، اور جس چیز کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ اول ہے، تو وہ اول ہے، تو وہ مابعد کے لحاظ سے ہے۔

محمود بن احمد العینی، بدر الدین: (م ۸۵۵ھ) عمدۃ القاری (طبع بیروت) ج ۱۵، ص ۱۰۹

محدث جلیل حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ مختلف روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

معلوم ہو گیا کہ مطلقاً سب سے پہلی شے نور محمدی ہے، پھر پانی، پھر عرش، اس کے بعد قلم، نبی اکرم ﷺ کے ماسوا سب میں اولیت اضافی ہے۔

علی بن سلطان محمد القاری: المورد الروی ص ۴۴

حضرت ملا علی قاری، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: علامہ ابن حجر نے فرمایا: اول مخلوقات کے بارے میں مختلف روایات ہیں اور ان کا حاصل جیسے کہ میں نے شمائل ترمذی کی شرح میں بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے وہ نور پیدا کیا گیا، جس سے نبی اکرم ﷺ پیدا کئے گئے، پھر پانی، اس کے بعد عرش، (المرقاۃ (طبع ملتان) ج ۱، ص ۱۴۶)

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

اول حقیقی نورِ محمدی ہے جیسے کہ میں نے ''المورد للمولد'' میں بیان کیا ہے۔

(المرقاۃ، ج ا،ص ۱۶۶)

مرقاۃ کے صفحہ ۱۹۴ پر فرماتے ہیں۔

''ہمارے نبی ﷺ کا ذکر پہلے کیا گیا، اس لیے کہ آپ رتبے میں پہلے ہیں یا اس لیے کہ آپ وجود میں پہلے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ اور کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

ایک جگہ مختلف روایات میں تطبیق کا دوسرا طریقہ اختیار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اولیت امور اضافیہ میں سے ہے، لہٰذا تاویل یہ کی جائے گی کہ امور مذکورہ (قلم، عقل، نوری، روحی اور عرش) میں سے ہر ایک اپنی جنس کے افراد میں سے پہلے ہے۔ پس قلم دوسرے قلموں سے پہلے پیدا کیا گیا اور حضور سید عالم ﷺ کا نور، تمام نوروں سے پہلے پیدا کیا گیا۔ (المرقاۃ ج ا،ص ۱۶۷)

یہی امام جلیل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

رہا نبی اکرم ﷺ کا نور، تو وہ مشرق و مغرب میں انتہائی ظاہر ہے اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کا نور پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ کا نام نور رکھا، اور نبی اکرم ﷺ کی دعا میں ہے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ نُوْرًا۔ اے اللہ! مجھے نور بنا دے (اس کے بعد چند آیات مبارکہ نقل کی ہیں) لیکن اس نور کا ظہور اہل بصیرت کی آنکھ میں ہے، کیونکہ (صرف) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، لیکن سینوں میں دل اندھے ہو جاتے ہیں۔

موضوعات کبیر: مجتبائی، دہلی، ص ۸۶

اس کے بعد یہی کہا جا سکتا ہے کہ جن لوگوں کی بصیرت کی آنکھیں اندھی ہو چکی

ہیں، ان کی طرف ہمارا روئے سخن ہی نہیں ہے۔

علامہ نجم الدین رازی علیہ الرحمہ (م۶۵۴ھ)...... حدیث مبارک اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ اور اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّیْ نقل کرنے کے بعد مختلف روایات میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قلم، عقل اور روح تینوں سے مراد ایک ہی ہے،

وآں رُوحِ پاک محمّداست (ﷺ)

نجم الدین رازی علامہ: مرصاد العباد، طبع ایران، ص ۳۰

حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

حقیقت محمدی علیہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات ظہور اول ہے اور بایں معنی حقیقۃ الحقائق ہے کہ تمام حقائق خواہ وہ انبیاء کرام کی ہوں یا ملائکہ کی اس حقیقت کے لیے سائے کی حیثیت رکھتی ہیں اور حقیقت محمدی تمام حقیقتوں کی اصل ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا) اور یہ بھی فرمایا: خُلِقْتُ مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُوْرِیْ (میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا اور مومن میرے نور سے) لہذا آپ اللہ تعالیٰ اور تمام حقیقتوں کے درمیان واسطہ ہیں، کسی بھی شخص کا آپ کے واسطے کے بغیر مطلوب تک پہنچنا محال ہے (ترجمہ)

احمد سرہندی امام ربانی شیخ: مکتوبات فارسی (مکتبہ سعیدیہ، لاہور)
حصہ نہم، دفتر سوم، ص ۱۵۳

عارف باللہ، علامہ عبدالوہاب شعرانی (م۹۷۳ھ) فرماتے ہیں، اگر تو کہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا گیا، اور ایک روایت میں ہے، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا، ان میں تطبیق کیا ہے؟ جواب یہ ہے

کہ ان دونوں سے مراد ایک ہے، کیونکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حقیقت کو کبھی عقل اول سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کبھی نور سے۔

عبدالوہاب شعرانی امام: (م ۹۷۳ھ) الیواقیت والجواہر (مصطفیٰ البابی، مصر، ج ۲، ص ۲۰)

حضرت شیخ عبدالکریم جیلی (م ۸۰۵ھ) نے بھی یہی تطبیق دی ہے کہ عقل، قلم، اور روح مصطفیٰ ﷺ سے مراد ایک ہی چیز ہے، صرف تعبیر کا فرق ہے۔ (جواہر البحار، ج ۴، ص ۲۲۰)

تاریخ خمیس میں ہے:

محققین کے نزدیک ان احادیث سے مراد ایک ہی شے ہے، حیثیتوں اور نسبتوں کے اعتبار سے عبارات مختلف ہیں۔ پھر ''شرح مواقف'' سے بعض ائمہ کا یہ قول نقل کیا۔

عقل، قلم اور روح مصطفیٰ ﷺ کا مصداق ایک ہی ہے۔

حسین بن محمد دیار بکری، علامہ: تاریخ خمیس، ج ۱، ص ۱۹

امام المناطقہ میر سید زاہد ہروی، ملا جلال کے حواشی کے منہیہ میں فرماتے ہیں۔

علم تفصیلی کے چار مرتبے ہیں، پہلے مرتبے کو اصطلاح شریعت میں قلم، نور اور عقل کہتے ہیں۔ صوفیاء اسے عقل کل اور حکماء عقول کہتے ہیں۔

میر سید زاہد ہروی: حاشیہ ملا جلال (مطبع یوسفی لکھنو) ص ۹۶

علامہ اقبال علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب

گنبد آبگینہ رنگ، تیرے محیط میں حباب

کلیات اقبال اردو شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور ص ۴۰۵

اگر زحمت نہ ہوتو ایک مرتبہ پھران حوالہ جات پر طائرانہ نظر ڈال لیجئے اور پوری دیانت داری سے بتائیے کہ کیا کوئی صاحب علم، ہوش وحواس کی سلامتی کے ساتھ ان حوالوں کو یہ کہہ کر رد کر سکتا ہے کہ یہ حضرات جاہل اور گمراہ تھے، اگر اب بھی کوئی شخص یہ کہنے پر مصر ہے، تو اسے پہلی فرصت میں اپنا دماغی معائنہ کرانا چاہیے۔

گکھڑوی صاحب! ہماری کوئی عبارت تو پیش نہ کر سکے کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کی بشریت سے انکاری ہیں لیکن بار بار تحریر کرتے ہیں۔

آپ کی بشریت، آدمیت اور انسانیت کا انکار کرنا جیسا کہ بعض اہل بدعت کا وطیرہ ہے۔

گکھڑوی صاحب! مسلمان تو جھوٹ سے شدید نفرت کرتا ہے، لیکن آپ عالم ہوتے ہوئے جب جھوٹ بولتے ہیں تو شرم وحیاء کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔ دوسروں پر جھوٹا الزام لگانا آسان ہے۔ اس کا ثبوت دینا مشکل ہے۔

میں نے پہلے بھی علماء اہل سنت کی بیسیوں عبارات پیش کر کے ثابت کیا کہ ہم بشریت کے منکر نہیں لیکن اپنے جیسا عام بشر قرار نہیں دیتے۔ میں علماء اہل سنت کی بشریت سے متعلق چند عبارات اور پیش کر دیتا ہوں تا کہ قارئین خود فیصلہ کر سکیں کہ گکھڑوی جھوٹا انسان ہے۔

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم قادری ہزاروی اپنی تصنیف العقائد والمسائل (عربی و اردو) کے صفحہ نمبر ۱۰۲ میں مسئلہ نور و بشر کے تحت لکھتے ہیں۔

س: کیا نبی اکرم ﷺ نور ہیں؟

ج: ہاں، نبی اکرم ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی، اور ان کے درمیان کوئی

منافات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ہم نے مریم کی طرف اپنی طرف کی روح کو بھیجا، تو وہ ان کے سامنے تندرست انسان کی شکل میں آ گئے۔ (ترجمہ)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نوری مخلوق ہونے کے باوجود انسانی شکل میں جلوہ گر ہوئے، جو شخص نبی اکرم ﷺ کی بشریت کا مطلقاً انکار کرے وہ کافر ہے اور جو شخص آپ کی نورانیت کا انکار کرے وہ خود گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرتا ہے۔

محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

امام اہل سنت محدث اعظم پاکستان کے دستیاب فتاویٰ جات کو فتاویٰ محدث اعظم پاکستان کے نام سے جمع کیا گیا ہے۔ اس فتاویٰ کے صفحہ نمبر ۱۴۹ میں ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر ۶۷:۔ حضور علیہ السلام کو اہل سنت ''نور مجسم'' مانتے ہیں۔ یہ حدیث بھی آئی ہے کہ حضور کا پیٹ چاک کر کے نور بھرا گیا۔ نور کے ساتھ ان چیزوں کا کیا تعلق تھا، جو دھوئی گئیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ حضور پہلے بشر تھے، اب نور حکمت بھرا گیا، اگر تمام علوم حضور کے سینے میں پیٹ چاک کر کے رکھے گئے، تو پیٹ چاک کرنے کا کیا مطلب؟ حضرت آدم علیہ السلام پر علوم منکشف کر دیئے گئے اور حضور علیہ السلام کا پیٹ چاک کر کے نور حکمت بھرا گیا، تو معلوم ہوا کہ حضور بشر تھے، اب بھی بشر ہیں، غیب بھی نہیں جانتے تھے، نور حکمت اب بھرا گیا۔

الجواب:۔

یا صاب الجمال و یا سیّد البشر
من وجهک المنیر لقد نور القمر
محمد بشره لا کالبشر
بل هو یا قوت بین الحجر

حضور علیہ السلام بشر ہیں لیکن بے مثل بشر ہیں، آپ جیسا نہ کوئی ہوا ہے اور نہ

ہوگا۔حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بے مثل ہونے پر ہزاروں حدیثیں شاہد ہیں بلکہ قرآن پاک میں آپ کی بیویوں کو بے مثل فرمایا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یانساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نور بھی ہیں، قرآن پاک میں ہے

قدجاء کم من اللہ نور

جلالین میں ہے۔

ھو النبی ﷺ یریدون لیطفوا نور اللہ

حدیث پاک میں ہے۔

یاجابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ

یہ حدیث پیشوائے دیابنہ مولوی اشرف علی تھانوی علیہ ماعلیہ نے بھی نشر الطیب اوراس کے حاشیے پر نقل کی ہے، حضور علیہ السلام کے نور ہونے کی تحقیق دیکھنا منظور ہوتو اس صدی کے مجدد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز کا رسالہ مبارکہ ''صلوۃ الصفانی نور المصطفیٰ'' ملاحظہ ہو۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نور ہیں، بے مثل بشر ہیں۔ شق صدر کے واقعات میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور ہونے کی نفی نہیں بلکہ وہاں پرنور بھرنے سے مراد نورانیت کی زیادتی ہے، زیادت شی اصل شی کی نفی نہیں کرتی، حدیث پاک میں ہے ایک دفعہ حضرت ایوب علیہ السلام غسل فرمارہے تھے، آپ پر سونے کی ٹڈیاں گر رہی تھیں، آپ نے ان کو کپڑے میں جمع کرنا شروع کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا، کیا میں نے تم کو بے پرواہ نہیں کیا ان سے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا، کیوں نہیں۔ تیری عزت کی قسم (یعنی بے شک تو نے مجھ کو ان سے بے پرواہ کیا ہے، لیکن مجھ کو تیری برکت سے بے پرواہی

نہیں)

حاشیہ مشکوٰۃ بحوالہ مرقاۃ اسی حدیث کے تحت ہے۔

ای الاستغناء عن کثرت نعمتک و زیادۃ برکتک

یعنی تیری نعمت کی کثرت اور برکت کی زیادت سے استغناء نہیں ہے۔

اگر آدمی کا وضو ہو تو اس وضو پر وضو کرے تو اس سے پہلے وضو کی نفی نہیں ہوگی، ہم حضور علیہ السلام کے بشر ہونے کی نفی نہیں کرتے بلکہ بشر مانتے ہیں لیکن اپنے جیسا نہیں بلکہ بے مثل بشر مانتے ہیں، اگر تھوڑی دیر کے لیے یہ مان بھی لیا جائے کہ نورانیت بھرنے سے پہلے علم غیب نہیں جانتے تھے، تو نورانیت بھرنے کے بعد علم غیب کی نفی کیسے ہوگئی، مخالفین بتائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے وصال سے پہلے کی کس بات کو نہیں جانا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنی تصنیف معراج النبی ﷺ (مکتبہ رضوان گنج بخش روڈ لاہور) کے صفحہ نمبر ۱۵ میں ''بے مثل و بے مثال رسول'' کے تحت صوم وصال کی احادیث بیان کر کے تحریر فرماتے ہیں۔ ''حضور اکرم ﷺ نے اپنے ان جوابات میں اپنی بشریت کے متعلق واضح طور پر یہ تصریح فرمادی کہ اگرچہ میں انسان ہوں، بشر ہوں، اللہ کا بندہ اور اس کی مخلوق ہوں مگر تم میں میری مثل کون ہے یعنی تم میں میری مثل کوئی نہیں ہے۔

غور کیجئے کہ اَیُّکُمْ مِثْلِیْ کے مخاطب کون ہیں؟ صحابہ کرام علیہ الرحمۃ الرضوان کہ جن کے مرتبہ و مقام کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ عام لوگ تو عام لوگ ہیں۔ غوث و قطب، اوتاد و ابدال، علماء و صالحین و اولیاء بھی ان کی برابری نہیں کر سکتے۔ حضور ان کو مخاطب فرما رہے ہیں۔

اَیُّکُمْ مِثْلِیْ

تم میں میرا مثل کون ہے؟

لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنْکُم تم میں کوئی بھی میری طرح نہیں ہے۔

جب صحابہ کرام کا مقدس گروہ حضور کی مثل نہیں، حضور کی طرح نہیں تو ہم آپ حضور کی مثل اور حضور کی طرح کیسے ہو سکتے ہیں؟

بشر ضرور ہیں پر داخل انام نہیں شمار دانہ تسبیح میں امام نہیں

چنانچہ صحابہ کرام بارگاہ نبوت میں عرض کرتے ہیں۔

قَالُوْا اِنَّا لَسْنَا کَھَیْئَتِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ (بخاری شریف)

یا رسول اللہ ہم آپ کی طرح نہیں ہیں۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کی ذات اقدس سے ہمسری و برابری کا دعویٰ کرنا اور نبی علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر سمجھنا غلط اور واقع کے خلاف ہے۔ اہل سنت و جماعت جنہیں آج کل بریلوی کہا جاتا ہے وہ آنحضرت ﷺ کی بشریت وعبدیت کے منکر نہیں ہیں۔ ان کا موقف صرف اس قدر ہے کہ آپ بشر اور عبدالٰہی ہونے کے باوجود عام انسانوں کی طرح نہیں ہیں۔ اور یہ بات کتاب و سنت سے صریح طور پر ثابت ہے۔ اسی بناء پر علامہ اقبال نے حضور ﷺ کی بشریت کو یوں بیان کیا ہے۔

عبد دیگر عبدہ چیزے دگر

ما سراپا انتظار او منتظر

حضور اقدس ﷺ کے مذکورہ بالا جوابی کلمات سے آیت انما انا بشر مثلکم کے صحیح معنی بھی نکھر کر سامنے آجاتے ہیں۔ (۱) اور وہ یہ کہ اگر اس آیت کا مطلب یہ ہوتا کہ حضور ہماری طرح یا عام انسانوں کی طرح بشر ہیں تو خود حضور ﷺ یہ کیسے فرما

سکتے تھے کہ اَیُّکُمْ مِثْلِیْ، تم میں میرا مثل کوئی نہیں۔ اور صحابہ کرام بحضور نبوی یہ کیسے عرض کرسکتے تھے انا لسنا کھیئتک یارسول اللہ، یارسول اللہ ہم آپ کی طرح نہیں ہیں۔ (۲) حضور اقدس ﷺ کے جوابی کلمات سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ جولوگ آیت اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضور عام انسانوں کی طرح ہیں۔ ان کا یہ استدلال باطل ہے۔

علاوہ ازیں یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ قرآن مجید میں کسی جگہ بھی حضور اقدس ﷺ کو محض بشر کی حیثیت میں نہیں پیش کیا گیا۔ جب اور جہاں بھی نبی علیہ السلام کی بشریت کا ذکر ہے، اس کے ساتھ فصل بھی ہے۔ زیر بحث آیت مثلکم پر ختم نہیں ہے۔ اس کے آگے یوحی الی بھی ہے۔ یوحی الی کی قید نے یہ واضح کردیا کہ بشر تو ہیں لیکن ایسے بشر جن پر وحی آتی ہے۔ اس مسئلہ کو یوں سمجھ لیجئے کہ اگر یہ کہا جائے۔ زید دیگر حیوانات کی طرح حیوان ہے مگر ناطق ہے تو ناطق کی قید نے زید اور دیگر حیوانات میں فرق پیدا کردیا۔ ناطق کی قید کی وجہ سے زید اشرف المخلوقات انسان قرار پایا اور دیگر حیوانات صرف حیوان .... تو بلا تمثیل یوحی الی کی قید نے نبی علیہ السلام کو تمام انسانوں سے ممتاز کردیا کہ یہ وہ بشر ہیں جو نبی و رسول ہیں اور تمام انسان آپ کے امتی ہیں۔ اور نبی میں اور امتی میں فرق کا ہونا ایک بدیہی بات ہے اس لیے حضور اقدس ﷺ کو عام انسانوں کی طرح سمجھنا گمراہی ہے بلکہ تمام گمراہیوں کی جڑ اور بنیاد ہے۔''

خلیفہ مفتی اعظم ہند مفتی محمد عبد الوہاب خان القادری الرضوی دامت برکاتہم العالیہ

آپ اپنے رسالہ ''سبیل المومنین فی قرآن مبین'' المسمی ''آفتاب نبوت کی ضیاء پاشیاں'' جسے بزم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ملیر سعود

آباد (مرکزی دفتر مکتبہ رضا CA-17 الفلاح ہاؤسنگ سوسائٹی شاہ فیصل کالونی، کراچی) نے شائع کیا ہے، کے صفحہ نمبر ۱۴ میں ''بشر مثلنا (ہماری طرح بشر)'' کے تحت فرماتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب! یہ کہتے ہیں کہ وہ (حضور ﷺ) ہماری طرح بشر تھے اگر وہ ہماری طرح بشر نہ ہوتے تو ہم سب کہہ دیتے کہ ہم وہ کام کیسے کر سکتے ہیں جو وہ کرتے ہیں کیوں کہ وہ ہماری طرح نہیں ہیں۔

ڈاکٹر صاحب! ان سے کہہ دو ہم حضور ﷺ کو جن یا فرشتہ نہیں کہتے، بشر ہی سمجھتے ہیں مگر اپنی طرح بشر نہیں کہتے۔ ہم کہتے ہیں کہ حضور ﷺ وہ بشر ہیں جن کو اللہ عزوجل نے اپنا رسول بنا کر بھیجا، وہ خیر البشر ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

جو مطلقاً حضور ﷺ سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے۔ قال تعالیٰ

قل سبحان هل كنت الابشرا رسولا

یعنی تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو میں کون ہوں مگر بھیجا ہوا بشر

فتاویٰ رضویہ جلد ششم

رہا یہ عذر لنگ کہ ہم وہ کام کیسے کر سکتے ہیں الخ

ان نادانوں سے پوچھو کہ تمہیں کس نے کہہ دیا کہ تم بھی وہی کام کرو جو انھوں نے کیے تم کو اللہ عزوجل نے ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم دیا اور فرمایا

یاایها الذین اٰمنوا اطیعو اللّٰه و اطیعوا الرسل — اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا

اور فرمایا۔

من یطع الرسول فقد اطاع الله	جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا

اور فرماتا ہے۔

ما اتکم الرسول فخذوہ و مانھکم عنہ فانتھوا	جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔

معلوم ہوا کہ تم کو جو رسول دیں۔ وہ لو۔ تم تو کیا تمہارے بڑے بھی وہ کام نہیں کر سکتے جو انھوں نے کیے۔ دور کیوں جایئے، ایمان کی اساس لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پر ہے یہ تمہارا ہمارا سب کا کلمہ ہے۔ ان کا کلمہ لا الہ الا اللہ انی رسول اللہ۔ اگر تم یہ پڑھنے لگ جاؤ کافر ہو جاؤ۔ واجب القتل قرار دیئے جاؤ۔ تم بیک وقت عدل کے ساتھ چار بی بی رکھ سکتے ہو۔ ان کی ازواج مطہرات کا شمار کرو۔ اگر تم اپنے لیے بیک وقت پانچ یا اس سے زیادہ حلال مانو، کافر ہو جاؤ۔ اگر چہ نکاح میں نہ لاؤ۔

پروفیسر حبیب اللہ چشتی:

آپ اپنی کتاب مقامات رسالت ﷺ (ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور) میں صفحہ ۵۵ پر بشریت کے تحت لکھتے ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی ایک خصوصیت بشریت ہے۔ یعنی انبیاء کرام و رسل عظام جن یا فرشتہ نہیں ہوتے بلکہ جنس بشر میں سے ہوتے ہیں۔ (ص ۵۵)

بشریت انبیاء علیہم السلام دلائل دینے کے بعد ص ۵۷ میں فرماتے ہیں۔

ان واضح دلائل کے باوجود بھی اگر کوئی کہے کہ اہل سنت حضور ﷺ کی مطلق بشریت کے منکر ہیں تو اسے سوائے کاذب اور دجال کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

آگے ص ۵۹ میں لکھتے ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ انبیاء کرام بالخصوص حضور سید عالم ﷺ محض نفس بشریت میں ہمارے ساتھ شریک ہیں یا ان کی بشریت کلیۃً ہم جیسی ہے؟ وجہ نزاع سرکار دو جہاں ﷺ کی مطلق بشریت نہیں بلکہ یہ ہے کہ سرکار کلیۃً ہم جیسے بشر ہیں یا ہماری بشریت کو ان کی بشریت سے وہ نسبت بھی نہیں جو خاک کے ذروں کو بدر منیر سے ہے یا ایک قطرہ آب کو بحر بیکراں سے۔ اسی صفحہ پر آگے لکھتے ہیں۔

انبیاء کے سوا کسی بشر میں بھی قبول وحی کی استعداد نہیں ہوتی۔ انبیاء کی بشریت اور عام بشریت میں یہی فرق زمین و آسمان اور رات اور دن کے فرق سے کہیں زیادہ ہے۔ شاید اسی سبب سے قرآن مجید میں جہاں بھی انبیاء کرام کی بشریت کا اعلان ہے ساتھ ہی وحی کا ذکر ضرور کیا گیا ہے تا کہ لوگ ان کی قباء بشریت سے پرے ان کی استعداد وحی کی عظمتوں سے آگاہ ہو جائیں۔

آگے تفصیلی دلائل دے کر ثابت کیا ہے آپ کی بشریت عام بشریت جیسی قطعاً نہیں اور ص ۶۹ میں فرماتے ہیں۔

حضور سید عالم ﷺ کی بشریت عام بشر کی طرح محض بشریت نہ تھی، بلکہ وہ انوار الٰہی کے انعکاس سے نور علی نور بشریت تھی۔ واضح رہے کہ نور کا متضاد ظلمت ہے نہ کہ بشر۔ اس لیے ایک ہی ذات کا بشر ہونا اس کے نور ہونے کے منافی نہیں۔ اسی لیے حضور ﷺ کے اسماء گرامی میں سے اسم گرامی نور بھی ہے۔

آگے ص ۷۱ میں ''تمام بشریت کو بشریت مصطفوی ﷺ سے کیا نسبت؟'' کے تحت لکھتے ہیں ''حضور سید عالم ﷺ کے امتیازات کی ایک جھلک آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اب آپ ہی فرمائیں کہ ہماری سراپا نقص بشریت کو حضور سید عالم ﷺ کی نور علی نور بشریت سے آخر کون سی نسبت ہے؟ ہم صرف سامنے دیکھیں وہ پیچھے بھی دیکھیں۔ ہم عالم شہادت کی رسائی سے بھی قاصر ہوں۔ ان پر عالم شہادت آشکارا۔

ہمارے پسینے سے بدبو آئے، سرکار کے پسینہ کا مقابلہ کوئی عنبر و کستوری نہ کرے۔ ہم مادی آوازیں ہی سن سکیں۔ سرکار عالم غیب کی آوازیں بھی سنیں۔ ہمارا تھوک بیماریاں پیدا کرے، سرکار کا لعاب دہن مبارک دکھوں کا علاج اور بیماروں کی شفا۔ ہم جتنی خوشبو بھی لگالیں جسم سے مخصوص وقت کے لیے مخصوص خوشبو آئے سرکار بغیر خوشبو لگائے جس راستے سے گزر جائیں وہ راستے بعد میں بھی خوشبوؤں سے بسے رہیں۔ ہمارا سایہ ہے سرکار کا سایہ بھی نہیں۔ ہمیں کھانا نہ ملے تو بھوک سے نڈھال ہو جائیں۔ سرکار صوم وصال رکھیں تو بھوک کی پرواہ نہ ہو۔ ہم سو جائیں تو غفلت طاری ہو جائے وضو ٹوٹ جائے، سرکار ﷺ سو جائیں تو صرف آنکھیں سوئیں، دل بیدار رہے اور وضو بھی نہ ٹوٹے کہاں ہماری بشریت اور کہاں سرکار ﷺ کی بشریت مقدسہ؟

ع چہ نسبت خاک را بعالم پاک

استاذ العلماء حضرت علامہ محمد منور شاہ صاحب

آپ اپنی تصنیف ''نورانیت مصطفیٰ ﷺ'' المعروف ''حقیقت محمدیہ ﷺ''
(کرم پبلی کیشنز۔ مصطفیٰ آباد لاہور ۱۵) میں بشری اثرات کے تحت لکھتے ہیں۔

بشریت کے لحاظ سے آپ بطن حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پیدا ہوئے۔ آپ ہماری طرح سردی گرمی محسوس کرتے۔ آپ کھاتے اور پیتے تھے۔ بھوک اور پیاس کا احساس ہوتا تھا۔ آپ نے شادیاں کیں، اولاد بھی ہوئی۔ غصہ، گھبراہٹ بھی آپ پر طاری ہوتا۔ تھکاوٹ اور کمزوری بدن محسوس کرتے۔ آپ گھوڑے سے گر کر زخمی بھی ہوئے۔ کفار نے آپ کو زخمی کیا۔ آپ کے سامنے کے دانت بھی شہید ہوئے۔ آپ کو زہر بھی دی گئی۔ آپ پر جادو بھی ہوا، آپ نے دوا بھی کھائی۔ آپ نے پچھنے بھی لگائے۔ یہ سب عوارضات بشری ہیں

آگے صفحہ نمبر ۱۵۸ میں لکھتے ہیں

''لہٰذا ایسے عوارضات کا وجود اس امر کی دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ کی صورت بشری ہے صورت نورانی نہیں ورنہ عوارضات آپ پر طاری نہ ہوتے۔ اس سے آگے آپ نے نورانی اثرات بھی بڑی تفصیل سے پیش کیے ہیں۔ اصل کتاب سے مطالعہ فرمائیں۔

صفحہ نمبر ۱۶۴ میں لکھتے ہیں۔

اب سمجھنا چاہیے کہ ہم جو آنحضرت ﷺ کو نور کہتے ہیں تو حقیقت کے لحاظ سے نور کہتے ہیں۔ صرف صورت کے لحاظ سے آپ بشر ہیں۔ ہم پیچھے ''نشر الطیب'' کا حوالہ نقل کر چکے ہیں کہ مولانا اشرف علی تھانوی نے تحقیق کر کے ثابت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام سے پہلے آنحضرت ﷺ کی تخلیق ہوئی اور آدم علیہ السلام کی تخلیق پر پہلے آنحضرت ﷺ کی حقیقت خارج میں موجود تھی۔ اور متصف بوصف نبوت اور متصف بوصف ختم نبوت تھی۔

آگے صفحہ نمبر ۱۶۵ میں لکھتے ہیں۔

اسے یقین کرنا چاہیے کہ آنحضرت ﷺ کو اپنے جیسا بشر سمجھنا کفار کا عقیدہ ہے نہ کہ کسی مسلمان کا۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی بشر مثلنا یا بشر مثلکم بغیر وحی اور بغیر من الٰہی آیا ہے۔ وہ کفار کا استعمال کردہ لفظ ہے۔ خداوند تعالیٰ نے کفار کا یہ قول بطور انکار نقل کیا ہے کہ ان ظالموں کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ پیچھے تفصیل گزر چکی ہے اسے ذرا غور سے پڑھیں اور اس غلط عقیدہ کے نجات حاصل کریں۔

آگے صفحہ نمبر ۱۸۴ میں خلاصہ کلام کے تحت لکھتے ہیں۔

زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ (زرقانی صفحہ ۴۷ ج ۱) اور اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ کی حدیث دونوں سے مراد حقیقت محمدیہ ﷺ

ہے۔ جسے نور سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حقیقت محمدیہ ﷺ سب اشیاء سے پہلے تخلیق کی گئی۔ تمام کائنات اس کے بعد پیدا ہوئی۔

آگے صفحہ نمبر ۱۸۵ میں علامہ خفاجی کا عقیدہ'' کے تحت لکھتے ہیں۔

علامہ احمد شہاب الدین الخفاجی المصری علیہ الرحمۃ اپنا عقیدہ تحریر فرماتے ہیں۔

كَانَ نُوْرُهٗ ﷺ فِيْ جِبَاهِ آبَائِهٖ مِنْ اٰدَمَ اِلٰى اَبِيْهِ عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ نُوْرٌ جِسْمِيٌّ كَالْقَمَرِ فِيْ لَيْلَةِ الظُّلْمَةِ۔ (شرح شفا صفحہ نمبر ۱۱۱)

یعنی آپ کا نور آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے والد حضرت عبداللہ کی پیشانیوں میں جسمی نور کی حیثیت سے موجود تھا جیسے اندھیری راتوں میں چاند۔

صفحہ نمبر ۱۹۵ تک ۳۶ علماء کے حوالہ جات سے دلائل دے کر حقیقت محمدیہ ﷺ کے نورانی ہونے کو ثابت کیا ہے۔ مطالعہ فرمائیں۔

علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری:

ادیب شہیر مصنف کتب کثیرہ مترجم کتب احادیث کی مشہور ومعروف کتاب ''مشعل راہ'' جو اکبر فرید بک سٹال اردو بازار لاہور نے ''برطانوی مظالم کی کہانی عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری کی زبانی'' کے نام سے شائع کی ہے۔ تمام باطل فرقے اپنے گندے عقائد کے ساتھ اس کتاب میں بے نقاب نظر آتے ہیں۔ میں اپنے قارئین کو ''دعوت انصاف'' دوں گا کہ آئیے دیکھئے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی نورانیت کے رد میں تو ضخیم کتابیں لکھی جائیں اور ان کی اس امتیازی شان کا انکار کیا جائے لیکن ان علماء پرست دیوبندیوں کا اپنے علماء کے بارے میں کیسا عقیدہ ہے۔

مشعل راہ ص ۴۴۵

مولوی رشید احمد گنگوہی کی وفات پر ان کے مرید و خلیفہ مولوی محمود الحسن

صاحب نے مرثیہ لکھا۔ جس کا ایک شعر یہ ہے۔

چھپائے جامہ فانوس کیونکر شمع روشن کو
تھی اس نور مجسم کے کفن میں وہ ہی عریانی

دیوبندی حضرات کے نزدیک نبی کریم ﷺ جسمانی لحاظ سے ہرگز نور نہیں ہیں۔ لیکن گنگوہی صاحب نور مجسم یعنی سراپا نور تھے۔ جن کی شعاعیں کفن سے باہر بھی نکل رہی تھیں۔ یہاں آکر ایک سیدھے سادے مسلمان کی حیرت کا پیمانہ بھی چھلک اٹھتا ہے کہ جو باتیں فخر دو عالم ﷺ کے لیے ثابت ماننا ان حضرات کے نزدیک کفر و شرک ہیں وہی باتیں گنگوہی صاحب سے منسوب ہونے پر کس طرح عین ایمان ہو گئیں؟

مشعل راہ ص ۵۴۶

مصنف تذکرہ مشائخ دیو بند کے استاد اور مدرسہ دیو بند کے مدرس کی زبانی مولوی محمود الحسن دیوبندی کے بارے میں یہ عجیب و غریب افسانہ تراشا گیا اور ٹانڈوی صاحب اس کے مصدق بن گئے۔ الفاظ ملاحظہ ہوں۔ ''جب میں بچہ تھا اور حضرت (مولوی محمود الحسن صاحب) کے زنان خانے میں آتا جاتا تھا تو ایک دن میں نے حضرت کے کمرہ کے کواڑوں کے جھروکوں سے جھانک کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت کے جسم کے تمام اعضاء، سر، دھڑ، علیحدہ علیحدہ پڑے ہیں میں یہ دیکھ کر گھبرا گیا اور بھاگ گیا۔ اور باہر آکر حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب سے بیان کیا تو مولانا نے فرمایا: خاموش! کسی سے نہ کہنا، کوئی فکر کی بات نہیں ہے)''

(مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری: تذکرہ مشائخ دیو بند: ص ۲۳۴)

اب براہین قاطعہ جیسی رسوائے زمانہ اور ایمان سوز کتاب کے مصنف مولوی خلیل احمد انبیٹھوی (المتوفی ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء) کی شان ان کے تذکرہ نگار، مولوی

عاشق الٰہی میرٹھی کے لفظوں میں ملاحظہ ہو۔

''حضرت (انبٹھوی صاحب) کے کمالات کا بیان کرنا میری طاقت سے باہر ہے کہ ان کا ادراک مجھ جیسے ناکارہ کی تو کیا حقیقت، بڑوں کو بھی مشکل تھا۔''

(مولوی عاشق الٰہی میرٹھی: تذکرۃ الخلیل، ص ۳۵۸)

اب اسی ادراک سے باہر کمال کی حقیقت تذکرہ نگار موصوف کے لفظوں میں ملاحظہ فرمایئے۔

''حج پنجم میں جس وقت حضرت مسجد الحرام میں طواف قدوم کے لیے تشریف لائے تو احقر مولانا محب الدین صاحب کے پاس (جو کہ اعلیٰ حضرت حاجی کے خلفاء میں تھے اور صاحب کشف مشہور تھے) بیٹھا تھا۔ مولانا اس وقت درود شریف کی کتاب کھولے اپنا ورد پڑھ رہے تھے کہ دفعتہً میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے: اس وقت حرم میں کون آ گیا کہ دفعتہً سارا حرم انوار سے بھر گیا۔ میں خاموش رہا کہ اتنے میں حضرات طواف سے فارغ ہو کر باب الصفا کی طرف سعی کے لیے چلے تو مولانا محب الدین صاحب کے پاس کو آئے کہ وہی جگہ مولانا کی نشست کی تھی۔ مولانا کھڑے ہو گئے اور ہنس کر فرمایا: میں بھی تو کہوں آج حرم میں کون آ گیا۔ یہ کہہ کر مصافحہ و معانقہ ہوا اور حضرت سعی کے لیے آگے بڑھ گئے۔ مولانا محب الدین صاحب اپنی جگہ بیٹھ گئے اور مجھ سے فرمایا: میاں ظفر! مولانا خلیل احمد تو نور ہی نور ہیں۔ ان میں نور کے سوا کچھ نہیں۔ پھر فرمایا کہ میں نے مولانا رشید احمد صاحب کو نہیں دیکھا اور مجھ سے کہا گیا ہے، کہ وہ قطب الارشاد تھے مگر میں نے مولانا کے خلفاء کو دیکھ کر سمجھ لیا کہ واقعی وہ قطب الارشاد تھے جو ایسے ایسے کامل بنا گئے۔''

(مولوی عاشق الٰہی میرٹھی: تذکرۃ الخلیل، ص ۳۵۹)

مشعل راہ ص ۵۴۹

دیوبندی حضرات کے نزدیک نانوتوی صاحب کا مقام انسانیت سے برتر تھا چنانچہ خود لکھا ہے:

مولانا رفیع الدین صاحب فرماتے ہیں کہ میں پچیس برس حضرت مولانا نانوتوی کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور کبھی بلا وضو نہیں گیا۔ میں نے انسانیت سے بالا درجہ ان کا دیکھا ہے۔ وہ شخص ایک فرشتہ مقرب تھا، جو انسانوں میں ظاہر کیا گیا۔

(مولوی اشرف علی تھانوی: حکایات اولیاء، ص ۲۸۶)

مشعل راہ ص ۱۵۵

مولوی حسین احمد گاندھوی صاحب کا یہ منصب و مقام بھی تو ملاحظہ فرمایئے:

''اب یہ دیکھتے ہیں کہ وہ (مولوی حسین احمد صاحب) عالم نور میں رہتے ہیں۔ ان کی آنکھوں میں بھی نور ہے، ان کے داہنے نور ہے، ان کے بائیں نور ہے، ان کے چاروں طرف نور ہی نور ہے، وہ خود نور ہو گئے ہیں۔'' (شیخ الاسلام نمبر، ص ۱۲)

انہیں ٹانڈوی صاحب کے متعلق یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

''تم نے کبھی خدا کو بھی اپنے گلی کوچوں میں چلتے پھرتے دیکھا ہے؟ کبھی خدا کو بھی اس کے عرش عظمت وجلال کے نیچے فانی انسانوں سے فروتنی کرتے دیکھا ہے؟ تم کبھی تصور بھی کر سکے کہ رب العالمین اپنی کبریائیوں پر پردہ ڈال کے تمہارے گھروں میں بھی آ کر رہے گا؟'' (شیخ الاسلام نمبر: ص ۵۹)

مولانا محمد نواز صدیقی ہزاروی:

آپ اپنی تصنیف آواز ایمان (جلد اول) مکتبہ جمعیت فیض رضا جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد میں ص ۹۶ سے تحریر فرماتے ہیں۔

''حدیث کی روشنی میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مجلس میں ابھی ایک نظر لے جائیں اور دیکھیں جنھوں نے اپنی آنکھوں سے سرکار دو عالم ﷺ کو کھاتے پیتے، چلتے پھرتے اور دیگر لوازمات زندگی بجالاتے ہوئے دیکھا وہ ذات رسول کریم ﷺ کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔

آپ ﷺ صحابہ کرام کے اجتماع میں جلوہ افروز ہیں تو انھوں نے سوال کیا۔
مَتٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّۃَ؟
آپ کو نبوت کب عطا ہوئی؟
آپ ﷺ نے فرمایا:
وَ آدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ
میں اس وقت بھی نبی تھا جب سیدنا آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(الجامع الترمذی، محمد بن عیسیٰ الترمذی، ابواب المناقب ۳۸۵۲
مسند، الامام احمد بن حنبل، ۱۶۶۲۸)

حالانکہ تاجدار ختم نبوت ﷺ نے اعلان نبوت تو ان کے سامنے کیا تھا۔ پھر یہ پوچھنا تو ایسے ہی ہے کہ ملک کے حکمران سے ہم سوال کریں کہ آپ نے کب حکومت سنبھالی؟

قالوا کا صیغہ بھی یہ واضح کرتا ہے کہ بہت سے صحابہ کرام نے سوال پوچھا۔ درحقیقت ان کا سوال واضح کر رہا ہے کہ آقا ﷺ نے چالیس سال کے بعد تو ہمارے سامنے اعلان نبوت فرمایا۔ یہ بتایئے کہ نبوت عطا کب ہوئی؟ تو آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں چالیس سال کے بعد نبی بنایا گیا ہوں۔
بلکہ فرمایا۔ کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الطِّیْنِ وَالْمَاءِ
میں اس وقت بھی نبی تھا جب بشریت کی ابتداء سیدنا آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔

اب عقل سلیم رکھنے والا خود ہی فیصلہ کرے کہ نبوت صفت ہے اور مسلمہ اصول ہے کہ موصوف کا صفت سے پہلے ہونا ضروری ہوتا ہے۔ جب آپ ﷺ بشریت کی

ابتداء جد البشر سے پہلے موجود تھے تو یقیناً نور تھے اور مرتبہ نبوت ومحبوبیت پر مامور تھے۔

اس لیے علماء ربانیین یوں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی حقیقت نور ہے۔ اور ظاہر بشر ہیں۔ حقیقت نور ہے اور لباس بشریت ہے۔ ذات اصل نور ہے اور صورت بشر کی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب (کراچی):

آپ کا رسالہ ''نورانیت مصطفیٰ ﷺ'' جو کہ مولانا علامہ محمد ظہیر الدین قادری مدظلہ العالی کی مرتبہ ضخیم کتاب ''تحفظ عقائد اہلسنت مع ایمانی آیات بجواب شیطانی خرافات'' کے صفحہ ۶۵۳ پر ہے۔ اس رسالہ میں آپ ثابت کرتے ہیں ''اور یہ امر بھی ثابت ہوا کہ حضور انور ﷺ نورانیت اور بشریت دونوں کمالات کے جامع ہیں اور آپ کا بشر ہونا آپ کے نور مجسم ہونے کے منافی نہیں اور آپ بشریت کے اعتبار سے بھی بے مثل اور بے نظیر بشر ہیں اور جب سرور کائنات ﷺ خود اعلان فرمائیں کہ تم جیسا نہیں ہوں اور اعلان فرمائیں کہ تم میں سے کون ہے جو مجھ جیسا ہو تو اس کے باوجود اگر کوئی حضور ﷺ کو اپنے جیسا بشر تصور کر کے بشر کہے تو اس کے بے ادب اور گستاخ ہونے میں کیا شبہ ہے۔'' (تحفظ عقائد اہل سنت: ۶۵۶)

حضرت علامہ میاں جمیل احمد شرقپوری:

اسی کتاب تحفظ عقائد اہل سنت میں حضرت علامہ میاں جمیل احمد شرقپوری کا ایک رسالہ ''مسلک مجدد الف ثانی'' ہے۔ اس میں آپ نقل فرماتے ہیں۔

حضور ﷺ کو بشر کہنے والے مجدد کی نظر میں:

''محبوبان کہ محمد رسول اللہ ﷺ را بشر گفتند و در رنگ سائر بشر تصور نمودند تا چار منکر آمدند وصاحب دولتاں کہ اورا علیہ الصلوۃ والسلام بعنوان رسالت ورحمت

عالمیاں دانستند واز سائر ناس ممتاز دیدند بدولت ایمان مشرف گشتند واز اہل نجات آمدند'' (دفتر سوم، حصہ ہشتم، ص ۱۴۵، مکتوب ۶۴)

ترجمہ: ''جن عقل کے اندھوں نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بشر کہا اور دوسرے انسانوں کی طرح تصور کیا، بالآخر منکر ہو گئے اور جن سعادت مندوں نے ان کو رسالت اور رحمت عالمیان کے طور پر دیکھا اور تمام لوگوں سے ممتاز اور سرفراز سمجھا، وہ ایمان کی سعادت سے مشرف ہو گئے اور نجات پانے والوں میں شامل ہو گئے۔''

مخدوم اہلِ سُنّت شیخ القرآن علّامہ ابو الحقائق محمد عبد الغفور صاحب ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ:

حضرت شیخ القرآن اہل سنت و جماعت کے جید عالم دین تھے۔ آپ قرآن مجید کے بے نظیر مفسر تھے۔ آپ کی تقاریر بڑی جامع اور باحوالہ ہوا کرتی تھیں۔ آپ ایک تقریر میں سینکڑوں دلائل پیش کرتے جن سے نہ صرف عوام اہل سنت کے عقائد میں پختگی آتی بلکہ علماء کرام بھی علمی و حوالہ جاتی دلائل کو محفوظ کر لیتے۔ آپ کی سرور کونین ﷺ کی بشریت و نورانیت کے موضوع پر تقاریر کو مشہور اہل قلم مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ محمد عبد الصبور بیگ منشور ہزاروی (گکھڑ) نے ''سراج منیر ﷺ'' کے نام سے مرتب فرمایا۔ اور ''ادارہ علمیہ، جامع عالیہ صدیقیہ گکھڑ منڈی (گوجرانوالہ)'' سے شائع کیا۔ اس کتاب کے چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

''سراج منیر ﷺ'' کے صفحہ نمبر ۳۰ میں ہے۔

ہم اہل سنت سرور عالم نور مجسم ﷺ کو نہ فرشتوں کی طرح نور محض تسلیم کرتے ہیں اور نہ منکرین شانِ نورانیت کی مانند اپنے جیسا بشر مانتے ہیں۔ ہمارے نزدیک حضور ﷺ بشریت اور نورانیت دونوں کے علیٰ وجہ الکمال جامع ہیں۔

؎ برزخ ہیں وہ سرِّ الٰہ یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

خداوند قدوس نے جس طرح آپ کی ذات اقدس کو عالم قدس کی نورانی اور

روحانی نزہتوں اور حقیقتوں سے نوازا ہے اسی طرح عالمِ شہادت کے حقائقِ جسمیہ و ماہیاتِ مادیہ سے بھی متصف فرمایا ہے۔ تاکہ خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کی جامعیت کبریٰ میں کوئی کمی اور نقص باقی نہ رہ جائے۔

بیت آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضور انور ﷺ کی نورانیت فرشتوں سے زیادہ روشن اور پاکیزہ ہے اور آپ کی بے مثل بشریت ملائکہ کی ملکیت سے افضل و اعلیٰ اور برتر و بالا ہے جو ہر طرح کی بشری کثافتوں اور ہر قسم کی نجاستوں، غلاظتوں اور تاریکیوں سے قطعاً پاک اور طیب و طاہر ہے۔ قدرت نے اپنے محبوب دلنواز ﷺ کو صورت و سیرت، جسم و روح اور ظاہر و باطن کے اعتبار سے خوبی و کمال اور حسن و جمال کا ''معیار آخر'' بنا کر بزم کائنات میں بھیجا ہے۔

بے شک رسالت مآب ﷺ کے باطن کی نورانیت ہی نہیں ظاہر کی بشریت بھی بے نظیر و بے مثال ہے۔ انسان کے حسن و جمال اور زیبائی و رعنائی کے تمام شاعرانہ و ادیبانہ استعاروں اور تشبیہوں کی جہاں انتہا ہوتی ہے محبوب فطرت ﷺ کے حسن و زیبائی اور خوبی و رعنائی کا وہاں سے آغاز ہوتا ہے۔

؎ رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دوکان آئینہ ساز میں

آگے صفحہ ۳۶ اور اس سے آگے کے صفحات کی عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

۔ لاریب، حضور اکرم نورِ مجسم ﷺ اسی بے مثل بشریت کے ساتھ عرش و کرسی اور لامکان کی ازلی و ابدی فضاؤں میں پرواز فرماتے رہے۔

؎ آنجا کہ جائے نیست تو آنجا رسیدہ
و آنرا کہ کس نہ دید تو آنرا بدیدہ!

سرورِ عالم نورِ مجسم ﷺ اپنی ہر خوبی اور ہر کمال میں وحدہٗ لاشریک ہیں۔ کوئی

بھی فضائل وکمالات میں آپ کا شریک وسہیم نہیں، اس پوری کائنات میں محمدؐ پاک صاحب لولاک ﷺ کی نورانیت وبشریت آپ اپنا جواب ہے۔

دونوں جہاں آئینہ دکھلا کے رہ گئے

لانا پڑا تمہیں کو تمہاری مثال میں!

سرور عالم نور مجسم ﷺ کی ذات گرامی قدر میں یہ دونوں کمال علی وجہ الاتم موجود ہیں۔ اس لیے آپ کی کتاب زندگی مختلف قسم کے نورانی اوصاف اور بشری احوال کا مرقع نظر آتی ہے۔ نورانی اوصاف بتقاضائے نورانیت محقق ہوتے ہیں اور بشری احوال بتقاضائے بشریت ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ کبھی کسی مصلحت اور حکمت کی بنا پر نورانی اوصاف جلوہ نما ہوتے ہیں اور کبھی کبھی بشری احوال کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ متعدد بار فرشتوں نے آپ کا سینہ اقدس چاک کر کے قلب اطہر کو باہر نکال کر شگاف دیا سینہ کا چاک کرنا اور قلب اطہر کو شگاف دینا یہ حضور علیہ السلام کی بشریت مطہرہ کی دلیل ہے اور فرشتوں کا سینہ اقدس بغیر آلہ کے چاک کرنا اور جسد اطہر سے خون کا نہ نکلنا یہ آپ کی نورانیت کی بین دلیل ہے۔

صاحب روح البیان جلد پنجم صفحہ ۱۰۶ پر لکھتے ہیں۔

فَلَمۡ یَکُنِ الشَّقُّ بِآلَةٍ وَلَمۡ یَسِلِ الدَّمُ ۔ شق صدر کسی آلہ سے نہیں تھا اور نہ اس شگاف سے کچھ خون نکلا۔

میری اس تمہید سے ان تمام بے سروپا اعتراضات کا قلع قمع ہو گیا جو منکرین شانِ نورانیت کی طرف سے آئے دن ہوتے رہتے ہیں مثلاً حضور انور ﷺ کی ولادت باسعادت حضور ﷺ کے ماں باپ اور اہل وعیال کا ہونا، حضور ﷺ کا کھانا، پینا، سونا اور بیمار ہونا، زخمی ہونے کی حالت میں جسد اطہر سے خون کا نکلنا اور دانت کا شہید ہونا وغیرہ وغیرہ یہ تمام احوالِ بشریت کا خاصہ ہیں۔ اگر حضور ﷺ حقیقتاً نور

محض ہوتے تو ان تمام بشری صفات سے پاک ہوتے، اس قسم کے اعتراضات ان لوگوں پر تو کیے جا سکتے ہیں جو العیاذ باللہ سرور عالم ﷺ کی بشریت کے قائل ہی نہیں۔ اہل سنت والجماعت کا معاذ اللہ یہ کافرانہ عقیدہ ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ ہم حضور انور ﷺ کی نورانیت مقدسہ کے ساتھ ساتھ حضور والا کی بے مثل بشریت مطہرہ کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ یہ تمام مذکورہ احوال بشریت کی حیثیت سے ظہور پذیر ہوئے اور آنحضرت ﷺ کے شق صدر کے وقت خون کا نہ بہنا، کئی کئی روز بھوک اور تشنگی کا محسوس نہ ہونا۔ زمین سے آسمان کی بلندیوں تک اور آسمان سے لامکان تک کی سدا بہار فضاؤں میں سیر کرنا، نورانی فرشتوں کو دیکھنا اور ان سے بالمشافہ گفتگو کرنا، ملائکہ کی وساطت کے بغیر خدائے ذوالجلال سے ہم کلام ہونا اور شاہد ازل کی ازلی وابدی بہاروں سے لذت یاب ہونا۔ یہ اور اس قسم کے دیگر مافوق البشریت کمالات و تصرفات بتقاضائے نورانیت تھے۔ کیونکہ بشریت محض ان صفات کی متحمل نہیں ہو سکتی"۔

آگے صفحہ نمبر ۴۸ میں حضور نبی کریم ﷺ کی نورانیت کی "دلیل دوم" یَآ اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا کے تحت "سراجاً منیراً" کی شرح میں گیارہ نکات پیش فرمائے ہیں ان کو ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) چراغ دو چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ ایک اس کا حقیقی وجود جو اربعہ عناصر سے تیار ہوا اور دوسری وہ نورانی کرن جو اس کے اندر سے نکل نکل کر ماحول کو منور کرتی ہے۔ اسی طرح نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کو "سرجاً منیراً" کہہ کر اس حقیقت کا انکشاف فرمایا گیا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی ذات گرامی بھی اپنے اندر دو حقیقتیں پنہاں رکھتی ہے۔ ایک آپ کا وجود عنصری جو اس عالم شہادت سے تعلق رکھتا ہے یعنی آپ کا وجود باجود نورانیت اور بے مثل بشریت کا مجمع البحرین ہے اور دوسری آپ کی نورانی حقیقت ہے جس کا تعلق عالم بالا سے ہے۔

(۲) جس طرح چراغ سے اندھیرا دور ہوتا ہے اور مکان روشن ہو جاتا ہے اسی طرح آپ ﷺ سے جہالت اور کفر کا اندھیرا دور ہو گیا اور تمام کائنات نور ایمان و عرفان سے منور اور روشن ہو گئی۔

(۳) جس طرح چراغ سے گمشدہ چیز تلاش کی جاتی ہے اس طرح حضور ﷺ کے واسطے سے نور ہدایت اور صحیح راہ دستیاب ہوتی ہے۔

(۴) جس طرح چراغ مالک مکان کے لیے تو رحمت اور ذریعہ حفاظت ہے لیکن چور کے لیے زحمت اور باعث پریشانی ہے۔ اسی طرح حضور رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس مومن کے ایمان کے لیے محافظ و نگہبان، دوستوں کے لیے وسیلہ جلیلہ ہے اور بد روحوں اور شیطانوں کے لیے شہابِ ثاقب اور منکروں کے لیے موجب حسرت وندامت ہے۔

(۵) جس گھر میں چراغ روشن ہوتا ہے اس گھر میں چور داخلے کی فوری جرأت نہیں کرتا۔ اسی طرح جس دل میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی محبت کا چراغ روشن ہے۔ دُزدِ متاعِ ایمان یعنی شیاطین اور خبیث روحیں اس پر قابو نہیں پا سکتیں۔

(٦) جس طرح چراغ کا نور خانہ تیرہ کو روشن کرتا ہے ایسے ہی حضور ﷺ کی محبت اور عقیدت کا نور تاریک و گمراہ دلوں کو نور وضیاء سے سرفراز فرماتا ہے۔

(۷) جس گھر میں چراغ روشن ہوتا ہے وہاں بیٹھنے سے جی نہیں گھبراتا اسی طرح جس دل میں حضرت نبی کریم ﷺ کی یاد کا چراغ روشن ہے غم والم کی تاریکیاں وہاں نہیں آسکتیں۔

(۸) دنیا کا فانی چراغ کسی وقت بجھ بھی جاتا ہے اور اس کے نور میں کمی بھی آ جاتی ہے۔ نیز چراغ کی ضرورت صرف رات کی تاریکی میں ہی ہوتی ہے اس لیے خداوند قدوس نے اپنے محبوب دلنواز ﷺ کو صرف چراغ ہی نہیں فرمایا بلکہ سراج کے

ساتھ صفت منیرا بیان فرما کران تمام نقائص وعیوب کی نفی فرما دی کہ ہمارے محبوب مصطفیٰ ﷺ ایسے روشن چراغ ہیں کہ ہر وقت اور ہر ساعت میں روشنی دینے والے اور نور بخشنے والے ہیں بلکہ لحظہ بہ لحظہ اور دم بہ دم اس کی تابانیوں اور ضیاء پاشیوں میں اضافہ ہوتا ہے ارشاد باری ہے۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی

اے محبوب! آپ کی ہر آنے والی ساعت فضل وکمال اور برکات وحسنات کے اعتبار سے پہلی ساعت سے بدرجہا افضل واعلیٰ اور بلند وبرتر ہے۔

(۹) دنیا کا چراغ تہہ خانوں، قبروں کے تاریک گوشوں اور دل کی بند کھڑکیوں کو روشن کرنے سے عاجز ہے مگر سراج منیر ﷺ نے تاریک خلوت خانوں اور پوشیدہ قبروں کو بقعہ نور بنا دیا اور اپنی نورانی کرنوں سے ضمائر وبصائر اور قلوب وارواح کو انوار وتجلیات کی وادی ایمن بنا دیا۔

(۱۰) ''سراج منیر'' سے تشبیہ دینے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ جس طرح ایک روشن چراغ سے بیک وقت ہزاروں چراغ روشن ہو سکتے ہیں اور پہلے چراغ کی روشنی میں قطعاً کوئی کمی اور نقص واقع نہیں ہوتا اسی طرح مدینہ کے سراج منیر کی ذات قدسی سے بھی ہر کوئی ہر وقت ہر آن روشنی اور نور حاصل کر سکتا ہے اور اس کے باوجود مرکز انوار وتجلیات کی لازوال نورانیت وتابانی میں ذرہ بھر کمی نہ واقع ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے درحقیقت عالم رنگ وبو کی یہ تمام رعنائیاں اور ضیا پاشیاں اسی ''سراج منیر'' ﷺ کا صدقہ ہیں۔

سراج کے ساتھ منیر کی صفت بیان فرمائی گئی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ حضور ﷺ دنیا کے چراغوں کے مثل نہیں ہیں جو کبھی روشن اور کبھی بجھ جاتے ہیں مگر حضور سراپا نور ﷺ ایسے درخشاں چراغ ہیں جو دنیا اور آخرت میں یکساں طور پر روشن اور

ہمیشہ روشن رہے گا۔ نیز دنیا کے چراغ ہوا سے بجھ جاتے ہیں مگر چراغ محمدی ﷺ پھونکوں اور ہواؤں سے بھی نہیں بجھ سکتا۔

ے نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

(۱۱) حضور پرنور ﷺ کو روشن چراغ سے تشبیہ دینے میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ چراغ تک رسائی آسان ہے۔ اور اس کا فیضان اور نور ہر وقت حاصل بھی کیا جا سکتا ہے بخلاف آفتاب کے کہ وہاں سے رسائی متعذر ہے اور اس سے ہر وقت استفادہ بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مفتی اعجاز ولی خان صاحب رضوی:

سید محمد انور جیلانی نے تینوں مکتبہ ہائے فکر یعنی بریلوی، دیوبندی اور اہلحدیث کے جید علماء کرام کی تقاریظ کے ساتھ ایک ۵۸ صفحات پر مشتمل رسالہ ''بشریت و رسالت'' شائع کیا اور تینوں مکاتب فکر کے اختلافات کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ اس رسالہ کے صفحہ نمبر ۶ اور ۷ پر دارالعلوم نعمانیہ لاہور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی اعجاز ولی خاں صاحب رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ ہے۔ اس میں آپ لکھتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سرکار ابد قرار، احمد مختار، شفیع یوم قرار، سیدنا و سید الابرار، صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم الی دخول الاخیار فی عقبی الدار، اپنی صفات بشریہ و نوریہ کے اعتبار سے ایک ایسا حسین امتزاج ہیں۔ جس کی حقیقت کو پہچاننے کی صلاحیت کائنات میں کسی کو مرحمت نہیں فرمائی گئی۔

خود لسان ترجمان رحمان ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یا ابابکر والذی بعثنی بالحق بشیراً و نذیراً لم یعلم حقیقتی غیر ربی۔

ترجمہ: اے میرے پیارے رفیق عتیق، قسم ہے اس ذات جلالت کی جس نے مجھے بشیر ونذیر، حق وصداقت کا مجسمہ بنایا، میری حقیقت واقعیہ کو میرے رب کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں۔

جولوگ آپ کی بشریت کا سرے سے انکار کرتے ہیں وہ نصوص قطعیہ کے منکر د کافر ہیں۔ اور جو آپ کو نور اور متصف الصفات نور نہیں مانتے، وہ دلائل واضحہ اور براہین ساطعہ جلیلہ و جمیلہ سے غافل ہو کر گمراہی کے اندھے کوئیں میں گر جاتے ہیں۔ حضرت مولف سلمہ نے بھرپور کوشش کر کے مسئلہ کو واضح کرنے کی جرأت فرمائی ہے۔ رب تبارک وتعالیٰ درجہ قبول عطا فرمائے۔

اپنا تو عقیدہ اس صدی کے مجدد برحق، امام اہلِ سُنّت، مجدّد دین وملت، اعلیٰ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مولانا شاہ عبدالمصطفیٰ المختار محمد احمد رضا رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا کے مسلک حقہ کے مطابق یہ ہے۔

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے، میری جان ہیں یہ

اگرچہ کچھ ابنائے زمانہ، مسلک حقہ سنیہ کے چہرہ مصفا پر خاک ڈالنے کی سعی ناتمام میں مصروف ہیں اور یہ باور کرانے کی ناپاک سازش کرتے رہتے ہیں کہ اہلِ سُنّت وجماعت حضور پرنور سید عالم ﷺ کو بشر نہیں مانتے۔ یہ محض افتراء و بہتان اور کھلی ہوئی بددیانتی ہے۔ ہم ہر منکر بشریت کو نہ صرف اسلام سے خارج تصور کرتے ہیں بلکہ اسے امت مسلمہ کے کسی گروہ کا فرد ہی تسلیم نہیں کرتے۔ اور اسی طرح آپ کو محض بشر کہنے والے اور آپ کے نور ہونے اور آپ کی صفات نوریہ کے منکر کو ضال

وگمراہ قرار دیتے ہیں۔

اسی رسالہ "بشریت و رسالت" کے صفحہ نمبر ۷ اپر ممتاز اہل حدیث عالم دین پروفیسر سید ابو بکر صاحب غزنوی کی تقریظ ہے۔ آپ لکھتے ہیں "صحیح مسلک یہی ہے کہ وہ (نبی کریم ﷺ) بشر ہوتے ہوئے از فرق تا بقدم نور کا سراپا تھے۔"

سید محمد انور جیلانی صاحب نے اپنے اس رسالہ میں اپنا نظریہ یہ پیش کیا ہے۔ کہ انبیاء و رسل مافوق البشر ہوتے ہیں۔ جس طرح جمادات سے نباتات ایک بلند مخلوق ہے اور نباتات سے حیوانات ایک افضل مخلوق ہے اور حیوانات سے انسان ایک اشرف مخلوق ہے اسی طرح عام انسانوں سے رسول ایک اعلیٰ اور برتر مخلوق ہے۔

لیکن سید عنایت اللہ شاہ بخاری (گجرات) مماتی دیوبندی۔ محمد حنیف ندوی اہلحدیث اپنی اپنی تقریظ میں مافوق البشر کی اصطلاح کے کچھ کچھ مخالف نظر آتے ہیں۔

لیکن غیر مقلد علامہ ڈاکٹر محمد یوسف گورائیہ نے اس اصطلاح سے کلی طور پر اختلاف کیا ہے اور صفحہ نمبر ۱۵ میں لکھتے ہیں۔

سید جیلانی نے اپنے مقالہ میں بشر اور نور کے تنازعے کو حل کرنے کی حکیمانہ کوشش کی ہے۔ اس میں وہ ایک فرقے کو مطمئن کرنے میں کامیاب نظر آتے ہیں جو آنحضرت ﷺ کو مافوق البشر سمجھتا ہے ان کے مقالے میں اس عقیدے کے ماننے والوں کو رہنمائی نہیں ملتی جو آپ کو عام نوع انسانیت کا فرد سمجھتے ہیں قرآن کی ہدایت کے مطابق رسول اس نوع سے مبعوث ہوتا ہے جس نوع کی امت ہے۔

جیلانی صاحب نے اپنے رسالہ کے صفحہ نمبر ۲۱ میں رسول کے مافوق البشر ہونے کی علت اس طرح بیان کی ہے۔

''جس طرح جمادات کا اپنی محنت سے نباتات بن جانا مشکل ہے اور نباتات کا اپنی ہمت سے حیوانات بن جانا دشوار ہے۔ اور حیوانات کا اپنی کوشش سے انسان بن جانا محال ہے۔ اسی طرح کسی بھی انسان کا اپنی جدوجہد سے رسول بن جانا ناممکن ہے۔ تو جب کوئی بھی انسان اپنی علمیت، عبادت، ریاضت، دعوت، تبلیغ یا کسی بھی اور کوشش سے رسول نہیں بن سکتا تو ثابت ہوا کہ رسول عام انسانوں سے ایک الگ اور بلند تر نوع کا نام ہے۔''

آگے صفحہ نمبر ۲۳ میں لکھتے ہیں۔

''قرآن نے انبیاء علیہم السلام کو ''بشراً رّسُولاً'' کہا ہے۔ تو اگرچہ قرآن کی اصطلاح میں رسول کے ساتھ بشر کا لفظ بھی لگا ہوا ہے لیکن لفظ رسول نے انبیاء علیہم السلام کو بشریت کے باوجود تمام انسانوں سے بلند اور الگ نوع بنا ڈالا ہے۔''

آگے صفحہ نمبر ۲۴ میں لکھتے ہیں۔

''انبیاء علیہم السلام اپنی ظاہریت اور بشری صفات کے لحاظ سے بلاشبہ بشر ہوتے ہیں لیکن اپنی باطنی خصوصیات کے اعتبار سے مافوق البشر ہوتے ہیں۔ اور مافوق البشر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ رسول ہوتے ہیں جو بشریت سے بالاتر نوع ہے۔''

آگے صفحہ نمبر ۳۱ میں لکھتے ہیں۔

اگر کوئی شخص ''اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ'' والی آیت مبارکہ سے یہ مفہوم اخذ کرے کہ رسول بھی ہماری ہی طرح کا ایک بشر ہوتا ہے اور ہم میں اور رسول میں صرف اتنا ہی فرق ہے کہ اس پر وحی آتی ہے اور ہم پر وحی نہیں آتی تو ایسے شخص سے صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ

ع سخن شناس نہ دلبرا خطا ایں جاست

فرض کیجیے اگر کوئی گنوار اور جاہل آدمی یوں کہے کہ مجھ میں اور ایک ولی اللہ میں صرف اتنا ہی فرق ہے کہ وہ ولی اللہ ہے اور میں ولی نہیں ہوں۔ اس کے علاوہ مجھ میں اور اس میں کوئی فرق نہیں، کیوں کہ وہ بھی ایک انسان ہے اور میں بھی ایک انسان ہوں تو اس کا یہ کہنا بہت بڑی حماقت اور جہالت کی بات ہوگی کیونکہ ولی اور غیر ولی میں صرف ولایت ہی مابہ الامتیاز نہیں بلکہ ولایت کے تمام اوصاف وصفات بھی وجہ امتیاز ہوتے ہیں۔

آگے صفحہ نمبر ۳۲ میں لکھتے ہیں۔

ایک جاہل اور گنوار آدمی کے لیے تو ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے اندر اولیاء اللہ کے سے پوشیدہ اور خوابیدہ اوصاف وخواص کو بیدار اور ظاہر کر کے کسی دن ولی اللہ بن جائے لیکن کسی بھی غیر نبی کے لیے ممکن ہی نہیں کہ وہ انبیاء علیہم السلام والے اوصاف وخواص پیدا کر کے نبی بن سکے۔ کیوں کہ نبوت کا ملکہ اور رسالت کے اوصاف کا کسی غیر نبی میں پایا جانا ممکن ہی نہیں، خواہ کوئی مجدد الف ثانی اور شیخ عبد القادر جیلانی بلکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَللّٰہُ اَعۡلَمُ حَیۡثُ یَجۡعَلُ رِسَالَتَہٗ

''اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت (کے منصب) سے کسے سرفراز کرے''

آگے صفحہ نمبر ۳۴ میں لکھتے ہیں۔

کیا کسی بشر کے لیے ممکن ہے کہ وہ خدا کے فرشتوں کو ان کی اصل شکل وصورت میں دیکھنے کا متحمل ہو سکے لیکن انبیاء علیہم السلام کے لیے تو فرشتوں کا دیکھنا اور ان سے باتیں کرنا زندگی کے معمولات میں داخل تھے۔

کیا پتھر، درخت اور حیوانات عام انسانوں سے باتیں کرتے ہیں اور کیا انسان ان کی باتوں کو سمجھتے ہیں؟ لیکن انبیاء علیہم السلام سے تو ہر نوع مخلوق باتیں کرتی ہے اور وہ ان کی باتوں کا جواب دیتے ہیں۔

کیا ہم دیکھ سکتے ہیں کہ قبر کے اندر مردے کے ساتھ کیا بیت رہی ہے؟ لیکن انبیاء علیہم السلام کی نگاہ نبوت بسا اوقات قبروں میں برسوں سے دفن شدہ مردوں کی اچھی یا بری حالت کا مشاہدہ کر لیتی ہے جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

غرض انبیاء علیہم السلام بشریت کے باوجود اپنی روحانیت اور خواص رسالت کی بنا پر کسی بشر کی مانند نہیں ہوتے۔

آگے آپ کی صوم وصال کی حدیث بیان کر کے لکھتے ہیں۔

وہ عام انسانوں کے برعکس رات کو خدا تعالیٰ کا خصوصی مہمان ہوتا ہے اور نظام اسباب سے بلند ہو کر بلا واسطہ خدا سے روزی حاصل کرتا ہے۔ عام انسان جب سو جاتے ہیں تو ان کے ظاہری و باطنی حواس معطل ہو جاتے ہیں لیکن انبیاء علیہم السلام جب سو جاتے ہیں تو ان کے دل بیدار رہتے ہیں اور ان کا سونا انہیں غافل نہیں بنا دیتا۔ (صفحہ نمبر ۳۶)

کیا انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دوسرے انسان بھی آگے اور پیچھے یکساں دیکھتے ہیں؟ جب نہیں تو معلوم ہوا کہ وہ بشر ہونے کے باوجود خواص بشریت میں بے مثل ہوتے ہیں۔ (صفحہ نمبر ۳۷)

رسالہ کے آخر میں صفحہ نمبر ۴۱ سے آگے ایک تمثیل سے سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ وہ بھی مطالعہ فرمائیں۔

ایک تمثیل:۔ بشریت و رسالت کے امتزاج و امتیاز پر دلائل کی حد تک اختصار کے ساتھ جو کچھ کہا جا سکتا تھا عرض کر دیا گیا ہے۔ لیکن مسئلہ کی اہمیت و

نزاکت کے پیش نظر اگر ایک تمثیل بھی عرض کر دی جائے تو غالباً بات اور زیادہ کھل کر سامنے آ جائے گی۔

فرض کیجئے! کسی پہاڑ کی چوٹی پر قیمتی پتھروں کی ایک کان ہے۔ جہاں سادہ اور بے وقعت پتھروں کے علاوہ یاقوت، نیلم، زمرد اور انواع و اقسام کے بیش قیمت چھوٹے بڑے ناتراشیدہ وخاک آلودہ ہزارہا پتھر بکھرے پڑے ہیں۔

دفعتہً ایک چٹان کا سینہ شق ہوا اور اس سے ایک نہایت تابناک، حسین وجمیل اور عظیم ہیرا برآمد ہوا۔ اتنا عظیم اور اتنا گراں بہا ہیرا، کہ قدرت نے اس سے بہتر تو کجا اس جیسا ہیرا بھی کبھی تخلیق نہیں کیا تھا۔

اس ہیرے نے جب اپنے ماحول کو اپنی حقیقت شناس اور تیز نگاہوں سے دیکھا۔ تو اسے بے قدر سنگریزوں میں پڑے ہوئے قیمتی پتھروں کی بے قدری ور پائمالی پر رحم آ گیا۔ چنانچہ ایک دن اس ہیرے نے ایک اونچی چٹان پر کھڑے ہو کر تمام پتھروں کو مخاطب کر کے بلند آواز سے کہا:

''اے پہاڑ کی اس چوٹی پر رہنے والے میرے پتھر بھائیو! جس حالت میں تم یہاں بکھرے پڑے ہو۔ اس حالت میں نہ صرف کائنات کی نگاہوں میں بلکہ آپ اپنی نظروں میں بھی تمہاری کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ تم اس گوشۂ گمنامی میں ذلت و رسوائی کے ساتھ خاک بسر اور دنیا و مافیہا سے بے خبر پڑے ہو۔ اگر تم مجھے اپنا مطاع اور رہنما تسلیم کر لو تو میں اپنی فطری خوبیوں کی بنا پر، اور اپنے نہایت تیز کناروں کی مدد سے تمہیں گرد و غبار سے پاک کر دوں گا اور تمہیں تراش خراش کر اتنا حسین وجمیل اور اتنا گراں بہا بنا دوں گا کہ دنیا کے بادشاہ تمہیں اپنے سر کے تاجوں پر جگہ دیں گے۔ حسین شہزادیاں تمہیں اپنے گلے کی زینت بنائیں گی اور دنیا کے بازار میں تم نہایت عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھے جاؤ گے۔

اس گراں قدر ہیرے کی تقریر سن کر چند بے قیمت سنگریزے چلائے کہ اے ہیرے! تو بھی تو ہماری ہی طرح کا ایک پتھر ہے۔ ابھی کل ہمارے سامنے تو ایک چٹان کے سینے سے نکلا تھا۔ پھر ہم تجھے اپنے سے بہتر اور رہنما کیسے تسلیم کرلیں۔ آخر تجھے کونسا سرخاب کا پر لگا ہوا ہے کہ ہم تیرے فرماں بردار بن جائیں۔ دراصل تو اپنی ان چکنی چپڑی باتوں سے ہمارا حکمران بننا چاہتا ہے اور اس پہاڑ کی چوٹی پر ایک ممتاز شخصیت بن جانا چاہتا ہے۔ آخر ہم تجھ سے کس بات میں کم ہیں۔ کیا ہم بھی تیری ہی طرح کے پتھر نہیں ہیں؟

پاک فطرت اور نیک نہاد ہیرے نے جواب دیا۔ میرے بھائیو! بے شک میں بھی تمہاری ہی طرح کا ایک پتھر ہوں لیکن قدرت نے میری ذات کو وہ جلا بخشی ہے اور مجھ میں وہ نور، وہ حسن و جمال اور وہ خوبی و کمال ودیعت فرمایا ہے کہ میں اپنی بے مثال نگاہوں سے کائنات کے پوشیدہ اسرار کو دیکھتا ہوں۔ اپنی بے نظیر سماعت سے فطرت کی آواز سنتا ہوں اور اپنی عظیم صلاحیتوں سے خاک آلودہ اور ناتراشیدہ یاقوتوں، نیلموں، اور زمردوں کو نہایت گراں بہا جواہر بنا دیتا ہوں۔

پتھر ہونے کے اعتبار سے بے شک میں اور تم سب برابر ہیں لیکن قدر و قیمت اور خوبی و کمال کے اعتبار سے تم میں سے کوئی بھی میرے مثل نہیں ہے۔ تم میں سے بیشتر وہ ہیں جو صرف سڑکوں پر کوٹے جانے کے قابل ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو بادشاہوں کے تختوں اور تاجوں کی زینت بننے کی اہلیت رکھتے ہیں لیکن میں وہ کوہ نور ہوں جس سے خود قدرت بھی محبت کرتی ہے اور میں وہ روشن چراغ ہوں جسے فطرت نے اپنا شاہکار قرار دیا ہے۔

اے میرے بھائی پتھرو! بے شک میں بھی پتھر ہونے کی حیثیت سے واقعی تم جیسا ایک پتھر ہوں۔ چوں کہ میں تمہیں تراشنے خراشنے اور قیمتی بنانے کے لیے پیدا

کیا گیا ہوں۔اس لیے مجھے ایک چٹان کے سینے سے ہی نکالا گیا ہے۔اور مجھے پتھر ہی بنایا گیا ہے۔لیکن میں وہ پتھر ہوں کہ قدرت نے پوری کائنات میں میری نظیر پیدا نہیں فرمائی۔

اس عظیم ہیرے کی یہ حقیقت پر مبنی اور موثر و دلپذیر تقریر سن کر یاقوت، نیلم، زمرد، اور تمام پاک فطرت قیمتی پتھروں نے اس کی صداقت کی گواہی دیتے ہوئے اسے اپنا مطاع اور رہنما تسلیم کرلیا۔ کیونکہ اس کے حسن و جمال اور خوبی و کمال نے انہیں مسحور کر دیا، اس کی مدھ بھری باتوں نے ان کی سماعت میں ایک عجیب رس گھول دیا اور ان سب کی فطرت نے اس کی تقریر کو اپنے ہی ضمیر کی صدائے بازگشت محسوس کیا۔

؎ دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

لیکن نکمے اور بے حقیقت و بے قیمت پتھروں نے اسے اپنے ہی جیسا ایک پتھر سمجھ کر اس کی باتوں پر یقین کرنے اور اسے اپنا مطاع و رہنما تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔اب جن پتھروں نے اس عظیم ہیرے کی اطاعت قبول کرلی وہ اس کی صحبت اور تربیت کی برکت سے گراں بہا جواہر بن گئے، اور دنیا کے بادشاہوں کے تاجوں پر جڑے گئے۔لیکن جن حقیر اور بے وقت پتھروں نے اس کی اطاعت سے منہ پھیر لیا۔ آخر کار وہ سڑک کوٹنے کے مہیب انجنوں کے پہیوں تلے کچلے گئے۔اور انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پائمال کر دینے کی خاطر سڑکوں پر بچھا دیا گیا۔

کچھ اسی طرح، آج سے چودہ سو برس قبل سرزمین عرب میں ابوجہل اور ابولہب جیسے لاکھوں پتھروں میں صدیق و فاروق جیسے ہزاروں بے بہا لعل و یاقوت بھی چھپے ہوئے تھے رحمت خداوندی نے ان لعلوں اور یاقوتوں کو ان بے قیمت پتھروں

سے الگ اور ممتاز کرنے اور ان کی قدر و قیمت کو دنیا و آخرت میں واضح اور اجاگر کرنے کے لیے انہیں میں خاتم الانبیا ﷺ جیسا ایک انمول ہیرا پیدا فرمایا، تاکہ وہ ان کو پاک کر کے اور صفات حسنہ سے آراستہ پیراستہ کر کے دنیا و آخرت میں عزت و عظمت کی انتہائی بلندیوں تک پہنچا دے۔

ابوجہلوں اور ابولہبوں نے رسول اکرم ﷺ کے صرف ظاہر کر دیکھا، اور انہیں محض اپنے جیسا ایک بشر سمجھ کر آپ کی رسالت و نبوت پر ایمان لانے اور آپ کو اپنا مطاع و رہنما تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اور آخر کار ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کا ایندھن بن گئے۔

لیکن صدیقوں اور فاروقیوں نے، اپنی فطرت کی بلندی اور سعادت ازلی کے باعث رسول اکرم ﷺ کی صرف ظاہری بشریت کو ہی کو نہیں دیکھا بلکہ آپ کے اوصاف حسنہ اور اخلاق حمیدہ سے آپ کے مافوق البشر باطن کو بھی پہچانا۔ چنانچہ وہ سب آپ کی رسالت و نبوت پر ایمان لے آئے۔ اور آپ کے فیض تربیت سے صدیقین شہدا اور صالحین کے مراتب عالیہ پر فائز ہو گئے۔

المختصر! جس طرح ہیرا اپنی پیدائش اور ساخت کے اعتبار سے دوسرے پتھروں کی طرح ایک پتھر ہی ہوتا ہے۔ لیکن اپنی آب و تاب اپنی نورانیت اور بے مثال فطری صلاحیتوں کے باعث دنیا بھر کے پتھروں سے نہایت بلند (یعنی مافوق الحجر) مخلوق ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی اپنی پیدائش اور جسمانیت کے اعتبار سے بے شک بشر ہی ہوتے ہیں لیکن اپنی صفات عالیہ، اپنی روح کی نورانیت اور اپنے ملکہ نبوت کے اعتبار سے وہ دنیا بھر کے انسانوں سے نہایت بلند و برتر (یعنی مافوق البشر) مخلوق ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

نوٹ:۔ اس رسالہ پر محمد سرفراز خاں صفدر گکھڑوی محمد اجمل صاحب خطیب جامع مسجد رحمانیہ قلعہ گوجر سنگھ لاہور ڈاکٹر خالد محمود مانچسٹروی اور حافظ عبدالرحمٰن صاحب اشرفی نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور کی تقاریظ بھی موجود ہیں۔

مولوی ضیاء القاسمی کے اعتراضات کے جوابات

سراجاً منیراً محمد ضیاء القاسمی کا چند صفحات کا رسالہ ہے۔ اس میں قاسمی صاحب نے نورانیت و بشریت نبی کریم ﷺ پر چند اعتراضات کر کے دعویٰ کیا کہ قیامت تک کوئی ملا اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔ ان کے اعتراضات اور میرے مختصر جوابات درج ذیل ہیں۔

(۱) آپ کی نور سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی نورانیت کے باب کے شروع میں نور کی تعریف اور اس کی اقسام بیان کی ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ کے لیے نور حسی و نور معنوی ہونے کو تفصیلاً بیان کر دیا ہے۔ نور حسی میں چاند، سورج کی مثالیں پیش لیں۔ نور معنوی میں قرآن مجید، اسلام اور ایمان کی مثالیں پیش کی ہیں۔

ملائکہ کی نورانیت تو ایسی ہے کہ عام کسی انسان کو نظر ہی نہیں آتی۔ روح کی نورانیت ملائکہ کی قسم سے ہے۔ انسان کی آنکھ میں بھی نور ہوتا ہے۔

نور کی تمام اقسام (سوائے اللہ تعالیٰ کے) مخلوق ہیں اور حادث۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور اس کی ذات ازلی ابدی ہے۔ پھر کس طرح کوئی مخلوق خالق کی ذات کا ٹکڑا ہو سکتی ہے۔ اس طرح تو مخلوق کے حادث ہونے سے خالق بھی حادث ٹھہرے گا، فانی ٹھہرے گا۔ کیا اللہ تعالیٰ حادث اور فانی ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں۔

(۲) کیا آپ سرکار دو عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے نور کا ٹکڑا مانتے ہیں؟

جواب: ہرگز ہرگز نہیں۔ یہ آپ کا ہم اہل سنت و جماعت پر بہتان ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اس پر بڑی تفصیل سے اپنے رسالہ ''صَلاتُ الصَّفاء فِی نُورِ المصطفیٰ'' میں لکھا ہے۔ اعتراض کرنے کا ہی شوق ہے مطالعہ کیے بغیر الزام لگاتے ہوئے شرم نہیں آتی!! کیا یہ کسی

عالم کی شان کے لائق ہے؟ لیکن تم دیو بندیوں کو اس سے کیا۔ تم تو صرف اپنے مسلک کی عقیدت میں اندھے ہو کر مسلمانوں کو مشرک بنانے کی مہم چلا رہے ہو۔ اعلیٰ حضرت کی چند عبارات میں نے اپنی کتاب میں پیش کر دی ہیں اور اس مسئلہ کے متعلق کئی اور علماء کرام کی عبارات بھی لکھ دی ہیں اور تمہارے اس جاہلانہ اعتراض کا کئی مقامات پر رد کیا ہے۔

(۴) کیا آپ نور تخلیقی مانتے ہیں؟

جواب:۔ ہم جب کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی حقیقت نور ہے تو اس کی تخلیق کے اعتبار سے ہی کہتے ہیں۔ ہم آپ کی بشریت کا قطعی عقیدہ رکھتے ہیں کیونکہ عالم دنیا میں آپ کی بشریت غالب ہے۔ یعنی اب آپ کی نورانیت بشریت کے تحت ہے۔ اگرچہ اب حقیقت مغلوب ہے لیکن جب حقیقت بیان کریں گے تو کہیں گے کہ آپ کی حقیقت نور ہے میں آپ کو مثالیں دے کر واضح کرتا ہوں کہ آپ کی حقیقت نور کس طرح ہے؟

درخت کی حقیقت اس کی جڑ ہے۔ جڑ سوکھ جائے تو درخت سوکھ جاتا ہے۔ یا یہ کہہ لیں کہ ایک پودے کی حقیقت اس کا بیج ہوتا ہے۔ اگر بیج نہ ہوتا تو یہ پودا کبھی وجود میں نہ آتا۔ پنسل کی حقیقت اس کی سیاہی کا سکہ ہوتا ہے۔ باہر اس کو جسم دیا گیا ہے۔ حقیقت ختم ہو جاتی ہے تو جسم (پنسل) بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی حقیقت و نفخت فیه من روحی ہے۔ اس سے اس ساری انسانیت کی تخلیق جاری ہوئی۔ صرف جسم کو حقیقت قطعاً نہیں کہا جا سکتا تھا۔ وہ تو ساکت و جامد تھا۔ اس میں زندگی "و نفخت فیه من روحی" سے آئی۔ اور میرے خیال میں اس (و نفخت فیه من روحی) کو نور محمد مصطفیٰ ﷺ کہہ لیں تو بے جا نہ ہوگا۔

اسی لیے کہتے ہیں۔

آپ جان ہیں جہان کی۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں۔

حقیقت محمدی کہ ظہور اول است و حقیقت الحقائق است علیہ من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا باں معنی کہ حقائق دیگر چہ حقائق انبیاء کرام و چہ حقائق ملائکہ عظام علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام، کالظلال اند مراورا او اصل حقائق است قال علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام اول ما خلق اللہ نوری (دفتر سوم حصہ نہم ص ۱۲۷ مکتوب نمبر ۱۲۲)

حقیقت محمدی علیہ افضل الصلوات و اکمل التسلیمات جو کہ تعین اول ہے اور حقیقت الحقائق ہے اور اصل حقائق صرف آپ کی حقیقت ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اول ما خلق اللہ نوری۔ جس حقیقت کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور کتم عدم سے منصۂ شہود پر جلوہ گر فرمایا وہ میرا نور ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں۔

بعض اوقات کہا جاتا ہے کہ چونکہ نبی اکرم ﷺ کی دو حیثیتیں ہیں: ایک جہت ملکیت جس کی بنا پر آپ فیض حاصل کرتے ہیں اور دوسری جہت بشریت جس کی بنا پر آپ فیض دیتے ہیں، اس لیے قرآن کریم آپ کی روح پر نازل کیا گیا، کیونکہ آپ کی روح ملکی صفات کے ساتھ متصف ہے جس کی بنا پر آپ روح الامین سے استفاضہ کرتے ہیں۔

(روح المعانی (طبع بیروت) ج ۱۹، ص ۱۲۱)

(۴) لفظ نور کے معنی کیا ہیں یہ کوئی پنجاب یا ہندی یا اردو کا لفظ تو نہیں ہے یہ تو عربی کا لفظ ہے اس کا معنی کیا ہے۔ وضاحت کیجئے؟

جواب: پہلا سوال ہی دوہرادیا ہے۔اس کی وضاحت میں نے نورانیت کے باب کے شروع میں کردی ہے۔وہیں ملاحظہ فرمالیں۔

۵: کیا نور مراد لینے سے آپ سرکار دوعالم ﷺ کی بشریت کے بھی قائل ہو یا نور سے بشریت کی نفی کرتے ہو؟

جواب: بشریت ہمارا قطعی عقیدہ ہے اور نورانیت ظنی عقیدہ ہے اور دونوں میں تقابل یا تضاد بھی نہیں یعنی یہ ایک دوسرے کے مخالف نہیں ہیں کہ ایک جگہ اکٹھے نہ ہوسکیں جگنو اس کی بہترین مثال ہے۔

۶۔قرآن مجید میں نور کا اطلاق کسی اور چیز کے لیے بھی ہوا ہے۔ اگر ہوا ہے تو اس کو بیان کیجئے؟

جواب: قرآن مجید میں نور کا اطلاق قرآن مجید، اسلام، ایمان کے لیے ہونے کی بہت سی مثالیں قرآنی آیات سے پیچھے بیان کردی ہیں۔وہیں ملاحظہ فرما لیں۔

۷۔کیا نور اور بشر اور نار کی تخلیق ایک چیز سے ہوئی ہے یا ان تمام کی تخلیق کے الگ الگ مادے ہیں؟

جواب: نور، بشر (عناصر اربعہ)، نار (آگ) کی تخلیق کا جواب میں نے تفصیل سے پیچھے کئی مقامات پر لکھا ہے اگر وہاں سے سمجھ نہ آئے تو مجھے لکھیں قرآن مجید اور احادیث میں ان کی تخلیق کے متعلق جو تفصیل ہے مختصراً میں نے پیچھے بیان کر دی ہے۔

عناصر اربعہ میں نورانی روح شامل نہیں۔

۸۔نور آپ کی ذات ہے یا صفت؟

جواب: بشریت کے ظہور سے پہلے آپ کی ذات پر نور کا اطلاق ہوتا ہے اور

بعد ظہور بشریت آپ کی نورانیت آپ کی بشریت کے تابع ہے۔اسی لیے بشریت نبی کریم ﷺ ہمارا قطعی عقیدہ ہے اور نورانیت ظنی عقیدہ ہے اور حقیقت کے نورانی ہونے کا اطلاق بھی بشریت کے ظہور سے پہلے آپ کے نور کے متعلق جو روایات ملتی ہیں ان کو مدنظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے امام شاہ محمد اسمعیل دہلوی لکھتے ہیں۔ چنانکہ روایت اول ما خلق اللہ نوری برآں دلالت می دارد جیسے کہ روایت اول ما خلق اللہ اس پر دلالت کرتی ہے۔(یک روزہ (طبع ملتان))ص ۱۱

فتاویٰ رشیدیہ میں ہے۔

سوال: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ اور لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ۔

یہ دونوں حدیثیں ہیں یا وضعی ؟

جواب:۔ یہ حدیثیں صحاح میں موجود نہیں، مگر شیخ عبدالحق رحمتہ اللہ تعالیٰ نے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ، مبوب (محمد سعید، کراچی)ص ۱۵۷

شیخ محقق نے مدارج النبوۃ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ گنگوہی صاحب کہہ رہے کہ شیخ کے نزدیک اس کی کچھ اصل ہے۔ فیا للعجب !

۹۔ کیا کوئی ایسا نور آپ بتا سکتے ہیں جس کی تخلیق جنس ملائکہ سے متعلق ہو اور اس کو تاج نبوت سے سرفراز کیا گیا ہے؟

جواب۔ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ روح جنس ملائکہ سے ہے جیسا کہ میں نے آپ کی عربی عبارت پیچھے لکھ دی ہے۔اور حضرت آدم علیہ السلام کو ونفخت فیہ من روحی کے بعد ہی تاج نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔

عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی ارواح کو نبوت عطا فرمادی اور وہ اسی وجہ سے تمام ارواح سے روشن اور نمایاں تھیں اور تمام ارواح انبیاء نے آپ نبی کریم

ﷺ کی برتری وفضیلت کا اقرار کیا۔

۱۰۔ کیا قرآن مجید کی ایک آیت یا صحاح ستہ کی ایک حدیث یا فقہائے حنفیہؒ کا ایک قول بتا سکتے ہو جس میں نور کو بشریت کا مقابلہ یا ضد قرار دیا ہو؟

جواب:۔ یہ تمہاری جہالت ہے جو اہلسنت کے عقیدہ کو نہ سمجھتے ہوئے اس طرح کے اعتراضات کرتے ہو۔ ہماری کسی کتاب کا حوالہ دے سکتے ہو کہ جس میں لکھا ہو کہ بشریت اور نورانیت میں تضاد یا مقابلہ ہے یا یہ ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔

''رسالت وبشریت'' کا مختصر جائزہ:

یہ اہلحدیثوں (غیر مقلدین) کے حضرت العلام مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی کا رسالہ ہے۔ اس کے صفحہ نمبرا پر لکھا ہے۔

مسئلہ بشریت پر بے نظیر رسالہ

جس میں اس مسئلہ کو ایسے عالمانہ رنگ اور محققانہ انداز میں حل کیا گیا ہے کہ مخالف بھی پڑھ کر عش عش کرا ٹھتا ہے۔

اس کے صفحہ نمبر ۲ میں اس کا ناشر محمد ادریس فاروقی، منیجر مسلمان کمپنی سوہدرہ (گوجرانوالہ) لکھتا ہے۔

''پنجاب کے اس گھسے پٹے مسئلے بشریت رسول ﷺ پر سیر حاصل بحث ہے۔ مولانا موصوف نے ایسا قلم اٹھایا ہے کہ مسئلے کا حق ادا کر دیا ہے''

فاروقی صاحب! کیا حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے متعلقہ جو مسئلہ ہو، وہ گھسا پٹا مسئلہ ہوتا ہے۔ آپ گستاخ نجدیوں کے مقلدین کی کوئی بھی کتاب چاہے کسی بھی مسئلہ پر ہو وہ حرف آخر ہی ہوتی ہے چاہے اس میں کتنی ہی گستاخیوں کے مرتکب ہو گئے ہوں۔

ناشر صاحب آگے لکھتے ہیں۔

''رسالت وبشریت کو چھپے آج چالیس برس سے زائد عرصہ گزر چکا ہے، لیکن تا امروز اس کا کسی نے جواب لکھنے کی کوشش نہیں کی، جو اس کی عظمت کی زندہ دلیل ہے''

فاروقی صاحب! بشریت انبیاء کرام علیہم السلام ایک قطعی عقیدہ ہے۔ اس کا انکار کفر ہے۔ یہ کوئی ایسی تحقیقی کتاب نہیں تھی کہ اس موضوع پر مواد ہی کمیاب ہو۔ جتنی آسانی سے اس مسئلہ کے متعلق قرآن وحدیث سے دلائل ترتیب دیئے جا سکتے

ہیں شائد ہی کوئی اور مسئلہ ہو۔

ابراہیم میر صاحب نے ۸ رکعت تراویح کے موضوع پر لکھا تو فقیہ اعظم حضرت مولانا ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی نے ان کی وہ درگت بنائی تھی کہ وہابیوں میں سے کسی کی نہ بنائی گئی ہوگی۔ آپ فقیہ اعظم کے یہ رسائل آپ کے مجموعہ رسائل ''دلائل المسائل'' میں موجود ہیں۔ بشریت انبیاء علیہم السلام اگر کوئی اختلافی اور مختلف فیہ مسئلہ ہوتا تو فوراً اس کا رد کر دیا جاتا۔ اس موضوع پر اس رسالہ سے کہیں زیادہ تحقیقی کتب بازار میں موجود ہیں۔

کیونکہ ابراہیم میر سیالکوٹی صاحب کے اکثر و بیشتر دلائل وہی ہیں جو دوسرے مصنفین نے اپنی کتب میں پیش کیے ہیں جن کا میں تنقیدی جائزہ پیچھے لے آیا ہوں اس لیے مختصراً میر صاحب کے دلائل اور اپنا مختصر تنقیدی جائزہ پیش خدمت ہے۔

میر صاحب نے اپنے رسالہ کے آغاز صفحہ نمبر ۷ تا 9 میں ''آنحضرت ﷺ سے پہلے رسالت کے بارے میں نظریات'' کے زیر عنوان چار گروہوں کا تذکرہ کیا ہے۔

پہلا گروہ: وہ لوگ جو رسالت اور بشریت کا ایک ہی ذات میں ہونا نہیں مانتے تھے۔

دوسرا گروہ: وہ لوگ جو رسالت کو لوازمات بشریت (بیوی بچے ہونا، کھانا پینا وغیرہ) سے مبرا ہونے کا یقین رکھتے تھے۔ (صفحہ نمبر ۸)

تیسرا گروہ: وہ لوگ جن کا خیال تھا کہ دعوی نبوت خلل دماغ کا نتیجہ ہے۔ جنون کی وجہ سے دماغ میں ایسے خیالات آتے رہتے ہیں اور بعض اوقات ان خیالات کے اثر سے عجیب و غریب صورتیں بھی دکھائی دیتی ہیں جن کو وہ مدعی رسالت خدا کے فرشتے قرار دیتا ہے اور بعض اوقات آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں، جن کو وہ خدا کی وحی سمجھ لیتا ہے (العیاذ باللہ) ہوتا ہوا تا کچھ بھی نہیں، ایسے خیالات

کے وہ لوگ تھے، اور آج کل بھی آریوں کی صورت میں موجود ہیں، جن کے دماغ مادی فلسفہ نے چاٹ لیے ہیں اور وہ روحانیات سے ناواقف ہو کر علم کے مدعی بنے ہوئے تھے، قوم نوح نے حضرت نوح علیہ السلام کو، فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور اہل مکہ نے آنحضرت ﷺ کو مجنون اسی خیال سے کہا تھا۔

چوتھا گروہ: وہ جو کاہنوں اور رمالوں کی طرح نبوت کو بھی ایک کسب و پیشہ اور ذریعہ معاش جانتا تھا، اور کہتا تھا کہ اس کا دعویٰ کرنا اور اسے خدا کی طرف نسبت کرنا لوگوں میں رسوخ و تفوق حاصل کرنے کے لیے ہے۔ اور وہ امور جن کو مدعی رسالت معجزات قرار دیتا ہے وہ ساحرانہ کرتب ہوتے ہیں، اور اس کی تعلیم جسے وہ حکمت و ہدایت کہتا ہے، وہ شاعرانہ تخیلات ہوتے ہیں، ایسے لوگ انبیاء علیہم السلام کو (معاذ اللہ) کاذب، مفتری اور غرض کے بندے قرار دیتے تھے۔

میر صاحب نے صفحہ نمبر ۱۰ میں پہلے گروہ کے متعلق، صفحہ نمبر ۱۱، ۱۲ میں دوسرے گروہ کے متعلق، صفحہ نمبر ۱۲، ۱۳ میں تیسرے گروہ کے متعلق اور صفحہ نمبر ۱۳، ۱۴ میں چوتھے گروہ کے متعلق اپنی رائے لکھی ہے۔ اور صفحہ نمبر ۱۴، ۱۵، ۱۶ میں ان چاروں گروہوں کے نظریات کا رد قرآنی آیات سے پیش کیا ہے۔

اہل سنت و جماعت کے مطابق میں مختصراً یہی کہوں گا کہ پہلے، دوسرے، تیسرے اور چوتھے گروہ کے حامل نظریات کے لوگ اہل سنت و جماعت کے قطعی عقائد کے منکر ہیں اور کافر ہیں۔ میر صاحب کے یہ دلائل تو جب معتبر ٹھہرتے اگر ہمارے علماء کرام میں سے کسی کے حوالہ سے یہ ثابت کرتے کہ یہ فلاں گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ثبوت میں عبارات پیش کرتے۔ لیکن نہ تو میر صاحب اور نہ میر صاحب کی لامذہب جماعت ان میں سے کسی گروہ میں ہمیں ثابت کر سکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک انبیاء کرام جنس بشر سے ہوتے ہیں۔ جن یا فرشتہ نہیں ہوتے، اگر ہماری کسی

کتاب میں انبیاء کرام کے جن یا فرشتہ ہونے کا ثبوت ہو تو اسے پیش کرو۔

بلاشبہ انبیاء کرام میں لوازمات بشریت پائے جاتے ہیں وہ ان سے مبرا نہیں ہوتے ہم حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات، اولاد (بیٹے بیٹیاں)، عزیز و اقارب، کھانا پینا وغیرہ تسلیم کرتے ہیں۔ اس لیے اس گروہ میں سے ہونے کی بھی اگر کوئی دلیل ہمارے خلاف ہو تو پیش کرو۔

میر صاحب۔ تیسرے گروہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ قوم نوح علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کو، فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور اہل مکہ نے آنحضرت ﷺ کو مجنون اسی خیال سے کہا تھا۔ لیکن جب بشریت کے دلائل پیش کرنے لگیں گے تو ان اور انہی طرح کی دوسری اقوام کے اقوال بطور ثبوت پیش کریں گے۔

میر صاحب صفحہ نمبر ۷ا میں کسی نامعلوم شخص کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

''یہ حضرت تو کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جنس بشر سے تھے ہی نہیں اور جو شخص آپ کو بشر کہے اور جنس بشر سے جانے وہ کافر ومردود ہے۔ چنانچہ ان کے ایک جلسہ میں من جملہ اور اشعار کے یہ شعر بھی پڑھا گیا تھا۔

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

یعنی خدائے تعالیٰ جو عرش بریں پر مستوی ہے وہی مدینہ میں محمد مصطفیٰ ﷺ کی صورت میں اتر آیا ہے۔''

میری صاحب! میں مختصراً یہی کہوں گا کہ نبی کریم ﷺ کے جنس بشر میں سے ہونے کا انکار کرنا کفر ہے۔ اور مذکورہ بالا شعر بھی کفریہ ہے۔

میر صاحب صفحہ نمبر ۱۸ میں ''بشر کے لفظی معنی'' کی تحقیق میں لکھتے ہیں۔

خدا کی مخلوق زمین اور آسمان میں کئی طرح کی ہے، بعض آنکھ سے دکھائی دیتی ہے بعض نہیں دکھائی دیتی، فرمایا۔

فَمَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۔(پ۲۹، حاقہ۔آیت نمبر ۳۸، ۳۹)

''قسم ہے ان چیزوں کی جن کو تم دیکھتے ہو اور ان کی جن کو تم نہیں دیکھتے۔''

یعنی وہ چیزیں جو نظر آتی ہیں مثلاً زمین، آسمان، ستارے، جمادات، نباتات، انسان اور دیگر خاکی حیوانات اور جو نظر نہیں آتیں مثلاً ناری (جنات) اور نوری (فرشتے) اور ارواح۔

میر صاحب نے کسی کتاب سے کوئی دلیل پیش نہیں کی کہ فلاں کتاب میں یہ لکھا ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کو نظر نہ آنے والی مخلوق میں سے مانتے ہیں۔

میں ایک بار پھر کہوں گا کہ یہ کتابیں فقط اپنی عوام پر اپنی علمیت کا رعب ڈالنے کے لیے لکھی جاتی ہیں ورنہ جس کے رد میں دلیل پیش کر رہے ہوں، اس کی عبارت پہلے پیش کریں، پھر قرآن وحدیث سے اس کا رد کریں۔

اب تک میر صاحب نے جو کچھ لکھا کیا اس میں ایک بھی دلیل یا حوالہ دیا کہ ہم انبیاء کرام علیہم السلام کی بشریت کے منکر ہیں؟ صرف اپنی علمیت کے اظہار کے لیے بے موقع دلائل دیتے جا رہے ہیں۔

ابراہیم میر صاحب نے صفحہ نمبر ۱۹ میں یہ ثابت کیا کہ

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آدم کہا اس لیے ہم آدمی ہیں۔

اور انسان بھی کہا، اس لیے ہم انسان ہیں۔

اور بشر بھی کہا ہے، اس لیے ہم بشر بھی ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں۔ اور آدم کو بشر کہنے کی یہ وجہ ہے کہ بشر کہتے ہیں ظاہر جسم والی صاحب ادراک

عقل ہستی کو۔ آدم اور ان کی اولاد کا جسم ظاہر ہے اور وہ صاحب ادراک اور عقل بھی ہے۔ جنات اور فرشتے صاحب ادراک نہیں ہیں۔

نتیجہ:۔ آنحضرت ﷺ اولاد آدم سے ہیں اس لیے آپ بشر ہیں۔ آنحضرت ﷺ ظاہر جسم والے اور صاحب عقل و ادراک تھے، اس لیے بشر تھے۔

جو شخص آپ کو بشر نہیں مانتا وہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو آپ کو ظاہر جسم والے نہیں جانتا یا معاذ اللہ صاحب عقل و ادراک نہیں مانتا۔

آگے صفحہ نمبر ۲۴ تا ۳۲ میں یہ ثابت کیا ہے کہ بشر عربی زبان میں ظاہری جسم، ننگے چمڑے کو کہتے ہیں اور پھر اس کا اطلاق عام نوع انسانی پر ہو گیا۔ اور قرآن مجید میں انسان کا ہر عضو جس سے انسان کا جثہ اور اس کا ظاہر جسم مراد ہو سکتا ہے اسے لفظ بشر سے مخصوص کیا گیا ہے۔

اور آخر میں صفحہ نمبر ۳۲ میں ''نتیجہ و خلاصہ مطلب'' کے تحت لکھتے ہیں۔

نوع انسان کو اس لیے بشر کہتے ہیں کہ اس کا چمڑا ظاہر اور ننگا ہے۔ آنحضرت ﷺ گوشت پوست اور جمیع اعضائے بدن میں اسی طرح کے تھے اور اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اس لیے آپ کی بشریت سے انکار کرنا متواترات، مشاہدات اور لغت و احادیث کی تصریحات کا انکار ہے اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جسمانی ڈھانچے میں انبیاء علیہم السلام اور غیر انبیاء ایک جیسے ہوتے ہیں۔ ان کی امتیازی شان و فضیلت خدا کی وحی سے مشرف ہونے اور اس کے اثر سے دوسروں پر ان کے انوار قلبیہ، اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کے عکس کے پڑنے میں ہے نہ کہ بشری عوارض سے مبرا ہونے میں جیسا کہ کفار کا زعم باطل تھا اور قرآن نے اس کی جا بجا تردید کی ہے۔''

میر صاحب نے پہلے لکھا کہ بشر ظاہر جسم والی صاحب ادراک و عقل ہستی کو کہتے

ہیں لیکن لغات قرآن وحدیث سے صاحب ادراک وعقل ہستی کہیں بھی ثابت نہیں کر سکے۔ صفحہ نمبر ۲۰ اور صفحہ نمبر ۳۲ کی نتیجہ کی عبارات ملاحظہ فرمائیں۔ اور صفحہ نمبر ۳۲ میں تو میر صاحب نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ جسمانی ڈھانچے میں انبیاء اور غیر انبیاء ایک جیسے ہیں اس لیے بشریت سے انکار ممکن نہیں،

میر صاحب ظاہر جسم اور ڈھانچے کا صاحب عقل و ادراک ہونے سے تعلق ثابت نہیں کر سکے بشر تو ظاہر جسم اور ڈھانچے کو کہہ لیں لیکن صاحب عقل و ادراک ہونے کا تعلق کس سے ہے؟ کیا اس کا تعلق ظاہر جسم اور ڈھانچے سے ہے یا انسان کی روح سے۔ اور روح نورانی ہے۔ اس لیے ثابت تو یہ ہوا کہ انسانی کا صاحب عقل و ادراک ہونا اس کے ظاہری جسم کے تعلق کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی نورانی روح کے تعلق سے ہے۔ کیونکہ روح انسانی جب انسانی جسم سے نکل جاتی ہے، انسانی جسم بے حس وحرکت ہو جاتا ہے، اور وہ صاحب عقل وادراک نہیں رہتا۔

میر صاحب نے جو ثابت کیا کہ جسمانی ڈھانچے میں انبیاء اور غیر انبیاء ایک جیسے ہوتے ہیں۔ ان کی امتیازی شان وفضیلت خدا کی وحی سے مشرف ہونے اور اس کے اثر سے دوسروں پر ان کے انوار قلبیہ، اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کے عکس کے پڑنے میں ہے نہ کہ عوارض بشریت سے مبرا ہونے میں۔

میر صاحب نے انبیاء کرام کی فضیلت ان کی نورانی روح سے تسلیم کی ہے کیونکہ وحی کا تعلق روح سے ہے اور روح نورانی ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے بھی فضیلت ان نورانی روح کی وجہ سے ثابت ہوئی کہ ان کی روح اتنی اعلیٰ ہوتی ہے کہ وہ وحی الٰہی کے نزول میں اس اہم مقام کی حامل ہے۔

جب وہ نورانی روح تمام ارواح سے افضل و اعلیٰ ہے تو اس روح کا ظاہر جسم اور ڈھانچہ بھی بلاشبہ سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔ ان کے ظاہر جسم اور ڈھانچے کو بھی

ان جیسا قرار نہیں دیا جا سکتا جن کی ارواح پر وحی نازل نہیں ہوتی۔

اس نورانی روح کے اثر سے ہی آپ کے جسم اور ڈھانچے میں نورانیت کا ظہور ہوتا۔ کیا کسی اور کے جسم اور ڈھانچے کے ظہور کے وقت بھی نور کا ظہور ہوا کہ جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ اسی نورانی روح کے اثر کے تحت بار بار شق صدر کے وقت خون نہ بہا۔ اسی نورانیت کے تحت آپ کے چہرۂ انور، دانتوں اور بغلوں سے نورانیت کا ظہور ہوتا۔ اسی نورانیت کا اظہار آپ کے سفر معراج میں ہوا۔ اسی نورانیت کی وجہ سے آپ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے تشریف لے گئے اور نورانی پردوں کے قرب سے نوازے گئے۔ الختصر آپ ظاہر بدن اور جسم پر تو ایمان لاتے ہیں اور اس ظاہر بدن کے اندر جو آپ کی نورانیت جلوہ نما ہے اس کے انکاری ہیں۔

آپ کی نورانی روح عام انسانوں کی ارواح کی طرح نہیں۔ عام انسان جب پیدا ہوتا ہے تو فرشتے روح پھونکتے ہیں لیکن آپ کی نورانی روح پاک رحموں سے منتقل ہوتی ہوئی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا میں منتقل ہوئی اور اس کے ظہور سے آپ پر شام کے محلات روشن ہو گئے۔

صفحہ نمبر ۳۳ تا ۳۸ میں ''کفار کا شبہ اور اس کا ازالہ'' کے تحت یہ ثابت کیا ہے کہ عام کفار کو ہمیشہ ہمیشہ یہ شبہ عارض رہا کہ بشر خدا کا رسول نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ گوشت پوشت اور جسمانی شکل وصورت میں ہماری مثل ہے۔ بیوی، بال بچوں کے ساتھ تعلقات میں ہماری مانند ہے۔ کھانے پینے، چلنے پھرنے اور دیگر عوارض بشریت اور امور طبعیہ میں ہمارے برابر ہے۔ موت اور حوادث کا محل ہونے میں ہماری طرح ہے۔

میر صاحب! ہمیں کفار کی طرح کوئی شبہ نہیں ہے کہ بشر خدا کا رسول نہیں ہو سکتا۔ ہمارا قطعی واضح عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء کرام جنس بشر سے تھے۔ لیکن ہم انبیاء

کرام اور عام بشر کے عوارض بشریہ اور امور طبعیہ کو برابر قرار نہیں دے سکتے کیونکہ انبیاء کرام کے عوارض بشریہ اور امور طبعیہ میں ایک امتیازی شان ہے۔ کفار کہتے تھے کہ اللہ نے ان پر کچھ نازل نہیں فرمایا۔ لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام پر وحی نازل فرماتا ہے۔ انہیں آسمانی کتابوں اور صحائف سے نوازتا ہے، انہیں معجزات عطا فرماتا ہے۔ انبیاء کرام کو بذریعہ وحی جلی وخفی غیبی خبروں کے مطلع فرماتا ہے۔ وحی الٰہی اور معجزات انبیاء کے علاوہ بھی ان کا کھانا عام بشروں جیسا نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے صوم وصال رکھنے پر صحابہ کرام آپ کی پیروی میں صوم وصال رکھنے لگے تو آپ نے انہیں منع فرمادیا اور انھوں فرمایا کہ میں تمہاری مثل نہیں ہوں میرا اللہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ آپ کا یہ فرمانا کہ تم میری مثل نہیں ہو آپ کی بشریت کو ممتاز کر رہا ہے۔

پھر کس طرح آپ کے کھانے پینے کو عام بشروں کی طرح قرار دیا جا سکتا ہے آپ نبی کریم ﷺ سوتے تو آپ کا وضو نہ ٹوٹتا یعنی نیند آپ کے لیے ناقص وضو نہ تھی۔ انبیاء کرام کا خواب وحی الٰہی ہوتا ہے۔ انبیاء کرام کا ہر ہر عمل رضائے الٰہی کے لیے ہوتا ہے۔ انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ شیطانی وسوسوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ عام بشر کو موت آتی ہے تو موت کا فرشتہ قطعاً اجازت طلب نہیں کرتا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضور نبی کریم ﷺ کی وفات کے واقعات سے واضح ہے۔ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کس طرح اجازت طلب کر کے روح کو قبض فرمایا۔ کفار نے کلام الٰہی کو کلام بشر قرار دیا، کیا یہ کفر نہیں؟ کیا ہم کلام الٰہی کو کلام بشر قرار دیتے ہیں۔ کفار تو انبیاء کرام کو کہتے کہ آپ اپنے طریقہ پر عمل کریں ہم کو اپنے طریقہ پر عمل کرنے دو، کیا ہم سنت نبوی ﷺ کے انکاری ہیں؟ سنت نبوی ﷺ کے مخالف طریقہ اختیار کرنا گمراہی دیتی ہے اور ایسا کرنے والا بدعتی ہے کفار انبیاء کرام

کی اطاعت کے منکر تھے، کیا ہم انبیاء کرام کی اطاعت کے منکر ہیں؟ کیا اس طرح اطاعت انبیاء کرام علیہم السلام کا منکر، اطاعت الٰہی کا منکر نہیں ٹھہرتا؟ جب کفار ان تمام کفریات کا ارتکاب کرتے تھے تو پھر کس طرح ان کے متعلق آیات اور ان کے کلام کو ہمارے خلاف بطور دلیل پیش کرتے ہو۔

کفار انبیاء کرام کو جھوٹا اور جادوگر کہتے تھے، کیا ہم نے کبھی ان کے لیے ایسے الفاظ استعمال کیے؟ پھر کس طرح ان کفار سے متعلق آیات، ان کے بیانات کو ہمارے خلاف پیش کرتے ہو۔ شرم کرو۔

آگے صفحہ نمبر ۳۸ میں لکھتے ہیں۔

''تم کہتے ہو کہ ہم اپنے جیسے بشر کی اطاعت نہیں کر سکتے۔ میں کہتا ہوں کہ میں بشریت کی وجہ سے اطاعت نہیں کراتا۔ بلکہ خدا کا رسول ہونے کی وجہ سے واجب الاطاعت ہوں۔''

میر صاحب! پہلے نبوت کے لیے بشریت لازم ثابت کرنے کے لیے کفار کی آپ کو بشر بطور حقارت کہنے کی آیات دلائل میں پیش کر رہے تھے اور اب کہتے ہیں کہ میں بشر کی وجہ سے اطاعت نہیں کراتا بلکہ خدا کا رسول ہونے کی وجہ سے واجب الاطاعت ہوں۔ جب بشریت اور رسالت لازم وملزوم ہیں تو پھر رسالت تو واجب الاطاعت ہے بشریت کیونکر واجب الاطاعت نہیں؟ جو کچھ آپ ﷺ سے بحیثیت بشر رونما ہوا، وہ بھی امتیوں کے لیے واجب الاطاعت ہے۔

اسی صفحہ نمبر ۳۸ میں ۵ نمبر میں آیت پیش کرتے ہیں۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلاً فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ	اور کسی آدمی کے لیے ممکن نہیں کہ خدا اس سے بات کرے مگر الہام (کے ذریعے سے) یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ

مَا يَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَکِیْمٌ۔ (پ ۲۵، شوریٰ آیت نمبر ۵۱)
بھیج دے تو وہ خدا کے حکم سے جو خدا چاہے القا کرے۔ بے شک وہ عالی رتبہ اور حکمت والا ہے۔

اس کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

اس آیت میں کسی انسان کے ہم خدا تعالیٰ سے کلام ہونے کے تین طریقے بتائے گئے ہیں۔

اول: وحی (الہام قلبی) یعنی دل میں کوئی امر القا کر دینا۔

دوم: غیب سے از پس پردہ آواز کا سنائی دینا...... دوسرے اشخاص جو اگر چہ اس کے پاس ہوں (اس آواز کو) نہیں سن سکتے۔

سوم: فرشتہ کی معرفت پیغام پہنچنا۔ جس طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے پاس قرآن شریف کی وحی لے کر آتے رہے۔

ان ہر سہ طریقوں کو بشر سے مخصوص کیا ہے اور یہی تین طریقے ہیں جن میں خدائے تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے کلام کرتا ہے۔

اور ''نتیجہ'' صفحہ نمبر ۴۰ میں لکھتے ہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام خدا کے نزدیک بشر ہیں اور کسی چیز کی حقیقت جو کچھ خدا کے نزدیک ہے وہی واقعی ہے۔ کیونکہ خدا کا علم حقیقی ہے، سطحی نہیں۔

میر صاحب! ثابت تو یہ کرنا چاہتے تھے کہ عام بشر اور بشر رسول کی بشریت برابر ہے دونوں ایک جیسی ہیں۔ ان میں فرق نہیں لیکن اس بحث سے آپ خود انداز لگا سکتے ہیں۔ کہ عام بشر پر وحی نازل نہیں ہوتی۔ بشر رسول پر وحی نازل ہوتی ہے لہذا ان میں فرق ہے۔ عام بشر اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی آواز کو نہیں سن سکتا لیکن بشر رسول بے شمار عام بشروں کی موجودگی میں غیبی آواز سن لیتا ہے۔ لہذا ان کی بشریت

میں فرق قائم ہوگیا۔عام بشر کے پاس کوئی فرشتہ پیغامِ الٰہی لے کرنہیں آتا لیکن بشر رسول کے پاس نوری فرشتوں کا سردار حضرت جبرائیل علیہ السلام پیغام الٰہی لے کر آتا ہے۔اوراس نوری فرشتوں کے سردار کواس کی اصل شکل میں کوئی عام بشرنہیں دیکھ سکتا لیکن بشر رسول کی بشریت اتنی افضل واعلیٰ ہے کہ وہ اس بشریت کے ساتھ نوری فرشتوں کے سردار کواپنی اصل شکل وصورت میں دیکھ سکتا ہے۔

الغرض یہ کہنا کہ بشریت میں سب برابر ہیں قطعاً درست نہیں۔

جس طرح عام بشرکورسول کہنے والا کافر ہوجاتا ہے اسی طرح بشر رسول کو اپنے جیسا عام بشرقرار دینے والا بھی اپنا ایمان ضائع کربیٹھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے علم حقیقی اوراپنی افضل واعلیٰ بے مثل ذات کے مطابق حضرات انبیاءعلیہم السلام کواگر بشر کہتا ہے تو یہ کس طرح ثابت ہوگیا کہ عام بشراور بشر رسول میں فرق ختم ہوگیا۔اور بشریت میں سب برابر ہوگئے۔اللہ تعالیٰ نے تو عام بشراور بشر رسول کے فرق کوواضح الفاظ میں بیان فرمادیا ہے۔

آگے صفحہ نمبر ۴۰ سے ۴۴ تک حضور نبی کریم ﷺ کے ظاہری حلیہ مبارک، آپ کی اولاد، آپؐ کے نواسے، آپ کا سلسلہ نسب جس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہونا، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے پیدا ہونا، آپ کا وفات پانا، سے بشریت ثابت کی ہے۔

میر صاحب! ہماری کس کتاب میں آپ کی نورانیت پر یقین رکھنے کی وجہ سے مذکورہ بالا خصائص کا انکار کیا گیا ہے؟ اگر کیا ہے تو ثابت کرواور پھر ہمارے خلاف بطور دلیل یہ سب دلائل پیش کرو۔جب ایسا ثابت نہیں کرسکتے تو پھر کس طرح ہمیں آپ نبی کریم ﷺ کی بشریت کا منکر ثابت کرنے کے لیے ان کو بطور دلیل پیش کرتے ہو؟؟

میر صاحب! نبی کریم ﷺ کا حلیہ مبارک تو وہ ہے کہ جس کی رب کریم جل جلالہ قسمیں کھائے۔ کیا کسی عام بشر کے حلیہ، اعضاء کی قسمیں رب کریم نے کھائی ہیں؟ اگر اٹھائی ہیں تو ہم عام بشر اور بشر رسول میں فرق نہ ہونے کو تسلیم کرلیں گے۔

میر صاحب! نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ اور اہل بیت کی طہارت اور پاکیزگی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے۔ کیا کسی عام بشر کے لیے بھی ایسا ثابت کر سکتے ہو؟؟

آپ کے نسب نامہ کی پاکیزگی کے علاوہ کسی عام بشر کے نسب نامہ کی پاکیزگی کو بھی ثابت کر سکتے ہو؟

میر صاحب آگے صفحہ نمبر ۴۴ سے ''تغیر حالات کی پیشگوئی'' کے تحت لکھتے ہیں۔

''عقیدہ وعبارات کے تغیرات میں یہ بھی ہو کر رہا کہ فرط محبت وتعظیم کی وجہ سے جس قسم کا اعتقاد ہندوؤں نے کرشن جی کے اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تراشا، اسی قسم کا اعتقاد اب اس امت مرحومہ میں آنحضرت ﷺ کے متعلق پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، اور جو روش ان کے غلط رو علماء اور نفس پرست مشائخ وفقراء نے عوام کی ذہنیت کے بگاڑنے اور غلط طریق استدلال سے ان کو مشرکانہ الجھنوں میں پھنسائے رکھنے میں اختیار کی تھی، اور اس کا نام کرشن جی کی اور حضرت مسیح علیہ السلام کی تعظیم ومحبت رکھا تھا۔ اس طرح اس زمانہ کے غلط رو علماء اور نفس پرور مشائخ اور پیروں نے بھی ہندوؤں اور عیسائیوں کی روش پر جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت وتعظیم کے نام پر حنفی، سنی اور مجددی کہلاتے ہوئے غلط طریق استدلال اور عامیانہ اوہام سے عوام کی ذہنیت کو بگاڑ دیا ہے۔

اسی طرح ان سے پہلے شیعہ صاحبان حب اہل بیت، حب علی رضی اللہ عنہ، حب حسین (علیہ السلام) کے نام سے امت مرحومہ کے ایک بہت بڑے حصے کو غلط راستے پر ڈال دینے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔

ان نام نہاد سنیوں کے نزدیک یہی غلو اگر ہندو کرشن جی کے متعلق کریں تو وہ کافر و مشرک سمجھے جاتے ہیں اور اگر عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کریں تو وہ بھی کافر و مشرک۔ اور اگر شیعہ لوگ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ یا دیگر اہل بیت کے متعلق کریں تو غالی، ملحد کہلائیں لیکن اگر وہ خود یہی اعتقاد حضرت رسول اللہ ﷺ کی نسبت یا جناب سید عبد القادر جیلانیؒ کی نسبت یا جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت رکھیں تو یہ مسلمان کے مسلمان؟ اور سنی کے سنی؟ مولانا حالی مرحوم نے اسی قسم کے مسلمانوں اور سنیوں کی نسبت کیا خوب کہا ہے۔

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر ۔۔۔ جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر ۔۔۔ کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں ۔۔۔ پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں ۔۔۔ اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں ۔۔۔ شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے ۔۔۔ نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے
وہ دیں جس سے توحید پھیلی جہاں میں ۔۔۔ ہوا جلوہ گر حق، زمین و زماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں ۔۔۔ وہ بدلا گیا آ کے ہندوستاں میں
ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں ۔۔۔ وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

میر صاحب! اہل سنت و جماعت پر اس طرح کے بے بنیاد اعتراضات کرنے سے پہلے اپنے عالم ہونے کے متعلق تو سوچ لیتے کہ صحیح العقیدہ مسلمانوں پر اس طرح کے بے دلیل اعتراضات و بہتانات لگا کے کہیں میں اپنی آخرت تو برباد نہیں کر رہا۔

میر صاحب! کیا ہم نے کبھی ہندوؤں اور عیسائیوں کی طرح کسی کو خدا بنایا، پھر اس کی پرستش کی؟ کیا ہم اہل سنت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا کہا یا نبوت کا دعویدار ثابت کیا؟ کیا انہیں کبھی خلیفہ بلافصل کہا؟ کیا ان کے نام کا کبھی کلمہ پڑھا؟ کیا

غالی شیعوں کی طرح تحریف قرآن کا عقیدہ رکھا؟ کیا ہم دوسرے انبیاء علیہم السلام سے ان کی شان کو بڑھاتے ہیں؟ اسی طرح اگر ہم نے حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو ولی کے درجہ سے اوپر اٹھا کر صحابی ہی بنا دیا ہو تو ثابت کرو۔

کیا ہم نے کسی کو اللہ کا بیٹا اور تین معبودوں میں سے ایک معبود بنایا؟

کیا ہماری کسی کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی نبی یا ولی کی عبادت، پرستش جائز ہے؟

اگر ایسا ثابت نہیں کر سکتے ہو، کوئی دلیل حوالہ میں پیش نہیں کر سکتے ہو تو پھر اس طرح کے بے بنیاد بہتانات اور اعتراضات لگا کر اپنی آخرت کیوں برباد کر رہے ہو؟

اگر ہم نے امت مرحومہ کے بہت بڑے حصے کو غلط راستے پر ڈالا ہے تو اس غلط راستے پر ڈالنے کی دلیل سے نشاندہی کرتے۔ جاہل لوگوں کے طریقہ کار کو بنیاد بنا کو کروڑوں صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت پر الزامات لگاتے ہوئے شرم کیوں نہ آئی!

وہابی دیوبندی حالی نیچری کے اشعار ہر کتاب میں پیش کرتے ہیں۔ ان اشعار کو ہم پر چسپاں کرتے ہوئے ان کی گندی ذہنیت اور مکروہ شکل کے ساتھ ہمارا موقف اور عقیدہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) بلاشبہ بلاشبہ ہمارے نزدیک جو بھی غیر اللہ چاہے وہ بت ہو، جن ہو، بھوت ہو...... اس کی پوجا، عبادت، پرستش کرنے والا کافر ہے۔ کیونکہ معبود واحد صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

(۲) بلاشبہ وہ عیسائی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور وہ یہودی جو حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بناتے ہیں وہ مشرک ہیں، کافر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بیوی بچوں اور عزیز رشتہ داروں سے پاک ہے۔

(۳) بلاشبہ آگ کی پرستش کرنے والے بھی آگ کو معبود سمجھ کر اس کی عبادت

کرتے ہیں جبکہ معبود حقیقی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کے علاوہ جس کسی کی بھی پوجا، عبادت، پرستش کی جائے گی تو ایسا کرنے والا کافر ہو جائے گا۔

(۴) سجدہ کرنا عبادت ہے اور عبادت کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے اس لیے جو بھی کسی دوسرے کو سجدۂ عبادت کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(۵) اگر کوئی برج، ستاروں سے متعلق خبریں پڑھ کر ان پر یقین رکھے مثلاً سفر نہ کرے وغیرہ وہ بھی شرک خفی میں مبتلا ہے۔

(۶) ہم نے کبھی بھی کسی بھی نبی حتی کہ خاتم المرسلین، رحمۃ اللعالمین حضور نبی کریم ﷺ کو بھی خدا ثابت نہیں کیا کیونکہ ایسا کرنے والا کافر ہے۔ خدا وہ ہے کہ جس کی عبادت کی جائے، جو واجب الوجود ہو، ہاں نبی کریم ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ کی عطا سے اختیار، قدرت، علم، تصرف ثابت کرتے ہیں تو ساتھ ہی وضاحت کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر ذرہ کا بھی اختیار، قدرت، علم اور تصرف حاصل نہیں۔

(۷) پہلے نبی علیہ السلام کو خدا کر دکھانے کا بہتان لگایا۔ اب ساتھ ہی پہلے بہتان سے نچلا بہتان یہ لگا دیا کہ اماموں کا رتبہ نبی علیہ السلام سے بڑھاتے ہیں۔ نبی علیہ السلام پر تو وحی نازل ہوتی، کیا کسی امام کے متعلق بھی یہ کہیں لکھا کہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔ نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت کا نفاذ کرتا ہے کیا کسی امام کی شریعت ہے کہ اس نے شریعت محمدیہ ﷺ کو منسوخ کر دیا ہو؟ اماموں کا اجتہاد قرآن وحدیث کے تحت ہوتا ہے پھر وہ خود کس طرح صاحب شریعت بن گئے؟ کیا کسی امام نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ حدیث کے مقابلہ میں میرا اجتہاد افضل ہے

(۸) بلاشبہ نذر شرعی عبادت ہے اور یہ صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے ہے اور نذر عرفی ایصال ثواب ہے، میت کی طرف سے صدقہ ہے۔ اگر آپ اس کو نہیں مانتے تو نہ مانیں آپ پر کوئی زبردستی تو نہیں اور نذر عرفی کو نذر شرعی قرار

دے کر صحیح العقیدہ مسلمانوں پر فتوے لگا لگا کر شوق سے اپنی آخرت برباد کریں۔

(۹) کسی بھی نبی، ولی یا شہید کے وسیلہ سے دعا مانگنے کو ہم جائز قرار دیتے ہیں اور ان کی وفات کے بعد بھی ان کے وسیلہ کو جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ نبی کی نبوت وفات کے بعد ختم نہیں ہو جاتی، ولی کی ولایت ختم نہیں ہو جاتی، شہید کا مقام و مرتبہ عام آدمی جیسا نہیں ہو جاتا۔ اہل کتاب حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے فتح مانگتے تو ان کو اللہ تعالیٰ فتح عطا فرماتا۔ اللہ تعالیٰ جو اہل کتاب کی حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے پیدائش سے قبل وسیلہ سے فتح کی دعا قبول فرماتا تو وہابی اصول کے مطابق تو غلط کرتا ہوگا۔ جس طرح پیدائش سے پہلے آپ کا وسیلہ بارگاہ الٰہی میں مقبول ہے اسی طرح بعد از وفات بھی آپ کا وسیلہ بارگاہ الٰہی میں مقبول ہے۔

جب نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا جائز مانتے ہو تو صاحب نیک اعمال جس کی وجہ سے ہی نیک اعمال ہیں اس کے وسیلہ سے دعا کس طرح ناجائز ہو گئی؟

(۱۰) ہمارا عقیدہ توحید بڑا پختہ، واضح اور صاف ستھرا ہے کہیں بھی قرآن و حدیث سے متصادم نہیں۔ لیکن آپ کا عقیدہ توحید ہے کہ کوئی مزار پر جائے تو اس میں فرق آ جائے، کوئی کسی امام کی فقہ (قرآن و حدیث کا نچوڑ) کا مقلد ہو تو عقیدہ توحید میں فرق آ جائے۔ کوئی کسی نبی، ولی، شہید کی تعظیم کرے تو فرق آ جائے۔ کوئی کسی کے لیے ایصال ثواب کرے تو فرق آ جائے۔ کوئی در رسول پر حاضر ہو تو فرق آ جائے۔ کوئی کسی اللہ کے پیارے کے وسیلہ سے اللہ سے دعا کرے تو فرق آ جائے۔

۱۱۔ کبھی کسی عالم دین نے مسلمانوں پر کفر و شرک کے فتوے لگا لگا کر انہیں کافر و مشرک ثابت نہیں کیا تھا۔ یہ نجدیوں کے وہم و گماں کی پیداوار ہے۔ اسلام میں ہے کہ اگر کوئی کسی کو کافر کہے اور وہ کافر نہ ہو تو یہ کفر واپس اسی کہنے والے پر لوٹ آتا ہے۔ لیکن آہ نجدی علماء کی جہالت!

ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں
وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

میر صاحب آگے صفحہ نمبر ۴۶ پر "پولوس نے دین عیسوی کو کس طرح بدلا" کے تحت عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہنے کے کفریہ عقیدہ کے متعلق لکھنے کے بعد صفحہ نمبر ۴۸ میں بطور خلاصہ لکھتے ہیں۔ "غرض پولوس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف آپ کی محبت و تعظیم کا فریب دے کر دین عیسوی کو بگاڑا۔ اسی طرح آج کل کے بدعتی رہنما جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت و تعظیم کے فریب سے کلمہ شہادت کے برخلاف امت مرحومہ کے سادہ لوگوں کی ذہنیت کو بگاڑ رہے ہیں۔ انا للہ!

میر صاحب! جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت و تعظیم ہمارا عقیدہ اور جزو ایمان ہے۔ آپ کی محبت و تعظیم کے بغیر کسی مسلمان کا ایمان کامل نہیں۔ ہمارا عقیدہ تو ادب و تعظیم ہے لیکن تمہارے بڑوں کا ہرگز نہیں۔ ان کی کتابیں تو حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخیوں سے بھری پڑی ہیں۔

میر صاحب! ہم نے کلمہ شہادت کے خلاف کون سا نیا عقیدہ نکالا ہے؟ کیا ہم کسی اور کو الہ مانتے ہیں، معبود مانتے ہیں۔ اگر کوئی مانتا ہے تو کافر ہے۔

کیا ہم اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ کو عبدہٗ والرسولہ نہیں مانتے؟ اگر نہیں مانتے تو دلیل پیش کرو کہ ہم آپ کی عبدیت کا انکار کرتے ہیں اور آپ کے ابن اللہ ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں (معاذ اللہ)۔ ہم تو کسی نبی، ولی کی الوہیت یا عبادت کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جو ایسا کرتا ہے وہ کافر ہے۔

میر صاحب آگے صفحہ نمبر ۵۲ میں "کفار سے مشابہت" کے تحت لکھتے ہیں۔

یہی اعتقاد آج کل امت محمدیہ کے ان لوگوں کا ہو رہا ہے جو آنحضرت ﷺ کی بشریت سے انکار کر کے آپ کو انسانیت کے سوا کچھ اور بنانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ان

کی جماعت کا مقبول عام یہ شعر ہے۔

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر   اتر پڑا مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

ہم ان سب کے عقائد کو ایک نقشہ میں دکھا کر انصاف ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔

ہندوؤں نے کہا...... خدائے تعالیٰ...... کرشن کی صورت میں ظاہر ہوا۔

بدھوں نے کہا...... خدائے تعالیٰ...... بدھ کی صورت میں ظاہر ہوا۔

عیسائیوں نے کہا...... خدائے تعالیٰ...... حضرت مسیح کی صورت میں ظاہر ہوا۔

منکرین بشریت رسول نے کہا...... خدائے ذوالعرش...... حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صورت میں ظاہر ہوا۔

میر صاحب! آپ جھوٹے بہتانات لگا لگا کر اپنی آخرت برباد کر رہے ہیں۔ ہمارے نزدیک آپ ﷺ کی بشریت کا انکار کفر ہے۔ اور جو اس شعر کے مطابق عقیدہ رکھتا ہے وہ بھی کافر ہے۔ آپ ہمیں منکرین بشریت میں سے ثابت کر کے اپنی آخرت برباد کر رہے ہیں۔

میر صاحب ''آنحضرت ﷺ کی پیشینگوئی'' کے تحت صفحہ نمبر ۴۵ میں لکھتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ''الفوز الکبیر'' میں متعدد مقامات پر اس امت مرحومہ میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین جیسے عقائد و اعمال کا پیدا ہو جانا ذکر کیا ہے۔

میر صاحب! جو عیسائیوں کی طرح تثلیث کا عقیدہ رکھے ہم ایسا عقیدہ رکھنے والوں کے متعلق کفر کا فتویٰ جاری کرتے ہیں کیونکہ اللہ صرف اور صرف ایک ہے یہود و نصاریٰ نے ابن اللہ کا عقیدہ رکھا۔ ہم ایسے عقیدہ رکھنے والے پر بھی کفر کا فتویٰ جاری کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بیوی بچوں سے پاک ہے۔

میر صاحب! بلا دلیل الزامات لگانا اور اپنی گمراہ جماعت کی تعداد بڑھانا آپ کی جماعت کا وطیرہ ہے۔

میر صاحب! یہود و نصاریٰ نے الہامی کتابوں میں تحریف کی، ہم نے کب تحریف کی؟ جان بوجھ کے قرآنی آیات میں تحریف کرنے والا کافر ہے۔

یہود و نصاریٰ کی طرح کے عقائد تو شیعوں کے ہیں۔ ان کا ایک فرقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہود و نصاریٰ جیسے عقائد رکھتا ہے شیعہ تحریف قرآن کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ یہ شیعہ نبی علیہ السلام اور ان کی ازواج مطہرات کے متعلق بدزبانی کرتے ہیں اور جھوٹے الزامات لگاتے ہیں۔

میر صاحب! آپ اور آپ کی جماعت کو اہل سنت و جماعت کو کلمہ گو مشرک ثابت کرنے کا بہت جنون ہے۔ اس طرح کے دلائل کا تفصیلی رد میں نے اپنی کتاب ''شرک کی حقیقت'' میں کر دیا ہے۔

میر صاحب نے صفحہ ۶۲ سے آگے ''چند مغالطات اور ان کے جوابات'' کے تحت خود ساختہ مغالطے اور ان کے جوابات دیئے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت سے انکار کر کے آپ کو اس سے اوپر کچھ اور بنانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے عوام کو بہکانے اور بھڑکانے کیلئے چند شبہات پیدا کر رکھے ہیں۔ جن کی بنیاد وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت بتاتے ہیں۔ اور جو کوئی آپ کو قرآن و حدیث اور صحابہ کرام و تابعین اور جمیع آئمہ دین کی پیروی میں اور حقیقت واقعی کے لحاظ سے بشر، آدمی اور انسان کہے تو اسے گستاخی و بے ادب اور شان رسول کا گھٹانے والا کہہ کر عوام کی نظر میں برا بنا دیتے ہیں۔

میر صاحب ! ساری کتاب میں ایک حوالہ بھی کسی عالم دین کا پیش نہ کر سکے کہ بشریت سے انکار کر کے آپ کو اس سے اوپر کچھ اور بنانا چاہتے ہیں کیا بنانا چاہتے ہیں یہ تو بتاتے کہ جس کیلئے اس کی ضرورت تھی۔ ہمارے نزدیک تو آپ کی بشریت کا انکار کفر ہے۔ اور تمام انبیاء کا جنس بشر میں سے ہونا قطعی عقیدہ ہے۔ باقی رہا اپنے جیسا عام بشر کہنے کا سوال تو بلاشبہ آپ

کے امام اسماعیل قتیل دہلوی کی عبارات آپ پر اتمام حجت کیلئے کافی ہیں۔

اسماعیل دہلوی نے مشکوٰۃ شریف سے ایک حدیث نقل کی جس میں نبی علیہ السلام نے تواضعاً چند کلمات فرمائے ہیں۔ اس کے بعد ''ف'' سے فائدہ کا عنوان قائم کر کے مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں۔

''ف'' یعنی کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو اس میں بھی اختصار ہی کرو''۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۴)

اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں۔ ''جیسا کہ ہر قوم کا چوہدری اور گاؤں کا زمیندار سوان معنوں کو ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار''۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۴)

نبی علیہ السلام کی تنقیص کی یہ ایک خطرناک کوشش ہے۔ ہمیں کوئی سمجھائے کیا گاؤں کے چوہدری اور زمیندار کی اطاعت گاؤں والوں پر فرض ہوتی ہے۔ کیا چوہدری کو نہ ماننے سے گاؤں والے کافر ہو جاتے ہیں۔ پھر اس لغو تشبیہ سے کیا حاصل؟

اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں۔

''یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے الی ان قال اولیاء، انبیاء، امام و امام زادہ پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں۔ اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں۔ مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے''۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۲)

مزید لکھتے ہیں۔

''ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے''۔

(تقویۃ الایمان ص ۱)

قارئین کرام! آپ ان عبارتوں کو پڑھئے اور مزید عبارتیں میں نے پیچھے لکھ دی ہیں۔ اور

ان پر تبصرہ بھی پڑھیں۔تو آپ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ نبی علیہ السلام کے فضائل اور کمالات کو مٹانا کن لوگوں کا شعار ہے۔کیا نبی علیہ السلام کی بشریت اسی لئے دن رات پیش کی جاتی ہے کہ آپ کی شان میں اس طرح توہین کی جائے۔

میر صاحب! لکھتے ہیں کہ کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہے تو اسے گستاخ و بے ادب اور شان رسول کا گھٹانے والا کہہ کر عوام کی نظر میں بُرے سے بُرا بنا دیتے ہیں۔

میر صاحب! اوپر میں نے صرف چند عبارات پیش کی ہیں۔اس سے ہی واضح ہو جاتا ہے۔کہ آپ غیر مقلدین کو گستاخ کہا جاتا ہے۔وہ بلاوجہ نہیں ہے۔آپ کے گستاخ مصنفین کا شیوہ ہی یہی ہے۔کہ آپ کے فضائل و کمالات تو گھٹا کر کسی طرح عام بشر کے برابر لایا جائے۔

﴿۴﴾ استاذ العلماء حضرت شیخ الحدیث علامہ سید غلام محی الدین شاہ سلطان پوری شیخ الحدیث جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی اپنی مشہور علمی تصنیف ''دعوۃ الحق فی جواب معیار الحق'' کے صفحہ ۲۱ میں ایک سوال اور اس کا جواب اس طرح لکھتے ہیں۔

سوال:۔ جب قرآن مجید میں حضور اکرم علیہ السلام کا اپنے آپ کو بحکم خداوندی ''اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ'' کہنا موجود ہے۔تو پھر کسی غیر کے کہہ دینے میں کیا غلطی؟

الجواب:۔ اللہ جل مجدہ کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی لفظ سے مخاطب کرنا اور حضور علیہ السلام کا اپنے آپ کو بحکم مولیٰ کریم بشر کہنا۔اس میں اور ہمارے کہنے میں فرق ہے۔اگرچہ تحقیر مقصود نہ ہو پھر بھی اللہ کریم نے امت مرحومہ کو جو طریقہ سکھایا ہے۔اس پر عمل کیا جاوے جیسا کہ قرآن مجید میں ایسی چیز کی نسبت کرنے میں جو واقعہ میں ہے۔اور ایسی کلام سے خطاب کرنا جس کا مفہوم متکلم کے نزدیک ٹھیک مگر غیر اس سے تحقیر کرتے ہیں اور ایسے اصحاب کرام کو منع کیا گیا جن کے متعلق تحقیر نبی علیہ السلام کرنے کا گمان تک نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ آج کل کے مولوی کہتے پھریں کہ ہم کوئی تحقیر کر رہے ہیں۔

آیت ۱:

لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا۔ مت کہو راعنا اور کہو تم انظرنا

آیت ۲:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا۔ (سورۃ نور پ۱۸ ع ۹) مت مقرر کرو پکارنا پیغمبر کا درمیان اپنے جیسے پکارنا بعضے تمہارے کا ہے بعضوں کو۔

آیت ۳: وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔

ان آیات میں مولیٰ کریم نے اپنے محبوب علیہ السلام کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خطاب کرتے ہوئے خلاف ورزی پر حبط اعمال کی تحدید کر کے طریقہ تکلم و خطاب سکھایا اور کہا، میرے محبوب کو راعنا نہ کہو اگرچہ تمہاری نیت ٹھیک ہے مگر غیر اس سے غلط معنے لیتے ہیں۔ میرے محبوب کو محمد، احمد، ابن عبداللہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کہہ کر نہ بلاؤ، اگرچہ واقعہ میں یہ نام میرے محبوب کے ہیں مگر امتیازی شان یہ ہے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر پکارو۔

اونچی آواز سے بھی محبوب کے سامنے نہ بولو کہ کہیں تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں۔ اگرچہ اونچی آواز سے بولنا عقلاً گناہ نہیں۔ مگر شان نبوی میں وہ چیز بھی اللہ کریم کے نزدیک حبط اعمال کا ذریعہ ہو جاتی ہے۔ جب صحابہ کرام جیسے لوگوں کو روکا گیا ہے۔ تو پھر آج کل کے دیوبندی وہابی مولوی کس باغ کی مولی ہیں کہ کہتے پھریں کہ قرآن میں جب آیا ہے تو ٹھیک ہے۔ بشر مثلنا کہنا اور اللہ تعالیٰ نے جو تعلیم امت مسلمہ کو دی ہے اس پر غور نہ کیا جائے یہ جہالت ہے۔ سچے مسلمانوں کو لازم ہے کہ حسب حکم خداوندی عمل پیرا ہو کر اللہ کے انعام کے مستحق ہوں۔

آ گے صفحہ ۲۳ میں لکھتے ہیں۔

قرآن کریم میں کہیں ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے کہ کسی امتی مسلمان نے آقا ومولیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر مثلی یا مثلنا کہہ کر پکارا ہو یا کہا ہو من ادعیٰ فعلیہ البیان ۔خدارا مسلمانوں والا طریقہ اختیار کرو، کفار والا نہ ہو۔

کیونکہ بشریت کے موضوع پر کافی بحث ہو چکی ہے۔اس لئے اب میں میر صاحب کے خودساختہ مغالطے اور ان پر مختصر تبصرہ لکھ کر اس موضوع کو ختم کرتا ہوں۔میر صاحب لکھتے ہیں

پہلا مغالطہ :۔ جب یہ لوگ قرآن وحدیث کے نصوص اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے واقعات اور آپ کے حلیہ وصورت اور آپ کے جسمانی تعلقات زوجیت و ولدیت سے آپ کی جنس بشریت کے متعلق ہر طرف سے گھر جاتے ہیں تو یہ عذر کرتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کا حق ہے کہ وہ آپ کو بشر بھی کہے اور عبد بھی کہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطور تواضع اپنے آپ کو کہہ سکتے ہیں لیکن ہم کو ادب چاہئے اور یہ کلمہ نہ کہنا چاہئے جس طرح کہ بیٹا اگر چہ کتنا معزز وعہدہ دار ہو لیکن اس کا باپ اس کا نام پکارتا ہے اور پکار سکتا ہے اور وہ بھی دریافت کرنے پر اپنا نام ہی بتاتا ہے۔لیکن اس کے ماتحت لوگ ادب کے رو سے اس کا نام نہیں پکارتے بلکہ اس کے عہدے یا لقب سے پکارتے ہیں۔

میر صاحب لکھتے ہیں۔اس مغالطے کا جواب یوں ہے کہ اعتقاد کہتے ہیں۔دل میں کسی بات کے جمانے کو اور شہادت کہتے ہیں زبان سے اس اعتقاد کا اقرار کرنے کو۔اور حنفی مذہب میں علم عقائد کی سب کتابوں میں ایمان انہی دو باتوں کا کہا گیا ہے۔یعنی دل سے تصدیق کرنا اور زبان سے اقرار کرنا۔۔۔۔۔

جب دل میں اس بات کی تصدیق ہے کہ خدا کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے تو اگر آپ سے پوچھا جائے کہ بھائی صاحب! کیا آپ اس بات کو مانتے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی بھی حقدار اور لائق عبادت نہیں ہے تو آپ کو لازما ماننا پڑے گا کہ ہاں میں شہادت دیتا ہوں

کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔اور یہ ترجمہ ہے۔ اَشْهَدُاَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا
اور جب آپ نے دل سے مان لیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بندے اور اس کے پیغمبر برحق
ہیں تو اس کے بعد اگر آپ سے پوچھا جائے کہ کیا آپ دل سے مانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ
وسلم خدا کے بندے اور اس کے پیغمبر برحق ہیں۔تو آپ کو دریں صورت دل کے مان لینے سے
زبان سے بھی لازماً کہنا پڑے گا۔کہ ہاں میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے
بندے اور اس کے رسول ہیں۔اور یہ ترجمہ ہوگا "وَاَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ
وَرَسُوْلُهٗ" کا۔۔۔۔۔۔۔۔

اسی طرح جب آپ دل سے تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
بشر کہا ہے اور اس حقیقت واقعی کو بھی مانتے ہیں کہ آپ مثل دیگر انبیاء کے حضرت آدم علیہ
السلام کی اولاد میں سے تھے اور آپ نے اپنی زبان سے فرمایا کہ میں ایک بشر ہوں۔تو خدا کی
وحی "قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" کی دل سے تصدیق کرتے ہوئے آپ زبان سے بھی اس
کی شہادت دیں اور اس کا اقرار کریں تو یہ اقرار و شہادت ایمان کے دوسرے رکن کی تکمیل ہو
گی یا بے ادبی ہوگی؟

جب کلمہ شہادت میں آپ نے عبدہ کہہ لیا اور اس میں بے ادبی نہ سمجھی تو مطابق وحی
خداوندی جب آپ بشر کہیں گے تو بے ادبی کسطرح ہوگی؟

میر صاحب! ہماری ہر کتاب میں لکھا ہے کہ انبیاء جنس بشر سے ہوتے ہیں یہ بتانا کوئی بے
ادبی نہیں ہے۔لیکن آپ کو بشر بشر کہہ کر مخاطب کرنا بے ادبی ہے جیسا کہ پیچھے قرآنی آیات
سے وضاحت کی ہے۔

کیا" اشھدان محمدا عبدہ ورسولہ" میں آپ گواہی دیتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم میری طرح عام بشر ہیں۔ان کا مقام ومرتبہ میرے بھائی جتنا ہے۔اور ان کا
ادب واحترام بڑے بھائی جتنا کرنے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔تو یہ واقعی گستاخی ہے۔

اگر آپ کی کوئی توہین کرے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی کرے تو کیا یہ توہین و بے ادبی برابر ہے کیونکہ آپ بھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بشریت میں برابری کے دعویدار ہیں۔ آپ کی توہین کرنے سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا لیکن رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ بے ادبی کا لفظ بولنے سے کافر ہو جاتا ہے۔

آپ کی مجلس میں کوئی اونچا بولتا ہے تو کیا اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں صحابہ کرام جن کے پاؤں کی خاک کے برابر بھی آپ نہیں وہ اگر اونچا بولیں تو اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

میر صاحب ! دونوں جگہ بشر ہیں پھر ایک مجلس میں تو اعمال ضائع نہیں ہوتے دوسری مجلس (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس) میں اعمال کیوں ضائع ہو جاتے ہیں۔

آپ بھی بشر ہیں اور اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ جیسے ہی بشر ہیں تو اپ کو ابراہیم صاحب کہہ کر مخاطب کرنے سے کوئی منع نہیں کرتا لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ذاتی نام سے مخاطب کرنے کو اللہ تعالیٰ کیوں منع فرماتا ہے۔

میر صاحب! سوچیں اور دل و دماغ کو ادب کے دائرے میں رکھ کر سوچیں کہ کہیں ہم بشر بشر کی رٹ لگا کر اپنی آخرت برباد تو نہیں کر چکے۔ کیوں اپنی عوام کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر بشر کہنے کی عادت ڈال کر ان کی بھی آخرت برباد کر رہے ہیں۔

وہابی دیوبندی عوام اب اسی وجہ سے تو ں تکرار کرتی ہے۔ کہ بشر کہنا کیوں جائز نہیں؟

میر صاحب! یہ ہمارا تعظم میں غلو نہیں۔ نصاریٰ کا غلو تو یہ تھا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنایا۔، اللہ کا بیٹا بنایا۔ کیا ہم ایسا عقیدہ رکھتے ہیں۔ جو ساری کتاب میں یہود ونصاریٰ کی مثالیں دے رہے ہو۔ کیا تمہیں یہی تعلیم دی گئی ہے۔ کہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کو غالی ثابت کرتے رہو۔ انہیں یہود ونصاریٰ سے ملاتے رہو۔ کیا ایک عالم کو یہ بات زیب

دیتی ہے، شرم کرو۔

دوسرا مغالطہ:۔ قرآن شریف میں یہود و نصاریٰ کی مذمت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ (کتاب خدا کی) بات کو اس کی (اصل) جگہ سے ہٹا دیتے ہیں۔ یہ امر دو طرح کرتے ہیں۔ لفظاً بھی اور معناً بھی۔ لفظاً اس طرح کہ کتاب اللہ کے لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دیتے ہیں دیتے ہیں جس سے اس کے معنے بھی بدل جاتے ہیں اسے تحریف لفظی کہتے ہیں اور معناً اس طرح کہ لفظ تو قائم رکھا لیکن اس کے معنی خدا کی مراد کے خلاف بدل کر اور اقرار دے لئے اسے تحریف معنوی کہتے ہیں۔

سیالکوٹ شہر میں ایک اجنبی مولوی صاحب بنام عبدالغنی آئے ہیں۔ انہوں نے آیت " قل انما انا بشر مثلکم " کے معنی میں یہ تحریف کی اس آیت کے یہ معنی ہیں۔ کہ "اے پیغمبر تم ان سے کہہ دو کہ بے شک میں نہیں ہوں تم جیسا بشر"۔ "اِن" کے معنی بے شک اور "ما" کے معنی نہیں۔ "انا کے معنی ہیں۔ یہ بے ادب لوگ قرآن کا ترجمہ بدل کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

آگے لا حاصل بحث کرنے کے بعد صفحہ ۷۹ کے آخر میں خود ہی اقرار بھی کرتے ہیں کہ یہ مولوی عبدالغنی صاحب سیالکوٹ کے بعض دیگر غالی بریلوی مولویوں سے اپنے تراشیدہ معنی کی تصدیق کروانے گئے تو انہوں نے اس کے ترجمہ کی تصدیق کرنے سے انکار کر دیا۔ اور یہ مولوی صاحب ان کو سخت سست کہتے ہوئے واپس آ گئے۔

میر صاحب خود ہی اقرار کرنے کے باوجود کہ اس مولوی کے ترجمہ کی کسی نے تصدیق نہ کی "انما انا بشر مثلکم " کی صرفی ونحوی بحث شروع کر دیتے ہیں۔

میر صاحب نے واعظ قسم کے عامی مولوی کے رد میں اپنی علمیت بگھارنے کیلئے یہ کتاب لکھ ماری۔ میر صاحب کی اس ساری کتاب کا جواب چند لفظوں میں یہی ہے کہ ہمارے نزدیک آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کرنا کفر ہے۔ اور اس جاہل مولوی کا یہ ترجمہ

سراسر غلط ہے۔ اگر ہمارے کسی مستند عالم یا مترجم نے یہ ترجمہ کیا ہو تو دکھائیں؟ میر صاحب کو ساری کتاب میں اپنے مدعا کو ثابت کرنے کیلئے ہمارے کسی عالم کی کتاب سے کوئی عبارت نہ مل سکی اور جاہل قسم کے واعظ مولوی کے رد کیلئے خود ساختہ اعتراضات قائم کیے اور خود ہی ان کا رد کرتے رہے۔

میر صاحب! جاہلوں کا قول فعل حجت نہیں ہوتا۔

میر صاحب! یہ جہالت آپ غیر مقلدین کے ہی حصے میں آئی ہے کہ قرآنی آیات کے شان نزول کو قطعاً نظر انداز کرتے ہوئے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بخاری شریف میں ان لوگوں کے متعلق شریر ہونے کا فتویٰ پڑھنے کے باوجود ساری بتوں اور من دون اللہ کے متعلق آیات انبیاء، اولیاء کرام پر چسپاں کرتے رہتے ہیں اور توحید کے نام سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

میر صاحب !دوسروں پر اعتراض کرنا آسان ہے خود کا محاسبہ کرنا مشکل ہے۔

تیسرا مغالطہ:۔ یہ تیسرا مغالطہ بھی اسی مولوی کی طرف سے لکھتے ہیں کہ بہت لوگوں سے سنا ہے کہ وہ اپنے واعظوں میں فرمایا کرتے ہیں۔ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ رسول کو بشر کہنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔

فقالوا ابشر یهدوننا فکفروا — یعنی انہوں نے کہا کہ کیا ہم کو بشر ہدایت کرتے ہیں پس وہ کافر ہو گئے

(پ ۲۸ سورۃ تغابن۔ آیت ۶)

یعنی رسولوں کو بشر کہنے کی وجہ سے وہ لوگ عنداللہ کافر ہو گئے۔

اس مغالطہ کے جواب میں میر صاحب لکھتے ہیں۔ کہ اس کا جواب دو طرح پر ہے اول اسطرح کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر کے انبیاء علیہم السلام اور ان کی قوموں کے متعلق حکایۃً مذکور ہوئی ہے۔ اگر اس آیت سے یہی مراد ہے جو مغالطہ دینے والے بزرگ نے بتائی ہے تو اس سے نتیجہ یہ نکلے گا کہ سب انبیاء جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر

ہوئے بشر اور اولاد آدم علیہ السلام سے نہ تھے حالانکہ یہ خلاف قرآن وحدیث ہے۔اور سراسر باطل ہے۔کوئی بھی اس کا قائل نہیں دیگر اس طرح کہ یہ معنی بالکل غلط اور خلاف تصریحات مفسرین ہیں۔اور تحریف معنوی ہے۔آیت کو آگے پیچھے سے ملانے سے واضح ہوتا ہے کہ ان سب قوموں نے حسب آئین کفر اپنے اپنے وقت کے رسولوں کی رسالت سے اسلئے کفر کیا کہ وہ بشر کیلئے خدا کی رسالت جائز نہیں جانتے تھے۔(اختصاراً)

میر صاحب! واقعی یہ درست ہے کہ وہ بشر کو رسالت ملنے کے منکر تھے۔اور یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے کہ اس کی عطا کی ہوئی رسالت کو تسلیم نہ کیا جائے اور توہین انبیاء کفر ہے اور وہ اس کے مرتکب ہوتے تھے۔کیونکہ جب وہ ان کو نبی تسلیم ہی نہیں کرتے تھے۔تو پھر وہ ان کا ادب واحترام کس طرح کرتے۔

میر صاحب! کفار تو بشریت ورسالت کے ایک ذات میں جمع ہونے کے منکر تھے کیا ہم بھی منکر ہیں؟ آپ کی پوری جماعت اکٹھی ہو کر اس کے ثبوت میں ایک دلیل بھی پیش نہیں کر سکتی

میر صاحب! کفار توہین انبیاء کرتے تھے۔اور ہمارے نزدیک توہین انبیاء کفر ہے۔اگر آپ بھی اس پر متفق ہیں تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ''الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ'' میں آپ کے امام شہید کے ستر کفریات بتائے گئے ہیں۔ان کا رد نہیں کر سکتے تو تمہارے امام شہید۔نے اگر توبہ نہیں کی تو اس پر شرعی حکم کے مطابق فتویٰ جاری کرو۔اور جو ان عبارات کو تسلیم کرتے ہیں۔ان پر بھی۔

میر صاحب! یہاں تو آپ نے تسلیم کر لیا کہ یہ اور اسطرح کی دوسری آیات ان قوموں کے متعلق حکایۃً مذکور ہوئیں ہیں۔لیکن جب تمہاری جماعت من دون اللہ اور مشرکین ومنافقین والی آیات توحید کے ثبوت اور صحیح العقیدہ مسلمانوں کو کافر مشرک بنانے کیلئے پیش کرتے ہیں اس وقت تو ان جاہل اہلحدیثوں کو کوئی یہ نہیں سمجھاتا کہ یہ آیات تو مشرکین وکفار سے حکایۃً مذکور ہیں۔انبیاء کرام اور اولیاء کرام من دون اللہ نہیں، من دون اللہ تو جہنم میں جائیں گے تو

پھر کس طرح من دون اللہ والی آیات انبیاء کرام اور اولیاء کرام پر لگاتے ہو۔
انبیاء و اولیاء کرام کو بے بس و مجبور ثابت کرنے کیلئے بتوں کی آیات پیش کرتے ہو۔ کہ یہ مکھی کا پر نہیں بنا سکتے۔ انبیاء کرام کی حیات اور سماع موتی کا انکار کرنے کیلئے بتوں کی آیات پیش کرتے ہو کہ یہ سن نہیں سکتے۔

میر صاحب! عقیدہ کسی بھی مسلک کے علماء کرام کی عبارات سے بنتا ہے نا کہ جاہل واعظوں کی تقریروں سے۔ میں نے علماء اہل سُنّت کی درجنوں عبارات پیش کی ہیں کہ ہم اہل سنت و جماعت انبیاء کرام کی بشریت کے منکر کو کافر قرار دیتے ہیں۔ لیکن غیر مقلدین اور دیوبندی ایسے جاہل ہیں کہ پھر بھی آئے روز کوئی نہ کوئی رسالہ لکھتے رہتے ہیں اور اپنی آخرت برباد کرنے کیلئے اس میں بغیر کسی حوالہ کے لکھتے رہتے ہیں۔ کہ اہل سنّت و جماعت حنفی بریلوی انبیاء کرام کو صرف نور اور وہ بھی صرف نور حسی تسلیم کرتے ہیں۔ اور دلیل میں انبیاء کرام کی بشریت کی آیات و احادیث پیش کر کے اپنی کتابوں کی ضخامت بڑھاتے رہتے ہیں۔ اور لوگوں کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ یہ دیکھیں یہ ان آیات و احادیث کے منکر ہیں۔ اس طرح غیر مقلدین اور دیوبندی اپنی لاتفرقوا کی خلاف ورزی کرنے والی جماعت میں اضافہ تو ضرور کر لیتے ہیں لیکن اپنی آخرت کی فکر نہیں کرتے کہ جب روز حساب اس طرح کی فریب کاریوں اور حیلہ سازیوں کا جواب دینا ہوگا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی لئے بھیجا تھا کہ غیر مقلدین اور دیوبندی جماعت میں اضافہ کرنے کیلئے مسلمانوں پر بہتان تراشی کریں۔ جھوٹ بولیں، جھوٹے عقائد منسوب کریں، ظنی عقیدہ کو قطعی بنا کر پیش کریں، عبارات کو توڑ مروڑ کر آگے پیچھے سے چھوڑ کر نامکمل پیش کریں۔ کہ جس سے عوام ان کے متعلق انتہائی غلط تاثر لیں اور صحیح العقیدہ ہونے کے باوجود ان کو کافر، مشرک، گمراہ تصور کرتے رہیں۔

ہمارے علماء کرام صحیح کہا کرتے ہیں کہ غیر مقلدین اور دیوبندی یہ سب کچھ اس لئے کرتے ہیں تا کہ وہ اپنے بڑوں کی گستاخانہ کفریہ عبارات کو چھپا سکیں۔ اور لوگوں کو ایسے موضوعات پر

الجھائے رکھیں جو قطعاً متنازعہ نہیں ہیں۔

ہمارا کوئی بھی عقیدہ چاہے وہ قطعی ہو یا ظنی ایسا نہیں کہ وہ چودہ سو سال کے علماء سلف صالحین کی کثیر تعداد سے ثابت نہ ہو۔ اصل میں سلفی یہ غیر مقلدین نہیں بلکہ ہم ہیں کہ ہم اپنے سلف صالحین کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ اور ہمارے صحیح العقیدہ ہونے کی وجہ بھی یہی ہے۔

چوتھا مغالطہ: کے تحت میر صاحب نے جتنی بحث کی ہے۔ اس کا جواب میں لعل شاہ بخاری دیوبندی کی کتاب میں بڑی تفصیل سے دے چکا ہوں۔

میر صاحب نے آگے بھی تین خود ساختہ مغالطے اور انکا رد لکھا ہے۔ ان کے جواب میں میں مختصر یہی لکھ کر اس موضوع کو ختم کرتا ہوں کہ انبیاء کرام جنس بشر سے ہوتے ہیں۔ وہ صرف بشر ہی نہیں ہوتے وہ بشر رسول ہوتے ہیں وہ جن یا ملائکہ میں سے نہیں ہوتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سید البشر ہیں۔ آپ اکرم البشر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اولاد آدم کے سردار ہیں۔ آپ اس وقت بھی نبی تھے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں کہ شیطان جن کی شکل اختیار نہیں کرسکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افضل البشر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکمل البشر ہیں۔ آپ صاحب تاج معراج ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حامل لواء الحمد ہیں۔ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ صاحب مقام محمود ہیں۔

المختصر :۔ پوری کائنات میں کوئی آپ جیسا نہیں۔

میں تمام غیر مقلدین اور دیوبندیوں کو دعوت فکر دوں گا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو پہچاننے کی کوشش کریں۔ اور اس بات پر بار بار اصرار نہ کریں کہ ہم بشر کیوں نہ کہیں، تمہارے امام شہید نے تقویۃ الایمان میں سرتوڑ کوشش کی کہ عام بشر اور بشر رسول کے

فرق کوختم کر سکے۔ آپ بھی اس موضوع پر کتابیں اس لئے لکھتے ہیں کہ بشریت میں مساوات ثابت کر سکیں۔

میر صاحب اپنی کتاب کے آخر میں (صفحہ نمبر ۱۲۵) ''قصیدہ بردہ اور بشریت رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' کے تحت لکھتے ہیں۔

یہ قصیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کہا گیا ہے اور بہت متبرک سمجھا جاتا ہے۔ (آج کے غیر مقلدین کو تو اس قصیدہ میں بہت سے شرکیہ اور کفریہ اشعار نظر آتے ہیں) حنفی اور غیر حنفی سب لوگ اس کو مانتے ہیں۔ اسکے مصنف ابو عبداللہ شرف الدین محمد بن سعید بن حماد بوصیری قدس سرہ ہیں۔ باعث انشاء یہ ہے کہ امام موصوف کا نچلا دھڑ عارضہ فالج سے بیکار ہو گیا تھا۔ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں قصیدہ کہنے کا الہام ہوا۔ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوا (موجودہ غیر مقلدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں زیارت نہ ہونے کے موضوع پر رسائل لکھ رہے ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے جسم پر ہاتھ مبارک پھیرا صبح جب بیدار ہوئے تو بالکل تندرست تھے۔ (موجودہ غیر مقلدین کیلئے لمحہ فکریہ ہے) اس میں امام بوصیری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

دع ما ادعته النصاریٰ فی نبیھم

واحکم بما شیت مدحا فیه واحتکم

یعنی اس دعویٰ کو جو نصاریٰ نے اپنے نبی عیسیٰ علیہ السلام کی بابت کیا ہے چھوڑ دے اور اس کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں جو کمال نبوت ہے تو چاہے اس سے آپ کی مدح کر اور اس پر پختہ رہ۔

اسی میں آپ یہ بھی فرماتے ہیں۔

فمبلغ العلم فیه انه بشر
وانه خیر خلق اللّٰه کلھم

یعنی پس آپ کے متعلق ہمارے فہم و علم کی انتہا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں اور یہ کہ آپ تمام خلق اللہ سے بہتر ہیں۔

آخر میں علمائے اہل سنت و جماعت کے چند مزید حوالے ان کی کتب سے پیش کرتا ہوں تا کہ قارئین پر واضح ہو جائے کہ اہل سنّت و جماعت کا عقیدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کتنا صاف شفاف ہے۔ ہم پر بے بنیاد بہتانات والزامات عائد کر کے اپنی تعداد بڑھائی جاتی ہے۔ اور اس طرح کے الزامات و بہتانات سے جو آخرت میں اثرات مرتب ہوں گے ان کو یہ بھول جاتے ہیں، اور بڑی ڈھٹائی سے اپنی تقریروں اور تحریروں میں یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے منکر ہیں۔

محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے خانیوال میں جلسہ ''عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے موقع پر تقریر فرمائی جو ہفت روزہ ''مبصر'' کی جلد ۱۳ شمارہ ۱۷/۲۲۔ اپریل ۱۹۸۴ء میں شائع ہوئی۔ جو شان رسول صلی اللہ علیہ وسلم بزبان فنائی الرسول کے نام سے علیحدہ رسالہ کی شکل میں چھپی اس میں آپ نے فرمایا۔

''ہم اہل سُنّت کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام بشر ہیں مگر بے مثل۔ انسان ہیں مگر بے مثل۔ آدمی ہیں مگر بے مثل .... حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کے بعد رسول اللہ مذکور ہے اس سے آپ کو تمام انسانوں، بشروں، آدمیوں سے جو رسول نہیں ہیں امتیاز دیا گیا۔ ہم بشر فقط ہیں مگر ہمارے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بشر فقط نہیں ہیں بلکہ بشر رسول اللہ ہیں۔ چونکہ آپ بشر اکمل ہیں، انسان بے مثل ہیں، لہٰذا تمام کمالات بشر اور

فضائل انسانی آپ میں اکمل طریقہ سے پائے جاتے ہیں اور چونکہ آپ رسول اعظم ہیں، لہٰذا انبیاء ومرسلین کے کمالات وفضائل سے آپ میں زیادہ اور اعلیٰ کمالات وفضائل پائے جاتے ہیں۔آپ بشریت کے اعتبار سے تمام بشروں سے افضل ہیں اور بے مثل ہیں اور آپ کمال رسالت کی حیثیت سے تمام رسولوں سے افضل اور بے مثل ہیں۔تو یہ بات واضح ہوگئی کہ جو بشر ہے اور رسول نہیں اس میں رسالت کے کمالات نہیں اور جو بشر رسول ہے اس میں بشری کمالات بھی ہیں اور کمالات رسالت بھی ہیں۔(صفحہ ۸۔۹)''

علامہ عبدالحق ظفر چشتی صاحب:

آپ اپنی تصنیف ''اللہ کے شاہکار محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' (ناشر کرم پبلیکیشنز مصطفیٰ آباد لاہور) کے صفحہ ۱۳۱ میں ''نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' کے تحت لکھتے ہیں۔

''تو نتیجہ یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظلمت نہیں نور ہیں۔اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرشتے یا جن نہیں بلکہ بشر اور انسان ہیں گویا حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں اور بشر بھی۔یعنی آپ بے مثل اور بے مثال نوری بشر ہیں۔''

ہمارے نزدیک حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کے بارے میں نور ہونے کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ کے نور کا ٹکڑا ہیں اور نہ ہی ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضور نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے نور کا مادہ اللہ تعالیٰ کا نور ہے۔العیاذ باللہ۔اور اس کا یہ مفہوم بھی ہرگز ہرگز نہیں کہ حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور، اللہ تعالیٰ کے نور کی طرح ازلی وابدی ہے اور اس کا یہ مفہوم بھی نہ سمجھا جائے کہ اللہ تعالیٰ حضور، فداہ امی وابی الفا الفا کی ذات میں سرائیت کر گیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
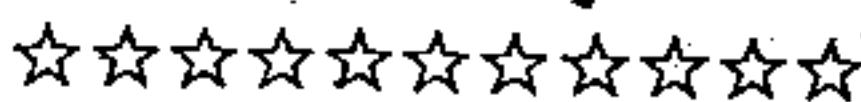
حضرت علامہ الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب

آپ کے افادات سے مرتبہ رسالہ ''تحفہ معراج اور حقانیت اہل سُنّت'' کے صفحہ نمبر ۲۲ (ادارہ رضائے مصطفیٰ چوک دارالسلام گوجرانوالہ) میں ہے۔

''حقیقت یہ ہے کہ رب کریم نے اپنے حبیب کریم کو جامع الصفات پیدا فرمایا ہے۔ آپ بے مثل بشر بھی ہیں اور بے مثل نور بھی۔ اس لئے جہاں آپ کی رسائی ہے وہاں نہ محض بشر جا سکتا ہے نہ نوری جا سکتا ہے۔ آپ بشر ایسے ہیں کہ سید البشر کہلاتے ہیں اور نوری ایسے ہیں کہ نوریوں کے بھی آقا و مولیٰ ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)''

مفتی محمد خاں قادری صاحب

آپ اپنی تصنیف ''شان نبوت قرآن وسنت کی روشنی میں''(مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور) کے صفحہ ۵۳ میں ''حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہونا'' کے تحت لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں شانیں عطا فرمائی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کامل نور بھی ہیں اور کامل بشر بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دونوں شانیں اپنی مثل نہیں رکھتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کے مقام کا تصور تو کجا کوئی نوری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت میں نور ہیں اور لباس بشریت میں ہماری ہدایت کیلئے تشریف لائے ہیں۔ اور بشریت بھی کاملہ ہے۔ تاکہ ہمارے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اسوہ حسنہ بن سکے۔

آگے صفحہ نمبر ۵۵ میں لکھتے ہیں۔

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقتاً نور ہونے پر یہ بات بھی شاہد عادل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق بشریت کی تخلیق سے پہلے کی ہے۔ بشریت کی ابتداء سیدنا آدم علیہ السلام

سے ہوئی ہے حالانکہ آپ کی خلقت پہلے ہو چکی تھی جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فوق البشر ہونے کو تسلیم نہیں کرتے اور عام بشر قرار دیتے ہیں ان کا رد فرماتے ہوئے مفتی مدرار اللہ دیوبندی کی کتاب (عصمت انبیاء: ۱۳۸) کا حوالہ پیش کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں"

"ہم بتانا چاہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام بشر ہونے کے باوجود منصب رسالت ونبوت سے سرفراز ہونے کی بنا پر فوق البشر بھی ہیں اور کوئی غیر نبی شخص خواہ وہ انسانیت کے کتنے ہی بلند مرتبے پر فائز کیوں نہ ہو انبیاء علیہم السلام کی خاک پاک کو نہیں پہنچ سکتا۔"

گھر کی گواہی کے بعد مان جانا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام بشر ہونے کے باوجود مافوق البشر صلاحیت کے مالک ہوتے ہیں۔

زینت العلماء حضرت علامہ سیّد شاہ تراب الحق قادری صاحب

آپ نے چارسو ایمان افروز اور روح پرور احادیث کا مجموعہ "ضیاء الحدیث" مرتب فرمایا ہے۔ اس میں آپ سرخی دے کر درج ذیل حدیث لکھتے ہیں۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل بشر ہیں"

حدیث نمبر ۱۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات دن پے در پے روزے رکھنے سے منع فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی تو رات دن پے در پے روزے رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم میں کون میری مثل ہے (تمام صحابہ خاموش رہے) پھر فرمایا، بے شک میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

صاحبزادہ علامہ سید افتخار الحسن زیدی صاحب

آپ اپنی مشہور تصنیف "مقامات نبوت صلی اللہ علیہ وسلم" کے صفحہ نمبر ۶۴ میں "بے مثل بشر

صلی اللہ علیہ وسلم" کے تحت لکھتے ہیں۔

"ہر نبی یقیناً بشر ہوتا ہے اور وہ کھاتا بھی ہے اور پیتا بھی۔ چلتا بھی ہے اور پھرتا بھی۔ نکاح بھی کرتا ہے اور اس کی اولاد بھی ہوتی ہے۔ بلکہ بشر ہونے کی حیثیت میں بشریت کے تمام تقاضے اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ مگر محض اس بنا پر ہی نبی کو اپنے جیسا بشر سمجھ لینا نہ صرف بے ادبی اور گستاخی ہے بلکہ کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ "قل انما انا بشر مثلکم" کہ اے میرے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم! تم کہہ دو کہ میں تم جیسا ایک بشر ہوں، لیکن مجھ پر وحی آتی ہے۔"

آگے صفحہ نمبر ٦٦ میں لکھتے ہیں۔

"جس نبی کی تدبیر خدا کی تقدیر اور جس کی حرکت میں خدا کی برکت ہو اور جس کی زبان مشیت الٰہی کی ترجمان اور جس کا بیان خدا کا قرآن ہو اور جس کی انگلی کے ایک اشارے سے آسمان پر چودھویں رات کا چاند پھٹ جاوے اور جس کے حکم سے ڈوبا ہوا سورج واپس آجاوے، بھلا وہ نبی ہماری مثل کیسے ہو سکتا ہے؟ ہمارے تھوک میں زحمت و وباء، لیکن نبی پاک کے تھوک میں رحمت و شفا ہم سو جائیں تو وضو ٹوٹ جائے، نبی سو کر اٹھے تو وضو نہ ٹوٹے ہمارا سونا غفلت، نبی کا سونا عبادت، اور وہ نبی کہ جس راستے سے گزر جائے تو وہ راستہ خوشبو سے مہک اُٹھے اور جس کی انگلیوں سے پانی کے چشمے اُبل آئیں اور جس کا دست مبارک سیاہ چہرے کو جمال یوسفی بنا دیتا ہو اور جس کی زیارت تمام عبادات سے افضل ہو اسی نبی کو اپنی مثل سمجھ لینا بے دینی، گمراہی اور کفر نہیں تو اور کیا ہے؟"

آگے صفحہ نمبر ٦٧ میں لکھتے ہیں۔

"اور اگر یہ تسلیم کر لیا جاوے کہ حضور علیہ السلام بھی ہم جیسے ہی ایک بے اختیار بشر تھے تو پھر غلام احمد پرویز منکر حدیث کے انکار حدیث ایسے باطل اور گمراہ کن عقیدے کو درست اور

صحیح ماننا پڑے گا کیونکہ وہ نبی جو ہماری طرح کا ایک مجبور ومعذور انسان ہے تو پھر اس کی کوئی بات بھی شریعت میں حجت نہیں ہو سکتی اور نہ توحید کے بنیادی عقائد مثلاً توحید باری تعالیٰ، منصب رسالت، ختم نبوت، حیات عیسیٰ علیہ السلام، حشر ونشر، نماز روزہ حج وزکوۃ، حساب وکتاب اور دیگر ارکان اسلام پر ہی یقین کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ان تمام کلیات کی تفسیر وتشریح اور تفصیل وتوضیح اس نبی کی زبان پاک سے بیان ہوئی جو ہماری ہی طرح کا ایک انسان ہے اور اس کی کوئی بات شریعت ودین میں حجت نہیں ہو سکتی اور یہ منصب خدا ہی کی طرف سے حضور علیہ السلام کو عطا ہوا۔

پارہ ۱۴ سورۃ نحل آیت ۴۴

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ

اے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے تجھ پر قرآن پاک نازل کیا ہے کہ تو اسے کھول کھول کر بیان کرے۔

اس طرح نہ صرف کہ قرآن پاک کی تفصیلات وتشریحات بے معنی ہو کر رہ جائیں گی بلکہ نفس قرآن کا بھی انکار کرنا پڑے گا کیونکہ یہ بھی اسی نبی نے فرمایا کہ قرآن خدا کی کتاب ہے جو نبی نعوذ باللہ ہماری طرح کا ایک مجبور محض انسان ہے حالانکہ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے صاحب کمالات اور صاحب اختیارات اور بے مثل وبے نظیر بشر ہیں کہ جن کی زبان اقدس سے نکلی ہوئی ہر بات شریعت میں حجت اور دین میں دلیل ہے اور جس کی ہر ادا دین اور جس کی ہر حرکت شریعت ہے

آگے صفحہ نمبر ۶۸ میں لکھتے ہیں۔

''سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرح کا ایک معمولی بشر کہنے والوں سے پوچھا جاوے کہ کیا اس ساری کائنات میں اور اس عالم موجودات میں کوئی اور بھی ایسا انسان یا

بشر ہے۔ جس کی اتباع و اطاعت کو لوگوں پر فرض کیا گیا ہو؟ اور کیا حضور علیہ السلام کے سوا کسی اور کو بھی یہ حق اور اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جس چیز کو چاہے حلال اور جس چیز کو چاہے حرام کر دے اور کیا اور کوئی انسان یا بشر بھی ہے جس کا فیصلہ نہ ماننے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ جب نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر ''بشر مثلکم'' کے فتوے کیوں؟''

صاحبزادہ صاحب نے آگے بڑی تفصیل سے دلائل دیئے ہیں۔ اختصار کے پیش نظر تمام دلائل کو پیش کرنے سے معذور ہوں۔ اس لئے آپ کی کتاب کا ہی مطالعہ فرمائیں۔

خطیب العصر علامہ مولانا منصب علی مجددی شرقپوری

آپ اپنی تصنیف لطیف ''منصب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم'' کے صفحہ ۵۸ میں ''بے مثل بشر'' کے تحت لکھتے ہیں۔

قندیل نورانی مقتدائے ارباب معانی امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''محجوبان کہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را بشر گفتند و در رنگ سائر بشر تصور نمودند ناچار منکر آمدند وصاحب دولتاں کہ اورا علیہ الصلوٰۃ والسلام بعنوان رسالت ورحمت عالمیان دانستند واز سائر ناس ممتاز دیدند بدولت ایمان مشرف گشتند واز اہل نجات آمدند (دفتر سوم حصہ ہشتم مکتوبات شریف)

جن عقل کے اندھوں نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہا اور دوسرے انسانوں کی طرح تصور کیا بالآخر منکر ہو گئے اور جن سعادت مندوں نے ان کو رسالت اور رحمت عالمیان کے طور پر دیکھا اور تمام لوگوں سے ممتاز اور سرفراز سمجھا وہ ایمان کی دولت سے مشرف ہو گئے اور نجات پانے والوں میں شامل ہو گئے۔''

سایہء رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک نظر

آخر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تاریک سایہ ثابت کرنے والوں کے رڈ کیلئے چند حوالے درج کر دیتا ہوں۔

ایک جاہل فاضل صاحب اپنے رسالہ ''سایہء رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' کے صفحے میں لکھتے ہیں۔ اس مذہب کے بانی مبانی مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب اپنی مایہء ناز کتاب حدائق بخشش میں فرماتے ہیں۔ کہ

تو ہے سایہء نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا

سائے کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

(حدائق بخشش جلد دوم ص ۳)

اس سے معلوم ہوا کہ فریق ثانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے کا انکار اس لئے کرتا ہے کہ آپ نور ہیں۔ حالانکہ دونوں مفروضے ہیں۔

میں مجدد صاحب کے اس شعر پر تعجب کیے بغیر نہیں رہ سکا کیونکہ آپ اول مصرعہ میں فرما رہے ہیں۔ کہ

تو ہے سایہ نور کا ...الخ اور دوسرے مصرع کے آخر میں فرماتے ہیں۔ نہ سایہ نور کا..... اگر آپ نور کا سایہ ہیں تو پھر یہ کہنا کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ صریحا غلط بات ہے۔ اور اگر نور کے سایہ کو درست مان لیا جائے تو پھر دوسرے مصرعہ کی صحت سے انکار لازم آتا ہے۔ اب آپ ہی فرمائیں کہ یہ کوئی پہیلی ہے یا مجددانہ تحقیق......

کیا کوئی صاحب خرد و عقل ایسے آدمی کو مجدد مان سکتا ہے۔

معترض کے پاس عقل ہوتی تو اسطرح کا اعتراض نہ کرتا۔ اعلیٰ حضرت کی سوچ فکر تک رسائی

آپ جیسے پڑھے لکھے جاہلوں کے بس کی بات نہیں ہے۔اعلیٰ حضرت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو مد نظر رکھ کر فرما رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے براہ راست بغیر کسی واسطہ کے آپ کو اپنی نورانی تجلی سے،اس کے عکس سے پیدا فرمایا۔اسلئے

تو ہے سایہ نور کا

کیونکہ آپ کی حقیقت نور ثابت ہے۔اس لئے آپ کا ہر عضو نور کا ایک ٹکڑا ہے۔

ہر عضو ٹکڑا نور کا

چونکہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ نورانی مخلوق کا تاریک سایہ نہیں ہوتا اور نہ ہی سائے کا آگے سایہ ہوتا ہے۔اس لئے آپ کی نورانی تخلیق جو اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی،اس کے عکس سے ہوئی اس کا سایہ ہونا ممکن نہیں۔

فاضل صاحب! آپ کی جاہلیت ثابت ہوئی یا نہیں؟ اب آپ کو کوئی عالم فاضل مان سکتا ہے شاید آپ کے متعلق ہی یہ مثل مشہور ہے۔

لکھیا نہ پڑھیا ناں محمد فاضل

اس رسالہ پر صفحہ ۲۳ میں لکھتے ہیں۔

اس وقت تک میں نے کچھ باتیں علی سبیل التنز ل تسلیم کرتے ہوئے آپ سے گفتگو کی تھی اب ایک بات علی سبیل الارتقاء عرض کرتا ہوں کہ نبی علیہ السلام کے نور اور عدم نور میں تو آپ کا اور ہمارا اختلاف ہے۔فرشتوں کے بارے میں تو ہم سب کا بلا اختلاف عقیدہ ہے۔کہ وہ نُوری مخلوق ہے اب میں آپ کو اس نوری مخلوق کے بارے عرض کرتا ہوں کہ سایہ تو اس کا بھی چاہے ہم دیکھ نہ سکیں لیکن سائے کا انکار مبنی بر جہالت ہے۔

چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو فرشتوں نے ان پر اپنے پروں کا سایہ کیا تھا۔الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔

فما زالت الملائکة تظلہ باجنحتھا حتیٰ رفعتموہ (بخاری کتاب الجنائز)

جب تک تم نے ان کی نعش نہیں اٹھائی فرشتوں نے ان پر اپنے پروں کا سایہ کئے رکھا۔

جیسے یہ روایت میرے مدعا کی واضح دلیل ہے اسی طرح اس روایت سے آپ کے مجدد مائۃ حاضرہ کی ''حدائق بخشش'' میں تعمیر کردہ عمارت بھی دھڑام سے گرگئی۔

ے شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہو پھینکتے
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

معلوم ہوا کہ مولانا احمد رضا خاں احب کا یہ فرمانا کہ ''نہ سایہ نور کا'' یہ مجدانہ مفروضہ ہے کوئی شرعی دلیل نہیں۔

فاضل صاحب ! کیا فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی تجلی (عکس) سے پیدا فرمایا ہے؟

کیا فرشتوں کی نورانیت نبی کریم ﷺ کی نورانیت کی قسم سے ہے؟

کیا فرشتوں کا سایہ تاریک سایہ تھا۔ کہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ دوسروں کو بھی نظر آیا ہو؟

اگر فرشتوں کا سایہ تاریک سایہ ثابت نہیں کر سکتے جو نظر آتا ہو، پھر نبی کریم ﷺ کیلئے کس طرح تاریک سایہ ثابت کرتے ہو جب کہ آپ سب سے افضل مخلوق ہیں؟

فاضل صاحب! صحیح حدیث پاک میں ہے۔

سبعۃ لِظلھم اللّٰہ بظلہ... روز قیامت اللہ تعالیٰ سات قسم کے انسانوں پر اپنا سایہ ڈالے گا۔

تو اللہ تعالیٰ کیلئے بھی ایسا ہی سایہ ماننا پڑے گا۔

فاضل صاحب ! ہر جگہ ظل کا معنی تاریک سایہ نہیں ہوتا۔ جس حدیث سے واضح طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تاریک سایہ ثابت ہو وہ پیش کریں۔

فاضل صاحب ! آپ دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے ظہور بے نور سے پہلے کے علماء جو کہ علم کا پہاڑ ہوتے تھے جن کے آگے آپ کے بڑے سے بڑے نام نہاد محدث مفسر بھی بونے ہیں ان کے حوالہ سے ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تاریک سایہ ثابت کرتے تھے۔ وہ سب تو آپ کے سایہ نہ ہونے کو اپنی کتابوں میں بیان کرتے ہیں۔ کیا ان کو "ظل" والی احادیث نظر نہ آئیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک فرضی عقیدہ ہی منسوب کرتے رہے۔

فاضل صاحب! آپ دیوبندی اور نجدی تمام اکٹھے ہو کر ایک حوالہ علمائے سلف صالحین کا آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ ہونے کا پیش کریں۔ ہم دس نہ ہونے کے حوالے پیش کر دیں گے۔ حوالہ جات کیلئے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) "مسئلہ ظل النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تحقیقی نظر" از غزالی زمان علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی (مقالات کاظمی جلد دوم)

(۲) علامہ ارشد القادری کا رسالہ "سرکار کا جسم بے سایہ" جسے صفہ فاؤنڈیشن اردو بازار لاہور نے شائع کیا ہے۔

(۳) محمد خالد جذبی کا رسالہ "عدم سایہء رسول صلی اللہ علیہ وسلم" جسے غوثیہ کتب خانہ گوجرانوالہ نے شائع کیا ہے۔

(۴) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا مشہور رسالہ "صلات الصفاء فی نفی الفیء" جسے بزم عاشقان مصطفٰے فلیمنگ روڈ لاہور نے شائع کیا ہے۔

(۵) نفی سایہء مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم) از استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد یعقوب ہزاروی اور اسکے جواب الجواب میں "التنبیہات لدفع التلبیسات"۔

ان دونوں کتب کو تنظیم علماء ضیاء العلوم راولپنڈی نے شائع کیا ہے۔

(۶) مفتی غلام فرید ہزاروی کی کتاب "عدم ظل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم"۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

محمد فاضل صاحب! اپنے رسالہ کے صفحہ ۴۳ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ سے مروی روایت کر (اے خدا کے رسول ﷺ) بے شک اللہ نے آپ کا سایہ زمین پہ نہ ڈالا تا کہ کسی انسان کا اس پر پاؤں نہ پڑ جائے۔ اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اگر یہ بات درست اور صحیح مان لی جائے کہ آپ پر ہمیشہ بادل اور ابر رحمت سایہ فگن رہتا تھا۔ تو بہت سی صحیح الاسناد احادیث کا انکار لازم آتا ہے۔ مثلاً بخاری شریف میں درباره ہجرت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت بایں الفاظ مروی ہے۔

فقام ابو بکر للناس وجلس رسول الله صلی الله علیه وسلم صامتا فطفق من جاء من الانصار ممن لم یر رسول الله صلی الله علیه وسلم یحیی ابا بکر حتی اصابت الشمس رسول الله صلی الله علیه وسلم فاقبل ابو بکر حتی ظل علیه بردائه (بخاری ج ۱ ص ۵۵۱)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو کر بیٹھ گئے جن انصاریوں نے نبی علیہ السلام کو اس سے قبل نہ دیکھا تھا وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنے شروع ہو گئے (یعنی ان کو سلام کرنے لگے) یہاں تک دھوپ نبی علیہ السلام کے اوپر پہنچ آئی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے اور اپنی چادر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کر دیا اس وقت لوگوں نے نبی علیہ السلام کو پہچانا۔

آگے صفحہ ۴۷ میں لکھتے ہیں ۔ ''جن روایتوں میں آپ پر بادل کے سایہ کرنے کا تذکرہ ہے وہ یا تو آپ کا معجزہ تھا جو کسی خاص وقت میں ہوتا تھا علی سبیل الدوام والاستمرار نہ تھا''۔

آگے صفحہ ۴۸ میں لکھتے ہیں ''اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ آپ کا سایہ تو تھا مگر بادل کے سایہ کرنے کی وجہ سے دیکھا نہ جاسکتا تھا یہ بھی ایک مغالطہ ہے جس کا نہ کوئی منشاء ہے اور نہ ہی کوئی دلیل''!

فاضل صاحب خود ہی مفروضے قائم کرتے ہیں اور پھر ان کا رد کر کے اپنی علمیت دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

فاضل صاحب ! تاریک سایہ نہ ہونے کی وجہ تمام علماء کرام نے آپ کی نورانیت بیان فرمائی ہے۔ دھوپ لگنے پر چادر سے سایہ کرنے سے تاریک سایہ کسطرح ثابت ہوتا ہے؟ کیا اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تاریک سایہ کا ذکر ہے؟

بادل کبھی سایہ کریں کبھی نہ کریں۔ اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آپ کے تو ایک اشارے سے صاف آسمان پر بادل بن گئے اور تیز موسلا دھار بارش شروع ہوگئی اور آپ کے اشارے سے بادل چھٹ گئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہواؤں پر کنٹرول دیا تھا۔ وہ ان کے حکم کے مطابق چلتیں اگر حکم نہ کریں تو اس سے ان کے اختیار کو تسلیم کرنے سے تو انکار نہیں کیا جاسکتا۔

فاضل صاحب ! نے صفحہ ۱۴۳، ۱۴۴ میں آپ کی نُورانیت کی نفی میں دو دلیلیں پیش کیں ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

آپ ایک قبر میں داخل ہوئے اور آپ کیلئے ایک چراغ روشن کیا گیا۔ یہ حدیث حضرت ابن عباس سے مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم　　　یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو ایک

دخل قبرا ليلافا سرج له سراج قبر میں داخل ہوئے (تاکہ میت کو لحد میں رکھیں) تو آپ کیلئے ایک چراغ روشن کیا گیا۔

(ترمذی ج۱ص۱۲۵)

اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذاتاً نور ہوتے تو چراغ روشن کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی بلکہ آپ کے قبر میں داخل ہونے کے بعد قبر آپ ہی کے نور سے روشن ہو جاتی، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ایسا نہیں سمجھتے تھے تبھی تو چراغ کو روشن کر کے قبر میں اجالا کیا گیا اور لطف یہ کہ چراغ روشن کرنے والے کو کسی بھی صحابی نے منع نہیں کیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام بھی آپ کو نور اس معنی میں سمجھتے تھے۔ جو میں نے ابھی بیان کئے۔ (نور ھدایت) پھر معلوم نہیں بریلویوں نے یہ معنی کہاں سے نکال لئے کہ نور وہ ذات ہے جو خود اتنی منور ہو کہ اس کا اپنا سایہ بھی اس کے نور ہونے کی وجہ سے غائب ہو جائے۔

اور صفحہ ۱۴ میں یہ حدیث پیش کی ہے۔

بخاری میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں رات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لیٹی ہوئی تھی اور میرے پاؤں آپ کے قبلہ کیطرف ہوتے تھے۔ جب آپ سجدہ فرماتے تو میرے پاؤں کو چھودیتے (جو اشارہ ہوتا تھا کہ میں اپنے پاؤں سمیٹ لوں) میں اپنے پاؤں سمیٹ لیا کرتی تھی جب آپ کھڑے ہوتے تو میں اپنے پاؤں پھیلا دیا کرتی تھی اس کے بعد اس کی وجہ بیان فرماتی ہیں کہ۔

والبیوت لیسَ فِیها مصباحٌ یعنی ان دنوں (ہمارے) گھروں میں چراغ نہ ہوا کرتے تھے۔

اگر ان دنوں گھروں میں روشنی ہوتی تو نہ نبی علیہ السلام پاؤں کو چھوتے اور نہ صدیقہ طاہرہ یہ فرماتیں کہ ان دنوں ہمارے گھروں میں روشنی نہ ہوا کرتی تھی۔

فاضل صاحب ! دلیل پیش کرنے سے پہلے اپنے مخالف کے دلائل کا بغور مطالعہ فرما لینا چاہئے۔ کیا ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے منکر ہیں یا ان کو ظاہراً کلیۃً حسی جسم والا ثابت کرتے ہیں کہ اس طرح کے دلائل پیش کر رہے ہو۔

فرشتے نوری مخلوق ہیں، پھر کراما کاتبین کی موجودگی میں تمام بشر چراغ (بلب، ٹیوب) کیوں روشن کرتے ہیں؟

حضرت جبرائیل علیہ السلام جب رات کو وحی لیکر آتے تو کیا اس وقت ہر طرف روشنی ہی روشنی ہو جاتی تھی؟

جب اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر اپنی شان کے لائق جلوہ فرما ہوتا ہے تو کیا اس وقت تاریک راتوں میں روشنی ہو جاتی ہے؟

فاضل صاحب! اعتراض سے پہلے کچھ تو سوچ لیتے کہ ہمارا عقیدہ کیا ہے اور ہمارے دلائل کیا ہیں؟

فاضل صاحب! چراغ روشن کرنے یا گھروں میں چراغ نہ ہونے سے یہ کسطرح ثابت ہو گیا کہ آپ کو اندھیرے میں نظر نہیں آتا تھا۔ آپ تو اللہ تعالیٰ کی عطا سے قبروں کے اندر دیئے جانے والے عذاب کو دیکھ کر بتا دیتے کہ عذاب ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے؟

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاؤں نظر نہیں آتے تھے تو جگہ کی کمی کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سمیٹ لینے کیلئے اشارہ کے طور پر دباتے کس طرح تھے؟

فاضل صاحب! ہمارا آپ کی نورانیت کے متعلق جو عقیدہ ہے وہ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ کرام اور علماء عظام و مفسرین سے ثابت ہے۔ جیسا کہ میں نے اپنے دلائل پیچھے بیان کیے ہیں۔ پھر کسطرح آپ کہہ سکتے ہیں کہ صحابہ کرام بھی آپ کو نورانی

معنی میں سمجھتے تھے۔ جس طرح کہ دیوبندی سمجھتے ہیں۔

فاضل صاحب! آپ اپنی جہالت کے ثبوت میں لکھتے ہیں کہ

''بریلویوں نے یہ معنی کہاں سے نکال لئے کہ نور وہ ذات ہے جو خود اتنی منور ہو کہ اس کا اپنا سایہ بھی اس کے نور ہونے کی وجہ سے غائب ہو جائے۔''

فاضل صاحب! کیا کسی عالم نے نورانی مخلوق کیلئے تاریک سایہ ثابت کیا ہے؟ وہ سارے کے سارے دیوبندی جاہل جو نورانی مخلوق کیلئے تاریک سایہ ہونا تسلیم نہیں کرتے ان کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے؟

فاضل صاحب نے صفحہ ۵۰ سے آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ کے ثبوت میں دلائل دیئے ہیں۔ ان کے دلائل اور ان پر اعتراض پر میرے مختصر تبصرہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں

''سایہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں میں سے ایک قدرت ہے اور اللہ تعالیٰ جا بجا اسے اپنی قدرتوں کے ثبوت اور معاندین کی بے بسی کیلئے بطور دلیل پیش فرما کر اس سے نصیحت حاصل کرنے کا درس دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ پر ارشاد فرماتے ہیں۔''

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا (پ ۱۹، سورۃ فرقان آیت ۴۵ ع ۴)	کیا نہیں دیکھا آپ نے اپنے رب کی طرف (جس نے اپنی قدرت سے) کیسے پھیلا دیا ہے سایہ کو اور اگر چاہتے تو اس کو تھما دیتے۔

فاضل صاحب! واقعی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معاندین کو اپنی قدرت اور حضور کی شان دکھانے کیلئے اپنی مخلوق کا سایہ پیدا فرمایا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس قدرت کا بھی اظہار فرما دیا کہ اگر میں چاہوں تو اس کو ایک جگہ روک بھی سکتا ہوں۔ ختم بھی کر سکتا ہوں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کائنات میں کوئی ایسی ہستی بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس شان قدرت کا اظہار و ثبوت ہو اور جس کا سایہ اللہ تعالیٰ نے تھما دیا ہو۔ دنیا کی ہر چیز کا سایہ سورج اور چاند وغیرہ کی روشنی کے راستے میں اس جسم کثیف کے حائل ہو جانے کی وجہ سے بنتا ہے۔ میں تو کہوں گا کہ وہ ہستی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جن کا سایہ تھما کر اللہ تعالیٰ نے اپنی اس قدرت کی دلیل بھی پیش کر دی۔

فاضل صاحب! یہ آیت مبارکہ تو ہماری دلیل ہے۔ کیونکہ آپ کا مؤقف ہے کہ ہر چیز کا سایہ ہوتا ہے اور ہمارا مؤقف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ تھما دیا ہوا ہے۔ اور ایسا ہونے کا واضح ثبوت اس آیت سے بھی معلوم ہوا۔

فاضل صاحب! نے اگلی آیت یہ پیش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر بادلوں کے سایہ کو بطور احسان اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ — اور سایہ فگن کیا ہم نے تم پر ابر کو۔

(سورۃ بقرہ آیت ۵۷)

فاضل صاحب پیچھے اپنے رسالہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بادلوں کے سایہ کرنے کو تسلیم کرنے میں پس و پیش کرتے نظر آتے ہیں لیکن یہاں اپنے نفس کی تسکین کیلئے یہ کمال بنی سرائیل کیلئے تسلیم کر رہے ہیں۔

فاضل صاحب! یہ جو سایہ کی دلیل پیش کر رہے ہیں۔ کیا یہ اس سایہ کی طرح کا سایہ ہے جو کثیف اجسام کا ہوتا ہے؟ آگے فاضل صاحب نے درخت کا سایہ ہونے (سورۃ قصص آیت ۳۰) جنت کے اندر لمبے لمبے سائے ہونے (سورۃ واقعہ آیت ۲۸) جہنم کے سیاہ دھوئیں کا سایہ ہونے (سورۃ واقعہ آیت ۴۳) جنتیوں کو گنجان سایہ میں داخل کیے جانے (سورۃ نساء آیت ۵۷) جنت کا دائمی سایہ ہونے (سورۃ رعد آیت ۳۵) جنتیوں کی سایوں میں مسـ

ہونے (سورۃ یٰسین آیت ۵۶) بہشت کے درختوں کے سائے جھکے ہوئے ہونے (سورۃ دھر آیت ۱۴) کو بیان کیا اور بخاری شریف سے حدیث بیان کی کہ جنت تلواروں کے سایوں کے نیچے ہے۔ آیات اور حدیث پیش کر کے سایے کی اہمیت اس طرح بیان کی کہ گویا کہ سایہ خدا کی قدرتوں میں ایک قدرت ہے۔ جنت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ خدا کے احسانوں میں ایک احسان، دنیا کی راحتوں میں سے ایک راحت اور دوزخ کے عذابوں میں سے ایک عذاب ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے سایہ کی عظمت کو واضح کرنے کیلئے قصداً ظلال کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ورنہ اگر آپ یوں فرمادیتے۔ اَلْجَنَّةُ تَحْتَ السُّيُوْفِ ۔تب بھی بات درست تھی مگر آپ نے ظلال کو سیوف اور عمل سیوف کی جگہ پر ارشاد فرما کر سایہ کی اچھائی اور خوبی کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ جب سایہ اچھی چیز ہے تو اس اچھی چیز کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے ثابت کیا جائے تو آپ کو تکلیف کیوں ہوتی ہے؟ آپ جب تمام اچھائیوں اور خوبیوں کے مرکز و منبع ہیں تو پھر یہ خوبی آپ کیلئے ثابت کرنا عین ایمان ہونا چاہیے۔

فاضل صاحب! جب ہر چیز کا سایہ ثابت ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونا کیا یہ خوبی و کمال نہیں؟

فاضل صاحب نے جتنی آیات پیش کیں ہیں وہ سب بے موقع اور موضوع سے ہٹ کر تھیں۔ ان تمام سے یہ کسطرح ثابت ہو گیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تاریک سایہ ثابت ہے اور یہ آپ کی خوبی و کمال ثابت ہو گیا۔ جسم انسانی کا سایہ جسم کی کثافت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جتنا جسم کثیف ہو گا اتنا سایہ کثیف ہو گا اور جسم کا لطیف ہونا کمال و خوبی ہے۔ نہ کہ کثیف ہونا۔

فاضل صاحب! جنت کا سایہ تاریک سایہ نہیں ہوتا۔ اس کا سایہ دائمی ہوتا ہے۔ وہ انسانی جسم

کیطرح گھٹتا بڑھتا نہیں رہتا۔ جنت اور اس کی اشیاء کا سایہ لطیف سایہ ہے نہ کہ انسانی جسم کیطرح کا کثیف سایہ۔ اس لئے یہ لطیف سایہ جنت کی خوبی وکمال ہے۔ اور انسانی جسم کا کثیف سایہ کوئی خوبی وکمال نہیں ہے۔

فاضل صاحب! جس طرح نور کی کئی قسمیں ہیں۔ اور وہ تمام ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اسی طرح سایہ کی کئی قسمیں ہیں اور وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ہر سایہ کو خوبی وکمال میں شامل نہ کریں۔ اس کی وضاحت آپ کی سایہ کے اثبات میں پیش کی گئی صفحہ ۵۷ میں درج ذیل آیت کریمہ بھی ہے۔

وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (سورۃ رعد رکوع ۸)	یعنی جو چیز زمین وآسمان میں ہے وہ ان کے سائے خوش وناخوش اللہ تعالیٰ کو صبح وشام سجدہ کرتے ہیں۔

فاضل صاحب! اس آیت میں سایوں کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک وہ سائے ہیں جو خوشی سے صبح وشام اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں فاضل صاحب اگر آپ کا دوسری قسم کا سایہ ہوتو کیا یہ آپ میں خوبی وکمال ہوگی؟

فاضل صاحب نے اسی سے ملتی جلتی آیت (سورۃ نحل آیت ۴۸) بھی صفحہ ۵۵ میں پیش کی ہے۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ۔	کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ خداوند عالم نے جو چیز بھی پیدا فرمائی ہے سب کے سائے دائیں بائیں پھرے ہوئے نہایت عاجزی سے خدا کے حضور سجدہ ریز ہیں۔

فاضل صاحب! اس آیت سے بھی واضح ہوا کہ جنت اور اسکی اشیاء کے جو دائمی لمبے لمبے سائے ہوتے ہیں۔ وہ ان کی خوبی وکمال ہے۔ اور یہ انسانی جسم کے کثیف سایوں کی طرح

کے سائے نہیں ہوتے۔ رہا جنت اور جنتیوں کا سایہ تو یہ ان کا کمال ہے کیونکہ دنیا کے کثیف اجسام کی طرح کا سایہ نہیں ہوتا۔

جنتیوں کا سایہ ان کیلئے رحمت ہے اور جہنمیوں کا سایہ ان کے لئے عذاب ہے جیسا کہ آپ نے خود پیچھے بیان کیا۔ سایہ جنتیوں کیلئے تو خوبی وکمال ثابت ہوا جہنمیوں کیلئے کسطرح خوبی وکمال ثابت ہو؟ دوزخ کی آگ سیاہ ہوتی ہے۔ اس کے باوجود اس کا سایہ ہوتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''جنت تلواروں کے سایوں کے نیچے ہے۔'' اس سے بھی واضح ہے کہ تلوار تو مومن اور کافر دونوں سپاہیوں کے پاس ہوتی ہے۔ اور کافر کی تلوار سے جو مومن شہید ہو وہ جنتی ہے اور مومن کی تلوار سے جو کافر مرے وہ جہنم کے سایوں کے عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ راہ اسلام میں سر کٹانے والا شہید جنت کے راحتوں بھرے سایوں میں جائے گا۔

فاضل صاحب! اگر آپ کو اختیار دیا جائے کہ آپ کس تلوار کے سائے کے نیچے آنا پسند کریں گے؟ تو آپ فوراً شہید والا سایہ اختیار کریں گے جو کافر کی تلوار سے حاصل ہوگا۔ اس کے برعکس آپ انکار کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سایہ ہر جگہ خوبی وکمال نہیں؟

فاضل صاحب! نے سورۃ نحل کی مذکورہ بالا آیت کے نیچے لکھا ہے کہ اس آیت میں وہ تمام چیزیں مراد ہیں جو اپنا وجود وجسم رکھتی ہیں چاہے وہ انسان ہوں یا جمادات ہر چیز کا سایہ ہے۔ اس آیت کا عمومی منطوق اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نبی علیہ السلام کا بھی سایہ تھا۔ اس لئے کہ آپ بھی ما خلق میں شامل ہیں۔ آیت کے عموم سے بھی نبی علیہ السلام کو خاص کرنا تخصیص بلا تخصیص ہے جو ناجائز ہے آپ کے سایہ نہ ہونے کیلئے اتنی ہی قطعی اور مضبوط دلیل ہونی چاہئے۔ جتنی کہ قرآنی آیات میں قوت وقطعیت ہے۔ خبر واحد بھی قرآن کے عموم کو خاص نہیں کرسکتی، چہ جائیکہ آپ کی پیش کردہ روایات جن میں کہیں راویوں کا ذکر نہیں تو کہیں روات

غیر ثقات اور نا قابل اعتماد ہیں کہیں ایسے راویوں کا تذکرہ ہے جن شیعیت کا الزام ہے اور بعض پر تلبیس کا۔ ایسی روایتوں سے قرآن کے قطعی اور عمومی منطوق کو مخصوص کرنا قرآن کے حکم کو منسوخ کرنے کے مترادف ہے جو کہ ایک مستقل جرم ہے۔

؎ ایں کار از تو آید مرداں چنیں کنند

غیر مقلدین کے حضرت العلامہ مولانا عبدالقادر حصاری نے بھی "ظل رسول صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے۔ اس رسالہ "ظل رسول صلی اللہ علیہ وسلم" اور فاضل صاحب کے رسالہ "سایہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم" کا مواد اور دلائل ستر فیصد ایک جیسے ہیں۔ حصاری صاحب سے فاضل صاحب کے دلائل زیادہ تھے۔ اس لئے میں نے اس پر تبصرہ کرنا بہتر خیال کیا۔ اس لئے "سایہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم" کے ساتھ ساتھ "ظل رسول صلی اللہ علیہ وسلم" پر بھی میرا تنقیدی تبصرہ یہی ہے۔

حصاری صاحب نے یہ دونوں آیات اپنی چھٹی اور ساتویں دلیل میں پیش کی ہیں۔

غیر مقلدین کے شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی کے خطبات سلفیہ کے صفحہ ۱۳۳ میں سورۃ حج کی آیت ۱۸ کی تفسیر ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ۔

کیا تم دیکھتے نہیں کہ سجدہ کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان بھی اور بہت سے ایسے بھی جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے اور جس کو خدا ذلیل کرے اس کو عزت دینے والا کوئی نہیں اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں صفحہ ۱۳۳ میں فرماتے ہیں۔

یسجد کا مطلب یطیع ہے، یعنی ہر چیز اللہ کے حکم کے تابع ہے زمین و آسمان کی ہر چیز اس معنی میں خدا کو سجدہ کر رہی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے اس کیلئے جو کام جس طرح مقرر کر دیا ہے وہ اس کے مطابق سر تسلیم خم کئے ہوئے ہے تمام مخلوق اس کے قانون (قانون فطرت) کی پابند ہے چار و نا چار اس پر چل رہی ہے خدا کا انکار کرنے والے بھی اگر چاہیں کہ اس معنی میں خدا کے قانون سے بھاگیں تو یہ ممکن نہیں .... ہر چیز خدا کی اس طرح مطیع ہے اور خدا کو سجدہ کر رہی ہے۔ انسانوں میں بھی کافی لوگ اپنی خوشی سے خدا کو سجدہ کرتے ہیں لیکن ایسے بھی ہیں جو باغی ہیں اور عذاب کے حق دار ہیں لیکن اس کے باوجود خدا کے قانون کے آگے سر جھکائے ہوئے ہیں۔ کہ بعض امور میں فرار ممکن نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو قانون فطرت بنا دیا ہے۔ اس کی اطاعت ناچار ان کو بھی کرنی پڑتی ہے چاہے یہ اطاعت ان کو کوئی فائدہ نہ دے بلکہ اور ذلیل کر دے۔

فاضل صاحب! صفحہ ۵۵ میں سورۃ نحل کی آیت ۴۸ کے تحت علامہ آلوسی بغدادی کی تفسیر لکھی ہے جو اس طرح ہے۔

والمراد بها الاشياء الكثيفة من الجبال والاشجار وغيرها سواء كان جماداً او انساناً (روح المعانی ج ۸ ص ۱۵۴)

یعنی اس آیت میں اشیاء کے سائے کا جو ذکر ہے اس سے مراد جسم دار چیزیں ہیں جیسے پہاڑ اور درخت عام ہے کہ وہ چیز از قسم جمادات ہیں یا انسان۔

فاضل صاحب! سلفی صاحب کی تفسیر سے واضح ہوا کہ یسجدوا کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ واقعی سجدہ ہی کرتے ہیں۔ اسی طرح مذکورہ بالا آیات میں بھی یہی واضح کیا جا رہا ہے۔ کہ ہر چیز خواہ وہ جاندار ہو یا غیر جاندار، مومن ہو یا کافر وہ اللہ کے حکم کے تابع فرمان ہے۔

اور علامہ آلوسی کی آپ کی درج کردہ تفسیر سے بھی واضح ہے کہ اس آیت میں اشیاء کے سائے سے مراد جسم دار چیزیں ہیں خواہ جمادات ہوں یا انسان۔
جمادات کا سجدہ ریز ہونا، انسانوں کی طرح ہرگز نہیں الغرض مفہوم یہی ہوگا کہ وہ اللہ کے حکم کے تابع ہیں۔
سورۃ فرقان کی آیت ۴۴ جو آپ نے خود پیچھے درج کی ہے۔ اس سے بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کا سایہ چاہے تھما دیتا ہے۔ اور ہمارا موقف بھی یہی ہے کہ اگر آپ کا نورانی سایہ ہے بھی تو اللہ تعالیٰ نے تھما دیا ہے۔ وہ نیچے زمین پر نہ پڑتا تھا۔ کہ کوئی کافر اس کی بے حرمتی کر سکے۔ وہ سایہ آپ کے آگے آگے ہرگز نہیں نظر آتا تھا۔
فاضل صاحب! آپ دیو بندیوں سے ظل والی احادیث کے متعلق یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا پہلے بڑے بڑے علماء کرام، مفسیرین جو سب کے سب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کے قائل ہیں۔ ان کو یہ احادیث معلوم نہ تھیں۔ کہ آپ ان سے استدلال کرتے ہیں تو آپ جواباً کہتے ہیں کہ ان کو نظر نہ آئیں اگر نظر آتیں تو کبھی سایہ کی نفی نہ کرتے۔
فاضل صاحب! کیا ان مفسرین کو آپ کی پیش کردہ آیات بھی نظر نہ آئیں اور پورے قرآن پاک کی تفاسیر کردیں۔
مذکورہ بالا اعتراضات کے علاوہ جتنے بھی اعتراضات ہیں ان کے جوابات غزالی زماں رازی دوراں امام اہل سنت حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مسئلہ ظل نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تحقیقی نظر'' اور دلائل نفی و اثبات کا جائزہ میں ملاحظہ فرمائیں۔
فاضل صاحب نے صفحہ ۶۰ میں ایک حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ثابت کرنے کیلئے پیش کی ہے۔ اور گکھڑوی صاحب نے بھی ''نور و بشر'' کے باب سوم میں دلیل نمبر ۱ میں یہ حدیث پیش کی ہے۔ گکھڑوی صاحب کی کتاب ''نور و بشر'' کے دوابواب پر تنقیدی تبصرہ ہو

چکا ہے۔اس کے باب سوم کے دلائل یہاں فاضل صاحب کے ساتھ ہی تنقیدی جائزہ میں
پیش کرتا ہوں۔ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر۱: امام حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحافظ (المتوفی ۴۰۵ھ) اپنی سند کے ساتھ
روایت کرتے ہیں۔کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

بینما النبی صلی اللہ علیہ
وسلم یصلیٰ ذات لیلۃ ازمدہ ثم
اخرھا فقلنا یا رسول اللہ
راینـاک صنعت فی ھذہ
الصلوٰۃ شیئًا لم تکن تصنعۃ فیما
قبلۃ قال اجل انہ عرضت علی
الجنۃ فرایت فیھا دالیۃ قطوفھا
دانیۃ فاردت ان اتنا ول منھا
شیئًا فاوحی الی ان استاخر
فاستا خرت وعرضت علی النار
فیما بینی وبینکم حتیٰ رایت
ظلی وظلکم فیما فاومیت
الیکم ان استا خروا فاوحی
الیان اقرھم فانک اسلمت و
اسلموا وھا جرت وھاجروا
وجاھدت وجا ھدوا فلم ارلک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات نماز
پڑھ رہے تھے کہ اچانک آپ نے اپنا ہاتھ
آگے بڑھایا، پھر پیچھے ہٹالیا۔پس ہم نے
کہا یارسول اللہ ہم نے آپ کو اس نماز میں
ایسی کاروائی کرتے دیکھا ہے جو آپ نے
اس سے قبل نہیں کی، فرمایا ہاں بلاشبہ مجھ پر
جنت پیش کی گئی، تو میں نے اس میں
اونچے درخت دیکھے جن کے گچھے نیچے کو
جھکے ہوئے تھے، تو میں نے ارادہ کیا کہ ان
سے کچھ لے لوں، پس میری طرف وحی آئی
یہ کہ پیچھے ہٹ جاؤ، سو میں پیچھے ہٹ گیا
اور مجھ پر دوزخ بھی پیش کی گئی جو میرے
اور تمہارے درمیان تھی یہاں تک کہ اس
کی آگ کی روشنی میں میں نے اپنا اور تمہارا
سایہ دیکھا پس میں نے تمہیں اشارہ کیا کہ
پیچھے ہٹ جا، سو میری طرف وحی آئی کہ

فضلا عليهم الا بالنبوة فاولت ذلك ما يلقى امتى بعدى من الفتن انتهى (مستدرک حاکم ج ۴ ص ۴۵۶ قال الحاکم وذھبی صحیح)

ان کو ان کی جگہ پر ٹکا رہنے دو کیونکہ تو نے اسلام قبول کیا اور انہوں نے بھی، تو نے بھی ہجرت کی اور انہوں نے بھی، تو نے بھی جہاد کیا اور انہوں نے بھی، پس میں تیری ان پر بجز نبوت کے اور فضیلت نہیں دیکھتا۔ پس میں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ میری امت میرے بعد فتنوں میں مبتلا ہو گی۔

امام احاکم اور ناقد فن رجال علامہ شمس الدین ابو عبداللہ ذہبی (المتوفی ۷۵۱ھ) دونوں فرماتے ہیں کہ یہ صحیح ہے۔ حافظ ابن القیم الحنبلی (المتوفی ۷۵۱ھ) نے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ (ملاحظہ ہو حادی الارواح بلاد الافراح ص ۱۶ طبع مصر) اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا جس طرح کہ حضرات صحابہ کرام کا سایہ تھا اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے دوزخ کی آگ کے شعلوں کی روشنی میں اپنا سایہ دیکھا اور حضرات صحابہ کرام کا سایہ بھی دیکھا اگر آپ کا سایہ نہ ہوتا تو اس آگ کی روشنی میں اپنا سایہ دیکھنے کا کوئی معنی نہیں جیسا کہ کسی بھی صاحب فہم وبصیرت سے یہ مخفی نہیں۔

فاضل صاحب! نے یہ دلیل حادی الارواح کے حوالہ سے پیش کی اس کے الفاظ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

قال عبد الله بن وهب انبأنا معاوية بن صالح عن عيسىٰ بن عاصم عن زربن حبيش عن انس

عبداللہ بن وھب نے کہا کہ ہم کو معاویہ بن صالح نے بتایا انہوں نے عیسیٰ بن عاصم سے اور انہوں نے زر بن حبیش سے

بن مالک قال صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات یوم صلوۃ الصبح ثم مدیده ثم اخرھا فلما سلم قیل له یا رسول الله لقد صنعت فی صلوتک شینا لم تصنعه فی غیرھا ؟ قال انی رایت الجنة فرایت فیھا دالیة قطوفھا دانیة صبھا کالدباء فاردت ان تناول منھافاوحی الیھا ان استاخری فاستاخرت ثم رایت النار فیھا بینی وبینکم حتی لقد رایت ظلی وظلکم فاومات الیکم ان استاخروا (حادی الارواح باالافراح ص ۴۴ مطبوعہ مصر)

انہوں نے انس بن مالک سے سنا، حضرت انس نے بیان کیا کہ ایک دن نبی علیہ السلام نے صبح کی نماز پڑھائی تو آپ نے (نماز ہی میں) اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور پھر پیچھے کرلیا جب آپ نے سلام پھیرا تو کسی نے عرض کیا یارسول اللہ! آج آپ نے ایک کام ’’ جو پہلے کبھی نہیں کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے جنت کو دیکھا اور اس میں پھلوں سے لدی ہوئی ایک شاخ دیکھی جس کا پھل کدو کے برابر تھا میں نے اس سے توڑنا چاہا تو اسے پیچھے ہٹنے کا حکم ہوا۔ پس وہ پیچھے ہٹ گئی پھر میں نے اپنے اور تمہارے درمیان دوزخ کو دیکھا یہاں تک کہ میں نے (اس آگ کی وجہ سے) اپنا سایہ اور تمہارا سایہ بھی دیکھا پھر میں نے تمہیں پیچھے ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔

ناظرین کرام! آپ نے اس روایت میں ’’رایت ظلی‘‘ کے الفاظ کو دیکھا۔ آپ کے سایہ پر اس سے بڑھ کر اور کیا وضاحت ہوسکتی ہے اور فریق مخالف سے عرض کروں گا کہ وہ خط کشیدہ الفاظ کو دیکھ کر اپنے مذہب کا ماتم کریں اور میں ان کو ان الفاظ سے تسلی دوں۔

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا نہ ہو

حضرات محترم! آپ نے گکھڑوی صاحب اور فاضل صاحب کی پیش کردہ حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائے۔ اب میں چند امور آپ کے سامنے رکھتا ہوں آپ فیصلہ کیجئے۔ کہ یہ گھر جو جل گیا وہ دیوبندیوں کا ہے یا اہل سنت و جماعت کا۔

(۱) یہ حدیث متن لحاظ سے ضعیف ہے۔ صرف راویوں پر بحث کافی نہیں ہوتی۔ دونوں پیش کردہ احادیث کے متن ملاحظہ فرمائیں۔

گکھڑوی صاحب کی پیش کردہ حدیث میں ہے۔ ایک رات نماز پڑھ رہے تھے، اور فاضل صاحب نے لکھا ہے۔ ایک دن نبی علیہ السلام نے صبح کی نماز پڑھائی۔

(۲) گکھڑوی صاحب کی پیش کردہ حدیث میں ہے جنت میں اونچے درخت دیکھے جن کے گچھے نیچے کو جھکے ہوئے تھے، فاضل صاحب کی پیش کردہ حدیث میں ہے۔ پھلوں سے لدی ہوئی شاخ دیکھی۔

(۳) گکھڑوی صاحب کی پیش کردہ حدیث میں ہے کہ جب اس درخت سے کچھ توڑنے لگے تو میری طرف وحی کی گئی کہ پیچھے ہٹ جاسو میں پیچھے ہٹ گیا اور فاضل صاحب کی پیش کردہ حدیث میں ہے۔ میں نے اسے توڑنا چاہا تو اسے پیچھے ہٹنے کا حکم ہوا پس وہ پیچھے ہٹ گئی۔

(۴) گکھڑوی صاحب کی حدیث میں ہے کہ تیری ان پر بجز نبوت کے اور کوئی فضیلت نہیں۔

کیا آپ ذہنی طور پر ان الفاظ کو تسلیم کرنے کیلئے تیار ہیں؟ آپ تو افضل الانبیاء ہیں اور آپ دوسرے تمام پیغمبروں رسولوں سے افضل ہیں اور اس حدیث میں آپ کی صحابہ کرام پر بجز نبوت کے اور کوئی فضیلت تسلیم نہیں کی جا رہی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ کو تمام انبیاء سے زیادہ معجزات عطا فرمائے گئے۔ آپ کی شریعت دوسری

تمام شریعتوں کو منسوخ کرنے والی ہے۔آپ کو شاھد بنا کر بھیجا گیا۔ کہ تمام امتوں کی آپ گواہی دیں گے۔آپ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئیں۔روز محشر لواء الحمد آپ کو عطا فرمایا جائے گا تمام انبیاء سے پہلے آپ شفاعت فرمائیں گے۔آپ کو مقام محمود عطا فرمایا جائے گا اور آپ کو حوض کوثر عطا فرمایا جائے گا آپ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے آپ خود فرمائیں کہ مجھے اتنی وجوہات سے انبیاء پر فضیلت دی گئی لیکن اس حدیث میں آپ کو صحابہ کرام پر بجز نبوت کے اور کوئی فضیلت نہیں دی جا رہی۔اس حدیث کا متن ہر لحاظ سے ضعیف ہے۔آپ صحیح بخاری شریف کی حدیث ملاحظہ فرمائیں

صحیح بخاری شریف کتاب الاذان باب ''رفع البصر الی الامام فی الصلوۃ....'' میں ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِيَّاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِيْ مَقَامِكَ ثُمَّ رَاَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ فَقَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتَ مِنْهَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُهٗ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گرہن لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی لوگ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنی جگہ پر کوئی چیز پکڑی تھی؟ پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹے فرمایا کہ میں نے جنت دیکھی تو اس میں سے ایک خوشہ پکڑنے لگا تھا اور اگر میں اسے لے لیتا تو تم اس میں سے رہتی دنیا تک کھاتے رہتے۔

(۲) اگر آپ دونوں متفق ہوں کہ وہ صبح کی نماز تھی تو اس وقت دیکھیں سایہ کہاں ہوتا ہے۔

عام طور پر سایہ اس جگہ کی تاریکی کو کہتے ہیں۔ جہاں جسم کثیف کے حائل و حاجب ہو جانے کے وجہ سے چاند سورج وغیرہ کی روشنی نہ پہنچ سکے۔

اب اس حدیث میں جہنم کی آگ کی روشنی کی وجہ سے سایہ بنا۔ اب یہ دیکھیں کہ دونوں احادیث کے تراجم میں صاف لکھا ہے کہ میں نے اپنے اور تمہارے درمیان دوزخ کو دیکھا مجھ پر دوزخ پیش کی گئی جو میرے اور تمہارے درمیان تھی۔ یعنی

صحابہ کرام

دوزخ کی آگ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

جنت سامنے کیطرف پیش کی گئی کیونکہ نماز پڑھتے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اور دوزخ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے درمیان پیش کیجارہی ہے۔

جب دوزخ کی آگ کی روشنی درمیان میں تھی۔ تو صبح کے وقت اٹھ کر آپ خود ملاحظہ فرمالیں کہ جب روشنی سامنے کیطرف ہوتو سایہ پیچھے بنتا ہے۔ اور جب روشنی کا منبع پیچھے کیطرف ہوتو سایہ سامنے کیطرف بنتا ہے۔ اب دوزخ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے درمیان پیش کی گئی یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اور صحابہ کرام کے آگے۔ اس طرح آگ کی روشنی کی وجہ سے صحابہ کرام کا سایہ تو صحابہ کرام کے پیچھے بنا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہونے کی وجہ سے سایہ آگے کیطرف بنا۔ اب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے سائے ایک وقت میں دونوں دوزخ کیا آگ میں کسطرح نظر آسکتے ہیں؟ دونوں سایوں کا رخ ہی الٹ ہے۔

گکھڑوی صاحب اور فاضل صاحب! اگر یہ کہیں کہ دوزخ کی آگ نے آئینہ کا کام کیا اور اس میں عکس نظر آیا اور آئینے میں جو عکس بنتا ہے اس کو سایہ ہرگز نہیں کہتے۔ اگر بالفرض دونوں

کے سائے ہی اندر دیکھے تو اصل جسم زمین پر ہوتے ہوئے جنت دوزخ میں مثالی جسم دیکھا جا سکتا ہے۔اور مثالی جسم کئی جگہ ہو سکتا ہے۔ معراج کی حدیث کا مطالعہ فرمائیں۔ پیچھے میں نے پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کی جو صحیح حدیث پیش کی ہے۔اس میں حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں طرف دیکھنے کی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ذہن میں لائیں

اب اس حدیث میں بھی ان مثالی اجسام کیلئے ظل کا لفظ آیا ہے نہ کہ سایہ کیلئے ۔مثالی جسم لطیف ہوتا ہے اس کا سایہ نہیں ہوتا۔

گکھڑوی صاحب! اگر جنت دوزخ میں سایہ دیکھ بھی لیا جائے تو اس سے دنیا میں آپ کے جسم کا تاریک سایہ کس طرح ثابت ہو گیا؟

گکھڑوی صاحب! اگر ترجمے میں تحریف کر ہی لی جائے جسطرح کہ پہلے حدیث کے ترجمہ میں تو صاف لکھا کہ مجھ پر دوزخ پیش کی گئی جو میرے اور تمہارے درمیان تھی اور آگے سوچی سمجھی سکیم کے تحت صفحہ ۹۶ میں اس طرح تحریف کی کہ اس عبارت کا مطلب اور ترجمہ اس کے بغیر اور کچھ نہیں بیان کرے گا کہ مجھ پر دوزخ بھی پیش کی گئی جو میرے اور تمہارے سامنے تھے۔یہاں تک کہ اس کی آگ کی روشنی میں میں نے اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا۔یہی جھوٹ صفحہ ۹۷ پر بھی بولا ہے۔

گکھڑوی صاحب! اگر دوزخ سامنے پیش کی گئی تو اس کی روشنی میں سایہ پیچھے کیطرف بننا چاہیے تھا، نہ کہ دوزخ کے اندر۔آپ صبح کے وقت نماز پڑھنے کیلئے اٹھیں اور آپ کے سامنے ٹیوب جل رہی ہو تو آپ کا سایہ پیچھے کی طرف بنے گا۔تجربہ کر کے دیکھ لیں۔پھر دوزخ کے اندر سایہ کسطرح بنا سکتے ہیں۔اور شیشے میں عکس دیکھنے کیطرح کا معاملہ ہے تو یہ عکس سایہ تو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔گکھڑوی صاحب! صحیح مسلم شریف سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں۔

لقد جئی بالنار وذلکم حین رأیتمونی تاخرت مخافة ان یصیبنی من لفحھا الحدیث (مسلم ج۱/ص۲۹۸)	بہ تحقیق دوزخ لائی گئی اور یہ اس وقت جب تم نے مجھے دیکھا کہ میں پیچھے ہٹا اس ڈر کے مارے کہ کہیں آگ کے شعلے مجھے تکلیف نہ دیں۔

گکھڑوی صاحب نے سایہ ثابت کرنے کیلئے دلیل جو حدیث پیش کی ہے اس میں ہے اس آگ کی روشنی میں میں نے اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا پس میں نے تمہیں اشارہ کیا کہ پیچھے ہٹ جاؤ، سو میری طرف وحی آئی کہ ان کو اپنی جگہ پر ٹکا رہنے دو۔

گکھڑوی صاحب! جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم تھا کہ دوزخ کی آگ جنتیوں کو نہیں جلاتی تو پھر آپ ڈرے کیوں؟

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو دوزخ کی آگ کے جلانے کے ڈر سے پیچھے ہٹیں اور صحابہ کرام کیلئے وحی آئے کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہیں؟

گکھڑوی صاحب! آپ کی پیش کردہ حدیث متن کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ یہ کئی صحیح حدیث کے معارض ہے۔ اس حدیث سے کسی طرح بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تاریک سایہ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

....

فاضل صاحب کی آخری دلیل اور سرفراز گکھڑوی صاحب کی کتاب ''نور و بشر'' صفحہ ۹۹ پر یہ دلیل اس طرح پیش کی گئی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے۔ اور سفر میں بعض دیگر ازواج مطہرات بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہوگیا، حضرت زینب کے پاس اپنی ضرورت سے زائد اونٹ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ

صفیہ کا اونٹ بیمار ہے۔اے زینب اگر اسے تو اپنا فالتو اونٹ دے دے تو بہتر ہوگا۔
انہوں نے کہا کیا میں اس یہودیہ کو اونٹ دے دوں، ان کے اس نازیبا جواب سے آپ
ناراض ہوگئے اور آپ نے ذوالحجہ محرم دو یا تین ماہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس جانا ہی
ترک کر دیا۔

قالت حتی ینست منه وحولت سریری قالت بینما انا یوما بنصف النهار اذاانا بظل رسول الله صلی الله علیه وسلم مقبلاً ...الخ (طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۲۶ طبع بیروت)

حضرت زینب فرماتی ہیں۔کہ میں آپ سے ناامید ہوگئی اور میں نے اپنی چارپائی وہاں سے ہٹادی فرماتی ہیں کہ میں اسی حالت میں تھی کہ اچانک ایک دن دوپہر کے وقت میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ دیکھا جو میری طرف آرہا تھا۔

یہ روایت مسند احمد اور مجمع الزوائد میں بھی ہے اس کے آخری الفاظ یوں ہیں۔

فلما کان شهر ربیع الاول دخل علیها فرات ظله فقالت ان هذاالظل رجل وما یدخل علی النبی صلی الله علیه وسلم فمن هذا؟ فدخل النبی صلی الله علیه وسلم (مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۶/ مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۲۳)

یعنی جب ربیع الاول کا مہینہ آیا تو آپ میرے پاس آئے، فرماتی ہیں کہ جب میں نے آپ کا سایہ دیکھا تو میں نے کہا کہ یہ سایہ تو مرد کا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آتے نہیں، تو یہ کون ہے، اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوگئے۔

فاضل صاحب! صفحہ ۶۳ میں لکھتے ہیں۔ناظرین کرام! اگر سایہ کے ثبوت کیلئے اور کوئی
روایت نہ ہوتی تب بھی حضرت زینب کی یہ روایت اور چشم دید واقعہ اس کے خلاف تمام ضعیف

روایتوں پر حاوی تھا۔ کیونکہ بقیہ جتنی روایات ہیں ان میں صاحب واقعہ کی حیثیت وہ نہیں جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ہے۔

(۱) فاضل صاحب اور گکھڑوی صاحب! ظل کا لفظ ہر جگہ سایہ کیلئے استعمال نہیں ہوتا۔ سب سے پہلے تو یہ ثابت کیا جائے کہ ربیع الاول میں نصف النہار کے وقت کسی شخص کا سایہ کس جگہ ہوتا ہے۔ جب کہ اس وقت سایہ ہوتا ہی نہیں تو پھر سایہ ثابت کس طرح سے کر رہے ہیں۔

منجد میں ہے۔

ومشیت علی ظلی او انتعلت ظلی ای مشیت وقد انتصف النہار فلم یکن لی ظل (المنجد طبع قاہرہ ص ۴۹۶)

ترجمہ: "مشیت علی ظلی" اور "انتعلت ظلی" کے معنی یہ ہیں کہ میں چلا اس حال میں کہ نصف النہار کا وقت ہو گیا اس لئے میرا سایہ نہیں تھا۔

مصباح اللغات میں ہے۔

ومشیت علی ظلی او انتعلت ظلی

میں چلا اس حال میں کہ دوپہر ہو چکی تھی اس لئے میرا سایہ نہ تھا۔ (مصباح اللغات ص ۵۰۱)

غزالی زماں حضرت سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ... اقرب الموارد ج ۲/ص ۷۳۱ طبع قاہرہ اور کرمانی شرح بخاری، کرمانی حاشیہ ۱۲۔ بخاری جلد اول ص ۳۱۰ مطبوعہ اصح المطابع کا بھی حوالہ دے کر لکھتے ہیں۔ نصف النہار کا وقت چونکہ درمیان میں ہوتا ہے۔ اسلئے اس وقت نہ ظل ہوتا ہے نہ فئی بلکہ چلنے والے کا سایہ اس وقت اس کے پاؤں میں ہوتا ہے۔ جسے وہ پامال کرتا ہوا چلتا ہے۔ اور گرمی کے دنوں میں کسی جانب جھکے ہوئے سائے کا وجود نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی آنے والے کے جسم سے پہلے اس کا سایہ نظر آ جائے۔

(۲) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کس طرح چل کر آ رہے تھے کہ سایہ تو نظر آیا

لیکن خود نظر نہ آئے۔ عقل یہ بات تسلیم ہی نہیں کرتی کہ ایک شخص سامنے سے آرہا ہو اور اس کا سایہ تو نظر لیکن وہ خود نظر نہ آئے۔ اصل میں واقعہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص دور سے نظر آئے تو اس کی شکل وصورت واضح نہیں ہوتی۔ اس شخص کا ھیولا سا نظر آتا ہے۔ اس ھیولے کیلئے اس حدیث میں ظل کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس لئے حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرما رہی ہیں۔ کہ میں نے ایک ھیولا دیکھا اور میں نے کہا کہ یہ تو کسی مرد کا ھیولا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو میرے پاس آتے نہیں تو پھر یہ کون ہے۔ ھیولا اصل جسم ہوتا ہے نہ کہ سایہ۔ جیسے عام کتب میں کسی واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ میں نے برآمدے میں ایک ھیولا سا دیکھا وہ نیچے آیا تو وہ نعیم تھا۔ وہ ھیولا جو اوپر کی منزل پر واضح طور پر پہچان نہ سکنے کی وجہ سے نظر آیا وہ جب نیچے آیا تو فورا کہا یہ تو نعیم ہے۔ اردو کتب میں اور خاص کر ناولوں وغیرہ میں اس طرح کے واقعات اکثر لکھے ہوتے ہیں۔

گکھڑوی صاحب! اس اعتراض کے جواب میں کہ "اس حدیث میں ظل شخص کے معنی پر محمول ہے۔" لکھتے ہیں۔ اگر سایہ سے مراد آپ کی ذات اور شخص ہے جیسا کہ مؤلف مذکور کا بے بنیاد دعویٰ ہے تو کیا حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آپ کی ذات اور شخص کو دیکھ کر بھی نہ پہچانا اور حیرت کا اظہار کرنے لگیں کہ کون ہے؟ سایہ میں تو اشتباہ ہو سکتا ہے، لیکن نفس شخصیت میں کیا اشتباہ تھا جس پر ان کو حیرت ہوئی۔ اور حدیث کے آخر کے الفاظ مزید وضاحت کرتے ہیں۔ فدخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ سایہ پہلے نظر آیا اور آپ بعد کو داخل ہوئے اور مؤلف مذکور کی تحریف کے پیش نظر یہ مطلب ہوگا کہ آپ کا شخص اور وجود پہلے نظر آیا اور داخل ہوا، اس کے بعد آپ داخل ہوئے۔ کیا ایسے مہمل اور بے سروپا معانی سے شریعت اور حدیث کا مذاق نہیں اڑایا جا رہا؟ معاذ اللہ تعالیٰ

گکھڑوی صاحب! آپ خود حدیث کے معانی سمجھ نہیں پائے اور دوسروں پر اعتراض کر رہے ہے

ہیں۔ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ گرمیوں میں انسانی جسم کا سایہ نصف النہار کے وقت کہاں ہوتا ہے؟

آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس دیوار کی اوٹ میں چھپ چھپ کر چل رہے تھے۔ کہ آپ کو تو حضرت زینب پہچان نہ سکیں اور یہ پہچان گئیں کہ یہ کسی مرد کا سایہ ہے۔ اصل واقع یہی ہے کہ انہوں نے آپ کا ھیولا دور سے جب دیکھا تو اس کو ظل کہا کیونکہ اس وقت آپ نے یہ دیکھ کر تو پہچان لیا کہ یہ کسی مرد کا ھیولا ہے کیونکہ کسی مرد کو دور سے آتا ہوا دیکھیں تو اس کے ھیولے سے پہچان سکتے ہیں کہ یہ مرد ہے یا عورت اور جب وہ ھیولا قریب ہوتا ہے تو فوراً اس جانی پہچانی شخصیت کیلئے یہ کہتے ہیں کہ یہ تو فلاں ہے۔

یہ گکھڑوی صاحب جیسے نام نہاد شیخ الحدیث اور دیو بندی علاموں کی جہالت ہے کہ وہ حدیث کو صحیح طرح سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور بے سروپا اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔

گکھڑوی صاحب! صفحہ ۱۰۲ اور اس کے علاوہ کئی جگہوں پر بار بار یہ لکھتے ہیں کہ نصوص قطعیہ، احادیث متواترہ اور اجماع سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے اور بشر کا سایہ ایک لازم امر ہے بخلاف آپ کے نور ہونے کے کہ کسی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت دلیل سے آپ کا نور ہونا ثابت نہیں ہے۔

گکھڑوی صاحب! تمام بشروں کا سایہ ہوتا ہے لیکن آپ صرف بشر ہی نہیں نورانی بشر ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ عام بشروں کے تمام لوازمات بشری آپ میں بھی ضروری ہوں۔ کوئی نبی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ میں اسوقت بھی نبی تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام مٹی اور روح کے درمیان تھے۔ کوئی بشر آپکی پیدائش جیسی پیدائش ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ کیا کسی اور بشر کی پیدائش کے وقت بھی نور نکلتا دیکھا گیا کہ شام تک کا علاقہ روشن ہو جائے اور وہاں کے محلات نظر آجائیں۔ کیا کوئی اور بشر بھی ناف بریدہ پیدا ہوا ہے؟ کیا کسی اور بشر میں بھی

مہر نبوت ہے۔

عام بشر تو ہر وقت نظر آتا ہے۔ آپ ہجرت کی رات جب اپنے گھر مبارک سے نکلے تو آپ کسی کو نظر بھی نہ آئے اور آپ نے ان کے سروں پر ریت بھی ڈالی۔ ابولہب کی بیوی ام جمیل جب آپ پر حملہ آور ہونے کیلئے آئی تو آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہونے کے باوجود اسے نظر نہ آئے۔

عام بشر کو زیادہ عرصہ کھانے کو نہ ملے تو بھوک پیاس محسوس کرتا ہے لیکن نوری بشر بھوک، پیاس اور کمزوری محسوس نہیں کرتا کیونکہ ذکر الہٰی سے اس کو خوراک دی جارہی ہوتی ہے۔ نوری بشر کی خوراک صرف جسمانی خوراک نہیں۔ عام بشر صرف سامنے دیکھ سکتا ہے اور نوری بشر آگے اور پیچھے دور دور تک دیکھ سکتا ہے۔ عام بشر کو آگ جلاتی ہے۔ نوری بشر پر آگ کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ واقعہ معراج اس کا شاھد ہے۔ آپ کا جنات کا رسول ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اور جنات آگ سے بنے ہوئے ہیں۔ عام بشر فرشتوں کو نہیں دیکھ سکتا نوری بشر فرشتوں، جنات کو دیکھ سکتا ہے۔ ہر بشر اپنے باپ کے نطفے سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ بغیر نطفے کے پیدا کردے تو کیا اس کو بشر ماننے سے انکار کردیں گے۔ جیسے حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کسی بشر کا سایہ تھما دے تو کیا وہ بشر نہیں رہتا۔

گکھڑوی صاحب! ہم نے کب کہا کہ آپ بشر نہیں یا نصوص قطعیہ، احادیث متواترہ اور اجماع سے یہ ثابت نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہیں تھے۔

گکھڑوی صاحب! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات وفضائل کو تسلیم کرنا سیکھیں۔ جسطرح حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی نشانی ہیں۔ اسی طرح ہر بشر کا سایہ ہو اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تاریک سایہ نہ ہونا یہ بھی آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے فضیلت وکمال ہے اور یہ بھی اللہ کی قدرت کی ایک نشانی ہے۔

گکھڑوی صاحب ! اور فاضل صاحب سمیت تمام دیو بندی اور غیر مقلدین کسی واضح صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دنیا میں تاریک سایہ تھا اور چودہ سو سال سے تمام علماء کرام، مفسرین عظام کا یہی عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا وہ ان سایہ والی آیتوں اور حدیثوں کو پڑھتے تھے لیکن ان کا صحیح مفہوم سمجھتے تھے۔ لیکن دیو بندی اور غیر مقلدین اپنی جہالت سے مذکورہ بالا آیات واحادیث سے سایہ ثابت کرتے رہتے ہیں اور چودہ سو سال سے جو آپ کی فضیلت اور کمال بیان کیا جاتا رہا وہ اب آ کے نقص ثابت کیا جارہا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں جو ضعیف احادیث ہیں جیسے سایہ نہ ہونے کے متعلق ضعیف اور مرسل احادیث ہیں ان سے ہی علماء کرام فضائل میں یہ ظنی عقیدہ رکھتے رہے کہ آپ کا سایہ نہیں۔ اگر عقائد میں ظنی عقائد ہوتے ہی نہیں اور تمام عقائد قطعی ہوتے ہیں تو پھر ہم اس سایہ نہ ہونے کے فضائل میں ظنی عقیدہ پر بھی قطعی عقیدہ کا فتویٰ جاری کرتے۔ جسطرح بشریت ایک قطعی عقیدہ ہے اس کا منکر کافر ہے۔ کیونکہ فضائل میں ضعیف حدیث معتبر ہوتی ہے۔ اس لئے فضائل میں جو ظنی عقیدہ ہوگا اس کے ثبوت کیلئے بھی ضعیف احادیث معتبر ہوں گی اور اس کے منکر پر ہم نے کبھی کفر کا فتویٰ جاری نہیں کیا۔

گکھڑوی صاحب! بار بار لکھتے ہیں:

عقائد تمام قطعی ہوتے ہیں اور ان کیلئے دلائل بھی قطعی درکار ہوتے ہیں۔ (ص ۱۱۸)

عقیدہ قطعی ہوتا ہے ظنی نہیں ہوتا ہے اور قطعیات میں ظنیات کا قطعاً کوئی دخل نہیں۔ (ص ۱۲۰)

گکھڑوی صاحب! واقعی قطعیات میں ظنیات کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہوتا۔ لیکن جب یہ قطعیات میں سے عقیدہ ہے ہی نہیں تو پھر یہاں اس طرح علمیت بگھارنا ہی جہالت ہے۔

اگر عقائد تمام قطعی ہوتے ہیں تو پھر علماء کرام کی کتب میں ظنی عقیدہ کی اصطلاح کس طرح سے آگئی؟ اگر سایہ ہونا آپ کا قطعی عقیدہ ہے تو ہم پر کفر کا حکم لاگو کریں جس کی کوئی دیوبندی جرأت نہیں کرسکتا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی فضیلت اور کمال اگر ثابت ہی ضعیف احادیث سے ہو رہی ہو تو کیا آپ اس کو ماننے سے انکار کردیں؟ کیا فضائل میں ضعیف احادیث معتبر نہیں ہوتیں؟ کیا تلقی بالقبول اور تعدد طرق سے آپ کا سایہ نہ ہونا ثابت نہیں۔ علماء کرام کی کثیر تعداد اس کو مان رہی ہے۔ کہ آپ کا سایہ نہیں تھا۔ اور سایہ نہ ہونے کی کئی ضعیف احادیث ہیں۔ اسطرح تعدد طرق سے وہ درجہ حسن کو پہنچ گئیں۔ یہ آپ جیسے نام نہاد محدث کا ہی کام ہے کہ وہ احادیث جن کو علماء کرام کی کثیر تعداد جو کہ احادیث کے ضعیف موضوع اور جعلی ہونے کو اچھی طرح سے جانتے تھے۔ وہ سایہ نہ ہونے کی احادیث کو تسلیم کررہے ہیں۔ اور کہیں جعلی ہونے کا فتویٰ نہیں لگارہے اور ایک آپ ہیں کہ لکھتے ہیں۔

تلقی بالقبول بھی حضرات محدثین کرام کے ہاں قابل اعتبار ہے۔ لیکن صرف ضعیف حدیثوں میں نہ کہ نری جعلی اور موضوع حدیثوں میں (ص ۱۲۱۔۱۲۰)

فاضل صاحب! اپنے رسالہ "سایہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم" کے آخری صفحہ ۶۴ پر لکھتے ہیں آخر میں ایک بات بطور نکتہ عرض کرتا ہوں کہ آپ حضرات تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سایہ کا انکار کرتے ہیں مگر روایات کے تتبع اور تجسس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سایہ تو خود خداوند کریم کا بھی ہے۔ چنانچہ اللہ کے سایہ کے سلسلہ میں روایات موجود ہیں مثلاً مشکوٰۃ شریف میں ایک روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

من انظر معسرا او وضع عنه اظله الله فی ظله (مشکوٰۃ ص ۲۵۱)	جو شخص مقروض کو مہلت دیتا ہے یا اس کا قرض اتار دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے

سایہ میں رکھیں گے (قیامت کے روز)

آپ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ کا انکار کرتے تھے اور حضور تو خدا تعالیٰ کیلئے بھی فرماتے ہیں کہ ان کا سایہ ہے۔

فاضل صاحب! کی یہ جہالت ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے بھی سایہ ثابت کررہے ہیں اگر چہ فاضل صاحب یہ تسلیم کرتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کیلئے اگر چہ سایہ کی حقیقت وہ نہیں جو نبی علیہ السلام کیلئے ہے۔"

فاضل صاحب! حدیث کے صحیح مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کریں اگر کوئی آپ سے کہے کہ فاضل صاحب کے سر سے ان کے باپ کا سایہ اٹھ گیا ہے تو کیا آپ اس سے یہ مفہوم لیں گے کہ سایہ ہے لیکن اٹھ گیا ہے۔ اس کا مفہوم یہی ہے کہ باپ رحمت ہے اور اس کے فوت ہونے پر آپ باپ کی رحمت سے محروم ہو گئے ہیں۔ اوپر کی حدیث کا مفہوم بھی یہی ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہوگا نہ کہ اللہ تعالیٰ کیلئے سایہ ثابت کیا جائے۔ اللہ سایہ سے پاک ہے۔

﴿ضروری نوٹ﴾

مولوی سرفراز خاں صفدر گکھڑوی اور مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی کی کتب کا تنقیدی جائزہ جاری تھا کہ مجھے ایک اور اہم مسئلہ کی طرف اپنی پوری توجہ مبذول کرنا پڑ گئی۔ اس لئے اس تنقیدی جائزہ کو میں مکمل نہ کر سکا۔

آج سے تین سال قبل میں نے اپنی کتاب ''شرک کی حقیقت'' کے مقدمہ میں ''سرور کونین ﷺ کی بشریت ونورانیت'' کے لکھے جانے کا تذکرہ کر دیا تھا۔ جس ادارے کو میں نے مسودہ دیا تھا۔ اس نے کمپیوٹر کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ بھی کروائی لیکن مسودہ گم ہو گیا۔ اب جب کہ اس کے اپنے ادارہ فیضان مدینہ پبلیکیشنز کی جانب سے شائع ہونے کے اسباب نظر آئے تو کچھ اضافہ کر دیا ہے۔

میرا مقصد یہی تھا کہ عوام اہل سنت کو سلف صالحین، علمائے اہل سنت کا مؤقف تفصیل سے بیان کروں اور باطل فرقوں کے پروپیگنڈہ کو بے نقاب کروں۔ سو اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کے فضل و کرم سے میں کافی حد تک اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے (آمین)

میں اپنی یہ تصنیف ایک طالب علم کی حیثیت سے پیش کر رہا ہوں میں نہ تو کہنہ مشق مصنف ہوں نہ ہی عالم فاضل ہونے کا دعویٰ ہے۔ اگر اہل علم کو میری اس کاوش میں کوئی غلطی، کمی یا خامی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں۔ تا کہ بندہ اس کی اصلاح کر سکے۔

نیز آئندہ صفحات میں مولانا غلام رسول صاحب فیضی (خطیب جامع مسجد حنفیہ شورکوٹ کینٹ ضلع جھنگ) کا رسالہ ''العقیدۃ الجلیہ لعدم ظل خیر البریہ'' پیش کیا جا رہا ہے۔ جس میں عدم سایہ رسول ﷺ براہین قاطعہ و دلائل قاہرہ سے ثابت کر دیا گیا ہے۔ جسے معروف علماء کرام نے بڑا تحقیقی دلائل سے بھرپور اہم رسالہ قرار دیا ہے۔

محمد نعیم اللہ خاں قادری

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

یاایھا النبی انا ارسلناک شاھدا و مبشرا و نذیرا وداعیا الی اللّٰہ باذنہ وسراجا منیرا

العقیدۃ الجلیہ لعدم ظل خیر البریۃ

فی جواب

من ثبت لجسد الجسد المحمدیہ

مؤلفہ:

مولانا غلام رسول فیضی صاحب

(خطیب جامع مسجد حنفیہ شورکوٹ کینٹ ضلع جھنگ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ
الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ
وعلیٰ الک واصحابک یا حبیب اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی من لاظل لشخصہ فی شمس ولا قمر لانہ کان نوراً یھدی بہ من یلیق محمد علیہ السلام امابعد فیقول العبد الفقیر الی اللہ غلام رسول فیضی بن آں لعل درخشاں کان کمالات وکرامات آں درِ دریائے سخاوت بی نہایات مظہر فیوض رحمانی کامل ومکمل سبیل خداوانی جامع معقول ومنقول باقر العلوم حضرت مولانا مولوی ابوالفیض" کی عرصہ دراز سے خواہش تھی کہ آں حضور پرنور والا منشور وآنجناب رسالت ونبوت مآب آں باعث ایجاد کونین صاحب قاب قوسین وآں مفخر ارض و افلاک خبیر اسرار نہانی بشیر ونذیر سراج منیر حضور سرکار دو عالم علیہ السلام کے فضائل حمیدہ پر قلم کو جولا نگاہ میں لاؤں۔ لیکن بوجہ عدیم الفرصتی قاصر رہا۔ نیز سیاح زماں قدوۂ سالکاں حضرت علامہ عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ نے جو فرمایا ہے۔

ہزار بار بشویم دہن بعطر و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

ملحوظ رہا۔ اور واصف دربار نبوی علیہ السلام حضرت حسان رضی اللہ تعالی عنہ کا آپ کی تعریف میں لانا یاد تھا فرمایا۔

خلقت مبرأ من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

اور حدیث قدسی میں ہے۔ لولاک لما خلقت الدنیا۔ ترجمہ:۔ اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ فرماتا۔ دوسرے مقام پر فرمایا لولاک لما خلقت الافلاک اگر تم نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ فرماتا۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا اچھا فرمایا ہے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

اور قرآن پاک میں ارشاد ہے

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

رب جلیل نے فرمایا اے پیارے تم تو عالمین کے لیے رحمت ہو

تو عالمین کے لیے جو رحمت ہو اس کی تعریف اور اس کے فضائل کون ورطہ تحریر میں لا سکتا ہے فقط یہ کہہ دینا کافی ہے کہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

بایں ہمہ یہ ہمت آزمائی کر رہا ہوں کیونکہ ان ایام میں میری نظر سے ایک رسالہ گزرا۔ موسومہ بہ ''سنت و بدعت'' جس کا مصنف مفتی محمد شفیع کراچی والا ہے۔ جس نے اس رسالہ میں سایہ رسول ﷺ کی بحث کرتے ہوئے حضور نبی کریم تاجدار دو عالم رحمت عالمیان ﷺ کے جسم شریف کا سایہ ثابت کرنے کی ایڑی سے چوٹی تک کی طاقت خرچ کی مگر پھر بھی ناکام رہا کیونکہ متقدمین علماء عظام نے صراحتاً اور متاخرین نے واضح طور سے ثابت کر دیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے جسم نورانی کا سایہ نہ تھا اور زمانہ حال کے محقق علماء نے بھی تحریر فرما دیا ہے کہ سراج منیر کے جسم شریف کا سایہ نہ تھا۔ مثال کے طور پر علم و عرفان کے بحر زخار حقائق و معارف کے سمندر ناپیدا کنار شمس شریعت ماہ طریقت امام المفسرین سلطان المحدثین سید السالکین زبدۃ العارفین ظل اللہ علی الارضین حجۃ اللہ فی العالمین شیخ المشائخ حضرت قبلہ عالم مولانا الحسنی الصابری الشاہ السید احمد سعید صاحب الکاظمی نے ''نفی الظل والفئی'' میں اور شہسوار علم و عرفان فخر جہاں استاذ العلماء بحر العلوم سیدی و سندی استاذی نور محمد صاحب نے ''نورانی تقریر'' میں دلائل قاہرہ کے ساتھ ثابت کر دیا ہے کہ نور مجسم فخر دو عالم ﷺ کے جسد شریف کا ظل و فئی نہ تھا۔ ان کے ہوتے ہوئے میرے لکھنے کی ضرورت نہ تھی مگر حقانیت نے للکار کر کہا کہ اس مسئلہ کو مخلوق خدا پر واضح

کر دیا جائے۔ لہذا جاء الحق وز ھق الباطل ان الباطل کان زھو قا

و قال اللہ تعالیٰ فی شان حبیبہ فی القرآن المجید

یا یھا النبی انا ارسلناک شاھد او مبشر او نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجاً منیرا۔

ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب

سراج کا ترجمہ آفتاب قرآن مجید کے بالکل مطابق ہے کہ اس میں آفتاب کو سراج فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ نوح میں وجعل الشمس سراجا اور آخر پارہ کی پہلی سورت میں ہے۔ وجعلنا سراجا و ھاجا اور در حقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپ کے نور پاک نے پہنچائی۔ اور کفر و شرک کے ظلمات شدیدہ کو اپنے نور حقیقت افروز سے دور کر دیا اور خلق کے لیے معرفت و توحید الٰہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں اور ضلالت کی تاریک وادی میں راہ گم کرنے والوں کو اپنے انوار سے راہ یاب فرمایا۔ اور اپنے نور حقیقی سے ضمائر و بصائر اور قلوب و ارواح کو منور کیا حقیقت میں آپ کا نوری وجود مبارک ایسا آفتاب عالم تاب ہے جس نے ہزاروں آفتاب درخشاں کر دیئے، اس لیے آپ کی صفت میں منیرا ارشاد فرمایا گیا۔

تفسیر جلالین شریف میں اسی آیت کے تحت حاشیہ ۲۲ پر تفسیر صاوی کی عبارت سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ اور مولوی فخر الدین صاحب تفسیر حسینی میں رقمطراز ہیں۔

اور چراغ روشن یا صاحب چراغ روشن کہ وہ چراغ قرآن ہے یعنی قرآن کی تلاوت کرنے والا۔ آیات باہرات میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے پیغمبر کو چراغ کہا۔

اس واسطے کہ چراغ کی روشنی اندھیرے کومٹا دیتی ہے اور حضرت ﷺ کے نور وجود نے کفر کے اندھیرے کو جہان سے نیست ونابود کر دیا۔

چراغ روشن از نور خدائی
جہاں را دادہ از ظلمت رہائی

دوسرے یہ کہ جو کچھ گھر میں گم ہو جاتا ہے اسے چراغ کی روشنی میں پا سکتے ہیں اور جو حقائق لوگوں سے پوشیدہ تھے اس چراغ کے نور سے انوار معرفت حاصل کرنے والوں پر روشن ہو گئے۔

ازو جاں را بدانش آشنائی است
وزو چشم جہاں را روشنائی است
در گنج معانی برکشادہ
وزاں صاحبدلاں را مایہ دادہ

تیسرے یہ کہ چراغ گھر والوں کو امن وامان اور راحت کا سبب ہوتا ہے اور چور کو خجلت اور عقوبت کا باعث ہوتا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی دوستوں کے واسطے سلامت اور کرامت کے سبب ہیں اور منکروں کے لیے حسرت وندامت کے باعث ہیں

اور منیرا تاکید ہے یعنی آپ چراغ ہیں لیکن اور چراغوں کی طرح نہیں۔ اس واسطے کہ اور چراغ کبھی بجھتے ہیں کبھی روشن ہوتے ہیں اور آپ اول سے آخر تک روشن ہیں اور چراغ ہوا سے جھلملاتے ہیں اور کوئی آپ کے نور کو مغلوب نہیں کر سکتا۔ قال اللہ تعالیٰ یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم و اللہ متم نورہ و لو کرہ الکافرون اور چراغ رات کو روشن کیے جاتے ہیں۔ دن کو نہیں۔ آپ نے ظلمت دنیا کو دعوت اسلام کے نور سے روشن کر دیا۔ اور قیامت کے دن کو بھی مشعل

شفاعت سے آپ روشن کردیں گے۔

شد بدنیا رخش چراغ افروز
شب ماگشت زالتفاتش روز

بازفرداچراغ افروز کہ ازاں جرم عاصیاں نور

کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے آفتاب کو چراغ فرمایا۔ وجعلنا سراجا وھاجا اور ہمارے پیغمبر کو بھی چراغ فرمایا۔ آفتاب چراغ آسمان ہے، اور جناب رسالت مآب چراغ زمین وزمان۔ وہ چراغ دنیا ہے، آپ چراغ دین وہ منازل ملک کا چراغ آپ محافل ملک کے چراغ ہیں۔ وہ چراغ آب وگل آپ چراغ جان ودل ہیں۔ چراغ آفتاب جلنے سے لوگ خواب سے بیدار ہوتے ہیں۔ آپ کے نور کا چراغ روشن ہونے سے سب خواب عدم سے اٹھ کر میدان وجود میں آئے۔ بیت

از ظلمات عدم راہ کہ بروئے بروں
گرنشدے نور تو شمع رواں ہمہ

اور کسی نے اس مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بیت:

زاقلیم عدم می آمدی وپیش او آدم
چراغ بود بردشش ہم از نور نخستینت

ان دوحوالوں سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو سراج فرمایا: اور شمس کو بھی سراج فرمایا اور یہ روز روشن کی طرح واضح ہے کہ شمس سایہ نہیں رکھتا اگر سایہ رکھتا ہے توھا تو ابرھا نکم انکتم صادقین (پ اول) جس وقت شمس سایہ نہیں رکھتا ہے جس کا ہونا حضور کے سبب ہے۔ تو آنحضور ﷺ بھی سایہ نہیں رکھتے کیونکہ شمس بھی نور ہے اور حضور بھی نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ مولوی شبیر احمد صاحب عثانی

فرماتے ہیں کہ شاید چراغ کا لفظ اس جگہ اس معنی میں ہو جو سورۂ نوح میں فرمایا۔
جعل القمر فیھن نورا وجعل الشمس سراجا یعنی آپ آفتاب نبوت و
ہدایت ہیں جس کے طلوع ہونے کے بعد کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں سب
روشنیاں اسی نور اعظم میں محو و مدغم ہو گئیں۔ اس عبارت میں مولوی شبیر احمد عثمانی
صاحب نے حضور کو نور اعظم تسلیم کیا ہے۔

زاد المعاد فی ھدی خیر العباد میں شمس الدین ابن عبد اللہ الدمشقی الحنبلی
المعروف ابن قیم نے تحریر کیا ہے کہ حضور کا نام سراج منیر ہے ص ۶۷

زرقانی اسی زاد المعاد میں منیر کے معنی بیان کرتے ہیں۔ **والمنیر ھو الذی
نیر من غیر احراق بخلاف الوھاج** زرقانی مطبوعہ ازھریہ مصر۔

دوسرے مقام پر رب حضور ﷺ فرماتے ہیں

والنجم اذا ھوی

ترجمہ:۔ اس چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے۔

نجم کی تفسیر میں مفسرین کے بہت سے قول ہیں۔ بعض نے ثریا مراد لیا ہے۔
اگرچہ ثریا کئی تارے ہیں۔ لیکن نجم کا اطلاق ان پر عرب کی عادت ہے۔ بعض نے نجم
سے جنس نجوم مراد لی ہے۔ بعض نے وہ نباتات، جو ساق نہیں رکھتے زمین پر پھیلتے
ہیں۔ بعض نے نجم سے قرآن مراد لیا ہے۔ لیکن سب سے عزیز تفسیر وہ ہے جو صاحب
خازن نے تفسیر خازن میں بیان فرمائی۔ وہ یہ ہے کہ نجم سے مراد ہے ذات گرامی
ہادی برحق سید انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ اور صاحب تفسیر قادری حضرت امام جعفر صادق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ

نجم (ستارہ) سے مراد محمد ﷺ کی ذات مراد ہے جب شب معراج میں آپ
آسمان پر سے اترے۔ اور لباب میں ہے کہ آنحضرت ہی مراد ہیں جب شب معراج

میں آپ آسمان پر تشریف لے گئے اور محققین کے نزدیک یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے رسول مقبول ﷺ کے ستارہ دل کی قسم کھائی جو آسمان توحید پر ماسوی سے منقطع ہوا ہے۔اور مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی نے بھی نجم سے مراد نبی کریم ﷺ کی ذات والاصفات مراد لی ہے۔

ستارے نور ہیں اس لیے سایہ نہیں رکھتے حضور بھی نور ہیں۔اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ستارہ نور ہو اور سایہ نہ رکھے اور حضور نور بھی ہوں اور سایہ بھی رکھیں باقی رہا یہ کہ آیا حضور پرنور نور ہیں۔اس کے بارہ میں قرآن پاک میں ہے۔

مثل نورہ کمشکوۃ۔

ترجمہ:۔اس کے نور کی مثال مثل مشکوۃ کی ہے۔

نورہ کی تفسیر ملاحظہ ہو۔

اللہ کے نور سے یا تو قلب مومن کی وہ نورانیت مراد ہے جس سے وہ ہدایت پاتا ہے۔اور راہ یاب ہوتا ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اللہ کے اس نور کی مثال جو اس نے مومن کو عطا فرمایا۔بعض مفسرین نے اس نور سے قرآن مراد لیا ہے اور ایک تفسیر یہ ہے کہ اس نور سے مراد سید کائنات افضل موجودات حضرت رحمت عالم ﷺ ہیں

بہرکیف ایک تفسیر یہ بھی ہوئی کہ نور سے مراد روح عالم حضرت رسول مقبول ﷺ ہیں۔اورہ کی ضمیر راجع بسوئے اللہ تعالیٰ ہے تو مطلب یہ ہوا کہ حضور اللہ کے نور ہیں اور قرآن پاک میں دوسری جگہ سورۂ مائدہ میں ہے۔

قدجاء کم من اللہ نور۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ جلال الدین سیوطی رقمطراز ہیں کہ

من اللہ نورٌ ھو النبی ﷺ ہیں اس سے بھی حضور کا نور ہونا ثابت ہوا۔

علاوہ ازیں مفتی صاحب کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی رسالہ النور کے پہلے ورق کے صفحہ ۲ مطبوعہ ہندوستانی پریس دہلی پر جلی قلم سے تحریر کرتے ہیں۔

نبی خود نور اور قرآن ملا نور
نہ ہو پھر مل کے کیوں نور علی نور

نیز نشر الطیب میں مولوی اشرف علی صاحب نے باب باندھا ہے کہ
باب اول بیچ بیان نور محمد ﷺ کے

بفضلہٖ تعالیٰ حضور کا نور ہونا قرآن مجید اور آپ کے حکیم الامت کی تصانیف سے ثابت کر دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ اب مفتی صاحب حضور کو نور تو تسلیم کریں گے مگر حضور کے جسم شریف کے لیے سایہ ثابت کریں گے۔

جواباً عرض ہے مفتی صاحب بتاؤ سورج اور ستاروں کا سایہ ہے۔ **ماھو جوابکم فھو جوابنا** ۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ نور سایہ نہیں رکھتا۔ اس قاعدہ سے ثابت ہوا کہ حضور سایہ نہیں رکھتے کیونکہ نور ہیں۔

فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ الباری فرماتے ہیں۔

سائے کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

لہذا ان دونوں آیتوں سے اظہر من الشمس ہو گیا کہ حضور سرکار دو عالم ﷺ کے جسد نور بار کا سایہ نہ تھا۔

اب احادیث کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں تا کہ مفتی صاحب کے علم کی کلی کھل جائے۔ اولاً مشکوۃ شریف میں ہے۔

عن ابن عباس و کان فی دعائہ اللھم اجعل لی فی قلبی نورا و فی بصری نورا و فی سمعی نور اوعن یمینی نور اوعن یساری نور او فوقی نور او تحتی نورا و امامی نورا و خلفی نور اواجعل لی نورا و زاد

بعضهم و فی لسانی نورا و ذکر و عصبی ولحمی و دمی و شعری و بشری متفق علیہ و فی روایۃ لھما واجعل فی نفسی نورا واعظم لی نورا و فی اخریٰ لمسلم اللھم اعطنی نورا مشکوۃ شریف باب صلوۃ اللیل ص ۱۰۶ مجتبائی دہلی۔

یہ وہ حدیث ہے جس کے بارہ میں مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ استدلال بالکل نا قابل التفات ہے حالانکہ جمہور علماء نے اس حدیث پاک سے استدلال کیا ہے۔ چنانچہ مفسر آیات قرآن واقف نکات ربانی کاشف اسرار حقانی جناب صوفی سید محمد عابد میاں صاحب عثمانی حنفی نقشبندی مجددی ڈابھیلی نے اپنی تالیف رحمۃ اللعالمین سے ص ۳۵ پر تحریر کیا ہے۔

باب انسٹھ فضائل آنحضرت ﷺ میں۔ مولفہ رحمۃ اللعالمین نے سرکار ابد قرار ﷺ کی تیسویں فضیلت یہ رقم کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جسم مبارک ایسا نورانی تھا۔ جس وقت آپؐ دھوپ اور چاندنی رات میں آمد ورفت فرماتے تو مطلقاً سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ اور احادیث میں جو آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے ظاہری اعضاء اور جوارح کے لیے خدائے پاک سے نور کو طلب کیا اور آخر میں فرمایا کہ اللھم اجعلنی نورا یعنی اے اللہ مجھے ہمہ تن نور بنا دے۔ لہذا یہاں سے بھی سایہ نہ ہونے کی تصدیق اور تائید ثابت ہوتی ہے۔

جسمش نداشت فیمش نداشت سایہ والحق چنیں سزد
زیرا کہ بود جو ہرپا کش زنور حق

رحمۃ اللعالمین مطبوعہ جید پریس دہلی

یہ وہ کتاب ہے جس پر مفتی صاحب کے دیوبندی مولویوں کی تقاریظ کی مہریں ثبت ہیں۔ حوالہ کے لیے تقریظ کرنے والوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ (۱) مولانا

مولوی عبد العلی صاحب مدرس اول مدرسہ مولوی عبد الرب صاحب دہلی۔ (۲) مولانا مولوی المفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعتہ علماء ہند دہلی۔ (۳) مولانا محمد انور شاہ صاحب کاشمیری صدر المدرسین دار العلوم دیو بند (۴) مولانا مولوی سید محمد اصغر حسین صاحب دیو بند (۵) مولانا مولوی بشیر احمد صاحب عثمانی دیو بند (۶) مولانا مولوی محمد حبیب الرحمٰن صاحب مددگار مہتمم دار العلوم دیو بند (۷) مولانا مولوی محمد اعزاز علی صاحب مدرس دار العلوم دیو بند (۸) مولانا مولوی محمد عبد الشکور صاحب مدیر ''النجم'' لکھنو (۹) مولانا مولوی مفتی علی احمد صاحب تراجوی سورتی سابق مفتی المسجد جامع رنگون۔ (۱۰) مولانا مولوی فتح محمد صاحب مدرس مدرسہ انجمن اسلام بمبئی (۱۱) مولانا مولوی محمد عبد المنعم صاحب باعلظہ خطیب جامع مسجد بمبئی (۱۲) مولانا عبد القادر صاحب چور گہے لطف (۱۳) منشی سید حسن صاحب اخگر بمبئی مدرس مدرسہ انجمن اسلام (۱۴) مولانا مولوی حافظ احمد سعید صاحب دہلوی ناظم جمعتہ العلماء دہلی۔ یہ تمام اصحاب حدیث مذکورہ کو حجت گردانتے ہیں۔ خصوصاً حضور کے جسم پاک کے سایہ نہ ہونے میں ورنہ اپنی تقاریظ میں لکھتے کہ یہ حدیث حضور کے جسم شریف کا سایہ نہ ہونے کے لیے حجت نہیں ہوسکتی۔ جیسا مفتی صاحب نے لکھ دیا۔

نیز اسی حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے محمد بن سالم حنفی متوفی ۱۰۸۱ء کتاب سراج منیر شرح جامع صغیر میں صفحہ ۴۳۰ مطبوع پر رقم ہے۔

قولہ و اجعلی لی نوراً و فی روایۃ واجعلنی نوراً فھو ﷺ صارا نوراً محضاً ولذا الم یکن لہ ظل فی الشمس۔

یعنی حضور حبیب کردگار ﷺ نور محض ہو گئے اس لیے شمس میں آپ کا سایہ نہیں ہوتا تھا۔

اس حدیث کے تحت زرقانی شریف میں ہے۔

قوله صلی الله علیه فی دعائه لما سئل الله تعالیٰ ان یجعل فی جمیع اعضائه وجهاته نورا ختم بقوله (واجعلنی نورا) ای والنورا لا ظل له وبه یتم الاستشهاد انتہیٰ زرقانی مطبوعہ مصر صفحہ ۲۲۰ ج ۴

علماء محدثین نے فرمایا ہے کہ گواہی دیتا ہے حضور کے سایہ نہ ہونے پر حضور کا وہ قول مبارک جو حضور کی دعا میں ہے۔ جب حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کے تمام اعضاء میں اور جمیع جہات میں نور کر دے تو حضور نے اپنی دعا کو اس قول پر ختم فرمایا واجعلنی نوراً یعنی مجھے بالکل نور کر دے۔ یہ جملہ حضور علیہ السلام کے سایہ نہ ہونے پر اس لیے شہادت دیتا ہے کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا اور اس کے ساتھ یہ استشہاد تمام اور پورا ہو جاتا ہے۔

خصائص کبریٰ جلد (۱) ص ۶۸ پر ہے۔

قال بعضهم و یشهدله حدیث قوله علیه السلام فی دعائه واجعلنی نورا

یعنی بعض علماء محدثین نے فرمایا کہ حضور کے سایہ نہ ہونے کی شہادت حضور کی یہ حدیث بھی دیتی ہے جس میں حضور علیہ السلام کی یہ دعا وارد ہے۔ (واجعلنی نورا) یا اللہ مجھے نور کر دے۔

علماء دیوبند کی تقاریظ و علماء محدثین کی کلام سے ثابت کر دیا گیا کہ حدیث پاک قابل حجت ہے اور مفتی صاحب کا لکھنا کہ یہ استدلال بالکل نا قابل التفات ہے۔ شرمندہ ہو کر رہ گیا۔

بلکہ مولوی محمد ذکریا سہارنپوری فضائل نبوی شرح شمائل ترمذی کے صفحہ ۱۶ پر لکھتے ہیں۔

کپڑا اتارنے کی حالت میں آپ کا بدن مبارک روشن چمکدار نظر آتا تھا یا کہ

بدن کا وہ حصہ بھی جو کپڑوں سے باہر رہتا تھا روشن اور چمکدار تھا۔ چہ جائیکہ وہ حصہ جو کپڑوں میں محفوظ ہو۔ بندہ کے نزدیک یہ ترجمہ اچھا ہے۔ اصح المطابع۔

(۲) بعد ازاں آں سرور علیہ السلام بحضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ در آںباب فرمودے گفت یا حضرت رسول اللہ ﷺ من جازم کہ ایں دروغ وافتراء منافق است حضرت علیہ السلام فرمود بچہ دلیل گفت بآں دلیل کہ حق سبحانہ تعالیٰ روا نمیدارد کہ سایہ تو برزمین افتد ہیچ سببے دیگر نمیدانم آنرا الا آنکہ شاید کسے قدم بر سایہ مبارک تو نہد یا آنکہ مبادا زمین نجس بود و سایہ مبارک تو برآں افتد حق تعالیٰ چوں صیانت سایہ مبارک تو بدیں مشابہ میکند چگونہ حرم محترم ترا ازیں ناشائستہ نگاہ ندارد۔ روضۃ الاحباب قلمی صفحہ ۳۲۵

یہ وہ بلند پایہ کتاب ہے جس کی صحت کا اقرار شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی کتاب عجالہ نافعہ میں لکھا ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

بالفعل نسخہ صحیحہ روضۃ الاحباب۔ میر جمال الدین محدث حسینی اگر بہم رسد کہ خالی از الحاق وتحریف باشد بہتر از ہمہ تصانیف ایں باب است۔ عجالہ نافعہ صفحہ ۱۸ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔ اور یہی حدیث تفسیر مدارک میں موجود ہے۔

وقال عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اللہ ما اوقع ظلک علی الارض لئلا یقع انسان قدمہ علی ذالک انتہی مدارک جلد ۲ ص ۱۰۳ مطبوعہ مصر

اور محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث پاک کو مدارج النبوت میں رقم فرماتے ہیں۔ جس کی اصل عبارت لکھی جاتی ہے۔

وعثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفت کہ سایہ شریف تو برزمین نمی افتد کہ مبادا برزمین نجس افتد مدارج النبوت ص ۲۰۱ ج ۲ وحق تعالیٰ چوں صیانت سایہ تو بدیں مشابہ میکند چگونہ صیانت حرم محترم تو از ناشائستہ نکند مطبع ناصری واقع دلہائی۔

اسی مضمون کی طرف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی میں اشارہ فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وسایہ ایشاں بر زمین نمیتاد انتہی تفسیر عزیزی پ ۳۰ صفحہ ۲۱۹ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔

ترجمہ عبارت روضۃ الاحباب: بعد ازاں نبی کریم ﷺ نے اس بارہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دریافت کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ منافق کا جھوٹ اورافتراء ہے۔

حضرت نے فرمایا اس پر کیا دلیل ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جائز نہ رکھا کہ آپ کا سایہ زمین پر پڑے۔ سوا اس کے میں نہیں جانتا مگر یہ کہ کوئی کافر آپ کے سایہ مبارک پر قدم نہ رکھے یا یہ کہ مبادا زمین پلید ہو۔ اور آپ کا سایہ اس پر پڑے۔ اللہ تعالیٰ جبکہ آپکے سایہ شریف کی اس طرح حفاظت فرماتا ہے تو کس طرح ایسی حرم آپ کے لیے جائز رکھتا ہے۔ مدارک، مدارج۔ تفسیر عزیزی کی عبارتوں کا ترجمہ بھی ایسا ہی ہے۔ خلاصہ یہ کہ جماعت محدثین کا اس حدیث پاک کو اپنی تصانیف میں تحریر کرنا اس حدیث کے حجت ہونے پر دال ہے۔ تو ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا تواتر سے ثابت ہے۔

حدیث ۳: عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال لم یکن لرسول اللہ ﷺ ظل ولم یقم مع شمس الاغلب ضوءہ ضوءھا ولا مع سراج الاغلب ضوءہ وقد تقدم ھذا والکلام علیہ وبا عیتنا فیہ وھی۔

ماجر لظل احمد اذیال
فی الارض کرامۃ کما قد قالوا
ھذا عجب و کم بہ من عجب
والناس بظلہ جمیعا قالو

و قالوا ھذا من القیلولۃ وقد نطق القرآن بانہ النور المبین ۔نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاضؒ جلد۳ ص ۳۱۹ مطبوعہ مصر۔

ترجمہ:۔حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے انھوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا۔اور حضور سورج کی روشنی میں کھڑے نہ ہوتے تھے مگر اس کی روشنی پر بھی حضور ﷺ کی روشنی غالب ہو جاتی تھی۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔اور اس پر کلام بھی ہو چکا اور ہماری یہ رباعی بھی مذکور ہو چکی کہ احمد مجتبیٰ ﷺ کے سایہ کے دامن حضور کی کرامت وفضیلت کی وجہ سے زمین پر نہ کھینچے گئے (یعنی حضور کا سایہ زمین پر واقع نہ ہوا) جیسا کہ محدثین نے فرمایا ہے یہ بات تعجب کی ہے اور کس قدر تعجب کی ہے کہ زمین پر ان کا سایہ نہ ہونے کے باوجود سب لوگ ان کے سایہ میں پناہ لیتے اور آرام کرتے ہیں۔ رباعی کے آخری مصرعہ کا آخری لفظ قالوا قیلولہ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں دوپہر کو آرام کرنا۔اور بے شک قرآن مجید ناطق ہے کہ حضور ﷺ نور مبین ہیں۔

مواہب اللدنیہ علی شمائل محمدیہ میں شیخ ابراہیم بیجوری متوفی ۱۲۷۶ھ مطبوعہ مصر کے ص ۲۴ پر ارقام فرماتے ہیں۔

وفی روایۃ لابن المبارک وابن الجوزی لم یکن لہ ظل و لم یقم مع شمس قط الاغلب ضوءہ علی ضوء الشمس ولم یقم مع السراج قط الاغلب ضوءہ علی ضوء السراج۔

ترجمہ۔ابن مبارک وابن جوزی کی روایت میں ہے کہ حضور کے جسم شریف کا سایہ نہ تھا۔نہیں کھڑے ہوئے حضور سورج کی روشنی میں بھی مگر غالب آ گئی آپ کی روشنی سورج کی روشنی پر اور نہیں قیام فرمایا آپ نے سراج کی روشنی میں کبھی بھی مگر غالب آ گئی آپ کی روشنی سراج کی روشنی پر

ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں۔

وعن ذالک ماذکره الحکیم ترمذی فی نوادر الاصول عن عبد الرحمن بن قیس وهو مطعون عن عبد الملک بن عبد الله بن الولید وهو مجهول عن ذکوان (من انه کان لاظل له لعدم جرمه وهذا معنی مافی النوادر و لفظ مالم یکن له ظل فی شمس ولا قمر و نقله الحلبی

عن ابن سبع ایضا بر حاشیہ نسیم الریاض ص ۲۸۲:

ترجمہ:۔اور اسی سے ہے۔وہ جو ذکر کیا حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں عبد الرحمن بن قیس سے اور وہ مطعون ہے۔اس نے روایت کیا عبد الملک لڑکے عبد اللہ اور عبد اللہ لڑکے ولید سے اور ولید مجہول ہے۔عبد اللہ لڑکے ولید نے روایت کیا ذکوان سے، ذکوان کہتا ہے کہ آپ کے خصائص سے ہے کہ آپ کے جسم شریف کا شمس و قمر کی روشنی میں سایہ نہ تھا۔اس لیے کہ آپ نور تھے یعنی آپ بنفسہ نور تھے اور نور کے لیے سایہ نہیں ہوتا کیونکہ نور جرم نہیں رکھتا اور یہ وہی حقیقت ہے جو نوادر میں ہے۔ اور وہ یہ کہ حضور کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں نہیں تھا۔اور حلبی نے ابن سبع سے نقل کیا ہے۔

ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے شفا قاضی عیاض جلد ا ص ۳۰۶ مطبوعہ مطبع عثمانیہ ۱۳۱۲ھ میں اس عبارت کی شرح فرمائی ہے۔

وما ذکر من انه لاظل تشخصه فی شمس ولا قمر لانه کان نوراً

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض جز ثالث ص ۲۸۲ پر اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ومن دلائل نبوته ﷺ (وما ذكر) بالبناء للمجهول والذى ذكره ابن سبع (من انه) بيان ما الموصولة (لاظل لشخصه) اى جسده الشريف اللطيف اذا كان (في شمس ولا قمر) مماترى فيه الظلال لحجب الاجسام ضوء النيرين ونحو هما وعلل ذلك ابن سبع بقوله (لانه) ﷺ (كان نوراً) والانوار شفافة لطيفة لاتحجب غيرها والانوار لا ظل لها كما هو مشاهدفي الانوار الحقيقة وهذا رواه صاحب الوفا.

ترجمہ:۔اور حضور ﷺ کے دلائل نبوت سے جو کچھ ذکر کیا گیا۔یعنی محدث ابن سبع نے جو ذکر کیا یہ ہے کہ جب حضور ﷺ سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تھے تو حضور کے شخص کریم یعنی لطیف جسم مبارک کا سایہ نہ پڑتا تھا۔ان سایوں میں سے جو روشنی میں اس وجہ سے دیکھے جاتے ہیں کہ اجسام کثیفہ چاند سورج وغیرہ کی روشنی کے لیے حاجب ہو جاتے ہیں۔اور ابن سبع محدث نے حضور ﷺ کے سایہ نہ ہونے کی دلیل یہ تحریر کی ہے کہ حضور ﷺ نور تھے اور شفاف لطیف انوار اپنے غیر کے لیے حاجب نہیں ہوتے اور انوار کا سایہ نہیں ہوتا جیسا کہ حسی حقیقی انوار میں اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔اور اس کو صاحب وفا نے روایت کیا۔

اور حضرت شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی انوار محمدیہ من مواہب اللدنیہ مطبوعہ بیروت کے صفحہ ۲۱۶ پر مکتوب کرتے ہیں۔

ولم يكن له ﷺ ظل فى الشمس ولا قمر رواه ترمذى الحكيم. قال ابن سبع كان ﷺ نور افكان اذا مشى فى الشمس او القمر لا يظهر له ظل۔

ترجمہ:۔اور نہیں تھا نبی کریم ﷺ کا سورج و چاند کی روشنی میں سایہ روایت کیا اس کو حکیم ترمذی نے۔ کہا ابن سبع نے کہ نبی کریم ﷺ نور تھے۔ پس جس وقت حضور سورج و چاند کی روشنی میں چلتے آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا۔

اور سیرت حلبیہ مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۴۲۲ پر ہے

وانه صلى الله عليه وسلم اذا مشى فى الشمس او فى القمر لايكون له ظل لانه كان نورا انتهى۔

ترجمہ: بے شک حضور نبی کریم نور مجسم ﷺ جب سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تھے۔ حضور صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم نورانی کا سایہ نہ ہوتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

اسی طرح زرقانی شریف میں ہے۔

ولم يكن له ﷺ ظل فى شمس ولا قمر لانه كان نوراً كما قال ابن سبع وقال رزين بغلبة انواره قيل و حكمة ذالك صيانته عن ان يطا كافر على ظله۔

ترجمہ: اور نہ تھا سورج و چاند کی روشنی میں حضور ﷺ کا سایہ دلیل یہ ہے کہ حضور نور تھے۔ جیسا کہ محدث ابن سبع و امام رزین نے فرمایا کہ سایہ نہ ہونا حضور کے غلبہ انوار کی وجہ سے تھا۔ بعض علماء نے یہ حکمت بیان کی ہے کہ حضور علیہ السلام کو اس بات سے بچانا ہے کہ کسی کافر کا پاؤں حضور کے سایہ پر نہ پڑے

اور شیخ جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ باب المعجزۃ فی بولہ و غائطہ ﷺ میں اس سند سے ذکر کیا ہے۔

اخرج الحكيم ترمذى من طريق عبد الرحمن بن قيس الزعفرانى عن عبد الملك بن عبد الله بن الوليد عن ذكوان ان رسول الله ﷺ

لم یکن یری له ظل فی شمس ولا قمر ولا اثر قضاء حاجة خصائص کبریٰ صفحہ ۷۱ جلد ۱ مطبوعہ دائرۃ المعارف وقال فی باب الایۃ فی انه رسول الله ﷺ لم یکن یری له ظل اخرج الحکیم ترمذی عن ذکوان بمثله ثم قال ای السیوطی قال ابن اسبع من خصائصه ان ظله کان لا یقع علی الارض و انه کان نور افکان اذا مشی فی الشمس او القمر لا ینظر له ظل قال بعضهم و یشهد له حدیث قوله علیه السلام فی دعائه واجعلنی نورا صفحہ ۶۸ جلد ۱ وبمثلہ ذکرہ فی المواھب نقلہ عن الفخر الرازیؒ مواھب ص ۳۹۸ جلد ۲

ترجمہ اخراج کیا حکیم ترمذی نے سند مذکور سے حضرت ذکوان سے کہ سورج اور چاند کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ دیکھا جاتا تھا۔ اور نہ نشان قضا حاجت کا اور کہا بیچ باب کے کہ تحقیق نبی ﷺ کا سایہ نہ دیکھا جاتا تھا۔ اخراج کیا حکیم ترمذی نے ذکوان سے اس کی مثل پھر فرمایا سیوطیؒ کہ ابن سبع محدث نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے خصائص سے یہ بات ہے کہ حضور کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ اور یہ کہ حضور علیہ السلام نور تھے۔ اس لیے جب حضور سورج یا چاند کہ روشنی میں چلتے تو حضور کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔ بعض علماء محدثین کے نزدیک حضور کے سایہ نہ ہونے کی گواہی حضور کی یہ حدیث بھی دیتی ہے جس میں حضور ﷺ کی یہ دعا وارد ہے کہ واجعلنی نورا ۔ یااللہ مجھے نور کردے۔ اس کی مثل مواہب میں امام فخر رازی سے نقل کیا گیا۔ یہ وہ حدیث ہے۔ جس پر مفتی صاحب نے اعتراضات کی ژالہ باری کی ہے۔ اعتراض اول کی عبارت تحریر کی جاتی ہے تاکہ جواب سمجھنے میں آسانی ہو۔

اعتراض اول :۔ یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ کے دھوپ اور چاندنی میں چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے کے واقعات جو اقامت و مسافت میں مجامع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے روبرو تمام عمر نبوی میں پیش آئے ہیں۔ غیر محصور اور نہایت کثیر

لتعداد ہیں پھر دیکھنے والے صحابہ کرام ہزاروں ہزار ہیں پھر صحابہ کرام کی عادت سے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ حضور ﷺ کی ذرا ذرا سی بات اور نقل و حرکت آمد آثار و حالات کے بیان کرنے کا انتہائی اہتمام فرماتے تھے۔ ان امور کا مقتضی یقینی طور پر یہ ہے۔ کہ اگر یہ واقعہ معجزہ ثابت ہوتا تو اس کی روایات صحابہ کرام کی ایک جم غفیر سے منقول ہوتی اور یقیناً حد تواتر کو پہنچتی۔ لیکن جب ذخیرہ حدیث پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اس بارہ میں صرف ایک حدیث اور وہ بھی مرسل اور وہ بھی سنداً بالکل ضعیف و واہی نکلتی ہے۔ جو قرینہ قویہ اس امر کا ہے کہ یہ بات خلاف واقعہ ہے۔

جواب:۔ سائل کا کہنا کہ ایسے واقعہ کا صحابہ کرام کی جم غفیر سے روایت نہ ہونا یہ عادت صحابہ کرام سے بعید ہے۔ ہاں صحابہ کرام اگر کبھی کبھار ایسا دیکھتے تو بعید ہوتا۔ چونکہ صحابہ کرام کی نظروں نے کبھی بھی حضور نبی کریم ﷺ کے جسم انور کا سایہ نہ دیکھا تھا۔ لہذا صحابہ کرام نے اس واقعہ کو عجیب نہ سمجھا بلکہ حقیقت جانا کہ حضور نبی کریم ﷺ نور ہیں۔ اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ قرآن مجید اور احادیث سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں کتب سیر میں موجود ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اول الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم نورانی کے سایہ کا انکار کیا ہے جس کی اصل عبارت لکھی جا چکی ہے۔ تو حضور کے جسم شریف کے سایہ نہ ہونے والی حدیث کے ایک راوی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی پاکیزہ شخصیت بھی ہیں۔ مفتی صاحب کا یہ اعتراض مثل اعتراض ملاحدہ کے ہے۔ جیسا انشقاق قمر کے بارہ میں ملاحدہ کہتے ہیں کہ اگر واقع میں یہ معجزہ ظہور میں آتا تو اس کو خواص و عوام دیکھتے اور سب کی تواریخ میں منقول ہوتا۔ عطر الوردہ فی شرح قصیدہ بردہ مصنفہ مولوی ذوالفقار علی صاحب دیو بندی مترجم دیوان متنبی و حماسہ کے ص ۴۲ پر ملاحدہ کا یہ اعتراض مکتوب ہے۔ جو کتب خانہ اعزازیہ دیو

بند نے یونین پرنٹنگ پریس دہلی سے چھپوا کر شائع کیا۔ مفتی صاحب کے گوش گزار کیا جاتا ہے کیا آپ اپنے مولوی کی قلم سے ملاحدہ میں سے نہ ٹھہرے۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ انھوں نے شق القمر کے معجزہ کا انکار کیا۔ اور مفتی صاحب نے حضور نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر کے سایہ نہ ہونے کے معجزہ کا انکار کیا۔ باقی رہا اس حدیث پاک کے تواتر کا انکار بلکہ اس حدیث پاک کو واہی ہی کہنا خود واہی ہونے کی دلیل ہے، اس حدیث شریف کے تواتر کے بارہ میں اپنے مولوی رشید احمد گنگوہی کی عبارت جو مفتی صاحب کی عبارت کی نقیض ہے ملاحظہ کر کے فیصلہ کریں کہ مفتی صاحب نے ٹھیک لکھا ہے یا گنگوہی صاحب نے۔ ان دونوں ایک ہی مسلک کے مولویوں کا اختلاف ایک کو جھوٹا کرے گا اور دوسرے کو سچا۔ جو جھوٹا ہوگا اس پر سرکار ابد قرار کی صحیح حدیث گواہ ہے کہ اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

من کذب علی متعمدا افلیتبوأ مقعدہ فی النار۔

اب مفتی صاحب سے دریافت کیا جاتا ہے کہ اس حدیث کے مصداق خود مفتی صاحب ہیں یا گنگوہی صاحب فافھم و لا تکن من الضالین ۔ کیونکہ یہ ایسی مشہور خصوصیت ہے۔ جس کا انکار آج تک کسی مولوی نے نہیں کیا سوائے مفتی صاحب جیسے مولویوں کے حتیٰ کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی امداد السلوک مطبوعہ شرف الرشید شاہ کوٹ کے صفحہ ۱۵۶ پر لکھتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے اپنی ذات کو ایسا پاکیزہ کیا کہ خالص نور ہو گئے اور حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو نور فرمایا۔ اور متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ سایہ نہیں رکھتے تھے اور یہ واضح ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں

اور مولوی اشرف علی شکر النعم بذکر رحمتہ الرحمہ ص ۱۸ مطبع اشرف المطابع تھانہ بھون میں لکھتا ہے کہ

یہ بات مشہور ہے کہ ہمارے حضور کا سایہ نہیں تھا۔
اور مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ مکتوبات شریف جلد سوم مطبوعہ نول کشور کے ص ۱۸۷ پر رقمطراز ہیں۔

ناچار اورا سایہ نبود نیز در عالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تر است و چوں لطیف ترے از وے در عالم نباشد اورا سایہ چہ صورت دارد انتہی

خلاصہ یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ کا اگر سایہ ہوتا تو وہ آپ سے لطیف ہوتا۔ حالانکہ جہاں میں کوئی شے آپ سے زیادہ لطیف نہیں ہے اور قانون ہے کہ سایہ اصل سے لطیف ہوتا ہے

امام المحدثین قاضی عیاض رحمتہ اللہ شفاء شریف ص ۳۰۶ جلد ۱ مطبوعہ مطبع عثمانیہ میں رقم فرماتے ہیں

و ماذکر من انه کان لاظل لشخصه فی شمس و لا قمر لانه کان نوراً

یعنی حضور کا سایہ سورج چاند کی روشنی میں نہیں پڑتا تھا۔ اس لیے کہ آپ نور تھے۔

اس کے علاوہ منکرین کے مایہ ناز مولوی نور محمد جوڑا سوتر کی اپنی مایہ ناز کتاب ''شہباز طریقت'' میں اور اس کے محشی مولوی محمد لکھوکوی حضور ﷺ کے سایہ نہ ہونے کی ۱۳ وجوہ بیان کرتے ہیں۔ انظر وا۔

(۱) اس رحمت عالم سندا سایہ دھرتی مول نہ پوندا
منافق کافر قدم دھرے کو ایہہ کم مول نہ تھیندا
یہ کہ کافر یا منافق اس سایہ پر پاؤں نہ رکھے۔ محشی

(۲) نہ خالی ظلماتی تھی سایہ سرور جسم نورانی
کو مخلوق نہ ثانی سرور سمجھ بندے صمدانی

یہ کہ سایہ تاریکی اور سیاہی سے خالی نہیں ہوتا اور آنحضرت کا جسم نورانی ہے۔ محشی

(۳) دعائیں اوس ذخیرہ آخر وچہ حدیثاں آیا
اینویں وانگ ذخیرہ آدر سرور سندا سایا

یہ کہ اس نے اپنا سایہ واسطے شفاعت دن حشر کے ذخیرہ رکھا ہے جیسا کہ اپنی دعا کو شفاعت کے لیے ذخیرہ رکھا ہے۔ چنانچہ حدیث بخاری اور مسلم میں لکھا ہوا ہے۔ محشی

(۴) اوہ رحمت خلق قرآنوں ثابت ایہو سایہ دسدا
جو لائق اوہ سایہ پاوے نور محمد دسدا

قولہٗ اوہ رحمت الخ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورۂ انبیاء کے آخر میں فرمایا۔ وما ارسلنک الا رحمتہ اللعالمین ۔نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر رحمت واسطے جہانوں کے ۔ پس گویا سایہ آنحضرت کا یہی ہے اس لیے کہ جو شخص قابل رحمت ہے وہ اس کے سایہ کے نیچے آجاتا ہے اور مصنف نے آنحضرت کے سایہ نہ ہونے کے بارہ میں تیرہ وجوہ تیرہ بیتوں میں بیان کی ہیں ۔ ابتدا تیرہ بیتوں کا اس مصرعہ سے ہے اس رحمت الخ آخر مصرعہ بس کر نور محمد الخ تیرہ وجوہ ایک ایک کر کے بیان کرتے ہیں ۔ کہ سایہ اس کا رحمت ہے۔ محشی

(۵) پیشوا کل خلقت سندا نکتے نور بتا وے
تائیں سایہ نائیں مت اوہ سایہ پیش ہو جاوے

کہ آں حضرت جہاں کے پیشوا ہیں ۔ ایسا نہ ہو کہ سایہ آپ کے آگے ہو۔ محشی

(۶) ہر شئے سندا سایہ نیڑے سایہ شئے ظلماتی
انہیرا نیڑے انور ہووے ایہہ گل نور نہ بھاتی

کہ سایہ ہر چیز کا اس کے نزدیک ہوتا ہے۔ اور سایہ تاریک ہے۔ اور

آنحضرت تمام چیزوں سے زیادہ روشن ہیں پس مناسب نہیں کہ تاریکی اس کے نزدیک ہو۔محشی

(۷) شمس دلیل سیانے سائی آکھن سر جہارا

گھٹاوے سایہ سرور سندا ایہہ دن کون وچارا

یہ کہ سایہ کی دلیل آفتاب ہے۔سایہ کا بسبب بلند ہونے آفتاب کے کم ہو جانا اور خدا کو منظور نہ تھا کہ آفتاب آنحضرت کے سایہ کو گھٹائے۔محشی

(۸) ہک فرقہ نوری تے ہک ناری ازلی علم بتاوے

وچہ سائے سرور آیا کوئی مت ناری ہو جاوے

یہ کہ علم الٰہی میں لوگ دوگروہ ہیں جنتی دوزخی پس مناسب نہ تھا کہ کوئی شخص اس کے سایہ کے نیچے آئے اور پھر دوزخی ہو جائے۔

(۹) سائی ساریاں ساجد بہتے سر خود ساجد نائیں

کل راکع ساجد دا سردار اوس نائیں سائے تائیں

یہ کہ سایہ ہر شخص کا زمین پر سجدہ میں ہوتا ہے اور اکثر لوگ آپ ہی سجدہ سے محروم ہوتے ہیں اور آنحضرت رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے سردار تھے۔پس حاجت سجود سایہ کی نہ تھی۔محشی

(۱۰) انھیروں چانن طرف لیجاوے مولیٰ اہل ایماناں

جے سرور سایہ ظاہر عکس ہو جاندا مسلماناں

خدا تعالیٰ مومنوں کو تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے۔اور اگر آنحضرت کا سایہ ظاہر ہوتا تو اس کا عکس ہوتا۔محشی

(۱۱) مصطفیٰ جوہر سندا سایہ زیادہ تر روشنائی

کل جواہر تھیں اوہ انور کیونکر سایہ سیاہی

یہ کہ ہر جوہر صافی کا سایہ بہت روشن ہوتا ہے اور آنحضرت سب سے ز

روشن تھے۔ محشی

(۱۲) سائے دھرتی یکساں ہک دوئے سنگ رلدے ملدے
نہ شان مناسب سائی غیراں سائی سرور ٹلدے

یہ کہ سایہ ہر ایک کا دوسرے کے سایہ سے مل جل جاتا ہے اور مناسب نہ تھا کہ آنحضرت کا سایہ دوسروں کے سایہ سے خلط ملط ہوتا محشی۔

(۱۴) کھتری شے تے کھترا سایہ ستھرے اتے ستھرا
بس کر نور محمد کیوں کر سایہ سرور کھترا

یہ کہ صاف چیز پر سایہ صاف دیکھائی دیتا ہے اور ناپاک چیز پر سایہ بھی ناپاک نظر میں آتا ہے۔ پس مناسب نہ تھا کہ آنحضرت کا سایہ ناپاک دکھائی دیتا۔ محشی

اور مولوی محمد ادریس کاندھلوی اپنی کتاب ''اصول اسلام'' کے باب اثبات رسالت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ الف الف تحیۃ کی وجہ کے تحت لکھتا ہے کہ بہت سے حالات اور صفات حضور پرنور کے بدن مبارک میں ایسے موجود تھے کہ ان سب کا ایک ذات میں مجتمع پایا جانا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ یہ ذات کاملۃ الصفات اور فاضلۃ الحالات بارگاہ خداوندی میں نہایت ہی مقرب اور مورد والطاف وعنایات ہے۔

(۱) مثلاً آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک کا سایہ نہ تھا۔ رواۃ الحکیم الترمذی عن ذکوان مرسلا ورزاہ ابن المبارک وابن الجوزی عن ابن عباس موصولاً زرقانی شرح مواہب ص ۲۲۰ ج ۴ وخصائص الکبریٰ ص ۶۸ ج ۱ ص ۷۱ ج ۲ اصول اسلام ص ۸۲ ناشر علمی مرکز لکشمی نرائن اسٹریٹ انارکلی لاہور۔

اب مولانا مولوی حافظ محمد عبدالحی لکھنوی التعلیق العجیب حاشیہ الجلال المنطق التھذیب میں علامہ تفتازانی کے قول و نوراً بہ الاقتداء یلتیق کی شرح کرتے

ہوئے ص ۱۳ پر ارقام فرماتے ہیں

الاحتمال الثالث ان یکون اشارة الی اسمه الشریف فانه عدمن اسمائه النور کما فی قوله تعالیٰ قدجاء کم من الله نورو کتاب مبین. ومما یویدان النبی ﷺ کان اذا مشی فی الشمس والقمر لا یقع ظله علی الارض لان الظل انما یکون لها فیه کثافة و اما ذاته فکانت نور من الراس الی القدم انتهی

خلاصہ علامہ تفتازانی کا قول نوراً بہ الاقتداء یلتیق میں تیرا احتمال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اسم شریف کی طرف اشارہ ہو اس لیے کہ حضور کے اسماء سے ایک نام نور بھی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب بیان کرنے والی اس پر یہ تائید ہے کہ آقائے نامدار ﷺ جب شمس وقمر میں چلتے تھے تو آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا کیونکہ سایہ کثیف شئی کا ہوتا ہے اور حضور انور سر سے پاؤں تک نور تھے۔ یعنی سراسر نور

اور کتاب تواریخ حبیب الہ مطبوعہ دین محمد پریس کے ص ۱۰۹ پر ہے۔

پس پشت سے بھی آپ کو ویسا ہی نظر آتا تھا۔ جیسا کہ سامنے سے اور سر اس کا یہ ہے کہ آپ کا بدن نور تھا جیسا کہ شمع کی رو پشت اس کا ایک ہوتا ہے۔ اور جو چیز کہ اس کے مقابل وہ کسی طرف ہو۔ روشن اور منکشف ہو جاتی ہے اور اسی سبب سے آپ کا سایہ نہ تھا اس لیے کہ سایہ جسم کثیف ظلماتی کا ہوتا ہے۔ نہ لطیف ونورانی کا۔ مولوی جامی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے سایہ نہ ہونے کا خوب نکتہ لکھا ہے اس قطعہ میں۔

پیغمبر ماند اشت سایہ

تاشک بدل یقین میفتد

یعنی ہرکس کہ پیرد اوست

پیداست برزمین میفتد

امید ہے ان حوالہ جات سے مفتی صاحب کی تسلی ہوگئی ہوگی۔

اعتراض ثانی:۔ یہ حدیث مرسل ہے اور محدثین کی ایک عظیم الشان جماعت مرسل کو حجت نہیں سمجھتی۔

جواب:۔ مفتی صاحب کا اس حدیث کو مرسل کہنا اور محدثین کی ایک عظیم الشان جماعت کا مرسل کو حجت نہ سمجھنا اور اس کو مفتی صاحب کا اپنے دعوے کی دلیل بنانا یقیناً مفتی صاحب کے حنفیت سے اخراج کی دلیل ہے۔ اور اپنے مسلک کے علماء سے گریز ہے۔ کیونکہ ان کے حکیم الامت ''احیاء السنن'' حصہ اول مطبوعہ اشراف المطابع تھانہ بھون کے ص ۷۱ پر تحریر کرتے ہیں

ولیس فی المرسلات اضعف من مرسلات الحسن و عطاء فانهما کانا یاخذان عن کل احد الخ قلت فهذا مرسل ضعیف لکن الموضع موضع الفضائل ولهم یکتفون باضعاف.

خلاصہ:۔ احادیث مراسیل میں حسن اور عطاء کی احادیث سے کوئی ضعیف نہیں وہ دونوں ہر ایک سے روایت کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ مرسل ضعیف ہے لیکن موضع فضائل میں اکتفاء کرتی ہے۔

نیز ''اعلاء السنن'' کے حصہ چہارم کے ص ۴۴ پر جو حدیث انصات خلف الامام کے بارہ میں ہے **ولم یطعنه احد بشئی غیر انه قال هذا مرسل** آگے چل کر لکھتے ہیں **علی ان المرسل حجة عندنا لاسیما**۔

خلاصہ:۔ یہ کہ حدیث مرسل ہمارے نزدیک خاص کر حجت ہے۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۴۵ پر ہے۔

عن عبد الوهاب (الثقفی) عن المهاجر عن ابی العالیة قال کان

النبی ﷺ اذا صلی قرأ فقراء اصحابه فنزلت فاستمعوا له وانصتو
نسکت القوم وقرأ نبی الله علیه وسلم قال البیهقی وهذا ایضاً منقطع
(ای مرسل) قلت وهو حجة عندنا

حکیم الامت لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے۔ بلکہ اسی
کتاب کے ص ۵ پر لکھتے ہیں۔

اما عندنا فمراسیل الائمه من التابعین مقبولة مطلقا

یعنی ائمہ تابعین کی مراسیل ہمارے نزدیک مطلقا حجت ہے۔

اجابہ یہ کہ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ مقدمہ مشکوۃ
مطبوعہ مجتبائی کے ص ۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔

وعندابی حنفیه ومالک المرسل مقبول مطلقا و هم یقولون ان
ارسله لکمالی الوثوق والا عتماد لان الکلام فی الثقة ولولم یکن عنده
صحیحاً لم یرسله ولم یقل قال رسول الله ﷺ

اشعۃ اللمعات مطبوعہ نول کشور کے ص ۳ پر بھی یہی مضمون مرقوم ہے۔

خلاصہ: امام اعظم اور امام مالک رحمتہ اللہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقا
مقبول ہے کیونکہ ارسال بسبب وثوق اور اعتماد کے کیا گیا۔ اگر راوی کے نزدیک یہ
صحیح نہ ہوتی تو ارسال نہ کرتا۔ اور کبھی نہ کہتا قال رسول اللہ ﷺ

حیرانی سے لکھنا پڑتا ہے کہ مفتی صاحب اپنے آپ کو حنفی کہلواتے ہیں۔ اور
حدیث مرسل کو حجت نہیں مانتے حالانکہ امام اعظم رحمتہ اللہ کے نزدیک حدیث مرسل
حجت ہے جیسا کہ اوپر گزرا۔ نیز اگر حدیث مرسل کو حجت نہیں مانتے تو غیر مقلدین کو
کیا جواب دوگے۔ لو آپ اپنے جال میں صیاد آ گیا۔ لہذا اس حدیث کو مرسل کہہ کر
پیچھا چھڑانا ناممکن ہے ہاں ایک صورت ہے۔ اگر مفتی صاحب پیچھا چھڑانا چاہتے

ہیں وہ یہ کہ اپنے آپ کو لباس حنفیت سے برہنہ کر دیں۔ تاکہ آشکار ہو جائے کہ یہ لوگ لباس حنفیت میں لوگوں کو دھوکہ دے کر گمراہ کرتے ہیں العیاذ باللہ۔

اعتراض ثالث:۔ اس حدیث کا پہلا راوی عبدالرحمٰن بن قیس زعفرانی بالکل ضعیف و مجروح اور کاذب نا قابل اعتبار ہے۔ بلکہ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ جھوٹی حدیثیں وضع کرتا تھا۔

جواب: ہاں بعض رواۃ کی جہت سے اس کا ضعف مسلم ہے۔ لیکن یاد ہونا چاہیے کہ اس حدیث کی صرف ایک روایت نہیں بلکہ ایک سے زیادہ روایتوں سے یہ حدیث مروی ہے جیسے کہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ علاوہ ازیں محدثین کے نزدیک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بھی مقبول ہے۔ جیسا کہ آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے ''اعلاء السنن'' حصہ چہارم کے ص ۶۵ پر لکھا ہے۔

ولا يخفى ان الضعاف مقبولة معمولة فى فضائل الاعمال ومناقب الرجال على ماصر حوابه

باقی رہا یہ کہ عبدالرحمٰن بن قیس کاذب اور واضع احادیث ہے۔ جواباً نگارش ہے کہ ائمہ رجال و علماء محدثین کے نزدیک بالاجماع حدیث موضوع وہ ہوتی ہے۔ جس کے راوی کا کذب کسی حدیث میں ثابت ہو چکا ہے۔ اولین ملاحظہ ہوں کتب اصول حدیث۔ ص ۵۶ پر ہے۔

فالقسم الاول هو الطعن بكذب الراوى فى الحديث النبوى هو الموضوع والحكم عليه بالوضع انما هو بطريق الظن الغالب لا بالقطع اذقد يصدق الكذوب

اور ایسے ہی امام سخاوی فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں جزم کرتے ہیں۔ اگر کوئی حافظ جلیل کہ علم حدیث سے استقصاء تام کرے۔ اور بایں ہمہ حدیث کا پتہ

ایک راوی کذاب بلکہ وضاع کی روایت سے علیحدہ کہیں نہ ہے۔ تاہم اس حدیث کی موضوعیت لازم نہیں آتی۔ الغرض اگر قصدا کسی کا افتراء ثابت نہیں تو اس کی حدیث موضوع نہیں۔ اگر متہم بالکذب والوضع ہوتا تاوقتیکہ قرآن عظیم کی دلالت قطعیہ یا سنت متواترہ یا اجماع قطعی یا عقیل صریح یا حسن صریح یا تاریخ یقینی کے ایسی مخالف نہ کہ احتمال تاویل وتطبیق نہ رہے۔ ایسا ہی اعلاء السنن کے مقدمہ میں ہے۔

ان مذکورہ وجوہات سے کوئی بھی وجہ حدیث نفی الظل کے مخالف نہیں مگر فہم کی ضرورت ہے۔ ہٹ دھرمی کا علاج نہیں۔ دعا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور کے صدقہ ان لوگوں کو ہدایت نصیب فرمادے تاکہ حضور کے کمالات کو پہچانیں۔ اگر اس راوی کا کذب حدیث میں واقع ہے۔ تو اس کا ظاہر کرنا آپ پر واجب ہے از لیس فلیس اور مدعی ثابت کہ نفی ظل والی حدیث موضوع اور فضائل اعمال میں معتبر ہے یہی میرا دعویٰ تھا۔

اعتراض رابع۔ اور دوسرا راوی عبدالملک بن عبداللہ بن عبدالولید بھی مجہول الحال ہے۔ کتب متداولہ میں اس کا حال مذکور نہیں۔

جواب:۔ عبدالملک بن عبداللہ بن الولید کا مجہول ہونا اس حدیث کو مردود نہیں کرسکتا۔ کیونکہ مقدمہ اعلاء السنن کے ص ۴۷ میں مولوی اشرف علی لکھتے ہیں۔

ثم اعلم ان مجهول العين و هو الذی روی عنه واحد ليس بمردود الروايته عند لمحدثين اتفاقاً

بلکہ ص ۴۸ پر لکھتے ہیں۔

والمجهول عندنا هو من لم يعرف الالحديث او حديثين وجهلت عدالته سوار نفرد بالروايته عنه واحد ام روی عنه اثنان فصاعد فحكمه ان هذا المجهول ان كان صحابيا فلا يضر جهالته كما مروان كان غيره

فاما ان يظهر حديثه فى القرن الثانى او لافان لم يظهر جاز العلم به فى الثالث الا بعده و ان ظهر فان شهد له السلف اصحه الحديث او سكتوا عن الطعن فيه قبل او رد وه رداو قبله البعض وروه البعض مع نقل الثقات عنه فان وافق حديث قياساما قبل و الارد كذافى تفو الاثر

نیز اعلاء السنن حصہ چہارم کے ص ۳۷۴ پر ہے۔

روایت المستور مقبولة عندنا اذا کان فی القرون الثلاثه

پھر فرماتے ہیں۔

فمجهول الحال فى هذه القرون لا غير عدل عندنا معشرا لحنفية فليعلم ذلک.

خلاصہ:۔ مجہول العین کی حدیث محدثین کے نزدیک اتفاقاً مردود نہیں اور مجہول ہمارے نزدیک وہ ہے جس سے ایک روایت ہو۔

ترجمہ اور مجہول ہمارے نزدیک وہ ہے جو ایک یا دو حدیثوں کا راوی ہو۔ اور اس کی عدالت مجہول ہو۔ برابر ہے منفرد ہو ساتھ روایت کے۔ روایت کرے اس سے ایک یا روایت کریں اس سے دو پس زیادہ۔ پس حکم اس مجہول کا یہ ہے اگر مجہول صحابی ہے تو اس کی جہالت نقصان نہیں دیتی جیسا کہ گزرا۔ اگر غیر صحابی ہے تو اس کی حدیث قرن ثانی میں ظاہر ہوئی یا نہ۔ پس اگر نہیں ظاہر ہوئی تو جائز ہے عمل ساتھ اس کے ثالث میں۔ مگر بعد اس کے اور اگر ظاہر ہوئی پھر اس کی صحت کی شہادت دی سلف نے یا سلف نے سکوت فرمایا طعن کرنے سے اس میں یا رد کیا اس کو۔ رد کرنا قبول کیا اس کو بعض نے او. رد کیا بعض نے مع نقل کرنے ثقات سے اس سے۔ پس اگر موافق ہے حدیث اس کی قیاس کے تو قبول کی جائے گی۔ اگر موافق قیاس کے نہیں تو رد ہے۔ الاثر میں اس طرح ہے۔ علاوہ ازیں روایت مستور الحال ہمارے

نزدیک مقبول ہے۔ جس وقت وہ قرون ثلاثہ میں سے ہو

نیز مولوی اشرف علی تھانوی ذکرالرسول کے ص ۱۱ پر رقمطراز ہے۔

یہ جو مشہور ہے کہ سایہ نہ تھا حضور ﷺ کا تو یہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ گو وہ ضعف ہیں مگر فضائل میں تمسک بہ ہو سکتی ہے۔ اشرف المطابع تھانہ بھون۔

اعتراض:۔ بعض حضرات نے سایہ نہ ہونے کی یہ توجیہہ کی ہے کہ جس طرف حضور ﷺ چلتے تھے سر مبارک پر فرشتے یا ابر رحمت سایہ افگن رہتا تھا۔ اگر یہ ثابت بھی ہو تو دوسری صحیح وصریح روایات اس کے معارض موجود ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری کی حدیث میں دربارہ ہجرت روایت حضرت عائشہؓ مذکور ہے۔ کہ حضرت ابو بکر نے اپنی چادر کا حضور پر سایہ کیا۔

جواب:۔ مفتی صاحب نے بخاری شریف کی حدیث نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضور کا سایہ اس وجہ سے نہ تھا کہ آپ پر بادل یا ملک سایہ کرتے تھے۔ قلم کو حرکت دی ہے اور لکھا ہے کہ پھر بخاری شریف کی حدیث کا کیا جواب ہے۔ جو دربارہ ہجرت بروایت عائشہ صدیقہ مذکور ہے۔ جبکہ صدیق اکبر نے اپنی چادر کا حضور پر سایہ کیا تھا اس عبارت سے مفتی صاحب نے فقط طبع آزمائی کی ہے۔ حالانکہ زرقانی شریف میں ہے۔

والمعنی ان الغمامة هی المحتاجة له المتبرک به ولیس هو محتاجاً لها ص ۱۶۷ مطبوعہ مطبع ازہریہ مصر

اور مولوی ذوالفقار علی دیوبندی عطر الوردہ میں قصیدہ بردہ شریف کے شعر مثل الغمامۃ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

بالرفع خبر مبتدا محذوف ای مجینی الاشجار مثل سیر الغمامة

وبالنصب صفة مصدر محذوف ای مجیئًا مثل مجیئی الغُمامة فی الانقیاد و القیام بوُظائف الخدمته

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی خدمت کے لیے جملہ اشیاء عالم علوی وسفلی حاضر تھیں اورآپ کے ہر طرح تابع فرمان عطرالوردہ ص ۴۱

حقیقت یہ ہے کہ بادل کا سایہ کرنا حضور پر اس لیے تھا کہ وہ برکت حاصل کرنے میں حضور کا محتاج تھا۔ اور حضور بادل کے سایہ کے محتاج نہ تھے

زرقانی میں ہے۔

انهاظلمته لکمال الاعتدال فیه اکراماً له لا حتیاجه الیها ص ۱۹۷

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بادل اس لیے سایہ نہیں کرتا تھا۔ کہ حضور کا سایہ نظر نہ آئے بلکہ بادل کا اپنے آپ کو حضور کا غلام ظاہر کرنا تھا اور یہ ظاہر کرنا تھا کہ حضور کی حکومت بادلوں پر بھی ویسی ہی ہے۔ جیسی زمین والوں پر۔ دلیل یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت فضا پر تھی۔ جبکہ یہ ثابت ہو گیا تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضور پر خواہ بادل سایہ کرتا یا نہ کرتا حضور کا سایہ نہ ہوتا تھا۔

تو قبل بعثت بادلوں کا سایہ کرنا اور بعد البعثت بادلوں کا سایہ نہ کرنا یہ حضور کے سایہ ہونے کی دلیل قائم کرنا سراسر ناانصافی ہے اس طرح صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی چادر سے حضور پر سایہ کرنا برکت حاصل کرنے کے لیے ہے نا کہ حضور کا سایہ چھپانے کے لیے۔ بالغرض اگر مان بھی لیا جائے کہ بادل ہمیشہ سایہ نہ کرتا تھا تو مندرجہ ذیل عبارت کا کیا جواب ہوگا زرقانی شریف میں حدیث شیمہ کے تحت لکھا ہے

وفیه اظلال الغمام له ﷺ فهو حجة علی من انکره قال ابن جماعة من ذهب الی ان حدیث اظلال الغمام لم یصح بین المحدثین

فھو باطل نعم لم یکن کما قالہ السخاوی وغیرہ دائما ص ۱۲۸ جلد اول

اور اس میں ہے بادل کا سایہ کرنے واسطے حضور ﷺ کے پس یہ حجت ہے ان پر جو اس کا انکار کرتے ہیں۔ ابن جماعہ نے فرمایا ہے اس شخص کے بارہ میں کہتا ہے جو کہ یہ حدیث اظلال غمام محدثین کے نزدیک صحیح نہیں پس وہ باطل ہے۔ ہاں ایسا نہیں جیسا کہ امام سخاویؒ اور دیگر محدثین جو کہ اظلال غمام کے دوام کے قائل ہیں۔ اس عبارت سے بھی ظاہر ہوا کہ محدثین میں امام سخاوی وغیرہ حدیث اظلال غمام کے دوام کے قائل ہیں۔ تو کہا جا سکتا ہے کہ بادل ہمیشہ سایہ کرتا تھا برکت حاصل کرنے کے لیے نہ اس لیے کہ حضور ﷺ کا سایہ شریف زمین پر دکھائی نہ دے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

حدیث حجۃ الوداع کے بارہ میں تحریر کیا جاتا ہے تا کہ مفتی صاحب کی تشفی ہو جائے۔ تاریخ دانوں کی آنکھوں کے سامنے ہوگا کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور ﷺ کی شکر رنجی کا واقعہ حجۃ الوداع سے واپسی پر اثناء سفر میں پیش آیا تھا۔ جیسا کہ مسند امام احمد میں عفان راوی کا قول جزم کے ساتھ موجود ہے کہ

والاظنہ الاقال فی حجۃ الوداع مسند امام احمد جلد نمبر ۶ ص ۱۳۲

اور یہ شکر رنجی ذی الحجہ کے آخری ایام سے لے کر ربیع الاول شریف کے چند دنوں تک رہی۔ جیسا کہ مسند امام احمد اور مجمع الزوائد کی حدیثوں میں اس کی صراحت موجود ہے۔ اور مجمع الزوائد میں بغیر کسی شک کے ایامًا من شھر ربیع الاول کے الفاظ موجود ہیں۔ دیکھئے مجمع الزوائد جلد چہارم طبع قاہرہ ص ۳۲۳

بالآخر ایک دن حضرت زینب نے نصف النہار کے وقت حضور ﷺ کے ظل کریم کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ تو یہ دن یقیناً ربیع الاول ہی کے دنوں میں ہے اور کسی خواندہ سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ حجۃ الوداع ۱۰ھ میں ہوا اور ۱۱ھ میں ۱۲ ربیع

الاول شریف مطابق ۱۱ جون کو حضورﷺ کی وفات ہوئی۔ رحمۃ للعالمین مولفہ قاضی سلیمان منصور پوری جلد۲ ص ۲۷۴ اور تاریخ اسلام مولفہ شوق امرتسری ص ۳۲۱

اسی حساب سے ثابت ہوا کہ جس دن حضرت زینب حضورﷺ کے ظل کریم کو دیکھنے کا واقعہ بیان فرما رہی ہیں۔ وہ جون کے مہینہ کا دن تھا۔ جو خاص گرمی کا موسم ہے۔ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ قول ''پس ایک دن دوپہر کے وقت دفعۃً رسول اللہ تشریف لے آئے اور میں نے پہلے ان کا سایہ ہی دیکھا'' قطعاً غلط ہے کیونکہ نصف النہار کا وقت چونکہ درمیان میں ہوتا ہے۔ اس لیے اس وقت نہ ظل ہوتا ہے نہ فئی بلکہ چلنے والے کا سایہ اس وقت اس کے بازوؤں میں ہوتا ہے جسے وہ پامال کرتا ہوا چلتا ہے اور گرمی کے دنوں میں کسی جانب جھکے ہوئے سائے کا وجود نہیں ہوتا۔ لہذا یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی آنے والے کے جسم سے پہلے اس کا سایہ نظر آئے۔ رہا یہ کہ پھر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول کے کیا معنی ہوں گے۔ اس کے بارہ میں عرض ہے کہ ظل بمعنی شخص ہے دیکھئے منجد

و مشیت علی ظل او انتعلت ظلی ای مشیت وقد انتصف النهار فلم یکن لی ظل۔ المنجد طبع قاہرہ ص ۴۹۶

ترجمہ مشیت علی ظلی اور انتعلت ظلی کے معنی یہ ہیں کہ میں چلا اس حال میں کہ نصف النہار کا وقت ہو گیا اس لیے میرا سایہ نہیں تھا۔

اس طرح مصباح اللغات کے ص ۵۰۱ پر ہے۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریمﷺ کی ذات مقدسہ کو اپنی طرف آتے دیکھا نہ کہ حضور کے سایہ کو کیونکہ گرمی کے دنوں میں نصف النہار کے وقت سایہ ہوتا ہی نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو حضورﷺ کا ظل دیکھا حضور کی شخصیت مقدسہ مراد ہے اور یہاں ظل بمعنی شخص ہے۔

ناظرین اصحاب اگر نظر انصاف سے دیکھیں تو ماننا پڑے گا۔ کہ دلائل ساطعہ

اس امر پر دال ہیں کہ حضور سرکار دو عالم ﷺ کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ کے جسد شریف کے سایہ نہ ہونے پر شک کرنا بعید از انصاف اور ملاحدہ کا رویہ ہے۔ کیونکہ حضور انور ﷺ نے اگر درخت کی چھڑی کو ہاتھ لگا دیا اسے نور کر دیا۔ جیسا کہ دلائل النبوت جز ثالث مطبوعہ بمطبعہ مجلس دائرۃ المعارف ص ۲۰۵ پر حدیث موجود ہے۔

(حدثناء) ابو علی محمد بن احمد بن الحسن ثنا علی بن محمد بن ابی الشوارب و ثنا سلیمان بن احمد ثنا احمد بن دائود المکی قال ثنا موسیٰ بن اسماعیل قال ثنا حماد دین سلمه عن ثابت عن انس ان رسید ابن حضیر و عباد بن بشر کا ناعند رسول الله ﷺ فی لیلة ظلما حندس فخر جامن عنده فاضارت عصا احمد همامثل السراج فمشیانی ضوء ها حتی اذا إختر قا الی منازلهما اضاء ت عقبا الاخر انتهیٰ

علاوہ ازیں اگر حضور ﷺ نے کسی اصحابی کی انگلیوں کو چھو دیا۔ اسے نور کر دیا۔ جیسا کہ متذکرہ بالا کتاب کے متذکرہ صفحہ پر ہے۔

حدثنا علی بن هارون بن محمد قال ثنا موسیٰ بن هارون ثنا ابراهیم ابن المنذر قال ثنا سفیان بن حمزة الاسلمی عن کثیر بن زید عن محمد بن حمزة الاسلمی عن ابیه حمزة انه قال نضرفانی سفرمع رسول الله ﷺ فی لیلة ظما رحمة فاضاء ت اصابعی حتی جمعوا ظهر هم وما هلک منهم و ان اصابعی انتهیٰ۔

منصف حضرات متوجہ ہوں کہ حضور کی نورانیت کا انکار کرنا آفتاب کی موجودگی میں دھوپ کا انکار کرنا ہے۔ جو ذات مقدسہ لکڑی کو منور کر سکتی ہے۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ خود نور نہ ہو۔ ہاں جس کی بینائی میں نور نہ ہو اگر وہ کہے تو بجا ہے کیونکہ اس کے لیے دن رات برابر ہیں۔ ایسے ہی جو نور ایمان سے بے بہرہ ہے۔ اگر حضور کی نورانیت حسیہ کا انکار کرے تو یہ اس کا قصور نہیں اس کی شقاوت ہے۔ اور ختم الله علی قلوبهم کی سلالت میں جکڑا ہوا ہے اللهم اهد قوم الضالین فانهم لا یعلمون۔

الحمد للہ علی ذلک رسالہ تمام ہوا۔ اور بفضلہ تعالیٰ معترض کے تمام شکوک و شبہات کا تار عنکبوت سے زیادہ ضعیف ہونا اظہر من الشمس ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ ولاظل شخصہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔

فقیر سگ دربار تونسہ شریف غلام رسول فیضی خطیب جامع مسجد حنفیہ حاجی محمد الدین شورکوٹ روڈ ضلع جھنگ۔

تقریظ:۔ قدوۃ الکملاء زبدۃ الفضلاء مقدام العلماء راس الادباء العلامۃ الفاضل المحقق الکامل الفہامۃ اللبیب اللوذعی الفقیہ المحدث المفسر البارع الیعلی استاذ الاساتذہ شیخ الشیوخ حضرت استاذی المکرم مولانا المولوی المفتی نورمحمد لازالت شموس فیوضہ بازغہ مفتی الدیار پاکستان رئیس جمعیۃ تنظیم احیاء السنت۔ تحصیل واربرٹن ضلع شیخوپورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی النبی کان ظلہ رحمۃ للعالمین۔

فقیر نے رسالہ کو اول سے آخر تک دیکھا۔ فاضل جلیل مولانا غلام رسول فیضی فاضل جامعہ رضویہ لائل پور نے حضور سراپا نور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ وآلہ واصحابہ کے جسد اطہر کے عدم ظل کو عمدہ پیرایہ میں براہین قاطعہ و دلائل قاہرہ سے ثابت کر کے واضح کر دیا کہ ہمارے نورانی رسول کے نورانی جسم کا سایہ نہیں تھا۔ اور منکرین کے جملہ استدلات وتمسکات کا جواب شافی دے کر ان کے مزعومات کو ھباء امنثورا کر دیا۔ یہ نورانی رسالہ اہل ایمان کے لیے باعث زیادتی ایمان ہے۔ اور منکرین کے لیے سوط عذاب ہے۔ چاہیے کہ اہل سنت اس مبارک رسالہ کا مطالعہ کر کے اپنے ایمان کو تازہ کریں۔ واللہ الموفق

فقیر نور محمد عفی عنہ صدر مدرس مدرسہ عربیہ رضویہ ایمنیہ منڈی واربرٹن

تقریظ العلامۃ الفاضل المحقق الکامل الفقیہ المحدث حضرت مولانا المولوی المفتی محمد عنایت اللہ شہر سانگلہ ہل

فقیر نے اس رسالہ مبارکہ کو دیکھا بفضلہ تعالیٰ ثم بفضل حبیبہ الاعلی علیہ افضل

صلوۃ ربہ الاعلی اس مسئلہ پر شافی وکافی پایا کہ میرے حضور نور علی نور صاحب لولاک علیہ الصوۃ والسلام کا سایہ مبارک نہ تھا۔ اس مسئلہ پر منکرین دیوبندیہ وہابیہ خارجیہ خذلہم اللہ تعالیٰ فی الدارین ایک حوالہ ہی ان کے گھر کا کافی ہے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی انصاری اپنے رسالہ امداد السلوک کے ص ۸۶ پر لکھتا ہے کہ بتواتر ثابت شد کہ آں حضرت ﷺ سایہ نہ داشتند و ظاہر است بجز نور ہمہ اجسام ظل مے دارند۔ حد تواتر سے ثابت ہے کہ میرے حضور ﷺ نور ہیں اور حضور کا سایہ نہیں ہے یہ مسئلہ تواتراً ثابت ہے یہ مسئلہ قرآن حدیث کے ثبوت کا محتاج نہیں ہے۔ یہ خود تواتر سے ثابت ہے جو مسئلہ تواتر سے ثابت ہو اس کا منکر مرتد و کافر خارج از اسلام ہے۔ دیوبندیہ وہابیہ خارجیہ خود اپنے ہی گھر کے فتوے سے ہی کافر و مرتد ہیں۔

فقیر محمد عنایت اللہ سگ شہنشاہ سرکار سیدی غوث اعظم غوث العالمین خطیب شہر سانگلہ ہل

تقریظ: علامہ فہامہ حاوی الفروع والاصول علامہ ادیب فہامہ ادیب مولانا مولوی عبدالغفور صاحب دربار سندھیلیانوالی شریف۔

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فقیر نے حضرت علامہ فاضل نوجوان مولانا غلام رسول صاحب کی تحریر پر تنویر کو بعض مقامات سے دیکھا بحمد اللہ تعالیٰ وبعطائے روف الرحیم نہایت مدلل اور منصفانہ انداز سے عدم سایہ حضور پرنور علیہ الصلوۃ والسلام پر مسکت کن و جامع جوابات سے کتابچہ کو مزین فرمایا۔

خالق کائنات بطفیل سید الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام آپ کی اس سعی کو تمام اہل اسلام کے لیے باعث ہدایت اور سبب نجات بنائے اور حضرت علامہ کی عمر اور عمل کو دراز فرمادے۔ آمین ثم آمین

دعا گو

محمد عبدالغفور چراغوی

دربار شریف سندھیلیانوالی

کتاب ہذا کے ماخذ (نام کتب مع مصنف)

قرآن کریم (کلام الٰہی جل شانہٗ)

احادیث

صحیح بخاری (امام بخاری محمد بن اسماعیل)

صحیح مسلم (ابوالحسین مسلم بن الحجاج)

جامع ترمذی (امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی)

صحیح ابن ماجہ (ابوعبداللہ یزید بن ماجہ عباسی)

سنن نسائی (ابوعبدالرحمٰن بن شعب عبداللہ)

سنن ابی داؤد (ابوداؤد سلیمان بن اشعث)

مشکوٰۃ المصابیح

مسند احمد (امام احمد بن حنبل)

طبرانی کبیر /طبرانی اوسط

سنن بیہقی شریف (ابوبکر احمد بن حسین بیہقی)

مجمع الزوائد

مستدرک حاکم (امام حاکم)

مرقات

دارمی (ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی)

دار قطنی (ابوالحسن علی بن عمر الدار قطنی)

کنز العمال

مسند ابویعلیٰ

طحاوی شریف

تفاسیر القرآن

تفسیر خزائن العرفان (سید محمد نعیم الدین مرادآبادی)

تفسیر روح المعانی (حضرت علامہ محمود آلوسی)

تفسیر ابن کثیر (علامہ ابن کثیر)

تفسیر خازن

تفسیر در منثور

تفسیر معالم التنزیل

تفسیر عزیزی (شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی)

تفسیر بیضاوی

تفسیر کبیر (امام فخرالدین رازی)

تفسیر ضیاء القرآن (پیر محمد کرم شاہ صاحب)

الجامع لاحکام القرآن (حضرت ابومحمد قرطبی)

تاریخ

فتوح الشام

تاریخ خمیس

لغت

المنجد

مفردات امام راغب

لسان العرب

فتاویٰ

فتاویٰ محدث اعظم (حضرت مولانا سردار احمد)

فتاویٰ فیض الرسول (مفتی جلال الدین امجدی)

وقار الفتاویٰ (علامہ مفتی وقار الدین قادری)

فتاویٰ ابن تیمیہ (ابن تیمیہ)

قصائد

قصیدہ بردہ شریف (امام بوصیری)

قصیدہ اطیب النعم (شاہ ولی اللہ دہلوی)

حدائق بخشش (امام احمد رضا خاں)

قصیدۃ النعمان (امام اعظم ابوحنیفہ)

کتب

تکمیل الایمان (شاہ عبدالحق محدث دہلوی)

ادب المفرد (حضرت امام بخاری)

تجلی الیقین (امام احمد رضا خاں بریلوی)

البدایہ والنہایہ (علامہ ابن اثیر)

نسیم الریاض

انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ (شاہ ولی اللہ)

افضل الصلوٰۃ علی سید السادات (علامہ نبہانی)

جہنم کے خطرات (علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی)

قیامت کب آئے گی (علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی)

حجۃ اللہ علی العالمین (علامہ نبہانی)

حلیۃ الاولیاء (عربی) (ابونعیم)

سیف چشتیائی (پیر مہر علی شاہ صاحب)

فتوحات مکیہ (امام محی الدین ابن عربی)

زرقانی علی المواہب

حیات الانبیاء (امام بیہقی)

مدارج النبوت (شاہ عبدالحق محدث دہلوی)

واللہ آپ زندہ ہیں (علامہ محمد عباس رضوی)

وفا الوفاء (علامہ سمہودی)

انباء الاذکیاء بحیات الانبیاء (امام سیوطی)

دلائل النبوت

کتاب الشفاء (قاضی عیاض)

المیلاد النبوی (ابن جوزی)

مکتوبات امام ربانی (مجدد الف ثانی)

شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح (پیر مہر علی شاہ)

خصائص الکبریٰ (امام سیوطی)

صلات الصفاء/نفی الفیء (اعلیحضرت بریلوی)

سنی بہشتی زیور (مفتی خلیل خاں برکاتی)

عقائد و اعمال (مفتی شجاعت علی قادری)

مسلمانوں کے عقیدے (عبدالمصطفیٰ اعظمی)

اسلامی تعلیم (مفتی جلال الدین امجدی)

عقائد اہل سنت (علامہ مشتاق احمد نظامی)

عظمت مصطفیٰ (ملک شیر محمد اعوان)

سنی بیاض (مولانا انیس احمد نوری)

نفی سایہ مصطفیٰ (علامہ محمد یعقوب ہزاروی)

فتاویٰ مہریہ (پیر مہر علی شاہ صاحب)

فتاویٰ امجدیہ (مفتی امجد علی صاحب اعظمی)

انوار مصطفیٰ (علامہ عبدالصبور بیگ)

ذکر حبیب (علامہ عبدالعلیم میرٹھی)

توضیح عقائد (مولانا شاہ رکن دین الوری)

مقیاس نور (مولانا محمد عمر اچھروی)

ذکر حبیب (سید حسین الدین شاہ صاحب)

تسکین الجنان فی محاسن کنز الایمان (حافظ عبدالرزاق بھترالوی)

اتحاد بین المسلمین وقت کی اہم ضرورت (مولانا عبدالستار خاں نیازی)

العقائد والمسائل (مفتی عبدالقیوم ہزاروی)

~~بے مثل و بے مثال رسول~~ (علامہ محمود احمد رضوی)

آفتاب نبوت کی ضیا پاشیاں (مفتی عبدالوہاب)

مقامات رسالت (پروفیسر حبیب اللہ صاحب)

نورانیت مصطفیٰ (علامہ محمد منور شاہ)

مشعل راہ (علامہ عبدالحکیم اختر صاحب)

آواز ایمان (مولانا محمد نواز صدیقی ہزاروی)

تحفظ عقائد اہل سنت (مفتی محمد عبداللہ صاحب)

مسلک مجدد الف ثانی (میاں جمیل احمد)

~~[illegible] (مفتی اعجاز ولی خاں)~~

سراج منیر (علامہ محمد عبدالصبور ہزاروی)

مقالات کاظمی (سید احمد سعید شاہ کاظمی)

علم غیب رسول (علامہ محمود احمد رضوی)

جاء الحق (مفتی احمد یار خاں)

تنویر الابصار بنور النبی المختار (علامہ محمد اشرف سیالوی)

شان رسول ﷺ بزبان فنانی رسول (علامہ محمد سردار احمد صاحب)

اللہ کے شاہکار محمد علیہ السلام (عبدالحق ظفر)

تحفہ معراج اور حقانیت اہل سنت (مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب)

شان نبوت قرآن وسنت کی روشنی میں (مفتی محمد خاں قادری)

ضیاء الحدیث (علامہ شاہ تراب الحق قادری)

منصب رسالت (علامہ منصب علی مجددی شرقپوری)

مقامات نبوت (مولانا افتخار الحسن زیدی)

اہل سنت و جماعت کون؟ (مولانا ضیاء اللہ قادری)

فتاویٰ مظہریہ (ڈاکٹر مسعود احمد ایم اے)

توضیح البیان (علامہ غلام رسول سعیدی)

شاہکار ربوبیت (مفتی محمد خان قادری)

مقام رسول ﷺ (مفتی ابوالحسن محمد منظور احمد فیضی)

نبی رحمت اور عقائد اہل سنت (قاری محمد طیب نقشبندی)

شمیم رسالت (از مولانا ابو مظہر علی اصغر چشتی)

سیرت رسول عربی (علامہ نور بخش توکلی)

خطبات نظامی (مشتاق احمد نظامی)

اسلامی معلوماتی کورس (مفتی جلال الدین قادری)

عنداللہ الاسلام (مفتی محمد انور القادری)

وقار الفتاویٰ (مفتی وقار الدین قادری

کتاب العقائد (مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی)

فتاویٰ فیض الرسول (مفتی جلال الدین امجدی)

گلشن ارشد القادری (علامہ ارشد القادری)

نور الانوار (علامہ غلام مصطفےٰ نوری)

مرصاد العباد (علامہ نجم الدین رازی)

موضوعات کبیر ....

المورود الروی (ملا علی قاری)

الیواقیت والجواہر (امام عبدالوہاب شعرانی)

کلیات اقبال (علا اقبال)

جواہر البحار (علامہ یوسف نبہانی)

دیوبندی کتب مع کتب غیر مقلدین

تحقیق مسئلہ بشریت (مولوی بشیر احمد حسینی)

ذکر النبی (مولانا مسیح اللہ خاں)

آفتاب نبوت (قاری محمد طیب)

نشر الطیب (مولوی اشرف علی)

امداد السلوک (مولوی رشید احمد گنگوہی)

فتح الطیب .... اشرف علی تھانوی

فتاویٰ ثنائیہ (ثناء اللہ امرتسری)

ہدیۃ المہدی .... وحید الزمان

بشریت رسول (لعل شاہ بخاری)

فضائل حج (مولوی زکریا سہارنپوری)

شکر النعمۃ بذکر الرحمۃ (ظفر احمد تھانوی)

سوانح احمدی (جعفر تھانیسری)

فتاویٰ رشیدیہ (رشید احمد گنگوہی)

تحذیر الناس .... قاسم نانوتوی	**قادیانی کتب**
حیات طیبہ (مرزا حیرت دہلوی)	ازالہ اوہام (مرزا غلام احمد قادیانی)
الشہاب الثاقب (مولوی حسین احمد مدنی)	آئینہ کمالات اسلام (" " " " ")
تصفیۃ العقائد .... قاسم نانوتوی	توضیح المرام (" " " " ")
تقویۃ الایمان (مولوی اسماعیل دہلوی)	**مسیحی کتب**
بہشتی زیور (مولوی اشرف علی تھانوی)	انجیل یوحنا
بلغۃ الحیران (مولوی حسین علی)	انجیل برناباس
البراہین القاطعہ .... مولوی خلیل احمد	

۞۞۞۞۞۞۞۞

﴿یہاں چیدہ چیدہ کتب کی فہرست دی گئی۔ ساری کتب کے نام مع مصنف درج نہیں ہو سکے۔﴾ (مرتب) محمد سعید
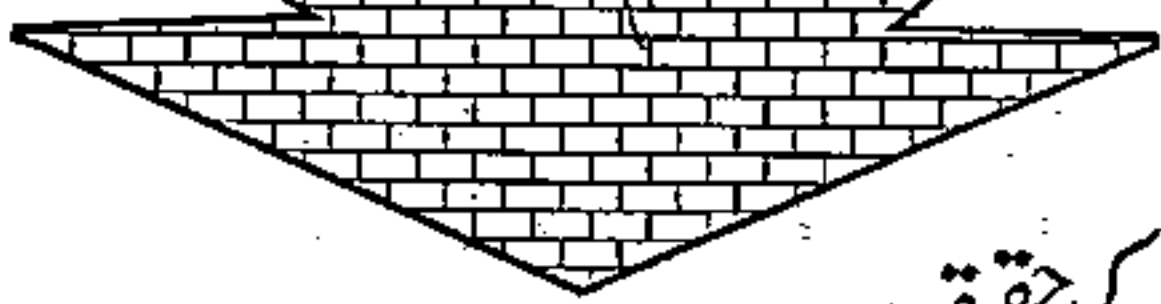
فیضان مدینہ پبلیکیشنز کی لاجواب کتب
شرک کی حقیقت
غیر مقلدین کو دعوت انصاف (اول) (مطبوعہ)
غیر مقلدین کو دعوت انصاف (دوم) (مطبوعہ)
غیر مقلدین کو دعوت انصاف (سوم) (مطبوعہ)
غیر مقلدین کو دعوت انصاف (چہارم) (زیر ترتیب)
مجموعہ تصانیف حضرت علامہ محمد اسماعیل نقشبندی علیہ الرحمۃ
دیوبند کا نیا دین (مطبوعہ)
سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت و نورانیت (مطبوعہ)
دیوبندیوں سے لاجواب سوالات (مطبوعہ)
مجموعہ رسائل مفتی محمد شفیع جماعتی رحمۃ اللہ علیہ (مطبوعہ)
ناشر: فیضان مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کاموں کی